ایک جاپانی طالبہ علم

مس ڈب وریر امریکہ کی ایک
کروڑپتی لڑکی جسے چار ڈالر ماہوار
جیب خرچ ملتا ہے

مس ملی کے خسرو نوبل بمبئی
ایک پارسی طالبہ علم جسنے بائیسکل
کی تیر دوڑ میں اول انعام حاصل کیا

مصری عورتیں تیراندازی سیکھ رہی ہیں

شہزادی مرینا ڈچز آف کینٹ اور
شہزادہ جارج ڈیوک آف کینٹ
کی شادی ۲۹ نومبر ۳۴ کو ہوئی

سولھویں صدی سے انیسویں صدی تک مغربی عورتوں کا لباس

اس پرچہ میں جس قدر مضامین شائع ہوئے ہیں ان سب کا کاپی رائٹ بحق عصمت [illegible]

عصمت دہلی

ستائیسواں سال | بابت ماہ جنوری ۱۹۳۵ء | جلد ۵۴ | نمبر ۱

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصولڈاک **قسم خاص** جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں ۔ عہ/
وغیرہ روساء سے پچیس روپے ۔ والیان ریاست سے سو روپے ۔ فی پرچہ ۱۰/ ممالک غیر سے ایک پونڈ۔
قسم اول :- جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ سات آنے ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ۔
قسم دوم :- جس کے مضامین تصاویر ٹائٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپے فی پرچہ پانچ آنے۔
(رسالہ عصمت ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسر آنے ۔ ایچ ڈھیلر کے بک سٹال پر بھی ملتا ہے۔

باہتمام مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

چند باتیں

۱۹۳۴ء ختم ہوا اور یہ ۱۹۳۵ء کا پہلا پرچہ ہے۔ ۱۹۳۴ء کے عصمت
پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال کے
ہر پرچہ میں بعض مضامین نہایت اہم شائع ہوئے۔ حضرت
علامہ راشد الخیری قبلہ نے ناسازی طبع اور تربیت گاہ بنات
کی مصروفیت کے باوجود کافی مضامین مرحمت فرمائے جہاں
عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنوں نے عصمت کی دلچسپیاں
بڑھانے میں بدستور حصہ لیا وہاں کئی ہونہار لکھنے والیاں اس
سال بھی عصمت نے پیدا کیں۔ ہندوستان بھر میں صرف عصمت
ہی وہ ماہوار رسالہ ہے جو ۲۸ سال سے تجارتی اغراض کو پس پشت
ڈال کر مخالفین کے اعتراضات کی پرواہ کئے بغیر شرع اسلام کے
موافق حقوق نسواں پر مسلسل مضامین شائع کر رہا ہے۔ اس
سال بھی عصمت نے مظلوم عورتوں کے حقوق کی ترجمانی کی
پوری کوشش کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی عورتوں کے
فرائض پر بھی گراں قدر مضامین شائع کئے ہیں۔ اصلاحی معاشرتی
اور خانہ داری کے مضامین کے علاوہ دوسرے ملکوں کے وہ
حالات جو ہندوستانی بیبیوں کے لئے سبق آموز ہو سکتے ہیں
اور جن سے ان کی معلومات میں دلچسپ اضافہ ہوتا ہے نیز صنعت
و حرفت اور زنانہ دستکاریوں کے کارآمد مضامین کی تعداد بھی بہت
معقول ہے۔ بلند پایہ نتیجہ خیز افسانوں اور خواتین کے مطلب
کی نظموں کے اعتبار سے بھی یہ سال بے انتہا کامیاب ہے
۱۹۳۴ء میں گو مضامین کا معیار پہلے سے بھی بلند ہے لیکن ایسے مضامین
بھی ہر پرچہ میں ہیں جن سے اوسط درجہ کی قابلیت کی خواتین بھی
پورا پورا فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ عصمت کے مضامین کی ایک یہ
خصوصیت بھی اس سال نمایاں ہے کہ کم سے کم جگہ میں زیادہ سے
زیادہ میٹر دیا گیا ہے۔ پامال پرانے عنوانات پر جہاں مضامین
درج کرنے میں احتیاط کی گئی ہے وہاں نئے نئے موضوعوں پر
حقیقتاً کارآمد اور دلچسپ مضامین کی تعداد بہت کافی ہے۔ اشتہارات
کے صفحے نکال کر ایک ہزار سے بھی زیادہ صفحے مضامین کے ہیں بلکہ
بعض صفحے باریک لکھوا کر قریباً ۱۲۰۰ صفحے مضامین کے دے گئے ہیں
تصاویر دو سو کے قریب ہیں جن میں ۶۰ کے قریب تصویریں وہ
ہیں جن کے بلاک خاص طور پر عصمت کے لئے بنوائے گئے ہیں
پابندی وقت کے اعتبار سے بھی عصمت کی خصوصیت تمام سال
قائم رہی کہ کسی ماہ کا پرچہ ایک روز کی تاخیر سے بھی شائع نہیں ہوا غرض
عصمت کے ذمہ جو فرائض تھے خدا کا شکر ہے عصمت نے ۱۹۳۴ء میں بخوبی
انجام دیئے باوجودیکہ اس سال اڈیٹر عصمت کو دفتر کے چند "نمک حلال"
ملازموں کی "شریفانہ" حرکتوں سے شدید اذیت پہنچی کہ انہوں نے جنہیں
سالہا سال کی ملازمت میں کبھی کسی قسم کی شکایت نہ ہوئی تھی عصمتی بہنوں
اور بناتی بچیوں کے بہکا کر عصمت اور تربیت گاہ بنات کو نقصان
پہنچانے کی کوششیں کیں۔ لیکن اس لئے کہ عصمت نے کبھی کوئی غلط
راستہ اختیار نہیں کیا عصمت کے ساتھ خدا کا فضل و کرم رہا
اور اس سال عصمت کی اشاعت میں غیر معمولی ترقی ہوئی اور
عصمتی بہنوں کو اپنے پرچہ کی ترقی کا اور بھی زیادہ خیال پیدا ہوا
۱۹۳۴ء میں دفتر عصمت سے نئی کتابیں کچھ زیادہ تعداد میں شائع
نہ ہو سکیں لیکن ان کی تلافی اس طرح کی گئی کہ جنت مکانی محترمہ
خاتون اکرم کی ایک مستقل یادگار قائم ہو گئی اور ہندوستان بھر
اپنی طرز کا پہلا پرچہ "زنانہ دستکاری" کا ماہوار رسالہ جوہر نسواں
جاری ہو گیا جس کی ضرورت ہندوستانی بیبیوں کو ایک مدت سے
محسوس ہو رہی تھی۔ اب ۱۹۳۵ء کا آغاز ہے اور خدائے بزرگ و برتر
کا نام لے کر عصمت نئے سال میں قدم رکھتا ہے۔ اسکی ذات سے امید
۱۹۳۵ء میں عصمت اپنے فرائض اور بھی مستعدی سے انجام دیگا
نیا سال عصمتی بہنوں کو ان کے عزیزوں کی سلامتی کے ساتھ مبارک ہو اور
عالم نسواں اور عالم اسلام کے لئے بھی ایک مسعود سال ثابت ہو

رازق الخیری

سالِ نو

سحر کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے۔ سرور کے گیت گا رہے ہیں
خموش کلیوں کو گدگدا کر سریلا نغمہ بجا رہے ہیں

لچکتی شاخوں پہ ابر کی رنگ۔ ننھی چڑیاں چہک رہی ہیں
حسین پھولوں کے گرد بھنورے۔ بہ شوق چکر لگا رہے ہیں

سکوت ٹوٹا پڑی ہے ہلچل۔ اتر گیا نشہ خواب خوش کا
تفکراتِ جہاں سبھی۔ ہر اک کو آ کر جگا رہے ہیں

ہے نسترن زارِ صبح روشن۔ شفق کی سرخی سے لالہ ساماں
بجھی ہیں شمعیں۔ پتنگے مٹ کر مآلِ الفت بتا رہے ہیں

افق سے لے کر کرن کا نیزہ۔ نکل رہا ہے سوادِ مشرق
مثالِ فوجِ شکست خوردہ۔ ستارے مغرب کو جا رہے ہیں

یکایک اس حسن زا فضا میں۔ کہ میں تھی مصروف جبہ سائی
[illegible] سنہری ملبوس میں کرن اک۔ تڑپ کے میرے قریب آئی

"تمہیں ہو یہ سالِ نو مبارک"۔ کہا شرارت سے مسکرا کر
کہا جو آیا قریب [illegible] "اے حسن و نور پیکر

ہیں لائقِ تہنیت وہ قومیں۔ جو قیمتِ وقت سے ہیں واقف
ہیں کامیابی سے گل بداماں۔ ہیں گام زن علم و فن کی راہ پر

ارادہ مستقل کو جن کے۔ نہیں [illegible]
[illegible] خواہش۔ ہمیشہ رکھتی ہے جن کو مضطر

سمجھ کے مہمانِ چند روزہ۔ کی قدر جو نفس کی نہایت
کی روز و شب کی ہر ایک ساعت۔ مفید کاموں میں صرف [illegible]

جو قوم غفلت کی نیند سوئے۔ رہِ علوم و عمل کو چھوڑے
نہ ہو تاسف کناں ذرا بھی۔ عزیز اوقات کو گنوا کر

خوشی ہو کیا سالِ نو کی اس کو۔ نہیں ہے جب ذکر سالِ رفتہ
کہے جو حالِ زبوں پہ اپنے۔ "یہی تھا تقدیر کا نوشتہ"

خورشید آرا بیگم منشی فاضل و ادیب فاضل

صبحِ نو سے خطاب

اے خوش بختے کہ سالِ نو ہوا جلوہ چکاں
آفتابِ نو کی تابش سے ہوئی روشن سحر
اے خوشا روزے کہ لاکھوں آرزوئیں جاگ اٹھیں
خیر مقدم کو بڑھیں ارماں بھری نظریں مری
مرحبا صد مرحبا اے میہمان کامگار
تیرے آنے سے جواں یہ غنچۂ امید ہو
اُلٹ دے چہرۂ قسمت سے ظلمت کی نقاب
کھول دے وہ بابِ علم و فضل و راہ زندگی
توڑ یہ زنجیرِ ذلت، ہوں رواں پائے اسیر
پردۂ غفلت ہماری بند آنکھوں سے اٹھا
چھین ہاتھوں سے ہمارے جامِ عیش و صد سرور
ہاں مٹا دے یہ جمود و کسل و غفلت کا خمار
لوٹ دے ایسا ورق یعنی کتابِ زیست کا
یہ وطن کی شام ہو جائے بہارِ صبحِ نو

صبحِ روشن کی ضیاء سے ہے منور پھر جہاں
جلوۂ عریاں نے چھائی ہے فضائے بحر و بر
مرحبا وقتے کہ نخلِ شوق کی کلیاں ہنسیں
روح کو تازہ بہارِ زندگی حاصل ہوئی
دم قدم سے تیرے وابستہ ہیں ارماں سینے
ظلمتِ شامِ وطن پھر رشکِ ماہِ عید ہو
اپنا دے زندگی کی کاہشوں کو کامیاب
جو دکھا دے آنکھ کو منزل کی تاباں روش
برق افگن ہوں قدم، ہر گام ہو سرعت پذیر
پھر دکھا نظروں کو مستقبل کا روشن آئینہ
تاکہ پھر یہ کیفِ عشرت روح سے ہو جائے دور
چشمِ بینا کو دکھا شمعِ تجلی آشکار
جس سے ہو تبدیل یہ مضمون خطِ تقدیر
آفتابِ علم سے ذرے کریں پھر کسب

ہے جمالہ کی دعا یہ سالِ نو آباد ہو
گل چکاں ہر آرزو ہو ہر تمنا شاد ہو

بلقیس جمال

گزشتہ تیرہ چودہ صدی میں دنیا اور اس کی اشیاء اپنی اپنی عمر کو پہونچ کر فنا ہو چکیں مگر قدرت کے قانون اب بھی بدستور اپنے کام کر رہے ہیں اور بقاء حیات کی کوششوں میں سرگرم ہیں آدمی جانور پھل پھول ان ہی کے فراہم کیے ہوئے اسباب سے زندگی پوری کر رہے ہیں انسان جس کے احسان فراموش ہونے کی کتاب اللہ شاہد ہے سب سے زیادہ قدرتی اشیاء سے متمتع ہو رہا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ وہی قدرت سے بغاوت بھی کر رہا ہے

جنگلوں میں صحرائی پرندے پہاڑوں پر طائران خوش الحان اور شہروں میں مؤذنوں کی صدائیں خاتمہ شب اور طلوع آفتاب کی خبر دیتے ہیں مگر مسلمانوں کو ان کی مقدس کتاب ایک اور دن کے آنے کی بھی خبر دیتی رہتی ہے۔ جس کا نام یوم الحق ہے جب اعمال انسانی انصاف کی کسوٹی پر پرکھے جائیں گے اور اعضاء انسانی اعمال و افعال کے شاہد ہوں گے۔

مخبر صادق کا ارشاد ہے کہ اس روز جب انسان اپنے اعمال کا وزن دیکھ کر سرنگوں [illegible] ہوگا تو خدائے واحد کی ازلی و ابدی طاقت بندے سے اس طرح خطاب کرے گی۔

"یاد کرو وہ وقت جب ہم بھوکے اور پیاسے تیرے [illegible] سے پر گئے کہ شاید اس دولت میں سے جو ہم نے تجھ کو عطا فرمائی اس رزق میں سے جو ہم نے تجھ کو دیا ہمارا پیٹ بھی بھر دے مگر ہم تیرے دروازے سے واپس آئے اور تو نے ہم پر مطلق توجہ نہ کی اور رحم نہ کھایا۔

یہ سن کر گنہگار انسان عرض کرے گا "زمین و آسمان کے مالک تو نے کبھی ہمارے دسترخوان پر آنے کی تکلیف گوارا نہ کی تھی حکم ہوگا کہ میرے لاچار بندے اور اپاہج مخلوق جن کو تو نے جھڑکا اور رحم نہ کھایا وہ کون تھے میں ہی تھا اور میں نے تجھ کو خبر دی تھی کہ دنیا کے بہت سے سودے کر رہے ہو ایک معاملہ ہم سے بھی کرو اور کچھ ہمارے پاس امانت رکھوا دو ہم اشد ضرورت کے وقت تم کو واپس کر دیں گے۔ آج تمہاری کوئی امانت ہمارے پاس نہیں ہے

آفتاب عید ارض مقدس پہ نمودار ہو چکا مسلمان اُجلے اور نئے کپڑے پہن کر نماز کو روانہ ہو رہے ہیں کہ آقائے دو جہاں کے وہ مبارک کندھے جن پہ ہم اور ہمارے ماں باپ ہزار بار قربان ہوں دو یتیم بچوں کے سامنے جھک گئے اور معبود حقیقی کی یہ درماندہ مخلوق شہنشاہ کونین کے کندھوں پر سوار ہو گئی۔ خدا کا پیارا اور ہمارا آقا ان بچوں کے کپڑے بدلوا کر نماز کو

سے جا رہا ہے اور اپنی امت کو بتا رہا ہے کہ یہ بچیں معصوم ... رہا یہ رسالت اور خدا کی حکومت میں کیا درجہ رکھتے ہیں

"ہزار بار درود و سلام"

... آگئی اور میں عقلی لڑکیوں اور مسلمانو ... سے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ تربیت گاہ کی یتیم بچیاں بھی مسلمانوں کی اس خوشی میں شریک ہونے کا ہر مسلمان کی طرح حق رکھتی ہیں ان کا دل بھی اچھے لباس پر راغب ہو گا۔ بہتر کھانے کو ان کا جی بھی چاہے گا اور یہ بھی وارث والے بچوں کو دیکھ کر اپنے جذبات سے متاثر ہونگی مبارک ہوں گے وہ ہاتھ جو شہنشاہ کونین کی اس پیاری امت کو آگے بڑھیں اور انکی خدمت کریں۔

راشد الخیری

تربیت گاہ بنات۔ کوچہ چیلان دہلی

خواب کی تعبیر

تین چار مہینے یا اس سے زیادہ ہوئے کہ میرے پاس ایک عزیز بچی کا خط آیا جس میں اس نے ایک متوحش خواب کی تعبیر دریافت کی تھی میں نے اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا پچھلے مہینہ میں ایک اور خط اسی قسم کا آیا اور اس ہفتہ میں دو خط جن میں خوابوں کی تعبیریں دریافت کی ...

مسلمان لڑکیوں کو یہ معلوم ہو گا کہ رؤیا یعنی خواب کی صداقت کے متعلق کلام اللہ کی ایک آیت میں ارشاد ہو رہا ہے کہ "تحقیقا اللہ نے اپنے رسولؐ کے خواب کو سچا کر دکھایا" اس کے کھلے ہوئے معنی یہ ہیں کہ ہر خواب کا سچا ہونا یقینی نہیں ہے خدا اپنے خاص خاص بندوں کے خواب سچے کر دیتا ہے یا ضرورت ہوتی ہے تو پہلے سے آگاہ کر دیتا ہے۔ جس طرح حضرت یوسفؑ کا خواب تھا مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر انسان جو کچھ خواب میں دیکھے وہ خدا کی طرف سے ہے کہ سچ ہے اور اس کی تعبیر کا ہونا ضروری ہے۔

خواب کی حقیقت یہ ہے کہ انسان جب سو جاتا ہے تو اس کے تمام اعضا اپنا کام بدستور کرتے ہیں جاگتے ہیں آدمی اکثر تخیل کی سیر کرتا ہے بلکہ بعض آدمیوں کو تو دیکھا ہے کہ ایک معاملہ کو حقیقت بنا کر باتیں کرنے لگتے ہیں اسی طرح سونے کی حالت میں بعض حالات واقعہ بن کر سامنے آ جاتے ہیں جس میں آدمی سب کچھ کرتا اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ لیکن اس کو حقیقت سمجھنا اور اس کی تعبیر کا ضروری سمجھنا ایک قسم کی مذہبی کمزوری ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہر خواب کی یہی کیفیت ہوتی ہے مگر مقصد یہ ہے کہ اکثر و بیشتر خواب اسی قسم کے ہوتے ہیں بالخصوص جن کی تعبیر مجھ سے دریافت کی گئی ہے۔

راشد الخیری

اب ویسی خوشی کہاں کی عیدیں

پھر خیر سے لو بہن زرینہ | آ پہونچا ہے عید کا مہینہ
کچھ یاد ہے پارسال کی بات | وہ عید کا چاند عید کی رات
وہ دل کا کنول کی طرح کھلنا | ہنس ہنس کے گلے وہ چمٹ کے ملنا
[illegible] کے پیچھے گھر میں آنا | انگنائی میں امّی کو بلانا
جب چاند انہیں یوں نظر نہ آیا | آسلم عینک اٹھا کے لایا
شیشے اس کے وہ موٹے موٹے | ہم سب مارے ہنسی کے لوٹے
ہے ہے! وہ خوشی وہ دل کی حالت | سچ مچ ہمیں مل گئی تھی جنت
کپڑوں کا وہ اہتمام ابھی سے | ہر چیز کا انتظام ابھی سے
[illegible] خوشی کے مارے | گنتے دُہرائے مل کے سارے
دل چسپ وہ بیاہ کی کہانی | اور اس پہ وہ میری چھیڑ خانی
پہلے تو تمہارا مسکرانا | پھر پھیر کے منہ ذرا لجانا
یاد آتی ہیں کس طرح وہ باتیں | اللہ! کہاں گئیں وہ راتیں
فیروزی سی وہ تمہاری ساری | اور اس میں ٹکی ہوئی کناری
ہم رنگ وہ ریشمیں جمپر | ان چیزوں کا اُف وہ زیب اوپر
بن ٹھن کے جو تم کھڑی ہوئی تھیں | سچ مچ کی پری بنی ہوئی تھیں
گوری گوری تمہاری صورت | قد بوٹا سا پیاری پیاری صورت
اللہ وہ شکل پھر دکھا دے! | دو بچھڑے دلوں کو پھر ملا دے!
اب ویسی خوشی! کہاں کی عیدیں | سب خاک میں مل گئیں اُمیدیں

سب کچھ ہے یہاں مگر نہیں تم
سسرال میں جا کے جم گئیں تم

سعید احمد

رؤیت هلال

از ام البنات محترمہ زینب صاحبہ لدھیانوی

خداف۔ وتر کوئی صبح ہونے والی [illegible]
کہ شام آج کی ہر روز سے نرالی ہے
شفق نہ ورنگ فی جبیں سے چھپائے ہوئے
کہ لوگ غرب کو ہیں انگلیاں اٹھائے ہوئے

فلک پہ آج نیا کون تماشا ہے
کہ جس کی دید کی مشتاق ایک دنیا ہے
نعاں میں بزم کی ہونے لگی ہے تیاری
جو کچھ دنوں سے رکے ترک تھی بہ لاچاری

الٰہی کون ہے وہ؟ ہے یہ جستجو جس کی
مجھے بھی بام پہ لائی ہے آرزو جس کی
فلک کا قصد نظر بار بار کرتی ہے
پلٹ پلٹ کے مجھے بے قرار کرتی ہے
یہ آرزو ہی نہ رہ جائے قلب مضطر میں
سما وا آئنہ سے کی شکل دیدۂ تر میں

اسی طرح تھا ابھی محو انتظار جہاں
وفور شوق تماشہ میں بیقرار جہاں
بکایک ایک طرف کیا نظر پڑا مجھ کو
کسی نے زیب مرے دل سے دی صدا مجھ کو
ہلال عید بہ اوج فلک ہویدا شد
کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد

ناشادِ عید

از سید محمود حسن کیتھلی

ہے عجب [illegible] لا کلام
کس قدر بہتر ہے قدرت کا نظام

کام کرتی ہے ہر اک شے وقت پر
نقص سے بالا ہے اُس کا انتظام

[illegible] کی خبر دیتی ہے شب
صبح ہوتی ہے یقیناً بعدِ شام

فصل گل کا پیش خیمہ ہے خزاں
درد کرتا ہے دوا کا اہتمام

ہر مصیبت عیش کا آغاز ہے
سختیاں دیتی ہیں راحت کا پیام

کر دیا اعلان ہلالِ عید نے
روزہ داروں کی ہوئی محنت تمام

اے مسلمانو! مبارک ہو تمہیں
خیر سے رخصت ہوا ماہِ صیام

عید کا تحفہ دیا معبود نے
کیوں نہ ہوں دل مومنوں کے شادکام

ہو رہے ہیں سب خوشی سے باغ باغ
دور ہیں رنج والم سے خاص و عام

سال بھر کے بعد آیا ہے یہ دن
شادماں ہے اُمتِ خیر الانام

ہو رہے ہیں سب کے سب آراستہ
ہے نمایاں سب سے تزک واحتشام

عید سے مسرور ہے سارا جہاں
ہے ہر ایک گھر مثل صحنِ گلستاں

بعض ہیں غمگیں لیکن آج بھی
دور ہے جن سے مسرت عید کی

اس شکستہ گھر میں جا کر دیکھئے
جس کا والی ہے نہ اور وارث کوئی

رو رہا ہے سامنے بیکس یتیم
غمزدہ ماں پاس ہے بیٹھی ہوئی

ہاتھ ہے سینے پہ چہرہ زرد ہے
نیش زن ہے بے بسی بیچارگی

تک رہی ہے سب کا منھ خاموش ہے
دیکھتی ہے انقلابِ زندگی

وہ بھی دن تھے جب زمانہ ساتھ تھا
کچھ نہیں ہے آج جز در ماندگی

سوچتی ہے کیا تھا اور کیا ہوگیا
عید ہوتی تھی ہماری بھی کبھی

اس کا ہوتا تھا کبھی کیا اشتیاق
چاند دیکھا کل تو برچھی سی لگی

کس طرح بہلاؤں میں معصوم کو
آج تو کوئی نہ دے گا قرض بھی

رو رہا ہے کل سے بچہ کیا کروں
یا الٰہی کیوں نہیں سنتا میری

اے مسلمانو! اے شوفر یارِ غم
چُپ کرا کر لو دعا معصوم کی

ہاتھ اس معصوم کے سر پر رکھو
ہل رہا ہے عرش بڑھ کر تھام لو

عصمت چغتائی

بچے

بچے دنیا میں اس قدر مختلف اقسام کے ہوتے ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے تشبیہ دینا بھی بعض اوقات
مشکل ہو جاتا ہے۔ بعض ایسے چپ چاپ اور گم سم کہ گھنٹوں ایک ہی شغل میں گزار دیتے ہیں اور کسی کو ان کی
آواز تک نہیں سنائی دیتی۔ بعض ایسے [illegible] کہ کسی وقت ان کی زبان نہیں رکتی اور سونے کی فرصت بھی
مشکل سے ملتی ہے۔ کوئی باہر پھرنے کا شوقین ہے کوئی ایسا گھر گھسنا ہے کہ کہیں مہمان جانا بھی پسند نہیں کرتا ہو
[illegible] کو اس کی وجہ سے اپنے ملنے جلنے میں کمی کرنی پڑتی ہے کیونکہ وہ اکیلا گھر پر رہنا پسند نہیں کرتا اور ماں کو اس کی
وجہ سے اپنے ملنے جلنے میں کمی کرنی پڑتی ہے کیونکہ [illegible] اکیلا گھر پر نہیں رہ سکتا اور [illegible] رو رو کر ناک میں
دم کرتا ہے کہ گھر چلئے کسی کو کاغذوں تصویروں وغیرہ سے قدرتی دلچسپی ہے انہیں جان کے برابر عزیز رکھتا ہے کسی کا
یہ حال کہ جو کاغذ سامنے آ گئے اس کے ٹکڑے اڑا دینا اپنا فرض منصبی جانتا ہے ایک اپنا کھلونا اتفاقاً ٹوٹ جانے پر گھنٹوں،
سسکیاں بھر بھر کے روتا رہتا ہے۔ دوسرا سمجھتا ہے کہ کھلونے ہوتے ہی اسی لئے ہیں کہ انہیں توڑ کر تجربہ حاصل
کیا جائے کہ ان کے اندر کیا ہے اور ٹوٹنے میں کیسی آواز نکلتی ہے۔ ایک قصہ کہانی کا ایسا شوقین کہ اس میں اپنی
بڑی سے بڑی تکلیف کو بھی بھول جاتا ہے۔ دوسرے کو خود قصہ کہنے کا شوق ہے اور دوسروں کا بولنا پسند
نہیں۔ ایک اپنی چیزوں سے اتنی محبت کرتا ہے کہ باوجود پرانی اور بد صورت [illegible] جانے کے بھی انہیں نہیں چھوڑتا
دوسرے کی یہ خواہش کہ ہزاروں نئی نئی چیزیں ملیں اور پہلی چیزوں کو پھینک دیا جائے۔ کوئی [illegible] کا ایسا شوقین
کہ مشکل سے مشکل شعر فوراً یاد کر لیتا ہے اور مزے لے لے کے پڑھتا ہے کوئی ایسا کہ بالکل معمولی اور آسان شعر بھی
پڑھنے سے شرماتا اور ہچکچاتا ہے۔ کسی کی یہ حالت کہ بٹن موتی وغیرہ جو مل جائے [illegible] ناک کان میں چھپا کر مداری بننے
کی کوشش کرتا ہے اور اس کے اڑ جانے پر بڑوں کے حیران ہونے کو لطف سے دیکھتا ہے اور کسی کی یہ نوبت
کہ دوسرے کی اس مصیبت پر رو دیتا ہے۔ غرض جیسے دو [illegible] صورتیں آپس میں نہیں ملتیں ویسے ہی مزاج بھی اللہ
نے سب کے الگ الگ بنائے ہیں ایسی حالت میں یہ ناممکن ہے کہ یکساں تربیت [illegible] کے لئے مفید ہو۔ آج کل
ایک عام اصول یہ رواج پا رہا ہے کہ بچوں کو کسی بات پر روکو ٹوکو نہیں بلکہ صرف [illegible] اچھے نمونے پیش کرو
بے شک نرم اور خاموش طبیعت والے بچوں کے لئے یہ طریقہ بہت اچھا ہے وہ چپ چاپ دوسروں کی پیروی کر کے نیک
عادتیں سیکھتے ہیں اور خود کوئی نئی بات نہیں کرتے مگر اب تو جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے بچے بھی بے انتہا ذہین او
شریر ہوتے جاتے ہیں۔ بہتیرے ایسے ہیں جو بغیر کسی تعلیم کے مسلسل افسانے گھڑنے اور بڑوں کو حیران کر دیتے ہیں۔

دم بھر نچلے نہیں بیٹھتے اور انوکھے کھیل نرالی شرارتیں ایجاد کرتے ہیں۔ ابھی چند روز ہوئے ایک بہن کے یہاں ان کے کوئی عزیز آئے جو سائنس پڑھ رہے تھے اور تذکرۃً کہا کہ یہ جو سوت بجلی کے تاروں پر چڑھا رہتا ہے یہ اس لئے ہے کہ کوئی تار سے جل نہ جائے اگر سوت نہ چڑھا ہو تو لوہے کی کسی چیز کے چھونے پر فوراً شعلہ پیدا ہوگا۔ بس اب کیا تھا بچوں نے فیصلہ کر لیا کہ اس کا تجربہ کرنا چاہئے دوپہر کو جب سب سو گئے تو انہوں نے اپنا کام شروع کیا پہلے دور دور کے کمروں کی خبر لی پھر ہال میں پہونچے اور میز کے اوپر چڑھ کر تار کو قینچی سے کاٹ دیا ابھی تار پوری طرح کٹنے بھی نہ پایا تھا کہ قینچی کی رگڑ سے شعلہ نکلا اور باہر کے کمرے سے کسی نے روشنی دیکھ کر سبب معلوم کرنے کے لئے سرا ٹھایا ہی تھا کہ ادھر بلب گرا ادھر قینچی اور صاحبزادے تیر کی طرح بھاگتے نظر آئے۔ اٹھ کر اچھی طرح دیکھ بھال کی تو معلوم ہوا۔ گھر کی ساری بجلی کا صفایا ہو چکا ہے وہ تو خدا نے خیر کر لی کہ اپنا ہاتھ منھ بچ گیا۔ رات کو پھر وہی مٹی کے تیل اور پرانی لالٹینوں سے کام پڑا جنہیں اب تقریباً سب بھول چکے تھے غرض اس قسم کے شریر اور چنچل بچوں کے لئے یہ اصول کہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ رکھا جائے بالکل غلط ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ کسی دن ایسے تجربوں میں یا تو اپنے ہی آپ کو کوئی سخت نقصان پہونچا لیں گے یا ان کے ہاتھ سے کسی دوسرے کی جان پر بن جائے گی۔ جیسے میں نے مدت ہوئی ایک لڑکے کا حال سنا تھا کہ بڑا نڈر اور بے باک تھا ایک دفعہ کھیل کھیل میں کسی لڑکے سے بگڑ کر اتنے یہ سزا دی کہ دو تین لڑکوں کی مدد سے اسے پچھاڑ کر آنکھوں میں ریت اور مرچیں ڈال کر مسل دیں جس سے وہ اندھا ہو گیا اسی طرح ایک نے اپنے یہاں گنیش جی کی پوجا ہوتے دیکھ کے اپنے چھوٹے بھائی کی جس کا نام گنیش تھا پوجا کی اور پھر بھائی کو اپنے خیال کے مطابق اسکی مورتی کی طرح کنوئیں میں ڈال دیا جب دھماکے کی آواز سن کر گھر والوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے پوجا کی ہے بچہ نکالا گیا تو ختم ہو چکا تھا۔ اور یہ تو میرے سُنے کا واقعہ ہے کہ ایک نے اپنے یہاں قربانی ہوتے دیکھ کر اپنے ہم عمر بھتیجے سے کہا کہ آؤ تم بھیں بھیں کرو ہم تمہیں حلال کریں چنانچہ اس کے گلے پر چاقو چلا دیا اور پھر خون دیکھ کر بھاگے چھوٹا بچہ بے ہوش ہو گیا تھا اتفاقاً کسی بڑے نے آ کر دیکھا تو دوڑ دھوپ ہوئی اور خدا نے دوبارہ زندگی بخشی۔ اسی قسم کی آفتیں عموماً ذہین اور ہوشیار بچوں کے ہاتھ سے آتی ہیں غبی سست اور شرمیلے بچے ایسی باتوں سے کوسوں دور رہتے ہیں یہ ضرور ہے کہ وہ ترقی آہستہ کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی ان کے بگڑنے کا اندیشہ بھی کم ہوتا ہے اور ایسے خطرے بھی نہیں ہوتے۔ ذہین بچوں کو دھمکی کا اثر بہت کم ہوتا ہے ان کے لئے مفید ترکیب یہ ہے کہ نئے نئے مشغلوں میں لگایا جائے اور انہیں اتنی فرصت نہ ہو کہ نئی شرارتیں سوچیں اگر پڑھنے لکھنے میں دلچسپی ہو تو ان سے قصے کہانیاں لکھوائیں اور مقابلہ کریں معمے وغیرہ حل کرائیں ہاتھ کے کام کے شوقین ہوں تو گورکھ دھندے چھوٹی موٹی چیزوں کا صاف کرنا ان پر جلا دینا اور تصویریں بنا کر ان میں رنگ بھرنا ان باتوں میں خوب بہلے رہتے ہیں لیکن جو بالکل چھوٹے ہوں انہیں ہر وقت کے چلا پھری کے کام میں لگانا چاہئے۔ یہ لے جاؤ وہ لے آؤ یہ رکھ دو وہ اٹھا دو آج تم نے کیا کیا دیکھا۔ دیکھو چھوٹی بہن کیا کر رہی ہے کہیں وہ گر نہ پڑے اس قسم کی باتوں سے وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور بے تکلفی سے پیاری پیاری باتیں کرتے ہیں کہ سننے سے دل نہیں بھرتا اور ہر کام میں بڑوں کے شریک رہنا چاہتے ہیں جو ہر طرح ان کے لئے

خوشگوار زندگی کا اصول

ہمارا فطری فرض ہے۔ کہ ہم اپنی زندگی کو بدمزگی سے بچائیں۔ اور راحت و انبساط سے دنیا میں رہنے کی کوشش کریں۔
ں کہ بعض لوگ ایسے بدقسمت ہوتے ہیں کہ راحت اور سکون کی نعمت کو اپنے غلط اطوار سے کھو دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے
اری مسرت اور شادمانی کا راز خوش اخلاقی اور نیک برتاؤ میں مضمر ہے۔ جو لوگ اپنے مقابلہ میں کسی کی کچھ حقیقت نہیں
تے ذاتی اغراض اور مقاصد کے سامنے جنہیں دوسروں کے جذبات اور احساسات کو پامال کرنے کا خیال نہیں ہوتا۔
ے لوگوں کو راحت اور خوشی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہم خوش جب رہ سکتے ہیں کہ لوگ ہم سے راضی ہوں۔ ہمیں اپنی خوشی
ے ساتھ اوروں کی مسرت کا لحاظ کرنا چاہیئے۔ جنہیں مال و اقتدار حاصل ہوتا ہے۔ وہ اکثر ہمچوں دیگرے نیست کے
ہیں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ شان و مرتبہ کے گھمنڈ میں اپنی دنیا الگ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں سے رابطہ اور اتحاد
م کرنا انہیں کسر شان معلوم ہوتا ہے۔ ان کی زندگی بڑی خشک اور بے لطف گذرتی ہے۔ ہم کو آپس میں ایک دوسرے کی
ر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہر شخص کے باغ زندگی کی سرسبزی اور شادابی کا انحصار دوسروں کی ذات پر ہے۔ اور ہر
ص اپنی دنیائے حیات کے لئے اوروں کا محتاج ہے۔ ہماری سرشت ہے کہ دنیا کے سارے اسباب آسائش اور سامان
رنج کے باوجود تنہائی کی حالت میں ہم خوش نہیں رہ سکتے اس صورت میں کہ ابنائے جنس کی معیت اور صحبت مطلقاً
یسر نہ ہو کیا کسی شخص کے لئے بادشاہت بھی وجہ شادمانی ہو سکتی ہے؟ یہ ہمارے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ آپس
ں میل جول اور راہ و رسم سے گریز کریں۔ معلوم ہونا ضروری ہے۔ کہ باہمی امداد اور ہمدردی ایک ضابطہ ہے جو فطرت
نے ہر شخص کے لئے قائم کیا ہے۔ جس کی پیروی کرنا سب کو یکساں ضروری ہے۔ آپ اپنے دل میں ہمدردی کا جذبہ
پیدا کیجئے۔ بیکسوں کی امداد فرض سمجھئے ورنہ یقین رکھئے کہ آپ کے لئے دنیا میں ہمدردی کا امکان نہ رہیگا
اس شخص کی زندگی بجائے خود پریشانیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ جو نئے نئے جھگڑے اور فساد پیدا کرکے لوگوں کو
ناحق پریشان کرتا ہے۔ ایسے شخص کا وجود دنیا کے لئے سخت بیزاری اور ناگواری کا موجب ہوتا ہے۔ اور اکثر ایسے
گوں کا انجام بڑا دردناک ہوتا ہے۔ اس قبیح عادت سے بہت بچنا چاہیئے۔ کسی کے ساتھ برائی کرنا خود کو اندیشہ میں
ڈالنا ہے۔ دانشمندوں کا قاعدہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ برائی نہیں کرتے تاکہ ان کی اپنی ذات کے ساتھ
برائی نہ کی جائے۔ یہ سراسر بے انصافی کی بات ہے۔ کہ ہم اپنے لئے تو اوروں سے بھلائی کے خواستگار ہوں
اور غیروں کے ساتھ جیسا جی چاہے برائی کرتے رہیں ہمیں چاہیئے یہ قیاس اپنی ذات پر کریں کہ ہم جو امر دوسرے
کے لئے تجویز کر رہے ہیں وہ اگر کوئی ہمارے ساتھ کرے تو ہم پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ ہم آپس میں کسی کو آزار پہنچانے میں

توہم کو خاص قسم کی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ جس میں ہماری راحت اور مسرت کھو جاتی ہے اور جب ہم سے دوسروں کو فیض پہنچتا ہے تو ہمیں ایسی خوشی حاصل ہوتی ہے جو قلب و جگر میں سما کر روح کو تازگی بخشتی ہے۔ درحقیقت یہی خوشی متاع زندگی ہے۔ جسے حاصل کرنا زندگی کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ عارضی مسرتوں کے پیچھے اس حقیقی خوشی کو نہ بھولنا چاہیئے۔ بے بضاعتی کا غم کھانا بے سود ہے۔ اپنی حالت پر قانع اور شاکر رہیئے۔ ضروریات اور خواہشات کو مختصر کیجئے۔ خوشی اور راحت آپ کی ملکیت ہوگی۔

ح-ا-ابو-برنگون

اخلاق

اخلاق سے بڑھ کر نہیں اشیا میں کوئی شے
من موہنی کہتے ہیں جسے لوگ یہی ہے

تہذیب کی پہچان شرافت کی نشانی
دنیا اسے کہتی ہے مروّت کی نشانی

اخلاق سے دل موہ لیا جاتا ہے سب کا
یہ سحر قیامت کا ہے جادو ہے غضب کا

اخلاق کو قدرت نے عطا کی وہ روانی
دم بھر میں یہ کر دیتا ہے پتھر کو بھی پانی

جو بات ہے اخلاق میں دنیا سے نئی ہے
غیروں کو بھی اپنا جو بنا لے وہ یہی ہے

اخلاق سے انسان کی ہے عزت و وقعت
ہے خلق کی نظروں میں یہ معیار شرافت

اخلاق سے انسان کا انسان لقب ہے
جس میں نہ ہو یہ وصف وہ انسان ہی کب ہے

دنیا کی نگاہوں میں بھرم کچھ نہیں رہتا
کج خُلق کا کوئی بھی نہیں پوچھنے والا

انساں میں اگر خُلق کی کچھ شان نہیں ہے
حیوان سے بدتر ہے وہ انسان نہیں ہے

جو خُلق کے خوگر ہیں مروّت کے ہیں عادی
دن رات اُنہیں عیش ہے ہر وقت ہی شادی

دن اپنے بسر کرتے ہیں آرام و خوشی میں
وسواس کسی بات کا لاتے نہیں جی میں

دشمن سے بھی آزار کا کھٹکا نہیں اون کو
دنیا میں کسی بات کی پروا نہیں اُون کو

دنیا میں اگر عیش و مسرت کی ہوس ہے
اخلاق نہ چھوڑو کبھی اخلاق ہی بس ہے

از حضرت دعاڈ بائیوی (خاص عصمت کے لئے) مرسلہ بیگم دعاڈ بائوی

عورت کی فطرت عورت کی نظر میں

عورت کی فطرت کا تجزیہ خاص و عام کے لئے ہمیشہ ایک دلچسپ مشغلہ رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے اور غالباً آیندہ بھی رہے گا۔ وجہ اس کی ظاہر ہے۔ فیصلہ کرنے والی ہستیاں بالعموم اس مسئلہ پر خالص فلسفیانہ نقطۂ نظر سے غور کرنا چاہتی ہیں۔ میں نہ تو ماہر نفسیات ہوں اور نہ اس مسئلہ پر کوئی نئی بات پیش کرنے کا دعویٰ رکھتی ہوں میں خود عورت ہوں اور جو باتیں اپنی ذات میں اور اپنے پیش نظر احباب کی فطرت میں دیکھتی ہوں اسے سپرد قلم کر دینا چاہتی ہوں۔

ایک اوسط درجہ کے انسان کی زبان پر ہمیشہ عورت کے تلون طبعی۔ عدم استقلال اور ناسمجھی کی شکایت رہتی ہے دوسری طرف بلند نظر مرد عورت سے ہمیشہ اس لئے گھبراتا ہے کہ وہ اُس کے ارادہ و خیالات کو خط جلی کی طرح پڑھ لیتی ہے۔ کیا یہ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ عورت ہی کے بطن سے پیدا ہونے والا اور اسی کی گود میں بڑا ہونے والا عورت کی فطرت کو سمجھنے سے عاجز ہو۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ میری سمجھ میں تو یہی وجہ آتی ہے کہ مرد عورت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور اپنے خیالات پر پرکھنا چاہتا ہے۔ اگر وہ حقیقت کی روشنی میں اس تصویر پر نظر کرے تو اُسے دوسرا ہی رنگ و روغن نظر آئے گا عورت و مرد کی فطرت کا یہی فرق دونوں جنس کی نفسیات کے لئے مایہ الامتیاز ہے۔ مرد کے افعال و خیالات بالعموم عقل و منطق کی زنجیر میں محیط رہتے ہیں اور عورت ان پابندیوں سے آزاد ہو کر جذبات اور وجدان کے اشاروں پر جمع کرتی ہے اپنی منطق کے اصولوں کے ماتحت وہ عورتوں کی مختلف تقسیم کرتا ہے لیکن عورت ہمیشہ اس تقسیم کی پابند ہونے سے انکار کرتی ہے اور مُصر رہتی ہے کہ وہ اپنی جگہ پر رہے گی۔ اپنی بنا پر جب وُہ مرد کے مفروضہ خیالات سے علیحدہ رہنا چاہتی ہے تو وہ اُسے "غیر معقول" اور "غیر مستقل" کہنے پر مجبور رہتا ہے۔ لیکن باوجود اس ظاہری فرق کے جو مرد و عورت کی فطرت کو ایک دوسرے سے مختلف کرنے کا باعث ہے دونوں صنف کی جنسی فرق کی نفسیاتی توجیہ بہت مشکل بلکہ محال ہے۔

عورت کی زندگی کی خصوصیت بچہ کی پرورش اور تربیت اور امور خانہ داری کا انتظام ہے۔ بخلاف اس کے مرد ہمیشہ اہل خانہ کی حفاظت اسباب معاش کی فراہمی اور دیگر مشاغل میں مصروف رہا۔ اسی بنا پر مرد کی فطرت میں حکومت و قوت کا عنصر بہت قوی ہے اور جنگ کے مصالح کی تدبیر و فکر اور اسباب معاش کی فراہمی نے اُسے عقل و فہم کے زیادہ استعمال کا عادی بنا دیا لیکن عورت گھر پر بچوں کی پرورش اور امور خانہ داری میں

بہت رہا پر عارضی اور جذبات کی پابند ہو کر رہ گئی۔ مرد کی جسمانی طاقت نے اُس کے حکومت و طاقت کے جوش اور شہ نے
کا موقع دیا۔ عورت گھر کی غیر آزاد فضا میں بند ہو کر حکومت و طاقت سے برضا و خوشی دست بردار ہو گئی۔ گویا ان خصوصیات
[illegible] زمانہ کی فضا سے بہت بڑا انقلاب ہو چکا ہے اور مرد و عورت کی فطری خصوصیات میں اب ایسا بین فرق
نہیں جیسا پہلے تھا لیکن پھر بھی بنیادی اصول یہی ہیں۔

مرد کی فطرت کا سمجھنا ہمیشہ اس لئے آسان رہا ہے کہ وہ ایک قابل فہم اصول کے مطابق اپنے فعل و خیالات
کا اظہار کرتا ہے لیکن جذبات کی پابند اور وجدان کے اشاروں پر چلنے والی عورت اپنی فطرت کے سمجھنے میں ہمیشہ
عقل کو چکر کا دیتی ہے غور سے دیکھو تو جنسی توقعات بھی یہی خصوصیت مابہ الامتیاز ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ لڑکا
ماں کا اثر لڑکی سے زیادہ لیتا ہے۔ لڑکے پر ماں کا جو اثر پڑتا ہے وہی اُس کی آیندہ حیات میں اُسے صنف نازک کی
عزت و محبت کی طرف راغب کرتا ہے۔ بخلاف اس کے لڑکی پر باپ کا اثر اُس کی فطری کمزوری اور صنفی نزاکت کی
شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ماں کی صحبت و تربیت کے وہ نقوش جو عالم طفلی میں دھندلے رہتے ہیں شباب میں خط جلی بن کر
ظاہر ہوتے ہیں اور مرد عورت کی ایسی توقیر کرنا چاہتا ہے جو اُس کے حق سے بہت بلند ہے۔ جنسیت کے مسائل سے
مرد ہمیشہ عورت کو غیر آشنا رکھنا چاہتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ جاپان کا بادشاہ یا نیپالی مہاراجہ دوسرے
بادشاہوں کی طرح بادشاہ نہیں لیکن جاپانی اور نیپالی انہیں بادشاہ نہیں بلکہ خدا بنا کر پوجتے ہیں اور بادشاہ ہونے کے باوجود
وہ حکومت سے معذور ہیں۔ ان کی کیفیت محض ان بتوں کی سی ہے جو ساکت و صامت لوگوں کے سجدے قبول کرنے پر
مجبور ہیں۔ درحقیقت نیپالی مہاراجہ ادھیراج اور جاپان کا میکاڈو انسان ہیں بت نہیں عورت بھی اپنی اصل صورت
میں ظاہر ہونا چاہتی ہے لیکن عام انسان اُسے اس حالت میں ظاہر نہیں ہونے دیتا بلکہ اس کی حیثیت سے بلند دیکھنا
یہی وجہ ہے کہ مرد عورت کی فطرت سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔
چاہتا ہے۔ کہ محض اس لئے گوارا کرتے ہیں کہ نسل انسانی کی
دوسری جماعت ایسے مردوں کی ہے جو عورت کی تخلیق
بقا رہے۔ اس گروہ کے متعلق میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ خدا انکو حقیقت پر غور کرنے کی لیاقت عطا کرے۔ تیسری
جماعت وہ ہے جو جنسی آزادی اور اس قسم کے مزخرافات کو صحیح مسلک خیال کرتے ہیں۔ مشعل ہدایت کی ضرورت
ان کو بھی ویسی ہے جیسی دوسری جماعت کو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تینوں جماعتوں کا نقطہ نظر ایک ہی ہے۔ عورت کی حقیقی فطرت
ایسی حالت میں کسی کو بھی نظر نہیں آسکتی۔

جنسی معاملات میں عورت کا نقطہ نظر مذکورہ بالا تینوں جماعتوں سے مختلف ہے۔ لڑکی ماں کی صحبت کا اثر اس قدر
نہیں لیتی ہے جس قدر لڑکا لیکن باپ غیر متعلق اور علیحدہ رہ کر اپنی قوت و حکومت سے اس پر کمزوری اور نزاکت کا

خصوصیات کا گہرا نقش ڈالتا ہے اور یہی جذبہ عورت کی زندگی میں سب سے زیادہ قوی رہتا ہے اور اس کی خلاف محض عورت کو فطری خواہش محبت و خوشامد سے ہوتی ہے۔ تعریف کی خواہش۔ حسن پسندی۔ خوش پوشی آرائش جسم اور جذبہ محبت اُس کی اس کمزوری کو قوت اور سربلندی سے بدل دیتے ہیں۔ چونکہ وہ مرد سے اپنے کو کمتر خیال کرتی ہے اس لئے اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ دوسری عورتوں سے برتر کہی جائے۔ ہمیشہ وہ اپنی ہی باتوں سے غیر مطمئن نظر آتی ہے اور اپنے ہی میں اسے عیب نظر آتا ہے۔ آئینہ بینی محض اس لئے ہوتی ہے کہ شاید جلد پر کوئی شکن نہ رہ جائے اور کہیں کوئی ہلکا داغ نہ باقی رہ جائے اور اگر واقعی کوئی ایسی بات ہو تو اُس سے اُسے حقیقی تکلیف پہونچتی ہے۔ اسی لئے عورت کی یہ بھی تمنا رہتی ہے کہ لوگ اُسے خود اُس کے اپنے تخمینہ سے زیادہ پسند کریں اور اُسی حد تک اُس کی تعریف کریں۔

اگر اس کے خلقی جذبہ کمتری کی مندرجہ بالا طریقہ سے مزید تلافی نہیں ہوتی تو وہ حسد۔ غیبت پسندی اور اس قسم کی دوسری برائیوں کے جال میں پھنس جاتی ہے۔ ہندوستان میں بوڑھی بیوہ عورتیں اور ممالک مغرب میں غیر شادی شدہ عورتیں جن کو شوہر میسر نہ ہو سکا ہو اس پھندے میں بالخصوص گرفتار نظر آتی ہیں۔

جنسی تعلقات مرد کے لئے وہ معنی نہیں رکھتے جو عورت کے دماغ میں ہوتا ہے۔ عورت کے لئے ابدی مسرت ماں بننا ہے۔ عورت جذبات کی پابند ہو کر ہی مرد کو بے نقاب دیکھتی ہے۔ زندگی کے مراحل اُس کے لئے اتنے کٹھن نہیں ہوتے کیونکہ وہ ان کی حقیقت کو سمجھتی ہے مگر مرد اس وقت تک اپنی آنکھ بند کئے رہنا چاہتا ہے جب تک ان ٹھوکر نہ لگے۔ عورت ہمیشہ اچھی رہنا اور اچھی کہلانا پسند کرتی ہے۔ یہی وجہ کہ اخلاق و عادت میں وہ ہمیشہ ان چیزوں سے پرہیز کرنا چاہتی ہے جس کو لوگ بُرا کہیں۔ مرد ان خیالات سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ اچھا کہلانے کا اتنا شوقین نہیں ہوتا۔ جذبہ۔ احتیاط۔ تجربہ اور مروت یہی الفاظ ہیں جن سے عورت کے اخلاق کی عبارت ہوتی ہے۔ وہ اپنی چال ڈھال اور بات چیت وغیرہ وغیرہ کو اپنے قانون کی پابند رکھنا چاہتی ہے۔ بدنامی سے وہ ڈرتی ہے اور بدنام ہو کر وہ سنبھلنا چاہتی ہے لیکن اگر گناہ و معصیت کے جھونکے اسے نہیں سنبھلنے دیتے تو وہ پھر قعر مذلت میں گر پڑتی ہے اور پھر اٹھنا نہیں چاہتی۔

شہر بانو

بقیہ مضمون صفحہ ۱۹

کوئی صورت اتفاق کی نہیں۔ ہے البتہ ایک صورت سے امن نصیب ہو سکتا ہے یعنی وہ اندھا بہرا اور گونگا بن جائے تاکہ اس کو نہ تو کچھ نظر آئے اور نہ سنے اور نہ کچھ کہے ایسی صورت میں آئے دن کی لڑائی جھگڑے سے امن مل سکتا ہے۔

نصیر الدین ہاشمی

محبت کے تاثرات

خداوند کریم نے تمام کائنات کا وجود محبت کے پاکیزہ جذبہ اور اس کے استحکام و پائیداری پر قائم کیا ہے
اور یہی ایک عنصر مقناطیسی کشش و اثر میں ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے ہے۔ کہ محبت کی قوت و کشش کا انداز
کرنا ممکن ہی نہیں یہ ایک قدرتی عطیہ ہے جو خدائے رحمان و رحیم نے انسان کی فطرت میں ودیعت فرمایا ہے۔ بس محبت
مجسم روحانی نور ہے۔ اسی کی بدولت مکمل راحت و خوشی انسان کو نصیب ہوتی ہے۔ اسی میں آزادی کا راز پنہاں ہے
احترام۔ اعتماد۔ مساوات۔ ہمدردی۔ وفا۔ سچائی اور ایمانداری اور دیگر تمام وہ اوصاف جو دنیا میں امن و عافیت
کے لئے اشد ضروری ہیں اسی سے ظاہر ہیں۔ اور اسی پاک جذبہ کے ذریعہ انسان دنیا تو کیا قرب خداوندی بھی حاصل
کر لیتا ہے۔ یہی محبت انسان کو ولی صفت بنا دیتی ہے۔ اور ایسے ایسے مکاشفے ہوتے ہیں کہ عقل کام نہیں [illegible]۔
یہی محبت صوفیانہ صفت میں بھی نمودار ہوتی۔ کہ آدمی اس کی مدہوشی و رہنمائی میں شب بیداری کرتا ہے جس کی تکان اسے
مطلق محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ خورد و نوش کی تمنا بھی چھٹ جاتی ہے۔ نہ بھوک پریشان کرتی ہے نہ روز مسافت کا کچھ اثر
نہ رات کی تاریکی سے وحشت ہوتی ہے نہ تنہائی کا کچھ ڈر اور نہ خونخوار جانوروں کا خوف۔ غرض جان تک کی پرواہ نہیں
ہوتی۔ کیونکہ محبت کا سرور استغنار ہے۔ انسان کے لئے دنیا میں سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے وہ محبت
کرنے والے دل کی۔ کہ زندگی کے ہر زمانہ کے لئے محبت کا سہارا ازحد ضروری ہے۔ چنانچہ پیدائش سے لے کر بڑھاپے تک
انسان اس کا محتاج ہے۔ جس کے لئے پروردگار عالم نے پہلے پہل بے لوث محبت کرنے والی ماں کی گود اور شفقت کرنے
والے باپ کا سایہ عطا فرمایا پھر عالم شباب میں ایک دوسرے پر نثار ہونے والا ازدواجی تعلق۔ اور پھر کہن سالی میں فرمانبردار
اولاد وغیرہ کے ذرائع بہم پہنچا دیئے ہیں۔ اور ان تعلقات میں محبت و مودت کے استحکام کی تجدید کے ساتھ تاکید فرمائی
مگر افسوس آج کل دنیا کے تعلقات محض نمائشی اور بے کیف ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ امن و عافیت کا فقدان نظر
آ رہا ہے۔ نہ والدین کو اب بچوں کی ضرورت نہ بچوں کو والدین کی پرواہ اور نہ میاں بیوی میں حقیقی معنوں میں کشش باقی۔
بلکہ افتراق کا بازار گرم۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں چین و راحت کا نام نہیں اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے سٹیج پر محبت اگر حقیقی
معنوں میں ازدواجی زندگی میں گھر کر لے جس پر تمام تعلقات کا انحصار ہے۔ تو افتراق کا گزر کسی صورت میں نمایاں نہ ہوگا۔
بلکہ ظلم۔ بے دردی بے پروائی حتیٰ کہ طلاق و خلع وغیرہ کے الفاظ ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں۔ کہ سچی محبت ہی دنیا کی
ہر قسم کی بے چینیوں کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ جس سے طرفین میں ہر حالت و صورت میں قناعت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی جوڑا

ایک روح دو قالب کا منظر پیش کرتا ہے۔ کہ ازدواجی زندگی کی اصلی خوشی و راحت کا راز اسی میں مضمر ہے اور اسی سے دنیا و آخرت کے تمام تعلقات و سائشیں وابستہ ہیں۔ اسی غرض سے خدائے علیم اور ہمارے ہادیٔ برحق نبی کریم صلعم نے اپنے احکامات میں اس کی اہمیت پیش کی ہے چنانچہ سورۂ روم کی صرف ایک آیت ہی اس مطلب کو صاف ظاہر کرتی ہے "کہ ہم نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تمہیں تسکین حاصل ہو اور تمہارے درمیان محبت و مودت پیدا کر دی"
اسی طرح صرف ایک حدیث کا ہی مفہوم اس مطلب کو صاف عیاں کر دیتا ہے کہ "ایمان اس کا مکمل ہے جس کی عادت اچھی ہے اور اپنی بیوی پر حد درجہ کا مہربان ہو" لیکن افسوس اس سنہری اصول کی حقیقت و ماہیت کو نہ سمجھنے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے دنیا کا ہر تعلق خصوصاً میاں بیوی جو تمام تعلقات کے جڑ ہیں ایک دوسرے سے متنفر اور علحدہ علیحدہ ہو رہے ہیں اور یہ شادیاں محبت کے پاکیزہ جذبات سے کوری خرید و فروخت کے تجارتی روپ میں نظر آ رہی ہیں۔ پس جو اولاد ایسے نطفہ پر پیدا ہوگی تو وہ محبت کے جذبۂ لطیف سے کیونکر آگاہ و متاثر ہو سکتی ہے۔ ان میں نہ تو جذبۂ محبت ہوتا ہے نہ جوش عقیدت۔ نہ اصلی ہمدردی نہ سچا خلوص۔ پس ایسے خود غرض و محبت سے کورے لوگ نہ اولاد کے حق میں شفیق والدین ثابت ہو سکتے ہیں۔ نہ والدین کے لئے فرمانبردار و خدمت گذار اولاد۔ اور نہ دنیا کے کسی رشتہ و تعلق نیز کاروبار کے لئے بھی مفید و کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلکہ اہل دنیا سے جن کا یہ سلوک رہا وہ خدا و رسول اور مذہب سے بھی دور۔ کیونکہ یہ ایسی غلامی کے نتیجہ ہیں جو فقط نفس پرستی اور آسائش جسمانی کی خاطر ازدواجی تعلق سے وابستہ ہوتے ہیں۔ خدا مدد کرے اور رحم فرمائے ایسے خود غرض اور مطلب پرست جوڑوں پر جو اس قسم کے تجارتی سلسلہ کا شکار ہیں۔ اور تحفۂ خداوندی کے سنجیدہ جذبہ کا تمسخر اڑاتے اور بیجا استعمال کرتے ہیں۔

بدباطن لوگ پہلے تو نہایت ہی پرجوش طریقہ سے اظہار محبت کرتے ہیں دوسرے وقت ان کی محبت سرد پڑ جاتی ہے۔ اور تیسری بار ان کی سرد مہری اجنبیت سے بڑھ کر عیاں ہوتی ہے۔ کہ ان کا تلون انہیں کسی بات پر ٹکنے نہیں دیتا۔ برخلاف اس کے نیک مزاج آدمی پہلی مرتبہ معمولی طور پر ملتے ہیں۔ دوسری بار خوش خلقی و خندہ روئی سے پیش آتے ہیں۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے وہ اپنے ملاقاتیوں کے حق میں چشمۂ فیض بن جاتے ہیں۔ کہ ان کی نیک نیتی ان سے عقیدت رکھنے والے کے لئے دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے جو سچی محبت کی دلیل ہے۔

سچی محبت آہنی زنجیروں سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور اس کی انتہا تک پہنچنا تو اس سے بھی دشوار ہے جیسا کہ اونچے اونچے نگر ڈھلوان اور برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑوں پر چڑھنا۔ کیونکہ محبت جب واقعی محبت ہوتی ہے تو اس کا چھٹنا کہیں نہیں ہر قسم کے مقابلہ کے بعد بھی اس آگ کی چنگاری اسی تیزی سے چمکتی رہتی ہے جس کا بجھنا مشکل۔ یعنی اس پاک جذبہ کو آج کل کے جدید طرز اور نقل و حرکت سے کوئی سروکار نہیں جو محض نمائشی ہے۔

محبت کا پاکیزہ جذبہ انسان کو بڑے سے بڑے کام اور ایثار پر آمادہ کرتا ہے - عورت مرد کی خاطر ہر قسم کی قربانی پر تیار ہو جاتی ہے - ہر طرح کی بدسلوکی - تمام دل خراش و حوصلہ شکن طعن و تشنیع اور ناقابل بیان مظالم کو نازک بیچ عورت حتی الامکان برداشت کر سکتی ہے جس سے وہ محبت رکھتی ہے لیکن ہاں اس کے ان تمام صفات کو ایک دم کافور کرنے والے اور اُسے زخم خوردہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اُکسانے والی صرف ایک بات ہے وہ یہ کہ عورت اپنے ہی مقابلہ میں دوسری عورت کی خاطر یا اس کے سامنے اپنی ذلت وحقارت کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتی - اور اگر کسی نے برداشت کر لیا تو یہ اس کا انتہائی ایثار ہو گا -

اسی طرح مرد بھی جس عورت سے محبت کرتا ہے اس کے لئے تمام عمر سخت ترین غلامی اور محنت کو گوارا کرے گا لیکن اگر اسے یہ محسوس ہو کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے تو یہ احساس اس کی وقار ہستی کو بھی بے کار و معطل سا کر دیتا ہے اور یہ چنگاری اسے بھڑکا کر انتقامی جذبہ پر اُتار دیتی ہے جس کا نتیجہ ہر ایک کو بھسم کرنے والا ہوتا ہے - اگر حسین عورت محبت بھرا دل رکھتی ہے تو وہ دنیا میں نعمت غیر مترقبہ ہے - جسے دنیا میں یہ ملی اُسے دنیا کی کسی چیز کی خواہش نہ ہونی چاہئے - مگر حسن و محبت کا یکجا ملنا ذرا مشکل ہی ہے - کیونکہ عام طور پر حسین لوگ بڑے مغرور - خود پسند - اور اپنے ہی پرستش کے خواہاں ہوتے ہیں - سچی محبت بڑی مدت میں ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ پختہ ہوتی جاتی ہے - کئی متزلزل راستوں اور امتحانوں میں سے اُسے گزرنا پڑتا ہے - پھر بھی وہ ڈگمگاتی نہیں - لیکن اُس کے جواب میں تحقیر و بے قدری اس کا خاصہ بدل کر تیغ - جہلک اور نفرت انگیز نتیجہ پیدا کرتی ہے -

جس محبت کا تعلق دل سے ہو وہ شوق کی ہزاروں صورتوں میں نمودار ہوتی ہے - لیکن بناوٹ و تصنع سے کام لیا جائے تو اس کا غیر حقیقی ہونا خود بخود ثابت ہوتا ہے -

محبت بغیر وفا کے ہونا ناممکن ہے - محبت ایسی چیز نہیں جو ہر دل کو میسر آئے -

محبت انمول ہیرا ہے - جسے یہ حاصل ہوا - وہ فیض بیکراں سے مالا مال ہے اس کی قسمت پر رشک ہوتا ہے -

پس اس کی قدر کرنی چاہئے کہ محبت کرنے والے دل مشکل سے ملتے ہیں -

لیکن آہ! محبت کی ٹریجیڈی! اے خداوندا کیا سچی محبت دنیا میں ناکامی کے لئے آئی ہے؟ جو ہزار کوششوں کے بعد بھی بے وفائی کے جواب کے ساتھ ٹھکرائی جاتی ہے - تو میرے مولا! تو ہی ایسے پاکیزہ جذبہ سے بھرے ہوئے دل کو دنیا کی محبت میں نہ پھنسا - بلکہ اپنی ہی محبت میں سرشار و بے خود بنا دے - تاکہ دنیا کی بے وفائی کا رنج نہ ہو -

سردار محمدی بیگم بنت نواب آف وائی -

میاں بیوی کی نااتفاقی کی ایک بڑی وجہ

میاں بیوی کی نااتفاقی ایک عام مرض ہے جو ہماری معاشرت کا گویا جزو لاینفک ہو گیا ہے۔ گو یہ صحیح ہے کہ یورپ اور امریکہ بھی اس سے پاک نہیں ہے مگر وہاں کی وجوہ دوسری ہیں اور ہماری وجوہ جداگانہ ہمارے یہاں جس طریقہ سے بیوی کا انتخاب ہوتا ہے وہ ظاہر ہے اس کے مدنظر اختلاف نہ ہونا تعجب انگیز ہوتا۔

یورپ میں نااتفاقی اور طلاق کی ایک بڑی وجہ جہاں تک میں نے دریافت کی تھی وہ یہ تھی کہ جب کسی مالدار مرد یا عورت سے ملاقات ہو جاتی ہے اور اس سے حصول مال کا امکان ہوتا ہے تو پھر آپس میں نااتفاقی ظاہر کر کے علیحدگی حاصل کر لی جاتی ہے تاکہ اس دوسرے کے مال سے فائدہ حاصل کیا جا سکے۔

ہمارے یہاں نااتفاقی اور مخالفت کے کئی اسباب ہیں مگر میرے خیال میں سب سے بڑی وجہ جس کی وجہ سے نااتفاقی ہوتی ہے طبیعتوں کا اختلاف ہے۔

شوہر کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بیوی سلیقہ مند ہو۔ کفایت شعار ہو صفائی و پاکیزگی کی دلدادہ ہو ہنس مکھ ہو شیریں گفتار ہو۔ تربیت اولاد کا سلیقہ ہو۔ خانہ داری کا ملکہ ہو غرض کہ ہنرمند اور باسلیقہ عورت ہو۔

بیوی کی طبیعت اس سے جدا ہے تو پھر وہ گھر دوزخ ہو جاتا ہے۔ وہ باہر سے محنت کر کے تھکا ہوا گھر آتا ہے۔ امید یہ کرتا ہے کہ مکان میں جانے سے راحت نصیب ہوگی اور آرام ملے گا۔ مگر جب گھر میں آتا ہے تو اس کو آرام اور چین نہیں ملتا۔ گھر کو دیکھتا ہے کہ وہ نہ تو آراستہ ہے اور نہ پاک صاف۔ سامان ہے کہ بے ترتیب ہر طرف کوڑہ کرکٹ نہ صفائی۔ نہ آراستگی۔ کوئی شے قرینے سے نہیں گھر کے ساتھ ساتھ گھر والی میلے کچیلے کپڑے پہنے منہ پھولائے اس کے نہ تو کپڑے پاک صاف ہیں اور نہ بدن۔ ملازموں اور بچوں پر خفگی ہو رہی ہے۔ وہ خرچ کے طریقے سے واقف نہیں کفایت شعاری نہیں جانتی ملازمین پر دار و مدار ہے۔ اس کی وجہ سے اخراجات زیادہ ہوتے اور پھر کھانا بھی اچھا نہیں ملتا میاں کی خواہش ہے کہ بیوی ہر وقت ہنس مکھ رہے اس کے درد و غم کو اپنی گفتگو اور ہمدردی سے دور کرے مگر جب میاں گھر آتا ہے تو اس کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی اس کو مکان میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے وہ اپنی راحت اور آرام کے لئے دوسری جگہ دوسرے گھر کا متمنی ہوتا ہے۔ بچوں کی تربیت سے وہ واقف نہیں۔ نہ تو ان کی صحت کا خیال رہتا ہے اور نہ ان کے درستگی اخلاق کا۔ بچوں کی یہ حالت دیکھ کر میاں کا اظہار ناراضی کرنا غلط نہیں اب پھر وہی لڑائی جھگڑے کی نوبت آتی ہے۔ اگر کسی مرد کو ایسی عورت مل جائے جس کی طبیعت مرد سے جداگانہ ہے تو پھر۔ بقیہ بر صفحہ ۱۵ پر

مغربی تہذیب کا اثر ہندوستانی لڑکیوں پر

(از مس گلاب راج بھاٹیا ماتھر)

انگریزی مدرسوں میں تعلیم پانے والی لڑکیوں کے بارے میں عام شکایت ہے کہ کام چور اور کاہل ہوتی ہیں خانہ داری کے کاموں میں دلچسپی نہیں لیتیں بلکہ جب دیکھو کتاب ہاتھ میں نظر آئے گی ان سے کسی کام کے لئے کہا جائے گا تو صاف جواب دیدینگی کہ فرصت نہیں مدرسہ کا بہت کام کرنا ہے۔ اگر کبھی خالی نظر آئیں تو یہ حیلہ ہے کہ پڑھتے پڑھتے دماغ تھک گیا اب ذرا آرام کی ضرورت ہے مدرسوں اور کالجوں کی تعلیم یافتہ لڑکیاں پردہ کو زمانہ جہالت کی یادگار سمجھتی اور نفرت سے دیکھتی ہیں غیر ضرورت کے وقت بے پردگی اتنی بری نہیں جتنی بے باکی اور حد سے بڑھی ہوئی آزادی۔ مگر بالعموم پردہ کے ساتھ شرم بھی جاتی رہتی ہے۔ بے روک ٹوک آزادانہ جس سے جی چاہتا ہے ملا جاتا ہے۔ ان کے کاموں میں مداخلت انہیں بہت ناگوار گزرتی ہے۔ وہ آنے جانے میں روک ٹوک پسند نہیں کرتیں کسی سے ملنے ملانے یا سینما دیکھنے سیر و تفریح کے لئے کسی بچے یا نوکر کے ہمراہ بے کھٹکے جاتی ہیں۔ اور کبھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ مزے سے سیریں کرتی پھرتی ہیں اور والدین پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے آپ کو ایک طرح سے مجبور سمجھتے ہیں کہ لڑکی سیانی خود سمجھدار ہے مگر اس آزادی اور مغربی تہذیب کا جو نتیجہ ہوتا ہے سب سمجھ سکتے ہیں۔ لڑکیاں روپیہ پیسہ بس بے دردی سے خرچ کرتی ہیں۔ وہ بھی سب ہی دیکھتی ہوں گی گھڑی گھڑی پوشاک تبدیل کی جاتی ہے۔ آئے دن فیشن بدلے جاتے ہیں۔ پیسہ کی جگہ چار پیسے خرچ کئے جاتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ مغربی تعلیم کا پورا پورا اثر ان پر ہو جاتا ہے بس کمی ہوتی ہے تو رنگ کی بیچاری کالے چہرے کو کس طرح چھپائیں مگر اس کی دوا بھی ہے۔ ویزلین۔ پاؤڈر۔ لپ اسٹک وغیرہ غرض باپ کی گاڑھے پسینہ کی کمائی بڑی بری طرح سے برباد کی جاتی ہے اب شادی کا مسئلہ آتا ہے۔ اس میں بھی انہیں پوری آزادی حاصل ہے۔ ماں باپ بغیر ان کی مرضی کی شادی نہیں کر سکتے کوئی کہتی ہے میں شادی کروں گی ہی نہیں۔ کسی کا کہنا یہ ہے کہ لڑکا میں خود پسند کروں گی میری پسند کا ہوا تو بیاہ کروں گی ورنہ نہ کروں گی۔ یہ باتیں منہ در منہ نہیں کر سکتیں مگر ہزاروں طرح سے اپنے خیالات کا اظہار والدین پر کر دیا جاتا ہے۔
لڑکے کے انتخاب کے معاملہ میں بھی یہ لڑکیاں بڑی غلطی کرتی ہیں کہ ظاہری باتوں کو مثلاً بی اے۔ ام اے کی ڈگری۔ فیشن پرستی آزادی کی باتوں وغیرہ کو دیکھتی ہیں اس ان کی پسند کی شادی ہو تو بہت خوش ہیں مگر دو چار سال بعد ہی خوشی غائب ہو جاتی ہے عام طور پر تو مغربی تہذیب کے یہی رنگ ڈھنگ نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں بعض لڑکیاں ایسی بھی ہیں جو ایسے ماحول میں رہنے پر بھی ان نقائص اور عیوب سے پاک رہتی ہیں مگر ایسی مثالیں بہت ہی کم ہیں۔ والدین کو چاہئے کہ لڑکیوں کو مدرسوں اور کالجوں کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ اس بات کا شروع ہی سے خیال رکھیں کہ وہ گھرداری کے کاموں میں پوری دلچسپی لیں اور شرم و حیا کے زیور سے جگمگاتی نظر آئیں بغیر سوچے سمجھے اندھی بن کر یورپ کی نقل کرکے اپنی زندگی برباد نہ کریں۔

کپڑے دھونا

جاپان۔ جاپان میں دھوبی پیشہ گیا مختصر ہے ہر مزدوری پیشہ ہے۔ مزدوروں کو چونکہ اُجرت معقول دی جاتی ہے اس لئے مزدوری پیشہ لوگوں کی معاشرت بھی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ لوگ نہ صرف تن ڈھکنا اور پیٹ پالنا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں بلکہ زندگی کے کچھ اور فرائض بھی خیال کرتے ہیں۔ مثلاً بچوں کی تعلیم اپنے شہر اور ملک کے انتظام پر رائے زنی اور اس میں دخل دینا۔ سیر و تفریح وغیرہ وغیرہ۔ یہ مزدوری کا پیشہ اختیار کرکے اپنے تئیں گرا ہوا نہیں سمجھتے۔ دن بھر مزدوری کریں گے مگر اجارتی کے ساتھ ہی کوئی نہ کوئی وقت ضرور نکال لیں گے اور شام کو بن ٹھن کر تفریح کو نکلیں گے۔ دنیا کی دلچسپیوں سے محظوظ ہوں گے۔ یہاں کے دھوبی کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ موسم کے لحاظ صاف ستھرا سوٹ پہنے نکٹائی کالر سے مزین بال سے ہوئے بابش ہونٹوں پر سائی اور بارش کے جوتے پہنے ہوئے جاڑے میں دستانے چڑھائے دکھائی دیتا ہے۔ بائیسکل پر ایک خوبصورت بکس باندھے جس پر سفید غلاف چڑھا ہوتا ہے گاہکوں کے گھر آتا جاتا ہے۔ اس کی آمدنی سو ڈیڑھ سو ین ماہوار ہوتی ہے۔

چونکہ دھوبی کافی مہنگے ہیں اس لئے غریب ہی کیا تقریباً تمام جاپانی گھروں میں کپڑے دھوئے جاتے ہیں بعض کپڑے مثلاً مردانے سوٹ یا اونی ریشمی کپڑے جن کی ڈرائی کلیننگ کرانی مقصود ہو وہی دھوبی کو دیئے جاتے ہیں ورنہ عام طور سے ان کی جفاکش عورتیں گھروں میں خود کپڑے دھوتی ہیں۔ یہی نہیں کہ غریب عورتیں افلاس کی وجہ سے گھروں میں کپڑے دھونے پر مجبور ہوں۔ نہیں بلکہ امیر عورتیں خود نوکروں کے ہوتے ہوئے کپڑے دھوتی ہیں اور گھر کے دوسرے کام کاج بھی کرتی ہیں۔ یہ میرا اپنا چشم دید واقعہ ہے۔

یہاں کی عورتیں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنا ہرگز نہیں جانتیں۔ نہ یہ کرتی ہیں کہ ایک روز کام کر لیا اور تین چار روز کی چھٹی منائی۔ انہوں نے اپنا پروگرام کچھ اس طرح بنا رکھا ہے کہ روانہ کام میں مصروف رہتی ہیں۔ نہ کچھ شکایت ہے نہ غصہ۔ خوبی یہ ہے کہ کام کرنے میں سست نہیں۔ جلدی جلدی کام کرنے کی عادی نہیں۔ آہستہ آہستہ اطمینان سے کام کرتی ہیں اور وقت پر کر لیتی ہیں۔ ابتدا سے ان کی ہڈیاں ایسی سدھی ہوئی ہیں کہ محنت سے جی نہیں چراتیں۔ گھر کے کام کے علاوہ باہر سے سودا سلف بھی خود ہی لاتی ہیں کام کاج سے فراغت پاکر تفریح کے لئے بھی وقت نکال لیتی ہیں

کپڑے دھونا ایسا اچھا ہنر ہے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ اول ایک قسم کی جسمانی ورزش ہو جاتی ہے۔ دویم کفایت شعاری ظاہر ہے۔ سویم صفائی جو نہ صرف حفظانِ صحت کے لئے بلکہ نفاست کے لئے بھی بہت ضروری ہے۔ جاپانی عورتیں کپڑے دھونے کے فن میں ایسی ماہر ہیں کہ اچھے اچھے خاندانی دھوبیوں کا مقابلہ کرتی ہیں

مشکل ہیں کیونکہ یہ ریشمی اور ملینے کے ہونے کے علاوہ دوہرے ہوتے ہیں۔ جاپانی عورتیں گرمی ہیں جاڑے کے کیمونو اُدھیڑ کر دھوتی ہیں اور ایک ایک ٹکڑے کو نوری کا کلف دے کر دو گز کے لمبے تختہ پر چپکا دیتی ہیں یہ دھوپ میں سوکھ کر خوبصورت اور صاف نکل آتے ہیں۔ ان پر استری نہیں کرتیں۔ باقی کپڑوں پر دن کو جب فرصت ملے استری کرتی ہیں روز شام کو کپڑوں کی ایک اچھی خاصی استری کی ہوئی ملتی ہے۔

باورچی خانہ کے جھاڑن روزانہ شام کو دھوئے جاتے ہیں [illegible] کے سکھانے کے لئے بھی باورچی خانہ ہی میں انتظام ہوتا ہے۔ پتلے پتلے سرکنڈے خوبصورتی سے دیوار [illegible] ہیں [illegible] غرض کبھی کوئی میلا چیتھڑا نظر نہیں آتا۔ مہینوں میں نے نوکر کو کپڑے دھوتے [illegible] اور مجھے اس [illegible] ہو گئی ہے۔ الحمد للہ کہ اب میں کپڑے دھونے [illegible] کہ [illegible] باقی عورتوں کا کپڑے دھونے میں امتحان لیا جائے [illegible]۔

مگر افسوس کہ میں خود ایک [illegible] اور آرام طلب ملک کی پیدائش ہوں۔ [illegible] اسی خاک پاک کا بنا ہوا ہے۔ میری پرورش بھی اسی نازک خیال [illegible] کی آغوش میں ہوئی ہے جہاں محنت کرنی عیب اور بے عزتی سمجھی جاتی ہے۔ اور سوسائٹی کی محنت کرنے والی عورتوں کو لونڈیوں کے [illegible] یاد کرتی ہے۔ لہذا اپنے کام کرنے کی [illegible] آرام طلب ہاتھ پاؤں اور رنگ کو [illegible] ہوں جیف ہم میں محنت کش نام کو نہ رہی۔

میری بہنو! [illegible] ہندوستان کے متعلق [illegible] کے لئے آن کھڑی ہوئی۔ اچھا بتاؤ تو کیا [illegible] ہیں؟ ہندوستان میں [illegible] ہونے کے باوجود کیسے میلے کپڑے پہنتے ہیں اور [illegible] رات دن اس سخت [illegible] ایک ہی کپڑے پہنے رہتے ہیں اپنی مثال آپ ہی ہیں غضب خدا کا [illegible] اور روٹیاں تک [illegible] کے گھر دھلنے جاتی ہیں۔ ورمیری جانواز بہنیں [illegible] ہاتھ دھرے لکڑی کی طرح کرارے پان الائچیاں ڈال ڈال کر چبا رہی ہیں۔ چونکہ گھر کی بیویاں ان کاموں سے واقف نہیں اس لئے نوکروں سے ان کاموں کی توقع رکھنا فضول ہے۔ ہمارے ہاں تو گھر میں کپڑے دھونا بڑی بے عزتی اور غربت کی نشانی سمجھی جاتی ہے مگر پسینے کی بدبو جھن جھن کر پاس بیٹھنے والوں کے دماغ کو سڑا دے کہیں بہتر ہے۔ بھلا یہ سب پیسہ کی خوشبودار جسمانی مومیائی کہاں میسر۔ جہاں تک مقدور ہو آنے جانے والوں کی [illegible] ہی تواضع کریئے اور اپنی حالت میں مست رہئے دھوبیوں کا گھر [illegible] اور [illegible] پیسہ دو دو پیسہ کپڑے [illegible] دھلوائیے۔ پھر بھی میلی رہئے کیسا ستم ہے کہ ہم لوگ مزدوروں کو مزدوری دینے میں نہایت تنگ دلی سے کام لیتے ہیں۔ [illegible] ہمارے دھوبی مع جورو بچوں کے صبح سے شام تک کپڑوں کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اور اس محنت کا عوض انہیں صرف اتنا ہی ملتا ہے کہ وہ موٹا جھوٹا کھالیں۔ ہمارے

نزدیک وہ تو انسان ہی نہیں ہیں۔ نہ انہیں بچوں کی تعلیم کی خبر ہے نہ انہیں سیر و تفریح درکار ہے۔ انہیں تو صرف
جیل پر میلے کپڑوں کی لادی لاد کر لے جانے اور دھو کر ارزاں مزدوری پر گاہکوں کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے
خدا نے بنایا اور بھیجا ہے۔ غریب مزدوروں کو فارغ البالی ہی میسر نہیں جو دنیا کی اور باتیں سوچیں۔

دسترخوان شاید ہی گھروں میں اجلے نظر آتے ہوں۔ وال سامان کے ہزاروں نقش و نگار کے علاوہ زمین کی
رنگت ہوتے ہیں۔ بعض صفائی پسند مردوں نے ہم پھوہڑ عورتوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر موم جامے کے دسترخوان استعمال
کرنے شروع کر دیئے ہیں مگر ہم پھر بھی وہیں ہیں جہاں پہلے تھے اونگل بھر آگے نہیں سرکے اور کہوں سر کیا شوہروں
کے گھروں جھاڑن کی طرح کام کئے جائیں یہ ہے ہماری ذہنیت باورچی خانہ میں نئے جھاڑن تو بہت ہی کم پائے ہیں
ورنہ عام طور سے بیبی بہنیں یہ کرتی ہیں کہ جب کبھی باورچی خانہ کے لئے کپڑے کی ضرورت ہوئی اپنے گودام میں سے
کسی کرتے کی آستین پھاڑ لائیں یا پاجامے کا پائنچہ اڑا لائیں۔ پتیلیاں پکڑنے کے لئے ڈھاک کے پتوں کو خدا ہزاری
عمر دے اشرفیاں لٹیں اور گوٹلوں پر پھر ہمارے خرچ کچھ کم نہیں ہیں خوب روپیہ اٹھتا ہے۔ مگر مفید کاموں کے لئے روپے
کی کمی ہے اور ناداری حد فاصل ہے۔ غریبوں کو چھوڑ کر امیر اور متوسط الحال گھرانوں میں بھی یہی کیفیت ہے۔ اس سلسلہ میں خدا بخشے
مجھے اپنے والد بزرگوار کی ایک بات یاد آگئی آہ بدنصیبی سے میں تو زمانہ طفلی میں ہی ان کے سایہ عاطفت سے محروم
ہو گئی تھی۔ میری والدہ محترمہ مد ظلہا انہیں عمر نوح عطا فرمائے فرماتی ہیں کہ میرے والد کو باورچی خانہ کے جھاڑنوں کا
ایسا ہی خیال رہتا تھا جیسے دوسرے کپڑوں کا۔ چنانچہ ہر سہ ماہی یا ششماہی پر جب بال بچوں کے لئے کپڑے خریدے
جاتے تھے تو جھاڑنوں کے لئے ضرور سامان خریدتے تھے اور خود پھاڑ پھاڑ کر نوکر کے حوالے کرتے تھے کہ یہ پانی چھاننے
کا ہے اور یہ پتیلیاں پکڑنے کا ہے وغیرہ وغیرہ والد صاحب کو پتوں سے پتیلیاں پکڑ کر اٹھانے اور میلی صافیوں کے
استعمال سے دلی نفرت تھی۔ ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ان کی تمام عمر فوجی خدمت میں گذری اس لئے فوجی
صفائی ان کی خو بن گئی تھی۔

میری بہنو! ہماری کاہلی کی بھی حد ہے۔ ہماری آپ کی تو جیسی گذر رہی ہے دل ہی جانتا ہے۔ مگر خدارا اس ننھی پود
کو جو ہماری جاہل اور کاہل آغوش میں پل رہی ہیں گوشت کا لوتھڑا نہ بنائیے۔ انہیں تو دیگر ترقی یافتہ ہمسایہ قوموں
میں اٹھنے بیٹھنے کے قابل چھوڑ جائیے۔ پیاری بہنو! ہندوستان میں یہ باتیں کم نظر آتی ہیں کیونکہ سب ہی ایک
ڈگر پر چل رہے ہیں۔ ہندوستان سے باہر کا مطالعہ ہمیں اپنی برائیاں دکھاتا ہے۔

مسز برلاس از ٹوکیو (جاپان)

خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیے ورنہ آپ کے خط کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔

منیجر

دودھ کی قیمت

افسانہ

اب بڑے بڑے شہروں میں دائیاں اور نرسیں سبھی نظر آتی ہیں لیکن دیہاتوں میں ابھی تک زچہ خانہ رسم قدیم کی حد تک بھنگیوں کے ہی دائرۂ اقتدار میں ہے اور ایک عرصہ دراز تک اس میں اصلاح کی کوئی امید نہیں۔ بابو مہیش ناتھ اپنے گاؤں کے زمیندار ضرور تھے تعلیم یافتہ بھی تھے زچہ خانے کی اصلاح کی ضرورت کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ لیکن عملی مشکلات کو کیا کرتے۔ دیہات میں جانے کے لئے کوئی نرس راضی نہ ہوئی اور راضی بھی ہوئی تو اتنا معاوضہ طلب کیا کہ بابو صاحب کو سر جھکا کر چلے آنے کے سوا کوئی تدبیر نہ سوجھی لیڈی ڈاکٹر کے پاس جانے کی ہمت ہی کیونکر ہو سکتی۔ ان کا حق الخدمت تو غالباً بابو صاحب کی نصف ملکیت بیچ کرنے پر بھی نہ پورا ہوتا۔ آخر جب تین لڑکیوں کے بعد یہ چوتھا لڑکا پیدا ہوا تو پھر وہی گودڑ تھا اور وہی گودڑ کی بہو۔ بچے بیشتر رات ہی کو پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ آدھی رات کو بابو صاحب کے چپراسی نے گودڑ! گودڑ! کی ہانک لگائی۔ چماروں کی ٹولی جاگ اٹھی۔

گودڑ کے گھر میں اس روز سعید کی مہینوں سے تیاری تھی۔ خدشہ تھا تو یہی کہ کہیں بیٹی نہ ہو جائے۔ نہیں تو پھر وہی بندھا ہوا ایک روپیہ اور وہی ایک ساڑھی مل کر رہ جائے گی۔ اس مسئلہ پر میاں بیوی میں بارہا تبادلہ خیالات ہو چکا تھا۔ شرطیں لگ چکی تھیں۔ گودڑ کی بہو کہتی تھی اگر اب کی بیٹا ہو تو منہ نہ دکھاؤں۔ ہاں ہاں منہ نہ دکھاؤں۔ اور گودڑ کہتا تھا دیکھنا بیٹی ہوگی اور بیچ کھیت بیٹی ہوگی۔ بیٹا ہو تو مونچھیں منڈا لوں گا۔ شاید گودڑ سمجھتا تھا کہ اسی طرح بھنگن میں مخالفانہ جوش پیدا کر کے وہ بیٹے کی آمد کے لئے راستہ تیار کر رہا ہے۔ بھنگن بولی۔ اب منڈا لے مونچھیں ڈاڑھی جار۔ کہتی تھی بیٹا ہوگا پر کسی نے سنی ہی نہیں۔ یہی رٹ لگائے جاتے۔ میں خود تیری مونچھیں مونڈوں گی۔ کھونٹی تک تو رکھوں نہیں۔

گودڑ نے کہا۔ اچھا مونڈ لینا بھلی مانس۔ مونچھیں کیا پھر نکلیں گی ہی نہیں۔ تیسرے دن پھر دیکھی گی جوں کی توں ہیں۔ مگر جو کچھ ملے گا اس میں آدھا رکھا لوں گا کہے دیتا ہوں۔

بھنگن نے انگوٹھا دکھایا۔ اور اپنے تین مہینے کے بچے کو گودڑ کے سپرد کر کے سپاہی کے ساتھ چل دی۔

گودڑ نے پکارا۔ اری سن تو۔ کہاں بھاگی جاتی ہے۔ مجھے بھی تو روشن چوکی بجانے جانا پڑے گا۔

بھنگن نے دور ہی سے کہا۔ تو کون بڑی مشکل ہے۔ ہاں دھرتی پر لٹا دینا اور روشن چوکی بجانا۔ میں آکر دودھ پلا دیا کروں گی۔

۲

مہیش ناتھ کے یہاں اب کی بھنگن کی خوب خاطر کی گئی۔ صبح کو حریرہ ملتا۔ دوپہر کو پوریاں اور حلوا۔ تیسرے پہر کو پھر اور رات کو بھی اور گودڑ کو بھی بھرپور پروسا ملتا تھا۔ بھنگن اپنے بچے کو دن بھر میں دو بار سے زیادہ نہ پلا سکتی۔ اس کے لئے اوپر کا دودھ مہیا کر دیا جاتا۔ بھنگن کا دودھ بابو صاحب کا بچہ پیتا تھا۔ اور یہ سلسلہ بارہویں دن بھی بند نہ ہوا۔ مالکن موٹی تازی عورت تھیں مگر اب کی کچھ ایسا اتفاق کہ دودھ ہوا ہی نہیں۔ تینوں لڑکیوں کی بار اتنے افراط سے دودھ ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو بدہضمی

ہو جاتی تھی۔ اب کی ایک بوند نہیں۔ بھنگی جنائی بھی تھی اور دودھ پلائی بھی۔
مالکن نے کہا "بھنگی ہمارے بچے کو پال دے۔ پھر جب تک جیئے۔ میٹھی کھاتی رہنا۔ پانچ بیگھے معافی دلوادوں گی تیرے پوتے تک کھائیں گے"۔ اور بھنگی کا لاڈلا مسکل اوپر کا دودھ نہ ہضم کر سکنے کے باعث بار بار تے کرتا اور روز بروز لاغر ہوتا جاتا تھا۔ بھنگی کہنی "اور مونڈن میں جوڑے لوں گی بہو جی۔ کہے دیتی ہوں"۔ بہو جی "ہاں ہاں جوڑے لینا بھائی۔ دمکائی کیوں ہے۔ چاندی کے نے گی یا سونے کے" "واہ بہو جی واہ۔ چاندی کے جوڑے پہن کے کسے منہ دکھاؤں گی"۔ بہو جی "اچھا سونے کے لینا بھائی کہنی تو ہوں"۔ "اور بیاہ میں کنٹھا لوں گی۔ اور چودھری (گوڈڑ) کے لئے ہاتھوں کے توڑے"
"بہو جی۔ وہ بھی لینا۔ وہ دن تو بھگوان دکھائیں"
گھر میں مالکن کے بعد بھنگی کی حکومت تھی۔ مہریاں۔ مہراجن مزدورنیں سب اُس کا رعب مانتی تھیں۔ یہاں تک کہ خود بہو جی اس سے دب جاتی تھیں۔ ایک بار تو اُس نے مہیش ناتھ کو بھی ڈانٹا تھا۔ ہنس کر ٹال گئے۔ بات چلی تھی۔ بھنگیوں کی بھنگن نے کہا تھا دنیا میں اور جاہے جو کچھ ہو جائے۔ بھنگی بھنگی رہیں گے۔ انہیں آدمی بنانا مشکل ہے۔
اس پر بھنگی نے کہا تھا۔ مالک بھنگی تو بڑوں بڑوں کو آدمی بناتے ہیں۔ انہیں کیا کوئی آدمی بنائے گا۔
یہ گستاخی کر کے کسی دوسرے موقع پر بھلا بھنگی سلامت رہتی۔ سر کے بال اُکھاڑے جاتے۔ لیکن آج بابو صاحب ہنسے قہقہہ مار کر۔ اور بولے "بھنگی۔ بات بڑے پتے کی کہی ہے۔

(۳)

بھنگی کی حکومت سال بھر تک قائم رہی پھر چھین گئی۔ بچے کا دودھ چھڑا دیا گیا اب برہمنوں نے بھنگن کا دودھ پینے پر اعتراض کیا۔ موٹے رام شاستری تو پرائشچت کی تجویز کر بیٹھے۔ لیکن مہیش ناتھ ایسے احمق نہ تھے پھٹکار بتائی۔ پرائشچت کی خوب کہی آپ نے شاستری جی۔ کل تک اسی بھنگن کا خون پی کر پلا۔ اب پرائشچت کرنا چاہئے۔ واہ!
شاستری جی بولے۔ "بے شک کل تک بھنگن کا خون پی کر پلا۔ گوشت کھا کر پلا۔ یہ بھی کہہ سکتے ہو لیکن کل کی بات کل تھی۔ آج کی بات آج ہے۔ جگن ناتھ پوری میں تو چھوت اچھوت سب ایک ساتھ کھاتے ہیں مگر یہاں تو نہیں کھا سکتے۔ کھچڑی تک کھا لیتے ہیں۔ بابو جی اور کیا کہیں۔ پوری ہی تک نہیں رہ جاتے لیکن اچھے ہو جانے پر تو نہیں کھا سکتے"
" تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دھرم بدلتا رہتا ہے۔ کبھی کچھ، کبھی کچھ!
" اور کیا! راجہ کا دھرم الگ، پرجا کا دھرم الگ۔ امیر کا دھرم الگ، غریب کا دھرم الگ۔ راجے مہاراجے جو چاہیں کھائیں جس کے ساتھ چاہیں کھائیں، جس کے ساتھ چاہیں شادی بیاہ کریں۔ ان کے لئے کوئی قید نہیں۔ راجہ ہیں۔ مگر ہمارے اور تمہارے لئے تو قدم قدم پر بندشیں ہیں، قیدیں ہیں" اس کا دھرم ہے" پرائشچت تو نہ ہوا۔ لیکن بھنگی سے اس کی سلطنت چھین لی گئی۔ برتن، کپڑے، اناج، اتنی کثرت سے ملے کہ وہ اکیلی نہ لے جا سکی۔ اور سونے کے جوڑے بھی ملے۔ اور ایک کے بدلے دو نئی اور خوبصورت ساڑیاں۔ معمولی نہیں شکھ کی نہیں جیسی لڑکیوں کی بارلی نہیں۔

(۴)

اسی سال چیچک کا زور رہا۔ گوڈڑ پہلی ہی زد میں آگیا۔ بھنگی اکیلی رہ گئی۔ مگر کام جوں کا توں چلتا رہا۔ بھنگی کے لئے گوڈڑ۔

ضروری نہ تھا جتنا گودڑ کے لئے بھنگی۔ لوگ منتظر تھے کہ بھنگی اب آئی اب آئی۔ فلاں بھنگی سے بات چیت ہوئی فلاں چودھری آئے۔ لیکن بھنگی کہیں آئی نہ گئی۔ یہاں تک کہ پانچ سال گذر گئے اور منگل دُبلا اور کمزور اور دائم المرض رہنے پر بھی دوڑنے لگا۔ ماں کا دودھ نصیب ہی نہوا۔ دائم المرض کیوں نہ رہتا۔

ایک دن بھنگی مہیش ناتھ کے مکان کا پرنالہ صاف کر رہی تھی۔ مہینوں سے غلاظت جمع ہو گئی تھی آنگن میں پانی بھرا رہنے لگا تھا۔ پرنالے میں ایک لمبا موٹا بانس ڈال کر وہ زور سے ہلا رہی تھی۔ پورا داہنا ہاتھ پرنالے کے اندر تھا۔ کہ یکا یک اس نے چلا کر ہاتھ باہر نکال لیا اور اسی وقت ایک لمبا سا کالا سانپ پرنالے سے نکل کر بھاگا۔ لوگوں نے دوڑ کر اسے تو مار ڈالا۔ لیکن بھنگی کو نہ بچا سکے۔ خیال تھا کہ پانی کا سانپ ہے۔ زیادہ زہریلا نہ ہوگا۔ اس کے پہلے کچھ غفلت کی گئی۔ جب زہر جسم میں پیوست ہوا اور لہریں آنے لگیں تب پتہ چلا کہ پانی کا سانپ نہیں کالا سانپ تھا۔

منگل اب یتیم تھا۔ دن بھر مہیش بابو کے دروازے پر منڈلایا کرتا۔ گھر میں اتنا جھوٹا بچتا تھا کہ ایسے ایسے دس پانچ بچے سیر ہو سکتے تھے۔ منگل کو کوئی تکلیف نہ تھی۔ ہاں دور ہی سے اسے مٹی کے ایک سکورے میں کھانا ڈال دیا جاتا تھا۔ اور گاؤں کے لڑکے اس سے دور دور رہتے تھے۔ یہ بات اسے اچھی نہ لگتی تھی۔ سب لوگ اچھے اچھے برتنوں میں کھاتے ہیں اس کے لئے مٹی کے سکورے! یوں اسے اس تفریق کا مطلق احساس نہ ہوتا۔ لیکن لڑکے اسے چڑھا چڑھا کر اس ذلت کے احساس کو سان پر چڑھاتے رہتے تھے۔ مکان کے سامنے ایک نیم کا درخت تھا۔ اسی کے نیچے منگل کا ڈیرا تھا۔ ایک پھٹا سا ٹاٹ کا ٹکڑا۔ دو سکورے۔ اور ایک دھوتی جو مہیش بابو کے خوش نصیب فرزند سریش کے اتارے کپڑوں میں تھی جاڑا گرمی برسات ہر موسم کے لئے وہ جگہ ایکسی آرام دہ تھی۔ یہی اس کی خصوصیت تھی۔ اور سخت جان منگل جھلسنی ہوئی لُو اور کڑاکے کے جاڑوں اور موسلا دھار بارش میں بھی زندہ تھا اور تندرست تھا۔ بس اس کا رفیق کوئی تھا تو گاؤں کا ایک کتا جو اپنے ہم چشموں کی بدمزاجیوں اور تنگ ظرفیوں سے تنگ آ کر منگل کے زیر سایہ آ پڑا تھا کھانا دونوں کا ایک تھا۔ کچھ طبیعت بھی یکساں تھی۔ اور غالباً دونوں ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہو گئے تھے۔

منگل نے اس کا نام رکھا تھا ٹامی۔ مگر ٹامی مہیش ناتھ کے انگریزی کتے کا نام تھا۔ اس لئے اس نام کا استعمال وہ اسی وقت کرتا جب دونوں رات کو سونے لگتے۔

منگل کہتا دیکھو ٹامی۔ ذرا اور کھسک کر سوؤ۔ آخر میں کہاں لیٹوں! سارا ٹاٹ تو تم نے گھیر لیا۔ ٹامی کوں کوں کرتا اور دُم ہلاتا اور بجائے اس کے کہ کھسک جائے اور اوپر چڑھ آتا اور منگل کا منہ چاٹنے لگتا۔ شام کو وہ ایک بار روز اپنا گھر دیکھنے اور تھوڑی دیر رونے جاتا۔ پہلے سال پھوس کا چھپر گرا۔ دوسرے سال ایک دیوار گری اور اب صرف آدھی آدھی دیواریں کھڑی تھیں جن کا اوپر کا حصہ نوک دار ہو گیا تھا۔ یہیں اسے محبت کی دولت ملی تھی وہی مزہ وہی یاد، وہی کشش، اسے ایک بار اس ویرانے میں کھینچ لے جاتی تھی۔ اور ٹامی ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ وہ کھنڈر کی مخروطی دیوار پر بیٹھ جاتا اور زندگی کے آنے والے اور گذشتہ خواب دیکھنے لگتا اور ٹامی دیواروں پر کود جانے کی بار بار ناکام کوشش کرتا۔

(۵)

ایک دن کئی لڑکے کھیل رہے تھے۔ منگل بھی پہونچ کر دور کھڑا ہو گیا۔ سریش کو اس پر رحم آیا۔ یا کھیلنے والوں کی جوڑی پوری نہ پڑتی تھی کچھ ہی ہو اس نے تجویز کی آج منگل کو بھی کھیل میں شریک کر لیا جائے۔ یہاں کون دیکھنے آتا ہے۔

سریش نے منگل سے پوچھا "کیوں رے کھیلے گا؟" منگل بولا "کھلاؤ گے تو کیوں نہ کھیلوں گا؟"
سریش "اچھا تو ہم تینوں سوار بنتے ہیں۔ تم ٹٹو بن جاؤ۔ پھر ہم لوگ تمہارے اوپر سوار ہوکر گھوڑا دوڑائیں گے۔"
منگل نے پوچھا "میں برابر گھوڑا ہی رہوں گا کہ سواری بھی کروں گا؟"
یہ مسئلہ ٹیڑھا تھا۔ سریش نے ایک لمحہ غور کرکے کہا "تجھے کون اپنی پیٹھ پر بٹھائے گا۔ سوچ۔ آخر تو بھنگی ہے کہ نہیں"
منگل نے کسی قدر دلیر ہوکر کہا "میں کب کہتا ہوں کہ میں بھنگی نہیں ہوں لیکن جب تک مجھے بھی سواری کرنے کو نہ ملے گی میں گھوڑا نہ بنوں گا
تم لوگ مجھ سے سوار بنوگے۔ اور میں گھوڑا ہی بنا رہوں گا" سریش نے تحکمانہ لہجہ میں کہا "تجھے گھوڑا بننا پڑے گا"
اس نے منگل کو پکڑنا چاہا۔ منگل بھاگا۔ سریش نے دوڑایا۔ منگل نے قدم اور تیز کیا۔ سریش نے بھی زور لگایا مگر بسیار خوری نے اسے تھل تھل بنا دیا تھا اور دوڑنے سے اس کا سانس پھولنے لگتا تھا۔
آخر سریش نے رک کر کہا "آکر گھوڑا بنو منگل۔ نہیں کبھی پا جاؤں گا تو بری طرح پیٹوں گا"
"تمہیں بھی گھوڑا بننا پڑے گا" "اچھا ہم بھی بن جائیں گے"
"تم پیچھے سے بھاگ جاؤ گے۔ پہلے تم بن جاؤ۔ میں سواری کرلوں۔ پھر میں بنوں گا"
سریش نے چکمہ دیا تھا۔ منگل کے اس مطالبہ نے برہم کردیا۔ ساتھیوں سے بولا "دیکھو اس کی بدمعاشی۔ بھنگی ہے نا"
تینوں نے اب کی منگل کو گھیر لیا اور زبردستی گھوڑا بنا دیا۔ سریش اپنا وزنی جسم لے کر اس کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔ اور ٹک ٹک کرکے بولا "چل گھوڑے چل" مگر اس بوجھ کے نیچے غریب منگل کے لئے ہلنا بھی مشکل تھا۔ دوڑنا تو دور کی بات تھی۔ ایک لمحہ تک تو وہ ضبط کئے چوپایہ بنا کھڑا رہا۔ لیکن ایسا معلوم ہونے لگا کہ ریڑھ کی ہڈی ٹوٹی جاتی ہے۔ اس نے آہستہ سے پیٹھ سکوڑی اور سریش کی ران کے نیچے سے سرک گیا۔ سریش گد سے گر پڑے اور بھونپو بجانے لگے۔
ماں نے سنا سریش کیوں رو رہا ہے۔ گانوں میں کہیں سریش روئے، ان کے ذکی الحس کانوں میں ضرور آواز آجاتی تھی۔ اور اس کا رونا بھی دوسرے لڑکوں سے بالکل نرالا۔ جیسے چھوٹی لائن کے انجن کی آواز ہو۔
ایک منٹ میں سریش آنکھیں ملتا ہوا گھر میں آیا۔ آپ کو جب کبھی رونے کا اتفاق ہوتا تھا تو گھر میں فریاد لے کر ضرور آتے تھے۔ ماں چپ کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ دے دیتی تھی۔ آپ تھے تو آٹھ سال کے مگر بہت بے وقوف حد سے زیادہ پیارے۔
ماں نے پوچھا "کیوں روتا ہے سریش؟ کس نے مارا؟" سریش نے روتے ہوئے کہا "منگل نے چھو دیا"
پہلے تو ماں کو یقین نہ آیا۔ لیکن جب سریش قسمیں کھانے لگا تو یقین لانا لازم ہوگیا۔ اس نے منگل کو بلوایا اور ڈانٹ کر بولی "کیوں رے منگلوا۔ اب تجھے بدمعاشی سوجھنے لگی۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ سریش کو کبھی چھونا نہیں! یاد ہے کہ نہیں! بول"
منگل نے دبی آواز سے کہا۔ "یاد ہے" "تو پھر تو نے اسے کیوں چھوا!" "میں نے نہیں چھوا"
"تو نے نہیں چھوا۔ نہیں تو یہ روتا کیوں تھا؟" "یہ گر پڑے۔ اس لئے رونے لگے"
چوری اور سینہ زوری۔ دیوی جی دانت پیس کر رہ گئیں۔ مارتیں تو اسی وقت اشنان کرنا پڑتا۔ قمچی تو ہاتھ میں لینا ہی پڑتی۔ اور چھوت کی برقی رو اس قمچی کے راستہ ان کے جسم میں سرایت کر جاتی۔ اس لئے جہاں تک گالیاں دے سکیں دیں اور حکم دیا کہ اسی وقت یہاں سے نکل جا۔ پھر جو تیری صورت نظر آئی تو خون ہی پی جاؤں گی۔ مفت کی روٹیاں کھا کھا کر

شرارت سوجھتی ہے!"

منگل میں غیرت تو کیا ہوگی۔ خوف تھا۔ چپکے سے اپنے سکورے اٹھائے، ٹاٹ کا ٹکڑا بغل میں دبایا۔ دھوتی کندھے پر رکھی۔ اور روتا ہوا وہاں سے چل پڑا۔ اب وہ یہاں کبھی نہ آئے گا۔ یہی تو ہوگا بھوکوں مر جائے گا۔ کیا حرج ہے۔ اس طرح جینے سے فائدہ ہی کیا۔ گانوں میں اور کہاں جا سکتی کو کون پناہ دیتا۔ وہی اپنے درزی دیوار کی آڑ تھی۔ جہاں بیٹھے دنوں کی یادگار اس کے آنسو پوچھ سکتی تھیں۔ وہیں جا کر پڑ رہا۔ اور خوب پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

ابھی آدھ گھنٹہ ہی گذرا ہوگا کہ ٹامی بھی اُسے ڈھونڈھتا ہوا آ پہونچا۔

(۶)

لیکن جوں جوں شام ہوتی تھی اُس کا احساس وقت بھی غائب ہوتا جاتا تھا۔ بچپن کی بیتاب کن بھوک جسم کا خون پی پی کر اور بھی بے پناہ ہوتی جاتی تھی۔ آنکھیں بار بار سکوروں کی طرف اٹھ جاتی تھیں۔ اس نے مشورہ کے طور پر ٹامی سے کہا۔ کھاؤ گے کیا ٹامی۔ میں تو بھوکا ہی لیٹ رہوں گا۔ ٹامی نے کوں کوں کر کے شاید کہا اس طرح کی ذلتیں تو ساری زندگی سہنی ہیں۔ یوں ہمت ہار دوگے تو کیسے کام چلے گا۔ مجھے دیکھو نہ۔ ابھی کسی نے ڈنڈا مارا تھا چیخ پڑا۔ پھر ذرا دیر کے بعد دُم ہلاتا ہوا اس کے پاس جا پہونچا۔ ہماری زندگی اسی لئے ہے بھائی۔ منگل بولا۔ تو تم جاؤ۔ جو کچھ مل جائے کھالو۔ میری پرواہ نہ کرو۔ ٹامی نے بھرائی سنسناتی بولی میں کہا۔ اکیلا نہیں جاتا۔ تمہیں ساتھ لے کر چلوں گا۔ ایک لمحہ کے بعد بھوک سے نا تاب کا ایک نیا پہلو اختیار کیا۔ "مالکن تلاش کر رہی ہوں گی۔ کیوں ٹامی!"

"اور کیا۔ بابوجی اور سریش کھا چکے ہوں گے۔ کہار نے ان کی تھالی کا جھوٹا نکال لیا ہوگا اور ہمیں پکار رہا ہوگا"

"بابوجی اور سریش دونوں کی تھالیوں میں گھی رہتا ہے۔ اور وہ میٹھی میٹھی چیز۔ ہاں ملائی"

"ہماری آواز نہ سنائی دیگی تو سب کا سب گھور پہ ڈال دیں گے۔ ذرا دیکھیں کہ ہمیں کوئی پوچھنے آتا ہے"۔ یہاں کون پوچھنے آئیگا کوئی بامن ہو؟ اچھا تو چلو وہیں چلیں۔ مگر چھپے ہوئے رہیں گے۔ اگر کسی نے پکارا تو میں لوٹ آؤں گا۔ یہ سمجھ لو"

دونوں وہاں سے نکلے اور آکر چپکے تاکتے مکان کے دروازے پر ایک کونے میں دبک کر کھڑے ہو گئے۔ ٹامی شاید ادھر اُدھر کی خبر لانے چلا گیا۔ چپکے بابو تھالی پر بیٹھ گئے تھے۔ نوکروں کی بات چیت سے معلوم ہوتا تھا۔ ایک نے کہا۔ "آج منگلوا نہیں دکھائی دیتا۔ بھوکا مر گیا بچارا۔ مالکن نے ڈانٹا تھا۔ اسی سے بھاگا ہے شاید"۔ منگل کے جی میں آیا چل کر اس آدمی کے قدموں پر گر پڑے۔ دوسرے نے جواب دیا اچھا ہوا نکالا گیا۔ نہیں سویرے سویرے بھنگی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ منگل اور اندھیرے میں کھسک گیا۔ اب کیا امید کی جا سکتی تھی۔

چپکے اور سریش تھال سے اُٹھ گئے۔ نوکر ہاتھ منہ دھلا رہا ہے۔ بابوجی اب حقہ پئیں گے۔ سریش سو جائے گا۔ غریب منگل کی کسے فکر ہے۔ اتنی دیر ہوگئی کسی نے نہیں پکارا۔ کون پکارے گا۔ منگل آدھ گھنٹہ تک وہاں دبکا کھڑا رہا۔ کسی نے اُس کا نام نہ لیا۔ اس نے ایک لمبی سانس لی اور جانا ہی چاہتا تھا کہ اس نے اسی کہار کو ایک تھال میں جھوٹھا کھانا لے جاتے دیکھا۔ شاید گھور پر ڈالنے لے جا رہا تھا۔ منگل اندھیرے سے نکل کر روشنی میں آگیا تھا۔ اب صبر نہ ہو سکتا تھا۔ کہار نے کہا اُرے! تو یہاں تھا۔ ہم نے سمجھا کہیں چلا گیا۔ لے کھالے۔ میں پھینکنے لے جا رہا تھا"۔ منگل نے کہا "میں تو بڑی دیر سے یہاں کھڑا رہتا"۔ "تو بولا کیوں نہیں؟" "ڈر لگتا تھا"۔ "اچھا لے کھالے"۔ منگل نے تھال اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اُسے ایسی نظر سے دیکھا جس میں شکر اور احسان مندی کی ایک دنیا چھپی ہوئی تھی۔ پھر ٹامی اور وہ دونوں وہیں نیم کے نیچے حسب معمول کھانے لگے۔ منگل نے ایک ہاتھ سے ٹامی کا سر سہلا کر کہا

"دیکھا پیٹ کی آگ ایسی ہوتی ہے۔ لات کی ماری ہوئی روٹیاں بھی نہ ملتیں تو کیا کرتے!" ٹامی نے دم ہلادی۔
"سریش کو اماں ہی نے پالا ہے!" ٹامی نے پھر دُم ہلا دی۔
"لوگ کہتے ہیں دودھ کا دام کوئی نہیں چکا سکتا!" ٹامی نے پھر دم ہلا دی۔
"اور مجھے دودھ کا یہ دام مل رہا ہے!" ٹامی نے پھر دُم ہلا دی

پریم چند

(خاص عصمت کے لئے)

رُخصت

دوست کے مزار سے

دوست! کبھی ہم بھی دلفریب موقعوں پر ایک دوسرے سے رخصت ہوتے تھے۔ لمبے لمبے سفر پر جاتے تھے ہمارے دل میں تمناؤں اور آرزوؤں کا طوفان برپا رہتا تھا۔ اس امید کے ساتھ کہ جب واپس ہوں گے تو ہم اپنے سفر کے دلچسپ واقعات بلند بلند پہاڑیوں ہیبت ناک غاروں گنجان جھاڑیوں، چمکتے پتوں، خوبصورت جنگلی پھولوں اور جگنوؤں کا تذکرہ افسانوی رنگ میں ایک دوسرے سے بیان کریں گے۔

ہمارے سفر ایک دوسرے کے لئے واقعی دلکش افسانے ہوتے تھے۔ جاڑے کی لمبی لمبی راتوں میں برائی روشنی کے قریب لیٹی ہوئی تم کہتی تھیں اور میں شوق و آرزو میں ڈوبی سُنا کرتی تھی۔ میری نگاہیں تمہارے خوبصورت چہرہ پر لگی رہتی تھیں۔ اسی طرح کبھی میں کہتی تھی اور تم کس قدر دلچسپی کے ساتھ سُنا کرتی تھیں!

جولائی کی ایک شام موسم کی تبدیلی سے ہواؤں میں شور مچا ہوا تھا۔ سرخ طوفانی ہواؤں نے ہمیں گھیر لیا تھا۔ میرے دل میں بھی غمناک طوفان برپا تھا۔ میرے جذبات بھی ناقابل برداشت تھے۔ آسمانی سرخ بادلوں کی طرح میرا دل بھی شق ہو رہا تھا پیاسی جلتی ہوئی زمین کی طرح، میری آنکھیں، تمہارے دیدار کی پیاسی آنکھیں جل رہی تھیں میرے ہونٹ طوفان سے خوف زدہ پھولوں کی لرزتی ہوئی پتیوں کے مانند کانپ رہے تھے۔ کیونکہ اب بھی میں سفر پر جا رہی تھی اور تم سے رخصت ہونے آرہی تھی۔ آہ کس سے؟ دوست کے مزار سے، زندگی کے بہترین دوست کی لحد سے، جہاں میری آرزوئیں اور تمنائیں سو رہی ہیں۔ اس مزار سے جہاں میرے ارمان مدفن ہیں۔ جہاں میری زندگی کا سکون ہمیشہ کے لئے چھپ گیا ہے رخصت! آہ رخصت میری زندگی کے بہترین دوست۔ رخصت! رخصت!

مہرالنساء

مسلم خواتین اور مذہب

یہ ایک کلیہ ہے کہ انقلاب زمانہ سے اقوام عالم متاثر ہوتی ہیں۔ اور اس اثر سے ان کی تمدنی زندگی کافی حد تک تبدیل ہوجاتی ہے۔ اور کئی نسلوں تک یہ تبدیلی قایم رہتی ہے۔ بلکہ غالب اقوام کا تمدن محکوم اقوام کے تمدن کو قریب قریب فنا کر دیتا ہے۔ اور وہ صحیح راستہ سے بھٹک کر تقلید اختیار کرلیتی ہیں۔ موجودہ دور میں ہندوستان ہی اس تاثر سے خالی نہیں دنیا کے اور ممالک بھی جنگ عظیم کے بعد انقلاب سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے یورپ کے تمدنی معیار کو اپنا معیار مقرر کر لیا۔ اور مذہبی ہدایات کے موافق اس میں ترمیم کرلی۔ مثال کے طور پر موجودہ ترکی میں دنیوی ترقی کے ساتھ مذہب بھی پیش نظر ہے۔ اور اسی نوع سے ایران و افغانستان بھی ترقی کی جانب اقدام اٹھا رہے ہیں۔ مگر انقلابی اثرات سے وہ بھی خالی نہیں۔ لیکن آج ہندکی اسلامی دنیا عام طور پر مذہب سے کچھ بے نیاز سی ہوتی جارہی ہے اور محض رسمی پابندی رہ گئی ہے جیسے عیدین کی خوشی منائی جاتی ہے اور اس کی اصل غایت پر غور نہیں کیا جاتا۔ افسوس حقیقی مذہبیت فنا ہوتی جارہی ہے۔ اور تمام وہ اصول آداب زندگی۔ جن میں۔ اتحاد عبادت۔ معاشرت۔ غرضکہ تہذیب و تمدن سب کچھ موجود ہے ہم نے اپنی بدبختی سے چھوڑ رکھے ہیں۔ مذہب کی پوری پابندی کسی فرد میں نہیں پائی جاتی لیکن اس کا اطلاق زیادہ تر مردوں پر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ عورت کو ابتدائے اسلام سے آج تک جس کمال عقیدت و محبت کے ساتھ مذہب عزیز ہے اس کے ثبوت میں تاریخ موجود ہے۔ اور اب بھی ہند ایسی مذہب پرست خواتین سے خالی نہیں۔ جو بلا شبہ سچی مومن کہلائے جانے کی مستحق ہیں۔ لیکن عموماً اسلامی ہند کی عورت بھی رفتہ رفتہ مذہب سے الگ ہوتی جارہی ہے اور اس کے دو بڑے سبب ہیں جہالت اور مذہبی اصولوں سے بے خبری۔ افسوس ہے مسلمانوں کا ایک طبقہ بھی حقیقی معنی میں اسلام پر پابند نہیں قرآن حکیم کے چند احکام پر عمل کر لینے کے یہ معنی نہیں کہ کل احکام پر عمل کیا جارہا ہے۔ جیسے کسی کی ٹانگ پر عمل جراحی کیا جائے۔ تو اس کو بھی کہا جائے گا کہ عمل جراحی کیا گیا۔ اور کوئی یہ نہ کہے گا کہ کل جسم پر عمل جراحی کیا گیا۔ بعینہٖ یہی مثال ہمارے عمل کی ہے۔ کہ قرآن حکیم کے چند احکام پر عمل کرتے ہیں اور بس۔ یعنی ایمان۔ عقیدہ۔ و ایقان تو کل کتاب پر ہے اور درست ہے۔ لیکن عمل چند جزو پر۔ باقی صفر ہے۔ اور ہر فرد بلحاظ عقائد یکساں طور پر خاص خاص حکموں کا پابند ہے مگر وہ جامعیت اور اکملیت نہیں جس کا نام مذہب ہے۔ عوام تو بیچارے جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے مذہبی احکام کی مکمل طریق پر بجا آوری سے محروم ہیں۔ وہ غریب جس طرح اپنے جاہل بزرگوں کو مذہب پر پابند دیکھتے ہیں۔ اسی طرح

خود ہی پابند ہو جاتے ہیں۔ اور اس درجہ شدت و سختی سے پابند ہوتے ہیں کہ جان جائے اور پابندی میں فرق نہ آئے
اس غریب طبقہ کی عورتوں کی مذہبی حالت بہت زیادہ قابل رحم ہے۔ مرد تو وعظ و پند سے اور تقاریر سے بھی مستفید
ہوتے ہیں۔ مگر یہ غریب اس نعمت سے محروم رہتی ہیں۔ اور بالکل نہیں جانتیں کہ مذہب عبارت ہے کس ترکیب حکمت و
عمل کا؟ اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟ بس ان چند ارکان کو وہ مذہب سمجھ لیتی ہیں جو انہوں نے اپنے بزرگوں کے منہ سے
سنے ہیں۔ افسوس مسلمانوں کا ایک تہائی حصہ ایسا ہی جاہل بے خبر اور مذہبی علوم سے یکسر کورا ہے۔ متوسط طبقہ کی
خواتین آٹھ دس درجہ کی پڑھائی اور چند دینی مسائل پڑھ لینے کے بعد یہ خیال کرتی ہیں۔ کہ وہ مذہب سے بخوبی واقف ہیں
حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ وہ صرف مذہب کے بنیادی ارکان سے واقف ہو جاتی ہیں۔ اور ان کا مذہبی عمل اسی حد تک محدود
ہوتا ہے۔ کیونکہ مذہب سے مکمل واقفیت نہیں ہوتی۔ طبقۂ اعلیٰ کی خواتین۔ کالج اور یونیورسٹی کی ڈگری یافتہ ہونے کے
باوجود علوم دینی سے پوری واقفیت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ وہ ان درسگاہوں سے انگریزی اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ جہاں
مذہبی علوم نہیں ہوتے۔ اور اگر شاذ و نادر ہوتے بھی ہیں تو برائے نام۔ اب جو کچھ عرصہ سے قرآن حکیم اور احادیث کا انگریزی
زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ وہ ضرور پڑھ لیتی ہیں۔ سو اس ترجمہ کی صحت میں بھی شک کی گنجائش باقی ہے۔ اور بعض خواتین
مذہب کے مقاصد کو بھی سمجھ لیتی ہیں۔ غیر مسلم کالجوں اسکولوں اور درسگاہوں سے تعلیم حاصل کرنے کی ایک وجہ مذہبی
درسگاہوں کی کمی بھی ہے بمشکل چند درسگاہیں مذہبی علوم کی ایسی ہیں جہاں متوسط اور غریب طبقہ کی لڑکیاں دینی تعلیم حاصل
کر رہی ہیں مثلاً علامہ راشد الخیری صاحب قبلہ کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تربیت گاہ بنات دہلی ہے یا مدرسہ بنات جالندھر۔
امید ہے کہ ان اداروں سے لڑکیاں صحیح معنی میں دختران اسلام ہو کر نکلیں گی لیکن یہ دو تین درسگاہیں آٹھ کروڑ مسلمانوں
کی بچیوں کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں۔ ان اسباب اور نئی تہذیب و مغربی تعلیم کے مضر اثرات کی وجہ سے آج کی مسلمان
عورت مذہب سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ اور مذہب سے بُعد خالی خطرہ سے خالی نہیں قومی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے
بچہ کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ اور وہ اسی سے تربیت پا کر اعلیٰ وادنیٰ اطوار کا مالک ہوتا ہے۔ مگر جب ماں
تعلیم یافتہ ہو یا جاہل لیکن مذہب سے ناواقف ہو۔ تو وہ بچہ کو کیا دینی تعلیم و تربیت دے سکے گی اور مذہب سے کیونکر
واقف کرائے گی۔ جبکہ وہ خود واقف نہیں اور اسلامی آداب و اصول سے یکسر کوری ہے۔ یہی سبب ہے کہ آج
ہم قعر مذلت میں گرتے جا رہے ہیں۔ بچہ ماں کی گود میں مذہبی کہانیاں قصے نہیں سنتا۔ اور ابتدا میں مکمل طور پر اس کو
مذہبی تعلیم نہیں ملتی۔ اس کا گھر اسلامی گہوارہ نہیں ہوتا۔ غیر اقوام کے آداب اصول و ضوابط زندگی میں والدین کو ڈوبا ہوا
پا کر بچہ خود اسی پر عمل کرتا ہے۔ آج بھی وہی اسلام ہے۔ جو تیرہ سو برس پیشتر تھا۔ اس کے اصول و ضوابط قطعاً وہی
ہیں جو تیرہ سو برس پہلے حضور اکرم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کئے تھے۔ ان میں خدانخواستہ ذرا بھی تنسیخ و ترمیم نہیں ہوئی

لیکن اب حضور اکرم نبی صلعم کے غلاموں اور لونڈیوں کی حالت زبون کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ عمل نہیں رہا مذہب سے ناواقفیت ہے دوسری قوموں کی اندھی تقلید ہے۔ آج کی ہندوستانی مسلمان عورت اس مبارک زمانہ کی مسلمان عورت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قرون اولی میں عورتوں نے اسلام کی کیسی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں جن پر آج تک مسلمانوں کو فخر ہے۔ بلکہ مذہب کی سچی پرستار خواتین کی عظیم الشان مذہبی خدمات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ اور حشر تک ان کے نام اسی عزت حرمت و سربلندی اور احترام کے ساتھ زندہ رہیں گے۔ یہ صرف ان کی مذہب پرستی تھی جو انہیں قیامت تک کے لئے زندہ کر گئی۔ مگر آج ہندوستان کی مسلمان خاتون مذہب کے لئے کیا کر رہی ہے؟ تبلیغ واشاعت اسلام میں اس کا کتنا حصہ ہے؟ افسوس کچھ بھی نہیں۔ وہ تو اپنے جہل نادانی اور بے علمی کے سبب مذہب سے بہت دور جا پڑی۔ تعلیمی ابتدا قرآن حکیم سے تو ہوئی لیکن طوطے کی طرح رٹ کر آہ وہ مذہب کو بھی نہیں پہچانی۔ اور ابتدائی حالت میں وہ ایسی تعلیم میں ڈالدی گئی۔ جس نے کسی مذہب وملت کو کوئی عزت ووقعت نہیں دی۔ اور نہ اس کی اہمیت کو بتایا۔ خود سری وآزادی پیدا کردی۔ اور ملت ومذہب کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ وہ خدا کا حکم ہے جس نے تیرہ سو برس پہلے متنبہ کردیا تھا کہ خدا بھی اسی کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرے۔ جو اپنی مدد آپ نہ کرے اللہ بھی اس کا ساتھی نہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ ہماری بہنیں آنکھیں کھولیں اور مذہب کو پہچانیں۔ اور اس پر عمل کریں بلکہ بچوں کو ابتدا ہی سے مذہبی اعلیٰ تعلیم اپنی زبان میں دیں۔ اس کے بعد انہیں دنیا کے کل علوم سکھادیئے جائیں اور نقش اولین ایسا ہو کہ کسی علم سے بھی زنگ آلود نہ ہو سکے۔

یاد رکھیئے قرآن کریم ہی ہمارے لئے شمع راہ ہے ہم اسے چھوڑ کر سیدھے راستہ سے بھٹک گئے۔ لیکن اس کے خلاف دوسری اقوام قرآن حکیم بتائے ہوئے اصولوں پر عمل کررہی اور عزت وآرام پا رہی ہیں ہم اگر اسی مقدس کتاب کو اپنا لائحہ عمل قرار دیں اور اس کا ہر حکم بجالائیں تو وہ ہمیں پھر وہی منور راستہ دکھادے۔ جسے پاکر اسلاف معراج کمال پر پہونچے تھے۔

شوکت جہان بھوپال

بقیہ صفحہ ۳۴

اے مسلماں کیا تری غیرت کو یہ منظور ہے — مہر عالم تاب بن جائے ترے گھر کا دیا
دیکھتی ہے میری چشم دوربیں انجام کو — حق یہ ہے انجام آتا ہے نظر اپنا برا
ہے ابھی سے ہم کو لازم سوچنا اس کا علاج — بن نہ جائے یہ مرض آخر کو درد لا دوا

چھوڑ دینا چاہیئے ہم کو یہ موجودہ روش
درس دینا چاہیئے اسلام کے اخلاق کا

سید محمود حسن کیتھل

تعلیمِ نسواں میں لغزش

دشتِ بے برگ و گیاہ میں اک مسافر بے نوا
کر رہا تھا جستجوئے چشمۂ آبِ بقا

ایک مدت تک رہا مصروفِ سعی و جستجو
پر کہیں لیلائے مقصد کا نہ پایا نقشِ پا

ایک طوفانِ امید و بیم کو دل میں لئے
در بدر صحرا بصحرا عمر بھر بھٹکا کیا

زندگی کے آخری لمحوں میں بر آئی امید
جب کسی نے رحم کھا کر راستہ بتلا دیا

ماندہ و معذور و خستہ تن قریب المرگ تھا
بعدِ صد دقت کنارِ آب پر آخر گیا

حاصلِ ہستی کو پا کر ہو رہا تھا باغ باغ
جام ہاتھوں میں لیا منہ سے لگایا پی گیا

بدنصیبی پر مگر اس کی تھی قسمت خندہ زن
تھا ہلاہل جس کو سمجھا تھا وہ آبِ جانفزا

غور گر کیجئے تو اپنے پر ہے صادق یہ مثل
شہد کے بدلے جنہوں نے زہر لے کر پی لیا

مدتوں تعلیمِ نسواں سے رہے ہم بے خبر
آخرش تعلیم دی دنیا نے جب منوا لیا

بدنصیبی نے مگر چھوڑا نہ ساتھ اپنا کہیں
یاں بھی مسلم سے زمانہ چال اپنی چل گیا

تھا دماغوں پر مسلط نشۂ تہذیبِ نو
قومِ انگلش کا تتبع ہر جگہ مقصود تھا

ہم نے اپنی لڑکیوں کو بھی وہی تعلیم دی
جس کا مقصد کچھ نہیں روزی کمانے کے سوا

بیٹیوں کو بے خطر بھیجا مشن اسکول میں
ہاتھ میں غیروں کے ان کی تربیت کو دے دیا

حامیٔ قرآن کی بیٹی بھی وہاں جانے لگی
یاد کرنا لازمی تھا جس جگہ انجیل کا

سب سے پہلے دیکھنا لازم تھا پر دیکھا نہیں
ہے معلم کون ان کا اور کون اخلاق کا

صحبتِ بد میں برائی سے نہیں بچتا کوئی
بے شبہ ہوتا ہے انسان پر اثر ماحول کا

دیکھ کر استانیوں کی فیشن ایبل زندگی
لڑکیوں کو بھی لگی تہذیبِ مغرب کی ہوا

ہو گئی مشرق کی سادہ زندگی خواب و خیال
وہ قناعت کا سکوں فیشن پہ صدقے ہو گیا

راس آسکتی نہیں ہم کو کبھی یہ زندگی
رہ کے ٹوٹے جھونپڑے میں خواب محلوں کا بھلا

اس روش سے ہو نہیں سکتی امیدِ سودِ قوم
ناموافق ہے مسلمانوں کو یہ آب و ہوا

ہو چکا ہے بیشتر اطوار پر اس کا اثر
روحِ ایماں کر نہ دے مسموم زہریلی فضا

(باقی اشعار صفحہ ۳۳)

لندن سے خط

عزیزہ محمدی بیگم جو ۱۹۳۳ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے امتحان بی اے میں اول نمبر پر کامیاب ہوئی تھیں اپنے شوہر مسٹر جمیل حسین ایم اے علیگ سویلین حیدرآباد دکن کے ہمراہ سرکاری وظیفہ پر اعلیٰ تعلیم کی غرض سے آکسفورڈ گئی ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ قیصری بیگم صاحبہ جو شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نواسی اور عصمت کی قدیم مضمون نگار ہیں ہمیں محمدی بیگم صاحبہ کے خطوط بغرض اشاعت بھیج رہی ہیں۔ ہم ایک خط ان کی شکریہ کے ساتھ اس پرچہ میں شائع کرتے ہیں باقی خطوط آیندہ اشاعتوں میں اوراق عصمت کی زینت بڑھاتے رہیں گے۔ ایڈیٹر

میری پیاری اماں جان۔ آداب عرض ہے خدا کا شکر ہے کہ سفر تمام ہوا۔ جہاز کا سفر بہت اچھی طرح گذرا۔ بڑی بات یہ تھی کہ جس بات کا ڈر تھا۔ یعنی یہ کہ جہاز میں چکر آتے ہیں اور متلی ہوتی ہے اس سے تمام سفر محفوظ رہی۔ پورٹ سعید گذرنے کے بعد ہم لوگ بحر قلزم میں داخل ہوئے سنا جاتا تھا کہ یہ سمندر بہت بڑا ہے اور اکثر سخت تلاطم رہتا ہے تقریباً پانچ دن اس سمندر میں بھی چلنا تھا۔ جہاز سے اترنے سے ایک دن پہلے یعنی جمعرات کو آج ہی کے دن سمندر میں سخت تلاطم رہا میں نے دیکھا تو نہیں لیکن ایک اور بیوی سے سنا کہ پہاڑ کے برابر برابر بعض موجیں تھیں۔ ناشتہ کرکے آئی تو سخت چکر آئے صرف اوسی دن تین مرتبہ مجھے استفراغ ہوا۔ اور کھانا بھی نہ کھایا گیا۔ دوسرے دن صبح کو مارسیلز پر اتر گئے۔ مارسیلز پر کوئی ساڑھے سات بجے جہاز میں ناشتہ وغیرہ کرکے اترے۔ یہ بندرگاہ بہت بڑی ہے سینکڑوں جہاز چھوٹے بڑے کھڑے تھے۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ دلی کا اکتوبر نومبر کا سا موسم تھا۔ سب لوگ فرانسیسی زبان میں بات کرتے تھے۔ قلی مزدوروں سے لے کر امیر اور غریب گورے تھے۔ صرف لباس کا فرق تھا۔ یہاں سامان جو ہم ساتھ لائے تھے کچھ یوں ہی سا الٹ پلٹ کرکے دیکھا۔ اور پھر اجازت دے دی۔ اتفاق سے ہمارا ساتھ ایک صاحب کا ہوگیا۔ جو بنگالی ہیں ٹیگور کے سکریٹری۔ آکسفورڈ ہی جا رہے ہیں ہندو ہیں اور یہاں آئے ہوئے۔ ان سے بہت مدد ملی۔ ان کے ساتھ ہم نے ایک موٹر ٹیکسی لی۔ تھامس کک کے ہاں پہنچے اور کچھ روپیہ وغیرہ لے کر وہاں سے مارسیلز کے اسٹیشن پر وہاں ریل میں سوار ہوکر اوسی دن کوئی رات کے ۱۰ بجے پیرس پہنچے۔ پیرس میں بہت سردی تھی اور رات کا وقت تھا۔ اسٹیشن سے ایک ہوٹل پہنچے۔ اس کا نام ہوٹل لوٹیشیا ہے۔ بہت بڑا ہوٹل ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بڑا محلہ ہے۔ سات آٹھ منزلیں ہیں ہم ساتویں منزل پر تھے۔ لفٹ کے ذریعہ نیچے آتے تھے۔ ہمارا کمرہ بادامی رنگ کا تھا۔ اس کا فرنیچر بھی سب اوسی سے مشابہ تھا پردے اور اوڑھنے کے لئے جو اطلس کا لحاف سا تھا وہ اور کرسیوں کے گدے صوفے وغیرہ سب بادامی تھے۔ بہت شاندار کمرہ تھا۔ اور بجلی کے

ذریعہ سے گرمی کمرہ میں پہنچائی گئی تھی۔ ہوٹل کے سامنے ہی پیرس کا بینک تھا۔ جس دن مارسیلز پہنچے تھے اس سے کوئی دو دن پہلے مارسیلز میں شاہ سرویا فرانس کے ایک وزیر اور ایک اور شخص کا قتل ہوگیا تھا۔ ہم کو یہ خبر جہاز میں مل گئی تھی۔ جب مارسیلز پہنچے تو ہمارا خیال تھا قتل کی وجہ سے ممکن ہے کچھ گڑبڑ ہو مگر تعجب ہوا جب دیکھا کہ بالکل خاموشی سی ہے گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ جس دن ہم پیرس پہنچے اس کے دوسرے دن فرانس کے وزیر کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اکثر جگہ ماتمی جھنڈے لگے ہوئے تھے۔ پولس کے دستے بھی بہت سے پیدل اور سوار دکھائی دئے۔ جنازے کا جلوس بھی نکلا مگر ہم لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے نہیں دیکھ سکے۔ ہاں تو پیرس پہنچ کر چاء وغیرہ پی کر سو گئے۔ صبح کو ہوٹل سے نکلے۔ میں نے اپنا اور کوٹ خریدا کچھ گرم کپڑے برساتیاں وغیرہ لیں۔ جس دوکان میں ہم گئے تھے۔ پیرس کی تیسری بڑی دوکان تھی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ایک دوکان ہے۔ بلکہ معلوم ہوتا تھا کہ بیسیوں دوکانیں ہیں۔ ہر چیز کے خرید نے کا حصہ علیحدہ دوکان کی صورت میں کر دیا تھا۔ مثلاً کوٹ الگ ٹوپیاں الگ مردوں کا سامان الگ عورتوں کا الگ بچوں کا الگ۔ ہر چیز کے لئے الگ الگ دوکان پر جانا پڑتا تھا بیچنے والے بھی مختلف تھے۔ پیرس کا شہر بالکل نگارخانہ معلوم ہوتا ہے۔ کوئی عمارت چھ سات منزل سے تو کم نہیں۔ غرض ایسا شاندار شہر ہے کہ کیا کہیے۔ سیکڑوں موٹریں بسیں اور ٹرام کاریں دوڑتی رہتی ہیں۔ پیدل چلنا بہت مشکل ہے جب ہم خرید فروخت کر چکے تو دوکان کے منیجر نے کہا آپ لوگ اپنی تصویریں کھچوانی چاہیں تو کھچوا سکتے ہیں مفت کھینچکر آٹھ منٹ میں تیار کر دیں گے۔ ہم نے کہا اس سے بہتر اور کیا ہے چنانچہ فوراً ہماری تصویریں کھینچ لی گئیں اور آٹھ منٹ بعد صاف کرکے دے دی۔

پورٹ سعید میں تصویریں پانچ منٹ میں کھینچ کر دے دی تھیں مگر وہاں تصویروں کے دام لئے تھے یہاں مفت کھینچ دیں۔ خرید فروخت کے بعد گھر آئے۔ کھانا کھایا۔ کچھ آرام کیا پھر شہر دیکھنے کے لئے نکلے۔ لیکن جائیں تو کہاں۔ موٹر والے سے کس طرح کہیں۔ کیسے معلوم ہو کہ یہ عمارت کیا ہے زبان سے ناواقف تھے۔ بنگالی صاحب نے کہا تھا تھوڑے وقت میں شہر دیکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بس میں بیٹھ جاؤ جب بس سب جگہ ہو کر پھر اسی مقام پر آجائے تو اتر جانا چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور ٹکٹ چیکر جب آیا تو اس کو اشارہ سے سمجھایا کہ پھر ہم یہیں اتریں گے۔ نہ معلوم سمجھا یا نہیں۔ غرض اسی طرح سیر کرکے رات کو کوئی آٹھ بجے ہوٹل آئے۔ اور کھانے وغیرہ کے بعد سو گئے۔

پیرس اور فرانس میں ہر چیز بہت گراں ہے۔ مارسیلز پر جب ریل میں سوار ہوتے تھے تو دوپہر کے کھانے کے لئے ریل کی رسٹورنٹ کار میں گئے۔ فی آدمی کھانے کے پانچ پانچ روپے چارج کئے۔ مجھے پیاس لگ رہی تھی پانی کی ایک معمولی بوتل خریدی جیسے ہمارے ہاں شربت کی بوتل ہوتی ہے۔ بارہ آنے میں ایک بوتل دی صرف دو وقت میں ختم ہوگئی۔ یہاں انگور بہت عمدہ ہوتے ہیں اور خوشبودار۔ لیچی کی سی خوشبو ہوتی ہے۔ ناسپاتیاں بھی لاجواب ہوتی ہیں۔

پیرس سے تیسرے دن روانہ ہوئے۔ روانہ ہونے سے پہلے تھامس کُک کے گائیڈ کو ساتھ لے کر پیرس کی سیر کی۔ یہاں کی لائبریری اور کئی مشہور جگہیں چلتے چلتے دیکھ لیں۔ مگر یہ چیزیں ایسی ہیں کہ انسان فرصت سے دیکھے۔ ساڑھے ۱۲ بجے پیرس سے روانہ ہوئے ساڑھے تین بجے کیلے پہنچے یہاں سے جہاز [illegible] سوار ہوئے یہ بھی ایک بہت چھوٹا سا سمندر سمجھا جاتا ہے۔ بہت [illegible] مگر [illegible] عورتوں کے لئے ایک خاص کمرہ تھا جس میں ہر ایک کے لئے [illegible] ایک تکیہ رکھا ہوا [illegible] ایک ایک [illegible] نگرانی کے لئے تھی۔ بہت سی عورتیں اپنے اپنے بستر پر چت آنکھیں بند کئے لیٹی ہیں۔ [illegible] بہت ڈر لگا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ میں بھی اسی طرح سے آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی اور ڈر کے مارے آنکھیں نہیں کھولیں۔ خدا کا شکر ہے میری طبیعت مطلق خراب نہیں ہوئی۔ آس پاس سے اور عورتوں کے قے کرنے کی آوازیں آتی رہیں۔ ایک گھنٹہ بعد اسٹیمر ساحل انگلستان پر ٹھیرا۔ وہاں اتر کر [illegible] ساڑھے سات بجے شام کے لندن پہنچے روشنیاں جل چکی تھیں بارش ہو رہی تھی اور غضب کی سردی تھی [illegible] آج کل کے موسم میں یہاں نہیں ہوتی مگر کہیں قریب [illegible] برف باری کی وجہ سے اس قدر سردی پڑ گئی [illegible] اور نزلہ ہو گیا تھا لیکن دوا وغیرہ پی [illegible] اب اچھی ہوں۔ [illegible] معلوم ہوئی جو پیرس میں تھی مگر پھر بھی دل بہت گھبراتا ہے نہ معلوم کیسے دو سال گذریں گے [illegible] معلوم ہوتی یقین ہے آپ نے خط لکھ دیا ہوگا مجھے مفصل سب حالات سے اطلاع دیتی رہا کریں۔ اور دلی کے سب عزیزوں کی بھی خیریت لکھئے۔ اور سب کو آداب سلام و دعا لکھ دیجئے۔

آج ہم آکسفورڈ روانہ ہو رہے ہیں انشاء اللہ۔ یہاں کے کھانے سے ناک میں دم ہے۔ پرسوں ایک ہندوستانی ہوٹل سے کھانا کھایا تھا مگر زیادہ پسند نہیں آیا۔ مرغی کا سالن۔ بھنا گوشت۔ گاجر کا حلوہ۔ اچار۔ پلاؤ۔ چپاتی شامی کباب۔ مہنگا بھی بہت تھا۔ ایک پیچ دو آنے۔ ایک آم تو آنے۔ [illegible] آنے۔ اور ایک بھیجا چھ آنے خیال تو کیجئے دو آدمیوں کا کوئی آٹھ روپے کا کھانا ایک وقت کا ہو گیا۔ معمولی گوشت کے کباب خشک اگر آپ بھیج سکتی ہیں تو بھجوا دیجئے خدا حافظ۔

آپ کی بیٹی۔ محمدی

عصمت کی اشاعت میں کبھی ایک دن کی بھی دیر نہیں ہوئی خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ نہایت پابندی کے ساتھ ٹھیک ۳ تاریخ کو اور اگر ۳ کو اتوار ہے تو یکم تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے [illegible] وقت پر نہ ملے تو دس تاریخ کے بعد ۱۵ تاریخ تک خریداری نمبر کے حوالہ سے اطلاع دیدیں دوبارہ پرچہ بھیجدیا جائے گا۔ بعد میں ممکن ہے قیمتاً بھی نہ مل سکے

منیجر عصمت دہلی

سنگھاری چیزوں کا استعمال

اگر آپ پوری فیشن کرنا چاہتی ہیں تو سب سے پہلے اپنی صحت کا خیال رکھئے پھر کپڑے کا صحیح استعمال کیجئے اگر آپ موٹی ہیں تو آپ پر ساری یا کوئی کپڑا موزوں اور خوبصورت معلوم نہ ہوگا آج کل عام طور پر جسم بھدا ہو جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ جن بیویوں کے ملازم ہیں انہوں نے کام بالکل چھوڑ دیا ہے۔ کام کرنا اپنی بےعزتی خیال کرتی ہیں لیکن یہ خیال نہایت لغو ہے۔ اگر آپ اپنے گھر کے کام پر ایک نظر ڈال لیا کریں اور خود بھی کچھ کر لیا کریں تو کئی فائدے ہیں ایک تو یہ کہ آپ کی ورزش ہو جائے گی دوسرے ملازم کام ٹھیک کریں گے ایک بڑا فائدہ اور ہے وہ یہ کہ جب کام خود دیکھیں گی تو آپ کے شوہر کو شکایت کا موقع نہ ملے گا آپ ان کے دل میں گھر کریں گی کام کرنے سے آپ کا وزن کم رہے گا آپ کا جسم خوبصورت معلوم ہوگا۔ اگر باوجود محنت کے وزن کم نہ ہو تو ایک دوا میں کہوں گی وہ آپ استعمال کیجئے انشاء اللہ ضرور افاقہ ہوگا آپ سوال کریں گی کہ ایک شخص کیا کیا کام کر سکتا ہے تو آپ وقت مقرر کر لیجئے پھر آپ پابندی کے ساتھ ہر کام اچھی طرح کر سکتی ہیں۔ مثلاً صبح اپنے مذہب کے موافق خدا کی یاد کیجئے پھر ٹہلئے۔ اگر آپ کے پاس موٹر یا گاڑی ہے تو شہر سے باہر نکل جائیے جہاں سبز کھیت ہوں وہاں چہل قدمی کیجئے وہاں کی ہوا نہایت مفید ثابت ہوگی۔ نہیں تو گھر میں صحن یا باغ میں ٹہلئے پھر سات بجے سے آٹھ بجے تک اپنے سنگھار آرائش اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال میں صرف کیجئے آٹھ سے دس بجے تک دو گھنٹے شوہر اور بچوں کے کھانے کے اہتمام میں صرف کیجئے دس سے بارہ تک ڈاک دیکھئے جوابات لکھئے بارہ سے دو تک خود کھانے سے فارغ ہو کر آپ آرام کیجئے ۲ چار تک سلائی کیجئے چار سے پانچ تک بچوں کو دیکھئے ان کے کپڑوں کو ان کی پڑھائی کو پانچ سے سات تک سیر کے لئے جائیے سات سے آٹھ تک کسی کھیل سے دلچسپی لیجئے آٹھ سے نو تک اپنے رسالہ اخبارات دیکھئے اس کے بعد کھانا کھا کر سارے دن کا حساب لکھئے اور پھر آرام کیجئے اگر آپ اس طرح پابندی کریں گی تو ہر کام بخوبی انجام دے سکیں گی کافی آرام اٹھائیں گی آپ کی صحت عمدہ رہے گی۔ گھر کا انتظام ٹھیک رہے گا۔ اب کپڑوں کو لیجئے میں نے بڑی بڑی فیشن ایبل بہنوں کو دیکھا ہے کہ وہ کبھی کپڑے کا صحیح استعمال نہیں کرتیں بلکہ جو اپنے کو اچھا لگا وہی پہن لیا خواہ وہ وقت کی مناسبت سے ہو یا نہ ہو اور یہ غلطی اور بدمذاقی محض کاہلی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ملازمہ نے جو نکال کر رکھ دیئے وہ پہن لئے اگر آپ خود اپنے کپڑوں کا خیال رکھیں تو آپ کے کپڑے زیادہ دیر تک ٹھیک رہ سکتے ہیں کپڑا ٹھیک نہ رکھنے سے یا شکنیں پڑ جانے سے بے آب ہو جاتا ہے لہذا یہ کام خود دیکھ کر بہتر ہو سکتا ہے جن بہنوں کو صحیح استعمال نہیں معلوم وہ مجبور ہیں لیکن وہ ان لوگوں سے بدرجہا بہتر ہے جن کو آتا ہے لیکن نہیں کرتیں کپڑوں کو پہنتے وقت خیال رکھئے کہ کہیں سے

روپہلا نہ ہو شکنیں نہ ہوں بالکل صاف لباس ہو یہ نہیں کہ جب ریشمی ساریاں یا کپڑے ہوں جب ہی آپ خیال رکھیں
نہیں آپ سفید سوتی کپڑوں کے لئے بھی ایسی ہی احتیاط کیجئے۔ وہ آپ پر بہ نسبت ریشمی کپڑوں کے بہتر معلوم ہوں گے
آپ کی صفائی پسند طبیعت کا اظہار ہوگا دن میں پہننے کے کپڑے سادے ہلکے ہونے چاہئیں مثلاً پیازی بادامی آسمانی دھانی
انگوری۔ خاکی۔ فیروزی۔ یہ رنگ ہلکے اچھے ہوتے ہیں۔ خوبصورت معلوم ہوتے ہیں اگر بڑا مہینہ پڑ رہا ہے تو آپ
سفید کاسنی کاپوری انگوری رنگ استعمال کیجئے۔ پیرس لندن وغیرہ میں ہم نے دیکھا کہ سہ پہر کے وقت سفید رنگ خواتین
استعمال کرتی ہیں شب کو کھانے سے پہلے جہاں تک بھاری چمک دار گہرے رنگ ہو سکیں پہنئے آپ کو خود اچھے معلوم
ہوں گے رات کو خاص کر سرخ اور سیاہ نیلا پہنئے یا ملوا۔ تگ جس میں کامدانی یا کارچوب یا کوئی بھی چمک دار کام ہو بہت
ہی کیف آور اور خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔ آپ کپڑوں کا صحیح استعمال کرکے دیکھئے آپ کو خود اپنے برے کپڑوں
کی ہی قدر ہوگی۔ رات سنڈن پیرس میں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ہر عورت بذات خود خوبصورتی کا مجسمہ ہوتی ہے۔
ایک ایک کمرہ دلہن کا کمرہ معلوم ہوتا ہے یہ سب صحیح استعمال کا نتیجہ ہے۔ برعکس اس کے ہندوستان میں دن کو تو
جس قدر بھاری کپڑے ہوں گے پہنے جاتے ہیں۔ اور شب کو ہلکے جس سے کوئی خاص خوبصورتی نہیں معلوم
ہوتی۔ فیشن کیجئے تو ایسا تو کیجئے کہ چار لوگ ہم پر نہ ہنسیں اور انہیں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ دوسرے کے فائدے
اختیار کرکے نبھا نہ سکیں اگر نہیں کئے تو بہتر ہے اگر کئے ہیں تو مکمل کیجئے اور یاد رکھئے صفائی دنیا میں بہترین چیز ہے لہذا
ان طریقوں کو اختیار کیجئے جن میں آپ کا کوئی نقصان بھی نہ ہو اور آپ کے لئے سود مند اور دوسرے کے لئے
بھی مفید ثابت ہو یورپ کی عورتوں کو دیکھئے بڑی بڑی نواب زادیاں جن کے سینکڑوں ملازم ہیں اپنے ہاتھ
سے کچھ نہ کچھ کئے جاتی ہیں اپنا وقت خالی بے کار باتوں میں ضائع نہیں کرتیں آپ کو پہلے وقت کی پابندی سخت
معلوم ہوگی لیکن جب عادی ہو جائیں گی تو آپ کو خود ہی اس کا فائدہ معلوم ہوگا اگر آپ اپنے روزانہ کام کی ایک
فہرست بنا کر اس پر پابندی سے کاربند ہوں تو آپ کو بہت زیادہ آسانی ہوگی۔

موٹاپے کا علاج:۔ صبح کو ناشتہ سے پہلے تین چار کے چمچے شہد کے لیجئے ایک گلاس تازہ پانی آدھے لیموں
کا تازہ عرق ملا کر پی لیجئے اس کے آدھ گھنٹے بعد چاء وغیرہ پی لیجئے ایک دو ماہ ایسا کرکے دیکھئے فائدہ ہوگا۔
یہ آزمودہ بہت مجرب نسخہ ہے۔ اگر شہد نیم کے چھتہ کا مل سکے تو بہت بہتر مفید ہوگا۔

اگر آپ بہت دبلی ہیں تو بہت برا ہے ایک کمزوری دوسرے جسم ناموزوں لہذا آپ علاج کیجئے کہ جسم درمیانی
درجہ کا ہو جائے اور سڈول رہے دبلے ہونے سے بیماری ٹپکتی ہے اور رنگ وغیرہ میں بھی فرق رہتا ہے۔

موٹے ہونے کا علاج:۔ مغز بادام۔ مغز اخروٹ خشخاش نشاستہ گندم ایک ایک چھٹانک۔ سونٹھ
سیاہ مرچ کتیرا ہر ایک دو دو تولہ ملا کر اس کے چھ حصہ کر لیجئے جو چھ روز کے لئے کافی ہوں گے ان کو

ڈچز آف کینٹ

شاہزادی مرینہ جو اب ڈچز آف کینٹ کے خطاب سے مشہور ہیں ہمارے بادشاہ اور ملکہ معظمہ کے چھوٹے شاہزادے کی دلہن ہیں۔ اُن کی شادی حال میں ۲۹ - نومبر کو نہایت تزک احتشام سے انجام پائی ۔ اور چونکہ ایک عرصہ دراز کے بعد یہ ایک شادی شاہی طریقہ پر رچائی گئی اس لئے اس تقریب میں سارے انگلستان نے نہایت خوشی منائی منگنی ہونے کے بعد کئی ماہ سے اس کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر کیا جا رہا تھا اور خاص کر ایک ہفتہ تک ۲۱ نومبر سے ۲۹ تک جشن منایا گیا سینکڑوں لوگ صرف دولہا اور دلہن کو دیکھنے کی غرض سے غیر ممالک سے میلوں کی مسافت طے کر کے لندن آئے اور ہندوستان میں بھی بذریعہ تار برقی تمام شادی کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے ہزاروں لوگ منتظر تھے اور شام کو ۲۹ - نومبر کو ہزاروں کان تار برقی پر لگے ہوئے تھے کیونکہ سب کو یہ معلوم کرنے کی خواہش تھی کہ شاہی جوڑے کی شادی کی رسوم کیونکر انجام پائی اور تمام رسالے اور پرچے شاہزادی میرینہ کی تصاویر سے مزین تھے اور ان کے حالات زندگی سے بھرے پڑے تھے ۔ دنیا کے ہر گوشہ سے دولہا دلہن کو تہنیت و مبارکباد دی گئی ۔

ڈچز آف کینٹ صرف بادشاہ کی بہو ہی نہیں ہیں بلکہ ان کا سلسلہ نسب دو شاہی معزز خاندانوں سے ملتا ہے اُن کے والد پرنس نکولس شاہ جارج اول والی یونان کے چھوٹے فرزند اور ملکہ الگزینڈرا کے حقیقی بھتیجے ہیں اور ہمارے بادشاہ کے سگے ماموں زاد بھائی ہیں اور ڈچز کی والدہ زار روس کے گھرانہ سے تعلق رکھتی ہیں یعنی الگزینڈر زار آف روس کی پوتی ہیں۔ شادی کے قبل گرینڈ ڈچز آف ہلینی کے نام سے مشہور تھیں اور اپنے زمانہ کی حسین ترین خواتین میں شمار کی جاتی تھیں ۔

اُن کے یہاں تین شاہزادیاں پیدا ہوئیں اول شاہزادی اولگا جو پرنس پال سے بیاہی گئیں جن سے شاہزادہ جارج سے گہری دوستی ہے۔ دوسری شاہزادی الزبیتھ اور تیسری شاہزادی مرینہ جنکی پیدائش ۱۹۰۶ء میں ہوئی۔ ان تینوں بہنوں میں آپس میں نہایت اتفاق و اتحاد ہے اور ہر مجلس سیر و تفریح میں تینوں ساتھ شریک ہوتی ہیں - اگرچہ ڈچز آف کینٹ کا موجودہ قیام پیرس میں تھا لیکن وہ اکثر اپنی بڑی بہن پرنسس پال کے ہمراہ لندن جایا کرتی تھیں اور اس وجہ سے شاہزادہ جارج سے بھی اکثر ملاقات ہوتی - ڈچز آف کینٹ کا بچپن زیادہ تر ننھیال یعنی روس میں گزرا۔ جہاں وہ اپنی نانی یعنی گرینڈ ڈچز آف ولیمو کے ہمراہ رہا کرتی تھیں ۔ ایک مرتبہ جب وہ نہایت کمسن تھیں اپنے والد کے ہمراہ قسطنطنیہ گئی تھیں - سلطان عبدالحمید مرحوم نے ان کی پیاری بھولی صورت کو دیکھکر کہا کہ یہ انسان نہیں معلوم ہوتی بلکہ فرشتہ ہے۔ اس کے کچھ دنوں کے بعد جبکہ وہ ناسمجھ ہی تھیں تو ان کے چچا کونسٹانٹن شاہ یونان تخت سے اتار دئے گئے

اور اس وجہ سے اُن کے والدین بھی شاہ کونسٹائین کے ساتھ جلا وطن کر دیے گئے۔ چونکہ یہ ڈچز آف کینٹ کی تعلیم کا زمانہ تھا اس لئے اُن کے والدین نے اُنہیں پیرس بغرض تحصیل علم بھیجدیا تاکہ انہیں اعلیٰ تعلیم ملے۔ شاہزادی موصوفہ کا رجحان طبیعت مصوری پر تھا اور اُن کے والدین نکولس بھی ہمیشہ مصوری سیکھنے کی ترغیب دیا کرتے۔ کیونکہ وہ اعلیٰ درجہ کے مصور و نقاش ہیں اور ۱۹۳۱ء میں انہوں نے ایک نمائش کھولی تھی جس میں صرف اپنی بنائی ہوئی تصاویر پینٹری وغیرہ دکھا کر پبلک سے خراج تحسین وصول کیا تھا۔ چنانچہ ڈچز کو بھی علم مصوری میں عبور حاصل ہے۔ پرنس نکولس کو اپنے والد کی طرح زبان انگریزی سے انس ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی لڑکیوں کو طفولیت ہی سے انگریزی اناگورنس کے حوالہ کیا تاکہ اُن کی نگہداشت و تربیت انگلینڈ کی شہزادیوں کی طرح ہو اور اس وجہ سے پرنس مرینہ کو علاوہ اور متفرق زبانوں کے انگریزی میں بھی کافی دستگاہ ہے۔

پرنسس نکولس والدہ شاہزادی مرینہ چونکہ خود بھی ایک خداترس مخیر رحم دل اور فیاض خاتون ہیں غرباپرور کا مادہ اُن کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کا بھرا ہے اس لئے انہوں نے اپنی لڑکیوں کو بچپن ہی سے ہمدردی فیاضی انکساری کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ہماری شہزادی ظاہری حسن و جمال کے علاوہ ان تمام باطنی خوبیوں سے بھی آراستہ ہیں جو ایک باوقار شہزادی کے شایاں ہے۔ اور ان کی ان خوبیوں اور اعلیٰ صفتوں کے سبب سے شہزادہ جارج نے انہیں اپنی شریک حیات بنانے کے لئے منتخب کیا اور انہیں اس کا موقع ملا جبکہ وہ اپنے دوست پرنس پال کے یہاں یوگوسلافیہ میں تعطیل منانے کو گئے تھے اور وہاں شہزادی بھی اپنی بہن بہنوئی کی مہمان تھیں۔ شاہزادہ جارج نے ہر طرح سے اُنہیں اپنے موافق پایا۔ اور والدین سے اجازت لیکر شادی رچائی۔ شاہزادی مرینہ کو اپنی بہنوں کی طرح کھیل سے بھی نہایت دلچسپی ہے اور وہ اکثر اس میں شریک ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ نہایت زندہ دل اور باذاق خاتون ہیں۔ غرض ڈچز آف کینٹ ایسی شائستہ و مجسم تہذیب اخلاق خاتون ہیں جو ہر طرح سے ہماری ملکہ معظمہ کی بہو بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس شاہی دولہا دلہن کو آباد رکھے۔

قیصرہ بیگم کلکتہ

گانا

۹ سال سے ۵۳ سال کی عمر تک کے ۲۲۲ گویوں کے گلے کا امتحان کیا گیا ان کے سینے بہ نسبت اُن لوگوں کے جو نہیں گاتے زیادہ چوڑے تھے۔ گانے والوں کے سینے کشادہ ہوتے ہیں۔ پھیپھڑوں کے لئے گانا نہایت مفید ہے۔ دق میں گرفتار ہونے سے گانا روکتا ہے۔ سینا چوڑا کرنے اور سانس بڑھانے کے لئے گانا بہترین ورزش ہے۔ گانا کھلے میدان میں زیادہ بہتر ہے بہ نسبت ایک بند کمرے کے۔ کیونکہ پھیپھڑوں کو صاف اور تازہ ہوا پہنچتی ہے۔

مرحومہ حمیدہ خانم ام۔ اے

باغبانی

جن بہنوں کا بیکاری کی وجہ سے اکثر جی گھبراتا ہے اور دل بہلانے کے لئے کوئی شغلہ نہیں ملتا اُن کے لئے سب سے بہتر اور دل خوش کن شغلہ باغیچہ کا کام ہے۔ اور یہ ایک عمدہ ورزش بھی ہے۔ اس لئے بہنیں اپنے مکان کے ساتھ ایک چھوٹا سا باغیچہ لگائیں اور اس میں چند گھنٹے کام کریں اور باغ کی پُرسکون فضا اور مناظرِ قدرت سے حظ اُٹھائیں۔ میں اپنی واقفیت اور چند کتابوں کی مدد سے باغیچے کے متعلق چند اصول لکھتی ہوں۔

باغیچہ کے لئے موزوں جگہ۔ اگر کھلی زمین مکان کے سامنے کی طرف ہو تو باغیچہ بناتے وقت گاڑی کے لئے رستہ نم کھاتا ہوا چھوڑنا چاہیئے۔ اور باقی زمین پر سایہ دار درخت اور خوشبودار پھولوں کے پودے دیواروں سے ۴ا فٹ کا فاصلہ چھوڑ کر لگانے چاہئیں۔ پھولوں کی کیاریاں خوبصورتی سے لگائی جائیں۔ اور برآمدے کے ستونوں پر بیلیں چڑھائی جائیں۔ لیکن اگر پائیں باغ بنانے کے کافی جگہ ہو تو اس میں گاڑی خانہ مویشی خانہ اور بیڈمنٹن کورٹ بھی بنایا جائے۔ اگر ساری زمین میں ہی باغ لگانا ہو تو اس کے لئے یہ سوچنا پڑے گا کہ کیاں کہاں روشیں۔ گھاس اور پھولوں کی کیاریاں بنائی جائیں اور کتنی زمین سبزی ترکاری کے لئے چھوڑی جائے۔ لیکن اگر زمین تھوڑی ہو تو صرف ایسے پھول جو کمروں کو آراستہ کرنے بالوں کے آراستہ کرنے اور دوستوں کو تحفہ دینے کے کام آئیں لگانے چاہئیں۔ علاوہ ازیں چند ایسی ترکاریاں جو روزمرہ کے استعمال کی ہوں۔

باغ کی مٹی اور زمین تیار کرنا۔ اس کے بعد ہمیں کھاد کے متعلق غور کرنا چاہیے۔ اگر خوش قسمتی سے باغ کی مٹی سرخ ہو تو اس کے ساتھ ریت کھاد گلے سڑے پتے وغیرہ ملانا ایک اچھی کھاد ہوگی۔

کھاد بنانے کا طریقہ۔ باغ کے احاطہ میں ایک طرف ایک گڑھا کھود کر گھر کا تمام کوڑا کرکٹ اور گوبر اور گلے سڑے پتے ڈال کر اوپر صاف مٹی ڈال دینی چاہیئے۔ اعلیٰ قسم کی کھاد تیار ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں جلی ہوئی راکھ۔ گھاس۔ پسا ہوا کوئلہ ناریل کی چھال بنولوں کی کھلی۔ نمک۔ شورہ۔ پسی ہوئی ہڈی بھی کھاد کا کام دیتی ہیں۔ صابن کا جھاگ بھی پودوں اور زمین کو صاف کرکے قوت دیتا ہے۔

پھر زمین کو ڈیڑھ فٹ گہرا کھود کر کئی ہفتوں تک ہوا اور دھوپ میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ پھر مٹی کو خوب ملا کر پکی ہوئی ہوئی کھاد ڈال دینی چاہیئے۔ کھاد ڈالنے کے لئے برسات سے کچھ عرصہ پہلے کا موسم بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ بارش کے پانی سے کھاد اچھی طرح جذب ہو جائے گی۔ مٹی اگر بھاری اور تہدار ہو تو اس میں ریت ملانی چاہیئے اور اگر زیادہ ہلکی ریتلی ہو تو سرخ یا چکنی مٹی ملاؤ۔ ایسے ہی کمزور زمین میں کھاد اور اگر کھاد زیادہ ہو تو چونہ ملاؤ۔

(باقی آیندہ)

کنیز محمد بیگم منشی فاضل

شرابی کی بیوی

ارعل پور۔ ۲۷۔ مارچ سنہ [illegible]ء

آما پیاری ــــــــ!

خط ملا۔ پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ تم ساس نند اور پتی دیوتا کے مظالم سہتے سہتے بالکل مرجھا گئیں۔ ہے ہے بھو ــــــ! یہ کون جانتا تھا میری آما ــــــ! شگفتہ دل آما اس قدر جلد مرجھا جائے گی۔ پیاری صبر و ہمت سے کام لو اگر تم نے ذرا بھی کم ہمتی دکھائی تو اس امتحان میں پوری نہ اترو گی اور بلبل زندگی اپنی جان کھو بیٹھو گی صبر و ہمت کا زیادہ حصہ عورت کے خمیر میں شامل ہے لیکن صرف صبر و ہمت سے کام نہیں چلتا بلکہ شوہر کو راہ راست پر لانے میں کوشاں رہا مناسب موقعہ کی تلاش میں رہو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آئے تو پسینہ کی جگہ خون بہا دو ممکن ہے تمہارے اس ایثار سے ان کا دل پسیج جائے اور وہ تمہیں چاہنے لگیں تمہاری دلچسپی کیلئے اپنی ایک سہیلی کا چشم دید واقعہ سپرد قلم کرتی ہوں کہ کس طرح اس نے گمراہ شوہر کو اپنا بنا لیا۔

آج سے چار سال قبل کا ذکر ہے گرمی کا موسم تھا سورج افق میں بیٹھ چکا تھا۔ آسمان پر شفق پھول رہی تھی۔ پدما کھڑکی کے پاس کھڑی باہر کی طرف جھانک رہی تھی وہ کبھی آسمان کو دیکھتی اور کبھی سڑک پر ہجوم میں کسی کو تلاش کرتی اس کی زندگی شام کے دھندلے کی طرح دھندلی تھی۔ شفق کی سرخی اس کے بکھرے ہوئے بالوں کو رنگین بنا رہی تھی کھڑکی کے پاس کچھ دیر تک وہ بے حس و حرکت کھڑی رہی پھر وہ اس طرح چونکی گویا خواب دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھ کھل گئی ہو وہ کہنے لگی "دکھی کی بات سسرال میں کون پوچھتا ہے سب بنے سکھ کے میت ہیں وہ پھول جو لب سڑک پڑا ہو کوئی اس کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا بلکہ کچلتے ہوئے نکل جاتے ہیں"۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں نا گہاں کسی نے گرجدار آواز میں پکارا "پدما ــــ! ارری او پدما!" اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے۔ اس نے اپنا پھٹا ہوا دامن آنکھوں پر رکھکر بھرائی ہوئی آواز میں کہا ــــ "کیا ہے ماجی؟"

ماجی نے درشت لہجے میں کہا "کیا ہے تیرا سر یہاں کیا بڑبڑا رہی ہے مردار؟" دل کے ساگر کا بند ٹوٹنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے ایک نظر ساس پر ڈالی۔ "نہیں جب دیکھو آنکھوں میں آنسو۔ دونوں وقت مل رہے ہیں اور رو رہی ہے تیرے ہی بھاگ سے تو اس گھر کا ستیاناس ہو رہا ہے"

"ماجی رونا تو دل سے تعلق رکھتا ہے" بیچاری بہو بولی۔ "چل منہ نہ چلا چڑیل! گھر کا کام کاج بھی کیا ہے نہیں جا سرلا کو کھانا دیکر آ۔"

پدما باورچی خانہ سے کھانا نکال کر سرلا کے پاس گئی وہ لاڈلی ناک بھوں چڑھا کر نوالا حلق سے اتارتے ہوئے بولی "بیچاری نے یہ پوریاں تلی ہیں لکڑی کی طرح سخت اور یہ سبزی پکائی ہے کڑوی بدمزہ گویا ماں باپ نے کچھ سکھایا ہی نہیں اس سے بہتر تھا کہ وہ سل بٹا جہیز دیتے جو مصالحہ پیسنے کے تو کام آتا۔" بیچاری بہو نند کے طعن و تشنیع سن رہی تھی کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی۔

پدما نے دریافت کیا "کون ہے"؟ ساس آگ ہو کر بولی۔ "ایسی ہی تو راج رانی ہے کہ ذرا دروازے تک جایا بھی نہیں جاتا!" اس کا نازک دل جواب دینا چاہتا تھا لیکن ہمت نہ پڑی بند سوئچ کلی کی طرح دل ہی دل میں جلتی اس نے جا کر دروازہ کھولا تو دیکھا پتی دیوتا کھڑے ہیں۔ آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں اور منہ سے عفونت کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ امرناتھ نے آج خوب پی رکھی تھی۔

پدما محبت بھرے لہجہ میں بولی ــــ "پران ناتھ تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ جب دیکھو شراب کے نشے میں چور رہتے ہو"

"چل دور ہو بکواس نہ کر۔" بیچاری سہم کر چپ ہو گئی اس گھر میں کوئی اس سے محبت نہ کرتا تھا۔ ساس نند اور خود شوہر کی بدسلوکی سے اس کی طبیعت اداس اور ہر دم پریشان تھی ــــ شوہر کی جھڑکی سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ برتن مانجھنے میں اس طرح مشغول

ہوگئی گویا اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔

اچھا پدما رخصت! کیونکہ قصہ طویل ہے اور فرصت کم۔ لہذا میں اسے ایک نشست میں مکمل کرنے سے قاصر ہوں اور یہ کہ پتا جی کے کچہری سے آنے کا وقت ہو رہا ہے اور اُن کے لئے ناشتہ تیار کرنا ہے۔ کالی اور سدھا کو پیار۔ تمہاری کرن بالا

از جبل پور۔ ۲۰۔ اپریل ۳۳ء

پیاری اماں۔

تمہارا محبت بھرا خط ملا پڑھ کر میرے آنسو نکل پڑے۔ یہ افسانہ تمہاری غمگین زندگی کا ایک آئینہ ہے جس کی شکل ہو بہو اس میں نظر آ رہی ہے اس لئے میں اس کو جلد سے جلد مکمل کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔ پرماتما کی مصلحتوں کو کون سمجھ سکتا ہے اس افسانے کی ہیروئن کی طرح ممکن ہے تمہارے دن بھی پھر جائیں۔ لہذا میں بیکار باتوں میں وقت صرف کرنا نہیں چاہتی۔ ہاں سنو

صبح کے نو بج چکے تھے سورج کی کرنیں خوب تیزی سے چمک رہی تھیں۔ راستوں پر خوب چہل پہل تھی دنیا زندگی کے سانس لے رہی تھی لیکن امرناتھ بستر پر پڑے خواب غفلت میں مست تھے۔ ڈاکیہ آیا اور ایک خط دے گیا۔ پدما کا ہاتھ کام میں پھنسا ہوا تھا۔ سرلا خط لیکر سیدھی امرناتھ کے پاس پہنچی اور بولی "یہ دیکھو چڑیل کیسی ہماری بدنامی پر تلی ہوئی ہے۔ غضب پرماتما کا کہ اب خط بھی آنے لگے ہیں بھیا سے کہکر اس کو ضرور اس کا مزہ چکھاؤں گی"

امرناتھ کی خمار آلود نظروں کے سامنے سرلا نے وہ کاغذ ڈال دیا۔ رات کی شراب کا نشہ اُتر چکا تھا۔ اب غصہ کا نشہ سوار ہوا خط کی تحریر حسب ذیل تھی

از کلکتہ۔ یکم مارچ ۳۳ء

پیاری بیٹی! پیار ——! خط میں یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ تو بہت تکلیفوں میں ہے۔ امرناتھ شراب پینے لگے ہیں اور دکان کا دیوالہ نکلا چاہتا ہے یہ پڑھ کر میری روح ——۔ بیٹا تیری ماں کی روح کانپ گئی۔ لرز گئی۔ تقدیر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔ پرمیشور دیا کے ساگر میری پدما پر دیا کر۔ بیٹا ہمت سے کام لو دنیا میں ہمت کی قیمت ہے سمجھے اور امرناتھ کو پیار۔ تیری ماں درشنا"

"ہم بدنام! یہ خط پڑھ کر امرناتھ کی جتا لی بدل پڑ گئے۔ سرلا نے آگ پر اس طرح تیل چھڑکا کہ "تم ہی نے اسے سر چڑھایا ہے۔" میری عورت اور مجھ ہی بدنام کرتی ہے۔ دیکھوں یہ مردار جاتی کہاں ہے۔ یہ کہکر انہوں نے مارتے مارتے اس کو بے دم کر دیا۔ پھر نہانے چلے گئے جب نہا کر کپڑے پہننے آئے تو کپڑے ندارد۔ پدما کی پکار ہوئی وہ غریب مجرم کی طرح ہاتھ باندھے آ کھڑی ہوئی۔ "کپڑے کیوں نہیں نکالے؟"

اس نے نرم آواز میں کہا —— سرلا بہن جی کے لڑکے کے لئے دودھ گرم کر رہی تھی اگر پہلے اُن کا کام نہ کرتی تو وہ میری آدھی جان کھا جاتیں۔ بات منہ ہی میں تھی کہ سرلا آ پہنچی —— "کر رے چڑیل —— بھائی بہن میں بیر ڈالنا چاہتی ہے تیرے پیٹ میں پاؤں تھے یہ کون جانتا تھا۔ لیکن بھیا پر تیرا جادو نہیں چلے گا بھیا اسے میکے بھیج دو ہمارے کام میں اس کا جی نہیں لگتا"

"اچھا سرلا میں ایسا ہی کروں گا۔ کیوں ری تو مجھے بدنام کرنا چاہتی ہے۔ تو نے اپنی ماں کو یہ خط کیوں لکھا کہ میں شراب پیتا ہوں کیا یہی عورت کا فرض ہے"۔

"شوہر کے فرائض اور ذمہ داری کی تعلیم آپ مجھے اس منہ سے نہ دیجئے آپ کی راہ روی کے سوا اور کچھ میرا خیال ہو تو بھگوان مجھے اس کا بدلہ دیں گے۔ شوہر چاہے کیسا ہی ہو اس کی خدمت ہمارا فرض ہے لیکن دھرم شاستر میں یہ بات کہیں نہیں کہ ایک شرابی بدچلن شوہر کی داسی کو نصیحت کرنے کا بھی کوئی حق نہیں۔ یہ بہن جی جو آپ کے کان بھر رہی ہیں آپکی داسی ہیں یا میں۔ اسکو خود آپ سمجھ سکتے ہیں"

"یہ تو معلوم ہی ہو گیا کہ بھیا کی بدنامی پر کون آمادہ ہے"؟ "تو کیا میں انہیں بدنام کر رہی ہوں"

"میں شرابی ہوں —— بدچلن ہوں —— میں تجھے اچھا نہیں لگتا! چل دور ہو میرے سامنے سے" وہ آنچل سے آنسو

پوچھتی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی۔ امرناتھ دکان پر چلے گئے۔ سرلا شیخ کے گھمنڈ میں اس کا مذاق اُڑاتی رہی۔

اچھا رخصت۔ باقی بہ وقت فرصت۔ ہرساں حال کو سلام۔ "کرن"

از علی پور ۔ ۸ ۔ مئی [illegible]

پیاری ــــــــــ! تمہارے کئی خط آئے لیکن میں اپنی طویل علالت کی وجہ سے جواب نہ دے سکی۔ بہن میں ایسی سخت بیمار پڑی کہ جان کے لالے پڑ گئے۔ زندگی ہی کی توقع نہ تھی۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ اپنے پرائے سب عیادت کو آئے لیکن ایک تم ہی نہیں آئیں تو میری امّاں کی نہیں آئی۔ بہن برا نہ ماننا یہ دوستانہ طریقہ پر میں نے گلہ کر دیا۔ میں تمہاری مجبوری سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میری علالت میں تمہارے خطوط نے مسیحائی کا کام کیا۔ قصہ مختصر میں اپنا وعدہ پورا کر رہی ہوں سنو! غالب نے امرناتھ کے کیا حسب حال شعر کہا

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

امرناتھ پدما کو مار پیٹ کر ابھی ابھی دکان آ بیٹھے تھے کہ اُن کے ایک دوست آ دھمکے۔ مزاج پرسی کے بعد امرناتھ نے پوچھا "کہو بھئی اُداس کیوں ہو آج؟" "آپ تو جانتے ہی ہیں۔ آپ تو عزت بچانا مشکل ہو گیا۔ نقد تو سود کے لئے گیا۔ شراب والے نے ڈگری کرالی ہے اس کے پانسو روپے ایک ہفتہ کے اندر نہ دے سکا تو دکان قرق ہو جائے گی۔ اب تم ہی کسی طرح میری عزت بچاؤ۔"

"کیسے بیوقوف ہو؟ ماں بہن اور پدما کے پاس کچھ نہ کچھ ضرور ہوگا اُن سے مانگ لو۔ کچھ نہیں تو ان کے زیورات ہی فروخت کر کے قرض چکا دو۔"

امرناتھ جیسی کو اپنا مخلص دوست سمجھتے تھے اُس کے منہ سے یہ الفاظ سنکر دوبارہ انہوں نے امداد کی درخواست نہ کی۔ چنانچہ ماں بہن اور پدما کو کل کیفیت سنا کر کہا اس وقت کسی طرح میری عزت بچالو۔ آئندہ کے لئے میں شراب سے توبہ کرتا ہوں۔

سرلا آنکھیں مٹکا کر بولی "ہمیں کیا پڑی ہے کیوں اُڑایا روپیہ شراب میں"۔

امرناتھ نے محبت بھری نظروں سے پدما کی طرف دیکھا اس نے بھی نظریں نیچی کر لیں۔ امرناتھ مایوس ہو کر اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئے تھوڑی دیر بعد پدما کمرے میں داخل ہوئی اور اُن کے قدموں میں بیٹھ کر بولی "پران ناتھ، تم اُداس ہو میں تمہاری داسی ہوں تمہارے غم کی شریک گو تم نے کبھی ایسا نہیں سمجھا۔ تم اتنے اُداس اور متفکر ہو یہ زیورات میرے نہیں ہیں۔ بلکہ تمہارے ہیں انہیں فروخت کر کے قرض اُتار دو تمہاری ایک مہر کی نظر ہی میرے لئے ان زیورات سے کہیں بڑھ کر ہے" یہ کہکر اس نے اپنے زیورات امرناتھ کو سونپ دیئے۔

امرناتھ کی آنکھیں کھل گئیں اور انہیں پہلی مرتبہ اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ انہوں نے ایک بیوی کی قدر نہ کی بلکہ بیجا مظالم سے خراب خستہ کیا وہی آج کام آئی۔

انہوں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا "پدما مجھے معاف کر دو شراب کے نشے نے مجھے اندھا بنا دیا تھا۔ میں تمہیں نہ پہچان سکا۔ میں عہد کرتا ہوں۔ آج سے کبھی شراب کو نہیں چھوؤنگا۔ اور تمہاری دیوی کی طرح قدر کروں گا۔"

پدما بولی "میرے دیوتا! میں تمہاری داسی ہوں ــــ داسی اپنے دیوتا کو معاف کرے! تم اپنی زبان سے ایسے کلمات نہ نکالو۔"

آپا یہ میرے چشم دید واقعات ہیں جو ایک افسانے کی صورت میں پیش کر رہی ہوں۔ پرماتما پدما کی طرح میری اماں کے بھی دن پھر جائیں۔ بہن طبیعت تم سے اور کچھ دیر باتیں کرنے کو چاہ رہی ہے لیکن اس علالت نے مجھے اس قدر ناتوان بنا دیا ہے کہ ذرا بھی دماغی کام کرنے سے دردِ سر ہونے لگتا ہے اور آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ کالی اور سدھا تو اب خوب پڑھتی ہوں گی۔ ہرساں حال کو سلام۔

تمہاری "کرن بالا"

تقی علی ہاشمی ناگپوری

(ماخوذ از ہندی)

سفرنامۂ ایران

از محترمہ ایس۔ کے صغرا سبزواریہ

سفرِ ایران وزیارت کا شوق تو عرصہ سے تھا اور اس سال میں نے ارادہ بھی کر لیا تھا مگر حسن اتفاق کہ بلا کسی سعی و کوشش کے فردوسی کی جشن ہزار سالہ کی دعوت گورنمنٹ ایران کی طرف سے پروفیسر صاحب کے نام آئی اور وہ ایران جانے پر تیار ہوئے۔ میرے ساتھ لیجانے کے متعلق ابھی کوئی رائے قائم نہ ہوئی تھی کہ دوسرے ہفتہ پھر خط آیا کہ اگر آپ کے ہمراہ خانم بھی آئیں تو بہتر ہے اور تاریخ روانگی سے بھی آگاہ فرمایئے۔ نیز لکچر کی نقل جلد ارسال فرمایئے۔ اب کیا تھا اندھا چاہے دو آنکھیں۔ اب مجھے یہ خیال نہ رہا کہ ناخواندہ مہمان بنکر جاؤں گی۔ لہٰذا خوشی خوشی سامان سفر تیار کرنے لگی۔ پروفیسر صاحب نے بھی کالج سے چھٹی مانگی جو پرنسپل نے بڑی خوشی سے دلوا دی۔ ۲۰۔ اگست روانگی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ ۹ بجے ہم اسٹیشن پر پہنچے تو پروفیسر صاحب کے بیشمار دوست رخصت کے لئے موجود تھے۔ گاڑی چھوٹنے کا وقت ہوا۔ انجن نے سیٹی دی اور گاڑی چلی تو کسی نے رومال ہلایا۔ کسی نے ٹوپی اور دیکھتے دیکھتے وہ منظر آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ اب خاموش بیٹھ گئی۔ کبھی عزیزوں کی مفارقت کا رنج اور کبھی شوق زیارت کی خوشی۔ گیا اسٹیشن پر ایک دوست سے ملنا تھا۔ انہیں تار کردی گئی تھی۔ دس بجے شب کو گاڑی گیا اسٹیشن پر رکی تو وہ بیچاری وہاں کے پیڑے وغیرہ لئے موجود تھیں۔ ان کی اس محبت کا میں شکریہ ادا نہیں کرسکتی۔ اُن سے تھوڑی دیر باتیں کیں۔ دس منٹ کے بعد گاڑی چلی۔ اب یہاں بھی وہی کلکتہ کے اسٹیشن جیسا منظر پیش تھا۔ بارہ بجے کے قریب بنارس اسٹیشن پر گاڑی رکی وہاں میرے خسر صاحب قبلہ ہم لوگوں کے منتظر تھے انہیں بھی اطلاع دیدی گئی تھی وہ بھی بہت سی مٹھائیاں ساتھ لائے تھے۔ امام ضامن بھی ہم لوگوں کو باندھا بمعہ سرائے تک کا ٹکٹ لے لیا اور مغلسرائے تک ساتھ رہے۔ دو بجے گاڑی مغلسرائے پہنچی۔ اس کے بعد قبلہ و کعبہ ابا جان کو خدا حافظ کہہ کے ہم لوگ چلے اور دوسرے دن شام کے وقت دہلی پہنچے۔ دو روز یہاں ٹھہر کر ۲۷۔ تاریخ کو ٹھٹھہ روانہ ہوگئے۔ ایک کرسچین بی بی ہمسفر تھیں۔ نہایت خلیق و خوش مزاج۔ اگرچہ رات بے چینی سے گزری مگر ان کی رفاقت سے دل بہلا رہا۔ نیند نہ آئی جاگتی رہی۔ صبح کے قریب آنکھ لگی تھی کہ نماز کے خیال سے اٹھ بیٹھی نماز سے فارغ ہوکر صبح کا دلکش سین دیکھنے میں محو ہوگئی۔ بچے بھی جاگ گئے اور والدہ بھی نماز سے فارغ ہوکر قدرت کے اس تماشہ کی سیر میں مصروف ہوگئیں۔ ہرے ہرے کھیت پانی کی لہریں۔ چڑیوں کی رنگ برنگ چہکار۔ آسمان کا رنگ بدلتا کبھی نیلا کبھی سرخ کبھی سفید اور کبھی زرد۔ ادھر آہستہ آہستہ سورج نے بھی چہرۂ انور نکالا اس کی سنہری کرنوں نے تو اور چار چاند لگائے۔ گو میری طبیعت سست تھی لیکن اس وقت کے سین نے مجبور کیا کہ بیٹھی دیکھا کروں۔ دوپہر کے وقت البتہ گرمی سخت معلوم ہونے لگی تھی۔ ہاں جب ابر گھر آتا ننھی ننھی بوندیں پڑنے لگتیں سبزے لہلہاتے اور ریل سرعت سے گذرتی تو ایک قابل دید نظارہ ہوتا تھا۔ سہ پہر کو بجید لطف یوں آیا کہ بار بار آسمان ابر آلود ہو جاتا ہوا مثل طوفان کے چلتی۔ کبھی بارش زور کی ہوتی کبھی تھمتی۔ کھڑکیاں کھلتیں کبھی بند کی جاتیں۔ ایک عجب تماشہ رہا۔ راستے اس طرف کے کہیں تو چٹیل میدان۔ کہیں ریتیلے اور کہیں سبزہ زار اور کہیں سوکھی نہریں۔ جی چاہتا تھا کہ پانی سے کم از کم منہ ہاتھ ہی دھولوں۔ اس طرف بجائے بیلوں کے اونٹ ہل چلاتے ہیں۔ بلکہ ہر کام جو ہماری طرف گھوڑوں اور بیلوں سے لیتے ہیں اس طرف اونٹ سے لیا جاتا ہے۔ مثلاً بوجھ ڈھونا سواری کھینچنا وغیرہ وغیرہ چونکہ پنجابی علاقہ تھا اس لئے مزدور سے شریف پیشہ لوگ تک سب ایک ہی وضع قطع کے نظر آتے تھے۔ دوپہر کو گاڑی سمہ سٹہ بدلی گئی

اور یہ دوسری رات بھی ریل میں گذری۔ روہڑی سے پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور ایسے ایسے خوفناک پہاڑ دیکھنے میں آئے کہ بیان سے باہر۔ سترہ پہاڑوں کے اندر سے ٹرین گذری جن میں نواں اور گیارہواں اور سولہواں پہاڑ بہت بلند اور لانبے تھے تین انجن لگائے گئے جب ٹرین چلی۔ راستے کہیں تو بالکل سیدھے کہیں پیچ۔ کہیں چڑھائی کہیں اُتار۔ غرضکہ نہایت خطرناک راستے اس طرف کے ہیں کوئی پہاڑ تو صورت یہ معلوم ہوتا تھا کہ مٹی کا ٹیلہ ہے اور کوئی سفید جیسے برف اور کوئی بالکل سیاہ۔ ٹرین اپنی پوری رفتار سے کبھی پُرپیچ راستوں اور کبھی وادیوں سے گذری چلی جاتی تھی۔ جیسے جیسے کوئٹہ قریب تر ہوتا گیا سردی محسوس ہوتی گئی اور ہاتھ پیر برف کی طرح ٹھنڈے ہوتے گئے۔ مگر اس طرف کے راستے نہایت پرفضا ہیں۔ ایک بجے ہم لوگ کوئٹہ پہنچ گئے۔ بلوچستان کے لوگ ہندوستان کی طرح ہر رنگ اور ہر لباس کے نظر نہیں آئے۔ ریلوے قلی، گارڈ اور حتیٰ کہ کل مسافر ایک ہی لباس و قطع کے ہیں۔ یہاں ایک انجمن ہے وہاں کے سکرٹری پہلے سے ہم لوگوں کے منتظر تھے۔ پروفیسر صاحب نے لاکھ انکار کیا مگر انہوں نے ایک نہ مانا۔ آخر ہم لوگوں کو انجمن کے مکان میں لیجا کر اُتارا۔ ایک عمدہ مختصر سے مکان میں ہمارے قیام کا انتظام کیا۔ شام کا ناشتہ اُن کے یہاں سے آیا۔ کھانے کی بہت سی چیزیں ہم لوگوں کے ساتھ بھی تھیں۔ کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کر کے اٹھے۔ غسل کیا۔ اس کے بعد مجلس ہو رہی تھی وہاں گئے۔ کوئٹہ سے ہفتہ میں ایک بار ٹرین نوکنڈی جاتی ہے۔ ہم لوگ یکشنبہ کو پہنچے۔ دوشنبہ کو ٹرین جانے والی تھی۔ دوسرے روز صبح ناشتہ کے بعد نو بجے ہم لوگ سیر کرتے ہوئے اسٹیشن پہنچے۔ کوئٹہ آب و ہوا کے لحاظ سے نہایت عمدہ جگہ ہے۔ اس اطراف کے کل لوگ بغرض تبدیل آب و ہوا اپنی چھٹیاں گذارنے کوئٹہ میں آتے ہیں۔ یہاں کے بازار ایسے ہیں کہ پہلے تو میں جھجکی کہ شاید کوئی مسجد ہے مگر جب دیر لکھا دیکھا کہ فروٹ مارکٹ، تب سمجھ میں آیا کہ بازار ہے۔ ایک خوبی اور ہے کہ ہر ایک شے کے لئے علیحدہ علیحدہ بازار بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً سبزیوں کے لئے علیحدہ۔ غلہ علیحدہ۔ گوشت کے لئے علیحدہ۔ چونکہ اسلامی جگہ ہے اس لئے مکانات بھی اسلامی طرز کے ہیں۔ سائنس ہال دیکھ کر بھی مسجد کا گمان ہوا۔ شہر کے چاروں طرف پہاڑ اور سبزہ ہے۔ مجھے بہت پسند آیا۔ بیحد خوشنما جگہ ہے پھل وغیرہ بہت ارزاں ہیں۔

۲۰۔ اگست کو نوکنڈی روانہ ہو گئے۔ کل راستے پہاڑی ملے اور چار پہاڑوں کے اندر سے ٹرین گذری۔ جن میں ایک تو بہت لانبا تھا۔ کوئٹہ کے بعد ایک اسٹیشن صرف ایسا ملا کہ جس میں کھانے کی چیزیں بکتی نظر آئیں ورنہ کہیں بھی کھانے کا انتظام نہ تھا۔ ایک آدھ جگہ پھل البتہ بکتے دیکھے۔ دوسرے دن صبح نو بجے نوکنڈی پہنچ گئے۔ امید تھی کہ شہر آباد ہوگا۔ مگر یہاں تو سوائے چٹیل میدان کے کچھ نہ تھا۔ حد ہے کہ اسٹیشن تک نہیں۔ صرف ایک معمولی سا مسافر خانہ بنا ہوا تھا اور ایک نہایت مختصر آفس نہ میں چھوٹا سا ہوٹل بھی کہ ورنہ جدھر نظر جاتی میدان ہی میدان۔ ریل سے اُترنے کی ضرورت ہوئی کیونکہ وہاں پہنچکر گاڑی رُک جاتی ہے آگے گاڑی نہیں جاتی۔ یہ گاڑی کھڑی رہتی ہے ہر آٹھویں دن جب مسافر جمع ہو جاتے ہیں تب ٹرین کوئٹہ روانہ ہوتی ہے۔ دوسرے دن ایک لاری مل گئی۔ دھوپ کی تیزی کی وجہ سے دن کو چلنا مناسب معلوم ہوا۔ سہ پہر کو سامان درست کر کے لاری پر رکھا۔ مشکوں میں پانی بھرا گیا۔ نماز مغرب پڑھ کر روانہ ہوئے ساری رات لاری چلی۔ راستے ایسے خراب تھے کہ لاری میں اس کشتی کا مزہ آ رہا تھا جو موجوں کے تھپیڑوں سے ڈگمگاتی ہو۔ بعض جگہ اتنی ریت تھی کہ آدھے آدھے پہیے دھنس گئے۔ خدا کی مہربانی تھی کہ لاری اس ریتہ سے صحیح و سالم نکلی ورنہ اُلٹنے میں کسر نہ تھی۔ ہچکولوں کے مارے جسم چور چور ہو گئے۔ راستے میں پانی کا ایک چشمہ بھی نظر آیا۔ خیریت تھی کہ مشکیزے ساتھ تھے۔ غرضکہ ساری رات ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے اور لاری چلا کی۔ صبح سات بجے سرحد پہنچے جہاں کہ انگریزی عملداری ختم ہے۔ درمیان میں ایک ہاتھ گہری خندق ہے۔ اس پر جانس جگہ جگہ کھمبے کی طرح لگا کر رسے باندھ کر حد بنا دی ہے۔ اس طرف انگریزی علاقہ۔ اس طرف ایرانی۔ وہاں پاسپورٹ دکھایا۔ (باقی آئندہ)

شریمتی چندا دیوی - دہلی صوبہ کی ایک ذی صفات معلمہ
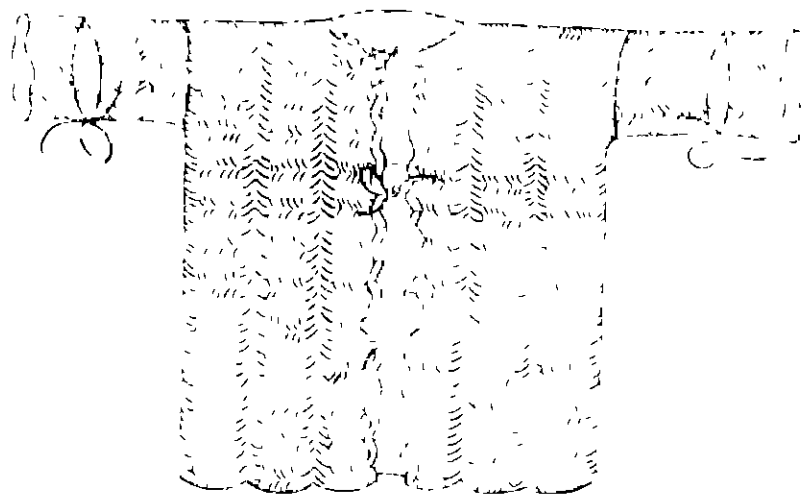
بالوں کی نگہداشت

اس کلیہ سے ارباب عقل و دانش کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ روپ خوبصورت لئے لمبے ریشم جیسے ملائم اور اطلس جیسے چمکیلے بالوں کا حاجت مند ہے۔ اور پریم روپ کا محتاج ہے۔ جہاں روپ نہیں وہاں پریم کا گذر نہیں۔ کمر تک نیچے لٹکتے ہوئے بال اور روپ اور پریم باہم ایک دوسرے کے دست نگر ہیں۔ انسان حسن کا بندا ہے اس سے زندگی کا لطف۔ دل کا سرور اور روح کی شادمانی ہے۔ استری کا رنگ و روپ چاہے کیسا دل فریب ہو۔ خط و خال چاہے سنگ مرمر کی مورتی جیسے ہوں۔ خواہ وہ خوبصورتی کے تمام فطری لوازم سے آراستہ ہو۔ لیکن اگر اس کے بال لمبے گھنے کمر تک نیچے نہیں لٹکتے تو وہ موہنی اور پدمنی شمار نہ ہو گی۔

استری کا روپ لمبے لمبے کالے بالوں پر منحصر ہے۔ کہ یہ استری جاتی کا تاج[۱] ہے۔ لمبے لمبے کالے بالوں میں موہنی ہوتا ہے۔ جس کے سحر سے کوئی گریز نہیں۔ شعرا۔ اور افسانہ نویس بے دل فریب بالوں کو سراہتے نہیں تھکتے۔ تاریخ ہند میں جتنی بڑی بڑی استریاں ہو گزری ہیں وہ لمبے لمبے بالوں کی دولت سے مالا مال تھیں۔ سندر استری کے اثر و اقتدار پر بحث کرنا ہمارے موجودہ مقصد سے خارج ہے۔ لمبے لمبے کالے بال کس طرح پریم پیدا کرتے ہیں اس کی نفسیاتی توضیح بھی اس مضمون کے مقصد سے بالا ہے۔ فقط اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ حسین عورت بغیر لمبے بالوں کے حسین نہیں کہلائی جا سکتی۔

جب کوئی لمبے بالوں والی عورت نظر آتی ہے تو تعلیم یافتہ استریاں حسرت سے یہ کہتی ہیں۔ کاش ہمارے بال بھی ایسے لمبے لمبے ہوتے۔ شوہر اچھے سے اچھے تیل اور صابن وغیرہ لا کر استریوں کو دیتے ہیں تاکہ ان کے استعمال سے بال بہت بڑھیں۔ جہاں اشتہار دیکھتے ہیں فوراً فرمائش بھیجکر چھ چھ فٹ لمبے بال بڑھانے والا پوڈر طلب کر لیتے ہیں۔ مگر نتیجہ امید کے خلاف نکلتا ہے۔ اس وجہ سے اس مسئلہ پر ڈاکٹری سائنس کی تحقیقات کی روشنی میں غور کرنا چاہئے۔

جسم کی ساخت مختصراً یہ ہے کہ ہڈیوں کا پنجر ہے۔ جس سے گوشت پیوست ہے جسے اصطلاح میں نظام عضلات اور پٹھے کہتے ہیں۔ اس کے اوپر پوست یعنی کھال ہے۔ بال اسی سے نکلتے اور اسی میں رہتے ہیں۔ ان کی پرورش خون سے ہوتی ہے۔ جو شرائن کے ذریعہ سے جلد کے اندر دورہ کرتا ہے۔ خون کی قوت کے تناسب سے بالوں پر اثر پڑتا ہے۔ جب تک خون کا دورہ باقاعدگی سے ہوتا رہیگا۔ اور اسی کی تنومندی میں فرق نہیں

[۱] سالگرہ نمبر میں میرا مضمون صفحہ ۹ ملاحظہ ہو۔ "عورت کا تاج حسن"۔

آتا ۔ بال نشو و نما پاتے اور ہر قسم کی شکایت سے محفوظ رہتے ہیں ۔ جب خون میں کمزوری پیدا ہو جائے تو بال بھی بگڑ جاتے ہیں ۔ ماہروں کی تحقیقات یہ ہے کہ سال میں بال چھ سات انچ سے زیادہ نہیں بڑھتے ۔ اور عورتوں کے بال بیس انچ سے لیکر چالیس انچ تک بڑھتے ہیں ۔ اس سے سمجھ لیجئے کہ جس اشتہار میں کسی تیل یا سرد ہونے کے پوڈر کی بابت یہ بیان ہو کہ اس کے جادو سے "چھ چھ فٹ بال" بڑھ جاتے ہیں بالکل جھوٹ ہے ۔ لیکن اس امر سے چشم پوشی ممکن نہیں کہ مقوی غذا سے جسم تنومند ہوتا ہے ۔ مقوی دوا دل دماغ وغیرہ کو تقویت دیتی ہے ۔ جس پودے کو دوسرے تیسرے پانی ملتا رہے وہ دوسروں سے نسبتاً پنپتا ہے ۔ چند سال سے امریکہ میں بجلی سے تخم اگانے اور پکانے کے تجربے کامیابی سے کئے گئے ہیں جس سے گیہوں چھ مہینے کی بجائے ساڑھے تین مہینے میں پک کر تیار ہو گئے ۔

راقم کا تجربہ یہ ہے کہ ایک چیز سے جو اس کی اپنی اختراع ہے بال چھ مہینے میں آٹھ دس انچ تک بڑھ گئے ہیں ۔ دوسری بات یہ مشاہدہ میں آئی ہے کہ سر کے گنجے حصے پر سفید بالوں کی بجائے کالے پیدا ہو گئے ہیں ۔ اس کی امید وہم و گمان میں نہ تھی ۔

ماں باپ جب اپنے پندرہ پندرہ اٹھارہ اٹھارہ برس کے لڑکے لڑکیوں کے سر میں یا جوان شوہر اپنی نوجوان بیوی کے سر میں بال سفید ہوتے دیکھتے ہیں تو انہیں کیا رنج اور قلق ہوتا ہے ۔ مگر چند سال سے یہ رنجدہ بات پنجاب اور یوپی میں دیکھی جاتی ہے ۔ کالے بالوں کی رنگت میلے پیسے کے رنگ میں بدلتی جاتی ہے ۔ ریشم ایسے مہین خوبصورت بال موٹے بھدے ہوتے جاتے ہیں ۔ اگر بیس تیس سالہ جوان مردوں کے سر سے بال گر رہے ہیں تو جوان استریوں کے بال گر گر کر پتلے اور چھوٹے ہو گئے ہیں ۔ کھلی ۔ جلن سے نالاں ہیں ۔ لقا کا پہلا درجہ شروع ہو گیا ہے ۔ بہتیری استریوں کے بال لقا کے اثر سے بالکل ستیاناس ہو گئے ہیں ۔ علاج کیا جاتا ہے مگر افاقہ کی بجائے مرض بڑھتا جاتا ہے ۔ چھوٹی عمر کے دھولے اور بالوں کی دیگر شکایات کا ایک بڑا سبب معطر رنگین بازاری تیل اور صابن ہے ۔ جس کے سب ہی نتائج نظر آتے ہیں ۔ اور اسباب بھی رات آفتوں کے محرک ہوتے ہیں ۔

نوجوانی میں مجھے عمدہ اور قیمتی تیل لگانے کا بڑا شوق تھا ۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں بڑے شہروں میں چار پانچ ولایتی اور دو کلکتہ کے تیل بکتے تھے ۔ پچھلے دس پندرہ برس سے دیسی تیلوں کا شمار بھی بہت بڑھ گیا ہے ۔ ایک آملہ کا تیل ہی ہے ۔ کتنے ناموں سے بکتا ہے اور تمام بڑے شہروں کو لاہور سے کلکتہ تک اس کے بنانے کا امتیاز حاصل ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مغربی تعلیم کے ساتھ ساتھ بناؤ سنگھار کا خیال بھی بڑھتا جاتا ہے ۔ اور خوبصورت بننے کی تمنا اور کوشش سے قدرت کی دی ہوئی دولت یعنی روپ بھی کھو بیٹھے ہیں ۔

مقبول عام تیلوں کی اصلیت

دل لبھانے والے تیلوں کی اصلیت ظاہر کرنا ہمارا نہایت ضروری فرض ہے۔ تاکہ استریوں۔ لڑکیوں اور لڑکوں کے بالوں کا ستیاناس نہ ہونے پائے۔ بازاروں میں چلنے بدیشی اور سودیشی تیل بکتے ہیں وہ دو ہی قسم کے ہیں۔

(۱) بغیر چکنائی کے یہ تیل وائٹ آئل (سفید تیل) سے بنتے ہیں۔ اور وائٹ آئل مٹی کے تیل کی تلچھٹ سے تیار ہوتا ہے۔ یہ روس جرمنی سے آکر بازاروں میں دس بارہ روپے من کے بھاؤ بکتا ہے۔ لاہور میں تل کے تیل کی بکری ڈھائی سیر روپے کی۔ مونگ پھلی اور توڑیے کے تیل کا بھاؤ چار سیر فی روپیہ ہے۔ وائٹ آئل میں رنگ اور خوشبو ملا کر اسے مختلف ناموں سے فروخت کرتے ہیں۔ خوشبو اڑتے ہی مٹی کے تیل کی بدبو آنے لگتی ہے۔ اس تیل سے بال موٹے خشک اور بیلے بیلے کی طرح ہو جاتے ہیں۔ کھجلی اور دیگر شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر کیمیائی طریقہ سے اسے شدھ کر لیا جائے تو بالوں کو ضرر نہیں پہنچیگا۔

(۲) چکنائی والے تیل۔ یہ خالص سودیشی ہیں کہ تل۔ مونگ پھلی۔ ناریل وغیرہ کے تیل سے بنتے ہیں تیل بنانے والے ان میں سستی اور مہنگی خوشبو۔ ہرا۔ سنہری۔ یا لال رنگ ملا کر بنانے اور آنولہ۔ سنگترہ۔ گل دعنیہ۔ گلاب۔ ترپھلا۔ خس۔ چنبیلی وغیرہ کے نام سے بیچتے ہیں۔ یہ نباتی تیل وائٹ آئل سے کسی طرح بھی کم ضرر رساں نہیں ہیں۔ ہر ایک آدمی اپنے تجربے سے جانتا ہے کہ خوشبو اڑتے ہی بدبو آنے لگتی ہے۔ بالوں اور ہاتھوں میں چپ چپاہٹ لگ جاتی ہے۔ کپڑوں کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ تل سرسوں۔ ناریل۔ مونگ پھلی کے تیلوں میں فری فیٹی ایسڈ　　　　کوند جیسے چپ چپاہٹ والے مادے اور دیگر اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں اور یہ سب بالوں کی جڑیں کھوکھلی کر دیتے ہیں۔ چھوٹی عمر کے دھولے۔ بالوں کی بدصورتی اور دیگر شکایات ان ہی اجزا کے اثر سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب تک نباتی تیل سائنسی طریقہ سے شدھ نہ کیا جائے اس سے نہ تو بالوں کی غذا بہم پہنچتی ہے جس سے بال بڑھتے ہیں نہ ان کی چمک میں بیشی ہو سکتی ہے۔

تیل بنانے والوں کا سب سے بڑا مقصد تعلیم یافتہ گروہ کے میلان شوقینی سے دھڑا دھڑ روپیہ کمانا ہے۔ بال بڑھیں یا گھٹیں ان کی بلا سے۔ تیل شدھ کرنے کا طریقہ بہت دقت طلب اور مہنگا ہے۔ اگر وہ سائنسی طریقہ سے ناریل مونگ پھلی تل وغیرہ کے تیل فری فیٹی ایسڈ اور دیگر ضرر رساں اجزا سے پاک صاف کریں تو وہ دو تین روپے سیر کے حساب سے ہرگز فروخت نہ کر سکیں۔

بازاری تیلوں میں آنولہ کا تیل سب سے زیادہ مقبول عام ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ویدوں حکیموں سے سنی سنائی باتوں سے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہے کہ آنولہ کے استعمال سے بال سفید نہیں ہو سکتے۔ تیل بنانے والے لوگوں کے اس وہم سے دونوں ہاتھوں سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ لیکن اصل یہ ہے کہ بازاری آنولہ

کا تیل دہوکے کی ٹٹی ہے۔ ولایت سے آنولہ کی روح بن کر آتی ہے۔ چار آونس کی شیشی جو دہ آنے کو بکتی ہے اس کی چند بوندیں ڈال اور سبز ولاتی رنگ ملا کر گول یا چپٹی بوتل میں بھر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سنگترہ چنبیلی وغیرہ کی روحیں ولایت سے تیار ہو کر آتی ہیں جس سے سنگترہ۔ چنبیلی وغیرہ کے تیل بنتے ہیں۔

میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ جنوری ۱۹۲۰ء میں لاہور کے ایک تیل بنانے والے نے مجھ سے یہ کہا " آنولہ کے اس تیل سے سفید بال کالے ہو جاتے ہیں۔ اور دوبارہ کبھی نہیں اُگتے۔ اسے آزما کر سرٹیفکٹ عنایت کیجیئے گا " میں نے اپنا اطمینان کئے بغیر سرٹیفکٹ دینے سے انکار کیا کئی مہینے تک تیل لگانے سے میرے بال جلدی جلدی سفید ہو گئے۔ میری بیوی کو محبوت زیادہ شوق تیل لگانے کا تھا ان کے بالوں کو بھی نقصان پہنچا۔

لوگ خوشبودار اور رنگین تیل اس غرض سے لگاتے ہیں کہ بال خوبصورت اور چمکیلے اور ملائم رہیں۔ لڑکیاں اور استریاں بال بڑہانے اور ملائم کرنے کے ارادے سے تیل لگاتی ہیں۔ لیکن سب سمجھ دار لوگ جانتے ہیں اور تجربہ سے ثابت ہے کہ رنگین معطر تیلوں سے نہ تو بالوں میں خوبصورتی نہ چمک اور نہ لمبائی دیکھنے میں آتی ہے بلکہ بالوں کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ انگریزی مذاق کے دلدادہ اصحاب نے تو سودیشی تیلوں سے جان بوجھکر گریز اختیار کر لیا ہے۔ اگر وہ تیل لگاتے ہیں تو ولاتی جس میں چکنائی نہیں ہوتی۔

تیل لگانے کا بڑا مقصد بال سنوارنا ہے۔ ڈاکٹری سائنس کی رو سے بالوں کی چمک۔ ان کی نشوونما اور زندگا برقرار رکھنے کے لئے روغنی مادہ کی ضرورت پورا کرنے کے لیے سر میں تیل ڈالنا بیحد ضروری ہے اور ایمان کی بات یہ ہے کہ آپ کے سر کے سوا لاکھ بالوں کی غذا آپ کا جسم مہیا نہیں کر سکتا۔ اس لئے تیل لگانا امر ضروری ہے مگر مقبول عام آنولہ چنبیلی۔ گلاب وغیرہ فری کاسٹک ایسڈ اور دیگر ضرررساں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان سے بالوں کی خوراک ہم نہیں پہنچتی۔ جیسے مقوی غذا نہ ملنے سے جسم تنومند نہیں ہوتا۔ اسی طرح بالوں کی مفید خوراک نہ ملنے سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں وہ گرنے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے عام بازاری تیل بالوں کی پرورش نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ کئی قسم کی شکایات کے بانی ہوتے ہیں۔ ڈاکٹری سائنس کے اصول کے مطابق اور کیمیائی طریقہ سے تیار کیا ہوا تیل ہی بالوں کی رکھ رکھاؤ ان کی جڑوں کے نیچے سرایت کر کے ان کی ترقی کی تحریک دیتا ہے جس سے بال خوبصورت چمکیلے اور لمبے ہوتے اور جملہ شکایات سے محفوظ رہتے ہیں۔

ٹھاکر جے۔ آر۔ رائے۔ (جرنلسٹ)

روٹھنا منانا

روٹھنا منانا بچوں کے دلچسپ مشاغل میں شامل ہے۔ لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ سکول ہو یا گھر۔ جہاں لڑائی ہوئی ایک دوسرے سے روٹھ بیٹھے۔

بچے عموماً خوشامد پسند ہوتے ہیں انہیں روٹھنے میں مزا آتا ہے۔ کمسن بچوں پر ہی کیا موقوف ہے نوعمر لڑکے لڑکیاں بھی چاہتی ہیں کہ منانے والے خوشامد کرکے انہیں منائیں۔ یہ عادت جب راسخ ہو جاتی ہے تو اس کا چھوٹنا دشوار ہے۔ بعض لوگ بڑے ہو کر بھی اس عادت میں مبتلا رہتے ہیں اور مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ایسے لوگوں میں بیشتر حصہ ہماری ہی جنس کا ہے۔ لڑائیاں تو بیشک مردوں میں بھی اکثر ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن عورتوں کی طرح نہیں کہ جب آپس میں لڑ پڑیں تو دنوں، ہفتوں بلکہ برسوں بات چیت قطع رہتی ہے۔ بچیوں کی لڑائی بے ضرر ہوتی ہے۔ وہ لڑیں گے جھگڑیں گے ایک دوسرے سے روٹھیں گے اور کہیں گے کہ ہم تم سے نہیں بولتے لیکن پھر جلد ہنستے کھیلتے خود بخود بولنے لگ جائیں گے اور یاد بھی نہ رہیگا کہ کون لڑا اور کون روٹھا۔ لیکن بڑی لڑکیوں میں یہ بات نہیں وہ جب لڑ پڑیں تو پھر صلح مشکل ہے۔ اس لئے ماؤں کو بڑی بہنوں کو اور سکول کی استانیوں کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جب لڑکیوں میں لڑائی ہو جائے تو۔ خیال کرکے بیٹھ نہ رہیں کہ وہ خود ہی من جائیں گی بلکہ موقع دیکھکر مناسب طریق پر ان کی صلاح کرا دیں۔ اس وقت مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا کوئی دس سال ہوئے میں پانچویں جماعت میں پڑھتی تھی۔ اپنی ایک ہم جماعت لڑکی سے میری لڑائی ہو گئی۔ وجہ معمولی تھی۔ لیکن لڑائی نے ایسا طول کھینچا کہ ساری جماعت کو اس میں حصہ لینا پڑا۔ چنانچہ دو فریق بن گئے۔ آدھی لڑکیاں میری طرف ہو گئیں اور باقی آمنہ کی طرف (یعنی جس لڑکی سے میری لڑائی ہوئی تھی) کئی دن گزر گئے۔ ہم آپس میں بالکل نہ بولے۔ استانیوں کو معلوم ہوا تو کسی نے ڈانٹا اور کوئی ہنس کر خاموش ہو رہی۔ لیکن ہم پر اثر الٹا ہی ہوا۔ جب کوئی استانی ہنستی تو ہم سمجھتے کہ ہماری حوصلہ افزائی ہوئی ہے اور جب کوئی خفا ہوتی تو ہمیں اور ضد بڑھتی۔ آخر شدہ شدہ پرنسپل تک خبر پہنچی۔ وہ ایک بیدار مغز لائق اور سمجھدار خاتون تھیں۔ وہ نہ اس بات کو سنکر ہنسیں اور نہ ہمیں ڈانٹا۔ بلکہ حسب معمول ہمیں پڑھا کر چلی گئیں۔ وہ ہفتہ میں دو دفعہ ہماری کلاس لیتی تھیں۔ یہ بدھ کا واقعہ تھا۔ جب ہفتہ کو پھر آئیں تو کہنے لگیں کہ آؤ لڑکیو آج ایک اردو نظم یاد کریں۔ پھر اگلی دفعہ اس کا انگریزی ترجمہ کریں گے۔ نظم کا نام سنکر ہم

خوش ہوئے اور فوراً یاد کرنے کو تیار ہو گئے۔ اب اُنہوں نے ایک نظم شروع کی جس میں چار چار شعروں کے بعد آتا تھا کہ کتے تو آپس میں لڑیں گے ضرور۔ پر بچو تم مت لڑو۔

ایسا معلوم ہوا کہ ہم پر بجلی گر پڑی۔ ہم حیران رہ گئے کہ اب کیا کریں نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔ اب نہ خاموش رہ سکتے تھے نہ بولنے سے انکار کر سکتے تھے۔ مجبوراً پھر درویش بر جان درویش اپنی مذمت آپ کرنے لگے۔ ہم شرم سے پانی پانی ہو رہے تھے لیکن وہ بیچاری برابر نظم کہے چلی گئیں اور جب نظم ختم ہو گئی ہو تو گھنٹی بجنے سے پیشتر ہی کلاس چھوڑ کر چلی گئیں (شاید اس خیال سے کہ ہم تنہائی میں اچھی طرح پشیمان ہو لیں) پھر پانچ منٹ کے بعد چپراسن آئی اور کہنے لگی کہ پرنسپل صاحبہ دونوں لیڈروں کو یاد فرما رہی ہیں۔ ہم حیران ہو گئے کہ کون سے لیڈر اور کہاں کے لیڈر۔ لیکن وہ کیا جواب دیتی اس غریب کو کیا معلوم۔ آخر یہ صلاح ٹھہری کہ ایک لڑکی خود جا کر دریافت کر آئے کہ ان کا مطلب کیا ہے لیکن کوئی جانے پر راضی نہ ہوئی اور سب نے مجھے مجبور کیا۔ کیونکہ میرے ساتھ ذرا اُن کی بے تکلفی تھی۔ آخر مجھے ہی جانا پڑا۔ میں نے دریافت کیا تو مسکرا کر کہنے لگیں کہ "میرے خیال میں تو ایک طرف تم لیڈر ہو۔ دوسری طرف کون ہے؟ میں نے سر جھکا کر جواب دیا "آمنہ"۔ "پھر جاؤ اسے فوراً بلا لاؤ"۔ انہوں نے حکم دیا۔ میں کمرے میں آئی۔ حیران تھی کہ اب کیا ہوگا اور وہ کیا کہیں گی۔ اب کیا کروں آمنہ کو پیغام کیسے دوں اس سے بات چیت تو ہے ہی نہیں۔ چنانچہ میں نے ایک کاغذ پر لکھا کہ آمنہ کو پرنسپل صاحبہ یاد فرما رہی ہیں۔ اور پرزہ اُس کی طرف پھینک کر خود واپس ہو گئی۔ پیچھے پیچھے آمنہ بھی چلی آئی۔ اُنہوں نے نہایت نرمی سے دونوں کو قریب بلایا اور بیٹھنے کو کہا۔ ہم بیٹھ گئے تو اُنہوں نے نصیحتیں شروع کر دیں۔ خدا جانے اُنہوں نے کیا کیا کہا۔ ہاں نتیجہ یہ ہوا کہ آمنہ اور میں تھوڑی دیر کے بعد آپس میں ہاتھ ملا رہی تھیں۔ مجھے یاد نہیں صلح کرنے میں پہل کس نے کی۔ پرنسپل صاحبہ نے جھٹ ہماری پیٹھ ٹھونک کر ہمیں شاباش دی اور فرمایا۔ "لیڈروں کی صلح میں نے کرا دی ہے اب کلاس کی ذمہ دار تم ہو۔" چنانچہ ہم اس طرح ہاتھ میں ہاتھ دیئے مسکراتے اپنی جماعت میں واپس آ گئے۔ فریقین کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہ پڑی۔ لڑکیوں نے ہمیں دیکھتے ہی فوراً خود ہی ایک دوسرے سے ہاتھ ملا لئے چلو صلح ہو گئی۔ اس روز سے پھر آج کے دن تک مجھے کبھی کسی سے روٹھنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

ر۔ س

اتفاقی حادثوں کا فوری علاج

اکثر بعض اوقات کوئی ثقیل اور دیر ہضم چیز کھا لینے کے باعث یا دیسے ہی بد ہضمی سے اچانک شدید پیٹ کا درد پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے باعث مریض سخت بے چین و بے قرار ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر اسپتال بھی نزدیک نہ ہو یا تکلیف کا حادثہ ایسے وقت رونما ہو جبکہ بروقت ڈاکٹری امداد میسر نہ ہو سکتی ہو تو مریض کی جان خطرہ میں پڑ جاتی ہے اور گھر والوں کو سخت پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ ایسے مواقع کی فوری امداد کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر نہایت کارگر ثابت ہوں گی۔ اول مریض کو چارپائی پر چت لٹا کر سبز رنگ کے کانچ کی بوتل میں گرم پانی بھر کر ڈاٹ مضبوط لگا لیں اور بوتل کو پیٹ پر بیلن کی مانند پھیریں (پانی کی یہ احتیاط رکھیں کہ زیادہ گرم نہ ہو۔ ورنہ بوتل پھٹنے کا اندیشہ ہوگا۔ درمیانہ درجہ پانی گرم ہونا چاہیے جس سے پیٹ سینکا جا سکے۔ بوتل ٹھنڈی ہو جانے پر دوسری گرم بوتل تبدیل کر لیں) اور اسی عمل کو جاری رکھیں تاوقتیکہ پیٹ کے درد کو آرام نہ آ جائے۔ اسی دوران میں پاؤ بھر پانی کو چار ماشہ کھانے کا نمک ملا کر پکائیں جب کھول جائے تو اتار کر چھ ماشہ اجوائن مریض کو پھنکا کر اوپر سے چائے کی طرح گرم گرم یہ نمکین پانی پلا دیں۔ اکسیر امرت (جس کا نسخہ میں اپنے مضمون عنوان بالا عصمت ستمبر ۱۹۳۳ء میں درج کر چکی ہوں) دو بوند مصری میں ملا کر اجوائن کھانے کے دس منٹ بعد مریض کو کھلانا اور پیٹ پر اکسیر امرت کی مالش کرنا بھی نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اگر مذکورہ تدابیر کرنے کے بعد مریض کو خود بخود قے ہو جائے یا حلق میں مرغی کا پر ڈال کر قے کروا دی جائے تو پیٹ کے درد کو فوری آرام حاصل ہوگا۔ علاوہ ازاں مریض کے لئے پسینہ آنا بھی نہایت مفید ہے۔ مذکورہ تدابیر۔ بد ہضمی کے پیٹ درد۔ کوڑی کے درد۔ ریاحی اور معدہ کے درد کے فوری علاج میں اکسیر ثابت ہوئی ہیں۔ اس تکلیف کے بعد مریض کو ایک دو وقت کھانا بالکل نہ دیں۔ بلکہ الائچی کلاں اور دارچینی ڈال کر نمکین چائے پلائیں۔ اور بعد میں زود ہضم غذا۔ دوسرے روز سٹلس پاؤڈر کی پڑیا میں سے نصف لیکر (یہ ڈاکٹری دکان سے بنی بنائی پڑیا مل سکتی ہے) دو خوراکیں بنائیں اور مریض کو گھنٹے گھنٹے بعد تھوڑے پانی میں گھول کر پلا دیں۔ یہ دو چیزیں ہوتی ہیں اور یکے بعد دیگرے پانی میں ڈالی جاتی ہیں۔ پورا ڈوز استعمال کرنے سے مسہل ہو جاتا ہے۔ لیکن مذکورہ ترکیب سے پینا بھی پیٹ کا کاشدہ تحلیل کرنے میں فوری اثر رکھتا ہے۔

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابو الفضل

وادیٔ غم

از لالہ تلوک چند صاحب محروم بی۔اے

خامشی چھائی ہوئی ہے دامنِ کہسار میں
دم بخود بیٹھی ہے حیرت سایۂ اشجار میں

سرنگوں کوہ و شجر کی سرفرازی ہے یہاں
شام کے سایوں میں گیسو کی درازی ہے یہاں

طائروں کو اس جگہ گانے کی عادت ہی نہیں
ندیوں کو شور کرنے کی اجازت ہی نہیں

پرتوِ خورشید کے منہ پر نقاب سایہ ہے
صبح کا ملبوس ہے جو شام کا پیرایہ ہے

سبزہ و گل پر یہاں ہر چند آتی ہے بہار
ہر برس آتی ہے یوں گویا کہ جاتی ہے بہار

پھر نہیں سکتی یہاں آوارہ راہوں میں نسیم
رہتی ہے گم گشتہ اپنے دل کی آہوں میں نسیم

اک سکوتِ دائمی ہر شے پہ ہے چھایا ہوا
وقتِ پیدائش سے ہے ہر پھول مرجھایا ہوا

سبزۂ دامن کشاں چاروں طرف خوابیدہ سا
ہر شجر حیرت زدہ، دلگیر سا، غم دیدہ سا

رنگ و بوئے گل میں اصلا شوخی و تیزی نہیں
فصلِ گل میں دل کشی ہے پر جنوں خیزی نہیں

چاندنی راتوں میں میلی ہے ردائے ماہتاب
چپکے چپکے جا رہا ہے سر جھکائے ماہتاب

بسکہ رقت آفریں ہے رات کا منظر یہاں
چشمِ پرنم کا گماں ہوتا ہے تاروں پر یہاں

وقت ہوتا ہے رواں آہستہ آہستہ یہاں
چلتی ہے بادِ وزاں آہستہ آہستہ یہاں

جلوہ گر تمکینِ خاموشی ہے اپنی شان میں
جس طرح بیٹھا ہوا ہو کوئی گہرے دھیان میں

سیر اس وادی کی اکثر آ کے کر جاتا ہوں میں
میری نظروں میں یہ پھرتی ہے جدھر جاتا ہوں میں۔

(خاص عصمت کے لئے)

بچہ کے دانت کاٹنے کا زمانہ

از ڈاکٹر سید ممتاز حسین صاحب ایم بی بی ایس

دانت کاٹنے کا زمانہ بچے کے علاوہ اس کے والدین اور دوسرے لواحقین کے لئے بھی بے شمار مصائب۔ بے انتہا تکالیف اور غیر محدود ذہنی اذیتوں کا زمانہ ہوتا ہے۔ دو سال کی عمر کو پہنچنے تک بچے کے تمام دانت نکل آتے ہیں۔ اس عرصہ میں معمولی دستوں سے شدید پیچش تک۔ خفیف سی حرارت سے نہایت تیز اور خطرناک بخار تک۔ ہلکی سی کھانسی اور زکام سے نمونیا تک۔ گرمی دانوں سے بڑی بڑی پھنسیوں اور پھوڑوں تک اور معمولی آشوب چشم سے آنکھ کے خطرناک زخموں تک جن امراض و عوارض کی تکلیف اور مصیبت سے یہ دوچار ہوتا ہے۔ ان کو عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی دانتوں کے باعث خیال کرتے ہیں۔ یہ غلط فہمی نہایت خطرناک اور بے انتہا نقصان دہ ہونے کے علاوہ گراں مصارف کا باعث بھی ہوتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا ضرر یہ ہے کہ ابتدائے مرض میں والدین بچے کے علاج پر توجہ نہیں کرتے۔ اور یہ سمجھ کر کہ یہ تکلیف دانتوں کے سبب سے ہے۔ اس کے دفاع و علاج سے غافل ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مرض میں اس درجہ اضافہ ہو جاتا ہے کہ بچے کی جان معرض خطر میں آجاتی ہے۔ ذہنی کوفت اور وقت اور روپیہ کی بربادی اس کے علاوہ ہے۔

یہ وہم کچھ ہندوستانیوں ہی سے مخصوص نہیں۔ تمام متمدن و غیر متمدن ممالک و اقوام میں ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ دانت کاٹنے کا زمانہ ہر قسم کے امراض اور ہر نوع کے عوارض کا حامل ہوتا ہے۔ نیم حکیموں نے اپنی تشخیص کے نامکمل ہونے کے باعث اور علاج میں ناکامی کی شرم کو چھپانے کے لئے اس وہم کی اس قدر اشاعت کی ہے کہ اب امیر و غریب جاہل و عالم سب یہی سمجھتے ہیں کہ بچپن کے تمام امراض کا واحد سبب دانت نکلنا ہے۔

ہمارے پاس ہر روز بیسیوں مائیں اپنے بچوں کے علاج کے لئے آتی ہیں۔ اور سب ان کی بیماری کا سبب دانت کاٹنا ہی بتاتی ہیں۔ مرض کے علاج کا اہم جزو رفع سبب ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر بیماری کا سبب دانت کاٹنا ہو تو ازالہ مرض کا امکان نہ ہو۔ کیونکہ دانت نکلنا قدرتی فعل ہے اور اس کا روکنا ناممکن ہے۔

دانت نکلنا ایک قدرتی اور فطری عمل ہے۔ اس کی وجہ سے بچے کا کسی قسم کی مصیبت اور تکلیف میں مبتلا ہونا قدرت کی منشا کے منافی اور فطرت کے اصول کے خلاف ہے۔ فی الحقیقت تندرست بچے کے لئے دانت کاٹنا اتنا ہی آسان اور اسی قدر سہل ہوتا ہے جتنا اس کے بالوں اور ناخنوں کا اگنا۔

کسی زمانہ میں اطبا بھی اس مغالطہ میں مبتلا تھے۔ اور وہ تمام امراض جن کا نام لیا گیا ہے۔ اور ان کے علاوہ کئی اور

بیماریوں کے پیدا ہونے کا الزام دانتوں ہی پر رکھا جاتا تھا۔ مگر علم اور تجربے کی وسعت کے ساتھ ساتھ اس غلط فہمی کا ازالہ ہوتا گیا۔ اور ان امراض کی فہرست مختصر ہوتی گئی۔ یہانتک کہ آج ہمارا یہ نظریہ ہے کہ دانت نکلنے سے بیماریاں نہیں ہوتیں اور دانت نکلنے کے زمانہ میں جو بیماریاں بچے پر آتی ہیں ان کے اسباب اور ہوتے ہیں۔ البتہ وہ بچے جن کی خوراک غیر قدرتی یا بے قاعدہ ہونے کے باعث ان کی عام صحت ناقص ہو۔ ان کو دانت کاٹتے وقت چند معمولی اور نہایت خفیف تکالیف کا سامنا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ مسوڑے ذرا متورم ہو جاتے ہیں۔ منہ میں کہیں کہیں چھالے نکل آتے ہیں یا خفیف سی بدہضمی ہو جاتی ہے۔ اور وہ بھی اس وقت جب دانت مسوڑے کے نیچے پھنسا ہوا ہو ان کے علاوہ جو مرض بھی بچہ پر آتے ہیں ان کا سبب کچھ اور ہوتا ہے جس کے ازالہ کے لئے اپنے ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

بہت سی بیماریاں ہاضمہ کی بے قاعدگی سے ہوتی ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ہندوستان میں بچہ کی عمر کے پہلے دو برس میں خوراک کی جتنی بے قاعدگی ہوتی ہے اتنی کسی اور عمر میں نہیں ہوتی۔ جس جاندار کو خوراک وقت معینہ پر نہ ملے۔ اس کا ہاضمہ درست اور اس کی صحت نہیں رہ سکتی۔ بچہ اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ عام مائیں پابندی وقت کا کچھ خیال نہیں کرتیں۔ جہاں بچہ رویا۔ اس کے منہ میں دودھ ٹھونس دیا۔ جو بچے اپنی ماؤں کی غلط فیشن پرستی کے سبب یا ان کی صحت کی کمزوری کے باعث اپنی قدرتی خوراک یعنی ماں کے دودھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کی کیفیت اور بھی قابل رحم ہوتی ہے۔ گائے بھینس۔ بکری۔ ان میں سے کسی کا دودھ بھی بہ تمام وکمال اپنے اندر وہ خاصیات و خواص نہیں رکھتا۔ جو ماں کے دودھ میں ہیں۔ اس پر مستزاد اس دودھ کی تیاری کے صحیح طریقے سے ناواقفیت اور پھر پلانے میں بے قاعدگی۔ یہ ہیں صحیح اسباب بچہ کے سوء ہضم کے۔ اور اس سوء ہضم کی بڑی بڑی علامات ہیں تے۔ اسہال۔ ہچکیاں وغیرہ بالعموم چھ ماہ کی عمر میں دانت نکلنے شروع ہوتے ہیں۔ کبھی جلد کبھی بدیر۔ دوسرے سال کے اختتام یا تیسرے سال کی ابتدا میں ان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تندرست بچوں کے دانت بغیر تکلیف کے نکلتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ کبھی کبھی مسوڑوں پر خفیف سی سوجن آ جاتی ہے۔ منہ سے رال بہتی ہے۔ بے چینی اور شاذ حالات میں بے خوابی اور معمولی سی حرارت بھی ہو جاتی ہے۔ ان سب کا دفاع اور علاج بڑا آسان ہے۔

دفاع :- تندرست ماں کا تندرست دودھ۔ کھلی اور تازہ ہوا۔ دھوپ۔

علاج :- ایک ہلکا سا مسہل دیں۔ یعنی کیسٹر آئل کا ایک چمچہ۔ اکثر اوقات اتنا ہی کافی ہوتا ہے۔ بچہ کو پھل کھلائیں۔ اس سے دانت کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ منہ کو صاف رکھیں۔ اور اگر منہ کے اندر سوزش یا چھالے ہوں تو خالص گلیسرین لگائیں۔ اگر اسہال۔ بخار۔ کھانسی یا کوئی دوسرا مرض ہو تو یہ خیال نہ رہے کہ دانتوں کے باعث ہے۔ اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کریں۔

از محترمہ الحفیظ

دردِ سر کے کئی اسباب ہیں۔ ان میں دو سب سے بڑے ہیں۔ ایک معدے کی خرابی یعنی ہاضمہ کا ٹھیک نہ رہنا۔ دوسرا سبب دماغ اور آنکھوں سے ضرورت سے زیادہ کام لینا۔

دونوں میں فرق معلوم کرنے کے لئے پہلی قسم کا دردِ سر صبح کے وقت بہت شدید ہوتا ہے۔ اور جوں جوں دن بڑھتا جاتا ہے اس میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے یہ ایک ہلکا جلاب لے لینے سے جاتا رہتا ہے۔ دوسرے قسم کا دردِ سر جو آنکھوں اور دماغ پر زیادہ بوجھ ڈالنے سے واقع ہوتا ہے عام طور پر دن ڈھلے ہوتا ہے۔ خاص طور پر پڑھنے کے بعد یا سینما وغیرہ دیکھنے کے بعد یا دھوپ میں چلنے کے بعد اس قسم کا دردِ سر چند گھنٹے آرام کر لینے یا سو جانے کے بعد جاتا رہتا ہے۔

بعض بیبیوں کو دردِ سر کی شکایت ہمیشہ رہتی ہے۔ ان کو نظر کی شکایت نہیں ہوتی لیکن لکھنے پڑھنے کا تھوڑا سا کام کرنے سے بھی یا آنکھوں پر زیادہ روشنی پڑنے سے درد ہونے لگتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہو گئی ہے اور آنکھ کی اندرونی پتلی کو اس قدر خوراک نہیں ملتی جتنی اسے ضرورت ہے۔ یا آنکھ اس قدر کام برداشت نہیں کر سکتی جتنی اسے کرنی چاہئے۔ تیز روشنی رات کو سینما وغیرہ دیکھنا ان کے لئے مضر ہوتا ہے۔ سو میں سے اٹھانوے حالتوں میں اس قسم کی شکایت چشمہ کے استعمال سے جاتی رہتی ہیں۔ اس لئے کبھی کبھی اور روشنی کے زمانہ میں چشمہ کا استعمال ضروری ہو گیا ہے۔

بعض بیبیاں اعتراض کرتی ہیں کہ ہماری دادی اماں کے زمانہ میں تو کسی نے چشمہ کا نام بھی نہ سنا تھا۔ اور اس زمانہ کی آنکھیں بڑھاپے تک خوب کام کرتی تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانے میں بجلی کی تیز روشنیاں سینما کی متحرک اور متکلم تصاویر نہ تھیں آنکھوں کو ان تیز اور تند روشنیوں سے واسطہ نہ پڑتا تھا۔ یا یوں کہو کہ وہ زمانہ سادگی اور آرام کا زمانہ تھا۔ لیکن اس کے برعکس زمانہ حال! اس کے کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ خود جانتی ہیں۔ اسی لئے تو میں کہتی ہوں کہ ان تیز تیز روشنیوں کے مقابلہ کے لئے ہی آنکھوں کی حفاظت کے طور پر چشمہ ایجاد ہوا۔

جب آنکھیں دکھنی شروع ہوں یا سوجن ہو جائے تو اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ یہ سب کسی چیز کے آنکھ میں گرنے یا پڑنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ مثلاً ریت کا کوئی باریک ذرہ یا کوئی چھوٹا سا مچھر یا زہریلا کیڑا آنکھ میں

گھس گیا ہے۔ جب ایسا موقع پیش آئے تو آنکھ کے اوپر کے پپوٹے پر باریک پنسل رکھ کر پپوٹے کو اس پر الٹ دو اور اس ذرے یا تنکے کو تلاش کرو۔ اگر مل جائے تو اس کو کسی باریک برش سے یا صاف رومال کا کونا بٹ کر اس کی لمبی سلائی سی بنا کر اس سے نکال ڈالو۔ اور آنکھ کو فوراً بورک ایسڈ کے گرم سلوشن سے دھو ڈالو۔ اگر کوئی ذرہ وغیرہ نہ ملا تو آنکھ کو دن میں کئی دفعہ دھو ڈالو۔ دھونے میں ایک عام غلطی جو کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ پانی میں بورک ایسڈ ضرورت سے زیادہ ملا لیا جاتا ہے۔ جس کے استعمال سے آنکھوں میں کھجلی سی ہونی شروع ہو جاتی ہے مناسب ہے کہ آنکھوں کا معائنہ کراؤ اگر نظر میں کوئی فرق معلوم ہو جائے عمدہ قسم کی عینک کا استعمال شروع کرو۔ درد سر جو کہ روشنی میں زیادہ پھرنے یا پڑھنے لکھنے سے ہوتا ہے بالکل جاتا رہے گا۔ احتیاطاً اس بات کی رکھو کہ عینک اچھے قسم کی اور بالکل صحیح نمبر کو استعمال کرو۔ چھ ماہ بعد آنکھوں کا پھر معائنہ کراؤ۔ اگر نمبر میں فرق آگیا ہو تو اسی عینک کو استعمال کرنے کی غلطی ہرگز نہ کرو۔ بلکہ نئے نمبر کی عینک فوراً بدل ڈالو۔

گذرے ہوئے دن

سکھی! وہ دن کہاں گئے۔ جب ہم سنہرے خواب دیکھا کرتے تھے۔ اب وہ شیریں نغمے سنائی دیں گے نہ وہ شفقت بھری آوازیں۔ رسیلی باتوں کی مٹھاس رفتار وقت نے چوس لی۔ آہ! وہ باتیں خواب و خیال ہو گئیں جب ہم توت کے سائے میں چاند کی کرنوں کے ساتھ چھم چھم کھیلا کرتے تھے۔ وہ گھنے درخت ٹوٹ رہے ہیں مزدوروں نے کاٹ ڈالے جن پر کوئل کوکتی تھی۔ پپیہا راگنی الاپتا تھا۔ خوبصورت بھونرے کہیں دور مقاموں میں اڑ گئے۔ فاختہ بھی اپنا گھونسلا چھوڑ گئی۔ اب وہاں کھیتوں میں ہل چلائے جاتے۔ اور کسانوں کے کثیف جھونپڑے دکھائی دیتے ہیں۔

اس راہ گیر کی بانسری کا پُرزور نغمہ اب ہماری سمجھ میں آگیا ہے۔ سکھی! وہ دن کس قدر جلدی گذر گئے۔ اب ہم غمگین ہیں۔ آہ! غم کی دل سوز باتیں۔ ہماری رنگین روحیں پس مردہ پھولوں کی طرح مرجھا گئیں ہیں۔ اب ہم افسردہ ہیں۔ موسم خزاں کے بچھڑے پتوں کی طرح وہ تمام ساتھی جو بچھڑ گئے آہ! اب پھر نہ ملیں گے۔ وہ گذرے ہوئے دن افسوس اب واپس نہ آئیں گے!

ایس۔ بی۔ طاہرہ

جب آپ کا پتہ تبدیل ہو تو ہماری نمبر کے حوالہ سے ہمیں فوراً اطلاع دیدیجئے تاکہ رسالہ ہمیشہ آپ کو ٹھیک وقت پر ملتا رہے۔

منیجر۔

سفری رائٹنگ کیس

یہ سفری رائٹنگ کیس جس کی پوری شکل نیچے دکھائی گئی ہے نہایت کارآمد اور آرام دہ چیز ہے۔ سفر میں اس سے خاصا آرام ملتا ہے۔ خوبی یہ ہے کہ چھوٹے سے اٹیچی کیسوں اور نہایت گراں ہینڈ بیگوں سے کم قیمت ہے۔ بہت تھوڑی لاگت سے ہر لڑکی اس کو اپنے استعمال کے لئے گھر پر آسانی سے بنا سکتی ہے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ایک سب سے عام اسٹینڈرڈ پیمانہ کے کیس کے لئے کیا سامان درکار ہوگا۔

وصلی کا ایک تختہ۔ تقریباً ایک یا سوا سیر وزن کا۔ کرمچ یا ایک پھول دار کپڑا زیادہ سے زیادہ ۱ گز۔ برائے اندرونی جیب وغیرہ (۱) ایک تختہ موٹے دبیز کاغذ کا (خواہ کسی رنگ کا ہو) (۲) استر کے لئے کوئی مضبوط کپڑا۔ آدھ یا پون گز۔ ایک اچھے رنگ کے موٹے چمڑے کی پٹی ¾ ۱۰ انچ لمبی ½ انچ چوڑی۔ برائے ہینڈل۔ یا تیار شدہ ہینڈل جیسا کہ چمڑے کے اٹیچی کیسوں اور سوٹ کیسوں نیز لوہے کے ٹرنکوں میں لگا کرتا ہے۔ یہ ٹرنک یا چمڑے کا سامان بیچنے یا بنانے والوں کی دوکانوں پر آسانی سے مل سکتا ہے یا کسی پرانے ٹرنک کا نکلوا کر لگایا جا سکتا ہے۔

لکڑی کا ایک چوکٹا (فریم) جو کم از کم ½ یا پون انچ موٹا اور اتنا لمبا و چوڑا ہونا چاہئے جتنا کیس ہے۔

½ درجن پیچ کم از کم۔ دو سوت قطر اور تین سوت لمبائی کے۔ برائے کڑا یا ہینڈل۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ کیس اس چیز سے جس کے لئے وہ بنایا جاتا ہے ایک یا دو انچ بڑا رکھا جاتا ہے۔ اس لئے فلسکیپ پیمانہ کی اسٹیشنری کے واسطے کیس کا پیمانہ یہ ہوگا ½ ۱۴ × ۱۰ × ½ ۳

وصلی کے تختہ میں سے ایک تختہ اس پیمانہ کا تراشنا چاہئے ½ ۲۲ × ۱۷۔ پھر اس تختہ پر شکل نمبر ۲ کے مطابق خاکہ بناؤ۔ یاد رہے کہ ہر ایک حصہ کا وہی ناپ ہونا چاہئے جو خاکہ میں درج ہے ورنہ شکل میں فرق پڑ جائے گا۔ زائد حصے اور کونے کاٹ کر پھینک دو۔ اب خاکہ کی تمام لکیروں پر سوتالی یا کوئی دوسرا نوک دار اوزار مثلاً چاقو یا ناخن تراش با ذرا ہاتھ دبا کر چلایا جائے تاکہ لکیریں گہری ہو جائیں اور وصلی آسانی سے موڑی جا سکے۔ موڑنے سے قبل یہ لکیریں پانی سے نم کر دی جائیں تاکہ ان کی جگہ نرم ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد اس خاکے کی چاروں باڑھیں احتیاط سے اوپر کی طرف موڑ کر اٹھا لو اور ایک تسمہ سے لپیٹ دو تاکہ کھل نہ سکیں چاروں کونوں کے جوڑوں پر مضبوط کپڑے کی دھجی چپکا دو۔ اس کے بعد لکڑی کا چوکٹا بھی مضبوط سریش سے شکل کے پیندے پر چپکا دو اور کونوں پر ایک ایک کیل بھی جڑ دی جائے تاکہ چوکٹا اپنی جگہ پر مستقل طور سے جا رہے۔ اب شکل تیار ہو گئی اس کو خشک ہونے کے لئے الگ رکھ دو اور اس کا

ڈھکن تیار کرو۔ ڈھکن کاٹنا زیادہ دقت طلب کام نہیں ہے۔ آسانی کے ساتھ کاٹا جا سکتا ہے۔ اس بات کا خیال رہے کہ یہ ہیکل پر بالکل ٹھیک آجائے۔ اس کے بعد اس کے بیز ہیکل کے تمام کنارے ریگ مال نمبر ا سے گھس کر صاف اور برابر کر دیئے جائیں۔

اب ہیکل پر کرہٹوں منڈھنا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے بہت عمدہ میدے کی لئی بنائی جائے جو نہ بہت سخت یعنی گاڑھی ہو اور نہ بہت پتلی۔
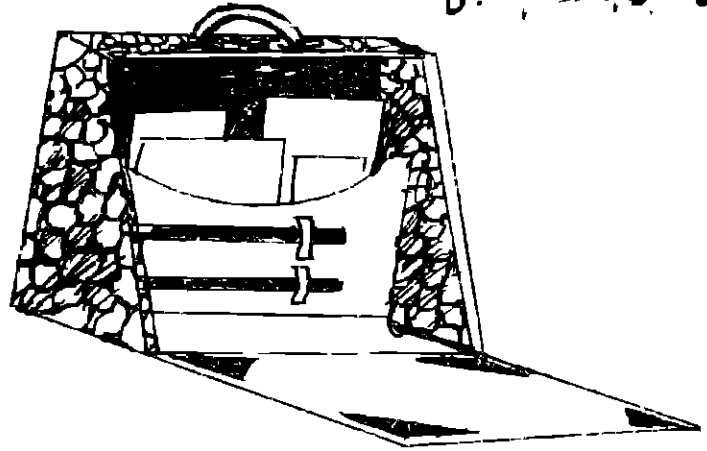
شکل نمبر ا

بلکہ اوسط درجہ کی ہونی چاہئے بیز اچھی طرح پکی ہوئی ہو۔ گٹھلی دار اور کچی لئی مضبوط نہیں ہوگی نہ کیس میں صفائی آئے گی۔ کرہٹوں ہیکل کے اوپر بیز اندر باڑھوں پر ہی چپکایا جائے گا۔ اس لئے کرہٹون کا خاکہ اتنا بڑا کاٹنا چاہئے کہ وہ ہیکل کے اوپر چاروں باڑھوں اور پیندے پر چپک کر اندر کی طرف بھی مڑ کر باڑھوں پر چپک جائے۔ کپڑے کا خاکہ کاٹنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ یہ اسی شکل کا کاٹا جائے گا جس طرح ہیکل کا کاٹا گیا تھا۔ البتہ فرق صرف اتنا ہوگا کہ کپڑے کے خاکے کے کونے صرف نصف نصف کاٹے جائیں گے۔ نصف کونے ہیکل کے کونوں پر موڑ دیئے جائیں گے خاکہ کاٹ کر ہیکل پر صفائی سے چپکا دیا جائے۔ چپکانے کے دوران میں سب جگہ کو بلاٹنگ کاغذ سے دباتے جائیں۔ کنارے موڑ کر اندر کی طرف چوکھٹے کے نیچے چپکا دیں۔ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ کپڑے پر شکن یا جھول نہ پڑنے پائے۔ اندرونی پیندے پر استر کے کپڑے میں سے جو ابھی تک الگ رکھا ہے اس کے پیمانے کے مطابق کاٹ کر چپکا دیں۔ چپکانے سے پیشتر کپڑے کے چاروں کنارے موڑ دیئے جائیں۔

ڈھکنا پر منڈھنے کے لئے کپڑا اس سے کچھ بڑا کم سے کم ½ انچ زائد کاٹنا چاہئے۔ بیز پیچھے کی طرف سے ۱½ انچ زیادہ کاٹیں کیونکہ اس طرف سے ڈھکن ہیکل سے مستقل طور سے ملانے کے لئے سلائی کی جائے گی۔
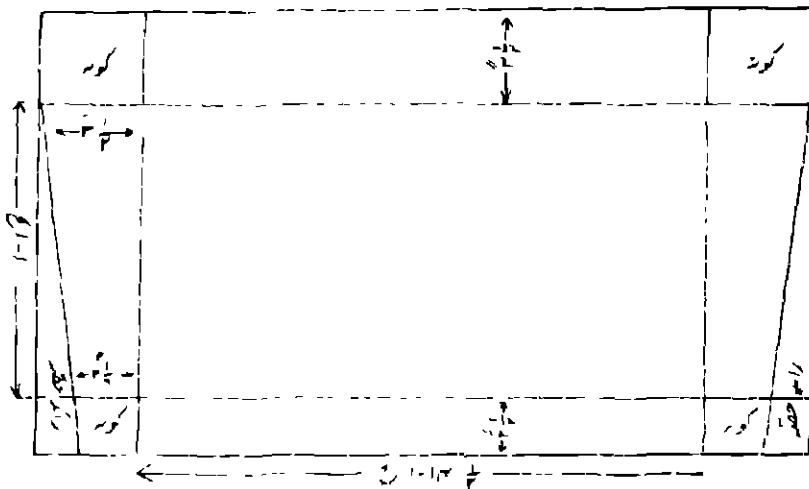
شکل نمبر ۲

ڈھکن چونکہ بلاٹنگ پیڈ کا بھی کام دیگا اس لئے اب اس تختہ کو اپنے سامنے اس طرح رکھو کہ اس کی الٹی سطح تمہارے سامنے رہے۔ اس کے چاروں کونوں پر کپڑوں میں سے چار عدد ٹکڑے تکون کاٹ کر اور ان کو تینوں طرف سے بقدر ½ انچ موڑ کر چپکا دو۔ کونوں کے دونوں طرف چوتھائی چوتھائی انچ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔ اگر بجائے کپڑے کے کونے سخت ہوں تو پہلے کپڑے کے ان ٹکڑوں کونوں کی الٹی طرف موٹا دبیز کاغذ چپکا لیا جائے۔ پھر پیڈ یا ڈھکن کی خالی سطح پر کوئی معمولی سفید کاغذ چپکا دیا جائے۔ بعد ازاں ڈھکن کو کسی ہموار جگہ دبا کر خشک ہونے کے لئے رکھ دیا جائے۔
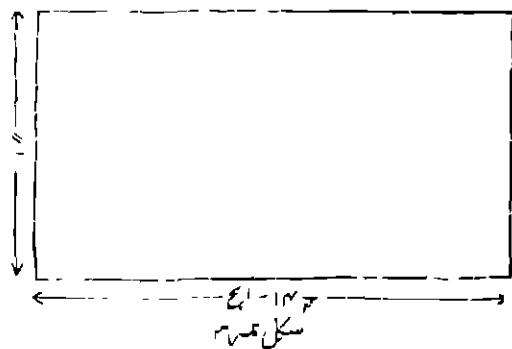
۱۴ انچ

شکل نمبر ۳

شکل نمبر ۴

۱۴
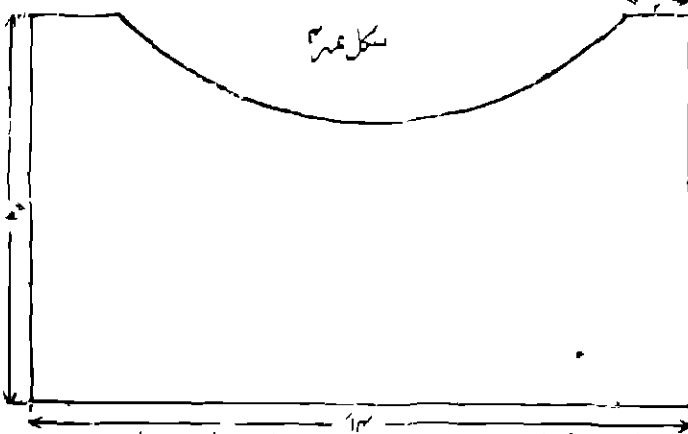
اب ہیکل کے اندر دو جیبیں لگانی چاہئیں جن کے اندر لفافے خطوں کے پیڈ پوسٹ کارڈ وغیرہ رکھے جائیں گے۔ جیبوں کے لئے پہلے کاغذ کے دو خاکے کاٹے جائیں جو شکل نمبر ۴ کے مطابق ہونے چاہئیں۔ ان میں سے ایک خاکہ چھوٹا ہوگا اور دوسرا اس سے کسی قدر بڑا۔ بہرحال دونوں جیبوں کی چوڑائی علی الترتیب ۵ و ۶ انچ ہونی چاہئے اور لمبائی اتنی ہی ہوگی جتنی ہیکل کی ہے یا اس سے ½ کم۔ کاغذ کے خاکے کاٹ کر ان پر استر کا

کپڑا بھی صفائی سے چپکا لینا چاہئے۔ پھر ان جیبوں کو ایک دن کے لئے کسی وزنی چیز کے نیچے دبا کر رکھ دیں تاکہ وہ بالکل سوکھ جائیں۔ بعد ازاں وصلی کی ۴ عدد پٹیاں بنائیں جن میں سے دو ۶۔ انچ لمبی اور دو ۵۔ انچ اور تقریباً ½ انچ چوڑی ہوں کاٹنی چاہئیں اور دو پٹیاں ۱۳۔ انچ لمبی اور ½ انچ چوڑی کاٹیں۔ اب جیبیں ہیکل کے اندر پیندے پر چپکانی چاہئیں۔ اس مقصد کے لئے والی کی دو پٹی ۶۔ انچ والی پٹیاں ہیکل کے دائیں بائیں سرے سے چپکا دیں اور ۱۳۔ انچ والی پٹی نیچے۔ اب اس کا گھیرا ایسا ہو جائے گا جیسا کہ شکل نمبر ۵ میں دکھایا گیا ہے۔ ۶ اور ۵۔ انچ والی پٹیوں کو قدرے گاؤ دم کر دیا جائے۔ جیسا کہ شکل نمبر ۵ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ بڑی جیب کی آخری طرف (دائیں بائیں) دونوں کناروں پر نیچے کنارے پر سریش لگا کر ان پٹیوں پر چپکا دیں۔ اسی طرح باقی دو چھوٹی پٹیاں بھی بڑی جیب کے دائیں بائیں اور لمبی پٹی نیچے چپکائیں اور جس طرح بڑی جیب چپکائی گئی ہے اسی طرح چھوٹی جیب بھی چپکا دیں مگر چھوٹی جیب چپکانے سے پیشتر اس کی سیدھی طرف دائیں بائیں کسی قسم کے ٹکڑے اگر ممکن ہو الاسٹک ربن سوئی سے ٹانک دیں جن میں پنسل اور فاؤنٹین پین رکھے جائیں گے دیکھو مکمل رائٹنگ کیس میں۔

شکل نمبر ۵

ڈھکنے ہیکل سے جوڑنے سے قبل ہیکل کی آگے کی بارٹھ پر ہینڈل لگا لینا چاہئے۔ بارڈ میں پہلے سوراخ کریں۔ ہینڈل کے کونے پلیٹوں (جو ہینڈل کے ہمراہ آتی ہیں) کو داخل کر کے پلیٹیں سوراخوں پر رکھیں اور ان میں برویٹ لگاویں۔ رویٹ کی ڈنڈیاں ہیکل کے اندر نکل آئیں گی ان کو چیر کر ٹھونک دیں۔ اب ڈھکن ہیکل پر رکھ کر وہ کپڑے کی ایک پٹی جو ڈھکن سے زائد لٹک رہی ہے دہری کر کے ہیکل پر چپکا دیں اور خشک ہونے پر موٹے سوئی تاگے سے مضبوط سلائی کر دیں۔ سلائی کے لئے اُسی رنگ کا تاگا استعمال کیا جائے جس رنگ کا کرہٹون ہے۔ سلائی دُہری کی جائے یعنی ایک طرف سے سی کر پھر دوبارہ اُسی طرح سی لیں۔ گویا یہ مشین کی سی سلائی ہوگی۔ بعد ازاں ڈھکن میں بلاٹنگ کاغذ کا ایک تختہ دُہرا کر کے لگا دیں۔

ڈھکنے کو بند کرنے کے لئے بجائے قفل یا کلپ کے ایک ڈیڑھ انچ چوڑا تسمہ استعمال کیا جائے جس میں بکسوا لگا ہونا چاہئے۔ یہ تسمہ یا اسٹراپ یا تو کرہٹون میں سے ایک پٹی کاٹ کر اور اس کو دُہری کر کے سی کر تیار کیا جا سکتا ہے یا چمڑے کا تیار شدہ بازار سے منگوایا جا سکتا ہے۔ مگر کفایت شعاری کا تقاضہ یہی ہے کہ یہ تسمہ کرہٹون میں سے ہی بنا لیا جائے۔ اب رائٹنگ کیس استعمال کے لئے تیار ہے۔ یہ سفر کے علاوہ مدرسہ کتابیں لی جانے کے لئے بھی بطور ہینڈ بیگ استعمال ہو سکتا ہے مگر آخر الذکر مقصد کے لئے کیس کے کونے کافی مضبوط ہونے چاہئیں اور اس میں بہت وزنی کتابیں یا اشیاء نہ رکھی جائیں۔

جعفری

چھوٹی بچیاں جوانوں سے عقلمند

ایسٹر کا تہوار گھر گھر منایا جا رہا تھا۔ برف پر چلنے والی گاڑیوں کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ مگر میدان اور صحن برف باری کا ہنوز ثبوت دے رہے تھے۔ کہیں کہیں پانی سڑکوں سے بہتے زوروں پر گر رہا تھا۔ دو چھوٹی چھوٹی بچیاں اپنے اپنے مکان سے کھیلتی کودتی اتفاقاً اس گلی میں جو دو کھلیانوں کی دیواروں سے بنی تھی پہنچ گئیں۔ اس گلی میں ایک چھوٹا سا گڑھا تھا جس میں پانی انہیں کھلیانوں سے آ آ کر جمع ہو گیا تھا۔ ان بچیوں میں ایک بالکل ہی ننھی تھی اور دوسری کچھ بڑی۔ ان کی ماؤں نے دونوں کو نئے نئے کوٹ پہنا دیے تھے۔ ننھی بچی کا نیلا اور بڑی بچی کا زرد کوٹ تھا اور دونوں کے سر پر سرخ رومال بندھے ہوئے تھے۔ دونوں ابھی یہاں گرجے ہی سے نکل کر آئی ہوئی تھیں۔ پہلے دونوں نے اپنے نئے نئے کپڑوں پر اظہار مسرت کیا۔ پھر کھیل میں مصروف ہو گئیں۔ کچھ دیر کے بعد دونوں نے ایک دوسرے کی طرف پانی کی چھینٹیں اڑانی شروع کیں۔ ننھی بچی چاہتی تھی کہ جوتے اور موزے پہنے ہی ہوئے گڑھے میں چلی جائے مگر بڑی نے اسے روکا اور کہا "سیلاشا یوں گڑھے میں مت جاؤ۔ کہیں تمہاری ماں نے دیکھ لیا تو تمہیں ڈانٹیں گی۔ میں اپنے جوتے اور موزے اتارتی ہوں۔ اور تم بھی اپنے موزے اور جوتے اتار دو"۔ دونوں نے ایسا ہی کیا اور پھر اپنا اپنا دامن اٹھا کر پانی میں ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگیں۔ جب پانی سیلاشا کے ٹخنوں تک پہنچ گیا تو وہ گھبرا کر بولی "اف! مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اکلیا پیاری، کتنے گہرے میں آگئی ہوں"۔ "چلی آؤ۔ مت ڈرو۔ بس اب زیادہ گہرا نہیں ہے"۔ اکلیا نے جواب میں کہا۔ جب دونوں قریب ہو گئیں تو اکلیا نے کہا۔ "دیکھو سیلاشا۔ پانی مت اچھالو۔ ہوشیاری سے چلو"۔ اکلیا نے کہا ہی تھا کہ سیلاشا نے پاؤں کو پانی کے اندر زوروں سے جھٹکا دیا جس کی وجہ سے میلے پانی کی کچھ چھینٹوں نے اکلیا کی تمام قمیص کو ستیاناس کر دیا اور کچھ چھینٹیں آنکھوں اور ناک تک بھی جا پہنچیں۔ اس حرکت نے اکلیا کے غصہ کو بھڑکا دیا۔ اور وہ سیلاشا کو ایک چانٹا رسید کرنے کے لئے اس کے پیچھے لپکی۔ بیچاری سیلاشا گھبرا گئی اور یہ محسوس کر کے کہ اس کی شرارت تھی جو اکلیا کی خفگی کا باعث ہوئی۔ گڑھے سے نکل گئی۔ اور گھر بھاگ جانے کی ٹھان لی۔ اکلیا کی ماں اتفاق سے اسی وقت اسی گلی سے گذر رہی تھی اس کی نظر اکلیا کی قمیص اور اسٹیبن پر (جس پر ہنوز کیچڑ کے نمایاں دھبے موجود تھے) جا پڑی۔ بس اس کی خفگی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ گندی لڑکی! تو نے یہ کیا کیا؟ اس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ "شریر سیلاشا نے چھینٹیں ڈال دی ہیں"۔ اکلیا نے جواب دیا۔ سننا تھا کہ اکلیا کی ماں نے سیلاشا کو پکڑا اور اس کی گردن پر ایک تھاپ جمایا۔ سیلاشا بردا شت

نہ کرسکی اور خوب زوروں سے چلانے لگی تاکہ لوگ اس کی مدد کو پہنچیں۔ اس کی ماں دوڑی ہوئی پہنچی اور اس نے کہا " ہائے ، ہماری بچی کو کیوں مار رہی ہو" اور پھر غصہ سے سُرخ ہو گئی۔ اس طرح باتوں ہی باتوں میں دونوں میں ایک جنگ چھڑ گئی۔ وہاں پر تماشہ بینوں اور محلہ والوں کی ایک بھیڑ لگ گئی۔ دونوں پارٹیوں کی طرف سے شور و غل میں کافی اضافہ ہو رہا تھا۔ مگر لڑنے والی ماؤں نے کسی ایک کی نہ سنی۔ لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ نوبت دھکے سے لات گھونسے کے قریب پہنچنے والی تھی کہ اکلیا کی ضعیف نانی باہر آ گئی۔ اور درمیان میں پہنچکر چاہتی تھی کہ دونوں کو ٹھنڈا کرے۔ اس نے کہا " کیوں مہربان ۔ آپ لوگوں کا منشا کیا ہے؟ کیا آپس میں یہی سلوک جائز قرار دینا چاہیئے ؟ اور وہ بھی ایسے مبارک دن ۔ یہ دن اس لیے ہے کہ ہم لوگ اسے مسرت و خوشی میں گذاریں نہ کہ ایسی واہیات نادانی کی باتوں میں " مگران پر غصہ کا بھوت سوار تھا کچھ نہ سنی اور اس غریب کو ہٹ ہی جانا پڑا۔ اس ضعیفہ کی تدبیر رائیگاں گئی۔ مگر بچیوں کی باہمی صلح کر لینے کی تدبیر قابل داد ہے۔ جب دونوں عورتیں ایک دوسرے کو سخت سُست کہہ رہی تھیں تو اکلیا نے کیچڑ اپنے کپڑے سے علیحدہ کر دی۔ اور پھر اسی گڑھے کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ اُس نے پتھر کا ٹکڑا اٹھایا اور اسی سے زمین کھرچ کھرچ کر ایک نالی بنانے کا ارادہ کیا تاکہ گڑھے کا پانی دور تک سڑک پر چلا جائے۔ سیلا نشا نے بھی فوراً ہی آکر اُس کا ساتھ دیا اور ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھاکر اس سے نالی کھودنے میں مدد دی۔ جیسے ہی دونوں عورتیں آپس میں مار پیٹ کرنا چاہتی تھیں گڑھے کا پانی نالی سے ہوتا ہوا زوروں سے سڑک کی اس جانب پہنچ گیا جہاں وہ ضعیفہ کھڑی ہوئی جنگ کو رفع کرنا چاہتی تھی۔ لڑکیاں بھی پانی کے ساتھ دوڑیں۔ " سیلا نشا اسے پکڑو پکڑو " ، اکلیا نے چلاتے ہوئے کہا۔ اور سیلا نشا کا یہ حال تھا کہ ہنستے ہوئے دوڑی جا رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں بہت خوش خوش پانی پر بہتے ہوئے لکڑی کے ٹکڑے کے ساتھ دوڑی جا رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھ ہی آدمیوں کی بھیڑ میں گھس پڑیں۔ اُس ضعیفہ نے دونوں پارٹیوں کو مخاطب کر کے کہا " کیا تمہیں شرم نہیں آتی ؟ تم ان کی وجہ سے لڑ رہی ہو اور یہ دونوں سب بھول بھالکر خوشی خوشی ساتھ کھیل رہی ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے ۔ وہ تم سے عقل میں بدرجہا بڑھی ہوئی ہیں "۔ وہاں جتنے آدمی کھڑے تھے سب ہی بغور لڑکیوں کو دیکھنے لگے۔ اور یہ شرمندہ ہوکر اپنے ہی اوپر ہنستے ہوئے گھر واپس گئے۔

" جب تک تم ان بچیوں جیسے نہ ہو جاؤ۔ تم کسی طرح بہشت میں داخل ہونے کے مستحق نہیں"

(ترجمہ) ایس ۔ اے ۔ فضل ۔ بنگلوری

ترکِ رسوم

اس طرح ہے قوم میں پابندیِ رسمِ فضول | جس سے محنت اور مصائب دونوں میں ہوتا ہے طول

مرد کہتے ہیں کہ ہیں معذور ہم اس میں، مگر | ایک الزامات ہیں سب طبقۂ نسواں کے سر

لاکھ سمجھاتے ہیں کرتی ہو یہ لغویات کیا | وہ جہالت سے سمجھتیں ہی نہیں اس کو ذرا

زر بھی ہو برباد اور پھر دربدر سرنگوں ہو | کون سی یہ عقل ہے کچھ سوچ کر آخر کہو

ایسی رسموں سے تمہیں زیبا نہیں ہے رسم و راہ | جو کہ دیتی ہیں تم کو آئے دن کیسا تباہ

ترک تو تم نے وہ کیں باتیں جو تھیں اسلام کی | یعنی دنیا میں بہر صورت تمہارے کام کی

اور کیا جاتا نہیں کمبخت ان رسموں کو ترک | کاش کر بیٹھو کہیں تم ان بری باتوں کو ترک

ان بری رسموں کے پیچھے ہیں فرائض پائمال | تم الجھتی ہو ادھر رہتا نہیں ان کا خیال

ایسے لغویات میں گھر ہو گئے کتنے تباہ | بے زری سے زندگی کا ہو گیا مشکل نباہ

تجربے سے ان گنت پاتے ہیں ہم اسکی مثال | طول ہو تقریر میں چھیڑیں اگر وہ قیل و قال

عاقبت اندیش ہو بہنو! تمہیں سوچو ذرا | وقت ان بچوں کی آ جاتا ہے جب تعلیم کا

اس گھڑی ہوتی ہو مضطر فکر سے تم کس قدر | کیونکہ ان رسموں کے پیچھے تم تو کھو چکتی ہو زر

تم خدا کے واسطے رحم اپنے بچوں پر کرو | باز لغویات سے اے کاش تم اب بھی رہو

کیسی تم انجام بیں ہو کیسی ہو عالی خیال | مطلقاً جاتی نہیں نظریں تمہاری تا مآل

وقت ہے نازک بہت فکریں ہیں ہر دم آس پاس | ہے وہ دورِ سخت یہ ہیں مرد جس میں بدحواس

میں نے ہمدردی سے کی یہ عرض تم کرنا معاف | قوم کا مخلص ہوں میں کہتا ہوں اس سے صاف صاف

مالی حالت قوم کی امداد ہے ایسی سقیم | جس کے صدمہ سے ہوا جاتا ہے دل اپنا دو نیم

سید امداد حسن امداد عظیم آبادی

صحت درست نہ رہنے کے اسباب

رات کو جلد سونا صحت کے لئے نہایت مفید ہے۔ جو لوگ رات کو اوّل وقت عالم خواب میں مصروف ہو جانے کے عادی ہیں اُن کی صحت ہمیشہ ٹھیک رہتی ہے جسمانی اعضا بہر حالت میں ہوتے ہیں چہروں پر رونق اور خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ معدہ کی شکایت، کھانسی، ضعف بصارت، بھوک نہ لگنا، کمی خون، چہرہ پر بے رونقی جاگنے کی علامات ہیں۔ تمام دن طبیعت سُست اور کام سے اُچاٹ رہتی ہے۔ ان نقصانات سے ہمیشہ محفوظ وہی لوگ رہتے ہیں جو شب کو کافی وقت سوتے ہیں۔ ملازم پیشہ لوگ جن کو رات کو بھی کام کرنا پڑتا ہے وہ تو مجبور ہیں جیسے تار بابو، ریلوے ملازم۔ یہ لوگ ہمیشہ ان تمام شکایتوں میں گرفتار رہتے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی بعض لوگ اپنی صحت سے لاپروائی کرتے ہیں اور خواہ مخواہ شب بیداری کرتے ہیں یعنی تمام رات کہانی کہنا۔ جاگنا باتیں کرنا۔ سونے والوں کی نیند میں مخل ہونا اور محفلوں جلسوں شادیوں میں گانا بجانا یا تھیٹر بائسکوپ ایک دو بجے آکر سو جانا اور دس بجے دن تک بیدار ہونا عین نحوست کے اطوار ہیں۔ صبح کے خوشنما وقت دل آویز نظاروں اور جاں فزا نسیم سحری کے جھونکوں سے یہ لوگ محروم رہتے ہیں۔ باغوں کی ہوا خوری۔ گلوں کی تازی تازی شمیم غنچوں کی گل چینی دل و دماغ کو معطر کرنے والے تمام قدرت کے بے بہا عطیے گویا ان کے لئے ہیں ہی نہیں۔ شب بیداری کی گپ شپ بے وقت جاگنا بے وقت سونا ان باتوں کے نقصانات کبھی دل و دماغ کی صحت درست نہیں ہونے دیتے اور ان کی وجوہ سے جوانی میں بڑھاپا محسوس ہوتا ہے اور بچپن میں مریض بنجاتے ہیں اور بعض لوگوں کو تو یہاں تک دیکھا ہے کہ صبح اُٹھ کر دانت بھی نہیں مانجھتے اور منہ نہیں دھوتے ہیں اور یوں ہی چاء وغیرہ پی لی جاتی ہے۔ جو کچھ میل کچیل وقت منہ کے اندر ہوتی ہے وہ سب پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے۔ آنتوں اور معدہ میں جا کر سل و دق کے کیڑے بن کر ہر قسم کی بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ باسی کھانا کھانا۔ بازاری مٹھائیاں کھانا یہ تو عام بات ہے۔ خواہ ان بازاری کھانوں اور مٹھائیوں میں کچھ بھی ہو۔ بال پڑ گیا ہو مکھی پڑ گئی ہو۔ ذرا بھی طبیعت کو گھن نہیں آتی۔ اپنی آرام طلبی اور دلچسپیوں کی وجہ سے سب کچھ گوارا ہے۔ معصوم بچوں کی عادت اسی سے بگڑتی ہے اور تندرستی برباد ہو جاتی ہے۔ ایک خرابی اور ہے کہ برادری کی عورتوں محبت والی سہیلیوں اور ہم جولیوں اور ہمسایوں سے میل و ملاقات کرنے اور اُن کی آمد و رفت اور باتوں کی وجہ سے خانہ داری کے فرائض ادا کرنے کی فرصت کہاں اور تربیت اطفال اور نگہداشت اولاد کی خبر کس کو رہتی ہے۔ بچے بے آرام پھر رہیں۔ بہن سہیلی سے باتیں کرنے میں محو۔ مذاق ہو رہے ہیں قصے کہانیاں بیان کی جا رہی ہیں۔ سامان بے ترتیب پڑا ہے۔ لباس مکان سخت نفرت

کے قابل ہے۔ خورونوش کا انتظام ہی نہیں۔ باورچی خانہ سے مطلب نہیں صبح سے شام ہوگئی۔ کوئی پرواہ ہی نہیں بھوک لگی دکان موجود ہے۔ منگایا۔ کھلایا کھالیا۔ ان طریقوں سے صحت کی بربادی اور تندرستی کی خرابی ہونا یقینی امر ہے۔ صفائی رکھنے اور صحت کو درست رکھنے کیلئے تندرستی قائم رکھنے کے لئے صرف کاہلی کو اپنے جسم سے نکال دینا کافی ہے۔ وقت پر سونا وقت پر بیدار ہونا اپنی دولت لیاقت کی نشانی ہے جسم کپڑے بستر لباس صاف رکھنا تندرست اور خوش رہنے کے لئے ضروری ہے۔ مٹھائی کھٹائی جو کچھ نوش کرنا ہو وہ گھر میں تیار کرلینا ہی بہترین اصول ہے۔

جلیلہ خاتون

تارکشی کی لیس

یہ لیس نہایت کارآمد اور مضبوط ہوگی۔ اشیا ضروری لٹھا کی چالیس ہزار۔ ڈی۔ایم۔سی (نمبر ۱۲ اور نمبر ۸) یا ریل اچھے کارلائل سنس اینڈ کو نمبر ۵۰ = ۴۰) جتنی لمبی لیس بنانا منظور ہو اتنی لمبی چار انچ چوڑی پٹی پھاڑ کر دو دو انچ کپڑا دونوں طرف چھوڑ کر جیسا کہ نقشہ الف سے ظاہر ہے نہایت صفائی کے ساتھ کپڑے سے تار نکال لیجئے پھر نقشہ ب) کی طرح کاڑھیے ڈی ایم سی نمبر ۸ سے اب دیکھئے نقشہ ل) اور سوئی میں ڈی۔ایم۔سی نمبر ۱۲ پرو کر کپڑے کے نکلے ہوئے تاروں کو لپیٹ دیں۔ (نقشہ ن) کو مدنظر رکھ کر دھاگے باندھیں اب نقشہ ج کو دیکھ کر کل تب کی بنائیں کناروں پر جو ایسے نشان ہیں وہ دونوں طرف ہیں ڈی ایم سی نمبر ۸ سے ٹانکے ڈالے گئے ایسی لکیریں جو بیچ میں دکھائی گئی کاڑھی گئی ہیں اب کناروں پر کروشیا سے تکے بنا کر اس میں دھاگوں کی جھالر بنا لیجئے جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہو اوپر کے تھوڑے سے تار نکال کر ہم نے لیس سجائی ہے

آل انڈیا لیڈیز مسلم لیگ

مسلمان عورتوں کی پست حالت دیکھ کر بیگم شاہنواز صاحبہ کا خیال ہے کہ ایک آل انڈیا لیڈیز مسلم لیگ قائم کی جائے جس کی شاخیں ہر بڑے شہر میں ہوں۔ اس کی سرپرست بیگم صاحبہ بھوپال یا اور کوئی رئیسہ مقرر کی جائیں۔ میرے خیال میں اس کا صدر دفتر لاہور میں ہوگا۔ لاہور کی خواتین کو سب سے زیادہ اپنے حقوق طلب کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ پنجاب میں ترکہ ان کو نہیں ملتا اور لاہور سے بہت سے اخبارات و رسالے نکل رہے ہیں ان سے بھی امید ہے کہ مدد دیں گے۔ میں تمام ناظرین و ناظرات عصمت سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنا اپنا خیال ظاہر کریں کہ آل انڈیا مسلم لیگ قائم کرنی چاہیے یا نہیں۔ سال میں ایک بار کانفرنس کی طرح اس کا جلسہ ہوا کریگا۔ ہر شہر سے نمائندہ یا ڈیلیگیٹ آیا کریں گے ہر شہر میں ایک ایک سکرٹری کا تقرر کیا جائے گا۔ جو مسلمان لڑکیوں و عورتوں کی تعلیم کی کوشش اپنے شہر میں کریں گی۔ ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل لیڈیز کانفرنس قائم ہے اب اس کی کیا ضرورت۔ لیکن اس کانفرنس میں سب کارروائی انگریزی میں ہوتی ہے۔ عام مسلمان عورتوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور نہ شریک نہیں ہوتیں۔ رہی آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس اس کا جلسہ ہوئے چھ سال ہوگئے۔

صغرا ہمایوں مرزا

چکن میں دوپٹہ کی بیل

آبرواں کے دوپٹہ پر کیجئے۔ لال دھاگے سے یہ بیل کاڑھیں۔ اگر کالا و سفید دھاگے سے کاڑھیں تو وہ بھی کچھ برا نہ ہوگا۔ ساری یا دوپٹہ پر بہت ہی خوبصورت چکن ہوگی۔ صفائی شرط ہے۔ امید کہ فن چکن دوزی کی ماہر بہنیں فوراً اس نمونہ سے اپنے دوپٹہ کو مزین کریں گی۔

نشاط افزا۔ کلکتہ

بچوں کے لئے کوٹ نما سوئٹر
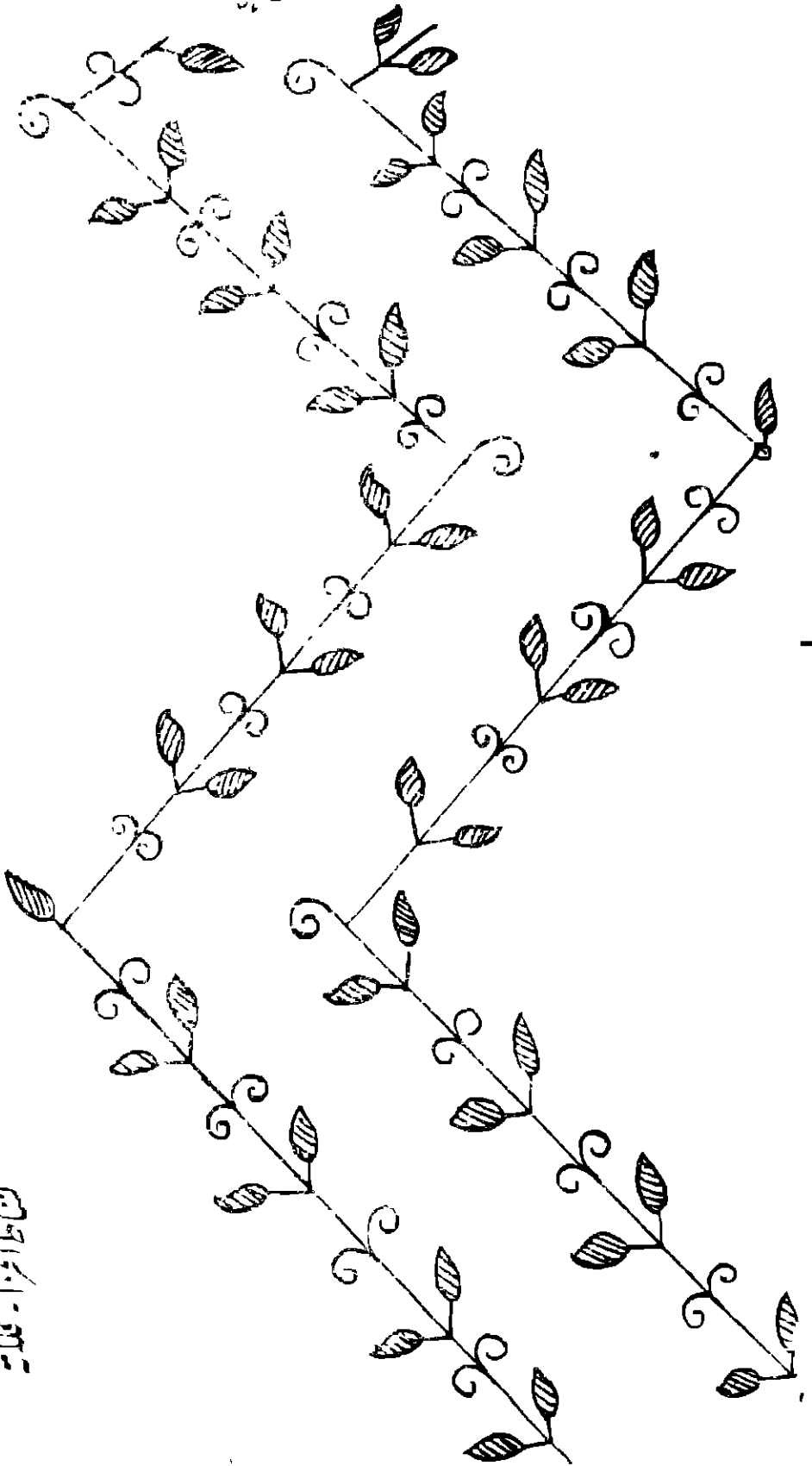
اشیا:- نمبر ۸ کی ٹانبے سلائیاں ۲ عدد۔ ایک ہڈی کا کروشیا۔ اون حسب پسند ۱۲ تولہ۔ دوسرے رنگ کا ایک تولہ۔

ترکیب۔ سلائی پر پہلے ستر خانے ڈالو۔ پہلی قطار۔ تمام سیدھی بنو۔ **دوسری قطار**۔ پوری الٹی بنو۔ **تیسری قطار**۔ پہلی قطار کے مانند بنو۔ **چوتھی قطار**۔ دو خانے اکٹھے لو۔ یعنی کہ ۴ کے دو۔ پھر اون سامنے لاکر ایک خانہ بناؤ۔ اسی طرح اون سامنے لا لاکر تین خانے بناؤ۔ یعنی کہ ۳ کے سات کرو۔ پھر ۴ خانے اکٹھے لو اسے چار خانے بنو کہ ۸ کے ۴۔ اب پھر اون سامنے لیکر ۳ کے سات کرو۔ پھر ۸ کے چار اسی طرح بن کر پوری سلائی ختم کرو۔ آخیر میں ۴ کے دو۔ یعنی چار خانوں کو دو مرتبہ اکٹھے دو بن کر ۱۰ کرو۔ **پانچویں قطار** دوسری قطار کے مانند بنو۔ **چھٹی قطار** پہلی قطار کے مانند بنو۔ **ساتویں قطار**۔ دوسری قطار کے مانند بنو۔ **آٹھویں قطار** چوتھی قطار کے مانند پھول دار۔

یہ چار قطار کا نمونہ ہوتا ہے کہ تین قطار سادی ایک قطار پھول دار۔ اسی طرح بن کر بڑھاتی جاؤ۔ یہاں تک کہ دس انچ ہو جائے۔ ختم الٹی قطار پر کرو۔ اب پیٹھ کا حصہ ختم ہو گیا۔

گلا بنانا۔ خانوں کو تین حصوں میں تقسیم کرو۔ بیچ میں صرف ایک زیادہ رہے۔ ادھر ادھر دونوں جانب ۲۳-۲۳۔ درمیان میں ۲۴۔ درمیان ۲۴ خانوں تک بن کر ۲۳ خانے لاؤ اور درمیان کے ۲۴ گلے کے لئے بند کر دو۔ اور بنے ہوئے ۲۳ خانوں کو دوسری سلائی پر ڈال لو۔ اب جو باقی ۲۳ خانے ہیں انہیں پر کام ہوگا۔ اب دس خانے ان ۲۳ خانوں کو بنکر گلے کی طرف یعنی اندر کی جانب بڑھاؤ۔ اب سلائی پر ۳۳ خانے ہو گئے۔ صرف اسی سلائی کو بنو۔ یہاں تک پورے سامنے کے حصہ کی لمبائی ۱۱ انچ ہو جائے اب ختم کر کے خانے بند کرو۔ اور دوسری طرف اون باندھ کر خانے گلے کی طرف بڑھاؤ جیسا کہ پہلے حصہ میں بنایا گیا ہے اس پر بھی اب ۳۳ خانے ہو گئے اسی طرح بنکر سلائی ختم کرو۔ اور اسے بھی پہلے حصہ کی طرح بناؤ جب پورا اسی کے برابر ہو جائے تو بند کر کے اسی طرح خانوں کو بند کرو۔ اور اون مضبوط کر کے توڑ دو۔ اب سامنے کا اور پیچھے کا تمام حصہ تیار ہو گیا۔ صرف آستین باقی ہے۔ اسے برابر کر کے لپیٹ کر گول رکھ دو۔ اور اب آستین شروع کرو۔

آستین کے لیے سلائی ۴۴ خانے ڈالو۔ اور وہی تین قطار سیدھی الٹی کے بعد نمونے کے مطابق کام کرو یعنی کہ جیسی بناوٹ کا پورا کوٹ بن چکی ہو۔ سات انچ کی آستین بناؤ۔ یا حسب ضرورت جسقدر بڑی کہنا مطلوب ہو بنائیں۔ دوسری آستین بھی ایسی ہی بنا کر پھر دونوں کو برابر کر کے سی ڈالیں اور پھر جو دوسرے رنگ کا اون ہے اسے کروشیا سے جیسا چاہیں حاشیہ ڈالکر بارڈر سے سی کر جائیں بہت خوبصورت ہوتا ہے یہ کوٹ اور پھر تیار ہونے پر گلے اور آستین میں بٹن پڑو۔ سامنے بھی تین تین انچ پر دو بٹن باندھ دو۔ لیجئے کوٹ تیار ہو گیا۔

[illegible] بنت مولوی عبدالوہاب صاحب۔

خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

بالوں کی صفائی - بالوں میں کنگھی یا برش کرنے سے وہ خوبصورت معلوم ہونے لگتے ہیں گرد و غبار دور ہوتے کے علاوہ اس سے وہ بڑھتے بھی ہیں - کیونکہ اس سے جڑیں مضبوط ہوتی ہیں اور خون حرکت میں آتا ہے - بالوں کا برش ہمیشہ گرد و غبار سے پاک رکھنا چاہیئے - اسے ایسی جگہ نہ رکھنا چاہیئے جہاں گرد نہ جا سکے - میلا برش استعمال کرنا خطرناک ہے - ہفتہ میں دو بار صاف ہونا چاہیئے - ہلکے ایمونیہ میں ڈبو کے دھو دینا چاہیئے - سنہرے بالوں کو مندرجہ ذیل طریقے سے دھونے سے اُن کی آب قائم رہتی ہے - ایک انڈا خوب پھینٹو اگر ضرورت ہو لیموں کی زردی دو دو - اس کا اختیار ہے میں چھٹانک پانی ملا کے پھر خوب پھینٹو اور اس میں روزمیری Rose mary کے چند قطرے ملاؤ - اس مرکب کو چند بار میں خوب جھلسو - اس کے بعد کل کے دھو ڈالو -

گردن کی سفیدی - گردن عموماً میلی ہو جایا کرتی ہے اسے سفید رکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ گلیسرین اور لیموں کا رس مساوی تعداد میں لے کے ملائیں کسی خوشبو کے چند قطرے اس میں اضافہ کریں اور رات کو سونے سے پہلے اسے گردن میں لگائیں صبح کو گرم پانی سے دھو ڈالیں - دو چار دفعہ ایسا کرنے سے گردن بالکل سفید ہو جائے گی اس کے یہ معنی نہیں کہ کالا رنگ سفید ہو جائے گا - بلکہ سانولے اور گورے رنگ کی گردنیں بُری معلوم نہ ہوں گی - سفید ہو جائیں گی اور بھلی معلوم ہوں گی -

کہنی کی بدنمائی - کہنیوں کی کھال سخت اور کھردری ہو کے بانہوں کی خوشنمائی ملیامیٹ کر دیتی ہے اس جگہ کیسٹائل سوپ کسی چھوٹے سے نہانے کے برش سے رگڑیں - اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مردہ کھال اُتر جائے گی - اس کے بعد لیموں کا رس یا پروکسائیڈ ہیڈروجن لگائیں تاکہ اس پر سفیدی آ جائے اور خشک ہونے دیں - اس کے بعد کولڈ کریم یا خالص روغن زیتون کی مالش کریں - کچھ دیر لگا رہنے دیں اس سے کہنی نرم و ملائم ہو جائے گی -

ابروؤں کا سنگھار - آج کل خواہ مخواہ ابروؤں کے ساتھ چھیڑ خانی کر کے انہیں خراب کر دیا جاتا ہے ان کی قدرتی روش میں دخل نہ دینا چاہیئے اگر اُن کے قدرتی رُخ کو مدنظر رکھ کے ان میں ترمیم کی جائے تو وہ بڑی خوبصورت

معلوم ہوں گی ۔ آنکھ کے اوپر کے نقشہ کو بگاڑا نہ جائے البتہ اکا دکا ناموزوں بال جن سے ابروئیں بھلی معلوم ہوں اکھاڑنے کا مضائقہ نہیں لیکن ابروؤں کو اکھاڑ اکھاڑ کے قدرتی شکل کے خلاف باریک بنانے سے چہرہ خوشنما ہونے کی بجائے بدنما معلوم ہونے لگتا ہے ۔ اس کے بعد وچ ہیزل یا کوئی اور کھال تاننے والی دوا لگائیں ۔ بورک ایسڈ کا چار قیمہ مدی نحیلول اور وچ ہیزل آٹھ آؤنس مل کے نہایت عمدہ جلد تاننے والی دوا بن جاتی ہے ۔

بدبودار سانس ۔ بعض آدمیوں کے بات کرتے وقت منھ سے بدبو آیا کرتی ہے ۔ ان کے پاس کھڑا ہونا بھی دشوار ہو جاتا ہے ۔ اس کا باعث معدہ کی خرابی یا دانتوں کے نقص ہیں قبض دور کرنا چاہیئے اور ایسی غذا کھانی چاہیئے جو جلد ہضم ہو جائے اور جزو بدن بن سکے ۔ دانتوں کو صبح اور رات کو خوب صاف کرنا چاہیئے ۔ منجن یا مسواک یا برش سے ریخیں پاک صاف کرنی چاہئیں ۔ زبان بھی رگڑ کے صاف کی جائے ۔ تھائی مول Thymol سب سے اچھی چیز ہے ۔ گو پر آکسائیڈ بورک ایسڈ بھی منھ صاف کرنے کے لئے اچھی چیز ہے لیکن تھائی مول کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ سرد یا گرم پانی بوتل میں بھر کے تھائی مول کی ڈلی گھول دیں اور چند گھنٹے رکھی رہنے دیں اور وقتاً فوقتاً بوتل ہلاتے رہیں ۔ جتنا پانی استعمال کے لیے نکالا جائے اتنا ڈال دیا جائے ۔ اس کا غرارہ بھی کیا جا سکتا ہے ۔ اگر حلق میں چلا بھی جائے تو حرج نہیں کیونکہ یہ تو آنتوں کی سمیت دور کرنے کے لئے پلایا بھی جاتا ہے ۔

جسم کی موزونیت ۔ جسم کی موزونیت غذا پر منحصر ہے اس سے یورپ کی عورتوں کو غلط فہمی ہو گئی ۔ وہ دبلی عورتیں تاقہ کر کر کے اپنے آپ کو دبلا کرتی ہیں لیکن اس سے انہیں نقصان پہنچتا ہے ۔ گردن لمبی لمبی سوکھی نظر آنے لگتی ہے سینہ میں ہڈیاں نمودار ہو جاتی ہیں اور چہرہ پر کھچاؤ سا معلوم ہوتا ہے ۔ چاہیئے کہ غذا کی طرف دھیان رکھنا چاہیئے ۔ جسم کا گوشت غذا کی مقدار سے نہیں بڑھتا اور نہ گھٹتا ہے جس قدر رکھانا ہضم کیا جا سکے وہ جزو بدن بنتا ہے ۔ دبلی عورتوں کو دودھ ملائی آلو اور مٹھائی کھانا چاہیئے ۔ مٹھائی نقصان دہ نہیں بلکہ جگر کے لئے مفید ہے اور طبیعت بشاش ہوتی ہے ۔ البتہ اعتدال مدنظر رکھنا چاہیئے ۔ موٹی عورت کو نشاستہ والی اور مرغن غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔

دبلاپن اور موٹاپے دونوں کے لئے مالش مفید ہے ۔ اگر گردن سینہ باہیں اور ٹانگیں دبلی ہو گئی ہوں تو رات کے وقت روغن زیتون گرم کر کے مضبوط گول حرکت سے ان حصوں پر ملنا چاہیئے ۔ گردن کے نیچے گڈھے زیادہ گہرے ہوں یعنی دھگدھگی زیادہ گہری ہونے کی وجہ سے بدنما معلوم ہوتی ہو تو یہ ورزش کریں ۔ باہیں کندھوں کے برابر بلند کریں اور ہاتھوں کو گردن کے پیچھے ایک دوسرے پر رکھیں ۔ اب کہنیوں کو حتی الامکان آگے اور پیچھے کی طرف جھکائیں جتنی کہ تھکن معلوم ہونے لگے ۔ اس اثنا میں سر حتی الامکان سیدھا رکھیں ۔

پھول سکھانا ۔ عام طور سے پھول سفید جاذب کے دو تختوں کے بیچ میں رکھ کے استری کا پھیر دینے سے سکھائے جاتے ہیں گو رنگ قائم رہتا ہے لیکن شکل بگڑ جاتی ہے ۔ ہسپانوی طریقہ بہت اچھا ہے ۔ ایک مرتبان میں مٹی کا ڈھیلا

کھ کے پھول اس میں سہاگہ گاڑ دیں پھر باریک باریک بالو ریت ہلکے ہلکے پتے خراب نہ ہوں ڈالیں حتیٰ کہ پھول بالکل اس سے بھر جائیں۔ اس طرح سے سوکھنے پر ان کا رنگ و شکل مہینوں قائم رہتی ہے۔

سردیوں میں بال سردیوں میں بالوں کی رونق جاتی رہتی ہے بال گرنے بھی لگتے ہیں سر میں خشکی کی بھوسی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر احتیاط کی جائے تو یہ نقائص پیدا نہیں ہونے پاتے۔ بال کو گرنے سے روکنے کے لئے یہ مرکب تیار کریں۔ سلفیٹ آف کونین نصف ڈرام۔ روز واٹر (آب گلاب) چار آونس۔ بے رم روز آونس۔ ایک اونس بے رم میں کونین گھولیں۔ پھر باقی ایک آونس ملا کے روز واٹر ملائیں۔ خوب ہلا کے بوتل میں بند کر دیں۔ دو تین ہفتہ تک روزانہ رات کو اس مرکب کی مالش کیا کریں۔

بالوں کی خشکی خالص کھیل کا تیل ہے سے دور ہو جاتی ہے۔ تین دن میں دو مرتبہ یہ مرکب لگایا کریں سیس کوی کاربونیٹ آف امونیہ Sesqui carbonate of amonia نصف آونس۔ اسپرٹ آف روزمیری ½ پینٹ۔ روز واٹر ایک پینٹ۔ ایک دو ہفتہ بعد رات کو چمچہ یا میں روغن زیتون خوب جذب کریں اور صبح کو خوب مل مل کے دھو ڈالیں۔ پانی میں سہاگہ کی ایک چمچہ ملا لیں تیل بھی ساتھ خشکی کی بھوسی لے جائے گا کنگھیاں برش کسی جراثیم کش مائع سے خوب صاف رکھیں اور میلا دوپٹہ نہ اوڑھیں ورنہ یہ مرض پھر پیدا ہو جائے گا۔

زیادہ چکنے بالوں کے لئے چار چمچہ رم میں نصف چمچہ آئل آف روزمیری ملائیں۔ خوب ہلا کے پھوار کرنے والی شیشی میں بند کر دیں۔ ہفتہ میں دو مرتبہ شیشی کے ذریعہ چندیا پر یہ مرکب خوب چھڑکیں۔ پھر کوئی صاف برش زور زور سے سر میں ملیں۔ بہت خشک بالوں میں رات کو خوب روغن زیتون لگائیں۔ پھر صبح دھوئیں۔ پھر ارنڈی کا تیل لگا دیں۔ جب تک تیل جذب نہ ہو جائے کنگھی یا برش نہ کریں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ سبز صابن کی ٹکیہ پگھلائیں اور دو انڈوں کی زردی پھانٹ لیں نصف چمچہ ٹکیہ اس میں ملا لیں۔ اور تھوڑا سا بارش کا پانی بھی ملائیں۔ اسے مل مل کے سر دھوئیں یہ چندیا کو طاقت دینے کے علاوہ بالوں کی خشکی بھی دور کرے گا۔

خانگی ٹوٹکے ہر دھلائی کے بعد کپڑوں کو امونیم فاسفیٹ کے محلول (سلوشن) میں پانچ مرتبہ بھگونے سے ان میں آگ نہیں لگتی۔ Aspirin or asprotab let

اگر ساٹن کی ساری کے کناروں پر زردوزی کا کام ہو رہا ہو اور وہ ماند پڑ جائے تو کریم آف ٹارٹر یا گنشیا کا سفوف بنا لے کسی سخت چیز یا دانتوں کے برش سے اس کام پر رگڑیں۔ ساٹن پر رگڑ نہ آنے دیں۔ جلا آ جائے گی۔

اگر گلدان کے پانی میں اسپرین یا اسپرو کی ٹکیہ حل کرنے یا کنڈی کا فلوئڈ Candy's fluid چند قطرے ملانے سے پھول دیر تک نہ مرجھائیں گے۔

باریک کپڑوں پر چکنائی کے دھبے پڑ گئے ہوں تو نرم روئی کا ایک پھایا روغن یوکلپٹس میں بھگو کر دھبوں

سیر بین

۶۲ بچوں کی ماں ۔ ٹسکانی (اطالیہ) میں ایک کسان کی لڑکی کے جو جڑواں ہوئی تھی اور اس کی ماں تین جڑواں بچوں میں سے ایک تھی شادی کے بعد ۶ توام لڑکے ہوئے۔ دوسرے سال ۵ توام ہوئے۔ بعد میں تین تین توام ہوتے رہے اور ایک مرتبہ چار بھی ہوئے۔ اب تک اس کے ۶۲ بچے ہو چکے ہیں۔

اسکاٹ لینڈ میں ایک جولاہے کی بیوی کے ۶۲ بچے ہو چکے ہیں جن میں سے ۴۶ لڑکے اور چار لڑکیاں زندہ رہیں اور جوان ہوئیں۔ ایک روسی کسان کے اٹھارھویں صدی میں ۸۷ بچے تھے۔ اس کی پہلی بیوی کے چار دفعہ چار چار اور سات دفعہ تین تین اور ۱۶ مرتبہ دو دو بچے ہوئے۔ دوسری کے جو اس کے بعد تک زندہ رہی دو دفعہ تین تین اور چھ دفعہ دو دو بچے ہوئے۔

جھوٹ معلوم کرنے کا آلہ ۔ کرنل گوڈارڈ نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جسے کیموگراف کہتے ہیں۔ یہ جھوٹ بولنے والے کے جذبات کی مد و جزر کی فوراً خبر دے دیتا ہے۔ عام طور سے ایسے شخص کی جھوٹ بولتے وقت یہ کیفیت ہوگی: شرمانا جھینپ۔ آنکھیں جھپکانا یا ٹیڑھا دیکھنا۔ آواز سیدھی سپاٹ ہوگی۔ یعنی سانس میں اُتار چڑھاؤ نہ ہوگا۔ اور اسی قسم کی اور حرکت ہوگی۔ آزمائش پر ۷۵ فیصدی مجرموں نے جرم سے اقبال کر لیا۔ بیگناہ بری بھی ہوئے۔ ۱۴ اشخاص پر اس کا عمل کیا گیا۔ ایک بھی غلطی نہیں ہوئی۔ گذشتہ تین سال میں ۵۴ بنکوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اُن میں سے ۲۵ فیصدی خائن برآمد ہوئے۔ ایک بنک میں بڑی رقم کا غبن معلوم ہوا۔ ۵۶ ملازموں پر اس آلہ کا امتحان کیا گیا۔ ایک کی بجائے بارہ غبن کرنے والے پکڑے گئے ان میں سے نو نے اقبال کر لیا۔ بنک کو ان کا نشان گمان بھی نہ تھا۔ بنک عموماً خائن لوگوں کو برخاست نہیں کرتے۔ آیندہ وہ اس آلہ کے خوف سے احتیاط برتتے ہیں تاکہ اُن کی روزی رہے۔

شیر کی مصلحت ۔ شیر ایک معمولی پالتو کتے کے مقابلہ میں ہوشیاری کا ثبوت دیتا ہے۔ جب وہ تاروں کی باڑ میں پھنس جاتا ہے تو وہ اپنی اسیری کو بلا مزاحمت قبول کر لیتا ہے۔ نہ تو وہ اس باڑ کے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا ہے نہ زمین کھود کے باہر جانے کا راستہ بناتا ہے۔ اس کے برعکس کتا طرح طرح کی جان توڑ کوشش کرتا ہے تاکہ قید سے رہا ہو جائے۔ لوگ شیر کی جنبش اور خوفناک دہاڑوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ شیر اپنے سکھانے والوں سے لڑ پڑتے ہیں۔ اُن کی معمولی اور پُرسکون آنکھوں میں بڑا اور فوری خطرہ پوشیدہ رہتا ہے۔ تنومند جانور ہے جنگلوں

کے مقابلہ میں گھر میں پالا ہوا شیر سدھانے والوں کے لئے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جنگلی شیر آدمی کی حد سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اپنے آقا سے ڈرتا اور عزت کا ادب کرتا ہے۔ اس کے برخلاف پالتو شیر کو پیار کیا جاتا ہے اور کہاوت زیادہ واقفیت نفرت پیدا کرتی ہے اس معاملہ میں بالکل درست ثابت ہوتی ہے۔ شیر کہیں پلا ہو کہیں بنا ہو ہر وقت وحشی ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ وحشی رہے گا تین سال بچہ رہتا ہے۔ اور پھر پورا شیر ہو جاتا ہے۔ اس وقت سے اس سے جدا رہنا چاہئے۔

سب سے بڑا انڈا۔ لندن میں نیلام ہوا سب سے بڑا انڈا نیلام کیا جانے والا ہے۔ وہ ۱۳ انچ لمبا اور ۹ انچ چوڑا ہے اور ایسے پرندوں جیسے ایک جانور نے دیا تھا گر میں دیا تھا۔ اس کی نسل اب معدوم ہو چکی ہے۔ وہ ۱۲ فٹ اونچے ہوتے تھے اور اڑنے سے پرند ہوتے تھے۔ انڈا بالکل اچھی حالت میں ہے اور امید ہے اس کی بڑی اچھی قیمت ملے گی۔ نیوزیلینڈ کے ایک پرندہ موا کے جس کی نسل بھی معدوم ہو چکی ہے انڈے بھی فروخت کئے جائیں گے۔ ان میں سے ایک ۴ سال قبل جراحیوں کے ایک مدرسہ میں ایک ڈبہ میں بند ملا تھا۔

سب سے پرانا اڈیٹر۔ ڈوگل نے اپنی نواں سالگرہ منائی ہے وہ اخبار مونٹریل ونس نس کا ۶۴ سال سے اڈیٹر ہے۔ اس کے باپ نے ۱۸۶۰ء میں کناڈا میں یہ اخبار جاری کیا تھا ۱۸۷۰ء میں وہ اس کا جانشین ہوا یعنی اس کا اڈیٹر ہو گیا۔ روزانہ بھی ہے لیکن اب ہفتہ وار ہے۔ اور اس کی رائے وزن دار ہوتی ہے۔

زندہ کرنے کی کوشش۔ ڈاکٹر کورنش کیلیفورنیا کی یونیورسٹی میں پروفیسر تھا اُسے محض اس وجہ سے علیٰحدہ کر دیا گیا ہے کہ وہ کتوں کو مار کے انہیں دوبارہ زندہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک کتے کو مارا اور پھر اُسے چار منٹ بعد زندہ کر دیا۔ اس طریقہ سے وہ چاہتا ہے کہ ایسے آدمیوں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکے جو گلا گھٹنے ڈوبنے بجلی چھونے یا کوئی اور صدمہ پہنچنے سے مر گئے ہوں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مردہ کتوں کی رگوں میں جگر کا عرق داخل کرتا ہے پھر وہ لاش کو ایک تختہ پر رکھ کے آہستہ آہستہ ہلاتا ہے۔ حتیٰ کہ دل کی حرکت عود کر آتی ہے۔ اس نے جیل خانہ کے دو افسروں کو لکھا کہ جن قیدیوں کو پھانسی یا بجلی سے مارا جائے انہیں اسے زندہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو انہیں دائمی قید میں زندہ رہنے دیا جائے۔ لیکن ایک افسر نے قطعی انکار کر دیا۔ دوسرے اس سے اس معاملہ میں گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔

بارش کے لئے پوجا۔ اس سال جنوبی ہندوستان میں بھی بارش کی کمی رہی مسلمان تو صرف نماز استسقا پڑھ کے اللہ سے باران رحمت کے ملتجی ہوتے ہیں۔ لیکن ہندوؤں نے بھی اپنے مذہب کے مطابق بہت کچھ پوجا کی۔ وہ بارش کے دیوتا کو خوش کرنے کے لئے کودم پوجی رسم ادا کرتے ہیں۔ عقیدہ یہ ہے کہ گناہوں کی زیادتی سے بارش کا دیوتا خفا ہو جاتا ہے۔ عقیدہ کے مطابق اگر گنہ گار کو قتل کر دیا جائے تو سات دن لگاتار بارش ہو گی۔ چنانچہ مورت انسان کی شکل پر بنائی جاتی ہے اسے مار ڈالا جاتا ہے اور اس کے دفنانے کی رسمیں ادا ہوتی ہیں۔ بنگلور کی طرف برہمنوں نے پرجنیہ جپم کی رسم ادا کی اور اندر دیوتا کی شادی میں بھجن گائے اور ۹ برہمن جو وید وں سے

سُوئی کا کام

کتاب "سوئی کا کام" یا چمنستان خیاطی جس کا خواتین ہند کو شدید انتظار تھا دفتر عصمت دہلی سے چھپ کر شائع
ہو گئی یہ کتاب اپنے موضوع پر واقعی بے مثل ہے اور اس دلچسپ و مفید کتاب کی بہنوں کو ایسی ہی ضرورت تھی جیسے کھانے میں
نمک کی ہمیں شکرگذار ہونا چاہئے عزیز و محترم بہن فاطمہ جعفر کا جنھوں نے ہماری ایک اشد ضرورت کو محسوس کر کے دستکار بہنوں
کی مدد سے یہ مفید کتاب مرتب کی نیز ہم ممنون ہیں محترم بھائی رازق الخیری صاحب کے کہ انھوں نے باوجود اپنی انتہائی مصروفیت
کے نہایت محنت کے ساتھ جلد از جلد چمنستان خیاطی چھپوا کر شائع کر دی "سوئی کا کام" نہایت ضروری اور خوبصورت کتاب
ہے جس کے نہ ہونے سے دفتر عصمت کی دستکاری کی کتابوں کا سیٹ نامکمل تھا عورتوں اور لڑکیوں کو سب سے پہلے سینے
اور کاٹنے کی ضرورت پڑتی ہے جب تک تراشنا اور سینا نہ آئیگا ہم کوئی دستکاری نہیں بنا سکتے اور فرض کیا بنائی بھی تو
عمل پہلے اپنے واپنی اولاد اور گھر والوں کا تن ڈھکنے کی ضرورت ہے۔ سجاوٹ و زیبائش کا مسئلہ اس کے بعد سامنے آتا ہے
ہم سینا کاٹنا نہ آنے کی وجہ سے ہمیں سخت زحمت اٹھانی پڑتی ہے اگر صاحب استطاعت ہیں تو درزی، معلانی رکھکر شوق پورا
کریں گی لیکن بیشمار روپیہ صرف اپنے پھوہڑ پنے سے ضائع کر دیں اور اگر اتنی حیثیت نہیں تو باجیوں کے محتاج ہیں کہ بہن
ہماری قمیص کاٹ دو پائجامہ سی دو وغیرہ وغیرہ ہم تمہارا کوئی اور کام کر دیں گے۔ اپنا دل مار کر جیسا سمجھ میں آیا برا بھلا سی اور
پہن لیا۔ بعض دفعہ ایسے موقعے آتے ہیں کہ کوئی بہن مصروف ہیں اپنی دوسری سہیلی کا کپڑا نہ سی سکیں یا مغرور ہیں اور کسی کا
کام کرنا وہ برا سمجھتی ہیں تو ایسے وقت سخت دقت اٹھانی پڑتی ہے "سوئی کا کام" بہن فاطمہ بیگم نے یہی واقعات مدنظر
رکھکر تیار کی ہے اور اس لئے بھائی رازق الخیری نے اس کا شائع کرنا سخت ضروری سمجھا جس گھر میں یہ مفید کتاب ہو گی
اس گھر کی لڑکیاں دوسروں کی محتاج نہ ہوں گی اور ہر قسم کے خوبصورت و فیشن ایبل لباس خود آسانی سے تیار
کریں گی۔ اس کتاب میں دس باب ہیں پہلے باب میں بچوں کے کپڑے کاٹنے اور سینے و خوشنما بنانے کے دلکش نمونے ہیں
نمونہ تیار کرنے کی نہایت واضح ترکیبیں ہیں اور نقشے ایسے نفیس و آسان ہیں کہ چھوٹی لڑکیاں بھی خوش خوش جلد تیار
کر سکتی ہیں۔ دوسرے باب میں بچوں کے فراک قمیص اور گاؤن وغیرہ ننھے ننھے نازک بچے ان کپڑوں سے بہت اچھے
معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان کی سخت ضرورت ہوتی ہے اگر ماؤں کو سینا نہ آئے تو پیسہ خرچ کر کے سلوائے جاتے ہیں اب
اس کتاب کی مدد سے یہ مشکل حل ہو جائے گی اور بہنیں خود گھر میں طیار کیا کریں گی۔ تیسرے چوتھے اور پانچویں باب
میں جمپر۔ قمیص اور با وزر کے دلکش نمونے جات ہیں۔ لباس مستورات کا ہے اور اس کی ہر وقت ہمیں

بزم عصمت

بزم عصمت میں صرف ایسے خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جن میں نمبر خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو۔ (۳) وہی استفسارات ہوں جن کے جوابات عصمت میں پہلی مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جن میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ ایڈیٹر۔

میں نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ میری ہمشیرہ جمیل النساء بیگم صاحبہ کی منگنی بالکل سادہ طریقہ سے جناب مسٹر محمد ناصر الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ناگپور سے ۱۹ رمضان المبارک مطابق ۱۱ دسمبر کو بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔ خدا طرفین کے لئے یہ رشتہ مبارک کرے آمین ثم آمین۔ میں دلہن کے امام ضامن کے دو روپیہ کی رقم یتیم بچیوں کی شیرینی کے لئے ارسال خدمت کر رہی ہوں۔

راقمہ۔ اعجاز بنت واجد حسین مرحوم بیدر

میں دلی مسرت کے ساتھ مطلع کرتی ہوں کہ میرے عزیز بھائی احمد مرزا ابراہیم ہارون جعفر ۱۲ نومبر سے لیجسلیٹو اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ اس خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم ارسال کرتی ہوں کسی کار خیر میں صرف کیجئے۔

مریم بیگم ابراہیم ہارون جعفر پونہ

میری دختر (جس کی عمر سترہ سال ہے) کے ابرو کے بال بہت کم ہو گئے ہیں۔ بچپن میں اس کے چیچک نکل آئی تھی۔ بال کم ہو جانے کی شاید یہی وجہ ہو۔ کوئی بھائی یا بہن کوئی ایسی دوا یا نسخہ بزم عصمت میں تحریر کریں جس سے ابرو کے بال اچھی طرح نکل آئیں نیز روغن بنانیکا نسخہ مطلوب ہے۔ خریدار نمبر ۸۸۳۰

جون کے پرچہ میں آگرہ سے کسی بہن نے امبرائیڈری مشین کے متعلق تحریر کیا ہے۔ میرے پاس یہ مشین ہے اور مجھے اس پر صرف اون سے مخمل پر سینا آتا ہے لیکن میرا دل اس طرف نہیں لگتا لیکن میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ اس پر ریشم اور زری سے پھول پتے کس طرح کاڑھے جاتے ہیں۔ بہن صاحبہ بذریعہ عصمت مطلع کریں۔ از حد ممنون ہونگی۔

بیگم میر جعفر دیولالی

بحوالہ عصمت دسمبر ۱۹۳۴ء میں باستفسار محترمہ ن۔ س۔ فیروز پور چھاؤنی عرض ہے کہ بالوں کو بڑھانے کے لئے شمسی آملہ ہیر آئل استعمال کریں۔ اس تیل کے استعمال سے حسب خواہش بال بڑھ جائیں گے۔ پتہ یہ ہے "قمر الدین بدر الدین پرفیومرز چوک الہ آباد"

خریدار نمبر ۵۸۲۴۴

عصمت کے صفحہ ۳۹۳ پر بہن کلثوم سلطانہ بیگم صاحبہ کراچی نے موٹاپے کا بہترین علاج تحریر فرمایا ہے میں یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ اس تدبیر سے موٹے مرد بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا خاص عورتوں ہی کے لئے ہے۔

کلثوم بی کاظمی

باستفسار بہن ایم خاتون صاحبہ از جھو عرض ہے۔ خوشبودار خمیرہ تنباکو بنانے کی ترکیب مندرجہ ذیل ہے۔

اگر۔ بالچھڑ۔ کپور کچری۔ ناگر موتھ۔ چھڑیلہ۔ لونگ۔ دانہ الائچی سفید۔ گل سرخ اصلی۔ ہر ایک تین تولہ۔ صندل سفید سات تولہ۔ سب کو باریک کر کے عرق گلاب ایک پاؤ میں بھگو دیں اور پانچ سیر صاف عمدہ تنباکو منگوا کر اس میں یہ ملا کر کسی مٹی کے برتن میں ڈال کر پانچ روز کسی جگہ دفن کر دیں۔ پھر نکال کر استعمال کریں۔ درجہ اول خوشبودار تنباکو ہوگا۔

بیگم میر جعفر۔ دیولالی

بہن صاحبہ خریدار گیا کو اپنی بہن کے بال گرنیکے واسطے یہ نسخہ استعمال کروانا چاہیے انشاء اللہ فائدہ ہوگا سوکھے آلو بے دو گھنٹے تک بھگو دیں بعد ازاں اُن آلو بوں کو اسی پانی میں جس میں بھیگے ہوئے تھے مل لیں اور اُس میں پینے وقت یہ چیزیں شامل کرلیں سرسوں۔ سات بادام کی گریں بھیگی ہوئی خشخاش۔ تھوڑا سا کھوپرا گری کا یعنی ناریل کا ان کو باریک پیسکر چھان کر پھر تیسرے روز اُن سے سر دھوئیں دراصل دماغی کمزوری سے یہ حالت ہوجاتی ہے اس لئے یہ چیزیں کھانا بھی مفید ہوں گی جو حسب ذیل ہیں۔

بادام پانچ۔ ۵ چھٹی خشخاش۔ ۵ تخم۔ الگ الگ منگوالیں چاروں میں سے تھوڑا تھوڑا لے لیں اب سب چیزیں پانی میں خوب باریک پسوائیں اگر مزاج گرم ہے تو صبح نہار منہ شکر ملاکر ویسے ہی پی لیں اگر مزاج ٹھنڈا ہے تو تھوڑا گھی یعنی چمچہ بھر کڑکڑالیں۔ الائچی کے پانچ چھ دانہ اُس میں چھوڑ دیں جب وہ سُرخ ہوجائیں تو پسی ہوئی چیزیں اُس میں بگھار دیں اور نہار منہ پی لیں دو روز تک تو بھرے بھرے ڈکار آئینگے مگر رفتہ رفتہ عادت ہونے پر ٹھیک ہوجائینگے کم سے کم ہر دو چیزیں ایک ماہ استعمال کرکے دیکھیں۔

دیگر تیل کے لئے یہ عرض ہے کہ بادام روغن۔ روغن کدو۔ روغن کاہو۔ روغن چنبیلی۔ بموزن ملاکر رکھ لیں سوتے وقت سر میں لگا لیا کریں۔

حمیدہ نذیر لاہور

نومبر کے پرچہ میں رقیہ ناز صاحبہ (کلکتہ) نے "کالک پین" کا علاج دریافت فرمایا ہے اس کا نہایت مجرب اور آزمودہ نسخہ جو میرا خاندانی ہے درج ذیل ہے۔

ایک تولہ خالص گھی گرم کرکے جبکہ گھی نیم گرم رہے اُسمیں ایک تولہ چونہ پر کا پانی لیکر دونوں کو ملاکر خوب حل کریں تاکہ دونو ایک جان ہوجائیں اور درد کے وقت مریض کو پلانا چاہئے اور فوراً موقوف ہوجائے گا اگر پھر درد ہو تو یہی عمل کریں۔ یہ نسخہ تھوڑی سی مدت میں درد ہمیشہ کے لئے ہٹا دیگا اور اس علاج میں کسی قسم کا کوئی پرہیز نہیں ہے بہت سے مریضوں پر آزمایا ہوا ہے۔

مسز سید محمد شریف حیدرآباد دکن

رسالہ عصمت میں کئی بہنوں کے استفسار آنکھوں کی خرابی دور کرنے کے نسخے یا پتے کے لئے دیکھی ہوں بہنیں مسٹر ہمت رام یہ سٹرا بیٹ لاء مالک کارخانہ ادویات جڑی بوٹی امرت سر سے سُرمہ منگا کر استعمال کریں یہ سُرمہ ہمارے یہاں عرصہ دس پندرہ سال سے برابر استعمال کیا جاتا ہے ہم لوگ اس کو آنکھ کے ہر مرض کے لئے مفید پاتے ہیں۔ سُرمہ عرقی تولہ اور اگر غریب لوگوں کو تقسیم کرنے کے لئے منگایئے تو فی تولہ ملتا ہے جڑی بوٹیوں کا انجن "سُرمہ کا نام ہے۔

مالکہ خاتون دختر مسٹر رضی الدین احمد بیرسٹرایٹ لا

مسز نواب الدین یوگنڈا افریقہ نے اپنے فرزند کی بابت دریافت فرمایا ہے کہ اس کو کھانسی کثرت آتی ہے۔ اُن سے عرض ہے کہ وہ حسب ذیل دوا کا استعمال انشاء اللہ کھانسی ایک ہی شیشی کے استعمال سے دور ہوجائیگی۔ مگر اس کے بعد بھی اسکو جاری رکھنے کی ضرورت ہے کم از کم ۳ یا ۴ شیشیاں استعمال کرائیں فائدہ ہونے سے مجھکو مطلع کریں مشکور ہونگی۔ دوا [illegible] اس کی ایک یا دو بوند صبح اور ۲ بوند شام ناشتہ میں ڈالکر کھلائیں۔

حمیدہ خاتون بریلی

مبلغ آٹھ روپیہ کی حقیر رقم زہرہ صاحب کی صحت یابی کی مسرت میں یتیم بچوں کی افطاری کے واسطے ارسال ہیں۔ مسز بشیر احمد جائس

دُوربین

مسلمان عورتوں کا حق وراثت حاجیہ امتیاز فاطمہ بیگم صاحبہ رضویہ نے کئی سال ہوئے ایک انجمن قائم کی تھی جس کا نام انجمن تحفظ حقوق مسلمات ہند ہے۔ اس کے متعدد جلسے ہوتے رہے۔ جن کی صدارت ملکہ … کی … رہیں۔ اور متعدد مردوں نے بھی اس کی تائید کی۔ حاجیہ صاحبہ اپنے وطن ملتان سے لاہور آگئیں اور صوبہ کے مرکز سے اس علمی کام کو انجام دیتی ہیں۔ اس انجمن کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورتوں کو رواج پنجاب کے مطابق نہیں بلکہ شرع اسلام کے مطابق حقوق وراثت حاصل ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتیں خود اس امر کے لئے کمربستہ ہو جائیں تو اُن کے مردوں میں آن کی مجال نہ ہوگی کہ وہ اُن کے حقوق غصب کرلیں۔ یا ان کی پامالی میں قولاً و فعلاً نقل و حرکت کریں۔ مردوں کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان عورتوں کو خوش رکھے بغیر اُن کی زندگی با امن اور پر آسائش نہیں ہو سکتی تو وہ حقدار کو حق دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ حاجیہ صاحبہ نے منشی فاضل اور ادیب فاضل کی پنجاب سے ڈگریاں حاصل کرکے اب پھر اس کام کو زور و شور سے شروع کردیا ہے

دہلی میں زنانہ جلسہ پنجابی زنانہ کانفرنس کا سالانہ جلسہ دہلی میں بصدارت لیڈی سرکار ہوا۔ اس میں ہندو اور مسلمان خواتین شامل تھیں۔ عورتوں کو حقوق دلانے کی تجاویز پیش کی گئیں اور منظور ہوئیں۔ ایک تجویز مسلمان بیبیوں کی طرف سے پیش ہوئی کہ والدین اور ولی اپنی لڑکیوں کی شادی کے وقت ایسا تحریری معاہدہ کرلیں جن سے ان کے حقوق کی حفاظت ہو سکے۔ اور اس کے لئے انھوں نے ایک نمونہ بھی پیش کیا کہ ایسا لکھا جائے۔ اس پر بعض مسلمان بیویوں نے مخالفت کی کہ ہم اسقدر حقوق نہیں چاہتیں جب ووٹ لئے گئیں تو ہم … اس حق میں اور … مخالفت میں ہوئیں۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ غیر مسلم عورتوں نے بھی اس خالص اسلامی تجویز میں رائیں دیں۔ حالانکہ اعتراض کیا گیا کہ وہ رائے نہ دیں۔ صرف مسلمان عورتوں کی رائے لی جائے گی۔

عُریانی پر طلاق اسلامبول (ترکیہ) میں ایک ترک ننگا رہا کرتا تھا۔ اس کی بیوی کو یہ امر نہایت ناگوار گزرتا تھا مجبور ہو کر اس نے عدالت میں طلاق کی درخواست دی۔ عدالت نے حکم پر لکھا کہ ننگا پن ترکی میں ہرگز برداشت نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ ملک کے اخلاق اور روایات کے خلاف ہے۔ عدالت نے بیوی کو طلاق کا حکم دے دیا۔ مرد نے بچوں کی ولایت کے لئے درخواست دی وہ بھی نامنظور ہوئی۔ کہ ایسے بداخلاق آدمی کی صحبت میں اس کے بچوں کا چال چلن برباد ہو جائے گا۔

- غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے تنبیہ کی ہے کہ جو عورت ننگا پن اختیار کرے گی جان سے مار ڈالی جائے گی۔

۱۹۳۵ء میں یورپ کا حشر ڈاکٹر بینیز وزیر خارجہ زیکوسلویہ نے اپنی پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ ۱۹۳۵ء یورپ کے انجام کا فیصلہ کردے گا۔ آئندہ سوا سال میں ایسے واقعات پیش آنے والے ہیں جن کا اثر دور رس ہوگا۔ حالت ایسی خطرناک ہے کہ غیر متوقع چنگاری ایک عالمگیر دھماکا پیدا کردے گا۔ ضرورت ہے کہ انگریز اور فرانسیسی باہم ملے رہیں۔ تاکہ یورپ کا امن قائم رہے۔

تھریس میں ترکی آبادی

بلقان کی دوسری ریاستوں میں جو ترک آباد ہیں وہ اب وہاں سے اٹھ اٹھ کے ترکی علاقہ تھریس میں آباد ہو رہے ہیں۔ ترکوں کو بلغاریہ سے ٹکرانے کا اندیشہ ہے اس لئے وہ قسطنطنیہ کے آگے کے علاقہ میں ان ترکوں کو آباد کر رہی ہے۔ تاکہ وہ بلغاریہ کے راستہ میں حائل رہیں۔ ان لوگوں کو ہر طرح کی سہولتیں دی جا رہی ہیں۔

انجنیری کی امیدوار

کملا بائی جوگ بمبئی کی ایک ۱۵ سالہ لڑکی انجنیری کے مدرسہ میں پڑھنے کی غرض سے داخل ہوئی ہے منتظم اسے لیتے نہ تھے لیکن لڑکی کے باپ نے جو کسی زمانہ میں کالج کا طالب علم تھا۔ اور اس نے چھ سات سال موٹروں کے کل پرزوں کا کام سکھایا ہے۔ اعتراض کیا کہ قاعدہ کی رو سے لڑکیوں کے لئے کوئی ممانعت نہیں۔ چنانچہ وہ داخل کر لی گئی۔ اس کے باپ نے اسے پہلے تار کھینچنے کے کام پر لگایا ہے تاکہ اس کی طاقت اور ہمت کا اندازہ کیا جا سکے۔ بعد میں وہ ہوائی جہاز رانی کی تربیت اسے دلوانی چاہتا ہے۔ یہ اس مدرسہ میں ہندوستان بھر میں پہلی لڑکی ہے۔

سیاسی حالات

پارلیمنٹ کی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہو گئی جس میں آئندہ اصلاحات وحقوق کے متعلق سرکاری نقطۂ نگاہ معلوم ہوتا ہے۔ ہندو اس سے بالکل ناخوش ہیں۔ مسلمانوں کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ جو کچھ ملا ہے اسے غنیمت سمجھ کے اس کے مطابق اصلاحات کو کامیاب ہونے دو۔ آئندہ کے لئے دعوے جاری رکھو۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سوائے دو باتوں کے مسلمانوں کی ایک بھی بات نہیں مانی گئی۔ دو باتیں یہ ہیں کہ انتخاب جداگانہ ہے اور سندھ کو بمبئی سے کاٹ کے الگ رکھا جائے گا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں کے جداگانہ حق انتخاب سے اتفاق نہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ تقسیم بنگالہ کی طرح سے اسے بھی منسوخ کرایا جائے۔

گاندھی جی دیہاتوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ مگر دیہاتی مشکلات کی اصل وجہ کی طرف ان کا ذرا بھی دھیان نہیں۔ دیہاتی غریب قرضوں میں دبے ہوئے ہیں۔ پہلے اس کا انتظام کیا جائے۔ چرخہ کاتنا اور گڑ بنانا ان کی بیماری کی دوا نہیں ہو سکتی۔

پتنگ بازی کی ممانعت

پتنگ بازی ہندوستان کا خاص کھیل رہا ہے جس پر ہزاروں روپیہ برباد ہوتا رہتا ہے۔ لڑکے کوٹھوں سے گر گر کر مر گئے ہیں۔ اب جب سے بجلی کے تار لگے ہیں یہ اور بھی خطرناک ہو گئی ہے پتنگ لڑانے والے عموماً کانچ پیس کر مانجھا سوتتے ہیں یا تار لگا لیتے ہیں۔ اکثر ایسا ہوا کہ ڈور بجلی کے تار سے لگی اور بجلی اڑانے والے کے بدن میں ڈور کے ذریعہ جا پہونچی اور وہ وہیں مر گیا۔ صوبجات متحدہ کی حکومت نے ڈاکخانہ اور بجلی کے کارخانے والوں کی شکایت پر ہر میونسپل کمیٹی کو قانون بنانے کا حکم دیا ہے جس کی رو سے ہر قسم کی ڈور سے پتنگ بازی خاص خاص علاقوں میں اڑانا منسوخ ہوگا۔ اس طرح پتنگ بازی کے معدوم ہو جانے کا زمانہ آگیا ہے۔

بیٹے بہو کی خودکشی

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ کلکتہ میں اپنے مرے ہوئے باپ کی چارپائی کے برابر اس کا بیٹا دھم سے گرا اور مر گیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ بیٹے کو باپ سے اس قدر محبت تھی کہ اس کی بیماری میں بولایا بولایا پھر رہا تھا۔ ڈاکٹروں نے جب جواب دے دیا تو اس نے اور اس کی بیوی نے باہم مر جانے کا عہد کیا۔ باپ جب کہ دم توڑ رہا تھا تو وہ اٹھ کے اپنے کمرے میں گیا اور واپس آکے دھڑام سے باپ کی چارپائی کے برابر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر اس کی بیوی اٹھی اور وہ کمرے میں جاکے واپس آئی اور اپنے شوہر پر گر پڑی۔ ان کی لاشوں کو چیر پھاڑ کے دیکھا گیا تو زہر کے ذرّے معدوں میں ملے۔ باپ نے ایک لاکھ روپیہ نقدی، جائداد کی شکل

میں چھوڑا ہے۔ اگر بیٹا زندہ رہتا تو نصف کا مالک ہوتا۔

تاروں کا جھرمٹ

ضلع دہلی میں ایک ہندو بیوہ اپنی ۱۳ سالہ لڑکی کا بیاہ اپنے سگے ۴۰ سالہ بھائی سے کرنا چاہتی تھی لیکن اس لڑکی کا چھوٹا دادھیالی بھائی بھی اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ ایک رات کو وہ لڑکی سوتی ہوئی اڑا لی گئی اور کہا گیا کہ وہ لڑکا اسے ۲۵-۲۰ آدمیوں کی مدد سے لے بھاگا ہے۔ مقدمہ بن گیا۔ عدالت نے ملزم کے بیان پر یقین کرکے چھوڑ دیا کہ لڑکی خود اس کی ماں نے اس کے ساتھ کر دی تھی کیونکہ وہ اس کا بیاہ اپنے بھائی سے نہیں بلکہ اس کے ساتھ کرنا چاہتی تھی۔

علیگڑھ۔ یونیورسٹی میں ایک لڑکی کی درخواست پر کہ اسے لڑکوں کے ساتھ کالج کے دارالتجارب میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی جائے منتظمہ مجلس میں بڑی بحث ہوئی۔ آخر اسے اجازت مل گئی۔

جامعہ ازہر مصر کا ایک تبلیغی وفد جاپان بھیجا۔ اس کے صدر نے اسلام کے فلسفہ پر فاضلانہ تقریر کی جس کا زبردست اثر ہوا۔ مجلس اسلامیہ نے قرآن پاک کا جاپانی میں ترجمہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

بیگم سکینہ فرخ سلطان موید الدین نے کلکتہ ہائیکورٹ میں ایڈوکیٹ یا وکیل بننے کے لئے درخواست دی ہے۔

ایک ایم اے پاس دو سال نوکری کی تلاش میں پریشان پھر کے آخر شیخوپورہ میں دھوبی کا کام کرنے لگا۔ وہ معمولی شرح پر کپڑے دھوتا ہے۔

لدھیانہ کے جیل خانہ سے آدھی رات کے وقت ایک مقدمہ کی ملزمہ نے کوٹھڑی کا دروازہ پھوڑا اور چوکیدار اور دیگر قیدی عورتوں کو غفلت کی نیند میں سوتا چھوڑ کر کوٹھری کی دیوار پر چڑھ کر جیل خانہ کی دیوار پر جا کود گئی۔ اور ۰۰ ۴ ذٹ اونچی ۱۸ فٹ کی بلندی سے کودی۔ ٹخنوں میں چوٹ آجانے سے بیہوش ہو کر۔ دو تک بھاگی اور ۴ دن رات ایک گنے کے کھیت میں چھپی رہی۔ بھوک پیاس سے تنگ آکر اپنے گاؤں کی۔ بھائی سے ملی لیکن اس نے پولیس میں خبر کرکے اسے پکڑوا دیا۔

ایران نے ۲۰ اور ۳۰ برس کی درمیانی عمر کے ہر آدمی کو جنگی محکمہ کے کسی صیغہ میں ملکی خدمت کے لئے طلب کیا ہے۔ کراچی میں رہنے والے ایرانیوں کو قونصل نے بلا کے حکم سنایا۔ آنے جانے کا کرایہ حکومت دے گی۔ اور تربیت ۱۸ ماہ کے لئے ہوگی۔

ڈھاکہ کے ایک ہندو سوداگر نے مرتے وقت ۴ لاکھ روپیہ ڈھاکہ یونیورسٹی کو ایک طبی کالج ان کے نام پر بنانے کے لئے وصیت کی ہے۔

خان عبدالغفار خاں کو مبئی میں ایک تقریر کرتے ہوئے حکومت کے خلاف کچھ کہنے کے جرم میں دو سال قید سخت کی سزا ملی۔

کچھ اطالوی چند سالوں سے حبش کے علاقہ اوالاول میں آباد ہو گئے ہیں۔ انھوں نے اسے اپنی ملکیت سمجھنا شروع کر دیا۔ اس پر اطالوی اور حبشی فوجوں میں گولیاں چل گئیں۔ بہت سے حبشی مارے گئے۔ حبش نے جمعیۃ الاقوام سے اپیل کی ہے۔

دہلی کی بیگم تراب علی کو بیاض سحر تصنیف کرنے پر پنجاب یونیورسٹی سے ڈیڑھ سو روپے کا انعام ملا ہے۔

اردو کے مشہور شاعر اور ادیب نواب نصیر حسین میاں کا انتقال ہو گیا۔ چھتاری نواب صاحب سے ملنے گئے تھے۔ قلب کی حرکت بند ہو گئی۔

ایک پروفیسر کی بیوی پنجاب کی ریل میں ڈیوڑھے درجہ میں اکیلی سفر کر رہی تھی کہ ایک مسٹنڈا چلتی گاڑی میں آیا اور اس سے کہا کہ ذرا بولی تو قتل کرا دوں گا۔ اس نے اس کا ٹرنک باہر پھینک دیا۔ اور خود بھی کود گیا۔ ٹرنک میں ۱۵ ہزار کے زیورات و نقدی تھی۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔

ایک سکھ بڑھیا شیخوپورہ کے ضلع میں گھوڑی پر چڑھی سوئی جا رہی تھی کہ گاؤں کے کتے اس کے پیچھے بھونکنے لگے۔ گھوڑی چمکی جس سے بڑھیا گر گئی۔ کتوں نے بڑھیا کو پھاڑ ڈالا۔

مسٹ پاول (برہما) کی میونسپل کمیٹی کی صدر ڈ ڈ خاتون ایک مسلمان برہمی بی بی مقرر ہوئی ہیں۔ یہ برہما کی پہلی عورت ہیں جو صدر بنی ہیں۔ وہ انجمن ترقی نسواں کی ایک سرکردہ کارکن ہیں۔

اصلاحی و معاشرتی افسانے

(۱۰) تمغۂ شیطانی

حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جس ساخت کے اصولوں پر تحریر فرمایا ہے۔ اردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا۔ صحیح اسلام ان کے ذہن نشین ہو گیا اور اسلام کے گمرانیوں سے بچ گئے۔ تمغۂ شیطانی میں اسی شیطانی کے آٹھ نمبر کر دکھائے گئے ہیں۔ اُن لوگوں کے جو نیک انسان سمجھے جاتے رہے۔ مگر صرف ایک نعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھی تمغۂ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں بالڑے واکی بہری ملاجی حاں صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ وہاں شمس پیرجی شہزادی کے واقعات آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں۔ بحد موثر سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے۔ قیمت ۱۲؍

(۱۱) سات روحوں کے اعمالنامے

جسے تمغۂ شیطانی کی جوڑ کہا جاتا ہے دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی معرفت کے تنے پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل پڑیں، کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ چھ دفعہ چھپی ہے۔ قیمت (۸؍)

(۱۲) غدر کی ماری شہزادیاں

یعنی بیلہ میں میلہ۔ غدر کی ستائی ہوئی شہزادیوں کی آپ بیتی۔ دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ رنگین ملک کی کئی تصاویر ہیں قیمت ۱۲؍ رو داع ظفر کے ساتھ منگائیے۔

(۱۳) ستونتی

نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کیلئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی۔ شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے اور وفاداری ایثار کے جوہر دکھا کے دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے۔ باتصویر قیمت ۱؍

(۱۴) محمودہ

ہندوستان کے بعض صوبوں میں شرع اسلام کا فیصلہ پس پشت ڈال کر مسلمان لڑکیوں کو کلام الٰہی کے خلاف ترکہ پدری سے محروم کر کے رواج کو ترجیح دیتے ہیں۔ علامہ محترم نے یہ قصہ اسی حوالی کے اسرار پر لکھا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ بہت خوب لکھا ہے۔ اور ایسے درد و سوز و گداز سے کہ پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر موم ہو جاتے ہیں۔ قیمت ۸؍

(۱۵) تفسیر عصمت

یہ وہی دلآویز افسانہ ہے جس نے رسالہ عصمت کے مشہور جوبلی نمبر میں چار چاند لگا دیئے تھے عبدل کا کیرکٹر اس قدر پُر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ اور واقعات اس قدر درد انگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں۔ طبع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ بار سوم قیمت ۵؍

(۱۶) انگوٹھی کا راز

جدید ایڈیشن حضرت مصنف نے نظر ثانی اور بہت کچھ اضافہ کر کے شائع کیا ہے۔ یہ ہر مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز فسانہ ہے۔ رابعہ کا عبرت انگیز انجام اسلامی کی جگر خراش داستان اور صعیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز بڑی خوبی سے تعلق کرتا ہے۔ ۵؍

(۱۷) ولایتی نحسی

نالی عشرکی جوڑ کا نہایت پُر لطف اور باتصویر افسانہ ہے جس کے ہر ہر فقرہ پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بی نحسی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں باتصویر بار سوم (۶؍)

(۱۸) منازل ترقی

اس عبرت انگیز فسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن، لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو بیچ کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے بار سوم (۴؍)

(۱۹) بچہ کا کرنہ

ایک عاشق زار بد نصیب ماں اپنے جوان بیٹے کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بار سوم (۴؍)

(۲۰) وڈ کی سرگذشت

گمراہ وہ موتی دہاں بھی نہ تھا نیشن وحدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی، مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو۔ بار سوم (۴؍)

(۲۱) بنت الوقت

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت (۸؍)

(۲۲) سراب مغرب

غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے۔ اس بحث پر مشہور کتاب تقلید مغرب کے دردناک نتائج، یارٹیز کا حشر ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔
قیمت آٹھ آنے (۸؍)

(۲۳) فسانۂ سعید

بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر جس قابلیت سے حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے۔ وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی۔ سوتیلے رشتوں پر موثر کتاب ہے۔ قیمت آٹھ آنے (۸؍)

(۲۴) چہار عالم

ایک درد انگیز افسانے میں تین چار سبق آموز افسانے حیات انسانی پر پرندوں کی بحث ہندوستانی معاشرت کا یہ افسانہ گویا مرقع ہے۔ چند نسوانی کمزوریوں کو دردناک پیرایہ میں بیان کیا ہے قصہ کا پلاٹ بے حد دلچسپ ہے پہلے یہ افسانہ گلدستۂ عید کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ اب علیحدہ شائع کیا گیا ہے اور کئی قلمی تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ قیمت صرف (۴؍)

(ج) مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا۔ عذاب نسوانی کی درد

(۳۷) نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر

شاہ جہان آباد اُجڑ گیا۔ مگر اس کے کھنڈرات اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے جہانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہار شاہی جھگڑے میلے ٹھیلے ستوں کے رنگ اور بہار کی کیفیت قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر طبیب شاہ بڑے اور گرتے کے حسن شہر آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت۔ رمضان عید۔ سلونو سالگرہ کے اہتمام و شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گزشتہ بہار دیکھنی ہو تو وداع ظفر ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں۔ اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلوا دیں گی پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات مخبروں کے مظالم مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین درتکی تصویریں بھی لگی ہیں۔ قیمت صرف عہر قسم خاص ۱۲ تیسرا اڈیشن بھی ختم کے قریب ہے۔

(۳۸) قلب حزیں

چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی ان مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی ہے اور نظم کا نثر کیا۔ بہترین اُردو کتاب ہے۔ طرز تحریر نہایت پیارا کہ بار بار پڑھئے جی نہ بھرے۔ بار سوم۔ قیمت صرف ۸ر

(۳۹) وداع خاتون

وہ بے نظیر مضامین جو حضرت مکال محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی پر لکھے گئے جو بتائیں گے کہ کیسے کہتے ہیں۔ اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل میں گھر کر سکتی ہے ناممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں۔ سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے کا کیونکہ یہ آپ بیتی ہے۔ بار سوم قیمت ۵ر

(۴۰) امین کا دم واپسیں

شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قصہ نے دلکش پیرایہ میں حسرت انگیز واقعات ہیں! بار سوم۔ قیمت ۱۴ر

اِسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

یہ کتابیں جو مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں۔ کنواری لڑکیاں نہ سنگائیں البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں یہ اسلامی تاریخ کے افسانے ہیں اور ناول کی طرز پر لکھے گئے ہیں ان کتابوں میں ہلال اور صلیب کی لڑائیاں اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کی سرفروشانہ وفاشعاں ان کا جوش ایمانی شجاعت اور پیار کے دل ہلا دینے والے مناظر دکھائے گئے ہیں ساتھ ہی ساتھ محبت کے دل۔ یہ افسانے

(۴۱) عروس کربلا

علامہ محترم کی تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے۔ کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں اس پر مولانا نے قلم کو ہر رنگ سے قیامت ڈھائی ہے کہ کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے۔ بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ حال میں اس کا چھٹا اڈیشن خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے قیمت عہر

(۴۲) محبوبۂ خداوند

قرون اولیٰ کے پرجوش و ناکباز مسلمانوں کی دلولہ انگیز بیانہ زندگی کی تصویر ہے حضرت عثمانؓ کے زمانہ کا اسلام عیسائیوں اور مسلمانوں کے معرکے اسلام اور نصرانیت کا تقابل عیسائی لڑکی سعر یا کا رخداوند کے پنجے سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح نہایت دلچسپ اور پر لطف ناول ہے عروس کربلا کی طرح کئی مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۲ر

(۴۳) شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت۔ وہ ماں کا بے گناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھہرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے۔ ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۱۴ر

(۴۴) منظر طرابلس

تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار شجاعت محبت کے آتشکدہ میں بےگناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل مذہبی پیشواؤں کی سیہ کاریاں ملعقمہ اور شہزادی لیبو کی بہادری اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵ر

(۴۵) درِ شہوار

ایران اور مازندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع بہرام کی شجاعانہ کارنامے شہزادی سطورہ کی داستان بہادر وزیر کی مکاری اور فریب بہت دلچسپ ناول ہے۔ قیمت ۸ر

(۴۶) سودائے نقد

مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے۔ یہ افسانہ بتائے گا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست اخلاقی گناہ ہے دو سگی بہنوں کی دلچسپ کوشش حقیقی ماں کے ہاتھوں جوان بیٹے کا قتل محبت کا خواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے قیمت ۵ر

(۴۷) یاسمین شام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے عہد مظفر حمدی کی اسلامی جنگ ہلال و صلیب کے معرکے اسلام کی فتح اور تسخیر شام کے حالات اس کے ہمراہ داستان محبت یہ بھی مقبول و مشہور کتاب ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے قیمت عہر

(۴۸) تیغ کمال

غازی اعظم مصطفےٰ کمال کے حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور تیغ یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں شاہ قسطنطین کی سیاسی چالیں۔ ملکہ کو ن کونسٹ کیلئے اتحادی شہزادہ کی درخواست ملکہ کی قید اور قتل کا حکم مصطفےٰ کمال کا کمال قیمت عہر

(۴۹) شہید مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے۔ اسلام اور نصرانیت کے معرکے۔ مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب، شدھی اور تبلیغ کا اثر۔

دس دردانگیز افسانے

دو آسمانی مسافر شہید مغرب، شہید طرابلس، طرابلس سے صدا عرب صدائے اسلام وداع افراط و تفریط صدائے دلگداز کلم نشاں بیمونہ ان کے مطالعہ سے وطنی جوش ایمانی بہادری، شجاعت خودداری غیرت حمیت کے بے شمار جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت عمر

(۵۰) اندلس کی شہزادی

مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دلآویز محبت کا افسانہ جو ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈال دے گا اور رلائے گا اور بتائے گا کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کچھ کر چکے ہیں ۸ر

جملہ کتابوں کا محصولڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

مینجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

ستائیسواں سال | بابتہ ماہ فروری ۱۹۳۵ء | جلد ۵۴ نمبر ۲

تصاویر ۱۰ — فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک | قسم خاص۔ جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں۔ علاوہ رؤسا سے پچیس روپے والیان ریاست سے سو روپے فی پرچہ ایک روپیہ ممالک غیر سے ایک پونڈ

قسم اول۔ جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ، ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم۔ جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپے فی پرچہ پانچ آنے (۵/)

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ وھیلر کے بک سٹال پر بھی ملتا ہے۔

(با ہتمام ابوامین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے قبل ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے بغرض نظرثانی مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں (۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے۔ (۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے جگہ نہ نکل سکے لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہوسکتے ہیں اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیدیا جائے۔ (۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین بھیجے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جاچکا ہے۔ (۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شائع ہوچکے اب منتخب نہ کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جاسکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔ (۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیئے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہوسکتی ہو ردی کردیئے جاتے ہیں عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے عصمت کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہیئے جو ہندو مسلمان عیسائی سکھ سب کے لئے مفید ہوں۔ (۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیے رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہوجاتا ہے۔ (۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت "بحق عصمت" محفوظ ہوتا ہے۔

عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

چند باتیں

سالگرہ نمبر حسب معمول جون میں شائع ہوگا۔ جو خواتین اور حضرات اس خاص نمبر کے لئے مضامین اور تصاویر روانہ فرمانا چاہیں **۱۰ مارچ** تک بھیجدیں۔ سالہائے گذشتہ میں اگرچہ خاص مضامین شروع اپریل میں بھی موصول ہوجاتے تھے تو سالگرہ نمبر میں درج کرنے کی کوشش کی جاتی تھی لیکن اب **جوہر نسواں** زنانہ دستکاری کا رسالہ جاری ہونے کے بعد میری مصروفیات بہت بڑھ گئی ہیں اور مجھے مارچ ہی میں سالگرہ نمبر مرتب کرلینا ہے۔ اس لئے عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنوں اور بھائیوں سے خصوصیت کے ساتھ درخواست ہے کہ ۱۰ مارچ سے قبل سالگرہ نمبر کے لئے مضامین بھیج کر مجھے ممنون فرمائیں سالگرہ نمبر میں تصاویر بھی وہی شائع ہوسکیں گی جو ۱۰ مارچ تک موصول ہوجائیں گی۔

اکتوبر کے پرچہ میں ہم نے مرحومہ حمیدہ خانم اے کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے عصمت کی طرف سے دس پرچے نادار اور کم استطاعت بہنوں کے نام جاری کرنیکا اعلان کیا تھا۔ اس اعلان کو چار ماہ ہوگئے لیکن اب تک نادار بہنوں کی درخواستیں چلی آرہی ہیں اس وقت ۳۲ خواتین کی درخواستیں بھی پڑی ہوئی ہیں۔ چونکہ عصمت کا نہ نادار فنڈ ہے نہ عصمت کے چندہ میں اس قدر گنجائش کہ مزید کمی کی جاسکے اس لئے افسوس ہے کہ دس پرچے مفت جاری کرنے کے بعد فی الحال ہم کسی اور درخواست کی تعمیل نہیں کرسکتے۔

اُصول اِسلام

اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ عصمتی لڑکیوں نے مجھ سے نماز کے متعلق بعض باتیں دریافت کی ہیں اور اس وقت بھی سورت اور علی گڈھ کی دو صاحبزادیوں نے قریب قریب ایک ہی مضمون کے خط لکھے ہیں میں اس مسئلہ پر اپنے خیالات کا اظہار کئی مرتبہ کر چکا ہوں اور آج پھر کرتا ہوں۔

مسلمان پر اسلام نے دو قسم کے حق عائد کئے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد حقوق اللہ صرف اس غرض سے ہیں کہ حقوق العباد میں فرق نہ آئے اور مسلمان اپنی معاشرت میں کوئی لغزش نہ کریں۔ روزہ نماز حج زکوٰۃ۔ غرض ارکان اسلام صرف اس غرض سے ہیں کہ مسلمان حقوق العباد کی کسوٹی پر پورا اُترے ورنہ خدا نہ کسی عبادت کا محتاج ہے نہ اس کی شان ایزدی میں کسی عبادت سے اضافہ ہو سکتا ہے۔ نماز فرض اس لئے کی گئی ہے کہ اور یہ ہی اس کی تعریف بھی کی گئی کہ وہ مسلمان کو برائیوں سے روکتی ہے جس طرح کسی جُرم کے ارتکاب میں ملزم کی نیت دیکھنی ضروری ہے اسی طرح جو قانون ملزم کو مجرم قرار دیتا ہے مجوز کے واسطے اس کا منشا بھی دیکھنا لازمی ہے نماز کی بڑی غرض یہ ہے کہ خدا کا خوف مسلمان کے دل سے فراموش نہ ہونے پائے اور اگر نفس اس کو کسی برائی کی طرف جانے کی ترغیب دے تو خدا کا خوف اس کو روک لے اب نماز کے واسطے کپڑوں کی صفائی جسم کی پاکیزگی جگہ کی سُتھرائی یہ تمام شرائط علیحدہ علیحدہ بحث کا حق رکھتی ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی شرط کے پورا نہ ہو سکنے کی وجہ سے نماز کا چھوڑ دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اگر ایک ماں کے کپڑے بچّہ کی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں اور اس کے پاس دوسرے کپڑے نہیں ہیں تو اس کی نماز کو ناجائز قرار دینا ایک قسم کا ظلم ہے۔

اس کے ساتھ ہی مسلمان کو یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ حقوق اللہ سے غفلت معافی کے قابل ہے اور اگر مسلمان کے دوسرے اعمال اچھے ہیں تو خدا کی رحمت اپنے ہر حق کو معاف کر سکتی ہے۔ مگر بندے کا حق خدا معاف نہیں کرتا ایک مسلمان بیوی خانہ داری کے تمام فرائض سے غفلت کرتی ہے وہ مسلمان ماں کی حیثیت سے بچوں پر پوری طرح متوجہ نہیں ہوتی مگر نماز بجائے پانچ کے تہجد اور اشراق تک ناغہ نہیں کرتی کیا اس کا یہ فعل بہ حیثیت مسلمان کے صحیح ہے؟ ہرگز نہیں! اس کا نماز کا معاملہ ایک ایسی طاقت سے ہے جس کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں مگر خانہ داری میں اس نے متعلقین کو جو اذیت پہونچائی وہ برابر کے حقوق ہیں جہاں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ بچے اس کی وجہ سے برباد ہوئے

ان کا مستقبل اس کی لاپروائی پر قربان ہوا اور یہ سب اس کی غلطی کی بھینٹ چڑھ گئے اب کون ایسا عقل مند ہوگا جو کسی مسلمان کی ایسی عبادت کو جو اس کی دنیا برباد کر دے درست بتائے گا۔

مسلمانوں کو اپنے آقا و مولا کے نقش قدم پر چلنا چاہئے اسی کا نام اُسوۂ حسنہ ہے حضور اکرمؐ اور مذہب مقدس نے کھلے ہوئے الفاظ میں یہ فرما دیا ہے۔

لا رہبانیۃ فی الاسلام

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے بلکہ اسلام اپنے پیرؤوں سے یہ توقع رکھتا ہے اور ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ دین اور دنیا دونوں کی تیاری کریں اور امر حق یہ ہے کہ مسلمان کی دنیا اور دین دونوں ایک ہیں۔

اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنے تعلقات کے اعتبار سے اچھا رہا۔ یعنی اگر کسی شخص کو مرنے کے بعد اس کے ملنے جلنے والے یا جن سے معاملہ اور سابقہ پڑا اچھا کہتے ہیں تو وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

راشد الخیری

سالگرہ نمبر مُفت

عصمت کے سالگرہ نمبر ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء کے جو انتالیس پرچے ہمارے پاس ضرورت سے زیادہ بچے ہوئے ہیں یہ پرچے کسی قدر شکستہ حالت میں ہیں ایک پرچہ کی قیمت عہ ہے لیکن ماہ فروری میں **بالکل مُفت** ان خواتین و حضرات کی خدمت میں پیش کئے جائیں گے جو عصمت قسم اول یا (۲) عصمت قسم دوم اور جوہر نسواں یا (۳) عصمت قسم دوم اور بنات یا (۴) جوہر نسواں اور بنات کے سالانہ خریدار ہوں گے منی آرڈر یا وی پی وصول ہونے اور خریدار کے رجسٹروں میں نام درج کرنے کے بعد محصول ڈاک بھی ہم اپنے پاس سے ادا کرکے سالگرہ نمبر ۱۹۳۳ء یا ۱۹۳۱ء **بالکل مفت** ۳۹ نئے خریداروں کو بھیج دیں گے ان ۳۹ خریداروں کو جن کا نام رجسٹروں میں پہلے درج ہوں گے۔ منیجر عصمت

جوہر نسواں کا خاص نمبر

دفتر عصمت دہلی سے زنانہ دستکاری کا ماہوار رسالہ جوہر نسواں ۶ ماہ سے شائع ہو رہا ہے مارچ میں اس کا خاص نمبر شائع ہوگا "اونی کام سلائیوں سے"۔ جرسی یعنی نٹنگ ورک کے متعلق اردو زبان میں بہترین استانی کا کام دے گا اس کی قیمت عہ ہوگی لیکن **جوہر نسواں** کے خریداروں کو صرف ۳ ؎ میں دیا جائے گا گویا ان کے لئے ۱۱ ؎ کی رعایت ہوگی (یہ رعایت **عصمت** اور **بنات** کے خریداروں کے لئے بھی نہیں ہے آپ نے اگر جوہر نسواں اس وقت تک اپنے نام جاری نہیں کرایا لیکن آپ پسند کرتی ہیں تو آج ہی ۱؎ کا منی آرڈر بھیج دیجئے۔ یہ خاص نمبر بعد میں منگائیں گی تو آپ کو بذریعہ وی پی ۱؎ میں پڑے گا۔

منیجر عصمت و جوہر نسواں دہلی
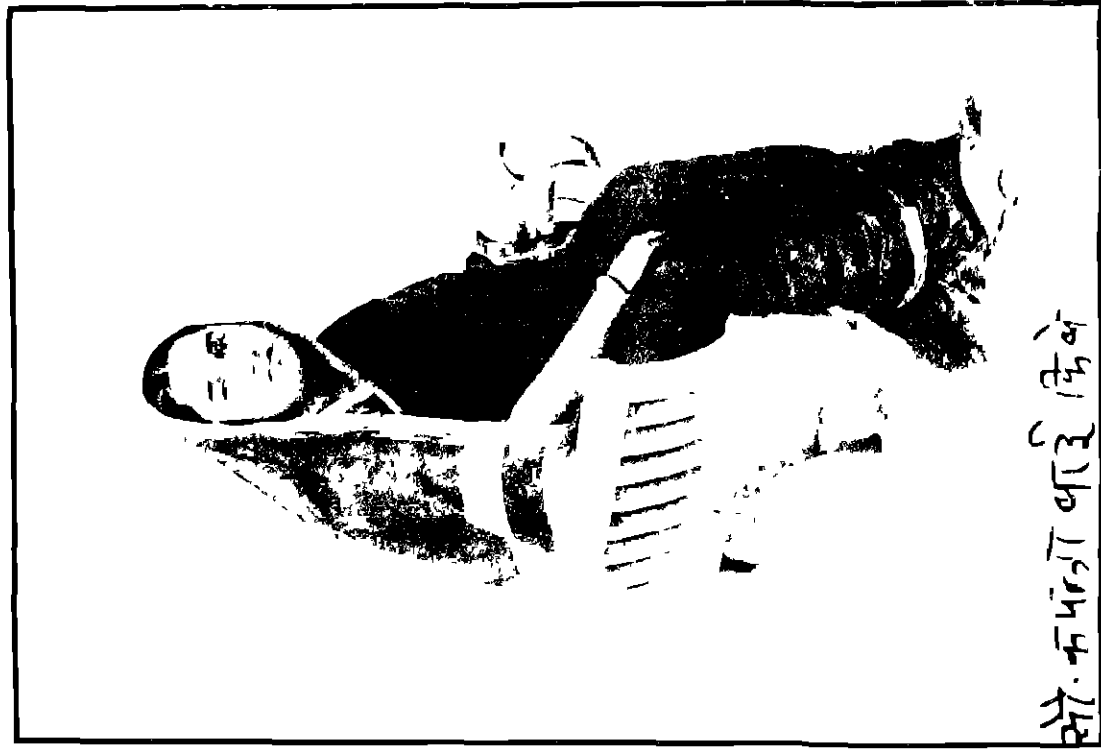
सौ. कमला बाई किबे

مشہور افسانہ نگار خالدہ ادیب خانم
جنھوں نے آج کل جامعہ ملیہ دہلی
میں تقریریں کیں

خالدہ ادیب خانم

آج کل وہ شہرہ آفاق ترک خاتون ہندوستان آئی ہوئی ہیں جن کا وجود نہ صرف عالم نسواں کے لئے باعث ناز ہے بلکہ جن کے کارنامے تمام عالم انسانیت کے لئے قابل فخر ہیں۔ خالدہ ادیب خانم وہ خاتون ہیں جنھوں نے ترکی میں حقوق نسواں کی جدوجہد نہایت سرگرمی سے کی اور جو ترکی جدید میں تحریک نسواں کی بانی ہیں۔

محترمہ خالدہ خانم نے نہ صرف اپنی تقریروں اور تحریروں سے ترکوں میں زندگی کی روح پھونک دی بلکہ جنگ میں شریک ہوئیں اور معرکہ دریائے سقاریہ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دئے جن پر دشمن بھی خراج تحسین ادا کرنے پر مجبور ہوتے۔ آج کل آپ ترکی کے عروج و زوال مشرق و مغرب کے تصادم۔ ترکی عورت اور ترکی لٹریچر کے متعلق تقریریں فرما رہی ہیں۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مختصر حالات عصمتی بہنوں کی خدمت میں پیش کئے جائیں۔

خالدہ خانم ۱۸۸۵ء میں قسطنطنیہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ماجد عثمان پاشا تھے جو سلطان عبدالحمید خاں کے زمانہ کے امرا میں سے تھے۔ آپ کی ننہیال سرکیشیا میں ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس کے بعد امریکن کالج باسفورس میں داخل کردی گئیں۔ چونکہ قدیم خاندان کی ایک شریف خاتون کا کالج میں داخلہ اس وقت کے رواج کے خلاف تھا اس لئے اس میں کافی اعتراضات ہوئے۔ لیکن آپ کے والد نے اس کی پروا نہ کی۔ خالدہ خانم بچپن سے ذہین اور ذکی ہیں۔ بہت جلد آپ نے امتیاز حاصل کر لیا اور ۱۹۰۱ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کی شادی پروفیسر ذکی صالح بے سے ہوگئی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کی شادی شدہ زندگی خوشگوار نہ رہ سکی اور آپ کے خاوند نے ایک دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہا۔ اس پر خالدہ خانم نے خلع لے لیا اور دوسرا نکاح ڈاکٹر عدنان بے سکرٹری انجمن ہلال احمر سے کیا۔ اور دونوں میاں بیوی ملک کی خدمت میں مصروف ہوگئے۔ خالدہ خانم کی عمر ابھی کم ہی تھی کہ آپ نے مضمون نگاری اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ آپ کی پہلی کتاب ایک امریکن کتاب ماں اپنے گھر میں کا ترجمہ تھا جو بہت مقبول ہوا۔ اور بارگاہ سلطانی نے اعزازی نشان سے آپ کو سرفراز کیا۔

جب سلطان عبدالحمید کے خلاف ترکی میں زبردست سازش ہوئی اور بالآخر سلطان کو معزول کر دیا گیا۔ تو خالدہ خانم نے ایک نہایت موثر نظم حب وطنی پر لکھی جو سارے ملک میں مقبول ہوئی۔ اب خالدہ خانم نے باقاعدہ اخبارات میں مضامین لکھنے شروع کر دئے اور اخبار طینن کی مقالہ نگار خصوصی مقرر ہوئیں۔ آپ کی تحریر کی خوبیوں کا ملک بھر میں ڈنکا بج گیا۔ اور ترکی کے نامور انشا پردازوں کو بھی خالدہ خانم کے قلم کی طاقت کا لوہا ماننا پڑا۔

اب خالدہ خانم کی شہرت ٹرکی سے نکل کر یورپ اور امریکہ تک پہونچ گئی۔ اور انگلستان فرانس امریکہ سے آپ کے پاس تقریریں کرنے اور اپنے خیالات کا اظہار کرنے کی دعوتیں آنے لگیں۔

سلطان عبدالحمید خاں نے معزولی کے بعد اپنی حکومت کے قیام کے لئے بہت کوشش کی اور پانچسو ایسے جاں نثاران ملت کے وارنٹ جاری کئے جو سلطان کے خیال میں اس کی حکومت کا خاتمہ کر دینے کی عملی کوشش میں مصروف تھے۔ پولیس نے اخبار "طنین" کے دفتر پر بھی چھاپہ مارا، اور خانم ممدوحہ کے لکھے ہوئے مسودے اپنے قبضہ میں کرلئے خالدہ نے وقت کی نزاکت واہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی جان بچانے کی کوشش کی، اور بہت ہوشیاری سے پولس کی آنکھوں میں خاک جھونک کر امریکن کالج میں پناہ گزیں ہوئیں۔ ان کے ساتھ ان کے دو خورد سال بچے بھی تھے چند روز میں وہ قاہرہ میں پہونچ گئیں، اور اس دقت واپس آئیں جب کہ دوبارہ انقلاب حکومت مکمل ہو گیا، اور آزادی پسند پارٹی برسر اقتدار ہو گئی تو خانم نے واپس آکر اپنی کوششوں کو از سر نو عملی جامہ پہنایا۔ اور اپنے ملک و ملت کی ہر ممکن خدمت انجام دی۔ انجمن اتحاد و ترقی کے دائرہ میں خالدہ نے اپنی سیاسی سرگرمیوں کو اس قدر وسعت دی، اور اپنی جدوجہد کو اس سرفروشانہ طریق پر جاری رکھا کہ دنیا حیران ہو گئی، حکومت نے خود اس جواں ہمت اور شیر دل بہادر خاتون کی طاقت کو تسلیم کر لیا ترکی عورتوں میں خالدہ خانم کی ان تھک کوششوں سے بیداری پیدا ہو گئی۔

خالدہ ادیب خانم کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ انہیں کی کوششوں سے ترکی خواتین میں بیداری پیدا ہوئی تو بے جا نہ ہوگا خاتون موصوف نے زنانہ اخبارات جاری کئے، زنانہ مدارس قائم کئے، اور زنانہ جلسے منعقد کرتی رہیں، اور اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں ترک خواتین کو اپنی اصلاح اور ترقی کا خیال پیدا ہو گیا۔ اسی زمانہ یعنی ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان شروع ہو گئی خالدہ خانم نے خواتین کی مجلس ہلال احمر قائم کی اور آپ کی تقریروں اور تحریروں نے ترک خواتین میں وہ جوش پیدا کیا کہ انھوں نے نہ صرف زیورات اور جواہرات قومی چندے میں دئے بلکہ میدان جنگ میں بھی مردوں کے دوش بدوش رہیں۔ اسی زمانہ میں خالدہ ادیب خانم نے جامعہ عثمانیہ میں ایک نہایت موثر تقریر کی جس کا ہر لفظ مردوں اور عورتوں کے کلیجہ کے پار ہو گیا۔ اس تقریر میں آپ نے فرمایا کہ حب وطنی ہی سے ہر قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ فرانس نصف صدی پہلے جرمنی کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔ لیکن وطن کی محبت نے آج فرانس کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ غدار یونانیوں کی ترقی بھی حب وطنی کی ہی وجہ سے ہوئی اور آج وہ اس قابل ہو گئے کہ ہم سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد خالدہ خانم نے بیس پچیس ہزار ترکوں کے سامنے سلطان احمد ثانی کی مسجد کے باہر ایسی پُرجوش تقریر کی کہ ترکوں نے قسم کھالی کہ وہ دشمنوں کے جب تک دانت کھٹے نہ کر دیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے جنگ بلقان کے بعد خالدہ ادیب خانم علاقہ شام کے تمام مدارس و مکاتب کی نگراں مقرر ہوئیں اور آپ نے ایشیائے کوچک اور آرمینا میں اسی زمانہ میں بہت سے محتاج خانے اور یتیم خانے بھی کھولے۔

جنگ بلقان کے تین سال بعد جنگ عظیم میں ترکوں کو جرمنی کا ساتھ دینا پڑا۔ جب جرمنی کو شکست ہو گئی اور قسطنطنیہ میں اتحادیوں نے قبضہ کر کے اسلامی جذبات کو مجروح کیا اور قسطنطنیہ میں مارشل لا کے نفاذ نے قیامت برپا کر دی تو ایک لاکھ ترکوں کے جلسہ میں خالدہ خانم نے اس قدر درد انگیز اور پر جوش تقریر کی کہ سننے والے تڑپ اٹھے۔ لیکن اس قسم کے جلسوں کی ممانعت قطعی کر دی گئی اور مصطفےٰ کمال پاشا نے بڑی حکمت عملی سے خالدہ خانم کو انگورہ بلالیا، اور کابینہ وزارت کی ایک رکن مقرر کیا، اسی زمانہ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے خالدہ خانم نے جو کوششیں کیں ترک قوم مدتوں فراموش نہیں کر سکتی، ادھر علم و فضل میں خالدہ خانم کا مرتبہ نہایت بلند تھا تو ادھر میدان جنگ میں بحیثیت سارجنٹ کے خالدہ خانم ایک ممتاز درجہ رکھتی تھیں، جنگ عظیم ختم ہوئے ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ آزادی وطن کے لئے ترکوں کو یونان سے لڑنا پڑا۔ ۱۱ جولائی ۱۹۲۱ء کو یونانیوں نے اپنی ایک لاکھ اسی ہزار فوج کے ساتھ معرکہ دریائے سقاریہ کی ابتدا کی، یونانیوں کے اس سپاہ کے مقابلہ میں ترک ایک لاکھ بیس ہزار تھے، ۱۲ جولائی کو یونانی فوجیں قلعہ حصار پر اور ۱۸ جولائی کو مقام کوتاہیہ پر بھی قابض ہو گئیں۔ اور بتدریج بڑھتی ہوئی اسکی شہر اور سید غازی میں بھی داخل ہوئیں۔ اور بعد میں وہ نہر سقاریہ عبور کر کے ترکوں کے ان مورچوں کے سامنے پہونچ گئیں۔ جو حکومت انگورہ نے ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار کئے تھے، یہ معرکہ ایشیائے کوچک کے تمام معرکوں میں زبردست تھا۔ اور ۲۳ / اگست ۱۹۲۱ء کو خوں ریز معرکہ ہوا۔ ہزاروں سپاہ دونوں طرف کے کام آئے ترک نہایت بہادری سے لڑے اور کئی روز کی مسلسل جنگ کے بعد یونانیوں کے حوصلے پست ہو گئے، یونانی چاہتے یہ تھے کہ وہ انگورہ پر قبضہ کر کے ترکان احرار کی زبردست تحریک کو ملیامیٹ کر دیں،

اس معرکہ میں جب خاتون موصوفہ نے یونانی افواج کے سیلاب عظیم کو بڑھتے ہوئے دیکھا، تو وہ اپنے مشاغل علمی ترک کر کے اللہ کا نام لے کر میدان جنگ میں پہنچیں، اور جاں بازان اسلام کے دوش بدوش جہاد فی سبیل اللہ کیا، اس فداکار مجاہدہ کے میدان جنگ میں پہنچتے ہی فوج احرار کا جوش بہت ترقی کر گیا، اور وہ اس مستعدی اور بہادری کے ساتھ نبرد آزما ہوئے، کہ دشمن کو ان کا لوہا ماننا پڑا، اور آخر کار خدائے کریم نے انہیں فتح عطا کی، حکومت انگورہ نے خالدہ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کیا،

خالدہ ادیب خانم جمہوریت پسند ہیں۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ڈکٹیٹر بن جانے کے بعد آپ کے اور ان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے۔ اور آپ کو بہ یاس و حسرت اپنے وطن کو خیرباد کہنا پڑا۔ اب عرصہ سے آپ وطن سے دور ہیں۔ لیکن اس کی ترقی و بہبودی کی متمنی ہیں۔ اور مختلف ممالک میں اپنے وطن عزیز کی حمایت میں تقریریں کر رہی ہیں۔ اسی سلسلہ میں ہندوستان تشریف لائی ہیں اور ۱۵ / جنوری سے جامعہ ملیہ میں تقریریں کر رہی ہیں۔

خالدہ ادیب خانم کی خدمات ملک و ملت کی فہرست بہت طویل ہے آپ کی افسانہ نگاری اور انشا پردازی کی خوبیاں

بھی اس مختصر مضمون میں نہیں دکھائی جاسکتیں، تاہم خانم موصوفہ کے ایک مشہور مضمون کا کچھ حصہ درج کیا جاتا ہے جس سے آپکی حب وطنی اور انشاپردازی کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

اے مادر وطن! تیرے بچے مصیبت و فلاکت کے سمندر کی سب سے زیادہ تاریک گہرائیوں میں ڈوب رہے ہیں ان کے سینوں سے خون کے فوارے نکل رہے ہیں، اپنے سینے کو کھول، اے تیرہ خاک! اور اپنے شہیدوں کے لئے جنھوں نے گہرے اور کاری زخم کھائے مگر دشمن کو تجھ سے دور رکھا، ہمارے بہادر آبا و اجداد کے پہلو میں جگہ تیار کر۔

تیری متروک، تیری خشک، تیری فراموش شدہ پتھریلی وادیوں کو سفید ریش بڈھوں سے لے کر معصوم ترک بچوں تک کا اپنے آنسوؤں سے تر کرنا کیا کافی نہیں ہے؟

کیا تو ہم سے ناراض ہوگئی، اے مادر وطن! اس بے گناہ اور مردہ قوم سے نہ پوچھ، کہ کن قزاقوں نے، کن خائنوں نے اپنے پاؤں سے تجھے پامال کیا، تیری ہڈیاں توڑیں، کن درندوں نے اپنے ناخنوں سے تجھے مجروح کیا۔ اے مادر وطن! تو جو نیلی موجوں کے آغوش میں سو رہی ہے، تو جس کے پہاڑوں کے خطوط نازک، جس کا سایہ رنگین، جس کا افق رنگین، جس کا سما شفق گوں، جس کی سحر لطیف، جس کے بادلوں کی رفتار رشک آور ہے، تو ہمیں یتیم چھوڑ کر کن بیگانہ آرزوؤں کے تعاقب میں جا رہی ہے،

سن! تجھے نہ محتشم قدیم روما، نہ فیلسوف قدیم یونان نے ایسے مخلصانہ، ایسے آتشین، ایسے نفس واپسیں تک کے جذبہ سے چاہا ہے، جیسا ہم چاہتے ہیں، اور نہ کوئی قوم مستقبل میں چاہ سکتی ہے، ترک تیرے لئے زندہ رہتا ہے، تیرے لئے مرتا ہے، تیرے لئے برباد ہوتا ہے، تیرے لئے آہ و زاری کرتا ہے۔ سب تیرے لئے،

کسے معلوم ہے، کہ تیرے خمیر میں کتنے ترک شہدا کا خون ہے، جنھوں نے اپنے قیمتی قطرہائے خون تیرے سینہ پر گرائے کتنے ترک سپاہیوں کی ہڈیاں ہیں جنھوں نے اپنی جان دشمان تیرے قدموں پر فدا کر دی، تیرے سینہ پر جان دینے کے لئے، اور اپنی ہڈیاں تجھے سپرد کرنے کے لئے صدہا سال تک، غربت زدہ، آبلہ پا، رہ پیما خستہ اور اس پر بےیار و مددگار ترک آئے گا، اس خطرناک زمانے میں، وہ باعظمت ترک فاتح جو تیرے لئے شہید ہوئے اور جنھوں نے تیرے لئے مرنا ہی اپنی مکافات ابدی سمجھا، ان کی روحیں تیری لطیف ہوا میں تیرے افق پر جہاں دشمن کے تاریک سائے پڑ رہے ہیں، پھر رہی ہیں ماضی کی وسعت میں سے یہ خاموش، مگر باوقار معظم روحیں آرہی ہیں، اور تیرے زندہ فدائیوں کی بلند پیشانیوں کو اپنے پرشان بازوؤں سے مس کرتی ہیں

اے کمال کی! اے مدحت کی ماں! اے صلاح الدین اور سلیم کی آغوش خواب! اگر تیرے پاک گوشوں میں کسی بےادب کا قدم داخل ہوجائے تو ہم سب ہمارا سر فروش انور، ہمارا بہادر نیازی، ہمارا مصطفےٰ کمال اعظم ہماری شیر فوج کے ساتھ، مرد عورت، یتیم بچے سب کے سب اس نجس اجنبی قدم کو تیرے پاک سینے سے ہٹا دینگے لیکن اگر نہ ہٹا سکیں تو ہم تیرے سب سے گہرے گڑھے میں گر جائیں مگر اس وقت تو ہمیں گرا کر ڈال کہ تیرے نرم سینے میں دشمن کے ناخن گڑیں تو ہمیں احساس نہ ہو،

"م"

قابل تقلید خانہ داری

تعلیم خانہ داری کی پانچویں بین الاقوام کانفرنس

جرمنی میں پرشیا کی پارلیمنٹ کے کمروں میں ۲۱ اگست سے ۲۶ اگست ۱۹۳۴ء تک بیس سے زیادہ مختلف ملکوں کے مرد اور عورتیں اس غرض سے جمع ہوئے کہ تعلیم خانہ داری کے متعلق ایک دوسرے سے خیالات اور تجربات کا تبادلہ کریں۔ اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ حاضرین میں بہت بڑی تعداد گھروالیوں کی تھی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ گھروالیاں جو صبح سویرے سے رات کو دیر تک گھر کے کاموں میں لگی رہتی ہیں اون کو بھی اس مسئلے سے اتنی دلچسپی ہے کہ وقت نکال کر آئیں تاکہ اس کانگرس کو کامیاب بنائیں۔ کانگرس کا بڑا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح سے علم وفن (سائنس) اور حرفت (ٹیکنک) کو خانہ داری کی خدمت میں استعمال کیا جاوے تاکہ گھر کا کام ایک اصول اور طریقے کے ساتھ گھنٹوں کی جگہ منٹوں میں ہو سکے۔ اس طرح گھروالی کو زیادہ وقت ملے تاکہ وہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں زیادہ حصہ لے سکے اور کچھ آرام بھی کر سکے کیونکہ کام کو جاری رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آدمی آرام بھی لے تاکہ تر وتازگی اور قوت برقرار رہے۔

صرف جرمنی ہی میں نہیں تمام اون ملکوں میں جہاں کے نمایندے کانگرس میں شریک تھے گھر کی اہمیت سمجھ لی گئی ہے۔ کیونکہ گھر ہی تعلیم وتربیت کا اصل گہوارہ ہے اور گھر ہی ملت اور حکومت کا اساس ہے۔ گھر ہی تہذیب وتمدن اور دین کا محافظ ہے۔ ان تجربات نے سب کو عورت کے مشن Mission کی حقیقت کو سمجھا دیا۔ اور یہ معلومات تو بدیہی ہے کہ ہر ایک وہاں بہترین کام کر سکتا ہے جہاں اوس کو قدرت نے مقرر کر دیا ہے۔ عورت کے لئے قدرت نے گھر مخصوص کر دیا ہے۔ اسی لئے گھروالی ہونا سب سے معزز اور محترم پیشہ ہے۔

عرصہ سے تعلیم خانہ داری کی مانگ تھی اور عرصہ سے یہ مدرسوں میں جاری بھی تھی اس میں ترقی بھی ہو رہی تھی مگر اب خود گھروالی نے اس میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ جو ایک بڑی نیک فال ہے۔ تمام دنیا میں صحیح خانہ داری صحیح خانہ داری کی چیخ پکار ہے۔ انجان عورتیں گھروں کو تباہ کر رہی ہیں۔ بڑے بڑے خاندان مٹ رہے ہیں ملک برباد ہو رہے ہیں۔ دنیا تہ وبالا ہوئی جا رہی ہے۔

جرمنی اپنے مدرسوں اور اوس قابل تقلید کام کے لحاظ سے جو اون میں کیا گیا ہے تمام دنیا میں اول نمبر پر ہے

بہت سے فنی مدرسوں میں لڑکی کو بارہویں سال خانہ داری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فنی مدرسوں میں آٹھ سال تعلیم ہوتی ہے
ہر لڑکی چھ سال سے کم از کم چودہ سال کی عمر کے ختم تک مدرسوں میں جانے کے لئے مجبور ہے۔ اب یہ کوشش ہو رہی
ہے کہ خانہ داری کی تعلیم چھ سال ہی کی عمر سے شروع ہو جانی چاہیے۔ کیونکہ تجربہ نے دکھا دیا ہے کہ بارہ تیرہ برس کی لڑکی
وہ کام کرتی ہوئی کتراتی ہے اور بے دلی سے کرتی ہے جو ایک بہت چھوٹی لڑکی بڑے شوق سے اور دلچسپی سے کرتی ہے
یہ بات وہ مائیں بخوبی جانتی ہیں جنہوں نے اپنی چھوٹی بچیوں کو کھیلتے اور کام کرتے دیکھا ہے۔ وہی اس کے متعلق صحیح
رائے دے سکتی ہیں۔ اسی لئے یہ نصاب مرتب کرنے میں ہم کو گھر والیوں کی ضرورت ہے۔ بعد کی تعلیم۔ پیشے کے مدرسوں
خصوصی مدرسوں، معلمہ تیار کرنے والے مدرسوں اور دوسرے طرح طرح کے مدرسوں میں دی جاسکتی ہے۔ خود گھر والیاں
بھی خصوصی طرح طرح کے کورسوں میں شریک ہوسکتی ہیں اور خانہ داری کی اور ماسٹری کی ڈگری حاصل کرسکتی ہیں۔
علاوہ اس کے نئی جرمنی میں کئی ایک جمعیتیں اور موسسات مثل ڈوچ فراؤنی آرباٹٹ ڈمینسٹ (خدمت عمل نسوان
جرمنی) داس لاندشولبار (گاؤں کا تعلیمی سال) وغیرہ وغیرہ کا یہی مقصد ہے کہ ایک عمومی قومی فنی تعلیم حاصل ہو۔

اور ملکوں میں بھی تعلیم خانہ داری مدرسوں میں پھیل رہی ہے۔ فاشسٹ اٹلی بھی جرمنی کی طرح عورت کو گھر ملک
ملت اور حکومت کے لئے نہایت ضروری سمجھتی ہے۔ اٹھارہ مہینے سے وہاں (۵۵۹۰۰۰) پانچ لاکھ انسٹھ ہزار عورتوں
نے ایک انجمن بنا رکھی ہے جس نے یہ ٹھان لیا ہے کہ ہر گھر میں علمی فنی اور دانشمندانہ طریقہ سے خانہ داری کی جائے۔ اس
انجمن نے بڑے بڑے شہروں میں قابل تقلید خاص نمونہ کے گھر بنا رکھے ہیں اور گاؤں کے لئے موٹر کاروں میں اسکول
بنائے ہیں اور گاؤں گاؤں تعلیم دیتی پھرتی ہیں۔ شہر لٹوریہ جو پہلے دلدل تھی اور جہاں صدیوں سے ملیریا پھیلا ہوا تھا اس کو
ایک نمونہ کا شہر بنا دیا ہے کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فن خانہ داری یہاں دوبارہ پیدا ہوا ہے۔

انگلستان میں تعلیم خانہ داری تمام ابتدائی مدرسوں میں لازمی ہے دور کے گاؤں میں وہاں بھی موٹر کاریں
تعلیمگاہیں بنائی ہیں اور جگہ جگہ تعلیم خانہ داری دی جاتی ہے۔

امریکہ میں تو غضب ہی ہوگیا وہاں لڑکوں کے مدرسوں میں بھی ماں باپ یا طلبا کی طلب پر خانہ داری سکھائی
جاتی ہے۔ ہائی اسکولوں ہی میں نہیں اکثر یونیورسٹیوں میں بھی درخواست دینے پر تعلیم خانہ داری کی کلاس کھول دی جاتی ہے
پچھلے سالوں میں اس تعلیم نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ بہت سے گھر والیوں تک کی سمجھ سے باہر ہے۔ بعض تو خلاف
بھی ہیں وہ کہتی ہیں کہ سائنس کو اس قدر دخل نہیں دینا چاہئے۔ دراصل اون کو خوش ہونا چاہئے اور فخر کرنا چاہئے کہ
یونیورسٹیوں تک میں اون کا کام سکھایا جاتا ہے اور تمام دنیا اون کے کام کو مانتی ہے۔ گو ہندوستان کے لڑکیوں کے مدرسوں کے
بھی نصاب میں یہ فن موجود ہے مگر حقیقت میں ابھی جو سکھایا جاتا ہے وہ صفر کے برابر ہے۔ اصل بات جس کی ضرورت ہے
وہ یہ کہ علمی وسائنٹفک (طریقے سے یہ تعلیم دی جادے ورنہ آٹا گوندھنا روٹی پکانا دال سالن پلاؤ پکانا۔ سینا پرونا

سطحی تعلیم کی خرابیاں

ہندوستان میں جہالت کا تیرہ و تاریک زمانہ گذرنے کے بعد اب وہ وقت آیا ہے جس کو نیو لائٹ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ہر طرف علم اور تعلیم کی چیخ پکار ہے اور طبقۂ نسواں میں بھی علم کی نشر و اشاعت کے لئے جد و جہد کی جا رہی ہے علم بے شک ایک بیش بہا خزانہ ہے اور انسان کے لئے بے شمار فوائد کا سرچشمہ۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر کس قدر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمان بہنیں ابھی تک تعلیم کا صحیح مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں اور ایسی خواتین کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے جو حقیقی معنوں میں تعلیم یافتہ کہلانے کی مستحق ہیں۔

مجھے متعدد موقعوں پر کالج اور سکول کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ تعلیم یافتہ بہنیں خواہ میرا مذاق اُڑائیں یا بُرا بھلا کہیں مگر مجھے مجبوراً بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے کالج اور اسکول کی فیشن پرست استانیوں کی صحبت یافتہ لڑکیوں میں سوائے نمائش اور فیشن پرستی کی نفرت زدہ حرکتوں کے علاوہ کوئی خاص خوبی نہیں دیکھی۔ اکثر لڑکیاں جا و بیجا بڑے بڑے الفاظ اُلٹے سیدھے فقرے بہت اُچھل اُچھل کر استعمال کرتی ہیں اور دل میں یہ سمجھتی ہیں کہ ہم سے بہتر تقریر یا گفتگو کرنے کی اور کسی میں قابلیت نہیں۔ بعض لڑکیوں کے دل و دماغ کے توازن کی یہ کیفیت ہے کہ ابھی قلم پکڑے چند سال ہی گذرے ہیں مگر یہ خودی سمائی ہے کہ اب دنیا کے بڑے بڑے ادیب اور شاعر ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے مخرب اخلاق بے ہودہ ناولوں کا مطالعہ، بہن بھائی وغیرہ کو شوخ رنگ اور نازیبا پیرایہ میں خطوط لکھنا اُلٹی سیدھی غزلیں تصنیف کرنا اُن کا شعار ہے۔ اور اس علمیت پر جو ناز ہے وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ لڑکیوں کی اس حالت کو دیکھنے والا لڑکیوں سے زیادہ اُن کے والدین یا بڑے بہن بھائیوں کو مورد الزام ٹھیرائیے گا کیونکہ اگر ہم کسی لڑکی کے غلط راستہ اختیار کرنے پر بجائے تنبیہ کے تعریف اور جھوٹی تعریف کے پُل باندھ دیں گے تو اس کا کھلا نتیجہ یہ ہو گا کہ بیچاری ناتجربہ کار سیدھی سادی نوآموز لکھنے والی کا قلم اور زبان دونوں آزاد اور بے لگام ہو جائیں گے۔ جھوٹی تعریف کرنا دوستوں کا کام نہیں دوست اور سچا خیر خواہ وہ ہے جو عیب اور ہنر صاف صاف بتا دے تاکہ کم عمر لڑکیاں آئندہ کے لئے آگاہ ہو جائیں ہمت افزائی بے شک بزرگوں کا فرض سہی مگر کیا یہ ہمت افزائی لڑکیوں کے لئے زہر قاتل نہیں کہ آتا کچھ بھی نہیں اور بزرگوں نے ڈپلوما دیدیا کہ اب تمہارے برابر دنیا میں کوئی شاعر یا ادیب نہیں۔ کیا اس قسم کی مدح سرائی

(باقی مضمون صفحہ ۱۰۴ کالم ۲ پر دیکھئے)

"علم کی تخصیص قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں کہیں نہیں فرمائی گئی کہ خدا اور رسول کا علم عورتیں حاصل کریں اور ایم اے اور ال ال بی کی تعلیم مرد حاصل کریں" اگر میں تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کر لوں کہ قرآن پاک یا حدیث شریف میں کہیں یہ تخصیص نہیں فرمائی گئی تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اور مرد دونوں دنیا میں ایک ہی غرض ایک ہی مقصد اور ایک ہی فرض کی ادائے گی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؟ اگر آپ حدیث شریف کو مانتی ہیں تو آپ کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا "عورتیں ناقص العقل" ہیں۔ اگر آپ قرآن پاک کو خدا کا بھیجا ہوا کلام سمجھتی ہیں اور اسے ہی حصول حق کا منبع سمجھتی ہیں تو پھر بتلایئے اس منبع سے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق کہاں ملے ہیں۔ اسلامی قانون کے جاننے والوں کو بخوبی معلوم ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد لڑکا دو حصوں کا مالک ہوتا ہے اور لڑکی صرف ایک حصہ کی حقدار سمجھی جاتی ہے۔ اگر شوہر مر جائے تو بیوی آٹھواں حصہ پاتی ہے اور اس کے برخلاف بیوی کی جائیداد پر شوہر چوتھا حصہ کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ پھر آپ ہی ارشاد فرمائیں بظاہر یہ "ناانصافی" کس لئے کی گئی؟ اگر مرد اور عورت کے حقوق برابر ہوتے تو نبوت صرف مردوں ہی تک محدود نہ ہوتی بلکہ عورتوں کے نام بھی انبیاء کی فہرست میں نظر آتے۔ اسلام کا قانون جو تمام ملک، تمام قوم اور تمام زمانہ کے لئے ہے ایک ایسا فرمان ہے جس میں تنسیخ اور ترمیم کی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی اسلام نے ہر ایک چیز کی اہمیت کا لحاظ رکھا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے عورتوں کو دیگر مذاہب سے کہیں زیادہ حقوق دے رکھے ہیں۔ مگر نظام عالم کو برقرار رکھنے کی غرض سے عورتوں اور مردوں کی ذمہ داریاں اور حقوق بھی مختلف پیش کئے ہیں۔

اگر عورتیں بھی وہی علم اور وہی ہنر سیکھیں جو اب تک مردوں کے لئے ضروری خیال کئے جاتے تھے تو پھر اس کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ بیبیاں شوہر بنیں گی اور شوہر بیبیاں! قدرت نے عورت کو "ماں" بنایا اور باپ کو اس "سعادت" سے محروم رکھا۔ یہی امر اس بات کی کافی دلیل ہے کہ مرد کمائیں اور عورتیں گھروں کو آراستہ کریں۔ مگر جب عورتیں بھی دفتر اور عدالت میں ملازمت کرنے لگیں گی تو گھر کا نقشہ ہی دوسرا نظر آئے گا۔ دن بھر کی مصروفیت کے بعد نہ عورت اس قابل رہے گی کہ مرد کی تکان دور کر سکے نہ مرد عورت کی تکان کا بوجھ ہلکا کر سکتا ہے۔ ہاں! اگر عورتیں ترقی کی منزل میں خود کما کر مردوں کو کھلانا چاہتی ہوں تو پھر شاید مرد کے ذمے یہ فرض رہ جائیگا کہ بچوں کی پرورش اور گھر کی دیکھ بھال کرے۔ اور جب "بیگم صاحبہ" دفتر سے تشریف لائیں تو ایک خدمت گذار شوہر کی حیثیت سے باادب ان کا خیر مقدم کرے۔ میرے خیال میں شاید عورتیں اس کے لئے تیار نہ ہوں گی۔ تو پھر ماننا ہی پڑے گا کہ مرد اور عورت کی فرائض مختلف ہیں اور اس لئے ان کی تعلیم اور تربیت بھی مختلف ہونی چاہئے۔

مسز برلاس صاحبہ فرماتی ہیں۔ "مجھے یہ مضمون پڑھ کر سخت افسوس ہی نہیں بلکہ نہایت تعجب ہوا کہ اس زمانہ میں بھی ان خیالات کے تعلیم یافتہ مسلمان موجود ہیں۔ اور وہ بھی یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگری یافتہ جو اپنی عورتوں کو رفتار زمانہ کے مطابق چلتا ہوا دیکھ کر چراغ پا ہو جاتے ہیں۔"

"رفتار زمانہ" سے مراد اگر یہ ہے کہ یورپ کی کورانہ تقلید کرتے ہوئے سادہ پرستی کو اپنا شعار بنالو تو میری رائے ناقص میں ہر ذی فہم اور سمجھ دار شخص کو اس کی مخالفت کرنی چاہئے۔ یورپ کی تعلیم ہے "کھاؤ پیو اور مزے اڑاؤ" مگر ہم مسلمانوں کے لئے یہ دنیا ایک امتحان کی جگہ ہے اور موت کے بعد اپنے اعمال کے مطابق ہمیں آرام اور خوشی ملے گی۔ ہم کبھی مسلم خواتین کو اس روش پر چلانا نہیں چاہتے جو یورپ کی تہذیب پر ایک بدنما داغ ہے۔ ممکن ہے دولتمند گھرانوں میں محض قیمتی لباس، بناوٹی حسن، نفیس گاڑیاں، عمدہ مکانات، فرنیچر، سیر، تماشہ، تفریح، ہوٹل، کلب، ڈانس ہی کو مقصد حیات سمجھا جائے مگر ہمارا فاقہ مست ملک اور افلاس زدہ قوم

ہے لطف دہ پرستی کی تعلیم زہر ہلاہل سے کم نہیں۔ اگر ہماری عورتوں نے چادر سے زیادہ پاؤں پھیلائے۔ اور دوسروں کی دیکھا دیکھی بے جا وقت اور اپنی دولت صرف بناؤ سنگار پر صرف کرنے لگیں تو ہم مستقبل قریب ہی میں بھیانک برے دن دیکھنے پڑیں گے۔ انگلو انڈین سوسائٹی ہمارے لیے بہترین نظیر ہے۔ ٹھنڈے دل سے غور فرما کر خدارا بتلایئے کہ اگر ہم اسی رفتار پر چلے تو کیا ہمارا بھی وہی حال نہ ہو گا جو ان بدقسمتوں کا ہو رہا ہے؟ مجھے عورتوں کی خوش پوشاکی پر کب اعتراض ہے؟ اور میرا مطلب یہ ہے کہ عورتیں لٹیں بکھیرے میلے کچیلے کپڑوں میں زندگی گزاریں۔ حسن و خوبصورتی عورتوں ہی کے لئے زیبا ہے اور بناؤ سنگار ان ہی کے لئے موزوں! مگر اعتراض ہے تو اس پر کہ مغربی تعلیم کی دلدادہ فیشن پرستی ہی کو معراج کمال سمجھتی ہیں۔ اور ہماری مخالفت صرف اس وجہ سے ہے کہ ہمارے سامنے انگلو انڈین کی مثال موجود ہے۔ جب انگلو انڈین نے اپنی طرز رہائش میں عیش و عشرت کو شامل کر لیا جس کے خرچ کا بار امرا ہی برداشت کر سکتے ہیں تو انہیں اپنی خود ساختہ ضروریات زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہر جائز اور ناجائز طریقہ سے دولت حاصل کرنی پڑی ہماری اقتصادی حالت ایسی نہیں کہ ہم عیش و عشرت کو لازمۂ زندگی بنا لیں۔ ورا گر ہم نے ایسا کیا تو ہمارا بھی وہی حشر ہو گا جو انگلو انڈین چھوکریوں کا ہو رہا ہے۔ اگر ہم نے عورتوں کو گھروں سے باہر نکالا اور ان کی آرائش کے لئے ٹلکم پاؤڈر، لیس کریم، ہیزلن اسنو اور لپ اسٹک کا استعمال ضروری قرار دیا تو پھر اس کا جو نتیجہ ہو گا سمجھ دار خواتین خود سمجھ سکتی ہیں۔

مسز برلاس صاحبہ کو افسوس ہے کہ "فاضل مضمون نگار کو جس بے جا ای وجہ سے انگریزی تعلیم یافتہ اور راہ نجات اور بہشتی زیور کی بندھی ہوئی عورتوں کی معاشرت کا موازنہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا ورنہ وہ دونوں معاشرتوں کی متوالیوں کا طرز و ماند دیکھ کر خود قائل ہو جاتے کہ تعلیم اور سوشیل آزادی ہی عورتوں کی نجات کا باعث بن سکتی ہے۔"

میں تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک عورتیں گھروں کی چہار دیواری کے اندر "مقید" رہیں گی اُس وقت تک وہ حیا، شرم، پاک بازی کی پابندیوں سے "نجات" حاصل نہیں کر سکتیں۔ گھر کے اندر پردہ میں بیٹھنے والیاں عصمت کی دیویاں ہیں، انہیں ننگ اور ناموس اس قدر پیاری ہے کہ وہ اسے دے کر آزادی کا سودا خریدنا نہیں چاہتیں۔ ان کے گھر سدا سکھ اور چین ہے۔ شوہر کی محبت، بچوں کی نگہداشت، گھر کی دیکھ بھال ہی سے انہیں اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ آزاد چڑیوں کی طرح ادھر اُدھر چہکتی پھریں۔ برخلاف اس کے یورپ کے تمدن پر مرٹنے والیاں مثل اس گلاب کے پھول کے ہیں جس کی خوشبو اُڑ چکی ہو۔ ان کا جوش و خروش، ان کی بے باکی۔ ان کے حرکات سکنات سطح بین آنکھوں کے لئے جاذب نظر ہیں۔ اُنہیں دیکھ کر کور چشم مردوں کی آنکھیں ضرور چوندھیا جاتی ہیں، ان کا لباس، ان کا انداز، ان کا طرز تکلم، ان کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ہنسنا بولنا، سب میں ایک مقناطیسی کشش ہوتی ہے مگر وہ لوگ جو ظاہری آب و رنگ پر فریفتہ نہیں ہوتے اور جنھوں نے ان کی خانگی زندگی کا بغور مطالعہ کیا ہے ان پر بخوبی روشن ہے کہ ۹۰ فی صدی آزادی کی ہوا میں اُڑنے والی چڑیوں نے اپنے گھروں کو دوزخ کا نمونہ بنا رکھا ہے۔ سچ ہے ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوا کرتی۔ تہذیب اور اخلاق مانع ہے۔ ورنہ میں نام لے کر دنیا کو بتا دیتا کہ آؤ اور دیکھو کاغذ کے حرف ظاہر ہی ہیں خوشنما ہیں ٹوٹے والا ان میں نام کو نہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ خواتین پر مسز برلاس کو ناز ہے مگر ان کے کارنامے دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ بہت سے گھرانے ہیں جہاں شوہر اور بیوی کے تعلقات ناقابلِ برداشت ہو گئے ہیں اور ایسی مثالیں کم نہیں ملتیں جہاں ہماری تعلیم یافتہ روشن خیال، اور آزاد پسند بیویاں شوہروں کے شیشۂ دل کو چور چور کر کے عمر بھر کے لئے الگ ہو گئیں کیا اسی کا نام تہذیب ہے؟ کیا اسی کو تمدن اور معاشرت کہتے ہیں؟ شاید مسز برلاس پکار اُٹھیں کہ کم تعلیم یافتہ گھرانوں میں بھی زن و شوہر کے تعلقات خوشگوار نہیں اگر اسے میں تسلیم ہی کر لوں پھر بھی (بقول شخصے) "کنواری مریم" کی پرستار میاں کی جگہ

[illegible] ہیں کہ زندگی کا لطف حاصل نہیں کر سکتیں مگر یہاں عائشہ کی پردہ نشین لڑکیاں غیر مردوں سے حیا کر کے زندگی کا اصلی راز سمجھتی ہیں" مسز برلاس صاحبہ فرماتی ہیں: سیر و تفریح اب لازمۂ زندگی ہے اگر مرد سینما تھیٹر میں جاتے ہیں ہاکی فٹ بال اور کرکٹ کے میچ دیکھیں تو عورتیں کیوں نہ شریک ہوں؟ معزز بہن! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ سیر و تفریح اور ڈانس ان ہی کے لئے موزوں ہے جن کے یہاں دولت کی ریل پیل ہے۔ خدا کے لئے غریب مسلمانوں کو اس کی تعلیم دے کر ان کی اقتصادی حالت کو اور بھی خستہ و خراب نہ کریں۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ پردہ کو خیرباد کہہ کر عورتیں میدان عمل میں کود پڑیں میں نے اپنے پچھلے مضمون میں لکھا تھا کہ آج کل سوسائٹی میں ایسا کام پھرنے والی خواتین انگریزی نوشت و خواند کی طرف اس وجہ سے غیر معمولی توجہ کر رہی ہیں کہ سوسائٹی میں انکی قدر و منزلت بڑھے اور وہ مرد اور عورت کے باہمی میل جول کے موقعوں پر ایک انداز سحر آفریں سے دوستوں کے ساتھ مصافحہ کریں۔ مسز برلاس صاحبہ جو غالباً ساری دنیا کو فرشتہ سمجھتی ہیں کس سادگی سے اس کے جواب میں لکھتی ہیں "بیگم صاحب دوست احباب کا استقبال اور ان کی مزاج پرسی نہ کریں تو کیا ان کا منہ چڑھائیں اور ساڑی کا آنچل منہ پر ڈال کر یوں گویا ہوں "اوئی موئے تو میرے سامنے کیسے چلا آیا!" ممکن ہے خاتون موصوف کی رائے میں مرد اور عورت کا باہمی اختلاط اور خصوصاً یورپین لیڈیز کی طرح عورت اور مرد کی دوستی ایک معمولی سی بات ہو مگر غالب اگر زندہ ہوتے تو اسی معقول منطق کے جواب میں مسکرا کر ضرور فرماتے۔

کہا تم نے کہ کیوں ہو غیر سے ملنے میں رسوائی
بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہاں کیوں ہو

خدا کی پناہ! سارا اعتراض مردوں ہی پر کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی کیوں نہیں رکھتے خوب! مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مضمون ناخوشگوار طوالت نہ اختیار کر لے اس لئے میں پردہ کی مخالفت یا موافقت پر مزید خامہ فرسائی کرنا نہیں چاہتا ہر شخص کو اختیار ہے کہ پردہ رکھے یا نہ رکھے مگر یاد رہے! اگر ہندوستان سے پردہ اٹھ گیا تو ہمارے ملک کی مقدس سرزمین بھی ان برائیوں سے خالی نہیں رہ سکتی جو یورپ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۹۹) کچھ بہتر نتائج حاصل ہو سکتے ہیں کہ سہیلیوں یا بڑے بھائیوں کو عاشقانہ رنگ کے خطوط لکھے جائیں اور ان خطوں میں ایسے اشعار ہوں اور والدین یا بزرگ تعریف کرتے کرتے اپنے مدہوش ہو جائیں کہ انہیں یہ بھی خبر نہ رہے کہ دنیا میں ادب یا لحاظ کسے کہا جاتا لڑکیوں کو دوسری قوموں کی استانیوں کی صحبت میں رہ کر اور سکولوں کی ادھوری تعلیم حاصل کر کے بغیر سوچے سمجھے ہرگز قدم نہ اٹھانا چاہئے اور لڑکیوں کے والدین یا بزرگوں کو بھی اس فرض سے غافل نہ ہونا چاہئے کہ لڑکی اس قسم کی تعلیم حاصل کرے جو اس کی تمام زندگی کے لئے کارآمد اور مفید ثابت ہو اور متعلقین کے لئے باعث راحت۔ کیا وہ لڑکیاں جو کالج سے بی۔ اے کی ڈگریاں حاصل کر چکی ہیں مگر اپنی یا اپنے متعلقین کی زندگی خوشگوار نہیں بنا سکیں ناموری اور تعریف کی مستحق ہیں؟

غالباً دو سال کا عرصہ ہوا ہمارے پڑوس میں تقریب شادی پر بہت عورتیں مہمان بلائی گئیں۔ ان میں ایک نوجوان لڑکی بھی تھی جس کی شادی کو دو تین سال گذرے ہوں گے تمام عورتوں میں اس لڑکی کی شہرت تھی کہ شادی میں فلاں صاحب کی بہو آئی ہیں جو بی۔ اے پاس ہیں اور ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی ملازم ہیں۔ مجھے اکثر عورتوں نے کہا کہ ہم تعریف یا مذمت کچھ نہیں کریں گے مگر آپ ذرا خود چل کر دیکھ لیں۔ مجھے ان کے دیکھنے کا شوق دامن گیر ہوا مگر افسوس اس لڑکی کی جو حرکتیں مجھے نظر آئیں ان کے لئے میں کون لفظ استعمال کروں۔ چلبلی۔ چھچھوری تہذیب تمیز اخلاق کا تو شائبہ اس نے نام بھی نہ سنا تھا۔ جھوٹ بولنے میں ہچکچاہٹ نہ تھی۔ دھوکا دہی کی عادی معلوم ہوتی تھی۔ شیخی تو بلا۔ جس قدر بھی ہو کم تھی۔ غرض اس کی ناگفتہ بہ حرکات دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اگر بی۔ اے کے یہ معنی ہیں تو خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان سے حیوان نہیں بنایا۔

بیگم سہیل حسین

جاپانی دُکان داری

دکان داری کا پیشہ ہنسی کھیل نہیں ہے اس کے اختیار کرنے میں خاص فن کے علم کے علاوہ بڑے ضبط تحمل اور اخلاق و ایمان داری کی ضرورت ہے۔ جب تک دکان دار ان صفات سے بہرہ مند نہ ہو ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں نے جاپانیوں کی دکان داری کے نئے نئے ڈھنگ دیکھے ہیں۔ پرائمری تعلیم سے تو کسی جاپانی کو مفر ہی نہیں۔ اس سے فراغت پا کر حسب حیثیت اور حسب رجحان مزید تعلیم حاصل کرکے تجارت کا پیشہ اختیار کرتے ہیں اور بڑی خوبی سے دکان چلاتے ہیں۔ دس پانچ جاپانی دکانیں دیکھ کر آدمی کے دل میں جس بات کا نقش سب سے گہرا پڑتا ہے وہ ان کی صفائی اور نفاست ہے۔ دکان چھوٹی ہو یا بڑی کہیں خاک میل نظر نہ آئے گی۔ کنجڑوں کی دکانوں پر ترکاریاں دھلی دھلائی سلیقہ سے رکھی اور ہر ترکاری پر اس کی قیمت لکھی ہوتی ہے۔ مچھلی والوں کے ہاں مچھلیاں صفائی کے ساتھ تختوں پر رکھی رہتی ہیں یا مٹھوں میں پانی میں پڑی رہتی ہا آئس بکسوں میں رکھی ہوتی ہیں گرمی میں مکھیوں کے اڑانے کے لئے اگر کی بتیاں جلتی رہتی ہیں۔ گوشت بھی آئس بکسوں میں یا شیشے کی الماریوں میں رکھا ہوتا ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں مرتبانوں اور الماریوں میں خوشنمائی سے سجی ہوتی ہیں۔ دکانوں میں پودوں کے گملے ہونے ضروری ہیں۔ دکان کا سامان نئی نئی وضع سے سجاتے ہیں جو دیکھنے میں بڑا بھلا لگتا ہے اور آدمی خود چل پھر کر تمام سامان اچھی طرح دیکھ سکتا ہے۔

گاہکوں کے آرام اور خوشی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ ہر خریدار کے دکان میں داخل ہوتے ہی خود مالک یا اس کے ملازم بآواز بلند کہتے ہیں کہ تشریف لائیے۔ خریدار ادھر اُدھر چیزیں دیکھتا پھرتا ہے اور پسند کے موافق چیز خرید کر چپ چاپ قیمت حوالہ کر دیتا ہے۔ جاتے وقت دکان دار اس کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

بڑی اور متوسط درجہ کی دکانوں میں گلے کے لئے ایک قسم کا صندوقچہ موجود ہوتا ہے جس کا نام کیش رجسٹر ہے اس میں دراز کے اندر مختلف سکوں اور نوٹوں کے لئے کئی خانے ہوتے ہیں یہ بٹن دبانے سے کھلتا بند ہوتا ہے۔ اور کھلتے وقت گھنٹی بجاتا ہے جتنی رقم گلے میں ڈالی ہے اس کا اعلان بھی کر دیتا ہے اور خود بخود تمام میزان کا اندراج بھی کرتا جاتا ہے رات کو تمام دن کی وصول شدہ رقم کا مقابلہ اس میزان سے کر لیا جاتا ہے۔ بہی کھاتا لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سودے والے مہینہ کا حساب خوشی سے رکھتے ہیں۔ جن گھروں میں ان کے ہاں سے سودا آتا ہے اور

لگے بندھے ہوتے ہیں وہاں سال میں دو مرتبہ کچھ نہ کچھ تحفہ پیش کرتے ہیں۔ اول دسمبر کے مہینہ میں دوسرے جولائی میں بعض دکان دار چھوٹے چھوٹے جھاڑن پیش کرتے ہیں جن پر اُن کی دکان کا نام اور پتہ چھپا ہوتا ہے۔ یہ جھاڑن بڑے کام آتے ہیں۔ باورچی خانہ میں ان سے بڑا کام چلتا ہے۔ گھر کی جھاڑو بہارو کے وقت سر اور منہ پر بھی باندھے جاتے ہیں۔ گرمی میں بعض دکاندار کاغذ کی خوبصورت پنکھیاں لاتے ہیں بعض کھانے کی چیزیں اور بعض چھوٹے برتن۔ غرض ہر دکان دار کچھ نہ کچھ ضرور لائے گا۔ لگی بندھی دکانوں کے علاوہ دوسری دکانوں سے ان دو مہینوں میں سودا خریدا جائے تو دو ایک ین سے زیادہ کے خریدار کو لاٹری کے ٹکٹ دیتے ہیں جس پر مقام لاٹری کا پتہ لکھا ہوتا ہے۔ خریدار لاٹری کی دکان پر جاکر ٹکٹ حوالہ کرتا ہے اور وہاں جیسا نمبر نکلے اس کے موافق کوئی نہ کوئی چیز اُسے مل جاتی ہے۔ چنانچہ دسمبر میں میں نے جوتے خریدے۔ دکان دار نے ٹکٹوں کا ایک پیکٹ میرے حوالہ کیا اور اپنا ملازم میرے ساتھ کر دیا وہ مجھے ایک اور دکان پر لے گیا یہاں طرح طرح کا سامان رکھا تھا۔ لاٹری کا نمبر نکالنے کی ایک مشین تھی دکان دار مجھ سے ایک ایک ٹکٹ لیتا جاتا تھا اور مشین کا دستہ پھرا جاتا تھا۔ ایک دفعہ دستہ پھرانے سے ایک گولی نکلتی تھی اس کا جیسا رنگ ہو ویسی قیمت کی چیز ملتی تھی۔ خوش قسمتی سے مجھے ایک ٹکٹ پر کیمونو کا پورا تھان ملا اور چھوٹی موٹی چیزیں تو بہت ملیں۔

ان دو مہینوں میں خریداروں کی اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ خصوصاً لڑکے لڑکیاں ان مہینوں میں خریداری کے لئے پہلے سے روپیہ جمع کرتے رہتے ہیں۔ دکان دار تھوڑی سی چیزیں انعام میں دے کر کثرت سے خریدار پیدا کر لیتے ہیں۔ اشتہاروں میں سیکڑوں ہزاروں روپے صرف کرتے ہیں اور نئی نئی طرح سے اشتہار دیتے ہیں۔ بازاروں میں چلتے پھرتے لوگ دیا سلائی کے بکس راہ گیروں کو دیتے ہیں جن پر کوئی نہ کوئی اشتہار ہوتا ہے۔ کاغذ کی لالٹینوں پر اشتہار لکھا ہوتا ہے اور وہ جگہ جگہ لٹکی ہوتی ہیں۔ آدمی نئے نئے حلیوں سے اپنے آگے پیچھے اشتہار باندھے بازاروں گلیوں میں گاتا بجاتا اور ناچتا پھرتا ہے۔ چونکہ یہ آدمی روپ بدل کر عجیب صورت بنا لیتا ہے اور ناچتا رہتا ہے لوگ اس کو دیکھنے جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے اشتہار کو پڑھ لیتے ہیں۔ کھیتوں پر قسم قسم کے اشتہار لگے ہوتے ہیں۔ تاکہ ریل کے مسافر پڑھ سکیں۔ بڑی دکانو پر غبارے اڑتے رہتے ہیں۔ رات کو اشتہاروں پر برقی روشنی ہوتی ہے۔

ڈیپارٹمنٹ اسٹوروں کا انتظام نہایت عمدہ ہوتا ہے۔ ٹوکیو کے اسٹوروں میں ٹوکیو اسٹیشن سے گاہکوں کو اسٹوروں تک لانے لے جانے کے لئے بس مقرر تھیں ان بسوں میں مسافروں کو مفت پہنچایا جاتا تھا۔ اور ہر پانچ منٹ پر اسٹیشن سے چھوٹتی تھیں۔ مگر ۱۹۳۲ء میں چھوٹے دکان داروں نے چیخ پکار کی کہ تمام مسافروں کو

ڈیپارٹمنٹ اسٹوروالے لے جاتے ہیں ہماری بکری کم ہو گئی ہے ہم اپنا پیٹ کیسے پالیں۔میونسپلٹی نے اسٹوروں کو مفت کی بسیں چلانے کی ممانعت کر دی۔ مگر یوکوہامہ میں ممانعت نہیں ہے۔یہاں کے اسٹور مفت کی بسیں برابر چلاتے ہیں۔اس شہر کی آبادی اگرچہ ساڑھے چھ لاکھ ہے مگر ٹوکیو کے مقابلہ میں یوکوہامہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ وہاں کی آبادی پچپیس لاکھ ہے۔دونوں شہروں میں صرف بیس میل کا فاصلہ ہے۔

ان دکانوں کو ڈیپارٹمنٹ اسٹور اس لئے کہتے ہیں کہ ہر ایک میں سیکڑوں ہزاروں ڈیپارٹمنٹ ہوتے ہیں مثلاً ایک جگہ ٹوپیاں ہیں تو دوسری جگہ صابن اور تیسری جگہ جوتے۔ اسی طرح سب سامان علیحدہ علیحدہ منیجروں کی زیر نگرانی رکھا ہوتا ہے۔ ان میں مردوں کے مقابلہ میں جوان لڑکیاں بہت زیادہ ملازم ہوتی ہیں یہاں تک کہ ایک ایک اسٹور میں دو تین ہزار لڑکیاں کام کرتی ہیں۔ہر اسٹور میں سات آٹھ منزلیں ہوتی ہیں بعض اسٹور تو دس منزل تک کے ہیں۔ لیکن میونسپلٹی کے قانون کی بموجب سو فٹ سے زیادہ اونچی عمارت نہیں بنائی جاسکتی کیونکہ اس زلزلہ زدہ ملک میں عمارت کی بلندی خطرہ کا باعث ہے۔تمام اسٹور فیروکنکریٹ کے بنے ہوئے ہیں جو زلزلہ اور آگ سے محفوظ ہوتے ہیں۔

ان اسٹوروں میں بکری کے سامان کے علاوہ گاہکوں کے آرام کا کافی انتظام ہوتا ہے۔ جاڑوں میں اسٹیم ہیٹر ہوتے ہیں جن سے کمرے گرم رہتے ہیں۔گرمیوں میں تپائیوں پر برف کی سلیں رکھی ہوتی ہیں اور ان کے چاروں طرف خوبصورت پھول سجے ہوتے ہیں سلوں پر گاہک رومال پھیر پھیر کر اپنا منہ ہاتھ ٹھنڈا کرتے ہیں۔ برقی پنکھے بھی چلتے رہتے ہیں۔ جگہ جگہ اوگالدان رکھے رہتے ہیں اور ردی کاغذ پھینکنے کے لئے ٹوکریاں بھی موجود ہوتی ہیں سیر و تفریح کرنے کے لئے بالکل اوپر کی چھت پر باغ لگا ہوتا ہے۔یہاں فوارے چلتے رہتے ہیں۔ بچوں کو بہلانے کے لئے جانور بھی پلے ہوتے ہیں اور ان کے لئے ہنڈولے گڑے ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ گاہکوں کے بیٹھنے کے لئے مخملی کوچ لگے ہوتے ہیں۔اسٹور میں داخل ہوتے وقت گاہکوں کے پاس کچھ سامان موجود ہو تو وہ دروازہ پر سامان رکھوا کر ٹکٹ لے سکتے ہیں چلتے وقت ٹکٹ دے کر سامان واپس لے لیتے ہیں ہر منزل پر پہنچنے کے لئے تین قسم کا انتظام ہوتا ہے اول معمولی چوڑی چکلی سیڑھیاں۔ دوئم برقی لفٹ۔ سوئم برقی زینہ جو خود بخود اوپر سرکتا رہتا ہے۔

اسٹوروں میں رستارنٹ ضرور ہوتے ہیں۔ بعض میں گاہک اس قدر آتے ہیں کہ دو دو منزلیں رستارنٹ سے گھری ہوتی ہیں جہاں ایک وقت میں ہزار پانسو آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ سگریٹ پینے کے کمرے الگ ہیں۔ پھر حجام کی دکان بھی موجود ہے۔ فوٹو کا اسٹوڈیو بھی موجود ہے۔ دندان ساز اور آنکھ کے ڈاکٹر بھی ہیں۔ ڈاک خانہ بھی ہے۔ جاپان ٹورسٹ بیورو کی ایجنسی بھی موجود ہے جو ٹامس کک کی طرح تمام دنیا کے سفر کا انتظام کرتی ہے اور جاپان

متعلق مفصل معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ غرض گاہکوں کی سہولت کے لئے ہر قسم کا انتظام ہے۔
اگر آپ کو کسی چیز کا پتہ نہیں ملتا تو ہر منزل میں سیڑھیوں کے پاس ہی انکواری آفس موجود ہے ایک لڑکی ہر وقت بیٹھی رہتی ہے۔ وہ آپ کو ہر چیز کا پتہ بتا دے گی۔ آپ جاپانی زبان نہیں جانتیں تو وہ انگریزی جاننے والا کلارک آپ کے ہمراہ کر دے گی۔

تمام سامان کھلا پڑا ہے۔ ایک ایک چیز اٹھا کر دیکھ لیجئے لڑکیاں کھڑی دیکھتی رہیں گی۔ جب تک آپ ان سے مخاطب نہ ہوں وہ دخل انداز نہ ہوں گی۔ یہ لڑکیاں بڑے ادب اور خندہ پیشانی سے پیش آتی ہیں آپ ان کی ڈیپارٹمنٹ کی تمام چیزیں الٹ پلٹ تتر بتر کر دیجئے اور ایک پائی کا مال نہ خریدیئے مگر ان کی جبیں پر ذرا سا بل نہ آئے گا آپ کے ہٹتے ہی چیزوں کو ترتیب سے رکھنا شروع کر دیں گی۔

ان اسٹوروں میں وقتاً فوقتاً نمائش ہوتی رہتی ہیں مثلاً فنِ مصوری کی نمائش فن جہازرانی کی نمائش وغیرہ۔ گویا اس طریقہ سے یہ اپنے گاہکوں کی معلومات میں بھی اضافہ کرتے ہیں۔

بڑے اسٹوروں کا تو کچھ کہنا ہی نہیں چھوٹی دوکانوں پر بھی اگر آپ کچھ چیز خریدنا چاہیں اور اپنی ناواقفیت سے کوئی دوسری چیز اٹھا لیں تو دوکان دار اس کے خریدنے سے آپ کو باز رکھے گا۔ یہ نہیں کہ اپنی بکری کے خیال سے آپ کو غلط چیز حوالے کر دے۔ ہر دکان دار کا یہ طرز عمل ہوتا ہے کہ گاہک سے صرف وقتی فائدہ نہ اٹھایا جائے بلکہ اس کو عمر بھر کے لئے اپنا گاہک بنا لے۔ یہ بڑا کارآمد اصول ہے جن میں جاپانیوں کی تجارتی ترقی کا راز پنہاں ہے۔

مسز لیر کلاس از ٹوکیو۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱۱)

دوسروں کو قبل اسکے کہ آفات و مکروہات میں مبتلا ہوں مطلع کرتا ہے۔ کہ موجودہ راہ و روش غلط اور موجب زیان ہے۔ درحقیقت ناصح کی ذات خضر زندگی ہے کہ وہ مرحلہ حیات کی راہ نمائی کرتا ہے رہبری کے باوجود کوئی خود کو ذلت اور مصیبت کے گڑھے میں ڈالے تو یہ اس کی انتہائی بدبختی ہے۔ ہمارا قاعدہ ہے۔ کہ اپنے عیوب اور غلطیاں خود کو نظر نہیں آتیں ہر شخص سمجھتا ہے۔ کہ اس کی ذات جملہ عیوب اور خامیوں سے پاک ہے۔ حالانکہ اکثر و بیشتر بہت سے نقائص اور خامیاں ہم سے وابستہ ہوتی ہیں۔ جو دوسروں پر بہت آسانی سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم کو اپنی ذات پہ اعتماد نہ کرنا چاہیے اگر کوئی ہماری غلطیوں سے ہم کو آگاہ کرے تو برا ماننے اور تکرار کرنے کی کوئی وجہ نہیں بھلائی اسی میں ہے کہ جو عیب بتائے جائیں اور جن غلطیوں سے مطلع کیا جائے انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔

ح۔ ا۔ ابو۔ رنگون۔

جاہلیت عرب کے اعتقاد

زمانہ جاہلیت میں عرب میں اونٹنی کی ایسی ہی عظمت تھی جیسی ہندوستان میں گائے کی جس اونٹنی کے اکا دس بچے اونٹنیاں ہی اونٹنیاں ہوں اس کو سائبہ کہتے تھے اور اسے دیوتا کی نذر کر دیتے تھے پھر سائبہ کی بیٹی بحیرہ کہلاتی تھی اور بڑی متبرک سمجھی جاتی تھی اس کے کان چھید دیتے تھے اور اسے بھی دیوتاؤں کے نام پر آزاد کر دیتے تھے اور ان دونوں ماں بیٹیوں کو کوئی ستا نہیں سکتا تھا بال کاٹنا سواری لینا اور ان کے دودھ کو گھر میں استعمال کرنا حرام سمجھتے تھے ہاں مہمانوں کو ان کا دودھ جائز تھا اور دیوتاؤں پر چڑھا کر اسے متبرک کی طرح آپس میں بانٹ لیتے تھے اس کی تقسیم کے وقت عجب ہنگامہ مچتا تھا ہر شخص اسے لینے کے لئے ایک پر ایک ٹوٹ پڑتا تھا اور اپنی ہتھیلی پر بڑے ادب اور اعتقاد سے چاٹ لیتا تھا اور اگر کوئی منت مراد مانگنی ہوتی تھی تو وہ بھی دودھ پیتے وقت مانگی جاتی تھی جو اونٹ بت کے نام پر ذبح کرتے تھے اس کے خون سے سب مرد عورت اپنی پیشانی پر ٹیکے لگاتے تھے اور اس سے اپنے مقصد میں کامیابی کی فال لیتے تھے۔ کاہنوں سے بڑی عقیدت رکھتے تھے اور اگر وہ کوئی بری پیشین گوئی کر دیں تو سب سہم جاتے تھے ان لوگوں کا ایک اور نہایت عجیب عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص قتل کر دیا جائے تو اس کی کھوپڑی میں سے ایک الو نکلتا ہے اور جب تک کہ قاتل یا اس کے وارث سے اس کے خون کا بدلہ نہ لیا جائے وہ ویرانوں میں چلاتا رہتا ہے۔ اس الو کو ھامہ کہتے تھے جن اور بھوت وغیرہ بلاؤں سے بچنے کے لئے خرگوش کی مادہ کی ران ڈوری میں باندھ کر گلے میں پہنائی جاتی تھی ان کے خیال میں اس کا گوشت نجس ہوتا تھا۔ اور جن بھوت اس سے بھاگتے تھے۔

سفر پر جاتے وقت مڑ کر دیکھنا بہت منحوس جانتے تھے اور اگر کہیں سفر میں رستہ بھول جاتے اور کسی طرح نہ ملتا تو اپنے کپڑے اُلٹے کر کے پہن لیتے تھے ان کا خیال تھا کہ اس سے فوراً رستہ مل جاتا ہے۔ جب سفر میں کہیں منزل کرتے اور کسی گاؤں میں ٹھہرتے تو اس میں داخل ہونے سے پہلے گدھے کی بولی بولنا ضروری تھا ان کا اعتقاد یہ تھا کہ اگر ایسا نہ کریں گے تو وہاں جو وبا پھیلی ہوگی اس کا فوراً حملہ ہو گا۔ گدھے کی بولی بول کر وہ اس سے محفوظ ہو جاتے تھے اور سمجھ لیتے تھے کہ وبا کا چاہے جتنا ہی زور ہو اب وہ ہم پر اثر نہیں کر سکتی۔ جب کہیں لڑائی کو جانے لگتے تھے تو کعبہ شریف کے عطردان کا (جس کو منشم کہتے ہیں) عطر لگاتے تھے یہ گویا اس بات عہد ہوتا تھا کہ یا تو فتح کر کے آئیں گے یا جان دے دیں گے۔ ایک بڑا سانپ جس کا نام اکلنہ الشیطان تھا اس کی نسبت

مشہور تھا کہ ہر سال کعبہ شریف کے حج کو آتا ہے اور زمین پر کسی جگہ اپنی دم کا کوڑا مار دیتا ہے پھر اس جگہ سے جو شخص گزرتا ہے وہ مر جاتا ہے اور اس طرح بے ادب اور گناہ گار لوگوں کو ان کے گناہ اور گستاخی کی سزا مل جاتی ہے۔ سفر پر جاتے وقت کوے کی آواز سے اچھا برا شگون لینا عام بات تھی اور اگر اس کی آواز اونچے سر کی ہو جسے وہ غاق غاق کہتے ہیں تو سمجھتے کہ یہ کامیابی اور خوش نصیبی کی فال ہے اور اگر نیچی آواز سے یعنی غیق غیق کرکے بولے تو اسے دردناک اور مصیبت کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔ کسی کو پاگل کتا کاٹ لے تو اس کے زہر کا اتار صرف یہ تھا کہ اسے کسی بادشاہ کا خون پلا دیا جائے۔ مہمان داری کے چولہوں کی راکھ نہایت قابل قدر چیز تھی شاعر اپنے اشعار میں اس تشبیہ کا کام لیتے تھے مثلاً اس کی مہین اوڑھنی کے نیچے سے کانوں کے گوشوارے ایسے چمکتے ہیں جیسے دریادل امرائے عرب کی راکھ کے نیچے سے آگ کی چنگاریاں چمکتی نظر آتی ہیں۔ پہاڑیوں میں آواز کی گونج کر دوبارہ سنائی دینے کو بنت جبل کی آواز کہتے تھے۔ اگر کسی شخص کو سانپ کاٹ لے تو اس کو عورتوں کے کپڑے اور زیور پہناتے اور سمجھتے تھے کہ اس سے زہر اتر جاتا ہے۔ سب سے زیادہ انوکھا عقیدہ یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کے بت چرا لاتے تھے اور ان کی پوجا بڑے جوش و خروش کے ساتھ کرتے تھے انہیں ہر وقت چومتے تھے کہ وہ اپنے پہلے پوجنے والوں کو چھوڑ کر ہم پر مہربان ہو جائیں اور ان کی مدد سے ہم کو فتح نصیب ہو۔

نصیحت

دنیا میں نیک و بد۔ اصل و نقل اور جھوٹ سچ کی تمیز دشوار ہے۔ یہاں انسان اکثر ایسی لغزش اور خطائیں کر گزرتا ہے جن کی تلافی عمر بھر ناممکن ہوتی ہے۔ خداوند کریم نے جنہیں عقل و دانست عطا فرمائی ہے۔ اور جن کا تجربہ وسیع ہے ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی جنس کو ہدایت کریں۔ غلط روی سے لوگوں کو روکیں اور بھلائی کی راہ بتائیں۔ اور جن کی عقل و تجربہ خام ہے۔ ان کو لازم ہے دانائوں کی نصیحت پر چلیں یوں تو پند اور نصیحت سب اچھوں اور بیگانوں کو کرتے ہیں لیکن نصیحت کے اصول سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اس لئے نصیحت اکثر بے سود اور رائگاں ثابت ہوتی ہے۔ نصیحت جب ہی کارگر ہو سکتی ہے۔ کہ قاعدہ کے مطابق کی جائے۔ ناصح کو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ اس کا کلام طعن اور تشنیع کی آمیزش سے مطلق پاک رہے۔ لب و لہجہ ہرگز کرخت نہ ہو بلکہ نرمی سے کام لیا جائے۔ نصیحت ہمیشہ تخلیہ میں پوشیدہ طور پر ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ علانیہ نصیحت کا اثر اُلٹا ثابت ہوتا ہے۔ اگرچہ نصیحت فلاح اور بہبودی کا ذریعہ اور ہمدردی کا ثبوت ہے۔ تاہم کتنے لوگ ہیں کہ نصیحت سے متنفر اور ناصح سے بیزار و ناخوش پائے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کی نادانی تو اس حد تک بڑھی ہوتی ہے کہ وہ ناصح کی باتوں کو تسلیم کرنے کی بجائے علانیہ مخالفت کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جن کے نزدیک نصیحت محض خود غرضی ہے ایسے بھی لوگ دیکھے گئے ہیں وہ نصیحت پر چیں بہ جبیں ہو کر یہ ناطقہ بند جواب دیتے ہیں۔ کہ بھائی تم اچھے ہو تو اپنے لئے کسی کے برے ہونے سے تمہیں کیا مطلب۔ مجھے یاد ہے۔ ایک مرتبہ میری ایک خوش حال بزرگ نے اپنی کم استطاعت چھوٹی بہن سے فرمایا بفضلہ تم صحت مند ہو۔ اور پھر تمہاری لڑکیاں ہاتھ بٹانے کے لئے موجود تمہیں مناسب نہیں کہ نوکروں کا خرچ سر پر اٹھاؤ اگرچہ یہ بات خیر خواہی کی بنا پر کہی گئی تھی لیکن بہن صاحبہ نے بہت بُرا مانا۔ اور میاں بیوی اس کا مطلب جلن اور حسد اخذ کرکے روٹھ گئے اور آخر اسی نتیجہ پر پہنچے جس پر پہنچنا ان کے لئے ضروری تھا۔ اب ان کی یہ حالت ہے کہ زچگی کے وقت دائی تک بمشکل میسر ہوتی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے دنیا میں وہ شخص ہرگز فلاح نہیں پا سکتا۔ جو خود اپنے نفع اور نقصان کو سمجھ سکتا ہے نہ دوسروں کی بات پر عمل کرتا ہے۔ کسی نے بہت سچ کہا ہے کہ

بُرا مانتا ہے جو سمجھائے کوئی ؎ بُرائی کو اپنی بھلا جانتا ہے
وہ انجام کو روئے گا سر پکڑ کر ؎ نہیں اس میں دھوکا خدا جانتا ہے

نصیحت بہت قابل قدر ہے۔ ایک شخص جو دنیا کی ٹھوکروں اور کشمکش سے جو تجربہ پاتا ہے۔ باقی صفحہ ۱۸ پر۔

عہد فاروقی کا ایک واقعہ

اک قافلہ مدینہ کے باہر تھا خیمہ زن
اور دشت بے پناہ میں پھیلا ہوا تھا مال

تھے جملہ اہل قافلہ بے یار و غمگسار
لٹ جانے کا تھا ان کے سر راہ احتمال

جب حضرت عمرؓ کو ملی اس کی اطلاع
کرنے گئے وہ قافلے کی آپ دیکھ بھال

گو اہل قافلہ سے وہ واقف نہ تھے مگر
ہر دم تھا ان کی راحت و آرام کا خیال

اس پاسباں نے آکے یہ دیکھا کہ اک طرف
روتا ہے بار بار کوئی طفل خورد سال۔

ظاہر ہوئے نگاہ سے آثار انتشار
آواز گریہ سن کے طبیعت ہوئی نڈھال

پروانہ وار گھومتا تھا ہر طرف مگر
مقصد کی شمع کا نظر آتا نہ تھا جمال

دیکھا کہ ماں کی گود میں ہے طفل شیر خوار
کرتا ہے چشم یاس سے جو دودھ کا سوال

بے رحم ماں مگر اسے دیتی نہیں ہے دودھ
بچے کا روتے روتے برا ہو گیا ہے حال

بچے کی ماں سے حضرت فاروق نے کہا
یہ ظلم ناروا ہے کہ بچہ ہے خورد سال۔

اس بے زباں کو دودھ پلاتی نہیں ہو کیوں
سوچا نہیں ہے غالباً اس جور کا مآل

کردیں نہ غفلتیں تری اس کو سپرد خاک
زینت ترے چمن کی ہے لاداں یہ نونہال

سنتی رہی خموش وہ پہلے تو یہ کلام
عورت تھی آخر آ ہی گیا اس کو اشتعال

کہنے لگی کہ بہر خدا مجھ سے کچھ نہ پوچھ
یہ شیر خوار بچے ہیں ماں کے لئے وبال

احکام یہ خلیفہ نے نافذ کئے ہیں اب
ہو طفل کا وظیفہ نہ اس وقت تک بحال

جب تک کہ دودھ ماں کا وہ اپنی نہ چھوڑ دے
خواہ اس کے والدین کا غربت سے کچھ ہو حال

بہر وظیفہ دودھ چھڑاتی ہوں کیا کروں
اس بے زباں کا تجھ سے نہیں کم مجھے خیال

عورت کو کیا خبر تھی خلیفہ ہے وقت کا۔
تقریر اس کی سن کے جو ہے غرق انفعال

جو سوچتا ہے ہوں گے بہت ایسے شیر خوار۔
جن کا مرے سبب سے ہوا ہوگا انتقال۔

اتنے ہی اپنے حکم کو منسوخ کر دیا۔
پھر بھی عمرؓ کو اس کا رہا مدتوں ملال

محمود اسرائیلی

سفر نامہ ایران

از محترمہ ایس۔ کے صغرا سبزواریہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

کوئی دس منٹ لاری چلی ہوگی کہ میر جاوہ پہونچ گئے۔ داخل ہوتے وقت معلوم ہو رہا تھا کہ واقعی کسی شاہی سلطنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک عجب شان تھی۔ سرکاری ملازم تفتیش کے لئے دوڑے آئے مگر یہ معلوم کرکے کہ مستشرقین جشن فردوسی ہیں چونگی والوں نے تفتیش نہ کی اور بجائے چنگی وصول کرنے کے نہایت خاطر و مدارات سے چار پلائی۔ مسافر خانہ میں سامان رکھا گیا۔ میں تو لاری سے اترتے ہی سیدھی غسل کرنے گئی۔ آئی تو ناشتہ تیار رکھا تھا۔ چاء پی کر کچھ دیر آرام لینے کی غرض سے لیٹ گئی تو آنکھ لگ گئی ایک گھنٹہ کے بعد اٹھی تو طبیعت بحال تھی۔ نوکر نے آکر کہا کہ کھانا تیار ہے۔ اس سے لانے کو کہا۔ پلاؤ مرغ کا سالن نہایت لذیذ پکا ہوا تھا۔ سب نے سیر ہوکر کھایا چھ بجے ہم لوگ چاء پی کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ تاکہ ۹ بجے شب تک زاہدان پہونچ جائیں۔ چنانچہ جب بارہ فرسخ زاہدان رہ گیا تو پھر ایک جگہ کسٹم ملا۔ کسٹم افسر سامان و پاسپورٹ دیکھنے آئے۔ مگر شاہی مہمان دیکھ کر بہت خاطر سے پیش آئے۔ دس بجے زاہدان پہونچ گئے۔ سرکاری مسافر خانہ میں ٹھیرے۔ کھانا کھایا۔ چاء پی اور سو رہے۔ نہایت آرام سے نیند آئی۔ دوسرے روز دوسری موٹر لی گئی اور سر شام موٹر پر سوار ہوئے یہ سفر زاہدان و مشہد کا تقریباً ۷۰۰ میل کا ہے۔ دزداب جس کا نام اب زاہدان رکھا گیا ہے پہلے ایران کا ایک چھوٹا سا قصبہ تھا۔ مگر اب یہ ہندوستان سیستان اور خراسان کے صوبوں کا ایک مفید تجارتی مرکز بن گیا ہے۔ ہندوستانی سوداگروں کی دوکانیں مختلف اشیاء کی بہت ہیں جن میں زیادہ تر سکھوں کی ہیں۔ یہاں پر ایرانی سکہ رائج ہے۔ ہندوستانی کرنسی نوٹ کے سوا کوئی سکہ سالم ایران میں نہیں لیا جاتا۔ ایرانی سکہ جات حسب ذیل ہیں۔ یک تومان جو آج کل ایک روپیہ دس آنہ ہندوستان کا ہے۔ نیم تومان تیرہ آنے۔ یک قیران دس پیسہ۔ یک گجری یا دو قیران پانچ آنے دس قیران کے ایک تومان۔ بیس نیم قیران یا پنج گجری ہوتی ہیں۔ ایک قیران کے دس سنار اور دس سنار کے بیس شاہی ہوتے ہیں۔ ایک سنار کا دو شاہی ہوتا ہے۔ نیم قیران کو ایک عباسی اور چھ سنار کو ایک پنہ وار بھی کہتے ہیں۔ اور ایک قیران کو ایک ہزار بھی کہتے ہیں۔ یکصد روپے کے نوٹ کے ۱۴۰ تومان ہوتے ہیں۔ ہمیشہ تومان کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ مکانات یہاں زیادہ تر کچے ہیں۔ خیر پہلے ہم لوگ کسٹم گئے وہاں موٹر کو اس لئے معائنہ کے لئے بھجوایا کہ آیا موٹر اس قابل ہے کہ ۷۰۰ میل کا سفر کر سکتی ہے یا نہیں؟ دیر تک معائنہ ہوتا رہا۔ اس کے بعد گاڑی پاس ہوگئی اور چلی۔ راستے اس طرف کے کل پہاڑی۔ دو طرف پہاڑ اور وادی سے ہم لوگ گذر رہے تھے۔ مغرب کا وقت آگیا ایک پہاڑ کے نزدیک موٹر رکوائی گئی اور بمشکل پانی لے کر وضو کیا۔ وہیں پتھریلی زمین پر اپنے معبود حقیقی کو سجدہ کرنے سب کھڑے ہوگئے۔ نماز پڑھ کر پھر چلے۔ ڈھائی گھنٹہ کے بعد پہاڑ کی کھوہ میں جگہ جگہ آگ روشن دکھائی دی۔ جس سے معلوم ہوا کہ آبادی قریب ہے۔ آدھ گھنٹہ موٹر اور چلی تھی کہ قصبہ حرمک آگیا۔ یہ زاہدان سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حرمک میں پانی شیریں با فراط ہے سو دو سو گھروں کی آبادی ہے۔ وہاں موٹریں گھنٹہ آدھ گھنٹہ ٹھیرتی ہیں۔ وہاں سب نے کھانا کھایا۔ میں نے چاء پی۔ اس کے بعد روانہ ہوئے۔ حرمک سے آگے دشت لوط نامی صحرا ملا جو قریباً ۸۰ میل لمبا ہے اس میں نہ کوئی پہاڑ ہے نہ کوئی درخت جتنے دور تک نظر کام کرتی تھی سوائے زمین و آسمان کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جگہ جگہ صرف مٹی کے ٹیلے ضرور تھے۔ اس قدر

خوفناک اور سنسان دشت تھا کہ خدا کی پناہ۔ یہاں موٹر بہت تیز رفتاری سے چلاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر پہاڑی سلسلہ شروع ہوگیا۔ جرک سے اگلی منزل سفید آبل ہے۔ جو کسی زمانہ میں انگریزی فوج کی چھاؤنی تھی۔ اس کے آگے قصبہ خنک ہے۔ اس بجے صبح ایک گاؤں میں پہونچے جس کا نام شست تھا۔ یہ گاؤں اچھا آباد ہے۔ درخت و باغات عام ہیں۔ چار پانچ سو آدمیوں کی آبادی ہے۔ سبز میوہ وغیرہ ارزاں ہیں۔ انگور اس طرح بک رہے تھے جیسے ہمارے ہندوستان میں بیر بکتے ہیں۔ دو پیسے کے اتنے انگور لے کہ ہم کھا نہ سکے۔ دس بجے سے دو بجے تک یہاں آرام کر کے روانہ ہوئے۔ پہلے ایک گاؤں درویشہ ہے آیا۔ وہاں نہ ٹھیرے۔ موٹر جس قدر آگے جاتی گئی آبادی زیادہ اچھی ملتی گئی۔ کسی کسی جگہ تو ایسے ایسے سبزہ زار ملے کہ دل خوش ہوگیا۔ کہیں زعفران کے کھیت کہیں پھلوں کے درخت۔ کہیں ترکاریوں کے کھیت۔ کہیں انگور کی بیلیں۔ اور کہیں سیب وبہی کے انبار۔ مکانات یہاں کے دیہاتی عجب طرح کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ دور سے دیکھئے تو معلوم ہو کہ گنبد ہے اور ایک ایک جگہ پچاس پچاس سو سو مکانات۔ کچھ پیچ اور سب کچے۔ پختہ مکانات بس شہروں کے اندر نظر آئے۔ درویشہ کے بعد قصبہ موت آیا۔ یہاں بھی نہ ٹھیرے یہ بھی آباد جگہ ہے۔ مغرب کے وقت برجند میں شب باشی کے لئے گاڑی رکی۔ ہم لوگ مہمان خانہ کے کمرے میں چلے گئے۔ جہاں نہایت آرام دہ اور صاف ستھرہ پختہ کمرہ مع پلنگ کے ملا۔ نماز پڑھ کر اور کھانا کھا کر آرام سے سو رہے۔ صبح سویرے اٹھ کر بچوں کا منہ ہاتھ بسکٹ۔ جیلی۔ مکھن۔ چا کا ناشتہ کیا۔ اس کے بعد ہوٹل سے کھانے کی اور کچھ چیزیں ساتھ لی گئیں۔ کچھ سوکھے میوے منگائے۔ یہاں میوہ خصوصًا توت نہایت عمدہ اور ارزاں ہے۔ چونکہ یہ ایران کے متوسط شہروں میں سے ہے تقریبًا آٹھ ہزار کی آبادی ہے۔ پانی کی یہاں کمی تھی اس لئے اب پانی کے نل لگائے گئے ہیں۔ متصل کے پہاڑ کے ذریعہ پینے کا پانی لیا گیا ہے۔ نو بجے صبح کو یہاں سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں زعفرانی قصبہ آیا۔ یہ بھی بہت آباد قصبہ ہے۔ یہاں پر زعفران ہوتی ہے۔ زعفرانی سے آگے گون آباد قائین اور بے دوغ بڑے قصبے آتے ہیں۔ وہاں سے آگے ایک صحرا آجاتا ہے جو ۲۰ میل طول میں ہے۔ اس کو دشت لوط خورد کہتے ہیں۔ برجند سے چلے تو ظہر کے وقت قائین میں ٹھیرے۔ یہ جگہ بھی آباد ہے۔ مگر بالکل دیہات پانی کے لئے کنواں تو نہیں مگر پہاڑی زمین ہونے کے سبب زمینوں میں جگہ جگہ غار اور کھوہیں جن میں نہایت صاف و ٹھنڈا پانی رہتا ہے۔ ان دیہاتوں کو دیکھ کر میں اپنے ہندوستان کے دیہات کا مقابلہ کرتی تھی۔ تو دونوں کو مختلف رنگوں میں رنگا پاتی تھی۔ جیسے دو شخص غریب ہیں ایک عالم و فاضل اور مہذب اور دوسرا جاہل مطلق۔ اور بدتمیز۔ یوں تو دیہات کی ساری باتیں موجود تھیں مگر ہر بات مہذب و شائستگی کے ساتھ ہے۔ مثلاً ہندوستان کے دیہاتی جسم پر پورے کپڑے بھی نہیں رکھتے۔ وہاں کے کسانوں کو دیکھئے تو ایک لنگوٹی باندھے ایک چیتھڑا سر پر لپیٹے اور عورتیں ہیں وہ بھی ایک ساری باندھ لی۔ مگر یہاں کسان ہو یا چار سر پر ٹوپی کوٹ پینٹ۔ پیر میں جوتہ۔ اسی طرح عورتیں اور بچے سر سے پیر تک سوائے چہرے کے سارا جسم پوشیدہ۔ یہ باتیں دیکھ کر میرا دل بہت خوش ہوا۔ تمازت سے میری طبیعت کچھ کسل مند تھی۔ اس لئے کھانا نہ کھایا۔ یہاں کے خربوزے نہایت عمدہ تھے۔ ہم نے بہت بہت سے خریدے۔ دیکھئے تو معلوم ہو کہ کونڈے ہیں۔ کھائے تو اتنے شیریں کہ لب سے لب بند ھ گئے۔ لکھنؤ کے خربوزوں کی کیا حقیقت ہے اور بہت بڑے بڑے اور لانبے ہوتے ہیں۔ قیمت دو سے پانچ پیسے تک ہے۔ لوگوں نے کہا کہ قائین کے خربوزے اتنے عمدہ نہیں جیسے کہ خضری کے ہوتے ہیں۔ اب شوق ہوا کہ قائین کے تو ایسے عمدہ ہیں نہ معلوم خضری کے کیسے ہوں گے ہم ضرورت تو تھی نہیں لیکن ڈرائیور کو کہہ دیا گیا کہ محض خربوزے خریدنے کے لئے خضری میں رکے۔ چند گھنٹوں کے بعد خضری میں رکے۔ اور بہت شوق سے خربوزے خریدے گئے۔ بڑے تو ضرور تھے اور مہنگے بھی۔ لیکن وہ بات نہ تھی جو قائین کے خربوزوں میں تھی۔ نصف گھنٹہ خضری میں ٹھیر کر چلے۔ عشا کی نماز کے وقت مینہ میں کھانا

کھانے کے لئے رکے۔ سب نے کھانا کھایا اور چل پڑے۔ چونکہ نماز نہ پڑھی تھی اس لئے تربت حیدری میں ٹھیرے۔ جو یہاں سے تیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہ نہایت اچھی جگہ ہے بجلی کی روشنی وغیرہ سب کچھ ہے۔ میں وہاں کی اس وقت کی فضا کا عالم تحریر نہیں کر سکتی۔ کس قدر خوشگوار تھی۔ اس پر ایک ایرانی شخص نہایت خوش الحانی سے کچھ پاکیزہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ وہاں نماز پڑھی اور کچھ دیر ٹھیرے۔ تربت حیدری بھی ایران کے بڑے زرخیز شہروں میں سے ہے۔ اور یہاں سے صوبہ خراسان شروع ہو جاتا ہے پہاڑی پانی بہت زیادہ ہے جس کے سبب کاشتکاری اجناس و باغات بہت ہیں۔ کاشت پوست بھی ہوتی ہے یہاں کے بازار بڑے بارونق ہیں۔ اشیاء خوردنی ہر قسم کی ملتی ہے۔ میوے سبز و خشک زیادہ اور ارزاں ہیں۔ یہاں سے چلے تو اسد آباد میں قیام کیا۔ یہ بڑا آباد قصبہ ہے۔ یہاں کی زمین بڑی زرخیز ہے ایک سو گھروں کی آبادی ہے۔ جس وقت یہاں پہنچی تو رات کے گیارہ بارہ بجے ہونگے۔ مارے سردی کے حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ سب لے چارپائی اور سو رہے۔ علی الصباح اٹھ کر نماز پڑھی اور چلنے کی تیاری ہوئی۔ ناشتہ کسی نے نہ کیا کہ اب شہر مقدس پہنچ کر کھائیں گے۔ صرف چار پائی کر روانہ ہوئے یہاں سے ایک گاؤں اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان آتا ہے جس کو کافر قلعہ کہتے ہیں۔ یہاں سے طہران اور زاہدان کی سڑکیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتی ہیں۔ مشہد مقدس سے یہاں تک ایک ہی سڑک چلی آتی ہے۔ کافر قلعہ سے آگے ۲ میل کے فاصلہ پر شریف آباد ہے۔ یہ قصبہ بھی اونچے اونچے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے بڑی زرخیز جگہ ہے۔ یہاں سے مشہد کا آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔ یہاں کے راستے تو غضب کے ہیں۔ بس خدا ہی اپنے بندوں کو بچاتا ہے۔ دس بارہ میل تک پہاڑوں پر موٹر چلتی ہے۔ پیچ در پیچ راستے بنے ہیں۔ اور گاڑی پہاڑ پر چڑھتی جاتی ہے۔ یہاں کے شوفروں کی تعریف ہے۔ کہ ایسے پرخطر اور نازک راستے پر کس خوبی و صفائی سے موٹر لے جاتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ ذرا بھی گاڑی کھسکے تو پہاڑ کے نیچے گر کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ مگر قدرت خدا ہے کہ صحیح و سالم مسافر وہاں سے گذر جاتے ہیں۔ یہاں کے پہاڑوں سے روضہ حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نظر آنے لگتا ہے۔ باقی آئندہ

بقیہ صفحہ ۱۱۹ اس نے پوچھا "اب تم کیا چاہتے ہو" ؟ مکار بالکل چپ تھا۔ اکیونو بولا "بھاگ جاؤ نہیں تو میں تمہاری شکایت کر دوں گا"

مکار نے کہا "———— اکیونو مجھے معاف کر دو" "کس لئے ؟"

"میں نے سوداگر کو قتل کر کے تمہارے بیگ میں چھرا رکھا تھا۔ تمہیں بھی قتل کر دیتا مگر آواز سنکر بھاگ گیا"

"اکیونو چپ تھا۔ مکار بولا" مجھے معاف کر دو میں کہدوں گا کہ خون میں نے کیا ہے۔ اور پھر تم چھوٹ جاؤ گے"

اکیونو نے کہا "باتیں بنانا آسان ہے میں چھبیس سال سے تکلیفیں اٹھا رہا ہوں۔ اب کہاں جاؤں شریک حیات انتقال کر گئی اور دنیا مجھے بھول چکی ہے" مکار سر پیٹ کر چلانے لگا "اکیونو مجھے معاف کرو"۔ وہ روتے روتے بولا "خدا تمہیں معاف کرے"

اکیونو جیل سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ تاہم مکار نے اقبال جرم کر لیا۔ لیکن جب اس کی رہائی کا حکم آیا تو چند منٹ پہلے اس کی روح قفس عنصری کو چھوڑ چکی تھی ———— !!

تقی علی ہاشمی (ترجمہ)

بے گناہ قاتل

مشہور روسی مصنف ٹالسٹائی کا ایک مختصر افسانہ

دلاڈیمیر شہر میں آئی وان ڈیمرچ اکسیونو نامی ایک سوداگر رہتا تھا اس کی دو دکانیں تھیں اور ایک رہائشی مکان۔
وہ خوبصورت بالوں والا ظرافت پسند جوان تھا۔ اس کا حلقۂ احباب کافی وسیع تھا۔ عہد شباب میں اس کو شراب کی لت پڑ گئی تھی۔ شادی ہو جانے پر بظاہر اس نے شراب چھوڑ دی تھی۔ مگر گاہے گاہے چوری چھپے پی لیتا تھا

ایک دفعہ کا ذکر ہے جب وہ نزین کے میلے میں جانے کو تیار ہوا اور اپنی شریک حیات سے رخصت ہونے آیا تو اس نے محبت سے کہا "تم آج مت جاؤ میں نے تمہارے متعلق ایک برا خواب دیکھا ہے"

اکسیونو قہقہہ لگا کر بولا "دتم ڈرتی ہو کہ میں میلے کے بہانے کہیں گل چھرے اڑانے چلا جاؤں گا"

وہ بولی "میں نہیں کہہ سکتی کہ مجھے کس بات کا ڈر ہے۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے تم اس وقت آؤ گے جب کہ تمہارے سر کے بال سفید ہو جائیں گے"

اکسیونو بولا "یہ تو بہت اچھا خواب ہے۔ میں بہت جلد سب چیزیں فروخت کر کے تمہارے لئے کوئی عمدہ تحفہ لاؤں گا"

اس طرح وہ اپنی شریک حیات سے رخصت ہوا۔ اور گاڑی میں بیٹھ کر ایک طرف چلا گیا۔ راہ میں ایک ہم پیشہ تاجر سے اس کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے صلاح کی کہ رات سامنے کی سرا میں بسر کریں گے۔ اور صبح اپنی اپنی سمت چلے جائیں گے۔ چنانچہ وہ سرا میں اتر پڑے۔ کچھ دیر باہم بات چیت کرتے رہے۔ پھر چائے پی اور ایک دوسرے کو شب بخیر کہہ کر ملحقہ کمروں میں سونے چلے گئے۔

اکسیونو دیر تک سونے کا عادی نہ تھا۔ وہ تڑکے ہی اٹھا اور ٹھنڈے ٹھنڈے چلے جانے کے ارادے سے کوچوان کو گھوڑا جوتنے کو کہا۔ پھر وہ مالک سرائے کے پاس گیا۔ (جو سرا کے عقب میں رہتا تھا) تاکہ بل چکا کر اپنی راہ لے۔

تقریباً پندرہ میل پر پھر اسے گھوڑے کو دانہ گھاس دینے رکنا پڑا۔ تو اس نے ایک سرا میں کچھ دیر آرام کیا اور ملازم کو چائے تیار کرنے کا حکم دے کر خود گٹار (ایک قسم کا باجا) بجانے لگا۔

دفعتہً ایک ٹروٹیکا (ایک قسم کی گاڑی) آکر رکی اس میں سے ایک انسپکٹر اور دو سپاہی اترے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اس نے لاپروائی سے جواب دیا "کیا آپ میرے ساتھ چائے پئیں گے"؟

لیکن انسپکٹر نے اس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی "گذشتہ شب کہاں بسر کی؟ کیا تم تنہا تھے؟ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی تھا یا نہیں؟ تم تڑکے ہی کیوں چل پڑے؟

یہ سن کر وہ حیران ہو گیا۔ لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے کہا "میں حیران ہوں کہ آپ مجھ سے ایسے سوالات کیوں پوچھ رہے ہیں گویا میں کوئی چور یا لٹیرا ہوں۔ میری اس طرح جانچ کرنے کا سبب؟"

جواب ملا "میں اس ضلع کا سب انسپکٹر ہوں تمہاری جانچ اس وجہ سے کی کہ جس سوداگر کے ساتھ تم نے رات بسر کی

تھی آج صبح اس کا گلا کٹا ہوا ملا۔ اس لئے مجھے تمہاری تلاشی لینی ہے۔"

انسپکٹر اور دو سپاہی سرا میں گئے۔ اور اس کی چیزوں کی تلاشی لینے لگے۔ انھیں ایک چھرا ملا۔ انسپکٹر نے کہا "یہ کس کا ہے؟" وہ اپنے بیگ میں ایک خون آلود چھرا دیکھکر سہم گیا۔

"یہ کس طرح خون آلود ہوا؟" اس نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن لفظ اس کے ہونٹوں پر آکر جم گیا۔ وہ لکنت آمیز لہجہ میں صرف اتنا کہہ سکا "میں ——— نہیں جانتا ——— میرا نہیں ہے۔"

انسپکٹر نے کہا۔ "آج وہ سوداگر گلا کٹا بستر پر ملا۔ اس لئے میرا شک تم پر ہے۔ کمرہ اندر سے بند تھا اور وہاں کوئی نہ تھا۔ چونکہ یہ خون آلود چھرا تمہارے بیگ سے برآمد ہوا ہے۔ اور تمہاری خوف زدہ صورت اس جرم کا پتہ دے رہی ہے۔ لہٰذا بتاؤ تم نے اس کو کس طرح قتل کیا اور کتنا روپیہ چرایا؟"

اس نے قسم کھا کر کہا "میں نے قتل نہیں کیا۔ چائے پینے کے بعد میں اپنے کمرہ میں سونے چلا گیا۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا میرے پاس آٹھ ہزار روپیہ تھا اور نہ کوئی ہتھیار،" اس کی آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اور خوف سے وہ اس طرح کانپ رہا تھا گویا وہی مجرم ہے۔

انسپکٹر نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کی مشکیں کس لیں۔ انھوں نے اس کی مشکیں کس کر گاڑی میں ڈال دیا۔ اب اس کو خدا یاد آیا۔ اور وہ رونے لگا۔ اس کی سب چیزیں چھین لی گئیں۔ اور وہ ایک تھانہ میں بند کر دیا گیا۔ ولاڈیمر میں اس کے چال چلن کی تحقیق ہوئی۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ پہلے وہ شراب کا عادی تھا لیکن اب شراب چھوڑ دی تھی۔

وہ یازان کے ایک سوداگر کے قتل اور بیس ہزار روپیہ غبن کر دینے کے شک پر گرفتار کیا گیا تھا۔ اس کی شریک زندگی کو جب یہ خبر ملی تو اس کو سخت فکر دامنگیر ہوئی۔ وہ حیران تھی کہ اس وسیع دنیا میں کسے قابل اعتبار سمجھے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ تھا۔ ایک تو دودھ پیتا تھا۔ وہ انھیں ساتھ لے کر اس گاؤں میں گئی جہاں اس کا شوہر قید تھا۔ اس نے بصد منت وسماجت اس سے ملنے کی اجازت حاصل کی۔ لیکن جب اس نے شوہر کو قیدیوں میں پابہ زنجیر دیکھا تو اس کے رنج و ملال کی انتہا نہ رہی۔ وہ بچوں کو لے کر اس کے قریب بیٹھ گئی۔ گھر کی کل کیفیت سنائی۔ اور اس بلائے ناگہانی میں گرفتار ہونے کی وجہ پوچھی اور جب وہ الف سے ی تک سنا چکا تو وہ بولی "اب کیا کرنا چاہیے؟"

"زار سے استدعا کرنی چاہیئے۔ کہ ایک بے گناہ قیدی کی طرف توجہ کی جائے۔"

"میں نے اس مضمون کی درخواست دی تھی جو مسترد کر دی گئی۔"

اکسیونو نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور نیچے دیکھنے لگا۔ وہ بولی "وہ میرا وہ خواب کہ تمہارے سر کے بال سفید ہو جائیں گے سچ ہوا تمہیں اس دن نہیں جانا چاہیئے تھا۔ وہ اپنی انگلیوں کو اس کے بالوں پر پھیرتی ہوئی بولی "پیارے سچ کہدو کس نے قتل کیا ہے؟"

"تم بھی مجھ ہی پر شک کرتی ہو؟" اکسیونو نے کہا اور وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر رونے لگا۔ اتنے میں جیل کا ایک سپاہی آیا۔ اور اس نے عورت اور بچوں کو چلے جانے کو کہا۔ جب وہ چلی گئی تو اس کو یہ سوچ کر بہت رنج ہوا کہ اس کی شریک زندگی بھی اس پر شک کرتی ہے۔ اس نے خدا کی درگاہ میں التجا کی کہ "اے پروردگار۔ تو ہی حاضر و ناظر ہے۔ سچا حال تجھ پر بخوبی روشن ہے۔"

زاں بعد اس نے کہیں درخواست نہ دی۔ وہ سب طرف سے ناامید ہو کر خدا کی عبادت کرنے لگا۔ اکسیونو کو چابک لگانے اور کان میں کام کرنے کا حکم ملا۔ کچھ روز بعد جب چابک کے زخم مندمل ہو گئے تو وہ اور قیدیوں کے ہمراہ سائبیریا بھیج دیا گیا۔

چھبیس سال تک وہ سائبیریا میں رہا۔اس عرصہ میں اس کے بال سفید ہوگئے تھے۔کمر جھک گئی تھی تمناؤں کا خون ہوگیا تھا جیل کی خاموش زندگی اور اقتضائے عمر نے آہستہ چلنا اور نرمی سے گفتگو کرنا سکھا دیا تھا۔کبھی کسی نے اس کو ہنستے نہیں دیکھا۔وہ ہمیشہ مصروف عبادت رہتا۔

جیل کے افسر اس کی سادگی کے سبب اس کو بہت چاہتے تھے اور قیدی تو مثل باپ کے اس کی عزت کرتے تھے قیدی کوئی بات اس کی معرفت اپنے افسر سے کہلواتے یا ان میں کوئی جھگڑا ہو جاتا تو یہ ان کا جھگڑا چکا دیتا۔گھر کی ہنوز اسے کوئی خبر نہ تھی اور نہ اس کو علم تھا کہ اس کے بال بچے زندہ ہیں یا نہیں؟

ایک دن کچھ نئے قیدیوں کا ایک گروہ جیل میں آیا۔شام کے وقت فرصت پاکر پرانے قیدی ان کو گھیر کر بیٹھ گئے اور پوچھنے لگے کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں۔اور کیوں یہاں بھیجے گئے ہیں۔اکسیونو بھی ان میں بیٹھا رنجیدہ دلی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔

ایک کشیدہ قامت اور مضبوط جسم کا ایک ساٹھ سالہ قیدی اپنی داستان سنا رہا تھا" دوستو مجھے گاڑی میں جتا ہوا گھوڑا کھولنے کے جرم میں سزا ملی ہے میں نے بیان دیا کہ جلدی گھر پہنچنے کے لئے میں نے گھوڑا کھولا ـــــ گھر میں پہونچکر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔علاوہ ازیں گھوڑے کا مالک میرا ملاقاتی ہے۔لیکن میری شنوائی نہیں ہوئی مجھے مجرم ٹھیرایا تاہم وہ یہ ثابت نہ کرسکے کہ میں کہاں اور کس طرح چور ہوں۔ہاں مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ایک گناہ عظیم ضرور کیا ہے اس کی مجھے ضرور سزا ملنی چاہئے تھی۔اس وقت میں بچ گیا۔لیکن اب بے قصور بھیجدیا گیا ـــــ اوہو یہ سب جھوٹ ہے میں اس کے قبل بھی سائبیریا آیا ہوں۔لیکن زیادہ دن نہیں ٹھیرا تھا

کسی نے پوچھا" تم کہاں سے آئے ہو؟"

" ولاڈیمر سے۔میرا نام مکار ہے اور لوگ مجھے سمونیچ بھی کہتے ہیں"

اکسیونو نے سر اٹھا کر پوچھا" سمونیچ تم ولاڈیمر کے اکسیونو خاندان کو جانتے ہو؟"

کیوں نہیں۔وہ امیر خاندان کے لڑکے ہیں۔لیکن ان کا باپ ہماری طرح پاپی ہے۔اور سائبیریا میں پڑا ہے۔قبلہ آپ یہاں کس طرح آئے ہیں؟

اکسیونو اپنی بدقسمتی کا تذکرہ کرنا نہیں چاہتا تھا اس نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا" میں یہاں تقریباً چھبیس ۲۶ سال سے اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگت رہا ہوں" کیسے گناہ؟ مکار نے پوچھا۔

اس نے جواب دیا ـــــ ہاں میں اسی قابل تھا" وہ خاموش ہوگیا۔اس کے ساتھیوں نے مکار کو کل کیفیت سنائی کہ کسی نے ایک سوداگر کو قتل کرکے خون آلود چھرا اکسیونو کے بیگ میں رکھکر اس کو گرفتار کرا دیا۔مکار یہ سنکر مسکرانے لگا" خوب لیکن قبلہ آپ کتنے بڈھے ہوگئے ہیں"

قیدیوں میں سے کسی نے پوچھا" تمہیں یہ معلوم کرکے اتنی حیرت کیوں ہوئی۔تم نے اکسیونو کو کہیں دیکھا ہے۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔صرف اتنا کہا" یہ خوب ہوا کہ ہم اس طرح ملے"

اس گفتگو نے اکسیونو کو شبہ میں ڈال دیا۔ممکن ہے یہ شخص اصلی خونی کا نام جانتا ہو۔اس نے پوچھا" سمونیچ، شاید تمھیں اس واردات کی خبر ہے یا تم پہلے کہیں مجھ سے ملے ہو؟"

تھے مجھے نہ معلوم ہونے کا سبب۔ دنیا افواہوں سے بھری ہے۔ چونکہ یہ بات پرانی ہو چکی ہے۔ اس لئے مجھے اچھی طرح یاد نہیں رہا۔"

"شاید تم نے سنا ہو اس سوداگر کو کس نے قتل کیا؟"

"جس کے بیگ سے چھرا برآمد ہو وہی قاتل" مکار نے ہنس کر کہا۔ "بالفرض اگر کسی نے چھپا دیا ہو تو جب تک پکڑا نہ جائے چور نہیں۔ جب بیگ تمہارے سر کے نیچے تھا تو کوئی اس میں کیسے رکھ سکتا۔ مانا کہ اس نے اتنی جرأت بھی کی تو تمہارا جاگ جانا یقینی تھا۔

اکسیونو نے یہ الفاظ سنے تو اسے یقین ہو گیا کہ یہی اس سوداگر کا قاتل ہے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا لیکن ساری رات جاگتے کاٹ دی۔ عہد رفتہ کی یاد اس کا دل مسل رہی تھی۔ اسے بیوی سے رخصت ہونے کا خیال آیا تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ اس سے ہنس ہنس کر بات چیت کر رہی ہے۔ پھر بچوں کی تصویر سامنے آئی ——— ایک کوٹ پہنے کھڑا تھا دوسرا ماں کی گود میں ہمک رہا تھا۔ پھر اس کے تصور خیال نے ——— بے فکر زندگی ——— اور جیل میں چابک کھانے اور وہاں کی مصیبت اٹھانے کا نقشہ پیش کیا۔ اس سے اس کو اتنا رنج ہوا کہ اس نے خواہش کی کہ اسی وقت اگر اس کے دل کی حرکت بند ہو جائے تو کتنا اچھا ہو۔ اب اس کو زندگی وبال معلوم ہو رہی تھی۔ یہ خیال کر کے کہ میری ان تکالیف کا سبب وہی شیطان ہے۔ اس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے اس سے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ ساری رات وہ مصروف دعا رہا۔ لیکن اس کو اطمینان نہیں ہوا۔ صبح وہ مکار سے ملا بھی نہیں۔

اس طرح دو ہفتے گذر گئے۔ اکسیونو کی راتوں کی نیند اچاٹ ہو گئی۔ ایک رات جبکہ وہ برانڈے میں ٹہل رہا تھا۔ کہ اس کو اس کمرے میں مٹی گرتی نظر آئی جس میں قیدی رات کو سویا کرتے تھے۔ وہ غور سے دیکھنے لگا۔ ناگہاں مکار کمرے سے باہر آیا اور اکسیونو سے ڈر کر کانپنے لگا۔ وہ انجان بن کر چلا جانا چاہتا تھا کہ مکار اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا "بڈھے میں نے دیوار پھوڑی ہے تو بھی چپ چاپ میرے ساتھ نکل چل اگر تو نے کسی سے کہا تو میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔

اکسیونو غصہ سے کانپ رہا تھا وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولا "میں بھاگنا نہیں چاہتا۔ رہی مار ڈالنے کی دھمکی تو یہ کسی اور کو دینا تو تو مجھے پہلے ہی مار چکا ہے۔"

دوسرے دن دیوار پھوڑے جانے کی اطلاع ملی تو جیلر موقعہ پر آیا اور پوچھ گچھ شروع کی۔ سب نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اور جو جانتے تھے انھوں نے بھی مکار کا نام نہیں بتایا۔ آخر جیلر نے اکسیونو سے پوچھا "بڈھے تم سچے آدمی ہو تم سچ سچ کہدو دیوار کس نے توڑی ہے؟"

مکار اطمینان سے کھڑا تھا۔ اکسیونو کانپ رہا تھا۔ اس نے سوچا میں اس شیطان کو کیوں جانے دوں۔ سزا ضرور دلواؤں گا۔ لیکن اس نے سوچا شاید یہ لوگ اسے مار ڈالیں گے تو مجھے کیا فائدہ ہوگا؟ جیلر نے کہا "بڈھے جو کچھ کہنا ہے کہہ دے۔"

اکسیونو نے مکار کی طرف دیکھا اور کہا۔ "مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں نہیں بتا سکتا۔ آپ کی جو مرضی ہو کیجئے" جیلر نے معلوم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے کچھ نہ بتلایا

رات کو جب وہ سونے جا رہا تھا تو کوئی چپکے سے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ مکار تھا۔ (باقی صفحہ ۱۵۱ پر دیکھئے)

سنیما کا شوق

آج کل سنیما کا شوق جس سُرعت سے ترقی کر رہا ہے بیان سے باہر ہے۔ شام ہوتے ہی ہر طبقہ کے لوگ سنیما کی
طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔ سنیما بھی ضروریات زندگی میں سے ہو گیا ہے۔ جسے دیکھو فلم کی باتیں۔ جہاں سنو یہی ذکر۔ چند
احباب جمع ہوئے اور فلمی مسائل پر گفتگو، کوئی اداکاروں کو سراہتا ہے۔ کوئی فوٹوگرافی کی تعریف میں ساری قوت تقریر
صرف کرتا ہے۔ کسی کو گانے پسند ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ آج کل مسلمان عورتوں کو بھی سنیما کا بہت شوق ہو گیا ہے۔ طبقہ
عالی کا تو کیا ذکر متوسط طبقہ بھی سنیما کے شوق میں برباد ہو رہا ہے۔ بلا سے گھر میں کھانے کو نہ ہو لیکن سنیما ضرور دیکھیں گے
بھلا ایسا نادر موقع پھر کہاں۔ پاس ایک پیسہ نہیں۔ کسی کی منت خوشامد کی اور قرض لے کر سنیما دیکھا۔ کوئی ان سنیما کے
متوالوں سے دریافت کرے کہ قرض لے کر سنیما دیکھنا اور کھیل تماشوں میں شریک ہونا کہاں کی عقل مندی ہے۔
ایک سینتیس ۳۵ چالیس ۴۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والے کلرک کی حیثیت کا اندازہ کیجئے اور سنیما کا شوق ملاحظہ ہو۔ غریب
سارے دن دفتر میں مغز پاشی کر کے شام کو گھر آتا ہے ضروریات سے فارغ ہو کر سنیما کا قصد کرتا ہے تو سنیما کی
شیدا بیوی صاحبہ بھی ساتھ چلنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ میاں تو روز سنیما کے عادی ہیں۔ اگر بیوی کو بھی لے جائیں تو
اس کا لازمی نتیجہ بربادی ہے۔ میاں بیوی تنہا ہوں تو بھی خیر۔ دو تین بچے ہیں تو خدا ہی حافظ ہے۔ اب ہر شخص اندازہ
کر سکتا ہے کہ اس قدر خرچ برداشت کرنا ایک معمولی حیثیت کے شخص کے لئے کس قدر دشوار ہے ادھر روپیہ برباد اور صحت
خراب۔ بیگم صاحبہ انگریزی ابجہ سے بھی واقف نہیں۔ اور چلیں انگلش فلم دیکھنے۔ بعض والدین اپنے چھوٹے چھوٹے
بچوں کو نہایت شوق سے سنیما دکھلاتے ہیں۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ بچوں کو ہرگز ایسے فلم نہ دکھانے چاہئیں جن کا
اُن کے نازک و لطیف دل و دماغ پر بہت خراب اثر پڑتا ہے۔ وہ بچے جن کی دماغی نشوونما بھی ابھی پوری طرح نہیں
ہوئی وہ ان مبالغہ آمیز وحشت ناک فلمی داستانوں کی اصلیت کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ ہاں الٹا اثر ہوتا ہے کہ ان
ناسمجھ بچوں کے آئینہ سے شفاف دل اور دماغ پر ہمیشہ کے لئے جو نقش ہو جاتا ہے پھر مٹائے نہیں مٹتا۔ بچوں کی
صحت پر سنیما سے بہت اثر پڑتا ہے۔ زیادہ سنیما دیکھنے والوں کی صحت اچھی نہیں رہتی۔ آنکھوں کی خرابی کا باعث
سنیما ہی ہے۔ بچوں کی صحت اور اخلاق بھی سنیما سے بگڑ جاتا ہے۔ ایسے ہندوستانی فلم بہت کم ہیں جو اخلاقی
اور معاشرتی نقطۂ نگاہ سے قابل تعریف کہے جا سکیں۔ کثرت ہر چیز کی بری ہوتی ہے۔ اگر کبھی کبھی سنیما دیکھا جائے اور

بچّہ کا پہلا سال

ہندوستان میں پچھتر فی صدی سے زیادہ بچے ایسے ہوتے ہیں جو پہلے سال ہی ماں باپ کو داغ مفارقت دے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر بریڈ ووڈ کا قول ہے کہ دنیا کی تمام لڑائیوں میں بھی اسقدر آدمی نہ مرے ہوں گے جتنے بچے محض لاپرواہی اور صحت کے اصولوں کی غفلت سے مرجاتے ہیں۔ ڈاکٹروں کے مسلسل تجربہ سے یہ بھی تصدیق ہوگیا ہے کہ ہندوستان میں پہلے سال زیادہ تر بچے دو وجوہ سے مرتے ہیں۔ (۱) سردی کے اثر سے۔ جو اکثر نمونیہ۔ ٹائیفائڈ اور کالی کھانسی کے رنگ میں رونما ہوتا ہے۔ زیادہ تر بچے تو اس کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اور جو بچتے بھی ہیں اُن کی نشونما ہمیشہ ناکافی اور معمول سے بہت کم ہوتی ہے۔ یہی بچے بڑے ہوکر دنیا میں بزدلی کے حامی اور بیماریوں کی آماجگاہ بنے رہتے ہیں۔ (۲) خوراک کی بے قاعدگی۔ دست پیچش۔ جگر کی خرابی اور معدہ کی شکایات کی وجہ سے دیگر سیکڑوں قسم کی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ جو کچھ دن بعد موت کا بہانہ ہوتی ہیں۔ ان دونوں امور میں خوراک کی نگاہ داشت زیادہ اہم ہے۔ جن بچّوں کو باقاعدہ کھلایا پلایا جاتا ہے ان کی حرارت عزیزی بتدریج بڑھتی جاتی ہے اور وہ سردی کے اثر سے فطرتاً بچے رہتے ہیں۔ خلاف اس کے خوراک کی بے قاعدگی سے یہ حرارت حسب ضرورت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اور بچّوں کے جسم میں اس کا کم ہونا سخت مضر ہوتا ہے۔ پہلے سال بچّوں کا جسم اور اعصاب اسقدر نازک ہوتے ہیں کہ بہت معمولی غفلت سے انھیں سخت سے سخت نقصان ہوجاتا ہے۔ اور تھوڑی نگاہ داشت میں بھی بعض اوقات حسب خواہش نشونما ہوتی ہے۔ لہذا یہ محض اختیاری امر ہے کہ ایک نرس بچہ کی نشونما جس رفتار پر چاہے بڑھا اور گھٹا سکتی ہے۔ یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ وہ بچے جو شروع ہی سے کمزور اور علیل رہتے ہیں کبھی بھی بڑے ہوکر جواں مرد اور باہمت نہیں ہوسکتے۔ ہمارے ملک کی کلیۃً ترقی محض بہنوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے بچّوں کی ترقی کو اپنا مطمع نظر بناکر انہیں ملک و قوم کے حقیقی جواں مرد بنائیں۔ بچّوں کی ترقیِ صحت اور تندرستی کے اصول جس قدر اہم ہیں اسی قدر سہل بھی ہیں۔ ان اصولوں کی پابندی کرکے غریب اور امیر یکساں اپنے بچّوں کو حسب دلخواہ تندرست بناسکتے ہیں۔ باقاعدہ خوراک۔ صفائی اور خاص طور سے بچّوں کی جلد کی صفائی کا خیال۔ درست اوقات میں تازہ ہوا کی تفریح اور موزوں لباس۔ بس یہی ایسے اصول ہیں جن کی پابندی سے ہر ایک ماں اپنے بچّوں کی پرورش بحال آسانی کرسکتی ہے۔ بہنوں کی دلچسپی اور اطلاع کے لئے چند ضروری ہدائتیں تحریر کرتی ہوں۔

(۱) **نرسنگ**۔ عام طور پر۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک تندرست بچہ اپنی خوراک کے مطابق دو یا تین گھنٹے بعد دودھ مانگتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اسی تناسب سے بچہ کی خوراک کے اوقات مقرر کر دئے جائیں۔ اگر بچہ کو حرارت ہوتی ہے تو اس کا ذائقہ خراب ہوجاتا ہے اور وہ دودھ اگلنے لگتا ہے۔ اس وقت بچہ کو زبردستی دودھ پلانا سخت مضر ہوتا ہے۔ تاہم ابال کر ٹھنڈا یا فلیٹر کیا ہو پانی جس قدر ہوسکے دیں۔ پہلے چھ ہفتہ میں بچہ کو تین چار دفعہ زرد اور گاڑھا پاخانہ ہوتا ہے۔ اور پاخانہ کا رنگ وغیرہ اس کے خلاف ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ پیٹ میں خرابی ہے۔ اگر پاخانہ سفید ہو تو جگر کی خرابی ہے۔ ہرا اور بدبو دار ہو معدہ کی سوزش ہے۔ پھٹا ہوا ہو تو دودھ باقاعدہ ہضم نہیں ہوتا۔ تقریباً ایک سال کے بچہ کو متواتر یکساں اور بادامی پاخانہ ہوتا ہے۔ نرسنگ کے متعلق یہ سب سے پہلا اور ضروری خیال ہے جو نرس کو رکھنا چاہیے۔ کہ بچہ کے پاخانہ میں گڑبڑ نہ ہو۔ اگر پیشاب رک رک کر آنے لگے تو بچہ کو معمولی گرم پانی میں ناف کے اوپر تک بٹھانا چاہیے۔ علاوہ ازیں اگر کبھی ایک سال تک کے بچہ کو بارہ گھنٹہ تک پیشاب نہ ہو تو یہی عمل کارگر ہوگا۔ یہ بھی سخت غلطی ہے کہ بچوں کو پانی نہیں دیا جاتا۔ جس طرح ہمیں کھانے کے ساتھ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح بچوں کو بھی خالص پانی کی ضرورت ہے۔ دودھ میں پانی بہت کم مقدار میں ہوتا ہے جو انھیں ناکافی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر بچوں کے دہن سے بدبودار پانی ٹپکنے لگتا ہے۔ جب بچہ چھ ماہ کا ہو کر پانی پینا شروع کرتا ہے تو رال ٹپکنی بند ہوجاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بچوں کو چھ ماہ سے پیشتر دو تین دفعہ جو کا پانی چھان کر پلائیں۔

(۲) **بچہ کی نشو و نما**۔ کا اندازہ لگانے کے لئے بہترین طریقہ بچہ کو وزن کرتا رہنا ہے۔ بچہ کا وزن پیدایش کے وقت چھ سے بارہ پونڈ تک ہوتا ہے۔ تاہم جن بچوں کا وزن تین چار پونڈ بھی ہو وہ بھی اگر احتیاط کے ساتھ نرس کئے جائیں تو تندرست و توانا ہوسکتے ہیں۔ مندرجہ نقشہ سے بچہ کی لمبائی اور وزن مختلف ایام میں معلوم ہوسکتا ہے۔

عمر	لمبائی	وزن	عمر	لمبائی	وزن
۱ ماہ	۱۹½ انچ	۷ پونڈ	۷ ماہ	۲۴½ انچ	۱۶ پونڈ
۲ "	۲۱½ "	۷¾ "	۸ "	۲۵ "	۱۷ "
۳ "	۲۱ "	۹½ "	۹ "	۲۵½ "	۱۸ "
۴ "	۲۲½ "	۱۱½ "	۱۰ "	۲۶ "	۱۹ "
۵ "	۲۳½ "	۱۲½ "	۱۱ "	۲۶½ "	۲۰ "
۶ "	۲۴ "	۱۴½ "	۱۲ "	۲۷ "	۲۱ "

پیدایش کے پہلے تین دن میں وزن کسی قدر گھٹتا ہے۔ ساتویں دن بچہ کا وزن پھر پیدائش کے وزن کے برابر ہوجاتا ہے

اکثر اوقات بچہ کا وزن زیادہ دکھلاے اور پیٹ بڑھ جانے سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ایسی صورت میں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بچہ تندرست ہے۔ اگر وزن کی معمولی مقدار کے ساتھ ہی ساتھ آنکھیں چمکیلی۔رگ و پٹھے ابھرے ہوئے۔ہونٹ سرخ اور زبان بھی صاف و سرخ ہو تب بچہ تندرست کہا جا سکتا ہے۔اگر بچہ کا وزن مندرجہ بالا مقدار سے کافی کم رہتا ہے تو کمی کے اسباب کو معلوم کر کے اس کا تدارک فی الفور ہونا چاہئے۔

(۳) **خوراک**۔بچہ جب پیدا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ اسے دو تین گھنٹہ کے اندر ہی دودھ یا گھٹی ملنی چاہئے اگر پیدائش کے آٹھ یا دس گھنٹہ بعد تک بھی کچھ نہ دیا جائے تو بھی نقصان کا باعث نہ ہوگا۔جب ماں کو چار چھ گھنٹہ بعد کچھ آرام مل جائے تو بچہ کو ہر ایک گھنٹہ کے بعد چند منٹ دودھ سے لگانا چاہئے۔خواہ بچہ نہ پی سکے۔مگر ایسا کرنے سے دودھ اترتا ہے جب تک کافی یقین نہ ہو جائے کہ بچہ کے لئے ماں کا دودھ نہیں اترتا مصنوعی غذا دینے کی کوشش نہ کی جائے۔بچوں کو گھٹی صرف اس واسطے پلائی جاتی ہے کہ عام طور پر دو تین دن تک ماں کا دودھ نہیں اترتا۔اس لئے یہ سمجھ لینا کہ دودھ دینے سے قبل گھٹی دینا ضروری ہے غلطی ہے۔اکثر اوقات یہ خیال کیا جاتا ہے کہ گھٹی بچہ کا پیٹ صاف کر دیتی ہے اور اس کی تحلیل بڑھاتی ہے۔یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ماں کے دودھ ہی میں چند روز تک ایسا مادہ موجود رہتا ہے جو بچہ کو تحلیل میں امداد دے۔اور ساتھ ہی ساتھ جلاب کا کام بھی دے۔اس لئے جہاں تک ممکن ہو گھٹی دینے سے احتراز لازم ہے۔فطرتاً بھی اگر دیکھا جائے تو تمام جانوروں کے بچے شروع ہی سے دودھ پیتے ہیں اور انھیں مصنوعی غذا کی ضرورت نہیں ہوتی۔ان کے دودھ میں چند روز تک یہ جلابی مادہ موجود رہتا ہے۔مثلاً گائے کے دودھ میں دو تین دن تک یہ مادہ ملا رہتا ہے۔اور ایسی حالت میں دودھ "کھیس" کہلاتا ہے۔آج کل یہ فیشن ہو رہا ہے کہ مائیں شروع ہی سے بچہ کو دودھ پلانے کی ناقابلیت ظاہر کرتی ہیں اور دائیا، "مصنوعی دودھ مثلاً "کا ڈگیٹ ملک" میلن فوڈ، "گلیکسو" وغیرہ کی تلاش کی جاتی ہے۔یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کمزور سے کمزور ماں بھی اگر وہ اپنی خوراک کا لحاظ رکھے تو بچہ کو بآسانی دودھ پلا اور اپنی تندرستی کو قائم رکھ سکتی ہے۔

(۴) **ماں کی خوراک**۔ماں کو ہر بات میں تو اتر اور اوقات کی پابندی کا خیال رکھنا چاہئے۔جس قدر ہو سکے دودھ پئیں اور زود ہضم غذائیں کھائیں۔چاء اور دیگر تمام تیز اشیاء سے پرہیز لازم ہے۔البتہ جو کا پانی جس قدر ہو سکے پئیں ناشتہ کے علاوہ ماں کو خاص غذا دن کے درمیانی حصہ میں کھانی چاہئے۔سخت ہری سبزیاں۔نئے آلو۔پھلوں کے چھلکے ہر قسم کے بیج۔ترکاریوں کی جڑیں۔مثل گاجر۔چقندر وغیرہ کھانے سے نقصان کا زیادہ اندیشہ ہے۔دودھ پلانے والی ماں کے لئے بہترین غذائیں یہ ہیں۔

(۱) کویکر اوٹ یا جو کی کھیر جس کے بعد مچھلی۔انڈے۔سوجی کی براؤن روٹی مکھن کے ساتھ کھائی جائے۔(۲) ساڑھے گیارہ بجے دن۔دودھ۔جو کا پانی گائے کے شوربہ میں براؤن روٹی کے توش۔یا چپاتی کے چھلکے۔(۳) خاص کھانا ایک بجے

دلیہ - پھل - خوب گلا ہوا گوشت - سادہ پکی ہوئی ترکاریاں - دودھ کی کھیر اور حسب مزاج پھل - (۴) چھ بجے شام - بہت معمولی کوکو دودھ اور مکھن کے ہمراہ - ایک انڈا - (۵) دودھ سے تیار کیا ہوا کوئی ہلکا زود ہضم کھانا - گائے کی یخنی - ایک پیالی اوولٹین - یا حریرا - اس طرح اپنی غذا کا تواتر اور خیال رکھ کر اگر ماں بچہ کو چند ماہ بھی دودھ پلا دے تو بچہ کی نشو نما حسب منشا ہو سکتی ہے - اسکے بعد اگر ماں اپنے تئیں دودھ پلانے کی کلفت برداشت کرنا دشوار خیال کرتی ہے تو بچہ باسانی کسی مصنوعی یا گائے کے تازہ دودھ کو ہضم کر سکتا ہے - تاہم اگر ہو سکے تو بچہ کو نو ماہ ضرور اور دودھ پلانا چاہیے - اکثر اوقات دودھ نہ پلانا کثیر الاولاد ہونے کا باعث ہوتا ہے - اور ایسی صورت میں بہت سے بچوں کی پرورش اور نگاہ داشت ہر ایک ماں کے لئے ایک معمہ بن جاتی ہے - ساتویں مہینے سے بچہ کو دودھ یا کسی ہلکی غذا مثلاً گلیکسو وغیرہ کا یا دلیہ کا استعمال کرا دینا چاہیئے - اگر ماں کسی خاص وجہ سے دودھ پلانے کے قابل نہ ہو تو مصنوعی غذا کا استعمال احتیاط کے ساتھ کرایا جاسکتا ہے -

(۵) **مصنوعی غذا** - کا انتخاب بہت غور طلب ہے - مصنوعی غذا بچہ کے حسب مزاج ہونی چاہیئے - یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بچہ کے دانت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لعاب دہن میں ٹائلن (ptyalin) نہیں ہوتا - اس لئے کوئی ثقیل چیز ہضم نہیں ہو سکتی - علاوہ ازیں پیٹ چھوٹا ہونے کی وجہ سے آنتیں وغیرہ زیادہ نہیں پھیل سکتیں جس کی وجہ سے مقدار سے زیادہ دودھ اور خاص طور سے مصنوعی غذا کا دینا مضر ہوتا ہے - مصنوعی غذا کے متعلق میں اپنے گذشتہ مضمون "بچوں کی نگاہ داشت" میں کافی مشرح لکھ چکی ہوں جس کو دہرانے کی یہاں چنداں ضرورت نہیں - تاہم اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ بچوں کے لئے بہترین مصنوعی غذا جو بہ آسانی دستیاب ہو سکتی ہے گائے کا دودھ ہے - جو کسی قدر تبدیلی کے ساتھ ماں کے دودھ کے مطابق بنایا گیا ہے - گائے کے دودھ میں ماں کے دودھ سے ایک تہائی شکر اور کسیقدر کریم کم ہوتی ہے - اور ایسڈ یعنی دہی کا مادہ تین گنا زیادہ ہوتا ہے - دودھ میں ڈیڑھ گنا جو کا پانی ملانے سے ایسڈ تو ضرور کم ہو جاتا ہے مگر شکر اور کریم کی مناسب آمیزش کی ضرورت ہوتی ہے - گنے یا چقندر کی شکر دودھ میں دینا خطرناک ہے - اس سے معدہ میں سوزش ہو جاتی ہے - اس لئے بہترین شکر ملک شوگر ہے - اگر یہ دستیاب نہ ہو تو میلنز فوڈ بہتر رہے گا - دودھ بچے کے پیٹ کی گنجائش کے لحاظ سے دینا چاہیئے - پہلے ہفتہ سے چھ ہفتہ تک ہر ڈھائی گھنٹہ بعد ڈیڑھ سے دو اونس (ایک چھٹانک) تک دودھ پلانا چاہیئے - چھ سے بارہ ہفتہ تک ہر تین گھنٹہ بعد تین سے چار اونس تک چھ مہینہ تک اسی مقدار سے دودھ دینا چاہیئے - اس کے بعد چھ ماہ سے ایک سال کی عمر میں چھ سے آٹھ اونس تک حسب خوراک دودھ دینا ضروری ہے - اوقات وہی رہیں گے البتہ چھ ماہ کے بعد رات میں دودھ پلانا کم کر دیں - حتیٰ کہ آٹھویں مہینہ صرف دودھ دو دفعہ دیں - ایک خاص بات یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ دودھ کا ٹمپریچر جسم کے ٹمپریچر کے مطابق یعنی تقریباً ۹۹ ڈگری فیرنہائٹ ہونا چاہیئے - غیر موزوں سرد یا گرم دودھ سے بھی نقصان ہو جاتا ہے - دودھ دانی خاص طور سے صاف رکھنے کی ضرورت ہے -

(۶) **غسل** - یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ جسم سے پسینہ نکل کر زہریلا اور گندہ مادہ جلد پر جمع کر دیتا ہے۔ اگر اس زہریلے مادہ کی صفائی کا خیال نہ کیا جائے تو جلد کے چھوٹے چھوٹے مسام جن سے پسینہ نکلتا ہے بند ہو جاتے ہیں اور آئندہ زہریلا مادہ جو باہر بآسانی نہ آ سکے گا تو پھوڑے پھنسیاں بن کر پریشان کریگا۔ علاوہ اس کے اگر بچہ کو بے قاعدہ اور موسم کا خیال کئے بغیر جلد جلد نہلایا جائے تب بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اچھے موسم میں اور تندرستی کی حالت میں بچہ کو دن میں ایک دفعہ نہلانا کافی ہے۔ پانی کا ٹمپریچر جسم کے ٹمپریچر سے ایک ڈگری کم یعنی تقریباً ۹۸ ڈگری نیم نہائت ہونا چاہئے۔ جو تھرمامیٹر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ نہلانے کے لئے صابون نہایت سادہ اور خالص ہو۔ ٹائیلیٹ پوڈر جو اعلیٰ گھرانوں میں بھی اکثر استعمال ہوتا ہے۔ نہایت اعلیٰ قسم کا ہونا چاہئے ارزاں پوڈروں میں اکثر آرسینک کی آمیزش ہوتی ہے تو سخت نقصان دہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اگر عمدہ پوڈر دستیاب نہ ہو تو پوڈر کا استعمال نہ کیا جائے۔ نرم اور صاف تولیہ سے جسم کا بخوبی صاف کر دینا ہی کافی ہے۔

(۷) **تفریح** - بچوں کو صبح شام عمدہ موسم میں کھلی جگہ تفریح کرانا بہت مفید ہے اور اکثر عوام کی توجہ اس طرف بڑھتی جاتی ہے۔ تاہم تفریح کے غلط طریقوں سے تفریح کا نہ ہونا بہتر ہے۔ بچہ کو ہمیشہ دھوپ میں اس وقت ٹہلانا چاہئے۔ جب سورج کی کرنوں میں تیزی نہ ہو۔ ہوا بھی تیز نہ ہو۔ سایہ میں ٹہلانا اکثر اوقات نقصان دیتا ہے۔ ایک سال سے کم عمر کے بچوں کو اکثر معمولی طور پر گاڑیوں میں ٹہلایا جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک بچہ بیٹھنے کے قابل نہ ہو اس کو تکیہ لگا کر گاڑی میں بٹھانا مضر ہے۔ رگ دپٹھے اور کمر کمزور ہونے کی وجہ سے جسم کا بوجھ نہیں سہار سکتے۔ اکثر بچے اسی وجہ سے کبڑے ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض اوقات گاڑیاں کافی نیچی ہوتی ہیں اور بچہ کو زمین کے نزدیک سانس لینا پڑتا ہے۔ اس لئے تفریح کی جگہ گھاس کا ہونا بہتر ہے۔ گرد وغبار اور گندے سانس کے ساتھ جسم میں داخل ہو کر ننھے بچوں کو تکلیف پہونچاتے ہیں۔ اس لئے جب تک بچہ خود بیٹھنے کے قابل نہ ہو اور تفریح کا خیال ہو تو ایک موزوں پرئیمبولیٹر میں تفریح کرائی جائے۔ بچوں کو زبردستی بٹھلانے کی طرح زبردستی چلانا بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ زیادہ تر اس خیال سے بھی کہ ان کا بچہ جلد بیٹھنے یا چلنے لگے اور دوسروں کے سامنے تعریف کرنے کا موقع ملے کہ اُن کا بچہ خاص طور سے ہونہار ہے اتنی جلدی اُٹھنے بیٹھنے لگا اکثر مائیں بچوں کو قبل از وقت اٹھانے بٹھلانے لگتی ہیں۔ جس کا نتیجہ پاؤں کی کجی اور کمر کا ٹیڑھا ہونا ہوتا ہے جو تمام عمر ساتھ دیتا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ خواہ بچہ ایک ماہ بعد بیٹھے اٹھے مگر فطرتاً جب اس قابل ہو تب ہی ایسا ہو۔

(۸) **دانت نکلنا** - بھی ایک سال کے بچوں کے لئے معرکہ سے کم نہیں۔ امید کرتی ہوں کہ بہنوں کی خدمت میں اس کے متعلق عنقریب مشرح لکھوں گی۔ فی الحال یہی یاد رکھنا چاہئے کہ پیدائش کے وقت مسوڑھوں کے اندر

میں بچے کے دانت بہت نرم مادہ کے مثل گوشت کے ہوتے ہیں۔ عمر کے ساتھ ساتھ اُن میں بھی سختی آتی جاتی ہے اور مسوڑھوں کے اندر ہی اندر اوپر کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔ اکثر کہا جاتا ہے کہ دانت نکلتے وقت بچوں کو سخت کشمکش ہوتی ہے۔ اور تمام تر تکالیف دانت ہی نکلنے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دانت نکلنے کے دنوں میں بچہ کے جسم میں زیادہ تر حرارت اسی طرف صرف ہوتی ہے۔ اور اس میں دوسری بیماریوں کے مقابلہ کے لئے بہت کم حرارت باقی ہوتی ہے۔ زیادہ تر بیماریاں بچوں کے غلط کھلانے سے ہوتی ہیں۔ بچے ان بیماریوں کو تندرستی کی حالت میں برداشت کرتے رہتے ہیں۔ اور دانت نکلنے کی حالت میں برداشت نہیں کر سکتے۔ ایک ایسے بچہ کے دانت جس کی پرورش مندرجہ بالا اصولوں کو مدنظر رکھکر ہوتی ہو اور وہ ماں کا دودھ یا مصنوعی دودھ احتیاط کے ساتھ مقررہ اوقات پر پیتا ہو اس طرح نکلتے ہیں کہ معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے اس زمانہ میں یہ باتیں یاد رکھنی چاہئیں (۱) بچوں کی خوراک میں اسقدر احتیاط چاہیے کہ خوراک کی وجہ سے انھیں کوئی بیماری نہ ہو۔ (۲) ایسی غذائیں دی جائیں جن میں لائم کا مادہ زیادہ ہو تو دانت آسانی کے ساتھ مسوڑھے کاٹ سکیں۔ بچوں کے دانت باقاعدہ نکلنے کی علامتیں یہ ہیں کہ لعاب دہن زیادہ پیدا ہو۔ مسوڑھوں کو سہلانے سے بچوں کو آرام محسوس ہو۔ بچہ سخت اشیا رکاٹنا چاہے۔ بچوں کا دانت نکلنے کا وقت چار ماہ سے ایک سال تک ہوتا ہے۔ عام طور سے بچوں کے دانت چھ ماہ سے نکلنے شروع ہوتے ہیں اکثر بچوں کے مسوڑھے سخت ہونے کی وجہ سے دانت دسویں مہینہ نکلتے ہیں۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ ایسی صورتوں میں بچہ کی تندرستی میں کچھ فرق ہوتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے دوڑنے لگتے ہیں اور اُن کا ایک دانت بھی ابھی نہیں نکلتا۔ اور اس کے بعد جلد ہی چھ دانت ایک ساتھ نمودار ہوجاتے ہیں۔ اگر بچہ کے منہ میں تکلیف محسوس ہو تو صاف رومال کے کونے کو سرد پانی میں تر کرکے بچے کو چوسنے کو دیں۔ یا برف کے ٹکڑے کو ململ کے رومال میں لپیٹ کر دیں۔ نہایت مفید اور آرام دہ ثابت ہوگا۔ جس قدر بھی ممکن ہو جو کا پانی دیا جائے۔ اور منہ کو سہاگے کے پانی سے صاف کیا جائے۔ اگر معمولی دست وغیرہ آئیں جن کی تعداد ایک دن رات میں چار سے زیادہ نہ ہو تو کسی قسم کی دوا دینے کی ضرورت نہیں۔ تاہم اگر قبض ہوجائے تو مگنیشیا کا ہلکا پانی دینا چاہئے جس سے کم سے کم دو دست ہوجائیں۔ علاوہ ازیں اگر دستوں کی زیادتی ہو تو دودھ میں چاولوں کا پانی ملا کر دینا مفید ہے۔ اگر دست بے حد ہوں تو دودھ دینا بالکل ترک کر دینا چاہئے اور بچہ کو انڈے کی سپیدی میں برانڈیف ایسنس" اور جو کا پانی ملا کر دیں۔ اکثر بچوں کے دانت جلد نکلنے کے لئے مسوڑھوں میں شادی کی انگشتری ملتے رہنے کا دستور ہے جو خطرناک ہے اور اس سے مسوڑھے سخت ہوجاتے ہیں۔

شہر آرا بیگم

اے غم نصیب بیوی!

اے بھولی لڑکی! صبر یہ کیوں آہ آہ ہے؟ — شوہر کی تیرے۔ دوسری جانب نگاہ ہے

قسمت کی بات ہے کہ جو بن کر بگڑ گئی — اب شام ناامیدی ہے روز سیاہ ہے

پہلے تجھے جو چاؤ سے لایا تھا بیاہ کے — تو ہے غریب گھر کی یہ جیسے گناہ ہے

ماں باپ اُس کے اور بہو مالدار لائے — اب اُس کو تجھ غریب سے مشکل نباہ ہے

جس ہڈی میں نہ گوشت ہو؟ کس کام کی ہے وہ — کتا چھوئیگا اسکو؟ کوئی اشتباہ ہے؟

بس یہ ہے فرق تجھ میں اور اُس میں سمجھ لے تو — اے بدنصیب! بس یہی تیرا گناہ ہے

کھپریل ٹوٹی سی ہے یہ جس میں پڑی ہے تو — دولہا بنا محل میں وہاں بادشاہ ہے

تو۔ دھاروں رو رہی ہے وہاں چہل پہل ہے — برسات تیرے گھر میں۔ وہاں جلوہ گاہ ہے

جھولے پہ اس دلہن کی ہیں پینگیں بڑھی ہوئی — تو برہ کی آگن میں بحال تباہ ہے

سکھیاں نئی دلہن پہ ہیں جھومر کئے ہوئے — گھیرے ہوئے یہاں تجھے غم کی سپاہ ہے

دیتی بدھائیاں ہیں اسے ساس نندیں سب — تنہا ہے تو اجل سے بھی کم رسم و راہ ہے

برسات میں وہاں ہے کڑاہی چڑھی ہوئی — تو فاقہ سے ہے۔ یہ تیری صورت گواہ ہے

صورت کا ذکر آتے ہی دل ٹکڑے ہوگیا — افسوس! تیری شکل تو ہم شکل ماہ ہے

بیٹی! بہن! مگر ہیں نصیبے کے کھیل اور؟ — تو بدنصیب ہے۔ یہی تیرا گناہ ہے

بدروپ راج رچتی ہے اور روپ والی روئے — ضرب المثل جہاں میں یہ شام و پگاہ ہے

اللہ تجھکو صبر دے اے مہ جمال صبر
شاعر کا دردِ دل ترے دکھ کا گواہ ہے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

آج کل جس قدر رسالوں اور اخباروں کی کثرت ہو رہی ہے اسی قدر بیوی کے فرائض پر مضامین شائع ہو رہے ہیں۔ کوئی پرچہ ایسا نہ ہوگا جس میں بیوی کے فرائض کے متعلق مضمون نہ ہوں۔ یا بیوی کو کسی نہ کسی نوع سے مورد الزام نہ ٹھیرایا جاتا ہو۔ البتہ عصمت ایک ایسا پرچہ ہے جس میں انصاف کو مدنظر رکھ کر ہر فریق میں جو جو خامیاں ہیں ان پر روشنی ڈالی جاتی ہے اس اعتبار سے اس رسالہ کی تعریف میرے امکان سے باہر ہے۔ یہ بات سب پر روشن ہے کہ شاید ہی کوئی بیوی ایسی ہو جو شوہر کے حقوق۔ تربیت اولاد۔ انتظام خانہ داری کو اپنا فرض نہ سمجھتی ہو۔ کیونکہ یہ ہی تین باتیں اس کے فرائض منصبی میں داخل ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ شوہر کی بھی کچھ ذمہ داریاں ایسی ہیں جن کا اس کو بھی ہر وقت روزانہ زندگی میں خیال رکھنا ضروری ہے۔ میری نظر سے ایک رسالہ میں ایک مضمون گذرا جس کو پڑھ کر جتنا بھی افسوس کیا جاتا کم تھا مضمون نگار نے تمام برائیاں بیچاری عورت کے سر تھوپ کر اس کو اس اصول پر مورد الزام ٹھیرایا ہے کہ اگر شوہر کا رحجان کسی اور طرف دیکھے یا اس کو ہر وقت باہر جاکر تفریح وغیرہ کرنے کا عادی سمجھے تو اپنا رویہ اور برتاؤ ایسا رکھے جس سے اس کی عادات قبیحہ کی اصلاح ہو سکے۔ اس قسم کے مضامین سے تو مردوں کو اور شے دی ہے کیا ان کے نزدیک خدائے واحد نے عورت مرد کے حقوق کو مساوی نہیں رکھا۔ یہ ضرور ہے کہ عورت پر مرد کو فضیلت دی ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ مرد عورت کو خدمت گار سے بدتر تصور کرے۔ مرد کو اگر دفتر یا کچہری میں کام کرنا پڑتا ہے تو عورت کو بھی گھر کے دہندوں سے چھٹکارا نہیں ملتا۔ اس کی دنیا میں بھی مرد سے کچھ کم ذمہ داریاں نہیں۔ اس بیچاری کو بھی ۲۴ گھنٹے یہی فکر کیا کچھ کم ہے کہ شوہر کی کسی خدمت میں فرق نہ آئے یا ان کے خلاف مرضی کچھ کام نہ ہونے پائے۔ برخلاف اس کے شوہر ہیں کہ ان کی سمجھ میں کوئی کام ہی نہیں آتا۔ شوہر تو بیوی سے ہر بات اور ہر کام کی امید رکھیں اور وہ بیچاری ایک نگاہ بھر کی بھی مستحق نہ سمجھی جاتے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ میری ایک ہمسایہ ہیں علاوہ خدمت گذار و فرمانبردار ہونے کے خوش خلق بھی ہیں۔ ان کے شوہر نے ایک روز رات کو ان سے پانی طلب کیا جب وہ پانی لے کر آئیں تو میاں سو چکے تھے انھوں نے جگانا مناسب نہ سمجھا جب ان کے شوہر کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی پانی لئے بدستور کھڑی ہیں۔ بجائے اسکے کہ ان کی فرمانبرداری کی قدر کیجاتی شوہر نے نہایت لاپروائی سے کہا۔ کیا تم کو اس قسم کی اطاعت سے جنت کی ہوا کھانے کو مل سکتی ہے۔ یہ ہے قدر افزائی بیوی کی فرمانبرداری کی۔

ایس۔ کے۔ مظفر نگر

برٹش میوزیم

جب ہم لوگ یورپ گئے تھے تو لندن کا برٹش میوزیم بھی دیکھا تھا۔ اس کے مختصر حالات عصمتی بہنوں کے لئے لکھتی ہوں۔ یہ میوزیم انگلستان کے تمام عجائب خانوں میں بہترین ہے۔ یہاں کا کتب خانہ تمام دنیا میں مشہور ہے۔ اور سب سے بڑا ہے۔ جہاں کوئی کتاب چھپتی ہے وہ برٹش میوزیم کے کتب خانہ میں فوراً داخل ہوجاتی ہے۔ ہر زبان کی کتابیں موجود ہیں۔ فارسی کتابوں کی بہت قدر ہوتی ہے۔ عمر خیام کی رباعیوں کا ترجمہ بہت سی زبانوں میں کیا گیا ہے۔ سعدی۔ حافظ۔ فردوسی وغیرہ کی تصنیفات موجود ہیں ۱۷۵۹ء میں یہ میوزیم کھولا گیا۔ پہلے کتابیں جمع کی گئیں۔ پھر علم الحیوان کے تین حصے کھولے گئے تھے۔ بڑھتے بڑھتے بارہ صیغے ہوگئے۔ تقریباً پچاس لاکھ کتابوں کا ذخیرہ ہے پہلے کمرے میں شاہان یونان کے اسٹیچو رکھے ہوئے ہیں۔ اسٹیچو نہایت بڑے بڑے بہت اچھے ہیں۔ اس کمرے سے اس کمرے میں آئے جہاں صنعت وحرفت دنیا بھر کی رکھی ہوئی ہے۔ ایک ایک کمرہ میں ایک ایک ملک کا سامان ہے۔ بعض کمروں میں مختلف جگہوں کا۔ مصر۔ اٹلی ایران۔ ترکستان وغیرہ وغیرہ کا سامان رکھا ہوا ہے۔ اس کمرے کے برابر بہت بڑا ہال ہے جہاں مصر کے میز ہیں۔ یعنی مردے کفن میں لپٹے کھڑے ہیں۔ ایک بہت بڑا کمرہ اسی سے بھرا ہوا ہے۔ اس کمرے کی دیوار کے چاروں طرف مردے صندوق میں رکھے ٹیکا دئے کھڑے ہیں اور بیچ میں آئینہ کے صندوق ہیں اس صندوق میں مردے معہ اپنے مزار کے رکھے ہوئے ہیں۔ یہ مزار مٹی کا ہے۔ مردے معہ اپنے سامان کے سو رہے ہیں۔ یعنی۔ لوٹا۔ بدھنا۔ کنگھی۔ تلوار۔ یہ سب چیزیں مردے کے ساتھ دفن کی جاتی تھیں اور اب تک وہ اسی طرح موجود ہیں۔ مٹی کے برتن ٹوٹے تک نہیں۔ ہر ایک چیز بہت مضبوط ہے۔ کنگھی کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ حضرت عیسےٰ سے پانچ ہزار سال قبل جو صنعت مصر میں ہوتی تھی ہمارے ہندوستان میں اب تک وہ قائم ہے۔ کنگھی اسی طرح لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ یہ دیکھکر مجھے افسوس بھی ہوا کہ ہماری حالت وہی ہے جو پہلے تھی مطلق ترقی نہیں کی ہر ایک کمرے میں ایک آدمی بیٹھا رہتا ہے تاکہ دیکھنے والے کو بتائے اور سامان کی حفاظت کرے۔ اس نے میز کے حالات بیان کئے۔ عجیب مسالہ تھا جو لگایا جاتا تھا۔ حضرت عیسیٰ سے چھ ہزار سال قبل کے میز رکھے ہوئے ہیں۔ یہ مردے جس صندوق میں رکھے جاتے تھے اس کا رنگ باوجودیکہ ہزاروں سال ہوگئے اب تک

تازہ ہے۔ اور نمایاں ہے۔ بعض ممی دو تین ہزار سال حضرت عیسٰے کی پیدائش سے پیشتر کے ہیں۔ تاہم رنگ باقی ہے۔ یکیں پلی میں اسی قسم کے رنگ و روغن اور نقش و نگار کے صندوق وغیرہ بنتے ہیں۔ بعض مردوں یعنی ممی کے کفن گل گئے ہیں لیکن گوشت اور ہڈیاں موجود ہیں۔ گوشت خشک ہو کر ہڈیوں سے لپٹ گیا ہے۔ مگر ہڈی سے الگ نہیں ہوا ہے۔ مردے کے بال بھی سر کے موجود۔ بھویں تک موجود۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گوشت بدن پر ہے۔ مگر خشک ہو گیا ہے۔ ایک مردہ پیٹ بن دو توں پاؤں سمیٹ کر آئینہ کے صندوق میں اپنی قبر میں سو رہا ہے۔ کمال یہ کہ قبر تک اٹھا کر لائی گئی ہے جیسی قبر اس زمانہ کی تھی بجنسہ اٹھا کر لائی گئی ہے۔ مردہ کا سامان وغیرہ اس کے قریب رکھا ہے۔ کنگھی بھی لکڑی کی رکھی ہے۔ اس کی بیوی اس کے پہلو میں ایک آئینہ کے صندوق میں ہے۔ اس کے برابر اس کے بچے بھی ہیں۔ غرض پورا خاندان ایک ہی جگہ ہے۔ میں نے اس آدمی سے دریافت کیا کہ تم کو کیونکر معلوم ہوا کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے۔ اور یہ بچے بھی اسی کے ہیں۔ اس نے کہا کہ ان لوگوں کے مزار کے اندر رسن اور نام لکھے رہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک خاندان کے اگر کئی مردے ہوں تو ایک ہی وضع کی چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ کہ کر اس نے بتایا کہ اس طرح لکھا ہوا رہتا ہے۔ پھر ایک دوسرے مردے کے حالات بیان کئے جو اسی جگہ تھا۔ اس مردے کی صرف ہڈیاں باقی ہیں۔ کفن ہے نہ گوشت۔ یہ ایک بادشاہ وقت تھا۔ اس کو دیکھکر میری حالت عجیب ہوئی دنیا بھر کے خیالات میرے دماغ میں آنے لگے۔ ایک زمانہ وہ ہوگا کہ یہ تخت شاہی پر بیٹھا ہوگا۔ اس کے ایک ادنیٰ اشارے پر ہزاروں کو سولی دی گئی ہوگی۔ اس کی تلوار نے بڑے بڑے دشمنوں کو زیر کیا ہوگا۔ اس کے سامنے کیسے کیسے امرا سرنیاز خم کئے کھڑے رہتے ہوں گے۔ اس کی سخاوت سے بھی ہزاروں کو فائدہ پہونچا ہوگا۔ تنگ دست مالدار ہو گئے ہوں گے۔ آج وہ کس بے کسی کے عالم میں ایک آئینہ کے صندوق میں عجائب خانہ میں بند پڑا ہے۔ اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ غافلو ہوشیار رہو۔ عبرت پکڑو۔ غرور و تکبر نہ کرو ایک دن تمہاری ہڈیاں بھی اسی طرح کہیں پڑی ہوں گی۔ غرض میری عجیب حالت ہوئی۔ سورہ الحمد۔ و سورۂ قل پڑھی گئی۔ کیونکہ والدہ صاحبہ مرحومہ ہمیشہ مجھ سے فرماتی تھیں کہ جب کسی کا مزار دیکھو یا جہاں مردہ جاتے ہوئے دیکھو تو الحمد و قل ھو اللہ پڑھا کرو۔

صغرا ہمایوں مرزا

بقیہ مضمون صفحہ ۱۳۵ ۔ امید ہے کہ دوسری بہنیں بھی اس سلسلہ میں اپنے خیالات سے عصمتی بہنوں کو مستفید ہونے کا موقع دیں گی۔ کیونکہ عصمتی اسکول کی مضمون نویس بہنوں کو ایک دوسرے کے خیالات اور تجربوں سے فائدہ اٹھانے کا یہ بہترین موقع ہو سکتا ہے۔

شہربانو

بالوں کی نگہداشت

۲

بال استریوں کا سب سے بڑا اور دل فریب سنگار ہیں۔ استری روپ سب سے پہلے بال ہیں۔ اگر لمبے لمبے گھنے بال نہ ہوں۔ تو چاہے وہ سارے لوازم حسن سے آراستہ ہو مگر مرد کی نگاہ میں وہ موہنی نہیں۔ شاعر جب کسی عورت کے حسن کا ذکر کرتے ہیں تو سب سے زیادہ وہ بالوں کو سراہتے ہیں۔ اور مختلف استعاروں میں ان کے سحر کا ذکر کرتے ہیں۔ افسانہ نویس بھی اپنی ممدوحہ کے بالوں کی تعریف موزوں الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ ہند قدیم یا اسلامی دور میں یا اس کے بعد جتنی مشہور استریاں ہو گذری ہیں وہ سب کی سب لمبے بالوں کی دولت سے مالا مال تھیں۔ اسی طرح دوسرے ملکوں کی تاریخی عورتیں بھی کمر سے نیچے لٹکتے ہوئے دل فریب بالوں سے بہرہ ور تھیں۔ اس سے واضح ہے کہ عورت ذات کا تاج حسن خوبصورت لمبے لمبے بال ہیں۔ اگر بال نہ ہوں تو پریم کا احساس مردوں کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ گویا حسن اور بال اور پریم ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ انسان حسن کا بندہ ہے کہ اس سے راحت زندگانی۔ روح کی شادمانی اور دل کی موج ہے۔

بغیر چکنائی کے تیلوں کی ضرر رسانی

اس مختصر بحث سے عیاں ہے کہ بالوں کی دل فریبی پر زندگی کی راحت اور روح کی شادمانی منحصر ہے۔ اس لئے لازم آتا ہے کہ مختصراً ان چند باتوں کا ذکر کیا جائے کہ جس سے بالوں کی ہستی اور تندرستی وابستہ ہے۔ سب سے پہلے سطر تیلوں کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کہ ان کا استعمال عام ہے۔ بازار میں جتنے سودیشی یا بدیشی تیل ہیں وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں (۱) بغیر چکنائی کے بشستہ مذاق لوگ ان تیلوں کے بڑے شائق ہیں کہ ان سے کپڑے چکنے نہیں ہوتے یہ وائٹ آئل (سفید تیل) سے بنتے ہیں۔ جو ولائیت سے آکر اس بارہ روپے فی من (لاہور کا بھاؤ) بکتا ہے۔ مٹی کا تیل نکالنے کے بعد جو تلچھٹ رہ جاتی ہے اسے صاف کر کے وائٹ آئل بناتے ہیں۔ تیل بنانے والے اس تیل میں خوشبو اور ہرا یا پیلا یا نارنجی رنگ ملا کر مختلف دل فریب ناموں سے فروخت کرتے ہیں۔ جب خوشبو اڑ جاتی ہے تو مٹی کے تیل کی بدبو آتی ہے۔ بغیر چکنائی کے تیل بالوں کے لئے بے حد ضرر رساں ہوتے ہیں ان کے استعمال سے بال موٹے۔ خشک۔ اور میلے ہو جاتے ہیں۔ کھجلی اور ریفا پیدا ہو جاتی ہے۔ بال گرنے لگتے ہیں۔ اس قسم کے تیلوں سے نہ تو بال چمکدار ہو سکتے ہیں۔ اور نہ بڑھتے ہیں۔ اگر وائٹ آئل کو سائنسی طریقہ سے شدھ کر لیا

جائے تو بھی اس سے بالوں کی پرورش نہیں ہوسکتی۔

چکنائی والے تیلوں کی تباہ کاریاں

(۲) چکنائی والے تیل۔ تل۔ سرسوں۔ مونگ پھلی وغیرہ کے تیل سے بنتے ہیں۔ تیل بنانے والے رنگ اور خوشبو ملا کر گول یا خوبصورت بوتلوں میں بھر کر فروخت کرتے اور دھڑا دھڑ روپیہ کماتے ہیں۔ چکنائی والے تیلوں سے بھی بالوں کا ستیاناس ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ تیل چاہے تل۔ ناریل۔ سرسوں کا ہو یا مونگ پھلی کا۔ یاکسم۔ بنولہ کا۔ اس کے نطری اجزا فری فیٹی ایسڈ۔ گوند ایسے چیپ دار مادے اور گلسرول ہوتے ہیں۔ جب آپ تیل سر میں ڈالتے ہیں تو ہاتھوں اور بالوں میں چیپ چپاہٹ لگ جاتی ہے۔ کپڑے چکنے ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بدبو آتی ہے جب تک یہ تیل شدہ نہ کئے جائیں ہوا کے اثر سے بناتی تیلوں میں بدبو اور چیپ چپاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ جب اسے سر میں لگاتے ہیں تو بالوں کی جڑوں میں چپک کر جلد کے اندر سے زہریلا مواد خارج ہونے سے روکتا ہے جس سے بالوں کی کئی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے یہ تیل بالوں کی جڑیں کھوکھلی کرتے ہیں ان کی چمک بھی آن کی آن کے لئے ہوتی ہے۔

آنولہ کے تیل کی اصلیت

سب تیلوں میں مقبول عام آملہ کا تیل ہے۔ جو دس بیس ناموں سے بنتا اور بکتا ہے۔ اور تمام بڑے بڑے شہروں کو آنولہ کے تیل بنانے کا امتیاز حاصل ہے۔ اصل یہ ہے کہ پڑھے لوگوں کے دل میں یہ وہم جاگزین ہے کہ آنولہ کے استعمال سے بال ہمیشہ کالے رہتے ہیں۔ بے شک آیورویدک اور طب میں آنولہ کے بہت عمدہ فوائد مذکور ہیں۔ مگر جو آنولہ کا تیل آپ شوق سے خرید کر لاتے ہیں یہ سراسر دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ اس میں آنولہ کا جوہر نام کو بھی نہیں پایا جاتا۔ اصل یہ ہے کہ ولایت سے روح آنولہ تیار ہو کر آتی ہے چار اونس کی شیشی چودہ آنے کو بکتی ہے۔ اسے سرسوں۔ توائے۔ اور مونگ پھلی وغیرہ کے تیل میں ملاتے اور سبز رنگ ڈال کر بوتلوں میں بھر دیتے ہیں۔ اسی طرح چنبیلی۔ گلدستہ۔ گلاب۔ تر پھلا۔ وغیرہ کے تیل ولائت کی بنی ہوئی روحوں سے تیار ہوتے ہیں۔ جیسے کیوڑہ۔ گلاب۔ سونف وغیرہ کی روحوں سے کیوڑہ۔ گلاب۔ سونف کے عرق بنتے ہیں۔ اسی طرح آنولہ چنبیلی۔ خس وغیرہ کے تیل بھی روحوں سے بنتے ہیں۔ تیل بنانے والوں کا سب سے بڑا مقصد عمدہ خالص اور مفید چیز مہیا کرنا نہیں۔ بلکہ روپیہ کمانا ہے۔ آپ غور فرمائیے تل کا تیل چودہ روپیہ من کا۔ توائے۔ مونگ پھلی کا آٹھ دس روپے من کا۔ اور وائٹ آئل آٹھ دس روپے من کا بکتا ہے۔ روح ملا کر اور رنگ دے کر تیل بنانے والے لوگ تین چار روپے سیر کے حساب سے فروخت کرتے ہیں۔ گویا ایک روپے کا تیل تیار کر کے دس گیارہ روپے کماتے ہیں۔ یہ تجارت سب سے بڑھ کر نفع بخش ہے۔

اگر وہ کیمیائی طریقہ سے تیل شدھ کریں تو وہ تین چار روپے سیر ہرگز ہرگز فروخت نہ کرسکیں۔ کہ یہ بڑا وقت طلب کام ہے۔

تیل لگانے کا مقصد استریاں کچھ تو خوشبو کے سبب سے اور کچھ بال دل فریب اور ملائم بنانے کے مقصد سے تیل سر میں ڈالتی ہیں۔ شوقین لوگ اپنے بالوں کی خوبصورتی بڑھانے کے واسطے معطر تیل استعمال کرتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر ماہروں کی رائے میں تیل سر میں ڈالنے کا بڑا مقصد بالوں کی پرورش اور ان کی زندگی اور ان کی فطری چمک قائم رکھنا ہے۔ اور واقعی بات یہ ہے کہ آپ کے سر کے سوالاکھ بالوں کی پرورش کا بارگراں آپ کا جسم برداشت نہیں کرسکتا۔ اس لئے شدھ پوتر تیل استعمال کرنا ضروری ہے۔ جو بالوں کی جڑوں میں جذب ہوکر جلد کے اندر جاکر غذا کا کام دیتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بازاری تیل خالص نہیں ہوتے۔ اسلئے وہ بالوں کی جڑوں کے اندر سرائت نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بال کمزور ہوجاتے ہیں۔ جس کی پہلی علامت کھجلی۔ جلن اور بعد میں بفا ہوتی ہے۔ ساٹھ فی صدی استریاں بال گرنے کے روگ سے نالاں ہیں چھوٹی عمر میں بال سفید ہو جاتے ہیں۔ جواں مردوں کے تالو چوٹی بالوں سے محروم ہیں۔ ان بیماریوں کا ایک بہت بڑا سبب بازاری اشدھ تیل اور صابن ہے۔ جس کا آج کل رواج ہے۔ میرے بال آنولہ کے تیل سے برباد ہوگئے۔ اور میری استری کے بالوں کا بھی ستیاناس ہوگیا۔ اسی طرح بیسیوں شستہ مزاج استریاں اور مرد ہیں۔ جو معطر رنگیں بازاری تیلوں سے اپنے بال ستیاناس کرچکے ہیں۔ ان تیلوں کا استعمال ایک دم ترک کردیجئے۔ یا تو کسی ماہر کیمسٹری سے تیل ملاحظہ کراکے یا کسی تجربہ کار ڈاکٹر سے صلاح لے کر بازاری تیل استعمال کرنا چاہیئے۔

صابن کے نقصانات بازاری تیلوں کی طرح صابن سے بھی بالوں کا ستیاناس ہوتا ہے۔ جن چیزوں سے یہ بنتا ہے ان سے بال خشک اور بھربھرے ہوجاتے ہیں۔ دیکھا ہوگا کہ صابن سے سر دھونے کے بعد بالوں کی سیاہی مدہم اور چمک ماند پڑجاتی ہے۔ استریوں کے بالوں کی جڑوں میں چپکا ہوا صابن کئی شکایات کا بانی ہوتا ہے۔ سب سے پہلے بفا پیدا ہوتی ہے۔ پھر خارش اور جلن۔ بعد ازاں بال گرنے شروع ہوتے ہیں۔ سر دھونے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ جلد کے اندر سے جو فاسد مادہ نکلتا ہے اسے خارج کیا جائے۔ گرد اڑ اڑ کر سر پر پڑتی ہے۔ بازاری چکنے تیل گرد اور میل کو خصوصیت سے کھینچتے ہیں۔ سب کے گھر میں نوکر نہیں ہوتے اس لئے جھاڑ پونچھ اور چولھے چوکے کا کام استریوں کو آپ ہی کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح پر جو گرد اڑ کر بالوں پر پڑتی ہے اسے صاف کرنا امر ضروری ہے۔ لیکن صابن سے بالوں کی جڑوں کا مادہ اور میل کچیل صاف نہیں ہوتا۔ صابن کے جھاگ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ جلد کے اندر جاکر اس کے فعل کو تحریک دے سکے۔ اگر صابن ہی سے سر دھونا

منظور ہے تو کسٹائل یا ہیرڈس صابن لینا چاہیے۔ایک ٹکیا میں سے دو تین تولے قریب تراش کر تین پاؤ گرم پانی میں خوب حل کر لو۔اگر ضرورت ہو تو نرم آنچ پر رکھہ کر ہلاتے رہو۔جب گھل جائے اور ذرا ٹھنڈا ہو جائے تو سر دھونا مفید ہے۔پھر ایک بالٹی گرم پانی کی سر پر ڈال کر بال خوب صاف کر ڈالو تاکہ صابن کے ذرے بالوں کی جڑوں میں چپکے نہ رہ جائیں۔پھر تولیہ سے بال اچھی طرح پونچھ ڈالو۔دھوپ میں بیٹھ کر کنگھی سے بال اچھی طرح سلجھاؤ۔پانچ سات منٹ بعد بالوں میں کنگھی کرتے رہنا چاہیے۔تاکہ گرمی بالوں کی جڑوں میں سرائت کر کے تحریک دے سکیں۔جب بال اچھی طرح خشک ہو جائیں تو خالص تیل جڑوں میں مل کر بال بدستور سابق بنا لینے چاہئیں۔چار پانچ دن کے بعد سر دھونا اچھا ہے۔رات کو ڈھیلی سی چٹیا بنا کر سونا چاہیے۔سارے کلپ اور ہیرپن اتار کر الگ رکھہ دینے چاہئیں۔سویرے چند منٹ تک خوب کنگھی کرنا چاہیے۔اور تیسرے پہر گھنٹہ آدھ گھنٹہ بال بکھیر کر ہوا اور دھوپ لگانے سے بہت نفع پہونچتا ہے۔

ٹھاکر جے۔آر۔رائے۔جرنلسٹ

بھکارن

شام کا ہنگام! جنگل کا سماں! عورت کی ذات!
کس لئے برہم نہیں ہوتا نظام کائنات

جا رہی ہے بھیک دامن میں لئے حرماں نصیب
ہاتھ پکڑے ساتھ ہیں معصوم بچّے بھی غریب

سیکڑوں مغرور دروازوں کی ٹھکرائی ہوئی
آ رہی ہے شہر کی جانب سے گھبرائی ہوئی

کان میں لاچار شوہر کی نحیف آواز پر
صبح نکلی تھی جسے بے آب و دانہ چھوڑ کر

پے بہ پے فاقوں سے اب کمبخت میں ہمّت نہیں
مانگنے کو روز بھی جایا نہیں جاتا کہیں

تیز چلنے کے لئے مجبور ہیں وہ خورد سال
بستروں سے جن کو سردی میں نکلنا ہے محال

دے رہے ہیں شدّت سردی سے سب اعضا جواب
رات کو غمخوار ان کی آگ دن کو آفتاب

صبح کھا کر شام کا کھانا انہیں حاصل نہیں
زیبؔ کوئی گنبد گردوں میں اہل دل نہیں

زیبؔ عثمانیہ لدھیانوی

مضمون نویسی

عالم نسواں کی موجودہ تعلیمی ترقی جس کی ذمہ داری بڑی حد تک عصمت اور تہذیب النسواں جیسے مفید۔ نا نہ رسالوں سے مخصوص ہے۔ اخبارات و رسائل سے بہت کچھ تعلق رکھتی ہے۔ آج ہندوستان میں شاید ہی کوئی پڑھی لکھی عورت ہوگی جس کو اخبارات اور رسائل سے فائدہ اٹھانے کا شوق نہ ہو۔ یہ شوق یہیں تک محدود نہیں ہوتا۔ بلکہ مضمون نویسی کی خواہش بھی پڑھنے والیوں کے دل میں موجود ہوتی ہے۔ اور جو اس طرف توجہ کرتی ہیں ان میں اکثر کامیاب ہوتی ہیں۔

میں بھی مضمون لکھتی ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس فن سے ناآشنا ہوں۔ چونکہ میرے مضامین عصمتی بہنوں کے حلقہ میں شرف قبولیت حاصل کرتے ہیں اس لئے دل بڑھتا ہے اور اس طرف مزید توجہ کا ولولہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس مضمون میں میں اپنے ذاتی خیالات اور تجربات کو مضمون نویسی سے دلچسپی رکھنے والی بہنوں کی ضیافت طبع کے لئے قلم بند کر دینا چاہتی ہوں۔

میرے خیال ناقص میں مضمون نویسی کے لئے کسی اعلیٰ علمی قابلیت اور ادبی قوت کی کوئی خاص ضرورت نہیں اور بغیر ان خوبیوں کے بھی انسان ایک کامیاب مضمون نویس بن سکتا ہے۔ درحقیقت ایک مضمون نویس کی سب سے بڑی خوبی اس کی وسعت نظر ہے۔ وہ ہر پیش نظر چیز سے فائدہ اٹھانے کا موقع رکھتا ہے۔ اگر مضمون نویس میں ہمہ دانی جسے انگریزی میں Versatility کہتے ہیں موجود ہو تو وسعت نظر اور فہم سلیم کی مدد سے مضمون نویسی میں انتہائی عروج حاصل کر سکتا ہے۔ عام مضمون نویس کی بہترین تعریف میرے خیال میں انگریزی کا وہ فقرہ ہو سکتا ہے جو بظاہر تو تمسخر کا انداز لئے ہوئے ہے۔ لیکن درحقیقت موضوع بحث کے لئے بہت مناسب ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے Jack of all master of none (یعنی ہر چیز سے واقف لیکن ماہر کسی کا نہیں) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص ہمہ داں ہو تو مضمون نویس نہیں ہو سکتا۔ انتہائی ہمہ دانی مضمون نویسی کا منتہائے نظر ہے۔ میں نے جو تعریف اوپر پیش کی وہ عام طبقہ کے لئے ہے اور میں بھی مضمون لکھتی ہوں اور اسی کی مصداق ہوں۔ میں نے نہ تو کسی اسکول میں تعلیم حاصل کی اور نہ سائنس، تاریخ اور ادب کے رموز سے آگاہ ہوں۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ میں ہر نئی بات اور ہر نئے خیال سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار رہتی ہوں۔ مجھے خاندان کے تعلیم یافتہ بزرگوں اور عزیزوں سے مضمون کی اصلاح لینے میں ہرگز شرم نہیں آتی۔ اور اکثر مضامین جو صرف میری ہی نظر سے گزرتے ہیں ان سے میری تشفی نہیں ہوتی۔

دوسرا امر جو مضمون نویسی کے لئے صد درجہ ضروری ہے وہ خیالات کے اظہار کی قدرت اور ان کے سلجھے ہوئے الفاظ میں ادا کرنا ہے۔ اگر ہمیں اس پر قدرت نہیں تو مضمون نویسی بھی ممکن نہیں۔ مضمون نویس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے عنوانات پسند کرے جن پر وہ نئے نقطۂ نظر سے روشنی ڈال سکتا ہو۔ یا ناظرین و ناظرات کے لئے کوئی نئی بات پیش کر سکتا ہو۔ نفسیات کا یہ عام مسئلہ ہے کہ انسان کی فطرت جدت پسند واقع ہوئی ہے۔ اور وہ ہر اس بات سے گھبرا جاتا ہے جس میں ندرت نہ پائی جائے۔ اگر اس نکتہ پر نظر نہ رکھی جائے تو مضمون کبھی شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ رسالوں کے مضامین میں طوالت بھی ایک طرح کا نقص ہے۔ ایسے مضامین درحقیقت واقعات و خیالات پر ایک طرح کا سرسری تبصرہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کسی بحث پر اس حد تک زور دینا چاہئے جہاں تک زور دینا اس کے لئے ضروری ہو۔ ورنہ مضمون کی دلچسپی ضائع ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر میں بھی اب قلم روکتی ہوں۔ (باقی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۰ پر)

زیادہ گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے۔

رضیہ ۔ جلد بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا۔ آبرو۔ آبرو میرے خود دار والد کی آبرو۔ جس پر ہمیں بجا طور پر فخر ہے۔ کبھی مٹنے نہ پائے گی۔ امّی دیر نہ کرو بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا۔

گل ۔ ماں ہو کر میں اپنے منہ سے کیسے کہوں کہا نہیں جاتا دشمن لاتعداد فوج لئے ہمارے تعاقب میں ہے۔ اور تھوڑے سے سپاہی لئے ہوئے تمہارا بھائی مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

رضیہ ۔ امّی صاف صاف کہو کیا مرنا ہوگا۔ والد کی عزت بچانے کے لئے کیا مرنا ہوگا۔ میں پٹھان کی بیٹی ہوں موت سے نہیں ڈرتی امّی جلد بتاؤ۔ کب اور کس طرح مرنا ہوگا۔ تامل مت کرو۔

گل ۔ بیٹی اس تاریکی کے پردے میں موت لالچ بھری نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ رہی ہے۔

رضیہ ۔ امّی میں موت سے بالکل نہیں ڈرتی میں اسے اصل زندگی سمجھتی ہوں۔ میری جان رہے یا نہ رہے لیکن والد کی عزت بھائی کی حرمت اور لودھی خاندان کا وقار قائم رہے۔ یہی میری عین راحت اور مسرت ہے۔

گل ۔ بیٹی تجھ پر ہزار آفرین۔ ڈر کیا ہے میں ساتھ چلوں گی۔ تجھے اپنی گود میں لے چلوں گی جنت میں ہم دونوں ماں بیٹیاں بہادر نواب کی فتح کی خوشی منائیں گی

گل ۔ آہستہ۔۔۔ آہستہ۔ پھولوں کے سائے پھولوں کے بار سے اپنے جسم کو بچا کر۔ اپنے مالک کے دائمی وقار کے مندر کی بنیاد رکھ کر زندگی کی پُر آشوب ندی سے پار ہو کر ابدی خوشبو سے بھرے ہوئے پھولوں کے خوبصورت ملک میں چلی جاؤں گی۔ بہنو۔ سہیلیوں تم میں سے کون میرا ساتھ دے گی آؤ وقت گذر رہا ہے آہستہ۔ آہستہ شیطان چاروں طرف چپکے چپکے اپنی تیز نگاہیں ہماری جانب ڈال رہا ہے اسے دھوکا دے کر۔ کوئی دیکھنے نہ پائے۔ کوئی سننے نہ پائے آؤ۔ چل جاؤں۔ کون آئے گا آؤ

(لونڈیوں کا رضیہ کے ساتھ جانا۔)

رضیہ ۔ امّی میں پہلے آتی ہوں۔

گل ۔ رضیہ بیٹی تو خوش قسمت ہے پہلے چلنے کا فخر تمہیں نے حاصل کیا آ بیٹی تیرے گھائل جسم کو چھاتی سے لگا لوں۔ یہ پاک خون صرف زمین کو ہی کیوں ٹھنڈا کرے۔ دم بھر کے لئے امی کی چھاتی کو بھی ٹھنڈا کرے۔

رضیہ ۔ امّی کہو ابا جان کی عزت بچ گئی۔ کہو نواب صاحب کا سب تردد دور ہو گیا۔ اب بات بھی نہیں کی جا سکتی۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ آسمان کے فرشتے کہیں جا رہے ہیں۔ جیسے کسی کو لینے جا رہے ہیں۔ وہ سر پر سنہری تاج اور ہاتھ میں سونے کا عصا لئے ہوئے ہیں۔ آہ اب

کھلکر سے قاصر ہوئی جا رہی ہوں۔

گل بیٹی اب اور بات چیت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ چل رضیہ چل۔ ہم بھی ان فرشتوں کے ساتھ اسی پاک جگہ چلیں گے۔

رضیہ سمجھ گئی معلوم ہو گیا وہ۔ وہ۔ بھائی عظمت اور ابا جان کو لینے کے لئے جا رہے ہیں۔ امی امی کیسا شیریں گیت سنائی دے رہا ہے یہیں اس چنبل ندی کے کنارے۔

گل لونڈیوں میں کون کون اس پاک راستے کا سفر کرنے کے لئے تیار ہے؟

لونڈیاں ہم سب چلنے کو تیار ہیں۔

گل جو مجبور ہو کر جانے کو تیار ہو وہ نہ چلے جو امید کے چکر میں پڑ کر اس زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتی ہے وہ بھی نہ چلے۔ جو خوش مسرت سے چلنا چاہے وہی جا سکتی ہے جو چمکتی ہوئی تلوار کی تیز دھار کے سامنے جرأت کے ساتھ اپنی چھاتی بڑھا لے ہاں وہی چلے۔

لونڈیاں ہم سب اسی لئے تیار ہو کر آئی ہیں۔

گل تو پھر دیر کیوں ہو رہی ہے۔ آؤ چلو شیطان کے حملے سے بچنے کے لئے موت کے پاک پردے میں بڑے چلو۔ ہاں آہستہ۔ آہستہ پھولوں سے آراستہ ہو کر خوشی اور انبساط سے گناہوں کی اس دنیا کو چھوڑ کر پاک۔ مقدس ملک کی راہ اختیار کرو۔

(ترجمہ)		کنیز محمدی بیگم منشی فاضل

سلمہ ستارہ کا کام

جس کا خواتین کو دو سال سے شدید انتظار تھا چھپکر تیار ہے

ہندوستان کی نامور دستکار محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ اندھیری رکن ادارت جوہر نسوان جن کو مختلف دستکاریوں پر زنانہ نمائشوں سے تمغے اور زنانہ رسائل سے متعدد دفعہ انعامات ملے ہیں جن کی دستکاری کی خواتین ہند میں دھوم ہے انھوں نے یہ کتاب ایڈیٹر عصمت کے اصرار پر نہایت قابلیت اور بے انتہا محنت سے تیار فرمائی ہے۔

مضامین کی مختصر فہرست

فن نقاشی	سامان نقاشی	نقاشی بین ریشم جال
موٹے ریشم پر نقاشی	سیاہ رنگ پر نقاشی	سلائی کی مشین سے نقاشی
فریم یا کارگا	دستی رنگ یا حلقہ	برگیس ٹرانسفر پیپر
قبل از سلائی احتیاطیں		سلمہ ستارہ کی قسمیں

کتاب پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی ہے اور ہر حصہ کے متعلق ضروری ہدایات ہیں مثال کے طور پر حصہ اول کی ہدایات کے عنوانات درج کئے جاتے ہیں

سلمہ کی آسان کوہت	سلمہ کی گنجان کڑھت	بھری ہوئی کڑھت
سلمہ زری کلابتون بٹا ہوا	سلمہ کجائی کی کڑھت	ریشم زری سے جال بنانا
رنگین زری سلمہ کی کڑھت	سلمہ ریشم کی کڑھت	سلمہ ستارے کی کڑھت

سلمہ اور کلابتون کی مشرقی دستکاری

حصہ اول میں خالص سلمہ کے پھول بیلیں پچھے وغیرہ ۸۲ قسم کے ہیں حصہ دوم میں سلمہ اور ستارے کے کام کے ۳۵ نہایت خوبصورت نمونے دیئے گئے حصہ سوم میں سلمہ اور موتی کے ۶۵ دلاویز نمونے ہیں حصہ چہارم میں ۸ وضع وضع کی خوبصورت بیلیں سلمہ کلابتون اور شکوں ستاروں کی ہیں حصہ پنجم میں متفرق نمونے بیلیں عبارتیں قطعات وغیرہ ۲۶ ہیں کل ۲۲۶ نمونے ہیں اور اس قدر خوبصورت کہ آپ دیکھکر پھڑک اٹھیں گے خوب صاف اور واضح بنائے گئے ہیں سفید چکنے دبیز کاغذ پر عمدہ چھپائی ہوئی ہے قیمت صرف دو روپے علاوہ محصول جو کتاب کی خوبیوں کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

ملنے کا پتہ:۔ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

سنگترہ اور ٹماٹر

خوش قسمتی سے ہندوستان میں سنگترہ یا نارنگی کافی مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ اس پھل کی خوبیاں لاتعداد ہیں۔ اس کا چھلکا۔ گودا اور بیج تک کارآمد ہیں۔ انسان کے جسم کے نشوونما کے لئے یہ ایک لطیف ترین غذا گنی گئی ہے۔ اس کے کھانے سے اس کا رس جزو بدن بن جاتا ہے۔ کوئی حصہ ضائع نہیں ہوتا۔ اس لئے حکیموں اور طبیبوں کی اصطلاح میں اس کو امرت رس کہا جاتا ہے۔ اس کے ایک سیر رس میں ڈھائی سو کلوری غذا کی مقدار ہوتی ہے۔ یعنی اجزائے غذا کی مقدار۔ یہ فوراً ہضم ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے۔ سنگترہ میں ترشی کی مقدار جو کہ شیرینی کے اندر پنہاں ہوتی ہے۔ گیارہ فی صدی تک پائی جاتی ہے۔ غذائیت کے لحاظ سے اس کو دودھ پر بھی فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ دودھ کا کچھ حصہ فضلات کی شکل میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف سنگترہ کے رس کا کوئی جز ضائع نہیں ہوتا۔

سنگترہ کے چھلکوں کو خشک کر کے اسی قدر سرسوں کی کھلی ملا کر کوٹ چھان کر محفوظ رکھو۔ صابن کی بجائے اس کو استعمال کرو۔ یہ نہایت ہی اعلیٰ قسم کے **اُبٹنہ اور غازہ** کا کام دے گا۔

سنگترہ کے تازہ چھلکوں کے اندر کی طرف جو سفید سفید جھلی سی ہوتی ہے اس کو کھرچ کر پھینک دو باقی چھلکوں کو باریک باریک کاٹ لو۔ اگر ایک چھٹانک چھلکے کی ہوائیاں ہوں تو ایک سیر سفید شکر تین پاؤ پانی دو سنگترں کا رس اور دو لیموں کا رس سب کو ملا کر خوب پکاؤ حتیٰ کہ گاڑھا ہو جاوے۔ اب اس کو کسی چوڑے منہ کی بوتل یا ڈبے میں بھر رکھو یہ وہی چیز ہے جسے انگریزی میں **مارملیٹ** کہتے ہیں۔ بچے اس کو روٹی کے ہمراہ بڑی رغبت سے کھاتے ہیں۔ بہت فائدہ مند چیز ہے۔ جب سنگتروں کا موسم ختم ہو جاوے تو اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

سنگترے کے چھلکوں میں تیل کی مقدار بہت کافی ہے ان کو تھوڑا خشک کر کے تِل یا ناریل کے ہمراہ کولھو میں پیل کر تیل نکال لینے سے سنگترہ کا تیل بن جاتا ہے۔

ٹماٹر:۔ ٹماٹر جسے "سیب کی بہن" بھی کہتے ہیں ایک نہایت ہی اعلیٰ قسم کی سبزی ہے۔ آج کل تو اس کا شمار میوؤں میں گنا جاتا ہے۔ اس میں قدرت نے تینوں وٹمن یعنی "اے" "بی" اور "سی" کافی مقدار میں پیدا کر رکھی ہیں۔ خوب پکے ہوئے ٹماٹر خواہ کچے کھاؤ یا پکا کر۔ تیز آنچ پر پکانے سے اس کی غذائیت کچھ ضائع ہو جاتی ہے اس لئے کچا کھانا

زیادہ فائدہ مند ہے۔ اس کچے کھانے کا یہ مطلب نہ لیا جاوے کہ سبز۔ کیونکہ سبز کھانا تو معدے میں درد پیدا کر دیتا ہے۔ یہاں خوب پکے ہوئے سُرخ سُرخ خوشنما ٹماٹر مراد ہیں۔

جس موسم میں تازہ نہ مل سکیں بوتلوں یا ڈبوں میں بند مل جاتے ہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اس کے کھانے کی پُرزور سفارش کرتے ہیں۔ چھوٹے بچوں کو جب ان کا دانت نکالنے کا زمانہ ہو ایک چھوٹی چمچی اس کے عرق کی پلانا بہت ہی فائدہ مند ہے۔ اس کی آزمائش بعض کمزور بچوں پر کی گئی۔ ان کو ہر روز ایک ٹماٹر کھانے کو دیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ نہایت ہی تسلی بخش ظاہر ہوا ایسے بچوں کی نہ صرف صحت ہی اچھی ہو گئی۔ بلکہ ان میں چستی اور چالاکی جو کہ بچوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے پیدا ہو گی۔

سیب کی مانند اس میں غذائیت کی بہت بڑی مقدار پائی جاتی ہے۔ چونکہ ان میں کھٹائی کا حصہ غالب ہوتا ہے اس لئے بعض بیبیاں اس کو کچا کھانا پسند نہیں کرتیں۔ گوشت میں بطور سبزی کے کاٹ کر پکا کر کھانا گوشت کو خوش ذائقہ بنا دیتا ہے۔

کچومر کے ہمراہ اس کو کاٹ کر کھایا جا سکتا ہے یا اس کے چھلکے کاٹ کر ان پر تھوڑی شکر چھڑک کر کھٹا اور میٹھا وہ ذائقے اور بھی اچھے بن جاتے ہیں۔

اس کا خوشنما سُرخ سرخ رنگ دل کو بہت اچھا لگتا ہے ایک امریکن ڈاکٹر نے تو اس کی تعریف کے پل ہی باندھ دیئے ہیں۔ یعنی اس نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر اس کو متواتر کھایا جاوے تو جیسا خوشنما رنگ اس کا ہے اس کا کچھ حصہ کھانے والی کے چہرہ پر بھی نمودار ہو جاتا ہے۔ یہی کہاوت سُرخ شلغم کے لئے بھی مشہور ہے۔

ٹماٹر کی پیداوار چنداں مشکل نہیں۔ بہت تھوڑی توجہ سے خاطر خواہ پیداوار ہو سکتی ہے۔ ہر موسم میں۔ اور خاص طور پر سردیوں میں تو اس کی بہتات ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا خاص موسم یہی ہے۔

ٹماٹر کی چٹنی:- اچھے پکے ہوئے ٹماٹر لے کر ان کو دھو کر چند منٹ گرم پانی میں ڈبو دو۔ اس طرح سے ان کا چھلکا بڑی آسانی سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک سیر ٹماٹروں کو چھیل کر ان کو خوب مل ڈالو۔ آدھ سیر شکر سفید۔ نمک مرچ بقدر ذائقہ اور آدھی بوتل سرکہ سب کو ملا کر خوب پکاؤ۔ جب گاڑھا ہونے کو ہو تو کشمش بادام ناریل کی ہوائیاں ملا کر تھوڑا سا اور پکا کر خوب ملا کر اتار لو۔ پھر چوڑے منہ کی بوتلوں میں بھر رکھو۔ یہ نہایت ہی مزیدار اور مفید چٹنی ہے۔ ٹماٹر کا موسم گزر جانے پر اس کو کام میں لاؤ۔ یہ مدت تک خراب نہیں ہوتی۔ بہت ہی زود ہضم چیز ہے طاقت بخش اور غذائیت والی بھی۔

امت الحفیظ

صبر

کسی مصیبت۔ تکلیف۔ یا اذیت کو خندہ پیشانی اور تحمل سے برداشت کرنے کا نام صبر ہے اور اللہ تعالےٰ نے یہانتک اسے پسند فرمایا۔ کہ اپنے کلام میں ان اللہ مع الصابرین فرمایا ہے۔ جبکہ گذرنے والی مصیبت کو اول اور آخر ہر طرح اٹھانا ہی پڑتا ہے۔ پھر کیوں نہ ہم اپنے خالق کی رضا جوئی کو افضل سمجھ کر اسی پر کاربند ہوں!

کسی تکلیف پہ انسان بیخود ہو کر کیا کچھ نہ کر بیٹھتا ہے۔ جو جی میں آتا ہے بک جاتا ہے اور لحہ بھر کو یہ نہیں سوچتا کہ قدرت کے ہاتھوں ہماری ہستی کس قدر وقعت رکھتی ہے اور ہم کون کون سی باتوں پر کس درجہ مختار ہیں۔ اگر یہ مدنظر ہو۔ تو اپنی مجبوری اور بے اختیاری کا علم ہوتے ہوئے ہرگز انسان ایسی بیخودی اور بے کار رنج والم یا غم غصے کا اظہار پسند نہ کرے!!

جبکہ یہ بات معلوم ہے۔ کہ ہم کو رضا و تسلیم کے سوا چارۂ کار نہیں پھر شور واویلا کر کے ناشکروں کی فہرست میں نام لکھوا کر راندۂ درگاہ ہونے کی ضرورت؟ دنیا اور عقبےٰ کا جو نقصان ہوا سو الگ۔

لیکن عام طور پر عورتوں کا نقطۂ نظر اس سے بالکل جداگانہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مصیبت۔ تکلیف اور اذیت پر جو بہت زیادہ شور کرتی ہیں واقعی وہ اس میں مبتلا ہیں۔ اور مصیبت پر جو حد سے زیادہ آہ و فغاں اور ماتم کناں نظر آتی ہیں حقیقتاً غمزدہ ہیں۔ برخلاف اس کے صابر او رمتحمل عورتوں کو وہ سنگ دل قرار دیتی ہیں۔ اور اور آپس میں چہ میگوئیاں کرتی ہیں۔ اوئی ان کو تکلیف تھوڑی ہے نخرے کر رہی ہیں کہ چہیتے پیارے لوگ ناز اٹھائیں مصیبت کا مذاق یوں اڑاتی ہیں" بھلا ان کو غم کا ہیکو ہوگا۔ یہ امرے ہیں اتنی ساری دولت ہاتھ آئی ہے۔ اس بوڑھے کی موت کا ذرا ہی اثر ان کو ہوا ہے۔ وہ تو دکھاوے کے چند آنسو بہا لئے۔ ہو گئی فرصت۔

کوئی کہتی ہیں ہائے بوا تم نے دیکھا تھا اس روز گلزار بیگم کو ہیں تو سر و پڑ گئی پناہ خدا کی اتنی بڑی مصیبت آئی۔ گویا آسمان ٹوٹ پڑا۔ خدا محفوظ رکھے بیوگی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مصیبت ہے؟ مگر وہ بندی جو سر جھکائے بیٹھی تو بس بیٹھی ہی رہی۔ گھر میں حشر برپا تھا۔ بدنصیب ماں اپنے شیر جوان بیٹے کے بچھڑنے پر ماتم کر رہی تھی۔ جس کو دیکھ کر اپنے تو اپنے غیروں کے کلیجے خون ہو کر بہہ جاتے۔ بھلا ان کے کیونکر نہ آنسو ٹپکتے؟ ذرا دکھلاوے کے دو آنسو بھی نہ گرا دیئیں۔ ابھی چند روز کی بات ہے ہمارے مکان کے پرے کئی دریا پار کے سلمان آرہے تھے۔ کہ یکایک ان کا جوان بیٹا جو عرصے سے دق میں مبتلا تھا مر گیا۔ اے ہے بہن کیا بتاؤں ماں بہنوں سے زیادہ بیچاری نوجوان بیوہ کی

رو پیٹ رہی تھی۔ سر کے سارے بالوں کو نوچ ڈالا۔ منھ پر اس قدر دو ہتھڑ لگائے تھے۔ کہ خون جم کر نیلا پڑ گیا تھا سینہ کوبی کرتے کرتے بیچاری کے منھ سے جب خون نکلنے لگا تب بیہوش ہو کر گر گئی۔ محبت ہو تو ایسی کہ اپنی ہستی کو بھول جائے۔ ہندو عورتیں چتا پر جلا کر ستی کی جاتی ہیں۔ مسلمان پردہ نشین بیویاں بے جلائے آتش غم میں ستی ہو جاتی ہیں۔ اون کی تو حکومت سے روک تھام ہوتی۔ مگر ہم پر بھلا کس کی مجال ہے جو زبان کھولے"۔

اب فرمائیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے جو صبر کی تعلیم فرمائی ہے۔ اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ یا سوسائٹی کی نا عاقبت اندیش نکتہ چینی کرنے والیوں کے دلخراش اعتراضات کے ڈر سے احکام آلہٰی کو پس پشت ڈالدیا جائے احکام آلہٰی کی مخالفت ہم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں دنیاوی نجات کی امید ہے مگر اس عیب چین سوسائٹی کے ہدف ملامت سننے کے بعد کہیں بھی منھ دکھانے کے قابل نہیں رہ سکتے۔ لیکن ہاں غور و شعر آپ ان کو بھی کہتے سنیں گی کہ ہم نے صبر کیا۔

اون کا صدمہ بھی بہت سخت ہوتا ہے۔ مگر خدا کے حکم کے آگے چون وچرا کی مجال کہاں۔ سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ صبر کا اجر تو خدا نے رکھا ہے۔ مگر بے صبری کرنے اور حد سے زیادہ غم کھانے سے اس کی بھی امید باقی نہیں رہتی۔ اور جبکہ ہر ذی روح کو فنا ہے۔ سوائے ذات باری تعالےٰ کے اور کسی کو بقا نہیں ہے تو پھر اس کا بے حد ماتم بھی بے کار ہے۔ دنیا میں سب نہ ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔ اور نہ اس طرح مر سکتے ہیں۔ قادر مطلق کی مرضی کے آگے سب مجبور ہیں۔ بڑے تعجب کا مقام ہے۔ کہ باوجود اس علم کے اپنی بے بسی۔ اور بے اختیاری کو جا بوجھ کر گویا ہم حکم آلہٰی کے خلاف ایجی ٹیشن اور مظاہرے کرتے ہیں۔ پھر صابر ہونے کا ہی دعوے رکھتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

جمیلہ بیگم کلکتہ

چند غور طلب مسئلے

جدھر دیکھو اخبارات ہوں یا رسالے جلسے ہوں یا وعظ شور
مچ رہا ہے کہ مسلمان مذہب کی طرف سے غفلت برت رہے اور
فیشن پرستی اختیار کر رہے ہیں لیکن کوئی ان بزرگوں
سے پوچھے کہ خود تمہارا عمل کہاں تک تمہارے قول کے مطابق
ہے۔ یوپی اور سی پی کی تو مجھے کچھ زیادہ خبر نہیں۔ لیکن پنجاب
میں تو میں نے چند ایسے واقعات دیکھے ہیں کہ لڑکی اور لڑکے
کا شرع کے مطابق نکاح کئے بغیر دلہن رخصت کر دیتے ہیں مگر
چونکہ تمام رسم باقاعدہ ادا کی جاتی ہیں اس لئے اس کا نام شادی
ہو جاتا ہے عام طور پر رواج یہ ہے کہ گھر کا ایک آدمی آکر لڑکی سے
دریافت کر جاتا ہے کہ کیا تمہارا فلاں شخص سے نکاح کر دیا جاوے
اب خدا معلوم وہ لڑکی ہاں ہی کہتی ہے یا نہیں باہر اسی آدمی نے
کہہ دیا کہ مبارک ہو نکاح ہو گیا۔ کوئی ان لوگوں سے پوچھے کہ
رسول خدا حضرت محمد مصطفےٰ نے دعائیں اور کلمے پڑھے یا نہیں
یا ان لوگوں کے پاس رسول کریم کے بعد کوئی اور پیغمبر طریقہ مسنون
کا ردو بدل کا پیغام لے کر آیا تھا کہ نہ کلمہ پڑھنا نہ لڑکی کی رضامندی
حاصل کرنا خود بخود نکاح سمجھ لینا۔

قرآن کریم میں حکم ہے کہ اسراف کرنے والا شیطان کا بھائی
ہے اور خود رسول کریم نے اپنی بیٹی خاتون جنت حضرت بی بی
فاطمہ کو قیمتی زیورات اور زرق برق کپڑے نہیں پہنائے اور
اپنی چاہیتی بیوی حضرت عائشہؓ کو سونے کے کنگن پہننے سے روکا
تو ہم بزرگ کیوں خود اپنے ہاتھوں سے اپنی بہو بیٹیوں کو وہی
آرائشی چیزیں لا کر دیتے ہیں جنہیں رسول کریم نے ناپسند
فرمایا۔ زرق برق لباس کی بجائے اگر سوتی اور سفید کپڑا پہنا
جائے تو ان سے قیمت میں بہت زیادہ بن جائے اور
زیادہ عرصہ تک کام آئے اور زیادہ کپڑے ہونے کی وجہ
صاف ستھرے رہنے کا بھی موقع مل سکے۔ اور جب وہ کپڑے
دھلوائے جاویں تو ہر وقت عمدہ حالت میں نکل آئیں۔

قرآن کریم نے مہر کو مردوں کے ذمہ فرض بنایا ہے۔ اور
یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر مرد عورت کا مہر مقرر کر چکا ہے
اور قبل اس کے کہ وہ اس کو گھر لائے۔ طلاق دے دے
تب بھی اس پر نصف ادا کرنا واجب ہے۔ اور اگر عورت
مرد کے پاس رہے اور پھر اسے مرد طلاق دے یا گھر رکھے
تو اس کو عورت کا پورا مہر ادا کرنا ہوگا مگر اب قرآن کریم کا
اتنا زبردست اور اٹل فرمان رواج کے پردے پر آ کر
محض ایک رسم ہو گیا ہے حالانکہ خدا صاف فرما رہا ہے کہ جو میرے
احکام سے تجاوز کریں گے ان کو میں سخت سزا دوں گا۔

آج کل یہ رواج ہے کہ مہر مرد کی حیثیت سے بہت زیادہ مقرر
کیا جاتا ہے جو محض دکھاوا ہوتا ہے اس سے خاک فائدہ
نہیں ہاں لڑکی کے والدین پر سخت گناہ ہے کہ دیدہ دانستہ
ایسی حرکت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ لڑکے پر بھی گناہ ہے
جو انکار نہیں کرتا اور ایک ایسی غلط بات کا اقرار کرتا ہے
جس کا پورا کرنا اس کے اختیار سے باہر ہے اور بلکہ جس کے
پورا کرنے کا اس کا ارادہ بھی نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ
مہر لڑکی کو فوراً ادا کر دے۔ جیسے شریعت کا حکم ہے اور اگر
ادا نہیں کر سکتے تو بخشوا لیا جاوے۔ مہر ہمیشہ بہت تھوڑی
رقم کا باندھنا چاہئے۔ جیسے شریعت میں حکم ہے۔ آج کل
ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے مہر مقرر کر لیا جاتا ہے لیکن ایک
پائی ادا نہیں کی جاتی اور اگر کوئی خدا کا بندہ ایسا نکل آوے
جو خلاف شرع حرکتوں سے منع کرے تو جواب دیا جاتا ہے
کہ تم برادری میں نیا رواج کرنا چاہتے ہو۔ غور کا مقام ہے
کہ قرآن کا حکم خدا کا فیصلہ۔ رسول کی سنت کو برادری
میں رواج بتایا جائے۔ اور خدا کے احکام کی نافرمانی کی
ہدایت کی جائے۔ خدا مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمائے
اور ہمیں توفیق دے کہ ان مسائل پر غور کر کے وہ راستہ اختیار کریں جو خدا اور اس کے رسول کا بنایا ہوا ہے۔ گ۔ ا۔ ف۔ لاہور

قاسم کے انتقال کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ نواب مرحوم نے اپنی تمام ملک و جائداد میرے نام منتقل کر دی ہے۔ اس وقت جن حالات سے مجھے سامنا کرنا پڑا ان میں سے ہر ایک صبر آزما تھا۔ نوجوان نہیں مگر پھر بھی میں ایک جوان بیوہ تھی۔ اور اگر صورت کی وجہ سے نہیں تو دولت کی وجہ سے بہت سے مالدار مجھ سے نکاح کے خواہشمند تھے۔ مگر میں اپنی زندگی کے طویل راستے میں دو ایک جھلملاتی ہوئی شمع دیکھ رہی تھی۔ اور یہی وہ خیال تھا جس نے مجھے نسوانی جذبات پر فتح حاصل کرنے میں مدد دی۔ باسم میرا دو سال کا اکلوتا بچہ تھا۔ اور اس کے باپ کی موت کے بعد یہ خیال میرے دل کی گہرائی میں اچھی طرح پناہ گزیں ہو گیا تھا کہ یہ تمام دولت اس کی ملکیت ہے جس کو مرحوم شوہر نے میرے نام کر دیا۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ قاسم کو مجھ پر کافی اعتماد تھا۔ اور اسی اعتماد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے میں نے قصد کر لیا کہ نکاح ثانی سے احتراز کروں۔ شادی سے پہلے اور خود اس زمانے میں جبکہ میں ازدواجی زندگی بسر کر رہی تھی تو قاسم کی صحت کو دیکھ کر یہ خیالات اکثر میرے دل و دماغ میں آتے رہتے تھے کہ بیوہ کو نکاح ثانی کرنا چاہئے یا نہیں۔ اور میں اس نتیجہ پر پہونچی تھی کہ بچوں کی موجودگی میں بیوہ کو دوسرے عقد کا اس وقت تک حق نہیں ہے جب تک وہ انکی زندگی کی طرف سے مطمئن نہ ہو جائے۔ بہرحال اب یہی صورت میرے پیش نظر تھی۔ اور شکر ہے میں نے اس کو نبھا دیا۔

(۲)

میں نے اپنا کاروبار جاری رکھا۔ اور خود ہی نگرانی کرتی رہی۔ صرف اس امید پر کہ ——— ایک دن باسم اپنے مرحوم باپ کی طرح بڑھاپے میں میری زندگی کا سہارا ہوگا۔ اب تک میں جو کچھ کرتی وہ اپنے نام سے، لیکن میں سمجھتی تھی کہ اس سب کا مالک باسم ہے۔ اور ایک ماں اس سے زیادہ چاہ بھی کیا سکتی ہے؟ میں نے ہر طرح کوشش کی اس کو بہتر سے بہتر تعلیم و تربیت مل سکے۔ چنانچہ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے میں نے بے دریغ روپیہ اٹھایا۔

اٹھارہ سال کے بعد ننھا باسم بیس سال کا نوجوان، خوشرو اور ہنس مکھ لڑکا بن گیا۔ میری عمر ڈھل چکی تھی۔ اور جب کبھی میں اس کی پیشانی کو فرط محبت سے بوسہ دیتی تو وہ نگاہ نیچی کر لیتا اور مجھے بے اختیار ہنسی آ جاتی۔ میں نے اب تمام کاروبار اور ملکیت اسی کے نام کر دی ——— کیونکہ اب مجھے کس چیز کی ضرورت تھی، یہ سب تو اسی کے لئے کیا گیا تھا ——— اور وہ بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کرنے لگا۔

میں آزاد خیال تھی اور میرا خیال تھا کہ بچوں کو شادی کرنے میں کامل نہیں تو تھوڑی بہت آزادی ضرور ہونی چاہئے۔ باسم کی آرزو تھی کہ صاعقہ سے شادی کرے۔ مجھے اس میں اعتراض کی کیا ضرورت تھی میں نے اس کی رائے سے اتفاق کر لیا ——— بیٹے کے علاوہ میں اب ایک بہو کی ساس بھی تھی۔

(۳)

صاعقہ کے گھر میں آنے کے بعد میری کتاب زندگی کا تیسرا باب شروع ہوا۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ نہایت ناکام رہا، نہ صرف

ہی بلکہ میرا تو خیال ہے کہ داستان حیات کا یہ ایک خونچکاں ورق ہے۔جس کا ہر ہر لفظ آنسوؤں کی ایک ایک خونیں بوند سے بنا ہے۔ سن تو میں بھی چکی تھی کہ ساس بہو کی داستانیں بڑی پیچیدار اور عجیب و غریب ہوتی ہیں۔لیکن اب تک میں ان کو "دلچسپ کہانیاں" اور "پرلطف افسانے" سمجھتی تھی۔بہر حال صاعقہ کے بزدلانہ عمل نے جو میرے خرمن ہستی کو جھلسنے کی کوشش کی وہ مقتضی ہے کہ میں حیات کے اس درد کو قرطاس ابیض پر اپنی بہنوں کے سامنے پیش کردوں کہ ———— یہ لرزہ خیز داستان اور عبرت ناک آپ بیتی ہے ابتدائی کے اولین دور کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔وہ تقریب قریب سب کا یکساں ہوتا ہے۔ذکر تو اس وقت کا ہے جب کہ دو ہستیاں میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی شروع کریں۔باوجود اس کے کہ میں نے باسم کو بالکل آزادی دے رکھی تھی مگر پھر بھی وہ جو کچھ صاعقہ کے لئے لاتا وہ احتراماً اور ازراہ محبت مجھ کو پہلے دکھاتا۔اور میرے ہی ہاتھ سے بہو کو دلواتا۔لیکن تھوڑے عرصہ بعد ایک روز کسی طرح میں نے اس کے متعلق گفتگو سنی میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی۔کیونکہ مجھے اس کا یقین ہی نہیں آتا تھا۔مگر اس کے بعد مجھے یہ دیکھ کر بڑا رنج ہوا کہ اب واقعی میرے علم میں لائے بغیر باسم بہت سی چیزیں اپنی دلہن کے لئے لاتا تھا۔تھوڑے عرصہ بعد میں اس کو بھول گئی کہ یہ باتیں ازدواجی زندگی کا اقتضا تھا گو یہ ایک معمولی بات تھی مگر بعد میں تمام فساد و فتنے کی جڑ یہی نکلی۔یہ واقعہ ہے کہ میں آج تک نہیں سمجھی کہ بہو اپنی ساس کو دشمن کیوں متصور کرتی ہے۔اور کیسے ایک کے دل میں دوسرے کے خلاف بغض للّٰہی پیدا ہو جاتا ہے۔اس کے بعد ذرا ذرا سی بات پر بات نکالی جاتی اور معمولی سے معمولی واقعہ پر جھگڑا ہوتا۔میں بارہا اس خیال سے کہ دلہن ابھی ناسمجھ اور ناتجربہ کار ہیں کسی معاملہ میں پڑنے سے بھی بچتی مگر پھر بھی ہر خرابی کی ذمہ دار اور ہر برائی کی موردالزام میں ہی ٹھیرائی جاتی۔نوبت یہاں تک پہونچی کہ ہمارے معرکے اکثر ہونے لگے جن سے اکتا کر باسم کہہ اٹھا "خدا جانے یہ روز روز کے جھگڑے مجھے زندہ بھی چھوڑیں گے یا نہیں"۔میں جب کبھی یہ سنتی تو کلیجہ تھام کر رہ جاتی کیونکہ میں اپنے لال کے متعلق ایسے ارمان شکن الفاظ نہ سن سکتی تھی۔

ایک دفعہ جب کہ دسمبر کی سردیاں تھیں، باسم میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔اور ماتھے پر ہاتھ رکھہ کر بولا "اماں آج تو میرے سر میں درد ہے" میں بے چین سی ہوگئی اور اس کا سر اپنے ضعیف گھٹنے پر رکھہ کر اس کو لٹا دیا۔اس وقت میری آنکھوں کے سامنے اس کے بچپن کا زمانہ پھر گیا۔میں اس کا سر سہلانے لگی۔اور میرے دل میں مرحوم شوہر کا خیال آگیا۔اسی دیر میں صاعقہ گرم کپڑوں میں لپٹی لپٹائی اندر داخل ہوئی اور گرج کر بولی "دیں نے کہا تھا کہ آج سنیما دیکھنا چاہتی ہوں۔مگر آپ یہاں آرام سے لیٹے ہوئے ہیں۔اگر آپ کی نظروں میری بات کی وقعت نہیں تو ———— "میرا بچہ جس پر غنودگی سی طاری ہونے لگی تھی آنکھیں ملتا ہوا کہنے لگا "تمہیں معلوم بھی ہے۔ میرے سر میں ———— "

صاعقہ بغیر بات سنے تیزی سے بولی "ہر وقت سر کو لے بیٹھتے ہو۔نہ جانا ہو تو ویسے ہی کہدو - - - - میں جانتی ہوں کہ میرے خلاف باتیں ہو رہی ہوں گی"

یہ سنتے ہی میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔اس کے بعد کیا ہوا ـ مجھے علم نہیں۔البتہ باسم مجھ سے سنیما جانے کی اجازت لینے آیا تھا۔

اس روز سردی غیر معمولی طور پر زیادہ تھی اور دانت سے دانت بج رہے تھے جس وقت باسم میرے پاس آیا تو میں نے اندازہ کرلیا کہ وہ اس وقت مجبور ہو کر جا رہا ہے۔اور اسی وجہ سے وہ نہایت لاپروائی سے معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔میں نے دل میں سوچا کاش میں اس کو ایک گرم چاء کی پیالی پلا دیتی۔مگر اس خیال سے رک گئی کہ کہیں بہو یوں نہ کہے کہ یہ تو خواہ مخواہ دیر

لگا تی ہیں۔ اس وقت میں نے عورت کی زندگی کی مختلف صورتوں پر غور کیا کہ میرے دل میں سرد ی کا یہ عالم دیکھ کر اس کو چار پلانے کا عزم اور سر کے درد کے متعلق سکر تکلیف اس لئے ہوئی کہ میں ماں تھی۔ اور صاعقہ بغیر پروا کئے سینما جانے پر اس لئے مصر ہوئی کہ وہ صرف بیوی ہی تھی۔

نصف رات کو وہ دونو واپس ہوئے۔ باسم کو بخار تھا اور صبح کو ڈاکٹر کی رائے تھی کہ بائیں پھیپھڑے پر سردی کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ چند دنوں بعد میرا کڑیل جوان، بیس سال کا شیر، میری ان بوڑھی آنکھوں کے سامنے ختم ہوگیا۔ مجھ پر ایک دیوانگی سی طاری ہوگئی اور اس خیال سے کہ شاید ذرا سکون میسر آجائے میں کچھ روز کے لئے دوسرے شہر میں چلی گئی۔

(۴)

میں گھر سے بالکل بے سرو سامانی کی حالت میں چلی تھی اس لئے ایک سال میں جو کچھ میرے پاس تھا وہ خرچ ہوگیا۔ چنانچہ میں وطن واپس لوٹی۔ یہاں آکر مجھ پر جو کیفیت گزری وہ ناقابل بیان ہے۔ صاعقہ نے تمام جائداد اور ملکیت باسم کی بیوہ ہونے کی حیثیت سے اپنے نام کرالی تھی۔ اور نہ صرف یہی بلکہ دوسرے جواہرات دیگر چیزیں بھی جن کی قیمت نصف لاکھ کے قریب ہوگی۔ اپنے قبضہ میں کرلی تھیں میں جب اپنے محل نما عالیشان مکان میں داخل ہونے لگی تو مجھے روک دیا گیا کہ اب میں اس کی مالک نہ تھی اسوقت میری حالت اور بھی غیر ہوگئی۔ اور میں حسرت وحیرت سے در و دیوار کو تکنے لگی۔ بڑھاپے کے ساتھ ساتھ اس صدمۂ جانکاہ نے مجھے وقت سے پہلے مردہ کر دیا تھا۔ ان مصیبتوں کو دیکھ کر میں سمجھنے لگی کہ میرا آخری وقت آن پہونچا ہے۔

میں اب خیالات کی کشمکش میں اور الجھن میں تھی۔ کیونکہ اب نہ میرے قیام کا ٹھکانہ تھا اور نہ طعام کا انتظام۔ میرے سامنے صرف دو راہیں تھیں، ایک یہ کہ اپنی بہو کے پاس چلی جاؤں اور دوسرے یہ کہ "خیرات" گھر میں داخل ہوجاؤں۔ جو مفلس اور اپاہج لوگوں کے لئے وقف تھا۔ اور جس کی تعمیر میں نصف روپیہ میرا دیا ہوا تھا۔ صاعقہ کا خیال آکر میرے دل پر ایک گھونسہ سا لگا۔ کہ اس نے اپنے شوہر اور میرے بیٹے کی موت کا ایک سال بھی ماتم نہ کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک بیرسٹر سے شادی کرلی۔ اس کے علاوہ میں اس کے پاس دست نگر بن کر رہنا بھی نہ چاہتی تھی۔ نہ جانے کس وقت طعن و تشنیع سے میرے کلیجے کو چھلنی کر دے۔ اور خدا جانے وہ مجھے اپنے پاس رکھے بھی یا نہیں۔ ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے دھتکار کر اپنے نوکروں سے مکان کے باہر نکلوا دے۔

نصف رات تک میں ایک درخت کے نیچے بیٹھی رہی۔ اور اب میرے کمزور اعضا باہر کے خراب موسم کو برداشت نہ کرسکے اس لئے میں آہستہ آہستہ خیرات گھر کی طرف روانہ ہوئی۔

"خیرات گھر" کی تعمیر کے وقت میں سہاگن اور جوان تھی۔ اب اس عرصہ میں وہاں کے نگراں بھی بدل چکے تھے اس لئے کوئی مجھے پہچانتا بھی نہ تھا۔ اور نہ میں یہ چاہتی تھی۔ بعد منت وسماجت مجھے وہاں داخل کرلیا گیا۔

چنوں کی ایک مٹھی سے پیٹ بھرنے اور ایک جھلنگے پر سو جانے کے لئے جس وقت کہا گیا تو میرے دل کی بھڑک اٹھنے والی بھٹی سے آہوں کے بادل نکلنے شروع ہوگئے۔ کہ ایک بیگم آج لاوارثوں کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں یہ دیکھ کر شسدرہ گئی کہ وہاں کے لوگ خلاف معمول میری عزت کر رہے ہیں۔ اتفاقاً میرے

ہاتھ صبح کا اخبار لگ گیا اور نہ جانے کیسے میری نظریں اس خبر پر جمی کی جمی رہ گئیں جس کا عنوان یہ تھا۔

"مخیر نواب قاسم کی بوڑھی بیوی خیرات گھر میں"

میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی کہ یا رب۔ میرے چھپانے کے یہ راز کیسے آشکار ہو گیا۔ میرے دریافت کرنے پر ایک خادمہ نے بتایا کہ حسب معمول جب کہ وہ رات کو بجائے "لوگوں کو سوتا دیکھنے کے لئے آئی تو اس نے مجھے کراہتے اور کچھ بڑبڑاتے سنا۔ شاید میں خواب اور عالم بے ہوشی میں قسمت کا شکوہ کر رہی ہونگی۔ اس نے غور سے میری باتوں سے میرے حالات جمع کر کے اپنے نگراں کو دے دئے جس نے اسی وقت صبح کو نکلنے والے اخبار میں بغرض اشاعت ارسال کر دئے۔

ابھی میں اسی شش و پنج میں تھی کہ ایک اور سنگین واقعہ پیش آیا۔ کیا دیکھتی ہوں کہ صاعقہ تیور پر بل ڈالے بھاری قدموں سے چلی آ رہی ہے۔ وہ میرے مقابل ڈٹ گئی اور کرخت آواز میں بولی کیوں بی بڑی بی! اب تم نے یہاں تک رسوائی کرا دی۔ تمہیں اپنے شوہر اور بیٹے کو جن کا تمہیں عاشق زار ہونے کا دعوٰے تھا اس طرح بدنام کرتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ توبہ ایسی عورتیں پیدا ہوں۔

وہ نہ معلوم اور کیا کیا بکتی رہی۔ لیکن شدت غم سے میرے کان کچھ اور نہ سن سکے۔ اس قدر بے باکی اور گستاخی کی مجھے کاہے کو توقع ہو سکتی تھی۔ اس واقعہ کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خیرات گھر سے مجھے ایک اور تنگ و تاریک مکان کیا کوٹھری میں منتقل کر دیا گیا۔ میں اپنی حالت پر خود ہی آنسو بہاتی۔ مگر مجبور تھی۔ یہ کوٹھری ایک غریب شخص کی ملکیت تھی جو اپنی بوڑھی بیوی اور بیٹی کے ساتھ عسرت سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ دونو میاں بیوی صاعقہ سے تو کم مگر بد مزاج ضرور تھے۔ لیکن ان کی لڑکی جس کا نام فیروزہ تھا، نہایت نیک دل۔ اور شریف الطبع تھی۔ فیروزہ میرے پاس کبھی کبھی از راہ ہمدردی رات کے وقت آ بیٹھتی اور اسکی باتوں سے میرا دل بہل جاتا۔ اُسی نے مجھکو بتایا کہ صاعقہ کو اس کے شوہر نے مجبور کیا کہ وہ مجھکو خیرات گھر سے کہیں اور اچھی جگہ منتقل کر دے۔ کیونکہ اس میں ان کی بدنامی تھی۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ کوٹھری تو خیرات گھر سے بجائے بہتر ہونے کے بدتر تھی۔ صاعقہ نے انتظام کیا تھا کہ ان لوگوں کو میرے قیام اور طعام کے لئے کچھ روپے ماہوار مقرر کر دئے تھے۔ ان دونوں میاں بیوی نے اس ہی آمدنی کو غنیمت سمجھا۔ کیونکہ ان کی بسر اوقات فیروزہ کی ملازمت پر تھی۔ جو مدرسہ میں بچیوں کو پڑھایا کرتی تھی۔ فیروزہ بے چاری صبح سے شام تک مدرسہ میں رہتی اور رات کو نقصان پہونچانے والی روشنی میں گھر کے کام کاج اور سینے پرونے میں لگی رہتی۔ جب اس سے تھوڑی سی فرصت ملتی تو میرے پاس بھی آ جاتی۔

نصف سال تک یہی حالت رہی۔ لیکن دفعتاً پھر ایک مصیبت نازل ہو گئی۔ صاعقہ نے ایک ماہ سے خرچ نہیں بھیجا تھا۔ اور اس کو وہ دونوں میاں بیوی بری طرح محسوس کر رہے تھے۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ وہ دونو مجھ کو جھڑکنے اور برا بھلا کہنے لگے۔ انتظار کرتے کرتے وہ جب تھک گئے تو ایک دن کہنے لگے کہ اگر پرسوں تک خرچ نہیں آیا تو ہم کو اسے نکالنا پڑے گا ——— میرا کلیجہ دھک سا رہ گیا۔

دو روز گزر گئے اور ان کا طرز عمل بد سے بدتر ہو گیا۔ اور تیسرے دن انھوں نے مجھے دونو وقت کھانا بھی نہیں دیا عمر کا تقاضہ تھا اس لئے دن بھر کے فاقے کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گئی تھی۔ اور ادھر اس خوف سے کہ کوئی گھڑی میں مجھے سڑکوں پر بھیک مانگنی پڑے گی۔ میں اور بھی نڈھال ہو گئی۔

رات کو مدھم روشنی بھیگی ہوئی سڑکوں پر پڑنے لگی۔ اور درختوں کے کانپتے ہوئے سائے برسات کی مضر ہوا سے لر-

گے۔ بارش کافی شدت سے ہو رہی تھی۔ اور یہاں اپنے پھٹے پرانے اور پیوند لگے ہوئے کپڑوں سمیت اپنے جسم کو چاروں طرف سے لپیٹے ہوئے تھی کہ دونو میاں بیوی گرجتے ہوئے میرے پاس پہونچے۔

میاں بولا "ہم خود ہی غریب ہیں اور تم نے ہم پر اور بار ڈال رکھا ہے۔ اگر تمہارے پاس خرچ اٹھانے کے لئے روپیہ نہ تھا تو تم آئی ہی کیوں؟

اور بیوی تیوری چڑھاکر بولی "اگر تمہارے حمائتی اتنی بھی استطاعت نہیں رکھتے تو تم کو بھی گھر نہ گیا تھا—— ؟ ہم بھی مجبور ہیں تم کو اب یہاں سے چلا جانا چاہئے" میں نے اپنے ہاتھ پر اپنا آنسو گرتا ہوا محسوس کیا۔ اور میں بڑی لجاجت سے بولی "مجھے تو خود علم نہیں کہ یہاں کیسے پہونچی۔ - - - - خدا کے واسطے مجھے صبح تک یہاں رہنے دو اس دھوتال پانی کے رکتے ہی چلی جاؤں گی"

"نہیں۔ نہیں" وہ دونو بات کاٹ کر بولے۔ "تمھیں اسی وقت جانا ہوگا۔ - - -" وہ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ فیروزہ اندر داخل ہوئی۔

اس کی آنکھیں پرنم تھیں۔ وہ میرے پاس لگ کر کھڑی ہوگئی۔ اور اپنی ماں سے کہنے لگی "نہیں اماں، تم ان کو نہ بھیجو۔ تم اتنا ہی سمجھ لو کہ میری کمائی میں یہ بھی حقدار ہیں"

باپ آگے بڑھ کر بولا "تم اپنی کمائی سے کس کس کا پیٹ بھرو گی؟ کیا—— ؟

فیروزہ اپنے باپ کے قدموں پر گر پڑی۔ اور روتی ہوئی بولی۔ - - - ابا! میں ان کو ہرگز نہ جانے دوں گی—— اگر آپ ایسے ہی مصر ہیں تو میں خود کل ان کی بہو کے پاس جاکر دریافت کروں گی کہ روپیہ کیوں نہیں بھیجا گیا"

باپ سمجھ دار تھا۔ اپنی بیوی کو اشارہ کرکے واپس چلا گیا۔ اور میں کسی اندرونی جذبے سے متاثر ہوکر فیروزہ سے لپٹ گئی۔ اس وقت میرے دل میں ایک آگ سی لگی ہوئی تھی کہ کاش! فیروزہ میری بیٹی ہوتی!!

(۵)

دوسرے روز شام کو سب سے بڑے ہوٹل میں میرے لئے دو کمرے لے دئے گئے اور دو ماما ئیں خدمت کے لئے مقرر کردی گئیں۔ میں اس تغیر پر متعجب اور حیرت زدہ تھی۔ میرے اصرار پر فیروزہ نے یوں کہنا شروع کیا۔

میں آج کی مدرسے سے رخصت لے کر صاعقہ کے مکان پر پہونچی۔ وہاں بڑے پیمانے پر دعوت ہو رہی تھی۔ اور تمام مہمانوں کے درمیان صاعقہ اور اس کا دوسرا شوہر ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ میں اس کروفر کو دیکھ کر مرعوب ہوگئی۔ لیکن دفعتاً مجھے محسوس ہوا۔ کہ میں ایک نہایت اہم کام کے لئے آئی ہوں۔ میں صاعقہ کو مخاطب کرکے اس کی کمزوری پر روشنی ڈالنے لگی۔ اور وہ مجھے دیکھ کر چیں بہ جبیں ہوگئی۔ اس نے فوراً اپنے ملازم کو ڈانٹا۔ کہ ایسی عورتوں کو اندر آنے کی اجازت کیوں دی۔ لیکن بغیر اس کی پرواکئے میرے منہ میں جو کچھ آیا اس کو کہہ ڈالا۔ کہ بہوؤں کے یہ وطیرے نہیں ہونے۔ یہ سنکر تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور اس نے مجھے گھر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ لیکن اس وقت اس کا شوہر اٹھا اور مجھے ایک طرف لے جاکر تمام حالات معلوم کرنے لگا۔ وہ نہایت نیک آدمی ہے۔ تمہاری کیفیت سنکر وہ بہت متاثر ہوا۔ اور صاعقہ کو ڈانٹنے لگا۔ اس کے بعد اس کا ایک دوست جس کا نام شاید المناہے اور جو یہاں سب جج ہے۔ اس کے پاس آگیا۔ اور وہ اس سے مشورہ کرکے بولا "ہمیں بوڑھی ماں کا احترام کرتے ہوئے کم از کم اس کی اپنی ملکیت واپس کردینی چاہئے۔ صاعقہ اس پر راضی نہ ہوتی تھی۔ مگر اس کا شوہر اس پر خفا ہونے لگا

کہ خدا کو کیا منہ دکھاؤنگی۔ اس طرح وہ بے چارہ جلدی سے یہاں ہوٹل میں آیا اور تمام انتظام کیا۔ ۔ ۔ ۔"

فیروزہ اپنے واقعات کہتی جاتی تھی اور میری کیفیتیں کروٹیں بدلتی رہتی تھیں تیسرے روز نصف لاکھ روپیہ میرے قبضے میں تھا اور ایک دفعہ پھر میں نے آرام و بے فکری کے سورج کی کرنیں دیکھیں صاعقہ اور اس کا شوہر بھی میرے پاس آئے۔ مسٹر سٹر کو دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ بڑا ہی شریف اور خدا ترس آدمی ہے! مجھے اس میں اپنے مرحوم باسم کی جھلک نظر آرہی تھی۔ وہ روتا ہوا بولا "اماں! خدا کے واسطے ان کو معاف کر دیجئے"! میں نے صاعقہ کو معاف کر دیا۔

سب جج الما اکثر میرے پاس آتا تھا۔ آمد واقعہ یہ ہے کہ وہ فیروزہ کی جسارت اور جرأت سے اس۔ ورمسحور ہو چکا تھا کسی نہ کسی طرح مجھے معلوم ہوہی گیا کہ وہ اس سے شادی کا آرزومند ہے۔

مجھے اپنی زندگی اب ختم ہوتی معلوم ہوتی ہے اس لئے میں نے اپنی تمام ملکیت فیروزہ کے نام کر دی ہے۔ اس کو اب اسکول جانے کی ضرورت نہیں۔ اور اس کے والدین اب ایک اچھے مکان میں رہنے لگے ہیں۔

فیروزہ کو بیٹی بنا کر میں نے الما سے اس کی شادی کر دی۔ اور وہ دونوں خوش و خرم ہیں۔

ہاں! میری کتاب زندگی کے آخری باب کو مطالعہ کرنے والا، آخری ورق کی پیشانی پر یہ الفاظ خون سے رنگے ہوئے پائیگا کہ جس وقت فیروزہ لباس عروسی پہن کر مجھے سلام کرنے آئی ہے اور میں بطور یادگار اس کو نیلم کی انگوٹھی پہنا رہی تھی تو میرے دل کی یہ صدا اس کے سر پر دعاؤں کے پھول بن کر برس رہی تھی کہ

اے کاش! میری بہو ایسی ہوتی!!

صادق الخیری
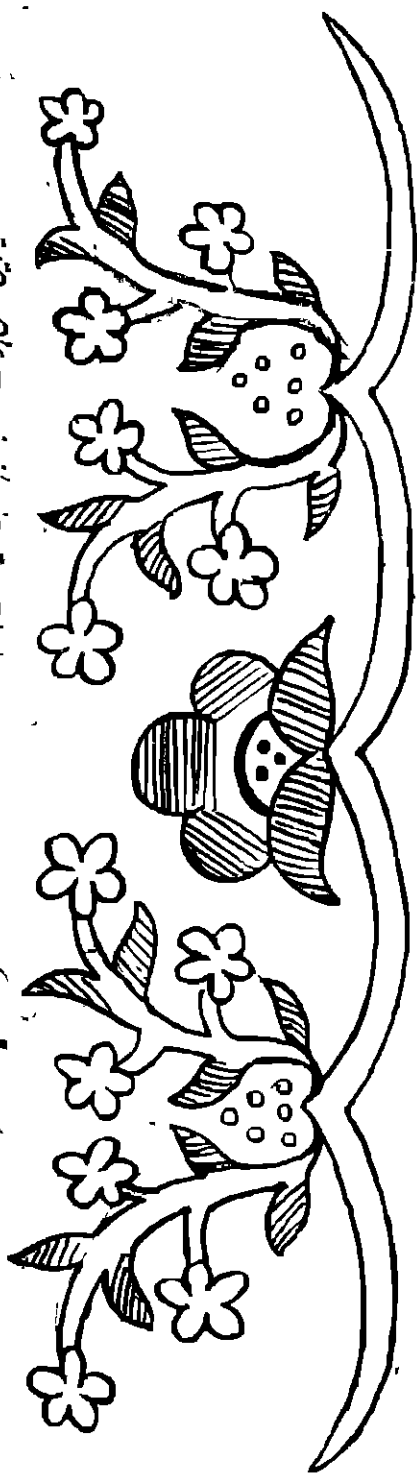
طرز کے پانچ کی بیل۔ زنگی کا [illegible] سے بھرے بنائیں۔ پتیاں ہری [illegible] بنائیں۔ پھولوں کا [illegible] پیازی [illegible] درمیان کی [illegible] زرد کا دیا جائے [illegible]
یہ بیل [illegible] کے بعد بہت ہی دیدہ زیب ہوگی۔
نشاط افزا صاحبہ کلکتہ
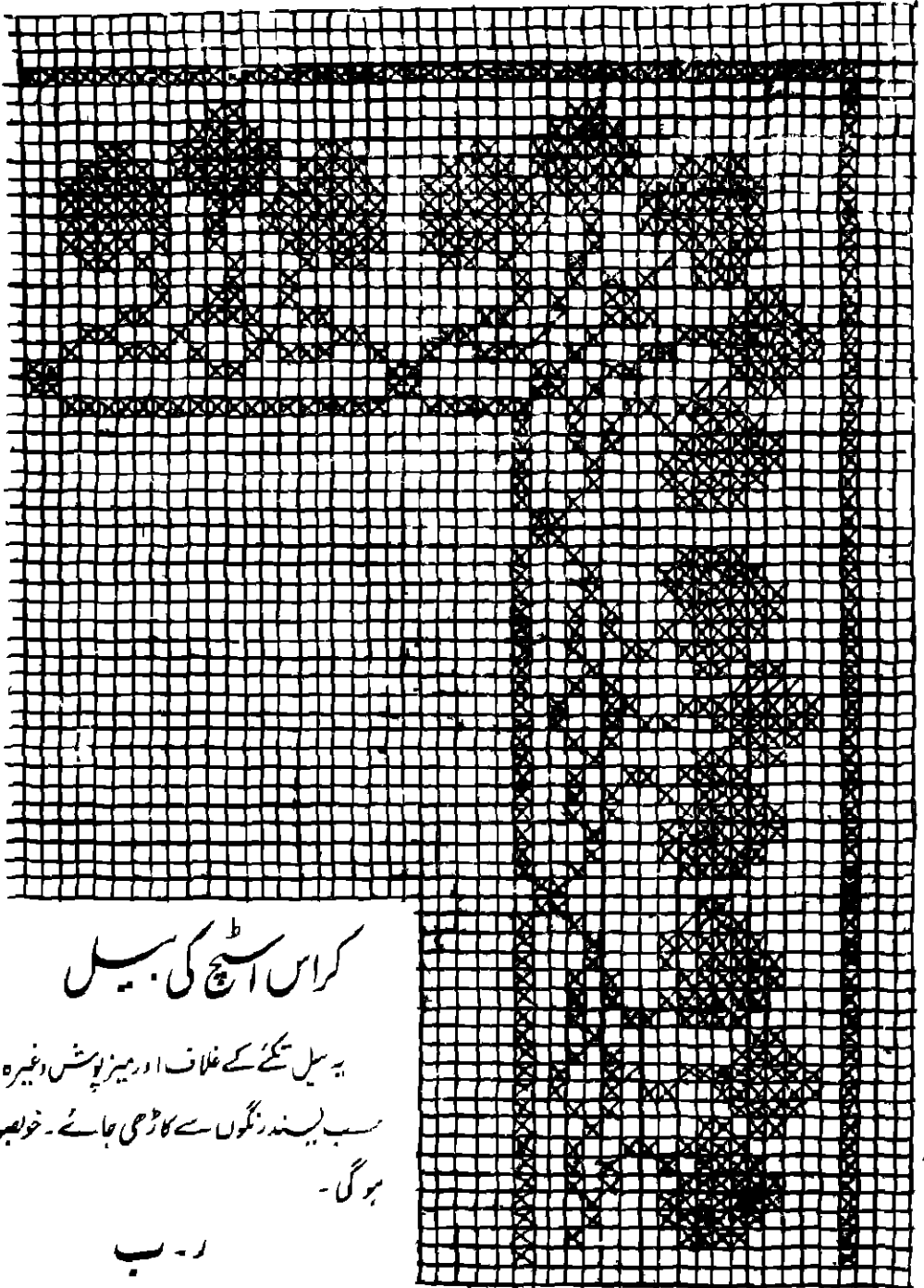
کراس اسٹچ کی بیل

یہ بیل تکئے کے غلاف اور میز پوش وغیرہ پر حسب پسند رنگوں سے کاڑھی جائے۔ خوبصورت ہو گی۔

ر۔ ب

جوہر نسواں دہلی کا خاص نمبر ادنی کام سلائیوں سے مارچ میں شائع ہو جائے گا۔

سلمہ ستارے کا کام

گلدان باریک سنہری
کی پھول روپہلی سلمہ سے
سنہری سلمہ کی بنائیے
پیلے رنگ کے تاگے سے
ہوئے پھول بنائیے بیچ میں
کے اطراف سخت سلمہ سے
سے بنائیں۔

سلمہ سے بنائیں گلدان
ڈنڈیاں سخت قسم کے
پھول اور کلیوں کو پہلے
بنا لیجئے پھر اوپر سے ابھرے
ستارے لگائیں۔ پتوں
بنا کر رنگیں گچائی کے سلمہ

خیرالنساء بیگم

مستقل عنوان

خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

بڑی عمر میں کمسنی۔ عورت پر اصلی رعنائی تیس برس کی عمر میں آتی ہے اور چھتیسویں سال میں عمر رسیدگی کے آثار نمودار ہوجاتے ہیں۔ چہرے پر لکیریں شکنیں پیدا ہوجاتی ہیں خوبصورت عورت جب آئینہ دیکھتی ہے اس کا دل بیٹھ جاتا ہے اور یہ غم اُسے جلدی بڑھاپے کا شکار کر دیتا ہے۔

پیرس میں ایک ماہر حسن و آرائش حسینہ اپنی ۵۰ سال کی عمر میں تیس سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی اس کے چہرہ پر کسی لکیر یا جھری کا نشان نہ تھا اور وہ جراحی کے ذریعہ خوبصورت بننے کے اصول کو پسند نہ کرتی تھی اُس کے حسن اور کمسنی کے قیام کے طریقے یہ معلوم ہوئے:-

ہر رات سونے سے پہلے چہرہ اور گردن کسی صاف کرنے والی کریم سے خوب صاف کر دو۔ پھر پانچ منٹ تک خوب گرم پانی سے چہرہ دھوڈالو جس کے بعد جہاں تک ممکن ہوسکے برف جیسے سرد پانی کے چھپکے دو۔ اس کے بعد بادام روغن اور روغن زیتون مساوی مقدار میں ملاکے اور خوب ہلاکے آہستہ آہستہ چہرہ اور گردن کے رگ پٹھوں پر ملو۔ یہ مرکب یا تو پوروں سے لگاؤ یا بہتر ہے کہ ملائم روئی (کاٹن وول) کے ایک چھوٹے پھوئے سے لگاؤ لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ بعد میں جلد میں بالکل جذب کر دیا جائے۔ جو عورت اس طریقے پر مذہبی عقیدہ کی طرح پابندی کرے گی اُسے آئینہ کے سامنے کھڑی ہوکر گھنٹوں سوچ بچار میں ضائع کرنا نہ پڑینگے۔

خوبصورت ہاتھ بھی حسن کی جان ہیں۔ ہاتھ عمر کے ساتھ ساتھ اپنی دلکشی کھودیتے ہیں لیکن ذراسی توجہ سے وہ سفید اور دلکش بنائے جا سکتے ہیں۔ ہاتھوں کی طرف سے ذراسی غفلت لٹکی ہوئی یا جھری دار گردن کی طرح عمر رسیدگی کا آئینہ ثابت ہوجاتی ہے۔ ہاتھوں کی خوبصورتی عورت کے سنگھار میں داخل ہونا چاہئے۔ تیس برس کی عمر کے بعد عورتوں کو ہاتھوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور آج کل سردیوں میں تو ہاتھوں کی نگرانی کی خاص ضرورت ہے۔

گھر پر ایک سادہ دوا بنالو۔ گلیسرین روغن زیتون اور یوڈی کولون تینوں مساوی مقدار میں ملاکے خوب ہلائیں۔ ہاتھوں کو سفید کرنے کے بعد تھوڑا تھوڑا ہاتھوں اور انگلیوں میں علیحدہ علیحدہ دل سے ملیں یہ دیکھ کے حیران رہ جاؤگی کہ بدنما سُرخی کھُردراپن اور شکنیں کتنی جلد دُور ہوگئیں۔

آج کل مصنوعی طریقوں سے بال سکھانے کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ بالوں کا رنگ مندا پڑ جائے تو کافور کی ایک مکعب ٹکیہ

باریک کرکے تین چھٹانک معمولی دیسی رم شراب (Country rum) میں ملا کے بالوں میں لگائیں۔ رنگ درست کرنے کے علاوہ یہ نقل یعنی گنج کے سے چھلکوں کو بھی دُور کرنے والی چیز ہے۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ چونکہ کافور فوراً حل نہیں ہو سکتا اس لئے بوتل میں پسا ہوا کافور ڈال کے اوپر سے رم ڈالیں اور خوب ملا کے دو دن تک رہنے دیں۔ اس عرصہ میں گھل جائیگا اور کام میں آنے کے قابل ہو جائیگا لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ پانچ منٹ تک اس کی چند یا پر نرمی سے مالش کریں۔ ایک مہینہ ہی میں بالوں کی چمک دمک اور اصلی رنگت واپس آجائیگی۔

پاؤں کی خوبصورتی۔ پاؤں کو غسل کے برش یا جھنویں سے رگڑو تاکہ سخت کھال اُتر جائے۔ پھر خشک کرکے اس پر زیتون کا تیل یا کولڈ کریم اوپر سے نیچے کی طرف دس منٹ ملو تاکہ تیل جذب ہو جائے اس سے سخت کھال پیدا نہ ہونے پائیگی اور پاؤں ملائم بھی رہیگا۔ اور پاؤں کی موڑ توڑ میں تکلیف بھی نہ ہوگی تیل جذب کرنے کے بعد لیموں کی ایک قاش رگڑو۔ اس سے پاؤں سفید اور نرم رہے گا۔ اور اَٹن یا گٹے نہ پڑنے پائیں گے۔ ان کے دُور کرنے کیلئے آیوڈین لگانا مفید ہے۔ نرم اَٹن پر سوڈا بائیکارب چھڑکو اور اسپر ملائم کا غذ چار تہیں کرکے رکھدو۔ نرم یا سخت اَٹن کو جانور کی اُون رکھ کے دباؤ سے بچانا نہایت ضروری ہے۔ یہ Animal wool انگریزی دوا سازوں سے مل سکتی ہے۔

پاؤں کے چھالے پیرو کی چھال Peruvian bark بالکل باریک کرکے چھڑکنے سے اتنی جلدی دُور ہو جاتے ہیں گویا کوئی منتر پڑھ دیا گیا۔ پاؤں کو پسینہ آتا ہو تو ہر روز نہانے کے بعد یہ سفوف چھڑک لیا جائے۔ بورک ایسڈ دو اونس ابرق (Talc) ۳ اونس سیلی سی لک ایسڈ Salicylic acid ۲ ڈرام۔ یوتھن آئل نصف ڈرام۔ خوب ملا کے ہوا نہ جانے والی شیشی یا ڈبیہ میں بند کرلو۔

پاؤں میں ناخن کی نوک گھس کے بڑی تکلیف دیا کرتی ہے۔ ناخن گول کی بجائے سیدھا کاٹو۔ اگر ناخن کا کونا گوشت میں گھسنے لگا ہے تو ملائمت سے اُسے اُٹھا کے ملائی روئی کا ذرہ برابر پھویا پروکسائڈ میں ڈبو کے اُسے نیچے رکھدو اور صبح و شام بدلتی رہو۔

پاؤں یا ٹخنے سوج جائیں جو عموماً خراب جوتوں یا زیادہ چلنے پھرنے سے ہو جایا کرتا ہے تو گرم پانی میں اپسم نمک Epsum salt کی ایک مٹھی ڈال کے دس منٹ تک پاؤں دھوئیں۔ اگر وہ زیادہ سوجے ہوئے ہوں تو آیوڈین جیلی Iodine jelly کی بھی مالش کرنی چاہیئے۔ اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سبز صابن (گرین سوپ) دو اونس پگھلا کے بے رنگ آیوڈین اور یوڈی کو لون ایک ایک اونس میں ملالو۔

نوجوانی کے گُر (۱) پریشانی اور اُلجھن سے بھاگو۔ طبیعت پُرسکون رکھنے کی عادت ڈالو۔ جس بات پر قابو نہ ہو اُسپر جھنجھلانے اور دل میں کُڑبڑ رکھنے سے بچتی رہو۔ (۲) دن میں پانچ گلاس روزانہ پانی کے پی کے خون کو صاف رکھو۔ اور کھڑکی کے سامنے صبح و شام کھڑی ہو کے پانچ منٹ تک گہرے گہرے سانس لے کے ہواخوری کرو۔ (۳) روزانہ باقاعدہ ورزش کرو۔ گھر کے کام دھندے سے نہ گھبراؤ یہ کافی ورزش ہے۔ جو امیر اور نوکر والے ہیں انہیں چار میل روزانہ پیدل سیر کرنی چاہیئے۔ (۴) نیم گرم پانی سے نہاتے ہوئے

بدن کو اسقدر ملا دلا جائے کہ رواں رواں تمتما اٹھے (۵) خوراک زود ہضم اور کم کھاؤ۔ میوے سبزیاں خوب کھاؤ۔ ہفتہ میں ایک دن صرف میوے اور پانی پر گذر کرو۔ (۶) روزانہ تھوڑی دیر کے لئے اعضائے جسمانی کو ڈھیلا چھوڑ کے اسقدر آرام کرو کہ دماغ میں کسیطرح کا کوئی خیال نہ رہے (۷) جلد نہایت صاف رکھو اور سر کو تیل یا کریم ملتی رہو۔ سر میں روزانہ تیل خوب مل کے کنگھی یا برش کرو۔ آنکھوں کو خوب دھو۔

بینائی درست رکھنے کے طریقے۔ پلک جھپکانے میں آنکھوں کو آرام محسوس ہوتا ہے جن کی نظروں میں نقص ہوتا ہے وہ کم جھپکاتے ہیں۔ جلد جلد پلک جھپکانے کی عادت ڈالو کتاب پڑھتے وقت ہر سطر پر شروع و آخر میں جھپکاؤ۔ لکھتے وقت لفظوں پر نظریں نہ گاڑو۔ قلم کو دیکھتے رہو۔ بولتی تصویریں دیکھتے وقت نظریں ان پہ نہ جماؤ۔ بلکہ پردہ کے دونوں پہلوؤں کو باری باری دیکھتے رہو سیتے وقت سوئی پر اس طرح نظر رکھو کہ جب وہ کپڑے سے اوپر آئے تو نگاہ اُوپر کر لو اور جب وہ کپڑے میں جائے تو کپڑے کو دیکھو جلد جلد آنکھیں جھپکانے سے بڑا آرام معلوم ہوتا ہے۔ ٹکٹکی باندھنے سے آنکھ تھک جایا کرتی ہے۔

لوگ سورج کو دیکھنے سے اندھے ہو جایا کرتے ہیں یا بینائی میں فرق آجاتا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب کرنیں گرم نہ ہوں صبح و شام آنکھیں بند کر کے سورج کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور بدن کو آہستہ آہستہ ایک طرف سے دوسری طرف کرو تاکہ روشنی آنکھ کے ہر حصہ پر پڑے۔ گرمی نہ معلوم ہونے پائے۔ شروع میں کچھ دقت معلوم ہوگی لیکن بعد میں جاتی رہے گی۔ دس پندرہ منٹ ایسا کر کے ٹھنڈی جگہ میں چلے جاؤ۔ آنکھوں کو برابر بند رکھو اور ہتھیلیوں سے پانچ منٹ ڈھکے رکھو تو بڑا آرام معلوم ہوگا۔ جو لفظ یا چیزیں صاف نظر نہ آتی تھیں اب خوب نظر آنے لگیں گی۔ اس عمل کا تکرار نظر تیز کرتا ہے۔ کھلی آنکھ سے سورج کو نہ دیکھو نہ دھوپ میں بیٹھ کے ایسا عمل کرو بند آنکھوں پر ہتھیلیاں رکھ کے انگلیاں پیشانی پر پھیرنا بڑا آرام دیتا ہے۔ اس سے نظر بھی تیز ہوتی ہے۔ آنکھوں پر دباؤ نہ پڑنا چاہئے۔ سونے سے پہلے یہ عمل کرنے سے نیند اچھی آتی ہے۔ پانچ سے پندرہ منٹ تک ایسا کرنا چاہئے۔

خانگی ٹوٹکے۔ ڈاکٹروں نے تجربوں کے بعد اعلان کیا ہے کہ گاجر۔ تو ندہ دُور کر دیتی ہے کیونکہ اس میں قوت پیدا کرنے کا خاص جزو موجود ہے۔ جو مچھلی کے تیل جگر اور انڈوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

دھوپ کی تیزی میں چلنے کے بعد شیر گرم پانی میں گلیسرین پانی میں ملا کے چہرہ دھونے سے خوشنما ہو جاتا ہے۔

شبنم یا لیموں کا تازہ رس یا تازہ دودھ یا چھنی ہوئی چھاچھ بادامی کے اوپر کا پانی چہرہ پر لگانا دلکشی پیدا کرتا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھونا اور چھپکے مارنا بھی فائدہ مند ہے۔

موم کی بتی میں باریک پسا ہوا نمک ڈالنے سے چھوٹی سی شمع بھی ساری رات جلتی رہے گی۔

پلاسٹر آف پیرس تھوڑا سا لے کے آٹے میں ملائیں چوہوں کے بلوں کے پاس رکھدیں اسے کھاکے چوہے پیاس کے مارے پانی پینے دوڑینگے۔ پاس ہی پانی رکھدو اسپنج کے پلاسٹر ان کے پیٹ میں پتھر کیطرح سخت ہو جائیگا اور وہ مر جائینگے۔ اسی طرح اسپنج کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پگھلی ہوئی گرم چربی میں خوب لت کر لو اور بلوں کے پاس رکھ دو اور پانی بھی رکھدو پانی پینے سے سپنج پھول جائینگے اور چوہے مر جائینگے۔

محمد ظفر

(از جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی)

دوسرے کی آنکھ سے بینائی - ایک انگریز عورت کا آنت کا عمل جراحی ہو رہا تھا۔ ڈاکٹر کی غلطی سے زہریلی دوا کے کچھ چھینٹے عورت کی آنکھ میں جا پڑے اور وہ اندھی ہو گئی۔ ایک آنکھوں کا ڈاکٹر اندھے جانوروں کی آنکھوں میں بینا جانوروں کی آنکھیں لگا کے بینائی درست کرنے کے تجربے کر رہا ہے۔ ایک نیم اندھی عورت نے اپنی آنکھوں کے ڈھیلے خوشی سے اس کی نذر کر دیئے چنانچہ اس نے انہیں اس اندھی عورت کی آنکھوں میں سی دیا۔ دس برس کے اندھے پن کے بعد وہ بینا ہو گئی۔

جاپان میں ٹوٹکے - چین تو ٹوٹکوں کے لئے مشہور تھا ہی لیکن جاپان بھی اتنی ترقی کے باوجود وہی پرانی لکیر کا فقیر ہے ہالینڈ والے بھی توہم پرست ہیں چنانچہ جاپان میں ہالینڈ اور چین کی توہم پرستیاں زور شور سے جاری ہیں۔ جڑی بوٹیوں پھولوں اور عجیب کیڑوں سے مختلف علاج کئے جاتے ہیں جنکو دیکھ کے ہی غیر ملکی گھبرا جائے۔ ان چیزوں میں چونہ وغیرہ کے اجزا ہوتے ہیں اس لئے ان لوگوں کی لاعلمی کے باوجود یہ اتفاقیہ خوبیاں بعض امراض میں اپنا اثر دکھا دیتی ہیں تو وہ اسے ٹونے بازی کا ہی نتیجہ سمجھتے ہیں۔ ٹوکیو کے ایک طرف ایک پنساری کی دکان میں مختلف مرتبانوں میں مکڑیاں مینڈک کنکھجورے چھچھوندریں بھنی ہوئی بندریں
بندر کا سر جلا کے کوکڑ کیا ہوا سر کے درد کے لئے، تلا ہوا باز بدن کی کھال کے لئے اور بھنی ہوئی چمگادڑ بال بڑھانے کیلئے مفید ہے۔ مائیں بچوں کی بیماریوں میں سوکھی ہوئی چھپکلیاں لے جایا کرتی ہیں۔ کھانسی میں چڑیا کے پنجے مفید سمجھے جاتے ہیں گٹھیا کے لئے بھنی ہوئی چڑیا اور اُلو کی ہڈیاں بھون کے اور سفوف بنا کے گلے کی تکلیف کے لئے تیز بخار کے لئے بڑی کمی یا سنہری مچھلی کا اور نیند کی بیماری کے لئے بچھو کا سفوف، پاگل پن کے لئے زہریلے سانپ کا گوشت اور بندر کے مغز کا سفوف گنج کے لئے سوختہ سمندری جھاڑ جو کانٹا نہ نگل سکے اس کے لئے مرغ کی کلغی۔ دق کے لئے کالے ناگ کی راکھ یا سانپ کے سر کی کھال یا سوختہ ریشمی کیڑا مفید ہے کسی کی محبت حاصل کرنی ہو تو چھپکلی کی راکھ اُس پر چھڑک دی جاتی ہے اس کا اثر فوری سمجھا جاتا ہے۔

گرم لوہے سے آزمائش - ایک انگریز کے سفرنامے کے مطابق فلسطین میں اب بھی لوہا گرم کرکے اس سے کسی مقدمہ والے کی صداقت کی آزمائش کی جاتی ہے۔ لوہا گرم کرنے والا لوہے کو سرخ کر دیتا ہے۔ پھر وہ دونوں فریقوں سے باری باری لوہے کو زبان سے چھوتا ہے۔ بے گناہ کی زبان صرف سرخ ہو جاتی ہے اور جھوٹا سخت تکلیف اٹھاتا ہے۔ اسوقت وہ داغنے والا اپنا فیصلہ دیتا ہے

جسے عدالت اور سب تسلیم کرتے ہیں۔ عدالت ہی اس شخص کو لوہا گرم کرنے کے لئے بلاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ خطاوار کا گھبراہٹ سے گلا سوکھ جاتا ہے اور بے گناہ کی زبان تر رہتی ہے اس لئے وہ بچ جاتا ہے۔

اس علاقہ بیئر شیبہ میں عورتوں کو عدالت سے کچھ کام نہیں پڑتا کیونکہ ان کے متعلق وہاں کوئی جرم ہی نہیں کیا جاتا۔ عورت کو ستانے کا جرمانہ قتل کے جرمانہ یعنی خون بہا کے نصف ہے یعنی ۲۰ سواری کے اونٹ البتہ اگر عورت کو رات کے وقت چھیڑنے کا جرمانہ صرف دس اونٹ ہے۔ کیونکہ دن میں چھیڑنے میں صرف مرد ہی کی خطا سمجھی جاتی ہے۔ دن کے وقت جنگل میں عورت اکیلی کام کرتی ہے اور ایسا واقعہ پیش آ جاتا ہے لیکن رات کے وقت اسے گھر سے نکلنے کی کیا ضرورت جبتک وہ خود ہی نہ نکلے۔

حیرت انگیز کڑھت۔ لندن میں ایک ۹۲ سالہ عورت نے کڑھت کے عجیب نمونے پیش کئے ہیں جن کو دیکھ کے بڑے بڑے سینے کے ماہر حیران ہیں اس نے کپڑے کے ۴۰ مستطیل ٹکڑوں پر سوئی سے بڑے بڑے آدمیوں کے مقولے کاڑھے ہیں۔ ہر ٹانکا نہایت صاف اور باریک ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حروف چھپے ہوئے ہیں۔ وہ کپڑے پر پہلے سے خاکہ نہیں بناتی۔ دماغ میں مقولہ آتے ہی قلم کی طرح موتی سے کاڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس کا نام اس نے ڈیکس سلائی رکھا ہے۔ ہر حرف ایک انچ کا آٹھواں حصہ ہے۔

انجینیر عورتیں۔ کلوں کے کام میں اب عورتوں نے مردوں کے برابر حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ انگلستان سے آسٹریلیا تک جو ہوائی جہازوں کی دوڑ پچھلے دنوں ہوئی تھی اس میں ایک عورت فرویین تھی روشی ایک مشہور جہاز راں بھی شریک تھی۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں ہزاروں عورتوں نے کلوں کے متعلق کام سیکھے۔ صلح ہونے پر زیادہ تعداد پھر اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو گئی اور کلیں اُن کے دماغوں سے نکل گئیں لیکن ان میں ایک ایسی جماعت بھی نکل آئی جس نے کام جاری رکھا اور اب انہوں نے ایک کمپنی قائم کر لی ہے۔ مس اینٹ ایشبری اس کی روح رواں ہے۔ پہلے انہوں نے ایک معمولی سی مستری کی دکان سے کام شروع کیا۔ دو سال بعد انہوں نے اتنی کامیابی حاصل کی کہ برائٹن میں جاکے ٹھیکے لینے شروع کر دیئے۔ اس فرم میں کوئی مرد نہیں ہے اور بڑی کامیاب ہے۔

ایک عورت مس ورنا ہومنرلی ایس سی اے ایم آئی ای کل (ای ایم آئی (انجن) ای ایم (طبی) اے ایم آئی (برقی) ہے۔ دخانی انجنوں میں اُسے خاص مہارت ہے اور کئی ایجادوں کی مالک ہے۔ ایک آلہ ایسا بنایا ہے جس سے تپ دق والوں کو آرام ہو جاتا ہے وہ پہلی بحری انجینیر عورت ہے۔

مسز اے ولسن اٹھارہ آنے پر تیس گھنٹے فی ہفتہ کام کیا کرتی تھی۔ ترقی کرکے وہ پندرہ روپیہ فی ہفتہ کمانے لگی۔ اس اثنا میں اُسے کلوں کا شوق ہو گیا اور ایک انجینیر سے اُس نے شادی کر لی۔ پھر خود بھی انجینیر ہو گئی اب وہ سمتھ بار کر ایک اوزار بنانے والی کمپنی کی ڈائرکٹر ہے۔

مسز ای این میسن نے تقریباً پونے آٹھ پونڈ سے ایک دکان انجینیری کے کام کی کھولی۔ آج ۲۰ برس بعد اس کا کام اتنا بڑھ گیا ہے کہ دو سو بلڈز کام کرتے ہیں۔

ایمی جانسن دُنیا میں سب سے بڑی جہاز راں عورت مشہور ہے اور بہت عورتیں کلوں کے کام میں خاص شہرت حاصل کر رہی ہیں۔

انڈے کی پہچان - ایک شخص انڈا دیکھ کے بتا دیتا ہے کہ اس سے نر نکلے گا یا مادہ اور اپنے دعوے کے صحیح ہونے پر پورے پچاس کی شرط لگاتا ہے۔ اس طرح اس کے پاس سوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہو گیا ہے۔ جاپانیوں کو دعوے ہے کہ وہی اس راز کو جانتے ہیں۔ اس نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ یہ کیا مشکل بات ہے۔ انڈے کی نوک کو دیکھو۔ وہاں چھلکا ناہموار یا لہردار ہو تو مرغ نکلے گا اگر ہموار ہو تو مرغی۔

دُنیا کا سب سے بڑا ذہین - بغداد میں ایک نوجوان نے اپنی یادداشت سے دُنیا بھر کو حیران کر رکھا ہے۔ وہ ۸۰ ہندسوں سے زیادہ والی رقم کو دس منٹ میں یاد کر لیتا ہے۔ اس سے پہلے ایک انگریز سب سے زیادہ ذہین سمجھا جاتا تھا۔ وہ ۳۰ ہندسوں کی رقم کو درست یاد کر لیتا تھا۔ بغدادوالے کو مندرجہ ذیل رقمیں دی گئیں۔

۳۷۵ - ۴۹۰ - ۳۹۵ - ۷۸۲ - ۹۴۷ - ۳۳۲ - ۷۶۷ - ۵۷۷ - ۷۴۳ - ۲۸۱ - ۹۱۳ - ۵۱۲ - ۸۸۸ - ۳۹۲ - ۱۴۸ - ۳۲۱ -

۹۳ - ۹۱۰ - ۴۴۸ - ۳۲۴ - ۹۵۵ - ۳۸۲ - ۹۱ - ۲۷۴ - ۹۴۱ - ۱۸۳ - ۳۸۲ - ۹۵۴ - اُس نے ان کو دس منٹ تک پڑھا اور پھر بغیر کسی غلطی کے انہیں زبانی دہرا دیا۔ اگلے روز اُس نے یہاں تک کمال کر دیا کہ ہر رقم کی جگہ بتا دی کہ فلاں تیسری رقم ہے فلاں دسویں۔ اُسے جنتری بھی زبانی یاد ہے۔ تاریخ بتا دیجئے وہ فوراً بتا دے گا کہ یہ تاریخ فلاں دن کو تھی یا آئیگی۔

طلاقوں کی بھرمار - حکومت فرانس کے سرکاری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ پچاس سال میں قانونی طور پر ۲۲ لاکھ ہزار آٹھ سو چھیاسٹھ طلاقیں حاصل کی گئیں۔ صرف ۱۹۲۵ء میں ۱۰۵۸۲ طلاقیں قانونی طور پر لی گئیں۔ یہ اس عیسائی قوم کا حال ہے جس میں طلاق کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

جادو یا نظری دھوکہ - دُنیا میں بڑے بڑے مداری اور جادوگر مرد ہی گذرے ہیں۔ مغربی عورتوں نے بہت سے مردانہ کام کرنے لگیں لیکن ابتک اس فن میں نام پیدا نہیں کیا۔ البتہ تین سال ہوئے مجلس ساحران لندن نے ایک مقابلہ کی نمائش کی تھی۔ اسمیں ایک ۱۴ سالہ امریکی لڑکی نے اپنے ہتھکنڈوں سے سب مبصروں کو حیران کر دیا تھا۔ وہ ہوا میں سے انٹے کی گیندیں حاصل کرتی اور حسب منشا رنگ بدل دیتی تھی۔ ایک برتن میں بیج بکھیر دیتی اور اُن میں سے گلاب کا ایک پودا کھڑا کر دیتی لیکن بس وہ یہیں تک رہی۔ اس سے جب پوچھا گیا کہ آئندہ کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ وکیل بنوں گی۔ اسی طرح امریکہ کے جادوگروں کی مجلس کا ایک سالانہ جلسہ شکاگو میں ہوا وہاں ایک ۵ سالہ امریکی بچی نے ہاتھ کی ایک صفائی پر سب سے خراج تحسین وصول کیا۔

دنیا میں ایک شخص بہت مشہور ساحر گذرا ہے جس کا عام نام ہودینی تھا گو اس کا اصلی نام ایرچ ویس تھا وہ ریاستہائے متحدہ میں ایک یہودی کاہن کے گھر پیدا ہوا۔ اس کا باپ ہنگری سے بھاگ کے امریکہ میں آ گیا تھا۔ وہ اڑتے ہوئے ہوائی جہاز سے دوسرے میں بلا ضرر کود جاتا تھا۔ زنجیروں سے باندھ کے پانی میں ڈالدیا جاتا اور وہ کھلا ہوا باہر آ جاتا تھا۔ اس کے رازوں کا بہت کم پتہ چلا ہے۔

انگلستان میں شادی کی رسوم - ڈرہم کے صوبہ میں بہت پرانا رواج چلا آتا ہے کہ دلہن کی دونوں جوتیوں میں ایک ایک اشرفی رکھدی جاتی ہے تاکہ وہ خوشحال رہے لیکن نارتھمبرلینڈ کی دُلہن کے لئے وراثت اسقدر کشش نہیں رکھتی جتنی شوہر کی تسخیر جب گرجا سے نکلتی ہے تو اُسکے راستہ میں ایک سٹول رکھا ہوتا ہے جس پر سے اُسے کودنا پڑتا ہے تاکہ دُنیا کیا اس کا شوہر بھی دیکھے کہ زندگی کی مشکلات پر وہ اسطرح

آسانی سے گذر جایا کرے گی۔

سو سے زیادہ عمر کا ملک۔ جنوبی کوہ قاف میں باطوم کے شمال میں ایک خود مختار چھوٹی سی ریاست ابخازیہ واقع ہے وہاں نوے برس کا آدمی جوان سمجھا جاتا ہے۔ وہاں والے بڑی بڑی عمریں پاتے ہیں۔ وہاں اسوقت سب سے بڑی عمر کے آدمی کی عمر اسوقت ۱۴۲ سال ہے وہ کہتا ہے کہ میں اب سے تین سال پہلے تک کھیتوں میں کام کرتا رہا۔ پھر میرے سب سے بڑے بیٹے نے جس کی عمر ۱۰۰ برس سے زیادہ ہے مجھے روک دیا۔ اس سے کم عمر والے کی عمر ۱۳۰ سال ہے۔ اس کی اولاد میں ۱۷ افراد ہیں جو زندہ ہیں۔ وہ اب اپنے پڑپوتے کے ہاں مہمانوں کی آمد کا منتظر ہے۔ اس آدمی سے چھوٹا ۱۲۶ برس کا ہے۔ دو تین آدمی اور ہیں جو سو سو سال سے گذر چکے ہیں۔

عجیب وغریب آدمی۔ جاپان میں ایک ہٹا کٹا ۳۴ سالہ نوجوان رہتا ہے وہ اپنے بدن کے جس عضو کو چاہے آستین کی طرح لٹکا دیتا ہے۔ وہ اپنی ٹانگ کو اپنی گردن میں کپڑے کی طرح لٹکا دیتا ہے۔ وہ پانچ فٹ پانچ انچ لمبا ہے اور اچھا تیراک ہے۔ وہ اپنے چہرہ سینہ ٹانگوں کے پیچھے کے گوشت کو ہلا ہلا کے عجیب عجیب شکلیں پیدا کر دیتا ہے۔

پھلجھڑیاں۔ حضرت نوحؑ کی کشتی ۵۴۷ فٹ لمبی ۹۱ فٹ چوڑی اور ۵۴ فٹ اونچی تھی۔ اور اس کا وزن ۱۸۴۲۳ ٹن تھا۔ ایک ٹن ۲۸ من کا ہوتا ہے۔

انگلستان و آئرلینڈ میں اسوقت تقریباً ۷ لاکھ بلیاں ہیں۔ پہلے بلیاں اسقدر کمیاب تھیں کہ بڑی مہنگی ملتی تھیں۔ برازیل میں آباد ہوتے وقت ایک بلی کی قیمت ۳۰۰ پونڈ دیئے گئے تھے اور چھوٹے بچوں کو سونے کے برادہ سے تول کے لیا جاتا تھا۔

پیرس میں ایک کتوں کا قبرستان سب سے لمبا ہے۔ یہ دریائے سین میں جزیرہ ڈاوگ میں واقع ہے۔ اس میں ۲۰ ہزار سے زیادہ کتے دفن ہیں۔

انگلستان میں سات ارب انڈے ہر سال خرچ ہوتے ہیں۔ ان میں پانچ ارب انگلستان میں ہی پیدا ہوتے ہیں اور باقی نصف سے زیادہ آسٹریلیا سے آتے ہیں۔

ایک یوری مکھی کی اوسط عمر ۶ ہفتہ ہے اور ہر دس دن میں تقریباً ۱۵۰ انڈے دیتی ہے۔ ۴ دن میں اُن سے مکھیاں نکل آتی ہیں۔ دو ہفتہ کی ہو کے وہ انڈے دینے لگتی ہیں۔

اگر آدمی کے کان کے پاس کاغذ کا لفافہ پٹاخہ کی صورت میں پھوڑا جائے تو دماغ پر چار گنا دباؤ پڑتا ہے اور معدہ کا فعل تین گنا کم ہو جاتا ہے۔

آج کل دُنیا میں ۴۹ ہزار اخبار اور رسالے نکل رہے ہیں۔ سو برس پہلے صرف ۴ ہزار نکلتے تھے۔

دُنیا کا سب سے پُرانا درخت یوسمائٹ کے باغ میں ہے۔ اس کی عمر ۶۰ سو سال ہے۔ اس کا سب سے بڑا قطر ۳۴ فٹ سے زیادہ ہے۔

اگرچہ عام طور پر بچے رات کو پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن چنڈال بچے عموماً دوپہر کے قریب ہوتے ہیں۔ محمد ظفر

اتفاقی حادثوں کا فوری عِلاج

بعض دفعہ بھلا چنگا تندرست بچہ یکایک کھانسنے لگتا ہے اور ماں بچاری کے لئے سخت پریشانی کا سامنا ہوتا ہے اور وہ سمجھ نہیں سکتی کہ کھانسی کس وجہ سے لاحق ہوئی۔ اور اِدھر اُدھر دوڑ دھوپ شروع کر دیتی ہے جس سے کہ مرض بڑھنے یا بڑھ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر اس طرح کی کھانسی ایک دو منٹ میں ہلکے ہلکے کئی بار بچہ کھانسے تو آپ اس کھانسی کا کوئی دوسرا علاج کرنے کے لئے پریشان نہ ہوں۔ بلکہ ایسی کھانسی کو گلے کے متورم ہونے کے باعث سمجھیں جسے کہ عام اصطلاح میں "گلے پڑجانا" یا گلے کے غدود پھول جانا بھی کہتے ہیں۔ یہ مرض اکثر بچوں کو ذرا سی بدپرہیزی کر لینے سے مثلاً تُرش چیز کھانے یا گرم چیز کھا کر ٹھنڈا پانی پی لینے یا کوئی دوسری ٹھنڈی چیز کھا لینے یا محض گرم تاثیر رکھنے والی چیز کھا لینے سے اتفاقیہ طور پر اچانک ہی لاحق ہو جاتا ہے۔ شیرخوار بچے کی ماں اگر مذکورہ بدپرہیزیاں کرے تو بھی دودھ پیتا بچہ اس میں مبتلا ہو کر کھانسنے اور ساتھ ہی دودھ بھی ڈالنے لگتا ہے۔ گلے پر (یعنی جبڑوں کے نیچے) ہاتھ پھیرنے سے غدود محسوس ہوا کرتے ہیں۔ اور مُنہ سے کھٹاس کی بُو آیا کرتی ہے۔ بس یہی اس مرض کی علامات ہیں۔ اس کے فوری تدارک کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر عمل میں لائیں۔ بچے کو کسی دوسرے شخص کے زانوں پر اس طرح سیدھے بل لٹائیں کہ سر آپ کی گود میں ہو۔ پھٹکری کا باریک سفوف پہلے سے تیار کر رکھیں اور انگلی پر لگا کر بچے کے حلق میں داہنی بائیں دونوں غدودوں پر جلدی جلدی لگا دیں۔ انگلی پر ایک دفعہ کا سفوف لگا ہوا دونوں جانب لگانے کیلئے کافی ہوتا ہے دو دفعہ لگائیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اس دوران میں روتے ہوئے بچہ خود بخود مُنہ کھولے گا اور دوائی لگانے میں آسانی رہے گی۔ اس کے بعد بچے کو گود میں اُٹھا لیں اگر قے آجائے تو گھبرائیں نہیں اور دو تین دفعہ کی قے کو بے ضرر سمجھیں۔ مذکورہ تدبیر پر صرف ایک مرتبہ عمل پیرا ہونے کے بعد اس کے حیرت انگیز اثر سے فوری تسکین اور افاقہ حاصل ہو جائیگا۔

گ - ن - بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل

بقیہ سیر بین ۔ ایک روسی کو دس سال کی قید ہوئی ہے۔ اُس نے ۶ سال میں ۸ ۵ بیویاں کیں اور ۱۰۲ بچوں کا باپ ہے۔

امریکہ میں ڈاکٹروں نے ایک عرق ایجاد کیا ہے جس کے پندرہ قطرے عورت پی لے تو پھر اسکے اولاد ہو سکتی ہے لاولدی کے ذمہ دار مرد و عورت دونوں ہیں کسی نہ کسی میں کچھ نقصان ہوتا ہے جن کا علاج کیا گیا ان میں ۱۶ عورتیں اور ۵۶ مرد میں نقص پائے گئے۔ سو میں سے پچاس کو آرام ہو گیا اور اب اُن کے اولاد ہے۔

آسٹریلیا کے قریب ایک جزیرہ رینی ہے ۱۹۲۳ء میں وہاں کچھ بکریاں اُن لوگوں کیلئے جن کے جہاز وہاں ٹکرا کے ٹوٹ جائیں کھانے کے لئے چھوڑ دی گئیں۔ وہاں کوئی انسان آباد نہیں۔ یہ بکریاں جزیرہ میں گھاس کم ہونے کی وجہ سے درختوں پر چڑھنا اور پتے کھا کر اُترنا سیکھ گئی ہیں۔ وہ جھینگا مچھلی بھی کھا جاتی ہیں اور سمندر کا کھاری پانی پیتی ہیں کیونکہ وہاں اور پانی ہی نہیں۔

سلمہ ستارے کا کام

دفتر "عصمت" کی دستکاری کی کئی کتابیں میری نظر سے گذریں - جہاں تک میرا خیال ہے ان مفید کتابوں کی ترقئ نسواں کو اشد ضرورت تھی - اور ان کتابوں کے ذریعہ لڑکیوں کو اپنا شوق اور اپنی ضرورت پورا کرنے میں بے حد مدد ملی - گذشتہ ماہ چمنستان خیاطی یعنی "سوئی کا کام" میری عزیز بہن مس فاطمہ جعفر نے مجھے تحفتاً بھیجی - پیکٹ پر چونکہ پتہ دست فاطمہ سے لکھا ہوا تھا میں نے بڑے اشتیاق سے کھولا - دیکھا تو چمنستان خیاطی - اعلیٰ درجہ کے نقشہ جات سے آراستہ و پیراستہ دیکھکر دل باغ باغ ہوگیا - اور دلی مسرت ہوئی کہ مسلم خواتین میں اب شوق دستکاری بڑھ رہا ہے - اور جلد ہم لوگ بام ترقی پر ہوں گے - کل "سلمہ ستارہ کا کام" جس کی دید کی تمنا مجھے عرصہ سے تھی - محترم بھائی راز ق الخیری صاحب کا تحفہ مجھے ملا - میری عزیز عصمتی بہنوں! مجھے اس کتاب کو دیکھکر اس درجہ مسرت ہوئی کہ شاید پرسوں یوم عید الفطر کی اتنی ہی ہوئی ہوگی - کتاب میں نے اوّل سے آخر تک دیکھی اور ہر نقشہ و ہر باب کا نہایت غور سے مطالعہ کیا - کتاب کیا ہے زرین و رنگین گلوں کا نہایت خوش نما گلدستہ ہے جس کو دیکھ کر عقل حیران اور دل شاد و شاد ہو جائے - کتاب نہایت ہوشیاری اور سلیقہ کے ساتھ مرتب کی گئی ہے جس سے محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ کی لیاقت کا خوب پتہ چلتا ہے - سب سے اوّل ایک نظم ہے محترمہ ممتاز رفیع صاحبہ کی اس نظم کو پڑھ کر جوش سا پیدا ہوتا ہے اور دل دستکاری کی طرف بہت شوق سے راغب ہوتا ہے - اس کے بعد انتساب اور دیباچہ - دیباچہ ملک کی نامور فاضل بہن زہرا بیگم صاحبہ فیضی کا ہے - آپ کے مضامین گذشتہ زمانہ میں عصمت میں بہت زیادہ شائع ہوتے رہے ہیں - دیباچہ سے کتاب کی حالت کا خوب اندازہ ہو سکتا ہے - پھر عرض حال اور اس کے بعد مضامین شروع ہوتے ہیں - فن نقاشی - سامان نقاشی - ترکیب نقشہ کشی - باریک و موٹے کپڑوں پر سلائی کی مشین سے نقشہ کشی - فریم یا کارگاہ اور قبل از سلائی احتیاطیں - یہ وہ مضامین اور ہدایات نہیں جو صرف سلمہ ستارے کے کام میں مدد دیں گی - بلکہ ہر دستکاری کے لئے کار آمد اور فائدہ مند ہیں - پھر سلمہ ستارے کی قسمیں بتائی ہیں اور کاڑھنے کا طریقہ - سلمہ کی آسان کڑھت - گنجان کڑھت - ابھری ہوئی کڑھت - سلمہ اور گجائی - سلمہ اور کلابتونی مشرقی دستکاری - زری سے جالی بنانا - رنگین زری کی کڑھت - سلمہ اور ریشم - سلمہ اور شنائل - ان عنوانات کے تحت میں مفصل مضامین اور تراکیب ہیں - جن کے مطالعہ سے لڑکیاں اس فن میں جلد ماہر کامل بن سکتی ہیں - حصہ چہارم میں ٹکڑیوں ستاروں کی شکلیں بھی دکھائی

گئی ہیں تاکہ خرید تے وقت سہولیت ہو۔ یہ کتاب پانچ حصوں میں تقسیم ہے۔ حصہ اوّل کے نقشے خالص سلمہ سے بنائے گئے ہیں۔ اور بہت آسان اور خوبصورت ہیں۔ فریم۔ بیلیں۔ ٹوکریاں۔ پھول۔ ڈالیاں۔ مناظر۔ قابل دید اور بے حد کارآمد ہیں۔ حصہ دوم سلمہ اور ستاروں کا کام ہے۔ اس میں بیلیں چوڑی اور پتلی۔ کنگورے دار۔ کنارے دار خوبصورت پھول۔ دلکش ڈالیاں۔ کشن۔ آئینہ پوش۔ بیگ وغیرہ کے خاکے۔ جوتے۔ سلیپر۔ پمپ۔ حروف۔ عید کارڈ۔ اور مبارک بادی فریم ہیں۔ حصہ سوم سلمہ اور موتی کے نہایت خوشنما اور دلفریب نقشہ جات سے پُر ہے۔ نیکلس۔ پنکھے بیگ۔ باسکٹ۔ بعض نقشے تو ایسے خوبصورت ہیں کہ بے ساختہ واہ واہ نکلتی ہے۔ اور محترمہ مولفہ کو داد دینے کو دل چاہتا ہے۔ یہ کام بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سونے پر جڑاؤ ہے۔ اور بے حد صفائی سے جلا کے ساتھ بنایا گیا ہے اس کام کی چیزیں بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اور سالہا سال کے استعمال سے بھی اگر سامان اصلی ہے اور احتیاط سے برتی جارہی ہیں تو خراب نہیں ہوتیں۔ حصہ چہارم سلمہ اور رنگولیس ستاروں کے گل ہائے رنگا رنگ سے مزین ہے پانچواں حصہ پیاری عصمتی بہنوں کی شمولیت سے مرتب ہوا ہے اس حصہ کے نمونے آیات قرآنی۔ برائے کتبہ فریم تاج محل۔ گریبان۔ بیلیں۔ سنٹرپیس۔ پھول۔ کونے۔ ڈالیاں۔ چاند۔ کلمہ طیبب۔ ہار۔ عید کارڈ۔ خوش آمدید وغیرہ۔ قابل دید اور بہت خوش وضع دکارآمد ہیں۔ گھر کی زیب و زینت ان اشیاء سے دوبالا ہوجائے گی۔ اور بازار سے بنوانے کی نسبت بہت کفائت کے ساتھ گھر پر تیار ہوسکیں گی۔ دوسرے امیر بہنوں کے لئے دلچسپی ہے۔ اور وقت آسانی سے کٹ جائے گا۔ غریب بہنوں کو چاہئے کہ اس کو ذریعۂ معاش بنائیں۔ اور گھر بیٹھ کر آرام و راحت سے اس کام کے ذریعہ روزی کمائیں۔ کتاب نہایت محنت و قابلیت اور سلیقہ سے مرتب ہوئی ہے۔ میں محترمہ بہن خدیجہ بانی صاحبہ اور بھائی رازق الخیری صاحب کو کتاب "سلمہ ستارے کے کام" کی اشاعت پر مبارک باد دیتی ہوں۔

امید کہ عصمتی بہنیں اور جوہر نسواں لینے والی لڑکیاں ضرور ایک ایک جلد خرید کر "سلمہ ستارے کا کام" ملاحظہ فرمائیں گی۔ اور اپنی سہیلیوں اور عزیزوں کو دکھا کر خریدار بنائیں گی۔ میرے خیال میں تحفہ دینے کے لئے بہترین چیز ہے۔ اور اس کتاب کے نقشہ جات تیار کرکے عید و شادی وغیرہ کے مواقع پر پیش کئے جائیں تو بہت مناسب ہوگا۔ گو میری مصروفیت آج کل بہت بڑھی ہوئی ہے۔ لیکن میرا دل مجھے مجبور کررہا ہے کہ میں اس کتاب کے اوصاف اپنی بہنوں کے سامنے بیان کروں۔

غدیر فاطمہ

سالگرہ نمبر عصمت کے لئے مضامین اور تصاویر ۲۸ فروری تک دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔ ایڈیٹر

بزمِ عصمت

میں دلی مسرت کے ساتھ یہ خبر عصمتی بہنوں کو سناتی ہوں کہ مسز کی باجی معصوم النساء اہلیہ ڈاکٹر محمد عبدالجبار کو خدا نے چاند سی بچی ۱۵ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۲ رمضان المبارک بوقت ساڑھے آٹھ بجے شب کو عنایت فرمائی۔ دعا ہے کہ خدا بچی کو اقبال مند بنائے اور ترقی عمر عطا فرمائے۔ آمین۔ اگر کوئی بہن اس بچی کا تاریخی نام نکالیں تو میں ممنون ہوں گی۔ بسلطان بہار ڈاکٹر سلیمان اشرف

مس صالحہ صاحبہ سورت نے آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ جانے کی دوا پوچھی تھی۔ بہن صاحبہ جناتی لیموں کا چھلکا سکھا کر باریک پیس لیں اور اس سے چالیس روز منہ دھوئیں۔ انشاء اللہ سیاہی دور ہو جائے گی۔

بہار مس ۔ صاحبہ پیرو ڈیورے دسمبر ۱۹۳۳ء کے پرچہ میں بال بڑھانے کی دوا مانگی ہے۔ بہن صاحبہ کیلے کی تازی شاخ منگوا کر نچوڑ ڈالیں۔ اس پانی کو چالیس دن تک بالوں میں لگائیں جب بال سوکھ جائیں تو نارل کا خوشبودار تیل لگائیں۔ نارل کا تیل سارے بالوں کو زیادہ اچھا ہوتا ہے شروع شروع پانی کی ٹھنڈک سے زکام وغیرہ ہو جاتا ہے اس لئے بہتر ہے کہ گرمی میں لگایا جائے۔ میرا آزمودہ ہے۔

جمیلہ بیگم۔ پرتھی پور

محترمہ ہمشیرہ صاحبہ مسز نواب الدین یوگنڈا ایسٹ افریقہ نے پرانی کھانسی کی نسبت ماہ نومبر کے رسالہ میں علاج دریافت کیا ہے عرض ہے چار سال سے میرے شوہر صاحب کو بھی کھانسی کی شکایت رہتی تھی لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب انہیں مندرجہ ذیل نسخہ کے استعمال سے کلی آرام ہو گیا ہے

قبل از ناشتہ خالص شہد میں بیضۂ مرغ کی زردی ملا کر اور اچھی طرح حل کر کے روزانہ پلا دیں نیز یخنی پلاؤ کثرت سے کھلایا کریں یہ غذا بھی پرانی کھانسی کے لئے بہت مفید ہے انشاء اللہ تعالےٰ شفا ہو گی مقدار حسب مذہب کی طبیعت چاہے۔ کھٹی ترش اشیاء سے پرہیز ضروری ہے۔

مسز گلزار احمد کینیا کالونی افریقہ

مس ام سالحہ صاحبہ بنت مولوی حسن جان صاحب ایڈوکیٹ نے اکتوبر کے عصمت میں بادام کے کلانے کی ترکیب دریافت کی ہے میرا آزمودہ نسخہ حسب ذیل ہے۔ پانی میں تھوڑا سا نمک اور پانچ بادام کے لئے ایک چٹکی بھرا بیکنگ پوڈر (Baking powder) ڈال کر اس میں گلائیں تو گل کر بالکل موم کے ہو جائیں گے۔ لیکن یاد رکھنے کی بات ہے کہ ٹھنڈی ہوا میں رکھ چھوڑنے سے دوبارہ سختی پیدا ہو جائیگی۔ مجید النسار

مدرسہ جامعہ ملیہ دہلی میں کس عمر کے بچوں کا کس ماہ میں داخلہ ہوتا ہے مدرسہ میں رہائش اور خورد و نوش کا کیا سامان ہے بچوں کے اخراجات لیں مدرسہ کی کیا ہیں۔ مدرسہ کے کورس میں انگریزی اور حساب کی کتابیں بھی ہیں یا صرف اردو فارسی عربی ہے۔ عصمتی بہنیں جو واقفیت رکھتی ہوں یا اپنے بچوں کو وہاں تعلیم دلواتی ہوں وہ از راہ مہربانی مجھے آگاہ فرمائیں نیز کوئی بہن ریکٹس (جو بیماری بچوں کو اکثر کمزوری کے باعث ہو جاتی ہے) کا علاج آزمودہ بذریعہ "عصمت" بتائیں۔ میرا ایک بچہ جس کو ریکٹس ہے برابر بیمار رہا کرتا ہے ہمیشہ کوڈ لیور آئیل زیر استعمال رہتا ہے۔ عین مہربانی ہو گی اگر کوئی بہن مجرب نسخہ تحریر فرمائیں۔ مسز محمد عبید۔ آرہ

میری عزیز بچی رشتہ کی بڑی عائشہ خاتون کو عرصہ دو ماہ کا ہوا آنکھیں دکھنی آئی تھی۔ سب طرح سے علاج کیا مگر خدا کے فضل و کرم سے اچھی ہو گئیں۔ ابھی تک آنکھیں دکھ رہی ہیں اچھی طرح کھول نہیں سکتی۔ ڈاکٹری علاج سے کچھ فرق نہیں کوئی بہن یا بھائی آزمودہ دوا یا ہو تو رسالہ عصمت میں درج فرما کر ممنون فرمائیں۔

سلطان جہاں بیگم

نومبر کے پرچہ میں مسز حمید صاحبہ کا جو مضمون بعنوان "سنگباری چیزوں کا استعمال" شائع ہوا ہے اس میں عسل کیلئے اٹبنا تیار کرنے کی جو ترکیب لکھی ہے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں مصالحہ کیا ہے کیونکہ اس میں صرف آدھ پاؤ مسالحہ ہی لکھا ہے۔ معلوم نہیں مصالحہ گھر بنایا جائیگا یا بازار سے بنا ہوا ملسکتا ہے۔ اگر بنایا جائے تو کیا کیا چیزیں درکار ہونگی۔ مسز اے جلیل۔ نگینہ

محترمہ بہن مسز حمید صاحبہ لکھنؤ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے دسمبر کے عصمت میں جو رنگ صاف کرنے کی دوا لکھی ہے وہ صرف لکھ کر پیس کر گولیاں بنائیں جائیں گی یا دوسری چیزیں یعنی زعفران مشک وغیرہ ۴۴

دوربین

کراچی میں زنانہ کانفرنس

بڑے دن کی تعطیلات میں آل انڈیا زنانہ کانفرنس کا اجلاس کراچی میں ہوا۔ اس میں مختلف قرارادیں ہوئیں۔ ہندو عورتوں کو دھرم شاستر کے مقابلہ میں حقوق دئے جانے پر زور دیا گیا۔ زنانہ جبریہ تعلیم، معاشرت میں مردوں کے برابر حقوق، لڑکے لڑکیوں کی ایک ساتھ تعلیم، استادوں اور طالبات علم، سرپرستوں میں عمیق اشتراک عمل کے مطالبے کیے گئے۔ پارلیمنٹ کمیٹی کی رپورٹ پر اعتراض کیا گیا اور عورتوں کو جداگانہ نیابت ملنے کو ناپسند کیا گیا۔ بلوچستان کے چند رسوم کی مذمت کی گئی جن میں ایک پیدائش سے ہی بچہ اور بچے کی شادی ہے۔

خالدہ ادیب خانم ہندوستان میں

خالدہ ادیب خانم کا نام دنیا میں بہت کچھ مشہور ہے۔ انھوں نے اپنے ملک کی سیاسی کشمکش میں بہت زیادہ حصہ لیا۔ ایک زمانہ میں وہ علم و ادب کا قلمدان سنبھالے ہوئے تھیں۔ انھوں نے خانگی زندگی میں مشکلات کا مردانہ مقابلہ کیا۔ گو شوہر سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ لیکن ان خانگی مشکلات نے ان کے عزم و استقلال پر مطلق اثر نہیں ڈالا۔ وہ برابر قوم و ملک کے لئے کام کرتی رہیں۔ جب ترکی نے یونان کو شکست دے کر اپنے ملک کو غلامی سے بچا لیا تو سیاسی حالات سے مجبور ہو کر انھوں نے ترک وطن کیا۔ جن میں سے ایک ترکی میں شخصی تسلط کا قیام تھا جس کے خلاف ان کی جماعت نے ابتدا سے جنگ کی۔ اب وہ ہندوستان میں تشریف لائی ہیں۔ وہ یہاں کے حالات سے بہت متاثر ہوئی ہیں۔ وہ جامعہ ملیہ دہلی میں لیکچر دے رہی ہیں۔ اس کی آمدنی سے جامعہ کی عمارت میں اضافہ کیا جائے گا۔ وہ مشرق و مغرب کا باہم تصادم۔ ترکی کے عروج و زوال۔ اسلامی اثرات۔ عورتوں کی آزادی اور دنیاوی ترقی میں ان کا حصہ وغیرہ پر عالمانہ تقریریں کر رہی ہیں۔ کل آٹھ لیکچر ہوں گے۔ آخری لیکچر ۹ فروری کو ہوگا۔

وزیر کا فیصلہ ثالثی

باوجودیکہ مسلمانوں کو وزیر اعظم کے فیصلہ ثالثی میں ان کے مطلوبہ حقوق نہیں ملے لیکن مسلمانوں نے اس ہم غنیمت است کہہ کر اسے ہی صبر و شکر سے قبول کر لیا۔ پنڈت مالویہ نے باوجودیکہ خود وزیر مذکور کو فیصلہ ثالثی پر آمادہ کر کے اسے صرف خود ماں لینے بلکہ اپنے سب ہم قوموں سے منوا دینے کا تحریری وعدہ کیا۔ لیکن وہ برابر مخالفت کا طوفان برپا کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے دنیا کو دکھانے اور انگریزوں کو ڈرانے کے فیصلہ مذکور منسوخ کر دینے کے لئے ۲۷ جنوری کو فیصلہ کی مخالفت کا دن منانا طے کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے ممبر علیحدہ نہ منتخب کر سکیں۔ ہندو مسلمان جیسے چاہیں ممبر بنا لیا کریں۔ مسلمان اس سے یوں ناراض ہیں کہ ہندو ذہن مسلمان ممبر ہوا کریں گے جو ان کے کام کے نہیں ہوں گے۔ اور ہندوؤں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مسلمان اپنے حسب منشا ممبر منتخب نہ کرا سکیں گے۔ اس مخالفانہ کارروائی کا اثر دور کرنے کے لئے مسلمانوں نے ۲۵ جنوری کو یوم حقوق منانے کا فیصلہ کیا ہے۔

ریاست کوٹھاپور میں قتل و خون

ریاست کوٹھاپور کے قصبہ اجرا میں دو ہزار کی آبادی ہے جس میں صرف تین سو مسلمان ہیں۔ مسلمانوں نے حکومت سے اجازت لئے بغیر صندل کے درخت اپنے قبرستان میں لگا لئے۔ چونکہ قبرستان مال وقف ہے اور مسلمانوں کی ملکیت ہے اس لئے انھوں نے اجازت کی ضرورت

نہ تھی۔ اس پر مقامی افسروں کا ایک گروہ قبرستان کی طرف آیا۔ مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ قبروں کی بے حرمتی ہوگی۔ وہ ڈیڑھ سو کے قریب وہاں جمع ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو افسروں کو اس مجمع سے بلوہ کی بو آئی چنانچہ ان پر گولیاں چلادی گئیں نتیجہ یہ ہوا کہ نو مسلمان شہید ہوگئے جن میں دو عورتیں تھیں بیس کے قریب زخمی ہوئے۔ سرکاری اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے پولیس کی مزاحمت کی۔ مسلمانان ہند میں اشتعال پھیلا ہوا ہے کہ خالص ہندو ریاست میں ایک جگہ مسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد کیسے مزاحمت کرسکتی تھی۔

سار میں جرمن فتح سار کا علاقہ جنگ عظیم کے خاتمہ پر فرانس کو اس کی شمالی کانیں برباد کئے جانے کے معاوضہ میں پندرہ سال کے لئے دے دیا گیا تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ اس عرصہ کے بعد رائے شماری سے طے ہوگا کہ وہ علاقہ جرمنی کو واپس دیا جائے۔ یا فرانس کو دے دیا جائے۔ یا موجودہ حالت بحال رکھی جائے۔ یعنی قبضہ کسی کا نہ ہو۔ صرف فرانس وہاں کی کوئلہ کی کانوں سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ فرانس نے اس ۱۵ سال کے عرصہ میں کوئلے کی کانوں سے خوب فائدہ اٹھایا۔ جرمنی سے نکلے ہوئے یہودی اور اشتراکی وہاں آباد ہوگئے۔ فرانس نہیں چاہتا تھا کہ سار پر جرمنی کا قبضہ ہو۔ اس کا خیال تھا کہ رائیں اس کے حق میں ہوجائیں گی۔ مگر ۹۰ فیصدی نے جرمنی سے متحد ہونے کے حق میں رائے دی۔ آٹھ فیصدی حالت موجودہ بحال رکھنے کے حق میں تھے۔ اور صرف دو ہزار آدمیوں نے فرانس کے حق میں رائے دی۔ کل ۵۲۸۰۰۰ آدمیوں نے رائیں دیں جن میں ۴۷۷۱۰۹ نے جرمن کے لئے۔ ۴۶۵۱۳ نے حالت بحال رکھنے کے لئے اور ۲۰۸۳ نے فرانس سے متحد ہونے کے لئے رائیں دیں۔ رائے شماری میں انگریزوں نے فوجی انتظام کیا تاکہ کسی قسم کی بدامنی جنگ کا پیش خیمہ نہ بن جائے۔ اب جرمنی بہت جلد سار کے واپس کردئے جانے پر زور دے رہا ہے مگر فرانس دیر لگا رہا ہے جس سے اندیشہ ہے۔

سخت سردی کی لہر وسط جنوری میں ہندوستان بھر میں سخت سردی کا دور دورہ رہا۔ مکانوں میں اور کھیتوں میں پانی پر برف کی تہ جم جم گئی۔ سردی کی شدت سے صوبہ جات متحدہ میں درختوں پر سے جانور مر مر کے گر گئے مویشی بھی مرے۔ بڑودہ میں مدرسہ میں بیٹھے بیٹھے چار بچے ٹھٹھر کے مر گئے۔ پچھلے سال بھی سردی کی ایسی ہی شدت کے بعد زلزلہ آیا تھا۔ اس سال بھی جے پور میں زلزلہ آیا۔ اور چند مکانات کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ سردی سے فصلیں خراب ہورہی ہیں۔

بڑھیا چور لاہور میں ایک پچاس سالہ بڑھیا گرفتار ہوئی ہے جس کے سر کے بال سفید ہیں اور اس کے پانچ نام ہیں جن میں گھوڑی، اور ہرنی بھی ہیں۔ وہ زندگی کے بیس سال جیل میں بسر کرچکی ہے۔ پچھلی سزا اس سال کی تھی۔ وہ چوریاں کرتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ برقعہ اوڑھ کے گلیوں میں پھرتی ہے۔ موقع ملتے ہی گھر میں گھس کے جو ہاتھ لگتا ہے اڑا لیتی اور چپکے سے غائب ہوجاتی ہے اب وہ بیس چوریوں کے سلسلہ میں گرفتار کی گئی ہے۔

پتنگ پر قربان لاہور میں ایک کالج کا لڑکا چھت پر کتاب پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک پتنگ کٹا۔ اس کے چھوٹے بھائی نے اسے پتنگ پکڑنے کو کہا۔ وہ پکڑنے لگا لیکن اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ سر کے بل گلی میں گر گیا۔ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ بے ہوش ہوگیا۔ وہ شفاخانہ میں فوراً پہونچایا گیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ وہ ہونہار تھا اور کالج سے وظیفہ بھی لیتا تھا۔

تاروں کا جھرمٹ۔ ضلع لاہور کے ایک گاؤں میں ایک عورت ایک جولاہے کو روزہ نہ رکھنے پر ملامت کیا کرتی تھی۔ ایک روز

اس نے پھر اس جولاہے کو حقہ پیتے دیکھا۔ اس لئے اسے کہا کہ تو روزہ نہیں رکھتا تو مسلمان نہیں۔ جولاہا پہلے ہی اس سے ناراض تھا۔ اس نے کلہاڑی اٹھا اس کے تین چار ضربیں لگائیں۔ عورت مرگئی۔ جولاہا بھاگ گیا۔ مگر بعد میں پکڑا گیا۔

ایک ولندیزی ہوائی جہاز اڑ رہا تھا کہ اس پر بجلی گری اور سب مسافر مر گئے۔ جہاز زمین پر گر کے پاش پاش ہو گیا۔ ہوائی جہاز پر بجلی گرنے کا یہ سب سے پہلا واقعہ ہے۔

ٹرکی میں ۲۲ سے ۳۰ سال تک کی عورتوں کو مردوں کے ساتھ مجلس قانونی کی ممبری کے لئے رائے دینے کا حق مل گیا ہے۔ ۳۱ سال کی عمر میں وہ کونسل کی مندوب بھی بن سکتی ہے۔

کوبے (جاپان) میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس موقعہ پر اسلام کی خوبیوں پر دلچسپ تقریریں ہوئیں بے شمار آدمی شریک تھے۔

غازی عبدالکریم عنقریب مراکش واپس آجائیں گے۔ حکومت فرانس سے انھوں نے کئی مرتبہ واپسی کی درخواست کی ہے جواب منظور ہوتی نظر آتی ہے۔ ان کی عمر اس وقت ۵۲ سال ہے اور آٹھ برس سے نظربند ہیں۔ انھوں نے ہسپانیہ کو شکستیں دے دے کے چکنا چور کر دیا تھا۔ لیکن فرانس کی تازہ دم فوجوں کے میدان میں آجانے سے انھیں شکست ہو گئی۔ گو ان کا انھوں نے خوب خوب مقابلہ کیا۔

کشمیر کے صوبہ گلگت پر برطانوی فوجی و انتظامی قبضہ مکمل ہو گیا ہے۔ یہ صوبہ سرحد پر واقع ہے اور اس پر قبضہ ہندوستان کی حفاظت کے لئے نہایت ضروری تھا۔

ہسپانیہ کے ایک نجومی نے جرمنی میں خانہ جنگی اور ہٹلر کے اقتدار کے خاتمہ، ۳۶ء میں مسولینی کے اقتدار کے خاتمہ، اور ۳۶ء میں ایک زبردست جنگ اور عنقریب ہی روس و جاپان کے جنگ کی جس میں روس جیت جائے گا پیشین گوئی کی ہے۔

نئی دہلی میں اچھوتوں کے لئے ایک اقامت گاہ کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے گاندھی جی نے تقریر میں کہا کہ اگر ہندو مذہب کو زندہ رہنا منظور ہے تو وہ اچھوت پن ترک کر دے۔

گورکھپور میں ہندی زبان سکھانے کی ترتیب دینے کے لئے ایک مدرسہ کا اضافہ کیا گیا ہے اور ہندو کوشش کر رہے ہیں کہ وسط ہند میں ایک ہندی یونیورسٹی قائم ہو جائے۔ اس کے لئے ایک وفد ایجنٹ گورنر جنرل وسط ہند کے پاس گیا۔

لاہور کے ایک سکھ نے اپنے ۱۶ سالہ بیٹے سے پانی مانگا۔ اس کے انکار کرنے پر اس نے کلہاڑی سے تین چار ضربیں اسکے سر پر لگائیں۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پولس نے بڈھے کو گرفتار کر لیا ہے۔

فرانس میں عورتوں کا ایک پولس دستہ بنایا جانے والا ہے۔ لباس مرد سپاہیوں کا سا ہوگا۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ وہ گھگری پہنیں گی۔ ان کا تعلق عورت اور بچہ ملزمان سے ہوگا۔

ہوشنگ آباد کے ایک برہمن کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا سر بہت بڑا تھا۔ پورے دانت تھے۔ اور ۲۵ انگلیاں تھیں۔ تھوڑی دیر بعد بچہ مر گیا۔

دہلی میں ایک ہندو ۱۸ سالہ ساہوکار لڑکے کو اس کی سوتیلی ماں نے جائداد پر عمل و دخل پانے کے لئے مروا ڈالا۔ وہ شخص اسے ایک فقیر کے پاس لے جانے کے بہانہ دہلی سے باہر لے گیا۔ جہاں ایک سنسان مقام پر اس کی آنکھوں میں لال مرچیں ڈال دی گئیں۔ وہ آنکھیں مل ہی رہا تھا کہ اس کے سر پر ضربات پہونچا کے مار ڈالا گیا۔ عدالت نے قاتل کو سزائے موت دی۔ اور

باقی صفحہ ۱۹۸ پر ملاحظہ ہو

جس میں نہایت قابلیت سے خوش حال مستورات کو دستکاری پر توجہ دلائی گئی ہے۔ اس کے بعد کشیدہ کاری اور سیاسی وغیرہ کے متعلق معلومات مفید اور کارآمد مضامین ہیں۔ رسالہ کی موجودہ ضخامت ۴۰ صفحات علاوہ ٹائٹل پیج کے ہے سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر دو روپے اور بذریعہ وی پی دو روپے چار آنے۔ دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی سے طلب کیجئے۔

۴۔ رسالہ نیرنگستان دہلی کی رائے

یہ ماہوار رسالہ دفتر عصمت دہلی سے

شروع سے جاری ہوا ہے۔ رسالہ کا موضوع نام سے ظاہر ہے۔ طبقہ نسواں کا جوہر درحقیقت دستکاری ہے جس کو ہماری ہندوستانی خواتین نے کھو رکھا ہے۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے جناب راشد الخیری صاحب مدیر رسالہ عصمت نے اس ضروری موضوع کی تکمیل کا بیڑا اٹھایا ہے اور ملک کی لائق اور ہونہار دستکار خواتین کی اعانت میں اس ماہنامہ کو نہایت سلیقہ و آراستگی سے مفید۔ کارآمد اور دلچسپ مضامین کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے اس رسالہ کی دارالاشاعت کی اہمیت کا اندازہ کر کے ہی رسالہ کی کامیابی اور بکار آمدی کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں توقع ہے کہ نیرنگستان کی ناظرات جوہر نسواں سے ضرور دلچسپی لیں گی۔ اور اسے حق میں مفید پائیں گی۔ کیونکہ۔ اپنی قسم کا ایک واحد ماہنامہ ہے۔ چندہ سالانہ معہ محصول ڈاک بذریعہ منی آرڈر دو روپے۔ بذریعہ وی پی دو روپے چار آنے۔

پتہ۔ دفتر رسالہ "عصمت" کوچہ چیلان دہلی۔

۵۔ اخبار شملہ پنچ کی رائے

"جوہر نسواں" اس نام کا ایک ماہوار رسالہ تین

مشہور اہل قلم خواتین کی ادارت اور علامہ راشد الخیری صاحب کی نگرانی میں گزشتہ پانچ ماہ سے باقاعدگی کے ساتھ دہلی سے شائع ہو رہا ہے "جوہر نسواں" اپنی شان کا پہلا ہندوستان بھر میں ماہوار رسالہ ہے۔ جس میں خاص طور پر زنانہ دستکاری کے متعلق کارآمد اور نیز معلومات مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر اشاعت میں ماہر کشیدہ اور کروشیا وغیرہ کے کام کے خاکے اور نمونے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے خوش نصیب لڑکیاں اور بیبیاں سب یکساں طور پر فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور ان کو سلیقہ شعار اور ہنرمند بنانے کو "جوہر نسواں" بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

ہندوستان میں اب تک ایسا کوئی رسالہ شائع نہیں ہوا تھا کہ جس کا "جوہر نسواں" مستحق سمجھا جاتا کہ انہوں نے یہ رسالہ جاری کر کے ایک بہت بڑی کمی کو پورا کر دیا "جوہر نسواں" کے اب تک پانچ پرچے شائع ہوئے ہیں جن میں حسب ذیل مستقل عنوانات کے تحت ہر ماہ دستکاری کے متعلق نقشوں اور نمونوں کے ساتھ بہترین مضامین شائع کئے گئے ہیں (۱) خیاطی (۲) کروشیا کا کام (۳) سلمہ ستارے کا کام (۴) کناری کا کام (۵) مالکین (۶) کشیدہ کاری (۷) بنیونوں کا کام (۸) سلائی کا کام (۹) بین کا کام (۱۰) کراس اسٹچ ورک (۱۱) کٹ پیس کا کام (۱۲) جالی کا کام ان کے علاوہ چند اصلاحی افسانے اور نظمیں بھی ہر اشاعت میں شریک ہوتی ہیں جنہیں اور پبلک کے مفید و نقشے اور تصاویر ہر پرچہ میں شامل ہوتی ہیں سرورق کے عمدہ حادث توجہ اور رنگین کھائی چھپائی پاکیزہ کاغذ سفید چکنا ضخامت ۴۰ صفحے چندہ سالانہ عہ جو اس رسالہ کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے کم ہے۔

اردو ریلین کا بقیہ

سوتیلی ماں اور اس کے باپ کو رہا کر دیا۔ مقتول کی جائداد ایک لاکھ سے زیادہ کی ہے۔

مدراس میں دو بہنیں مختلف مقامات میں ایک ہی روز ایک ہی بیماری میں مر گئیں۔ ان دونوں کے بچہ ہوا تھا۔

جالندھر کی پولیس میں تین اسامیاں خالی تھیں جن کے لئے دو سو درخواستیں آئیں۔ ان میں بی اے اور ایم اے بھی کنسٹبل بننا چاہتے ہیں۔

دو ہندو بدری ناتھ جاترا کے لئے رینگ رینگ کے جا رہے ہیں۔ ایک برہمن ان کی پوجا پاٹ کرانے روٹی پکانے اور بستر اٹھانے کے لئے ساتھ ہے۔ وہ جے پور ریاست سے بدری ناتھ ۱۲۰۰ سو میل آٹھ مہینے میں طے کریں گے۔

سر عبداللہ المامون سہروردی بنگال کے مشہور مسلمان لیڈر کا نمونیہ سے انتقال ہو گیا۔

ملکہ دکن اور نواب بہاولپور اس سال حج پر تشریف لے جا رہے ہیں۔

محکمہ ڈاک میں ۹ اسامیوں کے انعامی مقابلہ کے لئے دو ہزار امیدوار شریک ہوئے۔

کیا آپ کا ۳۵ء کا فائل نامکمل ہے!

آپ ۳۵ء کے عصمت کا فائل دیکھ لیجئے کہ سال کے تمام پرچے موجود ہیں یا نہیں اگر کوئی پرچہ موجود نہ ہو تو آپ فوراً ہمیں اطلاع دیجئے کیونکہ ۲۸ فروری کے بعد ممکن ہے آپ کو کسی ماہ کا پرچہ قیمتاً بھی نہ مل سکے

منیجر

جاں باز

ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار محترمہ نذر سجاد حیدر کے افسانے پلاٹ کی دلآویزی کے اعتبار ادبی حلقوں میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور اس میں شک نہیں محترمہ موصوفہ ہندوستان کے بہترین فسانہ نگاروں میں نہایت ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ "جاں باز" محترمہ نذر سجاد حیدر کا اصلاحی معاشرتی ناول ہے جس میں ایک معزز اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کے حالات نہایت ہی دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ زمدہ اپنے منگیتر کے لئے کیا قربانیاں کرتی ہے مسٹر فرایک کم حیثیت مغربی لڑکی کے ہاتھوں کس طرح اپنی پرمسرت زندگی کو سیاہ کرکے موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں خاندان بھر کا ایک نقاد دوست تمام مشکلات کو کس طرح حل کرتا اور دوستوں کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں کرکے محو حیرت کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں جو آپ عش عش کریں گے۔ قیمت ۱۲؍

زنانہ بستہ

دس کتابوں کا مجموعہ

(۱) بسم اللہ کی کتاب ننھی ننھی بچیوں کو بطور قاعدہ پڑھائی جاتی ہے (۲) کہانیوں کی کتاب۔ سات نہایت دلچسپ کہانیاں ننھی بچیوں کے ہی مطلب کی جنھیں بچیاں مزے لے لے کر پڑھتی ہیں (۳) کھیل کی کتاب۔ چھوٹی بچیوں کو کھیلنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں (۴) لکھنے کی کتاب جس میں بچیوں کو لکھنے کے طریقے سکھائے ہیں قلم دوات کاغذ کا استعمال لکھنے کی ہدایتیں بچیوں کے مطلب کے خطوط کے مختلف نمونے نہایت آسان زبان اور عام فہم پیرایہ میں (۵) نماز کی کتاب۔ خدا اور رسول کے متعلق جو باتیں جاننی ضروری ہیں پہلے وہ بتائی ہیں نماز کے فائدے۔ وضو کا پورا بیان، اسقدر آسان کر کے بیان کیا ہے کہ بچیاں خود بخود سمجھ کر اپنے شوق سے نماز پڑھنے لگیں اس کے بعد ورد کا بیان ہے۔ (۶) کھانے پکانے کی کتاب۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں ضروری ہدایتیں روٹی دال باورچی خانہ کیسا ہو۔ مصالحہ کیا کیا ہوتا ہے اور کس طرح پیسا جاتا ہے۔ گوشت سادہ دم کاری کا کیسا پکایا جاتا ہے۔ ان کے بعد چاول کھچڑی، کوفتہ، پلاؤ، شامی کباب، قیمہ، کھٹا گوشت، انڈوں کے کوفتے اور چٹنیاں تیار کرنے کی نہایت آسان ترکیبیں بچیوں کے مطلب کی درج کی گئی ہیں (۷) تندرستی کی کتاب۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں۔ صفائی، غسل، کھانا، سونا، دانتوں کی صفائی، آنکھوں کی حفاظت، مکان کی صفائی، معدہ کی صفائی، سیر و تفریح، تندرستی کے اصول (۸) تہذیب، ادب اور اخلاق کی کتاب۔ جس میں کھانے پینے کے ملنے ملانے کے اور گفتگو کرنے کے اور لکھنے پڑھنے کے ادب آداب بہت خوبی سے لکھے گئے ہیں۔ ماں باپ اور بہن بھائیوں کے حقوق پر بھی دلنشین بحث ہے پھر تواضع۔ حیا۔ صبر و استقلال۔ سعادت، کفایت شعاری بحث پر نہایت مفید باتیں لکھی گئیں (۹) پردہ کی کتاب اس میں پردہ اور حیا کے متعلق بعض باتیں نہایت کام کی بتائی گئیں ہیں (۱۰) خانہ داری کی کتاب یا دلہن کا جہیز جس میں شوہر اور بیوی کے تعلقات پر موثر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ شوہر کے دل کو کس طرح فتح کیا جا سکتا ہے۔ ساس نند کیسے برتاؤ سے محبت کرنے لگتی ہیں جو کتاب جس مضمون پر ہے مکمل ہے بچیوں اور لڑکیوں کے لئے زنانہ بستہ نہایت ہی مفید اور بڑے کام کی کتاب ہے اور دلچسپ بھی اتنی ہے کہ وہ خوشی خوشی اور اپنے شوق سے بار بار پڑھتی ہیں ضخامت دو سو صفحے سے کچھ کم کاغذ سفید قیمت صرف ایک روپیہ۔

ملنے کا پتہ:۔ دفتر عصمت دہلی

فیلسیرن رجسٹرڈ ۱۲؍

نہ صرف حسن کو دوبالا کر دیتی ہے۔ بلکہ اسے دوام بخشتی ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کا استعمال چہرے کو ہر قسم کے امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ جس کے متعلق مسز ملک زماں مہدی خاں صاحب ایم۔ ایل۔ سی ضلع شاہجہانپور کی رائے ملاحظہ ہو۔

"میں نے فیلسیرن کو استعمال کیا۔ داغ اور دھبوں کے دور کرنے میں بے حد مفید اور زود اثر پایا"۔

نوٹ:۔ فیلسیرن کے سوائے کسی دوسرے کریم کو ہر انتہا میں تک رائے پیش کرنیکا شرف حاصل نہیں ہوا قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

ملنے کا پتہ۔ فیلسیرن فارمیسی مکتسر فیروزپور (پنجاب)

ہندوستانی خواتین کے لئے ایک نادر موقعہ

کشیدہ کاری ۲؍

مرتبہ مسز ایم۔ یو خاں صاحبہ

کشیدہ کاری کے متعلق ۱۸۴ الگش نمونوں کا مرقع جس میں ٹیبل کلاتھ۔ ساڑھیوں، پلنگ پوشوں، فراکوں اور تکیے کے غلافوں پر کاڑھنے کے لئے نہایت خوبصورت جاذب نظر بیل بوٹے مراکز کونے اور بیلیں درج ہیں پینٹنگ اور اسٹنسلنگ کے نمونے بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب میں گجراتی۔ مرہٹی۔ اردو اور انگریزی چاروں زبانوں میں نہایت آسان ہدایات بھی درج ہیں۔ کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہئے ضخامت بڑے سائز کے ۷۲ صفحات کاغذ چکنا سفید لکھائی چھپائی دلفریب سرورق چار رنگ جاذب نظر قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ

آفس کشیدہ کاری مغل ہاؤس نمبر ۹/۱۷۳ ڈی لال دگی دہلی

PARAMOUNT BRAIN TONIC
SHARPENS MEMORY
قوت حافظہ
ملنے کا پتہ:- مینیجر پیرامونٹ کیمیکل ورکس - میو روڈ - لاہور
PARAMOUNT CHEMICAL

خوبصورتی کے
دو قابل قدر تحفے
پیرامونٹ بیوٹی کریم - چہرے کے اوپر کی کرخت سیاہ جلد اتار کر نیچے سے دودھ سی سفید ریشم کی طرح ملائم اور آئینہ کی مانند ہموار جلد نکال دیتی ہے مہاسے جھائیاں اور جھریاں وغیرہ دور کر کے چہرہ کو گلاب کے پھول سا دلکش بنا دیتی ہے حسن کو دوبالا کرتی اور اس کی پوری پوری حفاظت کرتی ہے -
قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصولڈاک علاوہ
پیرامونٹ ہیئر ٹانک - بالوں کی جڑیں مضبوط کر کے ان کا گرنا بند کرتا ہے اور انہیں نرم ملائم چمکدار اور قدرتی سیاہ کرتا ہے - بالوں کو گھنے کرنا اور بڑھا کر کمر تک لمبا کرنا اس کا خاص کرشمہ ہے دماغ کو تقویت دیتا اور چھوٹے بالوں والی عورتوں کیلئے نایاب تحفہ ہے
ملنے کا پتہ:- مینیجر پیرامونٹ کیمیکل ورکس - میو روڈ - لاہور
PARAMOUNT CHEMICAL
LAHORE

THE ISMAT DELHI
عصمت
جون
۱۹۳۴ء
شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیے
حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ
ایڈیٹر رازق الخیری
چندہ سالانہ
تین روپے

عصمت کی چھبیسویں سالگرہ کی خوشی میں کتابوں کی قیمت میں

رعایت

یہ اعلان ہر سال نہیں ہوتا رسالہ عصمت کی ۲۶ سالہ زندگی میں اس سے پہلے صرف ۷ مرتبہ کتابوں کی قیمتوں پر رعایت کی گئی ہے اس لئے اس موقعہ کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیجئے (۱) تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری مرحوم اور دوسری مطبوعات عصمت پر ۲ آنہ فی روپیہ رعایت دی جائیگی اور کم سے کم آٹھ روپیہ کی کتابوں پر ۳ آنہ فی روپیہ رعایت اور کم از کم پندرہ روپے کی کتابوں پر ۴ آنہ فی روپیہ رعایت محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار (۲) باہر کی یعنی دوسرے پبلشروں اور مطابع کی کتابوں پر ۲ آنہ فی روپیہ رعایت ملے گی۔ لیکن اگر یہ یعنی دوسرے مطابع کی کتابیں کم سے کم دس روپیہ کی ہوں تو ۳ آنہ فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا (۳) دو روپے سے کم کی فرمائش پر کسی قسم کی رعایت نہ ہوگی۔ ایک روپے سے کم کی کتابوں کے لئے ٹکٹ بھیج دیجئے مع محصول ڈاک ۳ آنہ فی سطر ۲ روپیہ تک محصول ۶ آنہ چھوٹے چھوٹے وی پی پر ڈاکخانہ کا خرچ پڑتا ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ ایک ساتھ کتابیں منگانے میں بہت کفایت ہے

مصنفہ حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

عورتوں اور لڑکیوں کے لئے بےمثل کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
آمنہ کا لال	عہ	گلدستہ عید	۸ر
سیدہ کا لال عا	۱ر	روداد قفس	۱۲ر
الاسرار	۱۲ر	گرفتار قفس	۴ر
عصمت کی باتیں	۱۲ر	تفسیر عصمت	۵ر
وداع خاتون	۵ر	انگوٹھی کا راز	۸ر
شام زندگی	عہ	منازل ترقی	۴ر
شب زندگی	للعہ	جوہر عصمت	۱ر
صبح زندگی	۱۴ر	سیلاب اشک	۴ر
نسوانی زندگی	۸ر	طوفان اشک	۴ر
حیات صالحہ	۱ر	ناتی مشو	۱۰ر
نوحہ حیات	عہ	ولایتی تتلی	۶ر
جوہر قدامت	۱ر	منازل السائرہ	۱ر
تمغہ شیطانی	۱۲ر	بنت الوقت	۸ر
مودودہ	۸ر	ابن کا دم واپسیں	۴ر
ستونتی	۷ر	بچہ کا کرتہ	۴ر
فسانہ سعید		بابا کی سرگذشت	۴ر
نصیحت ماری شہزادیاں	۱۴ر		
وداع ظفر	۱ر	فسانہ سعید	۸ر
قلب حزیں	۸ر	سراب مغرب	عہ

اسلامی تاریخ ناول کے طرز پر

کنواری لڑکیاں یہ کتابیں نہ منگائیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
عروس کربلا	۱ر	اندلس کی شہزادی	۸ر
محبوبہ خداوند	۱۲ر	سودائے نقد	۵ر
شہنشاہ کا فیصلہ	۳ر	شہید مغرب	عہ
سفر طرابلس	۵ر	سات روحوں کے اعمالنامے	
ورثقیوادر	۸ر	محصول ڈاک بذمہ خریدار	

دفتر عصمت کی دوسری مطبوعات

کھانے پکانے کی کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
عصمتی دسترخوان حصہ اول عاہر		بچوں کے کھانے	۸ر
عصمتی ہنڈکلیا	۸ر	بیماروں کے کھانے	۱ر
ناشتہ	۱۰ر	ملاقتیہ کھانے	۶ر

مشرقی مغربی کھانے ۵ر مجلد ۱ر

زنانہ دستکاری کی کتابیں

عصمتی گلوبوشیا مرتبہ فاطمہ بیگم صاحبہ بنگلوری ۱ر

عصمتی کشیدہ مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ عہ

گلدستہ کشیدہ مرتبہ عذیزہ فاطمہ بیگم صاحبہ ۱ر

موتیوں کا کام مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ ۱ر

خواتین کی دستکاریاں از آمنہ نازلی صاحبہ ۸ر

تصانیف محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
گلستان خاتون	۱ر	بچھڑی بیٹی	۶ر
پیکر وفا	۸ر	جمال ہمنشیں	عہ

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
مشیر نسواں یا زہرہ	۱ر	موہنی	۱۰ر
سرگذشت ہاجرہ	۱۰ر	تحریر النساء	۱۲ر

تصانیف جناب سہیل	قیمت	تصانیف محترمہ وا	قیمت
نغمات موت	۶ر	خاندانوں کے تجربے	۱۲ر
ادب زریں	عہ	سعید نسواں	۸ر

شریف بیگمات کے مطلب کے بہترین اصلاحی ناول افسانے وغیرہ

انوری بیگم از محترمہ طیبہ بیگم مسز حیدر جنگ ۱ر

غیرت کی چلی از فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل ۲ر

چار رخ از امیں فاطمہ مس بمبئی ۴ر

دولت پر قربانیاں آمنہ نازلی صاحبہ عہ

تمہید از محترمہ استانی کے افسانوں کا مجموعہ عہ

لڑکیوں اور عورتوں کے مطلب کی نظمیں

شمع خاموش از محترمہ مجو بیگم لکھنوی کی نظمیں ۶ر

آئینہ جمال از ملفیس جمال خاتون صاحبہ ۱۲ر

بچوں کی زبان میں بچوں کی کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
مزیدار کہانیاں	۵ر	مختصر دنیا	۵ر
جاپانی کہانیاں	عہ	بچوں کی دنیا	۷ر

مفید اور دلچسپ کتابیں

عقل کی باتیں مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ ۸ر

ہنسی کی باتیں مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ ۸ر

تاریخی لطیفے مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ ۶ر

خواتین اندلس مرتبہ مہر النساء صاحبہ ۶ر

تندرستی ہزار نعمت مرتبہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی ۴ر

بچہ کی ترتیب ۱۰ر پردہ وتعلیم ۱۲ر

سوانح نشاۃ دی ۶ر آئینہ شوہر

علمی ادبی تاریخی کتابیں

دامن باغباں ملک کے نامور افسانہ نگار ڈاکٹر سید احمد صاحب بریلوی کے سبق آموز افسانے عہ
ہنسانے والے افسانے سید ابوتمیم صاحب کے وہ مضامین جو ہنسا ہنسا کے پیٹ میں بل ڈالدیں عہ
خطوط سرسید اردو کے بہترین خطوط کا بیش بہا مجموعہ سے
سیرۃ محمد علی رئیس الاحرار مولانا محمد علی کی مفصل سوانحعمری صفحات ۸۰۰ سے
تلاش حق گاندھی جی کی آپ بیتی انگریزی میں گیارہ روپیہ قیمت تھی اردو کی قیمت للعہ
تقاریر محمد علی رئیس الاحرار مرحوم کی وہ تقریریں جن کا ڈنکا بج چکا ہے ۸ر
کلام جوہر مولانا محمد علی مرحوم کے جدید وقدیم کلام کا مجموعہ مع مقدمہ مولانا عبد الماجد
دیوان غالب مطبوعہ جرمنی، غالب کا خود نوشتہ مقدمہ، رنگی تصویر خوشخط مجلد عگر
انتخاب میر سرتاج الشعرا حضرت میر تقی میر کے کلام کا انتخاب ۱۲ر
انقلاب دہلی اردو کے ان اساتذہ کی نظمیں جو دہلی کی بربادی پر غدر کے بعد لکھی گئیں عہ
سادھو کی کرشمے ہمارے گرد روحانی دنیا ہے رحیتم اید حالات عہ
سیلاب تبسم جناب شوکت تھانوی کے پرمذاق تحریری مضامین کا بہترین مجموعہ عگر
شاطر سخن اردو کے باکمال شعرا نے اپنے شاگردوں کو جو اصلاحیں دیں ان کا مجموعہ عہ
بزم خیال اردو فارسی کے مشہور شعرا کے لطیفے حاضر جوابی برجستہ گوئی کے نمونے عہ
مرقع ادب ملک کے نامور انشاپردازوں کے خطوط کا قابل قدر مجموعہ ہے
دلگداز افسانے وہ سبق آموز افسانے جن میں معاشرتی پہلو خصوصیت سے دکھائے ہیں صہ
نرالی مسند دلی کے کارخانہ داروں کی بڑی ہی مزیدار زبان ۸ر
آلام حیات انگریزی کے چند بہترین دردناک افسانوں کا بہترین ترجمہ عہ
چیک کا خطبہ صدارت جنتری جنتری میں بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں ۸ر
گلستان ار ازمرزا عظیم بیگ چغتائی نہایت پرلطف اور دردناک قصہ لعہ
روح ظرافت ازمرزا عظیم بیگ چغتائی نہایت دلآویز پرمذاق دلچسپ افسانے ہے
مرزا جھنگی ازمرزا عظیم بیگ چغتائی بڑا مزیدار ڈراما۔ لکھنو کی معاشرت اور زبان ٦
مسدس حالی مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب مولانا حالی کی بےمثل مسدس ۱۲ر
شکوہ ہند یہ بھی مولانا حالی کی مشہور قومی نظم ہے ۳ر
خضر راہ ۴ر مکمل ترانہ ۲ر شکوہ ۳ر جواب شکوہ ۳ر
اکبری اقبال ۳ر یہ پانچوں ڈاکٹر سر اقبال کی مشہور نظمیں ہیں
پردۂ غفلت آزادی نسواں اور پردہ پر اعلیٰ درجہ کا اخلاقی ڈراما عہ
نگارستان مولانا نیاز فتح پوری کے افسانوں کا مجموعہ (لڑکیاں نہ منگائیں) عگر
شہاب کی سرگزشت مولانا نیاز فتح پوری کے افسانوں کا بہترین مجموعہ عہ
دنیا کی حور دلآویز اور دلچسپ پیرایہ میں ایک اصلاحی ناول ۱ر
دختر سمرنا خالدہ ادیب وزیر تعلیم ترکی کے چشم دید تسخیر سمرنا کے حالات ناول کے پیرایہ میں
اقبال اندلس یعنی سپین کی ۸۰۰ سالہ مسلم حکومت پر بےمثل کتاب رعایتی قیمت للعہ
تاریخ مغرب شمال افریقہ کے مسلمانوں کی مفصل مکمل مستند تاریخ ۲ر

موریسکو ان مسلمانوں کے دردناک حالات جو اندلس کی اسلامی سلطنت کے بعد عیسائی بنائے گئے ۱۲ر
خلافت موحدین جس کے بانی امام غزالی کے شاگرد تھے جنہوں نے بڑے زور کی حکومت کی تھی ۸ر
تاریخ اسپین جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے کس شان کی حکومت اسپین میں کی تھی للعہ
فلسفیانہ مضامین مولانا عبد الماجد ایڈیٹر سچ مصنف فلسفہ جذبات عگر
عصر تاریخ اسلامی ۴ حصوں میں حالات سرور کائنات صلعم (۲) تاریخ خلافت راشدہ (۳) خلافت امیہ (۴) خلافت بنو عباس، علامہ خیاط مصری کی مشہور کتاب کا بہترین ترجمہ للعہ
ترکاریاں ہر طرح کی ترکاریوں کی کاشت کے طریقے ۸ر
پھل ہر قسم کے پھلوں کی کاشت کے طریقے ۸ر
مقالات شرر وہ ادبی خیالی مضامین جو مولانا شرر کی شہرت کا باعث ہوئے عہ
سفرنامہ ہستی مولانا شرر کی انشاپردازی کا یہ مجموعہ مضامین بھی بہترین نمونہ ہے عہ
اسلامی سوانحعمریاں دنیا کے نامور مسلمانوں کے سبق آموز حالات از شرر مرحوم عہ
تذکرہ مشاہیر عالم دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں کے حالات زندگی عہ

تصانیف مولانا شبلی مرحوم

آغاز اسلام سرور کائنات کے مبارک حالات لڑکیوں اور بچوں کے لئے ۸ر
الفاروق خلیفہ دوم حضرت عمر کی بےمثل سوانح حیات اور خلافت کے حالات عہ
المامون مشہور عباسی خلیفہ مامون الرشید اعظم کے مفصل حالات عہ
الغزالی جو حضرت امام غزالی کے زمانہ کی جامع تاریخ بھی ہے عہ
سیرۃ النعمان حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی مکمل سوانح عمری عہ
اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند پر جو اعتراضات غیر مسلم کرتے ہیں ان کا جواب ٦ر
سفرنامہ روم ومصر وشام ممالک اسلامی کا بہت مشہور سفرنامہ ہے عہ
مقالات شبلی مولانا کے بہترین علمی ادبی تاریخی مضامین کا مجموعہ عہ
نظم شبلی تاریخی قومی نظموں کا روح پرور مجموعہ ۸ر
حیات سعدی ٦ر حیات خسرو ۵ر حیات حافظ ٦ر

قابل لوگوں کے لکھے ہوئے اعلیٰ درجے کے ڈرامے

مرزا جھنگی ٦ر پردۂ غفلت عہ نقش آخر ۱۲ر صید زبوں ۱۰ر

مسلمان بچوں کیلئے وہ کتابیں جو اکثر مدارس میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں

ہمارے نبی ۳ر ہمارے رسول ۵ر سرکار کا دربار ٦ر چار یار ۸ر اسلامی عقائد ۱۰ر ارکان اسلام ۱۰ر بچوں کا قاعدہ ۴ر رہنمائے قاعدہ ۲ر بچوں کی پہلی کتاب ۴ر

بچوں کے لئے نہایت مفید دلچسپ سبق آموز ڈرامے

اسکول کی زندگی ۴ر بچوں کا انصاف ۴ر محنت ۴ر شریر لڑکا ۴ر بچوں کا انصاف ۴ر قوم پرست طالب علم ۴ر دیانت ۲ر بچوں کی کتاب ۳ر

کربلا کے میدان میں

مسلمانوں کے خون کی ندیاں!

سیدہ کا لال

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری کی بے مثل تصنیف

جس کا مدت دراز سے مسلمانوں کو انتظار تھا چھپ کر تیار ہے۔ پہلا حصہ دو جلد۔ واقعاتِ شہادت کی نہایت جامع و مفصل تاریخ ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور جناب سیدہ کے اسلام پر احسانات اور فضائل سرورِ دوعالم کی رحلت، حضرت عثمان و حضرت علی کی شہادتیں اور معرکے جمل اور صفین کی لڑائیوں کا مفصل بیان، شیعہ سنی اختلاف کی ترقیاں، بنی اُمیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست، حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت اور مرشہور یزید کی حکومت غرض معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام ضروری حالات اور مستند واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ علامہ محترم نے اپنے خصوصی پیرائے میں تحریر فرمائے ہیں جن سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتے ہیں صفحہ ۱۲۱ سے دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے

معراجِ کربلا حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت، بی بی زینب کا بے مثل ایثار، حضرت عباس حضرت قاسم حضرت علی اکبر کی شہادتیں، کربلا کا ننھا شہید، بیمار صغرا کا قاصد، سیدہ کے لال کی شہادت خاندانِ نبوت کی سیدانیاں ابن زیاد اور یزید کے دربار، شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ قاتلانِ حسین کا انجام شہادت کا بیان اور مصورِ غم کا قلم۔ تمام کتاب اس قدر دردانگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی ہے شروع میں جو مرثیے علامہ راشد الخیری مدظلہ نے لکھے ہیں برسوں اور صدیوں ان کا جواب اردو میں نہ نکل سکے گا ایک ایک صفحہ پر ہچکی بندھ جاتی ہے۔

شہادت نامہ پڑھنا ہے تو سیدہ کا لال پڑھئے

اس سے زیادہ جامع اور مستند اس سے بڑھ کر دردانگیز اور موثر کوئی شہادت نامہ اردو کیا فارسی عربی میں بھی نہ ملیگا۔ یہ کتاب شیعہ اور سنی دونوں فرقوں میں یکساں مقبول ہو رہی ہے۔ افسوس ہاتھ ہزاروں جلدیں نکل چکی ہیں۔ اب سیدہ کا لال اردو کی چوٹی کی کتابوں میں سے ہے اور آپ کے [illegible] سیدہ کا لال ہی وہ کتاب ہے جس پر خود مصنف کو فخر ہے [illegible] قیمت [illegible]

شہید کربلا کی ماں

سیرۃ الشان خاتونِ جنت حضرت بی بی فاطمہ کی آرزو و سوانح عمری الزہرا علامہ راشد الخیری مدظلہ کی برسوں کی محنت ہے اور اس قدر مقبول ہوئی ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے آخر میں واقعہ کربلا کا نقشہ بھی ہے اور بے انتہا دردناک قیمت ۱۲

عروسِ کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں عروسِ کربلا سے ممتاز ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے تک کچھ کم دردانگیز نہیں ہیں اس پر مولانا نے قلم کو ہر حیثیت تمامت [illegible] ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلکش افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے [illegible] بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے۔ عروسِ کربلا کی طرز پر کئی مضمون [illegible] لکھے ہیں مگر عروسِ کربلا عروسِ کربلا ہی ہے قیمت ۱۲ رنگین [illegible]

محرم نامہ

خواجہ حسن نظامی کی مشہور کتاب ہے۔ شہادت حسین علیہ السلام تک تمام حالات بشرح و بسط درج ہیں۔ یہ بھی شیعہ و سنی ہر دو فرقوں میں یکساں مقبول ہے حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف میں اس کتاب کا بڑا درجہ ہے۔ قیمت [illegible]

یزید نامہ

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے جس میں موصوف نے شہادت حسین کے بعد کے حالات لکھے ہیں اور اسلام کی اس خونی داستان کو جس نے تاریخ اسلام پر بڑا اثر ڈالا ہے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اس کے ساتھ ہی خلفائے بنی امیہ کے پورے حالات بھی ہیں بہت مقبول کتاب ہے قیمت سوا روپیہ [illegible]

شہید کربلا

اس کتاب میں سیرت حسین ہے اور ترتیب کے ساتھ شہادت عظمیٰ کے پورے واقعات ہیں۔ جگہ بہ جگہ میر انیس کے دردناک مراثی بھی دیئے گئے ہیں۔ قیمت ۸ محصول [illegible] مطبوعہ حمیدیہ پریس

مجموعہ کربلا

مصر کے سب سے بڑے مورخ علامہ جرجی زیدان کا وہ معرکۃ الآرا تاریخی ناول ہے جس سے زیادہ بلاد اسلامیہ میں کوئی کتاب مقبول نہیں۔ اس میں قاتلان حسین کی وہ وہ شقاوتیں کھول کر رکھی ہیں کہ دنیا متحیر رہ جاتی ہے۔ یزید کے حالات بھی سب سے زیادہ اسی کتاب میں ملیں گے۔ مگر یہ کتاب لڑکیوں کے مطلب کی نہیں۔ ضخامت تین سو صفحات۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ [illegible] محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ:- دفتر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

عصمتی بہنیں

اگر ان قواعد کی پابندی [illegible]

تو ان کو کبھی ہم سے شکایت کا موقع نہ ملے

(۱) عصمت ہر ماہ بہ پابندی [illegible] کسی بہن کو [illegible]
چوتھی تاریخ تک [illegible]
میں خدانخواستہ ڈاک کی غلطی سے کسی [illegible] اگر [illegible]
وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۱۵ تاریخ سے پہلے پہلے ایک کارڈ لکھ کر نمبر
خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگا لیں اس کے بعد قیمتاً ملے گا
(۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہو جائے تو خریداری
نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیدیجائے کئی کئی ماہ
بعد پتہ بدلوانا دفتر کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی
وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے
کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو مقررہ تاریخ کو
رسالہ بھیجا جاتا ہے ہر بہن کا فرض ہے کہ جب پتہ تبدیل ہو تو فوراً
دفتر کو اطلاع دے دیں۔
(۳) جب ہمیں خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل
میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا آپ
نے نوٹ نہ کیا ہو [illegible] دفتر سے معلوم کر لیجئے کیونکہ
بغیر خریداری نمبر لکھے آپ [illegible]
(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی [illegible]
(۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ ضرور درج فرمایئے۔
(۶) خریداروں کو چندہ کی میعاد یا اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے
دیدی جاتی ہے اگر کسی بہن کو آئندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو
مطلع کر دیں [illegible] جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر سے [illegible]
آئندہ سال کا چندہ بھیج دیں [illegible] اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی پی بھیجا
جاتا ہے جو [illegible] جواب نہ دیتیں انہیں وی پی واپس کر کے عصمت کو
[illegible] کے لئے زیبا نہیں۔ اگر کوئی بات دریافت
طلب ہو تو ٹکٹ رکھ کر ضرور دریافت کر لینا چاہئے۔

منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے قبل ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہئے

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے بنظر ثانی مناسب
ترمیم و اصلاح و اتمام کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں
(۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا
اشد ضروری ہے۔
(۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے جگہ نہ نکل سکے
لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں اس لئے
مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں۔
(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف
کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیدیا جائے۔
(۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین بھیجے جائیں جو عصمت ہی کے لئے
لکھے جائیں وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہے
(۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت
میں مضامین شائع ہو چکے ہیں منتخب نہ کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعات
پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار
سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔
(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہئے جو مضامین ابتذال
سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہو سکتی ہے
ردی کر دیئے جاتے ہیں عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے عصمت کے لئے
ایسے مضامین بھیجنے چاہئے جو ہندو مسلمان عیسائی سکھ سب کے لئے مفید ہوں۔
(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہئے رنگین بے معنی عبارت نہیں
ناپسند ہے فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بدنما ہو جاتا ہے۔
(۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت
"بحق عصمت" محفوظ ہوتا ہے۔
عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپے کے انعامات
مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ
بھی دیتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

عصمت میں مضمون نگاری کے جو قواعد وقتاً فوقتاً چھپتے [illegible] ان کا مطلق
خیال نہیں رکھتیں۔ مثلاً ماہ گذشتہ میں مراد آباد سے ایک بہن نے ایک [illegible] یا فرینہ خاتون کے نام سے دو
مضمون بعنوان "تصور کے ہوائی جہاز پر" اور "جہاد" آخر اپریل میں موصول ہوئے جو بعد اصلاح درج رسالہ ہو سکتے ہیں
لیکن مضمون نگار صاحبہ نے اپنے پورے پتے سے ہمیں مطلع نہ فرمایا۔ مضمون نگاری کے قواعد کی رو سے جب تک ایڈیٹر کے
پاس مضمون نگار کا پورا پتہ موجود نہ ہو یا جب تک مضمون مکمل نہ موصول ہو جائے شائع نہیں ہو سکتا۔ خیر یہ تو ایسے سنگین
اخلاقی گناہ نہیں۔ جو مضمون نگار قواعد کی پابندی نہیں کرتے ان کی محنت رائگاں جاتی ہے اور مضمون درج رسالہ نہیں ہوتا
لیکن دلی رنج اور ملال اس وقت ہوتا ہے جب بعض ناعاقبت اندیش لڑکیاں دوسروں کو دھوکا دیتی ہیں۔ خود بدنام ہوتی
ہیں اور عصمت کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں۔

چند ماہ ہوتے صوبہ بہار سے ہمیں ایک مضمون ملا جس کے متعلق مضمون نگار صاحبہ کو جن کے نام کے پہلے حروف
"ش۔ ا" ہیں اطلاع دیدی گئی کہ اپریل کے رسالہ میں شائع ہو جائے گا۔ اپریل کا پرچہ پریس میں جا چکا تھا مہینہ کی
آخر تاریخیں تھیں کہ یہی مضمون "ش۔ ا" کے شوہر کے نام سے ایک ادبی رسالہ میں ہم نے دیکھا۔ دوپہر کی ڈاک میں "ش۔ ا"
کا خط ملا کہ وہ مضمون ایک اور رسالہ میں شائع ہو چکا ہے غلطی سے [illegible] عصمت میں [illegible] درج نہ فرمایئے اور رسالہ میں
اس کے متعلق کچھ نہ لکھیے ورنہ مسز عبدالقادر کی طرح میری بھی بڑی بدنامی ہوگی۔ پریس سے دریافت کیا گیا تو
معلوم ہوا کہ جس کاپی میں یہ مضمون لکھا گیا تھا نصف سے زیادہ چھپ چکی تھی۔ جو لوگ ہمارے پرچے نکالتے ہیں وہی
اندازہ کر سکتے ہیں کہ تین ہزار کاغذوں کے ردی کرنے اور اس حالت میں کہ مہینہ کی آخر تاریخیں ہیں اور رسالہ ٹھیک
۳۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے اس مضمون کو نکالنے اور دوبارہ کاپی لکھوانے اور چھپوانے میں ہمیں کس قدر مالی نقصان
اور کوفت اٹھانی پڑی ہوگی۔

مضمون نگاری کے قواعد آج سے نہیں پانچ چھ سال سے دوسرے تیسرے مہینے شائع ہوتے رہتے ہیں
چنانچہ مضمون نگاروں سے چھٹی درخواست یہ کی جاتی ہے کہ
"عصمت کے لئے صرف وہی مضامین بھیجیں جو صرف عصمت کے لئے لکھے جائیں وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو اور
کسی رسالہ میں بھی بھیجا گیا ہے" "ش۔ ا" نے ایک نہیں ۳ اخلاقی گناہ کئے ہیں۔

(۱) جو مضمون دوسرے رسالہ کو بھیجا گیا تھا خواہ ناقابل اشاعت تھا یا زیر غور، وہی مضمون عصمت کو بھیجا۔

(۲) جس حالت میں کہ مضمون خصوصیت کے ساتھ عصمت کے لیے نہیں لکھا گیا تھا "ش۔ا" کا اخلاقی فرض تھا کہ ہمیں صاف لکھدیتیں کہ یہ مضمون فلاں رسالہ کو بھیجا گیا تھا اتنی مدت گذر چکی ہے ابتک شایع نہیں ہوا۔ مناسب سمجھیں تو عصمت میں درج کر دیا جائے۔ لیکن "ش۔ا" نے یہ تک اپنے خط میں نہ لکھا۔

(۳) مضمون انکے شوہر کا تھا گو انھوں نے عصمت کو اپنے نام سے بھیجا جس رسالہ میں مضمون شایع ہوا ہے وہ اگر اور دو روز بعد ہمارے مطالعہ سے نہ گذرتا تو عصمت کی شہرت کو کسقدر نقصان پہنچ جاتا۔ افسوس "ش۔ا" کو اسکا مطلق احساس نہ ہوا! انھوں نے عصمت کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اسکے باوجود اس خیال سے ہم انکا پورا نام ظاہر نہیں کرتے کہ انھیں اپنے اخلاقی گناہوں کا کس قدر احساس فوراً ہو گیا۔ لیکن اب آیندہ وہ مہربانی فرما کر کبھی عصمت کے لیے مضمون نہ بھیجیں۔

اس پرچہ کے ساتھ عصمت کا چھبیسواں[۲۶] سال ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد ستائیسویں[۲۷] سال کا پہلا پرچہ سالگرہ نمبر ۳۰ جون کو شایع ہوگا جس کی ضخامت اس دفعہ بھی سوا دو سو صفحوں کے قریب ہوگی اور تصاویر ۵۰ سے اوپر۔ تصویروں کے بلاک خاص طور پر سالگرہ نمبر کے لئے بنوائے گئے۔ عصمت کے سالگرہ نمبروں کے مضامین و تصاویر کو ملک میں ایک خاص شہرت حاصل ہو چکی ہے۔ ۳۳ء کا سالگرہ نمبر اردو رسائل کے خاص نمبروں میں اکثر اعتبار سے بہترین تسلیم کیا گیا تھا۔ عصمتی بہنیں ۳۴ء کے سالگرہ نمبر کو انشاء اللہ اس سے بھی بہتر دیکھیں گی۔

سالگرہ نمبر ۳۰ جون ۱۹۳۴ء کو شایع ہوگا اور خریداروں کو ڈاک خانے کا سرٹیفکٹ حاصل کر کے بھیجا جائے گا پھر بھی اگر کسی بہن کو وقت پر نہ ملے تو ۱۵ جولائی تک خریداری نمبر کے حوالہ سے دفتر کو مطلع کریں۔ دوبارہ بھیجدیا جائیگا۔ لیکن پندرہ تاریخ کے بعد قیمتاً ملیگا۔ جو بیبیاں زیادہ احتیاط کرنی چاہتی ہیں وہ رجسٹری کے لیے ۳ کے ٹکٹ بھیجدیں۔

سالگرہ نمبر تمام خریدار بہنوں کو سالانہ چندہ ہی میں ملیگا لیکن دوسروں کے لیے اسکی قیمت عہ علاوہ محصول ہوگی یعنی صرف یہی سالگرہ نمبر بذریعہ وی پی عہ میں پڑے گا۔

اس پرچہ کے ساتھ جن بہنوں کی میعاد خریداری ختم ہوتی ہے مہربانی فرما کر آیندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں اور کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور درج کریں۔ اگر کسی وجہ سے آیندہ پرچہ جاری رکھنا نہ چاہیں تو بجائے اس کے وی پی واپس کر کے خدمت گزار پرچہ کو شدید نقصان نہ پہنچائیں۔ براہ کرم انکاری کارڈ سے اطلاع دیدیں۔ اگر ۲۵ جون تک منی آرڈر موصول نہ ہوا، نہ انکاری اطلاع ملی تو پھر سالگرہ نمبر بذریعہ وی پی بھیجا جائے گا۔ تمام بہنوں کو معلوم ہے کہ اب ڈاک خانہ میں زیادہ دن وی پی نہیں رہ سکتا۔ اگر فوراً ہی کسی بہن نے وی پی وصول نہ کیا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ عصمت کو جان بوجھکر انھوں نے مالی نقصان پہنچایا۔ اس لیے ان تمام بہنوں سے جن کا سال اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ درخواست ہے کہ وی پی کی واپسی کے نقصان سے پرچہ کو محفوظ رکھیں۔

تیراکن اما

(از حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ)

جہاں آباد میں غدر کے بعد کا ابتدائی دور ایسا گذرا ہے کہ آج بھی اس کے خیال سے کلیجہ تڑپ اٹھتا ہے وہ دن جب بے گور وکفن مردے چاروں طرف سسک رہے تھے ختم ہو چکے تھے اور وہ راتیں جب زندوں کے نالے مردوں کو تڑپا رہے تھے گذر چکی تھیں مگر اب ان مصیبتوں کی یادگار ایک دوسرے رنگ میں قیامت بپا کر رہی تھی سونے چاندی میں کھیلنے والے ہاتھ دو دو دانوں کو محتاج تھے اور جن کے گھروں سے لنگر تقسیم ہوتے تھے ان کا پیٹ دوسروں کے رحم پر بھرتا تھا۔ آزردہ نے اس انقلاب کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

سنگ سینہ سے اٹھایا تو سرہانے رکھا
ان کو تکیہ کے بھی قابل نہ خدا نے رکھا

جس طرح آجکل مسلمان عورتیں رات کے وقت پارکوں یا اور دوسرے مقامات پر سیر و تفریح کے لئے نکل جاتی ہیں اسی طرح اسوقت مصیبت کی ماری فاقہ زدہ عورتوں کے جھلڑ عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد پر اپنے بچوں کے ہاتھ پکڑے چاروں طرف پھرتے بھیک مانگتے دعائیں دیتے اور اپنی کیفیت سنا کر پیٹ بھرتے۔ کہاری باولی والے صوبہ دار اشرف خاں دوسن کی خمیری روٹی اور چنے کی دال کا بھرتہ نماز کے بعد تقسیم کرتے تھے انکو دیکھ کر دوسرے ذی استطاعت مسلمان بھی ایسا کرتے تھے اور اس طرح ان بدبختوں کا پیٹ بھر جاتا تھا ان میں بیسیوں شریف بیبیاں ایسی بھی تھیں جن کو دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں اس کے سوا کچھ میسر نہ آتا تھا خدا کی مخلوق میں جس طرح صورتوں کے اعتبار سے مختلف شکلیں ہوتی ہیں اسی طرح عادت و خصلت کے اعتبار سے بھی طرح طرح کے لوگ ہوتے ہیں ہرے بھرے صاحب کے مزار کے پاس جہاں اب نوچوک کی وجہ سے میلہ لگا رہتا ہے اس وقت آبادی زیادہ نہ تھی اور بہت کم آدمی ادھر نظر آتے تھے مزار کے دائیں طرف ایک بی بی سفید برقع میں ہمیشہ کھڑی دکھائی دیتی تھیں۔ انہوں نے زبان سے کبھی سوال نہ کیا صرف انکا ہاتھ برقع سے باہر ہوتا تھا یہ تیراکی کے استاد خلیفہ رحیم کی بیوی تھیں کسی زمانہ میں انکا دور دورہ تھا اور پیرجی محمد عمر صاحب جو اُن کے پڑوسی تھے ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے کہ ان کے دسترخوان سے بیسیوں بھوکوں کا پیٹ بھرتا تھا۔ وقت نے ان کو یہ دن دکھا دیا ان بی بی کی خاموشی اور ان کے حالات کا شہر بھر میں چرچا تھا اور سب ان کو تیراکن اما کہتے تھے پیرجی فرماتے تھے کہ ایسی قانع عورت بہت کم دیکھنے میں آئی ہے یہ حقیقت بھی تھی اور میں اب بھی جب کبھی ان مٹی ہوئی صورتوں کا خیال کرتا ہوں تو اجڑی ہوئی

دلی کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے میں اور میرے ساتھ اور بھی تین چار آدمی تھے رات ہو چکی تھی تیراکن اما نماز عشا پڑھ کر سڑک پر آکھڑی ہوئیں اور برقع میں سے ہاتھ نکال دیا مرحوم میرزا محمد اشرف گورگانی کے والد خلیفہ کے شاگرد تھے اس لئے مرزا ان کو نانی کہتے تھے ایک دوانی نکالکر مرزا نے ان کو دی۔ تیراکن اما نے بہت سی دعاؤں کے ساتھ وہ دوانی واپس کر دی اور کہا میں اب پکانے ریندھنے کے قابل نہیں ہوں آنکھوں میں پانی اتر آیا۔ کوئی گھر نہیں کوئی در نہیں جہاں جگہ مل پڑ رہی ابھی پیٹ بھرنے کو دو روٹیوں کی ضرورت لگی ہوئی ہے۔ یہ مانگ لیتی ہوں وہ رازق ہے پیٹ بھر دیتا ہے یہ دوانی تمہارے زیادہ کام آئے گی رکھ لو۔

مجھے اب بھی جب ان کے الفاظ یاد آتے ہیں تو ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے کیسی با اصول اور سیر چشم عورتیں تھیں جب مرزا نے زیادہ اصرار کیا تو دوانی لے لی اور اسکو بھنا کر دو پیسے بچوں کو تقسیم کر دئے۔

دلی کی خاک سے جو باکمال پیدا ہو چکے مشکل ہے کہ زمانہ اب ایسی صورتیں دوبارہ دکھائے خدا اپنی رحمتوں کے پھول ان پر نازل کرے۔

عصمت کے نئے خریدار بنانے والی بہنوں کے نام سالگرہ نمبر میں شائع ہونگے۔ مینیجر

زندگی کے اصول

(۱) جب کسی نیک کام کا خیال آئے فوراً کر دینا چاہئے اس کے بعد جو خیال آتا ہے وہ کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ مجھے جو پہلا خیال آتا ہے اور اس پر فوراً عمل کرتی ہوں تو ہمیشہ کامیاب ہوتی ہے اگر کل پر کسی کام کو چھوڑتی ہوں تو پورا نہیں ہوتا۔

(۲) اگر کوئی برائی کرے تو اس کے ساتھ ایسا نیک سلوک کرنا چاہئے کہ وہ آدمی ہمارا شکرگزار ہو جائے اور دوست بن جائے۔

(۳) سفر کرو تو صرف اپنی تفریح کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کا خیال رکھکر اپنے حالات سفر لکھا کرو۔ یا خط کے ذریعہ اپنے سفر کے دلچسپ حالات اپنے دوستوں عزیزوں کو لکھا کرو۔

(۴) اپنا روزنامچہ یعنی ڈائری لکھا کرو۔ روز شام کو تمام دن کے حالات لکھو۔ بعض بیبیاں یہ خیال کرتی ہیں کہ ہماری زندگی کے حالات ہی کیا ہیں جو لکھیں یہ خیال درست نہیں ایک نہ ایک روز ضرور ڈائری کام آتی ہے۔ مجھے سنہ ۱۹۱۱ء میں خیال آیا کہ ڈائری لکھوں اس وقت سے آج تک روزانہ کے حالات لکھتی ہوں انھیں روزنامچوں کی بدولت میرے کئی سفرنامے تیار ہو گئے۔

(۵) جو کام کرنا ہو اس میں سستی نہ کرو جلدی کرکے ختم کر دینا چاہئے کوئی کام ہو میں دیر نہیں لگاتی جلد سے جلد پورا کام کر لیتی ہوں۔ دیر آید درست آید کی میں قائل نہیں۔ جلد کام کرنے سے وقت بچتا ہے اور وقت ہی سب سے بڑی دولت ہے بچے ہوئے وقت سے ہم دوسرا کام لے سکتے ہیں۔

(۶) اپنے وقت کی قدر کرو کیونکہ جو وقت گزر جاتا ہے پھر ہاتھ آتا نہیں وقت کو بیکار جانے مت دو کچھ پڑھو یا لکھو۔ یا سیو۔ یا اپنے باغ وغیرہ کی دیکھ بھال کرو۔ یا گھر کا کام کرو۔ یا کچھ پکاؤ۔ غرض وقت کو بیکار مت کھوؤ

(۷) جو کام کرو اس کے بعد پچھتاؤ نہیں چاہے وہ کام اچھا ہوا ہو یا بُرا اب ہوگیا اس کے بعد پچھتانا اور فکر کرنا بالکل بیکار ہے۔

(۸) کسی کا عیب دیکھو یا کسی کی غلطی معلوم ہو تو چشم پوشی دوستی کے خلاف ہے۔ غلطی سے آگاہ کر دینا چاہئے یہ خیال مت کرو کہ اگر ہم کہیں گے تو ممکن ہے اُس بی بی کو بُرا معلوم ہو اور ہم ناحق کیوں بُرائی مول لیں۔ اکثر لوگ اسی خیال سے کسی کو نیک مشورہ نہیں دیتے ہیں جب کسی کو کچھ غلطی دیکھتی ہوں تو انکو نیک مشورہ دیتی ہوں اور میں نے اکثر دیکھا ہے کہ بعض بیبیوں نے جنھیں میں نے مشورے دئے ہیں اصلاح کرلی ہے۔

(۹) مہمان کی عزت کرو اور اسکو آرام و آسائش پہنچانے کی امکانی کوشش کرو۔ مہمان کے جانے کے بعد اسکی بُرائی نہ کرو بلکہ اسکی یاد دل میں رکھو۔ اکثر یہ عادت بیبیوں کو ہوتی ہے کہ مہمان رخصت ہوتے ہی اسکی بُرائی شروع ہوجاتی ہے یہ مسلمان کی نشان نہیں۔

(۱۰) اگر کسی کے گھر مہمان جاکر رہو تو اپنے میزبان کو تکلیف دو بعض ایسے بھی مہمان ہوتے ہیں کہ طرح طرح کی فرمائش کرکے میزبان کو پریشان کر دیتے ہیں۔

(۱۱) بچوں کو بات بات میں روکنا ٹوکنا انکا ستیاناس کر دیتا ہے وہ ضدی اور خودسر ہوجاتے ہیں۔

(۱۲) میں نے دیکھا ہے کہ سچا انسان ہمیشہ سرخرو اور کامیاب رہتا ہے۔ نیک و سمجھدار بیبیاں سچائی کو اپنا نصب العین بنائی رہتا

(۱۳) اپنے خاندان۔ دولت۔ یا ذات پر بے وقوف عورتیں گھمنڈ کرتی ہیں۔ کسی کو اپنے سے حقیر مت سمجھو میں نے ایسی بیبیاں بھی دیکھی ہیں جو دوسروں کو حقیر خیال کرتی تھیں ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ وہ خود دوسروں کی نظروں میں حقیر و ذلیل سمجھی جاتی تھیں خدا کو غرور سخت ناپسند ہے اور جو باتیں خدا کو پسند نہیں اسلئے ہزاروں کوس دور رہو۔

(۱۴) اگر تم کو اپنے مذہب سے واقعی محبت ہے تو مذہب کی ترقی کی فکر کرو۔ اور روپیہ سے قلم سے ہاتھ بازوؤں سے جس طرح کرسکتی ہو کوشش کرو مگر دوسرے مذہب والوں کو بُرا مت کہو۔ اکثر لوگ گھر میں بیٹھکر دوسروں کے مذہب کو بُرا کہتے اور میں کبھی کسی کے مذہب کو بُرا نہیں کہتی اور نہ کسی مذہب والے کو بُرا خیال کرتی ہوں سب کو خدا کا بندہ سمجھکر سب سے محبت سے ملتی ہوں۔

(۱۵) بعض لوگ ایسے ہیں جنھیں اپنے علم یا ڈگری پر ناز ہے دوسرے جن کے پاس کوئی ڈگری نہیں انھیں قابل عزت نہیں سمجھتے یہ لوگ اپنی ڈگری کو صندوقوں میں بند کرکے اور علم کی دماغ کے صندوق میں محفوظ رکھتے ہیں اپنی عقل کو صرف اپنی ترقی و کامیابی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ جس کے پاس زیادہ علم نہیں یا جس نے بڑی بڑی علمی ڈگریاں حاصل نہیں کیں اگر ایسا شخص کچھ کام دوسروں کے لیے کرے تو اسکی قدر نہیں کرتے لیکن میں ایسے لوگوں کی دل سے قدر کرتی ہوں اور حتی الوسع انکا دل بڑھانے کی کوشش کرتی ہوں کیونکہ وہ اپنی بساط سے زیادہ کام ملک یا قوم کے لئے کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہی لوگ حقیقی عزت اور محبت کے قابل ہیں۔

(۱۶) خدا سے محبت کرو ڈرو نہیں خدا ہم پر مہربان ہے ہم سے محبت کرتا ہے۔ جب خدا کی محبت ہمارے دل میں رہیگی تو اسکی محبت کے خیال سے ہم اس کی راہ میں خیر خیرات کرینگے اور اسکی خوشی کے لیے عبادت میں سر جھکائیں گے۔ ہمکو ڈرنا شیطان سے

انگریزی تعلیم کی ضرورت

آج کل انگریزی تعلیم غیر قوموں میں بہت عام ہو رہی ہے۔ بچپن ہی سے لڑکی ہو یا لڑکا انگریزی پڑھنے کا شوق دل میں پیدا کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر قوموں کی عورتیں بڑی ہو کر ہر قسم کے کاموں میں حصہ لیتی ہیں۔ ہسپتالوں میں ڈاکٹرنیاں اور نرسیں مسلم خواتین کے مقابلہ میں غیر مسلم بیبیاں زیادہ ملیں گی بلکہ مسلمان ڈاکٹرنیاں اور نرسیں شاید ہی کسی ہسپتال میں نظر آئیں گی۔ کیا مسلمان عورتیں ڈاکٹرنیاں اور نرسیں بننے کے قابل نہیں ہیں؟ مسلم خواتین کو اکثر مردوں سے اپنا علاج کرانا پڑتا ہے۔ اگر مسلمان عورتیں خود ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کریں تو کیوں مردوں سے علاج کرانا پڑے۔ کالجوں اور ہائی سکولوں میں بھی مسلم عورتیں پروفیسروں اور استانیوں کے عہدوں پر بہت ہی کم نظر آتی ہیں۔ انسان کو اللہ نے عقل جیسی نعمت عطا فرمائی ہے جس سے مشکل سے مشکل کام انجام دئے جا سکتے ہیں۔ اگر عقل کو بڑھانے کی کوشش نہ کی جائے تو کند ہو جاتی ہے۔ اگر عورت پڑھی لکھی ہے تو اپنے گھر اور بچوں کی دیکھ بھال اور نگہداشت اور تربیت بہتر سے بہتر طریقہ سے کر سکتی ہے اور اپنے شوہر کے کاموں میں بھی کئی طرح سے مدد دے سکتی ہے۔ اگر تعلیم یافتہ عورت بیوہ ہو جائے تو بھی اپنی روزی عزت کے ساتھ کما سکتی ہے۔

جو عورتیں ٹائپ کرنا جانتی ہیں انھیں معقول تنخواہیں ملتی ہیں اور مسلمان عورتیں اگر یہ کام سیکھ لیں تو اپنے شوہروں کو ٹائپنگ میں بڑی مدد دے سکتی ہیں۔ خاصکر جن کے شوہر تجارت وغیرہ کرتے ہیں۔ اس طرح سے ایک کلرک کی چالیس پچاس روپیہ ماہوار کی تنخواہ کی بچت ہو سکتی ہے۔

اگر عورت انگریزی پڑھی ہوئی ہے تو اپنے خاوند کو ہر حالت میں زیادہ خوش رکھ سکتی ہے اور اپنے بچوں کی پرورش حفظانِ صحت کے اصول پر کر سکتی ہے۔ آج کل کے مرد بھی انگریزی تعلیم یافتہ لڑکیوں سے زیادہ شادی کرنا پسند کرتے ہیں۔ ماں کو عہد کر لینا چاہیے کہ وہ اپنی لڑکیوں کی انگریزی تعلیم کا خیال اسی طرح کرے گی۔ جس طرح وہ لڑکوں کی تعلیم کا کرتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انگریزی پڑھنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ ہماری لڑکیاں نوکری وغیرہ نہیں کریں گی بعض لڑکیاں خود کہتی ہیں۔ کہ کیا ہمارے ماں۔ باپ ہم کو کھلا نہیں سکتے ؟ یا "کیا ہم کسی غریب سے شادی کریں گے؟ کہ جا کر نوکری کرنی پڑے گی"۔ یہ باتیں دور اندیشی کی نہیں۔ دولت ہمیشہ کسی کے پاس نہیں رہی ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ لیکن علم ہمیشہ کام آتا ہے۔ بیشک ہر ایک کو گورنمنٹ کی نوکری کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہر شخص کو گورنمنٹ کی نوکری مل سکتی ہے۔ اور نہ تعلیم کا ہی یہ مقصد ہے۔ علم حاصل کیا جاتا ہے عقل اور معلومات بڑھنے اور دنیا میں آرام و

اطمینان و عزت کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے۔ بہت سی مائیں ایسی ہیں جو بالکل نہیں جانتیں کہ بچوں کی پرورش صحیح اُصولوں پر کس طرح کرنی چاہئے۔ ہر سال بچہ ہوتے ہیں اور جانوروں کی طرح پلتے ہیں۔

آج کل قوم کی پست حالت کی اصلاح کرنے کا بہت چرچا ہے۔ سب کہتے ہیں کہ قوم کے لئے کام کرو اور جگہ جگہ کسی نہ کسی صورت میں قوم کی پست حالی کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ قوم اس قدر پست حالی میں کس طرح گری۔ میرے خیال میں اگر والدین پیدائش ہی سے اپنی اپنی اولاد کی آیندہ زندگی کا خیال کریں اور یہ مدنظر رکھیں کہ آیندہ یہ بچے بھی قوم کا ایک جزو ہونگے اور پھر اگر ماں باپ کوشش کریں کہ یہ بڑے ہو کر لایق اور نیک نکلیں تو قوم کی پست حالی بہت جلد دور ہو سکتی ہے۔ اور اگر بچپن ہی سے غفلت اور ادائگی فرایض سے لاپرواہی اختیار کی تو انھیں بچوں سے قوم کی پست حالی میں اور اضافہ ہوگا۔ بعض لوگوں کی زبان پر قوم کی خراب حالت کا مرثیہ ہے پر اپنی اولاد پر وہ نظر نہیں رکھتے۔ اگر تمہارا اثر تمھاری اولاد پر نہیں ہے اور تم اپنی اولاد کو نہ سنوار سکیں تو تم قوم کے لیے کیا کر سکتی ہو؟

تعلیم کے ذریعے سے عورت مصیبت کے وقت کسی نہ کسی صورت سے اپنی روزی عزت کے ساتھ کما سکتی ہے۔ ورنہ گداگری کے سوا اور کچھ نہیں۔ کیوں آجکل مرد و عورت کی گداگری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ محنت سے جی چُراتے ہیں۔ اور بچپن میں تعلیم حاصل نہیں کرتے۔ بچپن آوارہ گردی بے کاری میں گزر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں غیر قوموں سے زیادہ مفلسی پائی جاتی ہے۔

متوسط اور اعلیٰ طبقوں کی عورتیں جو آسانی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دے سکتی ہیں وہ اس خیال سے کہ ہماری لڑکیوں کی شادی امیروں میں ہو جائے گی اور بھی بے پرواہ ہوتی ہیں۔ مانا دولتمند گھرانہ کی لڑکی دولتمند گھر ہی میں جائے گی اور بظاہر اُسکو نوکری کی ضرورت نہیں۔ پھر بھی اگر لڑکی کو اعلیٰ تعلیم دی جائے تو کیا نقصان ہے؟ برعکس اس کے ایک انگریزی تعلیم یافتہ لڑکی اپنے بچوں اور اپنے کنبہ کے بچوں کی خود معلمہ بن سکتی ہے اور اپنے ہی گھر میں ایک چھوٹا سا اسکول کھول کر اپنے محلہ کے بچوں کی تربیت اور تعلیم کے ذریعہ سے قوم کی پست حالی کو دُور کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ افسوس کہ بعض اعلیٰ طبقوں کی بیبیاں اپنی دولت کے گھمنڈ میں اپنی زندگی بے کار گذارتی ہیں۔ اگر کوئی خاص پیشہ یا فن یا ہنر لڑکی کو سکھا دیا جائے ہے کار جائے گا۔ حمیدہ خاتم (ایم اے)

آپنے اپنا نام ملاحظہ فرمالیا

• اس پرچہ میں سرخ کاغذ پر ایک فہرست ان خواتین اور حضرات کی شائع ہو رہی ہے جنکا سال خریداری اس پرچہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ آپ ملاحظہ فرما لیجئے کہ آپ کا نام اس فہرست میں ہے؟

منیجر

حرمانِ نصیب بیوہ

لگا کے خرمنِ امیدواں میں آگ افسوس! فلک نے لوٹ لیا ہے ترا سہاگ، افسوس!
گری ہیں لوٹ کے ہاتھوں سے چوڑیاں تیری اسیرِ حلقۂ زنجیرِ غم ہے جاں تیری
نہ راس آئی تجھے تیری گیسو آرائی کہ سر پہ ہجرِ دوامی کی کالی رات آئی
ملی تھیں وہ جو مسرت کی آہ دو گھڑیاں ہیں اُن کے بدلے فراقِ دوام کی کڑیاں
نہ آئینے سے، نہ شانے سے کام ہے تجھکو ہمیشہ اشک بہانے سے کام ہے تجھکو
جو حسن تھا کبھی منت گزارِ آئینہ ہوا وہ حیرتیٔ کاروبارِ آئینہ
ادائیں اب وہ کہاں زلف کے بنانے کی ہے چاک چاکِ جگر یادگار شانے کی

اثر ہے آہ! یہ کس کے شبابِ رنگیں کا
کہ رخ پہ غازہ ہے تیرے سرشکِ خونیں کا!

اگرچہ دستِ قضا دشمنِ مسرت ہے بُری زمانے سے اے بیوہ! تیری قسمت ہے
ملا ہے سوگ تجھے حیف! عمر بھر کے لئے سدا کی اشک فشانی ہے چشمِ تر کے لئے
یہ کہہ رہی ہے پریشانی تیرے بالوں کی کہ ایسی ہوتی ہے صورت شکستہ حالوں کی!
بہار ہو کہ خزاں، تجھکو ہے ملال نصیب ہمیشہ دیدۂ تر کو ہے برشگال نصیب
چمن میں پھول کھلیں خواہ پھول مرجھائیں کبھی نہ نخلِ تمنا میں تیرے پھول آئیں
تو ہے مرقعِ عالم میں پیکرِ حرماں زمانہ تیری نظر میں ہے منظرِ حرماں
پناہ کیوں نہ کرے تیری بیکسی تجھ سے کہ آنکھ تیرے عزیزوں نے پھیر لی تجھ سے
وہی جو کہتے تھے دیوی تجھے سعادت کی انہی کی نظروں میں پتلی ہے تو نحوست کی

بجا ہے گریۂ شام و سحر بجا تیرا
کہ دادرس نہ کوئی دہر میں رہا تیرا

مگر ہزار فلک رس ہوں یہ ترے نالے مسافرانِ عدم کب ہیں لوٹنے والے
گئے وہ جن سے کہ آباد تھی تری دنیا خیال دل میں نہ لا اُن کے واپس آنے کا

اُجڑ گئی تری محفل، بگڑ گئی تقدیر — فغاں میں تیری اثر ہے نہ آہ میں تاثیر

نہ کوئی مونس غم ہے نہ راز داں تیرا — بلا رہا ہے تجھے سوز جاوداں تیرا

بُرے بھلے یُوں ہی دن کاٹ زندگانی کے — عذاب صبر سے سہہ دہر عمر فانی کے

کبھی تو قوم کو احساس غم ترا ہوگا — وہ دن بھی آئیں گے جب پاس غم ترا ہوگا

خدائے پاک تجھے صبر کا ثمر دے گا — وہ سہل آپ تری مشکلوں کو کر دے گا

کسی کے دل میں بھرے گا وہ مہر تیرے لئے — جہاں میں عام کرے گا وہ مہر تیرے لئے

کسی نگاہ کو شفقت ترے لئے دے گا — کسی کو دل میں محبت ترے لئے دے گا

کرے گا نرم وہ خود قلب اہل ملت کو — دکھائے گا انھیں تیرے ہجوم کلفت کو

کسی کو صاحب لطف و کرم بنا دے گا
دیا ہے درد یہ جس نے وُہی دوا دے گا

تلوک چند محروم

---

۲۶ سال میں ۷ مرتبہ

عصمت کا چھبیسواں [۲۶] سال اس پرچہ کے ساتھ ساتھ ختم ہوتا ہے آخر جون میں عصمت کا شاندار سالگرہ نمبر نہایت آب و تاب کے ساتھ شایع ہوگا۔ سالگرہ کی خوشی میں اس سال کتابوں کی قیمت رعایت کی گئی ہے۔ اس سے پہلے ۲۶ سال میں صرف ۷ مرتبہ رعایت ہوئی ہے گو ہر سال رعایتی اعلان نہیں ہوتا لہٰذا اس رعایت سے فایدہ اُٹھایئے جتنی زیادہ کتابیں آپ منگائیں گی اتنا ہی آپ کا فائدہ ہے آٹھ روپیہ سے کم کی کتابوں پر ۲ فی روپیہ اور آٹھ روپیہ سے زیادہ کی کتابوں پر ۳ فی روپیہ رعایت ہوگی محصول ڈاک خریدار کے ذمہ۔

منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

جن خواتین

اور حضرات کو اس پرچہ کے ساتھ سالگرہ نمبر کا وی پی روانہ ہونے کی اطلاع دی جا رہی ہے وہ اگر بذریعہ منی آرڈر اپنا سالانہ بھیجیں تو ۳ کی کفایت ہوگی اور بہت سہولت اور آسانی، اگر کسی وجہ سے آیندہ پرچہ جاری رکھنا نہ چاہیں تو عصمت کی چھبیس سالہ خدمات کم از کم اس کی مستحق ضرور ہیں کہ عمر سالگرہ نمبر کی واپسی کا نقصان پہنچانے کے علاوہ مزید ۵ محصولڈاک کا بار عصمت پر نہ پڑنے دیں بلکہ پوسٹ کارڈ پر انکاری اطلاع دیدیجائے۔ اگر ۲۵ جون تک منی آرڈر موصول نہ ہوا نہ انکاری اطلاع ملی تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وی پی کا انتظار ہے۔ پس یکم جولائی کو سالگرہ نمبر کا وی پی روانہ ہوگا۔

منیجر

(از جناب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب ایم، اے، ایف، آر، ایف پی ایس گلاسگو، ایل ایم، ڈبلیو وغیرہ)

جہاں اور سب بے قاعدگیاں ہیں زچہ کے غسل کے متعلق بھی ہندوستان میں کوئی قاعدہ نہیں ہے ہم نے تین دن کی زچاؤں کو بھی "چھٹی" نہاتے دیکھا ہے اور اس کے خلاف آٹھ دس دن تک بدن سے پانی نہ لگتے بھی دیکھا ہے بچہ کی ولادت کے دوسرے ہی دن سے گرمیوں میں علی الصبح اور سردیوں میں ذرا دن چڑھے تمام بدن پر اگر ضرورت ہو تو ہلکا ہلکا تیل لگا کر خوب اچھی طرح مالش کرائیں اور اس کے بعد گرم پانی میں تر کرکے اپنے بدن کو اس طرح صاف کرائیں۔

کپڑے کے ذریعہ غسل۔ پہلے ایک ہاتھ کھونے تک کھول لیں۔ اب گرم پانی سے تر کپڑے کو اس پر پھیر کر صفائی کریں اور دوسرے صاف کپڑے سے اسکو خشک کریں اور آستین اُتار دیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہاتھ کو گیلا کرکے دوسرے کپڑے میں صابن کے جھاگ ملکر ہاتھ پر مل دیں اور پھر پانی کے کپڑے سے صابن کو چھٹا کر ہاتھ کو خشک کریں۔ اسی طرح دوسرے ہاتھ کو کریں اور پھر ایک پیر کو ران تک صاف کریں اور پھر دوسرے پیر کو بھی، سینہ پیٹ کمر کو اگر جی چاہے تو اسی طرح صاف کیا جا سکتا ہے لیکن عموماً ہاتھ پاؤں کے بعد چہرہ و گردن کو صاف کر دیا جاتا ہے۔ زبان و حلق اور دانتوں کی صفائی کا خاص طور پر خیال رکھیں، بعد میں تھوڑا سا سر میں تیل ڈالکر اور اگر تیل کی عادت نہ ہو تو گرم پانی سے بالوں کو ذرا جڑ چوڑ کر تر کریں اور کنگھی کرکے بال سنوار دیں اور اس کے بعد زچہ کو آدھے گھنٹے آرام سے لیٹے رہنے دیں تاکہ اس صفائی سے جو تھکن ہوئی ہو وہ زائل ہو جائے، اس طرح کرنے سے زچہ کو بیحد فرحت و بشاشت نصیب ہوتی ہے اور اُسکا تمام دن اچھا گذرتا ہے اور سر میں درد بھی نہیں ہونے پاتا۔ ولادت سے اکیس روز بعد اور اگر زیادہ جلدی ہو تو بارہ یا چودہ روز کے بعد معمولی طور پر غسل کرنا درست ہوتا ہے، اور اُس کے بعد بھی ایک پیالی چاء یا دودھ پی کر نصف ساعت کے لئے لیٹ جانا چاہئے تاکہ آرام مل جائے۔

ولادت کے بعد ہی۔ زچہ چند گھنٹے کے لئے سو جاتی ہے، اُس وقت نہ تو بچے کو اُس کے پاس رکھنا چاہئے اور نہ کسی اور قسم کا شور و غوغا ہونے دینا چاہئے جو اُس کے آرام میں خلل انداز ہو سکے جب وہ اپنی پہلی نیند سے چکتی ہے تو عموماً بشاش اُٹھتی ہے اور پھر وقت پر سو جاتی ہے۔

پہلے چوبیس گھنٹے اُسکو بالکل آرام کرنا چاہئے، اگر ممکن ہو تو کروٹ تک نہ لے بالکل خموش بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے آنکھیں بند کئے ہوئے خموشی سے پڑا رہنا بہت مفید ہوتا ہے۔

ط یہ بے مثل کتاب خاص اہتمام کے ساتھ دفتر عصمت سے عنقریب شائع ہوگی۔

پہلے چوبیس گھنٹے کے آرام میں خلل پڑنے کے اسباب۔ (۱) ولادت کے بعد درد کبھی کبھی بےچین کر دیتا ہے۔ یہ عموماً کئی بچے والیوں کو زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے "لائکر مارفین" Liquor morphinae [?] کے پچیس قطرے پانی میں ملا کر پلا دینے سے درد غائب ہو کر زچہ کو آرام ملتا ہے۔ اگر ایسی ایک خوراک سے آرام نہ ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے۔

(۲) کبھی کبھی رانوں اور پیٹ کے عضلات میں بھی درد پیدا ہو کر زچہ کے آرام میں خلل انداز ہوتا ہے۔ زچہ اسکو عموماً پیروں کی بھڑکن سے تعبیر کرتی ہے۔ اسکا تدارک اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ رانوں اور پیٹ اور کمر کی خوب مالش کر دی جائے اور انکو ہاتھوں سے دبا دیا جائے اور زچہ کو چت پڑے رہنے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ کروٹ لینے کی اجازت دیدی جائے۔ ولادت کی پہلی نیند کے بعد ہی سے اگر ضرورت ہو تو کروٹ دلا دینے میں کوئی خاص حرج نہیں ہوتا اور اگر چت پڑے رہنے میں تکلیف ہوتی ہو تو کروٹ لے لینا بہت ضروری ہے تاکہ اس پابندی سے آرام میں خلل نہ پڑے۔

بچہ کو بھوک وغیرہ سے رونا۔ بچہ پہلے چوبیس گھنٹے میں عموماً سوتا رہتا ہے لیکن بعض بھوکے بچے بہت شور مچاتے ہیں۔ بعض زیادہ گرم ہو جانے یا سردی یا تیز روشنی میں ہونے کی وجہ سے بھی خوب روتے ہیں۔ بعض کو پیشاب و پاخانہ میں پڑا رہنا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور وہ رو رو کر اپنی نفاست طبع کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے بچوں کو چوبیس گھنٹے کے لیے ماں سے علیحدہ رکھنا چاہیے۔ صرف صبح سے رات کے دس بجے تک ہر چار چار گھنٹے بعد ماں کی پہلی نیند لے لینے کے بعد سے پانچ منٹ کے لیے دودھ سے لگانے کو لانا چاہیے اور اس کی بھوک کو گرم پانی میں شہد یا ذرا سی شکر ملا کر روئی کے ذریعہ پلا دینے سے اور گرمی کو ہلکے کپڑوں سے، سردی کو گرم پانی کی بوتلوں کے ذریعہ اور پیشاب و پاخانہ کی تکلیف کو صفائی و نگہداشت کے ذریعہ دور کرنا چاہیے ورنہ اگر بچہ روتا رہے تو عموماً ماں کی آنکھ کھل جاتی ہے اور فطرتی محبت کی وجہ سے نہ اسکو نیند آتی ہے اور نہ آرام مل سکتا ہے۔

چوبیس گھنٹے کے بعد۔ چوبیس گھنٹے کے بعد چار روز تک زچہ کو بستر میں لیٹے رہنا چاہیے لیکن ضروریات کے لیے اٹھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایسا کرنا مفید ہوتا ہے۔ اگر زچہ خاص طاقتور ہو تو پانچ دس منٹ تکیہ کے سہارے سے پہلے چار روز میں کسی وقت روزانہ بیٹھ بھی سکتی ہے ملنے والیوں کو بھی پہلے چار یا پانچ دن یا تو آنا ہی نہیں چاہیے اور یا پھر پانچ دس منٹ سے زیادہ زچہ خانہ میں ٹھہرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ پانچ روز کے بعد پلنگ پر نیچے پاؤں لٹکا کر اور پیچھے سہارا لگا کر یا آرام کرسی میں اٹھکر بیٹھنا چاہیے، آٹھ دس روز کے بعد کچھ پکڑ کر کھڑے ہونا چاہیے اور بارہ روز کے بعد آہستہ آہستہ زچہ خانہ میں اور پھر گھر میں چلنا پھرنا جائز ہے۔ اٹھارہ روز سے پہلے کوئی سخت کام نہیں کرنا چاہیے، کوٹھے پر چڑھنا، سیڑھیوں پر آنا جانا یا ایسے ہی کام سخت ہوتے ہیں۔ اس کے بعد معمولی گھر کے کام کر سکتی ہیں لیکن چالیس دن تک یہ خیال رکھنا چاہیے کہ تھکا دینے والے کام، بوجھ اٹھانا، کودنا، پھاندنا، موڑ د

گاڑی وغیرہ کی سواری سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔ چالیس دن کے بعد آہستہ آہستہ اپنی اصل حالت پر آجانا چاہئے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ مندرجہ بالا ہدایات پر کاربند ہوجائیں اور چالیس روز کسی طرح بھی احتیاط سے گذاریں تو آپ کو بچہ کی پیدایش سے کمزوری ہونے اور زچگی کا پتہ بھی نہیں لگے گا اور خواہ آپ ایک بچہ کی ماں ہوں یا ایک درجن بچوں کی آپ کی صحت پر اس فطرتی عمل پیدایش کا کوئی خاص اثر نہ پڑ سکے گا۔

نیند۔ زچہ کو رات بھر آرام سے ہر رات سونا ضروری ہے۔ دوپہر میں بھی کچھ دیر سو رہنا بہت زیادہ مفید ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ولادت کے بعد چند گھنٹے سو لینے سے زچہ کو پھر نیند نہیں آتی۔ اگر دو تین رات اچھی طرح سے نیند نہ آئے جبکہ زچہ کو ہر طرح کا آرام بھی ہو تو ایسی صورت میں ڈاکٹر سے سونے کے لئے دوا لینا چاہئے اور ممکن ہو تو ڈاکٹر کو دکھا بھی دینا چاہئے زچگی کا اثر دماغ پر بھی پڑتا ہے اور کبھی کبھی بہت زیادہ اثر پڑ جانے سے نیند اڑ جاتی ہے۔ اگر یہ اثر اور بھی زیادہ ہو جائے تو ذہن تک ہو جاتا ہے اس لئے نیند نہ آنے کا علاج جلد کر لینا چاہئے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مچھر کھٹمل، پسو اور زیادہ گرمی، سردی سے یا کسی خاص عادت کے ترک ہو جانے سے بھی نیند اڑ سکتی ہے۔

ورزش۔ ہم نے آرام کے متعلق مفصل لکھ دیا ہے لیکن اس سے ہمارا مطلب آپ کو سست و کاہل بنانا نہیں ہے بلکہ آرام کے زمانہ میں آپ کے تھکے ہوئے جسم کو اپنی مرمت کر لینے کا موقع دینا ہے اور چونکہ اس حالت میں غذا ہضم کرنے کی بھی ضرورت ہے اور پیٹ وغیرہ کے عضلات کو اپنی اصلی حالت پر لانا اور مضبوط کرنا بھی ضروری ہے اس لئے ورزش لازمی ہو جاتی ہے ولادت کے تیسرے ہی روز کے بعد سے ہلکی ہلکی ورزش شروع کر دینا جائز ہے، بدن کی با طریقہ مالش کرانا سب سے پہلی اور عمدہ ورزش ہے خصوصاً اس حالت میں جبکہ کمزوری زیادہ ہو۔

مالش کا صحیح طریقہ۔ پیر کے انگوٹھوں سے مالش شروع کی جائے اور اس طرح ہاتھ پھیرا جائے کہ مالش سے آرام معلوم ہو اور پیر، پنڈلی اور ران کا کوئی حصہ ہاتھ لگنے سے نہ بچے، اسی طرح ہاتھ کی انگلیوں سے شروع کر کے کمو ے تک مالش کی جائے اور پھر نیچے کی جبڑے کی ہڈی سے ہنسلی کی ہڈی اور کھوے تک سامنے اور گردن کے اطراف کی مالش کی جائے اور پھر ہنسلی کی ہڈی اور کھوے سے لیکر سینہ تک اور بغل میں ہاتھ ڈالکر سینہ کے اطراف کی نیچے کی پسلیوں تک اور پھر کروٹ دلاکر سر کے پیچھے کے حصہ سے لیکر گردن اور کمر اور کولھوں کی مالش کر کے زچہ کو چت لٹاکر اور سر اور پیروں کے نیچے ذرا سا سہارا لگاکر انکو اونچا کیا جائے اس طریقہ سے مالش کرنے میں زچہ کی پوری ورزش بھی ہو جاتی ہے اور اس کے دوران خون کو بھی بہت مدد مل جاتی ہے لیکن مالش کرنے والی تھک کر چور ہو جاتی ہے الفاظ میں عمل کی تشریح طویل ہو جاتی ہے لیکن اگر ایک دفعہ آپ پڑھتی جائیں اور بدن پر ہاتھ پھیرتی جائیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ باقاعدہ مالش کا طریقہ بالکل آسان ہے۔

شیخی

شیخی بہت بری چیز ہے۔ اکثر لوگ اس مرض میں گرفتار نظر آتے ہیں ذرا سی بھی کوئی بات کی اور چڑھ چڑھ کے اپنے منہ تعریفیں کر رہے ہیں۔ کہ ہم نے یہ کیا یہ کیا۔ عورت مرد دونوں ہی اس میں مبتلا ہوتے ہیں عورتوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو اپنے مکان کی صفائی ستھرائی اور آرائش کا خیال ہے اور وہ اپنے شوق سے مکان کو فرش فروش تصاویر دستی شدہ و آلات سے آراستہ رکھتی ہیں تو جب تک دو چار ہم چشموں میں بیٹھ کر اپنی تعریفیں بیان کر کے ان سے داد نہیں حاصل کر لیتیں انھیں چین نہیں آتا۔ مرد اپنے حسن انتظام کا اس طرح تذکرہ کرتے ہیں کہ مثلاً کوئی کسی عہدہ پر نوکر ہے اب جہاں جس سے اپنے حکام ہی کا ذکر چھیڑ دیا۔ ہمارے افسر ہم سے یوں خوش ہیں یہ کرتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ ان کو ہمارا کام بہت پسند ہے ہمارا سب میں بڑا رسوخ ہے وغیرہ۔ غرض کہ سب اسی حال میں مبتلا نظر آتے ہیں اور ع فکر ہر کس بہ قدر ہمت اوست" کا معاملہ اس شیخی بگھارنے میں نظر آیا کرتا ہے جس کو جس بات میں اپنی صفتیں بیان کرنے کا موقعہ ملا، اس نے بیان کرنی شروع کیں۔ شیخی کرنے کی عادت بعض وجوہ سے بے حد خطرناک ہے، کیونکہ انسان شیخی میں آکر جو منہ میں آئے کہہ ڈالتا ہے، جس کی مثال ایسی ہے کہ رسی کے دھوکے میں کوئی بہت زہریلے سانپ کو پکڑ لے۔ اگر سانپ کو سانپ سمجھ کر پکڑا جاتا تو ضرور اس کے منہ کا بچاؤ کیا جاتا اب جبکہ رسی سمجھ کر پکڑا گیا تو جہاں دل چاہے گا کاٹ لے گا۔ یہی حال شیخی کا ہے، اس کے گناہ ہونے کا خیال شاذ و نادر ہی دل میں آتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ ایسی عادت ہے جس سے انسان کا حقیقی وقار حقیقت شناس نگاہوں سے ہمیشہ کے لئے گھٹ جاتا ہے، اور ایسے انسان کی کوئی قدر و حقیقت نہیں رہتی۔ اس کی باتیں سننے کو سن لی جائیں گر اصلیت یہ ہے کہ کبھی صحیح نہیں سمجھی جا سکتیں اور دل میں یہی خیال آتا ہے کہ فلاں شخص جھوٹا لپاٹی تو ہے ہی یہ بھی ایک بڑا ٹانک گیا ہے۔ ایک صاحب ہیں وہ ہمیشہ شیخی کی باتیں کرنے میں عہدہ بہت معمولی ہے، حیثیت معمولی، کچھ روپیہ بہت تکلیف و تنگی کر کے پس انداز کر لیا ہے، گر اب دس بیس ہزار جیب میں جو آگیا تو اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ سمجھنے لگے جب باتیں کرو اپنی ہی تعریفیں کرینگے، ہر ہر طرح پر گھما گھما کر ایسی باتیں کرینگے جس سے آخری نتیجہ اپنی تعریف ہی نکلے گی۔ اکثر لوگوں کو انکی یہ لسانی پسند آتی ہے گر سمجھتے سب لغو ہی ہیں ایک دفعہ ایک موٹر اڑائے اڑائے گھومتے رہے، اکثر لوگوں سے کہا بھی کہ ہمارا موٹر ہے، ایک گنوار آدمی جو انہی کا کاشتکار تھا بولا کہ ہمارے سرکار آج موٹر میں آئے تھے۔ ایک صاحب کو مذاق آیا سوچا لاؤ ان کو اس شیخی کا مزہ چکھائیں اپنی خوب جوڑی

پیچھے بڑائیاں کر گئے ہیں۔ انہوں نے کہا تم بھی کیا آدمی ہو، ان کے پاس موٹر کہاں۔ انہوں نے تو ایک افسر کے پاس موٹر ڈرائیوری کرلی ہے، اس کو پہنچانے آئے تھے
اب غور کرنے کی بات ہے کس قدر ذلیل ہوئے۔
نہ ایسی باتیں کرتے نہ جواب سننے کو ملتا۔

اسی طرح ایسا شیخی باز آدمی جہاں صاحب کمال اور تعلیم یافتہ ہوگیا، یا گورنمنٹ کی جانب سے اسے کوئی معزز خطاب حاصل ہوگیا بس پھر وہ زمین پر قدم نہیں رکھتا یہ سب انتہائی کم ظرفی اور کمینہ پن کی باتیں ہیں۔ انسان کو جہاں تک ممکن ہو مہذب اور شائستہ بننا چاہیے۔ کوئی اپنے عز و وقار پر نازاں ہے کوئی شرافت و نجابت پر، مگر یاد رہے کہ یہ ساری لام تاف یہیں رکھی رہ جائے گی اور خدا کے یہاں نسب حسب خاندانی شرافت عزت و کمال اور خطابوں کی کوئی پرسش نہیں ہے وہاں صرف عمل نیک کی پوچھ ہوگی۔ اس لئے ایسی باتوں پر از خود رفتہ ہو جانا ہی کیا اگر ایک طرف شیخی بذات خود بری چیز ہے تو دوسری طرف ان باتوں کی کوئی حقیقت ہی تو نہیں ہے، پھر خواہ مخواہ ان پر اکڑنے کے معنی کیا ہیں۔

خدا ہر عورت مرد کو اس عادت بد سے محفوظ رکھے۔

اس آر کرماتیہ

توجہ کے بعد عمل کی ضرورت

مئی سنہ ۱۹۲۴ئہ کے عصمت میں بہن د۔ا صاحبہ کا مضمون "خاص توجہ کی ضرورت" پڑھا جو بہت ہی پر اثر تھا جن بہنوں کے پہلو میں انسانی دل ہوگا وہ ضرور اس مضمون سے سبق حاصل کرکے عمل کرنے کو تیار ہونگی سرمایہ دار بہنوں کو اس پر خاص طور سے عمل کرنیکی ضرورت ہے کیونکہ غریب بہنوں کو زیر بار کرنیکی وہی ذمہ دار ہیں اگر امیر بہنیں قیمتی کپڑے اور ریل وغیرہ کے مصارف بے جا سے پرہیز کریں اور اس غیر ضروری سنگھار کو چھوڑ دیں تو یقیناً غریب بہنیں بھی چھوڑ دیں اور رات آئے دن کی فضول خرچیوں سے نجات حاصل کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں ان فضول لوازمات سے بچی ہوئی ہوں میرے شوہر کو سادی پوشاک بہت پسند ہے صرف صاف ہونا ضروری ہے ساتھ ہی اس کے وہ زیادہ زیور کے بھی سخت خلاف ہیں میں انکی خوشی کا ہمیشہ خیال رکھتی ہوں اور پھر دوسرے کی ایسی خوشی کا خیال رکھنا جس میں خود اپنا ذاتی فایدہ ہو کسکو برا معلوم ہوگا۔ انکا خیال ہے کہ سرمایہ دار اور حیثیت دار لوگ ہی ان فضول خرچیوں اور زیر باریوں کے ذمہ دار ہیں اسلئے سرمایہ دار بہنوں کو چاہئے کہ وہ اپنی سوسائٹی میں سے قیمتی اور ریشمی کپڑے اور زیادہ زیور وغیرہ کی رسم کو قطعی چھوڑ دیں غریب بہنوں پر رحم کرکے ایسی پوشاک قابل اعتراض و معیوب قرار دیں ہندو بہنوں میں عام طور سے سودیشی کپڑا پہننے کا رواج ہوگیا ہے اگر بڑی سے بڑی محفل میں بھی آپ کبھی قیمتی کپڑا پہنے نہیں دیکھیں گی۔ لکھے پڑھے گھر کی بیبیاں بھی آج کل گاڑھے کی ساری پہنے ملینگی بہن آمنہ نازلی صاحبہ اور عصمت کی مشہور مضمون نگار بہنوں کو چاہئے کہ اس قسم کے مضامین لکھ لکھ کر مسلمان بہنوں کو سادہ لباس پہننے کی ترغیب دیں۔

بیگم عبدالغفار خاں جالون

نجومی

(میں اس افسانے کو کمال عقیدت اور دلی ارادت سے اپنی شفیق استانی انجم کے اسم گرامی
پر معنون کرنے کی عزت حاصل کرتی ہوں)

اوائل دسمبر میں خالو ڈپٹی نظیر الدین کا خط ملا کہ رضیہ کی شادی سراج الدین سے مقرر ہو گئی ہے نو کو نکاح ہے
تمہارا آنا نہایت ضروری ہے۔ شرکت کے لئے بہت اصرار تھا۔ مگر افسوس ہم میں سے کوئی شریک نہ ہو سکا۔ ہمارا امتحان
اسکول فائنل کی ششماہی تیاری میں مصروف تھی بھائی جان کسی سرکاری ضرورت سے اوٹی گئے ہوئے تھے والدہ میری
تنہائی کے خیال سے رکی ہوئی تھیں۔ مگر ہماری حیرت و استعجاب کی انتہا نہ تھی کہ یہ شادی کیونکر ہو رہی ہے۔ جس شخص کے خالو
اتنے مخالف تھے جس کے نام سے ہی خالو صاحب کے غصہ کا پارہ کئی درجہ بڑھ جاتا تھا اب وہی شخص اُن کی لخت جگر کا رفیق
حیات ہو رہا ہے۔ آپ شاید پوچھیں کہ بنائے مخالفت کیا تھی۔ کچھ بھی نہ تھی۔ سراج بہت نیک، صالح، پابند شرع تعلیم یافتہ
تھے۔ ان دنوں ڈپٹی صاحب انجینیر تھے۔ رضیہ کے پاکیزہ خیالات علمی ادبی تحریروں کو پسند کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ
اسکو اپنا انیس و جلیس بنائیں۔ لیکن خالو صاحب نے کسی سے سُن پایا تھا کہ وہ نجوم و رمل کا سخت مخالف اور نجومیوں کا جانی
دشمن ہے۔ اپنے خیالات کو شرعی دلائل و براہین سے سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نیز خالو صاحب نے فال کھلوائی
تو عامل نے کہدیا اس جوڑے میں کبھی نباہ نہ ہو سکے گا۔ نجومیوں سے دریافت کیا انھوں نے بھی رائے دی کہ لڑکے اور
لڑکی کے ستارے ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ شادی کے چند دن بعد ہی دونوں میں سے ایک مہلک حادثوں کی
نذر ہو جائے گا۔ خالو صاحب نجومیوں عاملوں کے معتقد تھے پھر کیوں وہ اپنے جگر گوشہ کو موت کے منہ میں ڈالدیتے
سراج کو سختی سے نفی میں جواب دے دیا گیا۔ خالہ جان بیچاری سر پیٹتی رہ گئیں۔ رضیہ باپ کے مشرکانہ خیالات اور اعتقادات
سے رنجیدہ و پریشان رہنے لگی خدا سے دعائیں مانگتی تھی اُسے خوف تھا اگر کسی نجومی نے کسی ناکارہ شخص کو رضیہ کے لئے
بہترین کہدیا تو باپ بلا چون و چرا اُس شخص کے حوالے کر دے گا۔
اب جو ہم نے سنا چچا سراج کی شادی رضیہ کے ساتھ قرار پائی تو ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

(۲)

اب ذرا ہمارے خالو صاحب اور اُن کے ہم مشرب اصحاب کے اعتقاد راسخ کا ایک واقعہ سُنئے۔
گذشتہ سال گرمیوں کی تعطیل میں ہم خالو صاحب کے ہاں مہمان تھے۔ ایک دن صبح ہم ناشتہ سے فارغ ہو کر بیٹھے
ہی تھے کہ ڈاکٹر سجاد علی تشریف لائے یہ بچپن سے ہمارے معالج تھے ہم پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ خالو صاحب

کے علم نجوم میں استاد تھے۔ علاوہ قدیم علم کے جدید طریقے پر بھی وہ امریکہ اور سوئٹزرلینڈ کے مشہور ماہرین سے استفادہ اور اسناد حاصل کر چکے تھے۔ ستاروں کا عروج و زوال نحس و سعید ساعتیں انکے نوک زبان تھیں گویا برج فلکی انکی مٹھی میں تھا۔ ہر دم ہر دم منٹ منٹ پر ساعتیں دیکھتے گذرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اور خالو صاحب جب ملتے انکا موضوع سخن نجوم ہوتا

اب جو ڈاکٹر صاحب آئے تو خالو صاحب نے کہا حضرت ذرا نجوم دیکھ کر کہئے رضیہ کہاں بیاہی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب اپنے علم نجوم پر نازاں مسکرائے رضیہ سے مخاطب ہوئے "بیٹی کاغذ پنسل تو لاؤ ابھی ابھی تمہاری آیندہ زندگی کا نقشہ تیار کردوں۔

رضیہ کے لئے اس سے زیادہ دشوار امر کوئی نہ تھا کہ وہ کسی مشرکانہ عمل میں مدد دے اس نے باپ کے خوف سے کاغذ پنسل تو لادی مگر نفرت سے۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلے تو کاغذ پر ایک گول دائرہ سا لکیر کھینچی پھر بارہ ستارے بنائے۔ ہر سیارہ میں ایک ایک نقشہ بنایا مثل بکرا۔ سرطان اسد وغیرہ بہت کچھ حساب لگا کر کہا اسوقت رضیہ بیگم کا ستارہ برج نحس میں ہے جب تک برج سعید میں نہ آئے وہ بیاہی نہ جائے گی خواہ آپ کچھ ہی کریں خالو صاحب نے گھبرا کر پوچھا "پھر کس وقت اسکا ستارہ برج سعید میں آئے گا" ڈاکٹر صاحب نے نہایت سنجیدگی سے کہا" اس کے لئے دو سال پانچ ماہ نو دن تین گھنٹے سترہ منٹ ہیں، اور یہ بھی سنیئے اسکا بر سمت جنوبی سے آئے گا اور طب کا ماہر ہوگا۔"

خالو صاحب نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا اب میری تشفی ہوگئی۔ میرا فکر بہت کچھ دور ہوگیا" میری طرف اشارہ کر کے کہا" ذرا اس لڑکی کا ہاتھ دیکھئے!"

میں اپنی کرسی پر کچھ کسمسائی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے جھٹ اٹھ کر میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا انھیں میری بے اعتقادی کا حال معلوم تھا میری ہتھیلی کی لکیریں انگلیوں کے نشان انگوٹھے کا چکر بہت غور سے دیکھکر بہت سی واہیات باتیں کہیں۔ لیکن سب سے اہم بات یہ تھی کہ تمہیں ریاضی سے بالکل لگاؤ نہیں ہے تم اسی مضمون میں ناکام ہوگی۔

ریاضی کا نام سن کر میرا دل بھی کچھ کچھ معتقد ہونے لگا۔ کیونکہ اصل بات بھی یہی تھی کہ میں ہمیشہ سے ریاضی سے بیزار تھی اس سال تو بہت کمزور۔ امتحان میں جو پرچے کئے وہ بھی بہت ہی بے دلی سے۔ تاہم میں نے اپنے خیالات کو دل ہی دل میں دبا کر کہا۔ چچا صاحب معاف کیجئے آپ نے عرب کا وہ مشہور شعر نہ پڑھا جس میں شاعر برمکی وزیر جعفر ہارون رشید کو مخاطب کر کے کہتا ہے" تم نادان بنا کر ستاروں پر اپنی تدبیر قایم کرتے ہو اور ستاروں کا خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب نے جھنجلا کر کہا" نادان تم ہو یا میں۔ شرط لگاتا ہوں تم اس سال کامیاب نہ ہوگی ناکام ہوگی۔ ریاضی ہی میں صرف اس ایک تجربہ سے تم پر نجوم کی سچائی اور تمہارے قول کا جھوٹ ظاہر ہوجائے گا۔ اگر یقین نہ ہو تو پچاس روپے شرط لگا لو"

"میں نے ہنسکر کہا جناب آپ کے لیے پچاس روپے چھوٹی سی رقم ہے آسانی سے دے سکتے ہیں مگر مجھ غریب کے پاس پچاس روپے کہاں اور اگر ہوں بھی تو میں کیوں ایسے فضول لایعنی مشرکانہ کام میں صرف کروں مجھے معاف ہی فرمایئے"

خالو صاحب پوری اسپرٹ سے بول اُٹھے "ڈاکٹر صاحب اس بد اعتقاد لڑکی کو قائل کرنے کے لئے میں اس کی طرف سے شرط کے روپے دینے کو تیار ہوں" میں تو ان باتوں میں تھی کہ رضیہ یہاں سے چل گئی۔ میں بمشکل اپنی جان چھڑا کر رضیہ کے کمرہ میں پہنچی تو میری حیرت و استعجاب کی انتہا نہ رہی۔ رضیہ کمرہ کے ایک کونہ میں جائے نماز پر بیٹھی دونوں ہاتھ اُٹھا دُعا مانگ رہی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے رضیہ کا کندھا پکڑ کر آہستہ سے ہلایا۔ میں گھبرا رہی تھی۔ آخر رضیہ اپنی محویت سے چونکی میری طرف حسرت آمیز نظروں سے دیکھا میں نے بے اختیار اپنے دونوں ہاتھ اس کے گلے میں ڈالدیئے اور کہا پیاری بہن مجھے معلوم ہے تمہارے دل میں جذبات کا طوفان اُمڈ رہا ہے للہ مجھ سے تو اپنی کچھ دل کیفیت بیان کرو میں ہر ممکن طریقہ سے تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں۔

رضیہ نے رکتے رکتے کہا "مجھے کچھ فکر نہیں کسی بات کا ملال نہیں رنج ہے تو بس والد صاحب کے مشرکانہ غیر معقول خیالات کا۔ اُنکے دوست احباب بھی اسی قسم کے لوگ ہیں کبھی اُن کو سیدھی راہ پر نہ لائیں گے۔ کہیں انہیں خیالات میں اپنی رضیہ کو برباد نہ کردیں۔ تمہیں معلوم ہے میں اپنے خیالات کی وجہ سے کس قدر مطعون ہو چکی ہوں خود ڈاکٹر صاحب اکثر اوقات والد صاحب سے میرے منہ پر میری شکایت کر چکے ہیں۔ بہن خداوند تعالیٰ اپنے پاک کلام میں نجوم ورمل پر لعنت کرتا ہے۔ یہ چاند ستارے سورج زمین آسمان بلکہ کل کائنات اُس کی قدرت کی مظہر ہے نہ کہ ہماری قسمتوں ہمارے مستقبل کے مالک۔ اگر ایک نجومی ایک عامل ہمارے سامنے ہمارا مستقبل کھول کر رکھدے تو پھر خدا کے پاس نعوذ باللہ کیا رہ جائے گا گویا خدا (میرے منہ میں خاک) ہستی معطل کے سوا کچھ بھی نہیں۔ توبہ توبہ۔ ایسے مشرکانہ خیالات والد کے ہوں اور میں غضب خداوندی سے نہ ڈروں۔ میرا دل لرزتا ہے کلیجہ کانپتا ہے خدا سے ہمیشہ والد کے لئے توبہ استغفار کرتی ہوں۔ آہ اسلام کتنا کمزور ہو چکا۔ مسلمان کتنے خائن ہو رہے ہیں اپنے معبود کی یکتائی میں خیانت کر رہے ہیں۔ آہ قرآن کتنا بھلایا جا رہا ہے"

میں نے رضیہ کی حالت غور سے دیکھا اُسکا چہرہ نور ایمانی سے چمک رہا تھا اُس کی آنکھوں سے الوہیت یزدانی کی پاک شعاعیں نکل رہی تھیں اس کے لہجے سے فردوسی جھلک آرہی تھی فرشتوں کی سی معصومیت حوروں کی پاکیزگی اُس کی ہر ہر ادا سے ظاہر ہو رہی تھی۔ میں نے اُس کے ہاتھوں کو آہستگی سے آنکھوں سے لگایا اور کہا "رضیہ خدا کا شکر ہے کہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں میں تم سی بہشتی حوریں موجود ہیں ایک دن تم ہی فتحیاب ہو گی تمہارے والد کو خدا تعالیٰ سچا مومن بنائے گا"

اس واقعہ کے چند دن بعد ہم اپنے گھر آگئے۔ مئی کے اوائل میں مجھے معلوم ہو گیا کہ میں امتحان میں کامیاب ہو گئی نہ صرف کامیاب بلکہ ریاضی میں سارے صوبہ میں اوّل رہی۔ میں نے ایک لمبا چوڑا خط ڈاکٹر صاحب کو لکھا خط کیا تھا

گویا اُن کے نجوم کی تعزیت اور اپنی سچائی کی تہنیت۔ اس کا جواب ڈاکٹر صاحب نے تو کچھ نہ دیا البتہ خالو صاحب نے پچاس روپے روانہ کر دیئے۔

(۴)

جوں جوں ریل عدود مدراس کے قریب پہنچ رہی تھی میرا دل عجیب مسرتوں سے بھرا جا رہا تھا۔ تصور ہی تصور میں کبھی رضیہ کی بھولی سنجیدہ نورانی صورت پھر رہی تھی۔ کبھی چچا سراج کا پُر مذاق انداز تکلم مخرانہ گفتگو اُن کے قہقہے اُن کی خوش گپیوں کا خیال ہی ہنسی لا رہا تھا۔

سراج میرے رشتہ کے چچا تھے لیکن حقیقی چچاؤں سے زیادہ ہم سے محبت کرتے تھے۔ گو مجھ سے عمر میں کافی بڑے تھے لیکن جب کبھی موقعہ ملتا مذاق سے نہ چوکتے تھے اکثر میرا ناک میں دم کر دیتے۔ آخر میں اُنکے مذاق سے تنگ آ کر جھنجلا کر کہتی کاش آپ میرے چچا نہ ہوتے رشتہ دار نہ ہوتے میں آپ سے پردہ کرتی آپ کی اس روز روز کے مذاق سے تو نجات ملتی" لیکن چچا سراج کے دل پر میرے غصہ اور خفگی کا ذرہ برابر اثر نہ ہوتا بلکہ اُنکی شگفتہ مزاجی اور ترقی کر جاتی اور ایک زور کا قہقہہ لگا کر کہتے "اوہ ہماری ننی منی بھتیجی خفا ہو گئیں اب تو تمھارے ستانے میں اور لطف آئے گا یہ کہہ کر دل کھول کر مجھے چھیڑتے بناتے۔"

رضیہ کی شادی کے بعد سراج نے مجھے خط لکھا تھا اور مجھے اپنے ہاں نہایت اصرار سے بلایا تھا۔ اور لکھا تھا اب تو تم کو چھیڑنے بنانے کا مستحق ہوں کیونکہ ہر بہنوئی کا فرض اولیں ہے کہ وہ سالی کو خوب بنائے خوب چھیڑے یہاں تک کہ سالی بہنوئی کے نام سے لاحول پڑھنے لگے۔"

اسٹیشن پر خالو صاحب موجود تھے۔ جب گھر پہنچے تو رضیہ کو نہ پا کر میں بہت اداس ہو گئی تھی۔ خالہ جان نے کہا۔ "بیٹی اداس کیوں ہو رہی ہو رضیہ آج شام کو آ رہی ہے" میں نے کہا میں تو انہیں کے لئے آئی ہوں ابھی ابھی انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ اسی وقت جاؤں گی کیونکہ وہ بھی کسی غیر کا گھر نہیں میرے چچا کا گھر ہے۔ والدہ سے اجازت لیکر رضیہ کے ہاں پہنچی۔ برآمدہ میں چچا ٹہل رہے تھے میں نے آداب کیا تو بجائے دُعا و مزاج پرسی کے حسب عادت ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ وہیں سے پکارنا شروع کیا رضیہ رضیہ ذرا جلد آنا ہماری ننی منی سالی صاحبہ آ پہنچی ہیں اب ایک لمحہ توقف کے بغیر انہیں ستانا چاہیے۔"

رضیہ گھبرا کر نکل آئیں مجھے دیکھکر ایک ہلکی سی مسرت بھری چیخ کے ساتھ مجھ سے لپٹ گئیں۔ "شمہ پیاری میں تمھیں کو یاد کر رہی تھی" اُنکی نوربار آنکھوں میں شدت مسرت سے ہلکی ہلکی نمی آ گئی تھی مگر چچا کو ہمارے دل جذبات سے کیا سروکار تھا وہ تو قہقہہ پر قہقہے لگا رہے تھے اور کہتے تھے "مجھے رشک و حسد کا موقعہ ملا ہے ہیں آج معلوم ہوا ہماری بھولی بیوی کے دل میں ہماری سالی بسی ہوئی ہیں"

میں نے کہا "بندۂ خدا ذرا تو خاموش رہئے۔" رضیہ سے کہا "تم نے بھی کیا لاجواب ناطق قلم خریدا ہے شاید دیوار قہقہہ انھیں حضرت کا نام ہے۔ ان مسخرے حضرت سے کیونکر نباہ کرتی ہو۔"

رضیہ مسکرا رہی تھیں لیکن سراج نے کہا "یہی تو اصلاح طلب امر ہے اسی اصلاح کے لیے تو میں نے اتنا کچھ جال پھیلایا تاکہ رضیہ اپنی سنجیدگی سے میری بکواس کی اصلاح کریں اور میں اپنے تمسخر سے انکو خوش طبع بناؤں بھئی بیگم صاحب مجھکو مخاطب کرتے ہوئے سراج نے کہا "مگر شمسہ آج تم نے میرے لئے بہت موزوں نام انتخاب کیا لاؤ اس نام رکھائی کی مصری ورنہ تم کو چھوڑنے والا نہیں۔"

رضیہ نے کہا "جانے بھی دو آپ کو اسی قسم کی باتیں آتی ہیں شمسہ کو تو بٹھایا نہ تواضع کی واہ اچھے چچا ہیں۔"

سراج نے کہا "اف اب تو ہماری بیگم بھی خفا ہونے لگی ہیں۔ آج معلوم ہوا ہماری منی سالی بھی تواضع کے لایق ہو گئیں۔"

اب تو سچ مچ جھینپ گئی اور رضیہ کو غصہ آ گیا رضیہ مجھے کھینچ کر اندر اپنے کمرہ میں لیکر چلی گئیں میں نے کہا "اب ان مسخرے چچا سے بات ہی نہ کرونگی۔" رضیہ نے میرے لئے ناشتہ چائے منگوائی تنہائی ہوتے ہی میں نے پہلا سوال کیا۔ "سچ سچ کہو یہ شادی کیونکر ہوئی۔"

آج رضیہ نے خلاف عادت میرے سوال پر ہنسنا شروع کیا تو میں نے کہا "خیر ہے بہن یہ تم پر ہمارے چچا کا عکس تو نہیں پڑ گیا ہے۔" میں یہی کہہ رہی تھی سراج بھی یہ کہتے ہوئے آن پہنچے "ہاں ہاں وہ شوہر ہی کیا جس کی عادات بیوی میں اتنی جلد ظاہر نہ ہوں یہ بیماری ہے متعدی بیماری۔"

آخر میں نے تنگ آ کر کہا "رضیہ میرے سوال کا جواب دینا ہو تو دو ورنہ میں ابھی چلی جاتی ہوں۔"

سراج نے پوچھا "وہ کونسا اتنا دقیق سوال ہے جس کے جواب سے ہماری لایق بیوی عاجز ہیں۔ رضیہ نے کہا "شمسہ پوچھ رہی ہیں یہ "شادی کیونکر ہوئی" سراج نے منہ سوکھا بنا کر کہا "اسکا تو بہت آسان جواب ہے سنئے جناب ایک دن صبح صبح ہم دولہا بنے آپ کے خالو صاحب کے ہاں پہنچ گئے قاضی نے نکاح کی گرہ لگائی ہم آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کو رخصت کرا کر غریب خانہ پر آ گئے۔"

میں نے جھٹ اٹھتے ہوئے کہا "معاف کیجئے آپ لفظی تاویل لینے لگے ہیں میں غریب دکالت کا دماغ کہاں سے لاؤں رضیہ اب تو جا رہی ہوں آیندہ تم سے کبھی نہ ملوں گی۔"

چچا نے میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا "خفا نہ ہو۔ میں تم سے سب کیفیت کہوں گا مگر رات کو کھانے کے بعد" میں نے ضد کی کہ "ابھی کہو" تو سراج نے کہا "ذرا صبر کرو میں تم سے کچھ نہ چھپاؤں گا۔ تمہیں معلوم ہے میں تم کو اپنی حقیقی بھتیجی کے مانند سمجھتا ہوں۔"

(۵)

دن بھر نہایت لطف و مسرت سے گذرا دادی جان یعنے والدہ سراج نے مجھے دیکھتے ہی گلے لگایا۔ دعائیں

دیں۔ اچھے اچھے پکوان کر کے کھلائے ہیں اُنکی شفقت بھری نظروں میں ہمیشہ دُبلی کمزور نحیف تھی سبب اُسکا میری اسکول کی تعلیم تھا لیکن واقعہ اس کے خلاف تھا یعنی میں ہر دفعہ جب اُن سے ملتی پہلے سے موٹی ہی ہوتی مگر دادی کی شکایت دُبلے ہونے کی بدستور موجود رہتی۔

شام کو میں نے اور رضیہ نے کپڑے بدلے کنگھی کی دادی نے باغ سے موگرہ گلاب چمیلی کے پھول منگوا کر خوبصورت گجرے گوندھ کر ہمارے بالوں میں لگائے تاکید کی کہ سر شام باغ میں نہ جائیں کیونکہ غلیظ روحیں آسیب شیطانوں کا اسوقت دور رہتا ہے

شب کے کھانے کے بعد دادی تو نماز عشا کے لئے کوٹھی کے آخری کمروں میں چلی گئیں ہم سب انہیں خدا حافظ کہہ کر باغ میں پہنچے۔ پہلے تو چچا سراج نے بیلہ پر دو تین غزلیں سنائیں وہ بھی اتنے مضحکہ خیز طریقہ سے کہ ہنستے ہنستے ہمارے پیٹ میں درد ہونے لگا میں نے صبح کے د . . . ہ کی یاد دہانی کی تو چچا نے کہا خوب یاد دلایا اچھا سنو۔

تمہیں معلوم ہے ہم لوگوں نے تمہارے خالو صاحب کو راضی کرنے کی انتہائی کوشش کی مگر ہر دفعہ انہوں نے یہ کہہ کر مجھے قبول نہ فرمایا کہ میرا اور رضیہ کا ستارہ ایک دوسرے کا جانی دشمن ہے اس رشتہ سے رضیہ کے لئے بہت اندیشہ ہے۔ میں اسی فکر میں تھا کیونکہ اُنکے مشرکانہ خیالات کو رد کروں۔ اس عرصہ میں ماموں خاں صاحب نذیر حسین سپرنٹنڈنٹ پولیس کلکتہ دو تین ماہ کی عارضی رخصت پر آئے ہوئے تھے جب انہوں نے آپ کے خالو صاحب کے خیالات ہم سے سنے تو کہا انہیں راہ راست پر لانے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ انہیں کے اعتقاد سے انہیں قائل کیا جائے۔

ماموں صاحب تبدیل لباس و حلیہ میں مشاق تھے۔ انہوں نے ایک عامل پکے نجومی کا بھیس بدلا اپنے ایک وفادار ملازم کو اپنا شاگرد بنایا ایک دن دونوں استاد شاگرد دہسپتال پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب نے نہایت تعظیم سے ماموں صاحب کو لیا انہیں اور انکے شاگرد کو ہسپتال کے ایک خاص کمرہ میں اپنی زیر نگرانی رکھ لیا مریض درد شکم میں مبتلا تھا باتوں باتوں میں جب ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہوا کہ آپ کے مریض کے آقا نجومی ہیں تو ڈاکٹر صاحب سر عقیدت سے جھک گیا۔

چند دنوں میں ڈاکٹر صاحب اور اُنکے توسط سے آپ کے خالو صاحب نجومی کے بہت معتقد ہو گئے۔ نجومی کی رہایش قریب کے جنگل میں ایک پتھر کی کوٹھری میں تھی عوام و خواص کا مجمع رہنے لگا۔ نجومی کا مخبر اُن کا مریض ملازم تھا جو دن بھر کی خبریں شام کو اُنھیں سُناتا تھا۔

ایک دن ڈاکٹر صاحب سے خالو صاحب ملنے آئے تو نجومی نے خالو صاحب کو مخاطب کر کے کہا آج آپ ایک خاص غرض کے لئے آئے ہیں آپ کے بیان سے پہلے میں کہتا ہوں آپ کو آپ کی بڑی لڑکی کے بہ کے متعلق نہایت تشویش ہے۔ اب خوش ہو جایئے اُسکا ستارہ مشتری کے سعید گھر میں آ رہا ہے۔ یہی وقت اس کے عقد کا ہے اگر اب چُوک گئے

تو عمر بھر پچھتانا پڑے گا۔" ڈاکٹر صاحب نے پوچھا "لڑکی کا بر کس قسم کا شخص ہوگا؟" نجومی صاحب نے زمین پر چند لکیریں بنائیں اور کہا "وہ آپ کا شناسا ہوگا صاحب حیثیت ملازم بھی ہوگا صرف آپ چند بے بنیاد خیالات کی وجہ سے اُسکو رد کر رہے ہیں۔

اب تو خالو صاحب کو بھی تعجب ہوا۔ انہوں نے پوچھا "وہ شخص کس پیشہ یا فن سے تعلق رکھے گا" نجومی نے کہا "ہمیں ستارہ بتا رہا ہے وہ فن تعمیرات میں مہارت اعلیٰ رکھتا ہے اسی محکمہ میں ملازم ہے"۔ تب خالو صاحب کو یقین ہوگیا کہ یہ اشارہ بندے کی طرف ہے۔ جھٹ آپ نے نام پوچھا تو نجومی نے تھوڑے سے تامل کے بعد کہا "پورا نام تو ہم نہیں بتا سکتے ہیں البتہ نام کا پہلا یا آخر لفظ کہہ سکتے ہیں"۔ خالو صاحب نے کہا "خیر وہی فرمائیے" "اس کا پہلا حرف حسین ہوگا آخری حرف یقیناً ن ہے" ڈاکٹر صاحب نے کہا "اگر اس جگہ شادی نہ ہو تو کیا کریں" نجومی صاحب نے قہر و غضب کے لہجہ میں کہا "ہم لاکھ روپے کی شرط لگاتے ہیں اسی جگہ لڑکی کی شادی ہوگی ورنہ وہ کہیں بیاہی نہ جائے گی۔ اگر شادی نہ ہو تو بندے کا سر اور آپ کا پاپوش۔

اس کے دوسرے ہفتے میں والدہ نے پھر رضیہ کے لئے نئے سرے سے سلسلہ جنبانی شروع کیا اس اصرار نے فوراً قبولیت کا شرف حاصل کرلیا۔ شادی کے ایک ہفتہ بعد خالو صاحب نے نجومی کے اعزاز میں ایک دعوت دی جس میں ہمارے خاندان کے معزز اراکین بھی شامل تھے اس مجلس میں کوئی غیر نہ تھا۔ خالو صاحب نے نجومی سے مجھے ملایا۔ میں نے ماموں صاحب کی ایما سے کہا "یہ تو میرے ماموں صاحب قبلہ نذیر حسین سپرنٹنڈنٹ پولیس کلکتہ ہیں۔ یہ نجومی یا عامل کچھ نہیں"

ڈپٹی صاحب نے حیرت سے پوچھا "کیوں نجومی صاحب یہ سچ ہے" ماموں صاحب نے مسکرا کر تصدیق کرتے ہوئے کہا "بالکل سچ ایک وقتی ضرورت کے لئے میں "نجومی" بنا تھا اب اس کی ضرورت نہیں" اتنا کہہ کر اپنی لمبی ڈاڑھی خاکستری گیسو کھینچ کر پھینک دیئے۔ ڈپٹی صاحب نے گھبرا کر پوچھا "خدارا بتائیے یہ کیا معمہ ہے" ماموں صاحب نے کہا "جناب معاف فرمائیے صرف آپ کو نجوم و رمل کی بھول بھلیاں سے نکالنے کے لئے مجھے نجومی بننا پڑا" اس کے ساتھ ہی تمام صحیح صحیح کیفیت بتا دی"

ڈپٹی صاحب نے کہا "جناب میں اپنے باطل خیالات سے توبہ کرتا ہوں خدا مجھے معاف کرے میں اتنے دن تک اپنی روح کو شدید گناہوں میں آلودہ کیے ہوئے تھا۔ جناب کو خدا اسکا اجر خیر عطا فرمائے مجھے اور کل مومنین کو توفیق نیک بخشے۔ آمین"

میں نے کہا "چچا جان یہ رضیہ کی پر خلوص دعاؤں کا اثر ہے جو خالو صاحب ایک سچے مومن بن گئے خدا کا شکر ادا کیجئے آپ کو بہترین رفیق حیات ملی ہیں"

چچا نے اپنی حسب عادت قہقہے لگانے شروع کئے اور کہا "اب تو ہماری بیوی درجہ ولایت کو پہنچ گئیں آئندہ نہ معلوم کونسا درجہ حاصل کرنے والی ہیں"

میں نے کہا "آپ آپ کی بکواس اور خرافات کا میرے پاس تو کوئی جواب نہیں ہے مجھے نیند آرہی ہے"

میں خدا حافظ کہتی ہوئی کوٹھی میں آگئی۔ چچا کہتے ہی رہے "ارے ننی سالی منی بھتیجی ذرا تو ٹھہرو" مگر میں نے اپنے کمرہ میں پہنچ کر دروازہ بند کرلیا۔

مہر النسا انشت پور

آواز

آواز میں بڑی زبردست کشش ہے۔ وکیلوں۔ بیرسٹروں۔ اُستادوں۔ لیکچراروں۔ گرووں۔ قوالوں۔ مرثیہ خوانوں کا انحصار اسی پر ہے۔ گفتگو۔ موسیقی۔ لیکچر وعظ ہر موقع پر آواز سے کام پڑتا ہے۔ بادل کی گرج۔ بجلی کی کڑک سمندر و دریا کا شور۔ ہاتھیوں کی چنگھاڑ۔ شیروں کی دھاڑ۔ بلبل کا نغمہ۔ قمری کی کو کو غرض کائنات کی ہر شئے میں آواز کا اثر موجود ہے۔ سائنس نے ثابت کیا ہے۔ کہ آواز کرہ ہوائی میں تموج پیدا کرتی ہوئی خلائے آسمانی سے ٹکرا کر قایم ہو جاتی ہے اور پھر حشر تک قایم رہتی ہے۔ جس طرح سورج نکلنے پر ذرے ذرے میں روشنی منعکس ہو جاتی ہے۔ اور شعاعیں آفتاب کا ثبوت دیتی ہیں اسی طرح مختلف چیزیں خواہ وہ ذی روح ہوں یا غیر ذی روح آواز کے پیدا ہونے پر صدائے بازگشت کی صورت میں اس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ مثلاً اگر پہاڑ پہ ایک فایر کریں تو معلوم ہوگا کہ اردگرد صدہا فایر ہو رہے ہیں۔ یا کسی خالی مکان میں بولیں۔ تو آواز بازگشت ضرور پیدا ہوگی اور آواز کے عجیب و غریب کرشمے ظاہر ہونگے۔

انسان تو انسان جانوروں پر بھی آواز کا اثر پڑتا ہے۔ خاصکر جبکہ وہ خوشنما اور سریلی ہو۔ بھدی آواز کانوں کو بُری معلوم ہوتی ہے اور سریلی خوشگوار۔ موسیقی کی کامیابی کا راز کیا ہے صرف سریلاپن۔ گانا صحت کے لئے اچھا ہے گانے سے چہرہ دلکش ہوتا ہے اور کان سدھرتے ہیں۔ گانا اور پھر خوش الحانی سے ایک ایسا جادو ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ خدا ہماری بہنوں کے دلوں میں خوش آواز بننے کا شوق پیدا کرے۔ ذرا سی مشق سے آواز میں نمایاں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ دانتوں کی حفاظت رکھنی چاہئے۔ بعض اوقات دانت گر جانے سے آواز میں خرابی پڑ جاتی ہے۔ جب سرد ہوا میں باہر نکلو تو اپنا منہ بند رکھو۔ یہاں ایک مفید نسخہ لکھ رہی ہوں جس کے استعمال سے آواز میں دلکشی۔ رعنائی اور کشادگی پیدا ہوتی ہے۔

نبات سفید ۱ تولہ۔ مغز بادام ۶ ماشہ۔ تخم السی بریاں ۶ ماشہ۔ مغز چلغوزہ ۶ ماشہ۔ بیخ سوسن ۹ ماشہ۔ کتیرا گوند ۴ ماشہ گوند کیکر ۴ ماشہ۔ گوند ببول ۴ ماشہ۔ ملٹھی ۲ ماشہ۔ رب السوس ۲ ماشہ۔ اول سب چیزوں کو کوٹ چھان لیں پھر قدرے شہد ملا کر گولیاں بنالیں اور استعمال کریں۔ کلوریٹ آف پوٹاس کے غرارے کریں گرم پانی میں ٹنکچر آف بنزوائن ملا کر منہ کھول کر اس کی بھاپ لیں۔

ر۔س

اعتقاد

آج کل ہم لوگوں میں جہاں اور بہت سی کمزوریاں مختلف قسم کی پھیلی ہوئی ہیں ان میں ایک سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہمیں خدا کی رحمت و قدرت پر پورا بھروسہ نہیں رہا ہے حکیم ڈاکٹروں کا کہنا ماننا اور پروفیسروں و عالموں کی پیشین گوئیاں صدق تھا مگر خدائے برتر کے وعدوں۔ بلکل اعتقاد نہیں۔ حالانکہ یہی اصل چیز ہے جو انسان میں ترقی کا جوش پیدا کرتی ہے اور اسے ہر ایک نازک سے نازک موقع پر ثابت قدم رکھتی ہے میں اس وقت اپنے دیکھے ہوئے دو واقعے بیان کرتی ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ سچا عقیدہ کس طرح انسان کے کام آتا ہے اور اسے دنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت میں بھی ڈگمگانے نہیں دیتا

میرے ایک عزیز ہیں جو اپنے ماں باپ کے پہلے بیٹے اور بڑے لاڈلے تھے ماں باپ نے انکی کوئی بات نہیں ٹالی اور ہمیشہ اپنی حیثیت سے بڑھکر انھیں رکھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ بھی انتہا کے سعادتمند اور نیک بخت رہے۔ جب شادی ہوئی تو ایک عرصہ تک اولاد سے محروم رہے۔ ماں باپ کو پوتا کھلانے کی جو کچھ تمنا ہوگی وہ ظاہر ہے۔ بہو کے علاج معالجہ کے بعد جب وہ اس سے مایوس ہوئے تو اصرار شروع کیا کہ دوسری شادی کر لو۔ سعادتمند بیٹا جو والدین کا ہر حکم سر آنکھوں سے بجالاتا تھا۔ عجب مشکل میں پڑ گیا نہ ماں باپ کو ناراض کر سکتا تھا نہ بیوی کی دلشکنی اس کے امکان میں تھی کچھ دنوں تک تو یوں ہی ٹالم ٹول رکھی آخر مجبور ہوکر ان سے کہا کہ دیکھئے اگر میرے نصیب میں اولاد ہے تو خدا انھیں سے دے سکتا ہے اور اگر نہیں تو میں ہزار شادیاں کروں جب بھی نہیں ہوگی۔ پھر آپ کیوں اپنی سگی بھانجی پر یہ ظلم روا رکھتی ہیں جنھوں نے بچپن میں بے ماں کی ہوکر ہزاروں تکلیفیں اٹھائیں اب شادی ہوئی تو ایک ایسی بات پر جو بالکل انکے بس کی نہیں میں انہیں ایسا صدمہ پہونچاؤں جس کی تلافی کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی مجھے تو یہ خوف ہے کہ دوسری شادی کرنے سے کہیں بجائے اولاد کی نعمت میسر آنے کے میں خدا کے غضب میں نہ پکڑا جاؤں آپ اور بیٹوں کی شادیاں کیجئے خدا آپ کی آرزو پوری کرے مگر اللہ مجھے اس بارے میں مجبور نہ کیجئے۔ یہ سُن کر سب چُپ ہو رہے۔ دوسرے بھائیوں کی شادیاں ہوئیں وہ صاحب اولاد بھی ہوگئے یہ بدستور خدا کی رضا پر راضی رہے۔ آخر دس برس کے بعد خدا نے اپنا فضل کیا اور ایک لڑکا پیدا ہوا۔ گھر بھر کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا اسی وقت اس کا ختنہ کروا دیا گیا مگر وہ معصوم اس کا متحمل نہ ہو سکا اور تیسرے ہی دن دنیا سے رخصت ہوگیا یہ صدمہ دونوں میاں بیوی کے لئے قیامت تھا اتنی مدت کے بعد قسمت سیدھی ہوئی خدا نے رحم کیا اور ویسے کے ویسے ہی خالی ہاتھ رہ گئے۔ اب بیوی نے خود بھی

یہی کہنا شروع کیا کہ اور شادی کر لو میں بڑی بد قسمت ہوں لیکن انھوں نے نہ مانا اور ہمیشہ یہی جواب دیا کہ خدا کی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں کیا وہ اور نہیں دے سکتا اور وہ مالک ہے اگر نہ دے تو ہمارا کیا زور ہے۔
اب ان لوگوں نے ایک عجیب درویشانہ زندگی اختیار کر لی سب سے ملنا جلنا اچھا کھانا اچھا کپڑا سب ترک کر دیا اپنے دُنیاوی فرائض کے علاوہ باقی سارا وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔ آخر سات برس بعد پھر خدا کی رحمت جوش میں آئی اور اس اندھیرے گھر کو روشن کر دیا۔ یہ بچہ بھی باپ کی طرح نیک اور سعادتمند ہے اور اب انٹرنیس میں پڑھ رہا ہے۔ خدا اس کی خوشیاں ماں باپ کو دکھائے۔ آمین۔
دوسرے صاحب شروع سے عجیب لااُبالی مزاج کے تھے۔ ماں باپ کا حق جانیں نہ خدا رسول کو پہچانیں۔ حد ہو گئی کہ والدین کے ساتھ گزارہ بھی مشکل ہو گیا بھائی کے پاس جا کر رہے انھوں نے ہر طرح اصلاح کی کوشش کی آخر عاجز آکر دو ہزار روپیہ دیکر علیحدہ کر دیا کہ بھئی جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو میں اب اپنے یہاں نہیں رکھ سکتا۔ وہ سارے کنبے سے تو بُرے ہو چکے تھے کہیں ٹھکانہ نظر نہ آتا تھا۔ پہلے جن کا قصہ لکھ آئی ہوں وہ ان کے بھانجے تھے وہی اس آڑے وقت میں کام آئے نکاح بھی کرا دیا کام میں بھی مدد دی اور نماز وظیفے کے شغل میں لگانا شروع کیا۔ مجھے ابھی ان کے حالات معلوم ہوئے تو حیرت ہو گئی ماشاء اللہ آٹھ بچوں کے باپ ہیں اور بڑی معقول گرہستی زندگی بسر کر رہے ہیں اعتقاد وہ راسخ کہ اللہ اللہ۔ اپنا مکان بغیر چونے گارے کے بنایا ہے مکان کیا ہے بس یوں ہی اینٹیں اوپر تلے رکھی ہوئی ہیں انھیں کے اوپر کھپریلیں ڈال دی ہیں کہیں کواڑ نہیں بس پردہ پڑا رہتا ہے غالب مرحوم کی آرزو انھیں کے ہاتھ سے پوری ہوئی ہے جو کوئی کہتا ہے کہ تمہیں چور کا بھی ڈر نہیں تو کہتے ہیں چور آکے کیا کرے گا خدا کی مدد چاہیے دروازے میں لوٹا رکھکر سوتے ہیں کہ اگر چور آئے گا تو پہلے اسے اُٹھائے گا جب آنکھ کھُلی اسے دیکھ لیا اور اطمینان ہو گیا۔ خیر یہ تو سب ہوا مگر اتنا بڑا زلزلہ آیا اور وہ سوکھی اینٹیں اپنی جگہ سے ہلیں تک نہیں کیسے کیسے پختہ مکانوں کو صدمہ پہونچ گیا مگر وہ ان کے بیوی بچے سب بے خوف بیٹھے رہے ان سب کو پکا یقین ہے کہ ایک ایک اینٹ قل ہو اللہ پڑھکر رکھی گئی ہے اس مکان کو کوئی گزند نہیں پہونچ سکتا۔ بس یہ سب اسی اعتقاد کی برکت ہے۔ چند روز ہوئے بڑا لڑکا پردیس گیا تھا کسی نے جھوٹا تار دیدیا کہ دریا میں ڈوب گیا خبر سنکر پریشان ہوتے لیکن وہ مطمئن رہے بیوی دو دن بیقرار ہوئیں پھر ایک خواب دیکھکر سنبھل گئیں اور کہا کہ وہ خیریت سے ہے آخر دو ہفتے میں واپس آگیا اور سب دیکھنے سُننے والے حیرت میں رہ گئے ہر شخص یہ کہتا تھا کہ بس خدا پر اعتقاد ہو تو ایسا ہو۔

و۔ ا

اسماء بنت شہاب

(روحانیت وسیاست کی ایک اولوالعزم داستان)

پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں خلافت عباسیہ کی سیاسی مرکزیت گو فنا ہو چکی تھی لیکن بغداد ابھی تک مرکز ارادت و عقیدت تھا اور اہل اسلام کی اخلاقی ہمدردی خلافت سے ابھی تک علیحدہ نہیں ہوئی تھی لیکن زوال و شکستگی کے آثار افق پر نمودار ہونے شروع ہو گئے تھے۔ دعوت باطنیہ یا فرقہ اسماعیلیہ کی تحریک روز افزوں ترقی کے ساتھ مصر و دیار افریقہ اور سواحل عرب میں پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ اس تحریک کی سیاسی و روحانی سیادت مصر کی دولت عبیدیہ سے مخصوص ہو چکی تھی اور المستنصر نے جو اس خاندان کا اعظم ترین فرد ہوا مکہ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا اور اہل بغداد کو انکی حالت زار نے سکوت کے سوا کوئی صورت نہ بتائی۔

المستنصر نے جو ایک بڑا باحوصلہ فرمانروا تھا دعوت باطنیہ کی طرف خاص توجہ کی۔ اس نے ترویج و اشاعت سلسلہ اسماعیلیہ کے لئے ایسے افراد کا انتخاب شروع کیا جو مختلف دیار و امصار میں ذاتی اثر رکھتے ہوں اور اندرونی حالات سے پورے طور پر واقف ہوں۔ اسی اصول کے ماتحت اس نے خراسان میں حکیم ناصر خسرو اور یمن میں عامر ابن عبداللہ الزواحی کو اپنے دعاۃ کے ذریعہ ان دونوں ممالک کو اسماعیلیہ حلقہ میں داخل کرنے کے لئے مقرر کیا۔ زواحی نے قاضی محمد ابن علی رجو مصر کے با اثر علماء میں سے تھا کے لڑکے علی ابن محمد صلیحی کو باحوصلہ۔ ہوشمند اور اپنے مطلب کا پاکر رفتہ رفتہ اپنے زیر اثر لانا شروع کیا۔ اور اسکو یمن کی سلطنت و فرمانروائی کا سبز باغ دکھا کر دعوت باطنیہ کی اشاعت پر راضی کر لیا۔ ائمہ عبیدیہ کی کتب شالگان "کتاب الصور" میں علی ابن محمد صلیحی کی سیادت سیاسی و روحانی اور تاج یمن کے متعلق بشارتیں بھی دکھائیں۔ چند دنوں بعد قاضی محمد بن علی الصلیحی کا انتقال ہو گیا اور علی بن محمد صلیحی کو دعوت باطنیہ کی طرف توجہ کا پورا موقع مل گیا۔ علم و فضل اس کی خاندانی میراث تھی اور قوت جاذبیت جو منصب دعوت و ارشاد کے لیے لازمی ہے اس میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ علی الصلیحی نے ابتداء میں حجاج کی راہ نمائی بغرض منفعت ذاتی اور مقاد اشاعت تعلیم باطنیہ اپنا ذریعہ معاش اور میدان عمل بنایا لیکن اسکا خواب اسوقت شرمندۂ تعبیر نہ ہوا جب تک کہ اس کی ماموں زاد بہن اسماء بنت شہاب اس کی شریک زندگی اور بازوئے عمل نہ بنی۔ علی الصلیحی اسماء سے نکاح کا بہت آرزو مند تھا لیکن اس کی حالت اس امر کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اسماء کا گرانقدر مہر ادا ہو سکے۔ یہ مشکل ایک حبشی النسل اور صاحب جود و سخا امیر فرح السحرتی کے داد و کرم کی بدولت حل ہو گئی۔

اسماء بذات خود ایک غیر معمولی جوہر و قابلیت کی عورت تھی اور اس نے اشاعت دعوت باطنیہ میں اپنے شوہر کو

غیر معمولی مدد دی۔ علی الصلیحی کی وفات کے بعد یمن میں اس فرقہ کی حقیقی سیادت اسی اولوالعزم کے ہاتھوں میں تھی۔ اسماء کی تدبیروں اور کوششوں نے اس کی زندگی میں اسماعیلیت یمن اور اس کے گردو نواح میں مستقل طور پر پھیلا دیا۔ اسماء نہایت فیاض اور شریف طبع واقع ہوئی تھی۔ شعراء کو انعام دینے اور دوسرے امور خیر میں داد و دہش کے لئے اسے خاص طور پر شہرت حاصل تھی۔ اس کی نیکیاں اس کی ذات سے گزر کر اسکی اولاد اور اس کے بھائیوں اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کی شہرت کا ذریعہ بن گئی تھیں۔

شادی کے بعد علی الصلیحی نے راہ نمائی حجاج کو چھوڑ کر بلند ارادہ اور عالی حوصلہ کاموں کی طرف توجہ کی اور اسماء کی فکر قابلیت اور اس کی ریاست و تدبیر علی کے ارادوں کے لئے پرواز بن گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس شادی کے بعد دعوت باطنیہ کا دماغ اگر اسماء تھی تو بازو علی الصلیحی تھا۔ وہ کوئی امر بغیر اسماء کے مشورہ کے عمل میں نہ لاتا تھا۔ یمن اسماء کو اس عہد کی ایک متعدد صفات ملکہ کی حیثیت سے جانتا ہے اور اس کے بیٹے المکرم احمد الصلیحی کے تخت نشینی کے بعد ہی انتظام سلطنت مرنے دم تک یعنی سنہ ۴۹۷ھ تک اسماء کے سپرد رہا اور سیاسی اور روحانی دونوں حیثیتوں سے فرقہ اسماعیلیہ باطنیہ اس کے اشاروں پر چلتا رہا۔

سنہ ۴۲۹ھ کے ماہ ذی الحجہ میں حج سے فارغ ہونے کے بعد علی الصلیحی نے جبل اسماء کی چوٹی پر دعوت باطنیہ اسماعیلیہ کا علم بلند کیا۔ قبل اس کے ساٹھ نفوس اس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ اور یہیں پر ایک بڑی جمعیت فراہم کرنے کے بعد اس نے ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا۔ حسن بن صباح نے بھی جبل الموت پر ایک حصن حصین بنا کر اپنی تحریک کا مرکز قائم کیا تھا علی نے بھی حسن بن صباح کی تقلید میں قلعہ اسماء کو اسماعیلی دعوت کا مرکز بنایا۔ یہیں سے اس کے نائبین دیار یمن میں خفیہ طور پر اس کے فرقہ کی اشاعت میں مصروف رہتے تھے کیونکہ ابھی وقت نہیں آیا تھا کہ علانیہ طور پر اطراف ملک میں اشاعت مذہب کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑا خطرہ تہامہ کا حبشی النسل امیر نجاح تھا اور اس کانٹے کو راہ سے ہٹانے کا ذریعہ زہر کا پیالہ بنا۔ اسماء کی ایک کنیز نجاح کے پاس تحفتہً بھیجی گئی اور موقعہ پاکر اس نے نجاح کا کام تمام کر دیا۔

اس خرخشہ کے ہٹ جانے کے بعد الصلیحی نے سنہ ۴۵۲ھ میں المستنصر سے اسمٰعیلی اقتدار کا علم بلند کرنے کی اجازت چاہی جو حاصل ہو گئی اور تحریک اسمعیلیہ کے زیر اثر صلیحی اسماء کے ہاتھوں فتوحات کا وہ حیرت انگیز سلسلہ شروع ہوا جس نے تمام یمن کو حلقہ بگوش دعوت باطنیہ اور حکومت صلیحی بنا دیا۔ ایسی سریع فتوحات کی نظیر جاہلیت یا اسلام کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ مثال کے طور پر یہ واقعہ کافی ہوگا۔ ایک دفعہ الصلیحی نے خطبہ سناتے وقت الجند میں کہا کہ ان شاء اللہ میں اسی دن عدن کے منبر پر تقریر کرونگا۔ ایک شخص نے بطور استہزا کہا کہ آپ کی سبوحی و قدوسی شان کے کیا کہنے ہیں۔ اس گستاخی کے جرم میں وہ شخص تو گرفتار کر لیا گیا مگر جب وہی دن آیا تو صلیحی عدن میں منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ سنا رہا تھا اور جس شخص نے استہزا کیا تھا نادم ہو کر خلوص دل سے صلیحی کی روحانیت کا اعتراف کیا اور داخل سلسلہ باطنیہ ہو گیا۔

سنہ ۴۵۵ھ میں اس نے صنعا کو مستقل طور پر دارالسلطنت بنایا۔ اور یمن کے تمام امرا کو جنکو اس نے حکومت سے محروم کیا تھا صنعا میں قید کر دیا۔ اور انکے علاقوں پر اپنے معتبر خلفا کو نائب مقرر کیا۔ علاقہ زبید اور تہامہ کی حکومت صلیحی نے اسماء کے مشورہ کے مطابق اُس کے بھائی اسعد بن شہاب کو دی۔ یہ صرف اسماء کی کنبہ پروری ہی نہ تھی بلکہ سیاست تھی کیونکہ اسعد بذات خود ایک مدبر حکمراں تھا اور خاندانی قرابت کی بنا پر بھی وہ حکومت صلیحی سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ منسلک تھا۔ زبید اور تہامہ کے علاقے جو صلیحی نے دغا سے حاصل کیے تھے ضرور تھا کہ کسی قابل اعتبار شخص کے ہاتھوں میں ہوں۔

یمن کی حکومت صلیحی کے دور میں امن و امان کا نہایت اچھا نمونہ تھی۔ صوبوں کی حکومت ایک انتظامی کونسل کے ذریعہ انجام پاتی تھی۔ عامل حکومت اس مجلس کا صدر ہوتا تھا۔ دوسرے ارکان کے متعلق مختلف صیغے ہوتے تھے۔ اس مجلس میں تین ممبر ہوتے تھے جو مالیات انصاف و قضا اور خارجہ کے صیغوں سے متعلق ہوتے تھے۔ عامل ان سب کا نگران ہوتا تھا۔ مالگزاری نقد و جنس دونوں میں وصول ہوتی تھی جو جنس دارالحکومت کو بھیجدی جاتی تھی۔ عاملین کی تنخواہیں صدر سے وصول ہوا کرتی تھیں۔ باوجود اشاعت سلسلہ اسماعیلیہ کے مذہبی آزادی ہر شخص کو حاصل تھی۔

سنہ ۴۷۳ھ میں ابو کامل المستنصر عبیدی صلیحی مکہ کرمہ کی طرف اسماء کے ساتھ اس ارادہ سے روانہ ہوا کہ خلافت عباسیہ اور حکومت حسینیہ کا خاتمہ کر دے۔ اس نے امرائے یمن جو صنعاء میں قید تھے اپنے ساتھ لے لیے کیونکہ ممکن تھا کہ اس کی غیبت میں وہ کوئی فتنہ کھڑا کر دیں۔ صنعا میں اس نے اپنے ولیعہد المکرم احمد الصلیحی کو اپنا جانشین بنا دیا۔ اس مہم میں بڑے سیاسی رموز پنہاں تھے کیونکہ مکہ کو مرکز دعوت اسماعیلیہ بنانے میں جو عظمت اس سلسلہ کو حاصل ہو جاتی وہ صنعاء یا قاہرہ میں نہیں ممکن تھی کیونکہ مکہ اہل اسلام کا حقیقی مرکز ہے۔ علی بن محمد الصلیحی کے زندگی کے دن پورے ہو چکے تھے اور قدرت کو منظور نہ تھا کہ اس کی حوصلہ مندانہ اسکیم عمل میں آئے سعید بن نجاح نے جو اپنے باپ کے خون کا قصاص لینے کے لیے بیچین تھا۔ علی بن الصلیحی کو ایک معمولی جماعت کے ساتھ اکیلے پا کر حملہ کر دیا۔ صلیحی اس وقت قریہ الجہیم میں ایک مسجد میں مقیم تھا۔ حملہ کی خبر اسعد بن شہاب نے زبید سے ایک قاصد کے ذریعہ بھیجدی لیکن قبل اس کے سعید بن نجاح پہنچ چکا تھا۔ صلیحی کو جس کے متعلق "کتاب الصور" میں یہ پیشینگوئی تھی کہ ایک مسجد میں عبدالرحیم ابن عبس کے ہاتھوں قتل ہوگا اور جیاش بن نجاح سعید کا بھائی معرکہ دہیم میں صلیحی کے خلاف بد انمردی سے لڑا تھا اپنی موت کا یقین ہو گیا اور وہ کسی مزاحمت کے قتل کر ڈالا گیا۔ اسماء بھی گرفتار ہو گئی اور سعید کے حکم سے صلیحی کا سر نیزہ پر اسماء کی سواری کے آگے آگے روانہ ہوا اور یہ خونی جلوس زبید پہنچا۔

سعید بن نجاح کی فتح کی خبر نے زبید و تہامہ کے علاقوں میں صلیحی حکومت کے خلاف جذبات برپا کر دیے اور سعید و جیاش کی سیادت میں بغاوت برپا ہو گئی۔ اسعد بن شہاب فرار ہو کر صنعا چلا گیا۔ سعید کا قبضہ ان

طاقتوں پر ہوگیا۔ اسماء کو بعافیت ایک محل میں رکھا گیا لیکن دروازہ پر علی الصلیحی اور اس کے بھائی عبد اللہ الصلیحی کے سر نصب کرا دئے گئے تاکہ وہ داستان غم اسماء کے دل میں ہمیشہ تازہ رہے۔ سعید کی قوت دن بدن بڑھتی گئی اور المکرم کی حکومت صنعا اور اس کے اطراف تک محدود ہوگئی وہ باوجود کوشش کے سال بھر تک اسماء کی نجات کی فکر نہ کرسکا اور صلیحی حکومت کا باقی رکھنا مشکل ہوگیا اور صورت حال ایسی نازک ہوچکی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ فرقہ اسماعیلیہ یمن سے بالکل نیست و نابود ہوجائے گا۔

اس بڑے وقت میں بھی اسماء کی قوت فہم و ذکا اپنی جوہر آزمائی سے باز نہ رہی۔ اس نے المکرم کو ایک خط خفیہ طور پر بھیجا جس میں سعید کا ذکر کرکے لکھا تھا میرے ہاں بچہ ہونیوالا ہے تو بہت جلد بچہ ہونے سے پہلے پہنچ ورنہ رسوائی کا داغ قیامت تک نہ مٹ سکے گا۔ اسماء عربوں کی فطرت سے خوب واقف تھی اور اس نے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ المکرم الصلیحی کی غیرت کو ابھارنے کا نہ تھا ورنہ اس خط میں حقیقت بالکل نہ تھی۔ خط کو ایک روٹی میں چھپا کر ایک سائل کی کشکول میں ڈال دیا جو اسکا ہم راز بن گیا تھا اور وہ اسکو لیکر صنعا پہنچا۔ خط کا وہی اثر ہوا جو اسماء نے تجویز کیا تھا۔ المکرم نے جان دینے یا جان لینے کے خیال سے صرف تین ہزار عربوں کی جماعت ساتھ لیکر حملہ کردیا۔ سعید نے بیس ہزار کی فوج سے مقابلہ کیا لیکن اہل عرب انتقام اور غیرت کے جوش میں آگے بڑھتے ہی گئے اور سعید اپنی جان بچا کر فرار ہوگیا۔

اس شکست کے بعد اسماء آزاد ہوکر پھر حکومت و دعوت اسمٰعیلیہ کی طرف متوجہ ہوئی اور اپنے جود و سخا اور فہم و ذکا سے صلیحی کی کھوئی ہوئی طاقت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ المکرم کے دو دست و بازو سرداروں کو جو اس مہم کی فتح کے زیادہ تر ذمہ دار تھے اس نے عدن کی سالانہ آمدنی کو کہاں اور نوبان کے قلعے اور وسیع علاقے بخش دئے۔ اسعد بن شہاب پھر زبیدہ کا صوبیدار مقرر ہوا۔ تہامہ سے جب سالانہ محاصل آئے تو یہ رقم اسماء نے اطراف و اکناف عرب کے سفرا میں جو اس وقت دربار میں موجود تھے تقسیم کردی۔

اسماء کی کوششوں سے فرقہ اسماعیلیہ کی اشاعت پھر شروع ہوئی لیکن اس نے اسکو یمن ہی تک محدود رکھا اور آخر میں اشاعت کے بدلے تنظیم کی طرف زیادہ توجہ شروع کی۔ ۴۷۹ھ میں اس اولوالعزم خاتون نے انتقال کیا۔ ایک شاعر عرب نے وفات کے بعد اس کی فیاضیوں کا راگ یوں گایا ہے۔

وسمت فی السماح سمة جود لم تدع من معالم البخل رسما

(ترجمہ) دنیا سے رسم بخالت کو بالکل مٹا دیا اس کے کرم نے جود نے اور لطف عام نے

شہر بانو محمد نقوی

نعت

(۱)

اے کہ فخرِ عالمِ ایجاد تیری ذات ہے
اے کہ تو ہی باعثِ تخلیقِ موجودات ہے

اے کہ تیرا نام ہے وجہِ بقائے کائنات
اے کہ تیرے دم سے ہے ساری فضائے کائنات

اے کہ تو ہے معدنِ لطف و کرم صدق و صفا
ذات تیری منبعِ جود و عطا لطف و سخا

دشمنوں پر بھی کرم کرتا تھا تو ایسا کریم
خلق ایسا حق نے بھیجا آیۂ خلقِ عظیم

وہ سخاوت ننگ جس کے سامنے حاتم کا نام
وہ عنایت جس سے ہر چھوٹا بڑا تھا شادکام

مرتبہ ہے تجھ کو حق کے سامنے ایسا نصیب
خود کہا ہے اُس نے تجھ کو بارہا اپنا حبیب

اُس نے تیرے نور سے سارے جہاں پیدا کیے
تیری خاطر سے زمین و آسماں پیدا کیے

کرسی و لوح و قلم، مہر و مہ و عرشِ علا
کوثر و فردوس و موقف، ظلمت و نور و ضیا

اختر و شام و سحر یہ عالمِ کون و مکاں
کچھ نہ ہوتے ذات تیری گر نہ ہوتی درمیاں

حق نے سب سے پہلے تیرے نور کو پیدا کیا
دہر میں آیا مگر تو ہو کے ختم الانبیا

(۲)

قبل آنے کے ترے دُنیا تھی اک ظلمت سرا
کفر و بدعت کا نظر آتا تھا ہر سو سلسلہ

کینہ جوئی اور حسد تھا شیوہ مردانگی
خون کے بدلے رگوں میں دوڑتی تھی خودسری

بے حقیقت اپنی ہستی کو سمجھتے تھے بشر
سجدہ کر دیتے تھے سب کو سنگ ہو یا کہ شجر

یہ نہ سمجھے تھے بشر کو کچھ اہمیت بھی ہے
خاک کے پتلے میں پوشیدہ الوہیت بھی ہے

غیرِ حق کے سامنے جھکتا نہ ہرگز ان کا سر
اپنے جوہر سے اگر ہوتے نہ یوں وہ بے خبر

ناگہاں آکر پلٹ دی تو نے دُنیا کی ہوا
خوابِ غفلت جن پہ طاری تھا انہیں چونکا دیا

تو نے ان کے سامنے ان کی حقیقت کھول دی
آدمی کو اصل میں تو نے بنایا آدمی

مشرکوں کو یہ بتایا خالقِ یکتا ہے کون
بُت پرستوں کو سکھایا لائقِ سجدہ ہے کون

(۲)

ہو رہا تھا اک جہاں بیتاب اُلفت کے لئے — حسن ملتا ہی نہ تھا لیکن محبت کے لئے
پتھروں میں ڈھونڈتے تھے اس کو عالم کے مکین — وہ دل تھے بیں سمجھتے تھے اُسے جلوہ نشین
ڈھونڈتے تھے ہر طرف پر اس کو پا سکتے نہ تھے — سرحد ادراک سے آگے وہ جا سکتے نہ تھے

تجھ سے پہلے کون تھا جو دور کرتا یہ حجاب
تُو نے ہی آکر اُلٹ دی اس کے چہرے سے نقاب

حسن جو پردہ میں تھا ناگاہ عریاں ہو گیا — اس کے جلوہ سے منور قلب انسان ہو گیا
پیش معبود حقیقی جھک گئے خرد و کلاں — گوشہ گوشہ سے زمین کے آئی آواز اذان
اہل عالم کو پڑھایا تو نے وحدت کا سبق — خود نمونہ بن کے سکھلایا اخوت کا سبق

ذرہ ناچیز کو اک وسعت صحرا دیا
قطرہ کمزور کو ہمپایہ دریا کیا

اُردو زبان کا سب سے بہتر مولود شریف

آمنہ کالال

حضرت مصنف (راشد الخیری) کی بے مثل کتاب

اب پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ بُلاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ آمنہ کے لال میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے نثر کے ساتھ ساتھ جہاں نظم ہے وہ بھی اسقدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم کے ہیں آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے بہت خوبصورت ٹائیٹل دبیز کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی قیمت ایک روپیہ اس کتاب کی مقبولیت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر خواتین و حضرات نے دو دو چار چار پانچ پانچ جلدیں ایکساتھ منگائی ہیں ۳ سال میں ۵ مرتبہ چھپی ہے

دفتر عصمت دہلی سے منگائیے۔

مثال

یحییٰ نقوی (از مجموعہ)

ایک مثال ہے۔
ایک تتلی کی مثال۔
جو ایک سخت اور ناہموار چٹان پر۔
بخوشی آرام کر سکتی ہے
بلاکسی دوست کے ـــــ بالکل تنہا
اس سخت اور تکلیف دہ پتھر پر۔
اب میرے بستر کو بھی سخت رہنے دیا جائے۔
میں اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔
میں اپنے دل کو بھی ایسا ہی بناؤں گا۔
اس ننھی تتلی کی طرح!
جس کے بشاش دل کو یہ طاقت حاصل ہے
کہ پتھر کو اپنے لئے پھول بنالے۔

(ترجمہ: غلام عباس مولوی (بمبئی))

دیاسلائی کی صنعت

ہندوستان میں دیاسلائی کی صنعت شروع ہوئے ابھی صرف ۱۱ سال ہوئے ہیں اس سے پہلے سویڈن اور جاپان سے دیاسلائی آتی تھی۔ فی الحال ہندوستان کی ضروریات کے لیے یہاں کی دیاسلائی کافی ہے۔ گورنمنٹ نے اس صنعت کو ترقی دینے کے لئے باہر کی دیاسلائی اور اس کے بننے کی اشیا پر ٹیکس لگا دیا ہے۔ اس سے اس صنعت کو بڑی مدد مل رہی ہے۔

دیاسلائی بنانے کے لئے لکڑی سب سے ضروری ہے۔ سلائیاں اور ڈبے بنانے کے لئے ناروے اور اس کے قریب کے ملکوں سے لکڑی منگائی جاتی تھی مگر قیمت بہت تھی اس لئے اس ملک میں ہی ایسی لکڑی کی تلاش کی گئی Bombax Malabaricum ایک قسم کا روئی کا جھاڑ ہے قریباً سارے ہندوستان میں ہے یہی دیاسلائی کے ڈبے بنانے کے قابل ثابت ہوا۔

سلائیوں کے لئے ابھی ہندوستان میں کوئی اچھی لکڑی نہیں ملی۔ ہمالیہ کے پہاڑوں میں ملتی ہے مگر نکالنے کے لئے بڑی محنت اور روپیہ کی ضرورت ہے فی الحال کشمیر کے چند درخت استعمال ہو رہے ہیں باہر کی لکڑی سے دیاسلائی اچھی بنائی جاسکتی ہے مگر بہت قیمتی ہوتی ہے۔

لکڑی کے علاوہ جو اشیا دیاسلائی کے بنانے میں کام آتی ہیں وہ یہ ہیں۔ پیپر۔ گوند یا لیئی فاسفورس۔ پوٹاسیم کلوریٹ پارافن اور مانگانیس۔ آخر الذکر دونوں کے سوا باقی سب اشیا باہر سے آتی ہیں۔

دیاسلائی کے ڈبوں پہ جو لیبل ہوتے ہیں وہ ہندوستان کے مختلف مذاق کے لوگوں کے خیال کے مطابق ہزاروں ہیں۔ لوگوں کے پاس کی دیاسلائی کا لیبل دیکھکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ یہاں کا باشندہ ہے یعنی ہندوستان کے کس شہر کا رہنے والا ہے کس مذاق کا ہے کونسے مذہب کا ہے۔ ہندوستان کی دیاسلائی کی صنعت بہ نسبت دوسرے ملکوں کے بہت سا فائدہ رکھتی ہے کیونکہ یہاں کے کارکن اچھے ہیں اور کم اُجرت پر ملتے ہیں۔ یہاں کی اُجرت یورپ سے ۶۰ فی صدی کم ہے۔

ہندوستان کی آبادی ۳۵ کروڑ کا لحاظ کرتے ہوئے قریباً ۴ کروڑ گروس دیاسلائیوں کی ضرورت بہت کم ہے یورپ میں لوگ دیاسلائی کا بہت استعمال کرتے ہیں۔ دیاسلائی کے ڈبے بہت سے سیزوں کے بنتے ہیں۔ بڑے سائز کے ڈبے میں ۱۰۰ ہوتی ہیں ۲ قسم کی سلائیاں بنائی جاتی ہیں ایک سیفٹی اور دوسری گندک کی۔ مگر سیفٹی دیاسلائی کا استعمال لوگ بہت کرتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان ۱۱ سال کے اندر ہی اپنے باشندوں کو ایسی شے جو ہر روز درکار رہے باوجود مشکلات کے جلد مہیا کر سکا۔

(ترجمہ از انگریزی)

فاطمہ انور علی بیگم (بنگلور)

(۲)

ہو رہا تھا کہ جہاں بیتاب اُلفت کے لئے — حسن ملتا ہی نہ تھا لیکن محبت کے لئے

پتھروں میں ڈھونڈتے تھے اس کو عالم کے مکین — ماورا تنزیہ سا سمجھتے تھے اُسے جلوہ نشین

ڈھونڈتے ہر طرف پر اس کو پا سکتے نہ تھے — سرحد اور آگ سے آگے وہ جا سکتے نہ تھے

تجھ سے پہلے کون تھا جو دور کرتا یہ حجاب
تو نے ہی آکر اُلٹ دی اس کے چہرے سے نقاب

حسن جو پردہ میں تھا ناگاہ عریاں ہو گیا — اس کے جلوہ سے منور قلب انسان ہو گیا

پیش معبود حقیقی جھک گئے خرد و کلاں — گوشہ گوشہ سے زمین کے آئی آواز اذان

اہل عالم کو پڑھایا تو نے وحدت کا سبق — خود نمونہ بن کے سکھلایا اخوت کا سبق

ذرہ ناچیز کو اک وسعت صحرا دیا
قطرہ کمزور کو ہمپایہ دریا کیا

یحییٰ نقوی (از کھوہ)

مثال

ایک مثال ہے۔
ایک تتلی کی مثال :
جو ایک سخت اور ناہموار چٹان پر۔
بخوشی آرام کر سکتی ہے
بلا کسی دوست کے ــــــ بالکل تنہا
اس سخت اور تکلیف دہ پتھر پر۔
اب میرے بستر کو بھی سخت رہنے دیا جائے۔
میں اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔
میں اپنے دل کو بھی ایسا ہی بناؤں گا۔
اس ننھی تتلی کی طرح !
جس کے بشاش دل کو یہ طاقت حاصل ہے
کہ پتھر کو اپنے لئے پھول بنا لے۔

(ترجمہ) غلام عباس مولوی (بمبئی)

دیاسلائی کی صنعت

ہندوستان میں دیاسلائی کی صنعت شروع ہوئے ابھی صرف ۱۱ سال ہوئے ہیں اس سے پہلے سویڈن اور جاپان سے دیاسلائی آتی تھی۔فی الحال ہندوستان کی ضروریات کے لیے یہاں کی دیاسلائی کافی ہے۔گورنمنٹ نے اس صنعت کو ترقی دینے کے لئے باہر کی دیاسلائی اور اُس کے بنانے کی اشیا پر ٹیکس لگا دیا ہے۔اس سے اس صنعت کو بڑی مدد مل رہی ہے۔

دیاسلائی بنانے کے لئے لکڑی سب سے ضروری ہے۔سلائیاں اور ڈبے بنانے کے لئے ناروے اور اُس کے قریب کے ملکوں سے لکڑی منگوائی جاتی تھی مگر قیمت بہت تھی اس لئے اس ملک میں ہی ایسی لکڑی کی تلاش کی گئی Bombax Malabaricum ایک قسم کا روئی کا جھاڑ ہے قریباً سارے ہندوستان میں ہے یہی دیاسلائی کے ڈبے بنانے کے قابل ثابت ہوا۔

سلائیوں کے لئے ابھی ہندوستان میں کوئی اچھی لکڑی نہیں ملی۔ہمالیہ کے پہاڑوں میں ملتی ہے مگر نکالنے کے لئے بڑی محنت اور روپیہ کی ضرورت ہے فی الحال کشمیر کے چنار درخت استعمال ہو رہے ہیں باہر کی لکڑی سے دیاسلائی اچھی بنائی جاسکتی ہے مگر بہت قیمتی ہوتی ہے۔

لکڑی کے علاوہ جو اشیا دیاسلائی کے بنانے میں کام آتی ہیں وہ یہ ہیں۔پیپر۔گوند۔پالش فاسفورس۔پوٹاسیم کلوریٹ پارافن اور مانگانیس۔آخر الذکر دونوں کے سوا باقی سب اشیا باہر سے آتی ہیں۔

دیاسلائی کے ڈبوں پر جو لیبل ہوتے ہیں وہ ہندوستان کے مختلف مذاق کے لوگوں کے خیال کے مطابق ہزاروں ہیں۔لوگوں کے پاس کی دیاسلائی کا لیبل دیکھکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کہاں کا باشندہ ہے یعنی ہندوستان کے کس شہر کا رہنے والا ہے کس مذاق کا ہے کس مذہب کا ہے۔ ہندوستان کی دیاسلائی کی صنعت بہ نسبت دوسرے ملکوں کے بہت سا فائدہ رکھتی ہے کیونکہ یہاں کے کارکن اچھے ہیں اور کم اُجرت پر ملتے ہیں۔یہاں کی اُجرت یورپ سے ۶۰ فی صدی کم ہے۔

ہندوستان کی آبادی ۳۵ کروڑ کا لحاظ کرتے ہوئے قریباً ۴ کروڑ گروس دیاسلائیوں کی ضرورت بہت کم ہے یورپ میں لوگ دیاسلائی کا بہت استعمال کرتے ہیں۔ دیاسلائی کے ڈبے بہت سے سایزوں کے بنتے ہیں۔بڑے سایز کے ڈبے میں ۱۰۰ ہوتی ہیں دو قسم کی سلائیاں بنائی جاتی ہیں ایک سیفٹی اور دوسری گندک کی۔مگر سیفٹی دیاسلائی کا استعمال لوگ بہت کرتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ ہندوستان ۱۱ سال کے اندر ہی اپنے باشندوں کو ایسی شے جو ہر روز درکار ہے باوجود مشکلات کے جلد مہیا کر سکا۔

(ترجمہ از انگریزی)

فاطمہ انور علی بیگم (بنگلور)

اتفاقی حادثوں کا فوری علاج

انسانی زندگی میں تندرستی اور بیماری دو تو چولی دامن کا ساتھ رکھتی ہیں یعنی دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ہر گھرانے میں اکثر اوقات ایسے حادثات درپیش ہوتے رہتے ہیں کہ اگر وقت پر مناسب تدابیر اور بر موقع علاج نہ کیا جاوے تو بیماری کے جڑ پکڑتے یا بیماری کی صورت اختیار کر لینے اور مہلک مرض بن جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بالخصوص بال بچے دار گھروں میں تو شب و روز حادثات اتفاقیہ درپیش ہوتے رہتے ہیں۔ لہذا ہر خانہ دار بی بی کا فرض ہونا چاہیے کہ علم طب یا ڈاکٹری سے کچھ نہ کچھ واقفیت رکھیں تاکہ ایسے مواقع پر ڈاکٹر کی امداد پہنچنے سے قبل اتفاقی حادثوں کا فوری علاج یا اُن کے خطرناک صورت اختیار کرنے کی روک تھام کی تدابیر کو عمل میں لا سکیں۔ اگر بہنیں متوجہ ہوئیں تو خاکسار اس سلسلہ کے مضامین کو جاری رکھے گی۔

اگر کھیلتے میں بچہ گر جائے اور ہونٹ یا گال ٹھوڑی وغیرہ پر چوٹ لگ جائے اور خون بہنے لگے یا اُنگلی اور ہاتھ وغیرہ کسی بچہ یا دوسرے بڑی عمر کے افراد کا چاقو وغیرہ سے کٹ جائے یعنی خراش آجائے۔ تو ڈاکٹر کے ہاں دوڑنے اور بے دل ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایسے موقع کے لئے دو تولہ بورک ایسڈ لے کر ۱۰ اونس اُبلے ہوئے پانی میں ڈال کر لوشن تیار کر رکھیں۔ بروقت ضرورت تھوڑے پانی میں ایک دو اونس لوشن ڈال کر زخم یا خراش وغیرہ ولایتی روئی لوشن میں تر کر کے دھو ڈالیں۔ خون بہنا جب بند ہو جائے تو تھوڑا خشک بورک ایسڈ زخم یا خراش پر چھڑک دیں بہت جلد خراش یا زخم درست ہو جاتے گا۔ اگر کھولتا ہوا پانی یا گرم چائے کسی عضو پر گر جائے تو ایسے وقت کے لئے کیرن آئل تیار کر رکھنا چاہیے اس کے چھڑک دینے سے آبلہ نہیں پڑے گا اور نہ جلن محسوس ہو گی۔ اس کے بنانے کی ترکیب درج ذیل ہے۔

تھوڑا سا چونا لے کر پانی میں گھول کر رکھ دیا تھوڑی دیر میں چونا برتن کی تہ میں بیٹھ کر پانی اوپر نتھر آئے گا۔ اس میں سے قریباً بیس اونس پانی لے کر ۱۵ اونس کے قریب تلوں کا تیل باہم ملا کر خوب پھینٹیں یہ مرکب پھینٹنے کے بعد سفید رنگ اختیار کرے گا۔ اسے شیشے میں بھر رکھیں اور بروقت ضرورت کام میں لائیں۔ گرمی کے دنوں میں ٹھنڈی جگہ رکھیں۔ ورنہ تیل اور پانی الگ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

گ۔ ن بیگم۔ شیخ عطاء اللہ

انگریزی اور دیسی ادویات

جتنی ادویات کہ آج تک استعمال کی جا چکی ہیں اور کی جا رہی ہیں سب اسی دنیا کے ذرات سے علیحدہ کی گئی ہیں اور اپنی حسب منشا ان کو ملا کر دوا تیار کر لی جاتی ہے اگر ان تمام قسم کی ادویات کو ملا دیا جائے تو نتیجہ یہی مٹی اور خاک ہوگا۔ ادویات دو اقسام میں منقسم کر دی گئی ہیں۔ ڈاکٹری اور یونانی ڈاکٹری علاج کی ایک اور شاخ ہومیو پیتھی نکل آئی ہے اور اس تقسیم سے ادویات بھی تین حصوں میں تقسیم ہو گئی ہیں۔ اور ہر علاج اپنی اپنی ادویات کا محتاج ہے۔ اور یہ بہت مشکل ہے کہ ایک علاج کا ماہر فن دوسرے علاج کی ادویات سے کام نکال سکے۔

ڈاکٹری علاج۔ یہ علاج بے انتہا مقبول ہے اور جدھر دیکھو ڈاکٹر دن پیڈی اکٹروں کا زور ہے۔ اس علاج کی ادویات تمام مختلف ممالک سے سربمہر پیکٹوں اور شیشیوں میں آتی ہیں اور استعمال کی جاتی ہیں۔ یہ علاج اور اس کی ادویات فوری اثر دکھاتی ہیں۔ دوا کے کھاتے ہی بیماری میں کمی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ دوائیاں بنی بنائی تیار آتی ہیں اور بغیر کسی زحمت کے استعمال کر لی جاتی ہیں۔ اس کی ادویات تمام دیگر علاجوں کی ادویات سے مہنگی ہیں اور جس کی وجہ صرف دور دراز کے ممالک کا محصول اور ان کا کمیشن ہے یہ دوا بے انتہا مہنگی ہے اور پھر اگر ایک دفعہ سربمہر شیشی کھول لی جائے تو تھوڑی سی استعمال کر لینے کے بعد سب بیکار۔ اگر خدانخواستہ دیگر ممالک کے کارخانہ جات اسکا بھیجنا بند کر دیں یا درآمد کا راستہ بند ہو جائے تو تمام ڈاکٹر بیکار اور مریض حسرتا یاس میں دم توڑنے لگیں۔

ولایتی ادویات پھلوں اور بوٹیوں کا ست نکال کر تیار کی جاتی ہیں کسی چیز کا ست نکالنے سے اس کی اصلیت باقی نہیں رہتی اور جب بہت عرصہ تک پڑا رہے تو اس کی خاصیت بھی نہیں رہتی۔ مثلاً گلاب کے پھول کا عطر نکالا جاتا ہے۔ کتنا ہی عمدہ عطر کیوں نہ ہو وہ مہک اور خوشبو نہ دے گا۔ جو کہ گلاب کے تازہ پھول دینگے۔

علاج ہومیو پیتھی۔ یہ علاج بھی مقبول عام ہوتا جا رہا ہے لیکن ابھی اس کی طرف اچھی طرح توجہ نہیں دی گئی ہے۔ یہ علاج ڈاکٹری علاج سے بہت سستا ہے اور مفید ہے۔ اس علاج کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ استعمال کرنے سے اگر فائدہ نہ ہو تو نقصان بھی نہیں ہوتا۔ اس لیئے ہر شخص بے خوف و خطر استعمال کرتا ہے۔ اس علاج کا اصول یہ ہے کہ زہر کو زہر ہی سے مارا جائے اگر بدن میں کسی قسم کا زہریلا مادہ اثر کر گیا ہے۔ تو اسکا توڑ بھی اسی زہر کی بہت ہلکی مقدار ہوگی۔ اس علاج کی تمام ادویات کی طاقت ڈاکٹری علاج کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہوتی ہے

لیکن اتنے ہی میں وہ عجیب و غریب اثرات دکھا جاتی ہے کہ تعجب ہو جاتا ہے۔ اس علاج میں ہر بیماری کے مختلف علامات کے لیئے ایک علیحدہ دوا ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹری علاج میں بخار کے لیئے دو تین ادویات ہیں۔ خواہ کسی قسم کا بخار ہو یا کسی وجہ سے ہو ان کے استعمال کرنے سے چلا جائے گا۔ لیکن ہومیوپیتھی میں بخار کی ماہیت دیکھکر دوا دی جاتی ہے کہ کیوں ہوا اور بخار کے اثرات کیا ہیں۔ بدن تو نہیں ٹوٹتا۔ سر میں درد تو نہیں ہے وغیرہ وغیرہ ہر علامت کے لیئے ایک نئی دوائی اگر اس کی بجائے دوسری دوا دے دی جائے تو کچھ فایدہ نہ ہوگا۔

اس علاج کی تمام ادویات ایک خوبصورت صندوقچہ میں خانہ دار طریقہ سے بند ہوتی ہیں۔ اور کتاب میں مکمل حالات ہوتے ہیں۔ جن کو دیکھکر ہر فرد خود ڈاکٹر بن سکتا ہے۔ اور کم سے کم اپنے گھر کا علاج خود با آسانی کر سکتا ہے۔ ہر بہن کو چاہیئے کہ ایسے بکس کو اپنے پاس ضرور رکھیں کیونکہ اس میں ہر بیماری کا آسان علاج موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ مغز ماری بھی کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اگر ڈاکٹری علاج کی ادویات رکھنا چاہے تو پورا ایک ہسپتال کھولنا پڑے گا۔ لیکن علاج ہومیوپیتھی کا مکمل دوا خانہ ایک چھوٹے سے سوٹ کیس میں آ جاتا ہے۔ اور بہت سستا بھی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی بہت سی ادویات کلکتہ کے ہندوستانی کارخانہ میں تیار کی جانے لگی ہیں اور وہ دن دور نہیں اب اس کی تمام ادویات ہندوستان ہی میں تیار ہو جائیں۔

علاج یونانی۔ یہ سب سے عمدہ سستا اور مفید علاج ہے۔ یہ علاج اپنے ہی دیس کا ہے اور اس ملک کی جڑی بوٹیوں کو ملاکر اس کی ادویات تیار کی جاتی ہیں۔ اس علاج کی ادویات بڑی آسانی سے مہیا ہو جاتی ہیں اور ہر وقت مل سکتی ہیں۔ یہ علاج ہر ایک بآسانی نہیں کر سکتا جب تک کہ ہر دوا کی خاصیت نہ معلوم ہو اور تجربہ ہونا لازمی ہے۔ اس کی تمام ادویات اگر قاعدہ سے استعمال کی جائیں تو بے انتہا مفید ہیں کیونکہ یہ سب یا تو تازہ یا خشک کی ہوئی جڑی بوٹیوں کو کوٹ پیس کر استعمال کرنے کے وقت تیار کر لی جاتی ہیں۔ اور ان چیزوں کے اثرات وہی رہتے ہیں۔ اس علاج میں زحمت بہت کرنی پڑتی ہے یعنی اگر معمولی سا بخار یا نزلہ زکام وغیرہ ہو جائے تو حکیم صاحب فرما دیتے ہیں کہ جوشاندہ پلاؤ۔ لیکن جوشاندہ ابالنا۔ چھاننا اور پھر پیالہ بھر کڑوا جام صحت پینا بہت تکلیف دہ معلوم ہوتا ہے اور اسی واسطے ڈاکٹری علاج کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کہ ڈاکٹر کے یہاں سے بنی بنائی ایک گھونٹ بھر کی چھ خوراکیں آگئیں اور ان کے پینے سے آرام لیکن تجربہ سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ دیسی دو پیسہ یا ایک آنہ کا جوشاندہ ڈاکٹری چھ آنے کی خوراک سے زیادہ مفید ہے۔ یہ علاج بے انتہا سستا ہے اور اس کے بڑے بڑے ماہران فن اب بھی ہندوستان میں موجود ہیں جو کہ ہر خطرناک بیماری کا علاج صرف چند ٹکوں میں کر دیتے ہیں۔

یونانی علاج کی ادویات اپنا اثر فوراً نہیں دکھاتیں بلکہ بتدریج اپنا پورا اثر دکھاتی ہیں اور پھر یہ اد

جو تقویت پہنچا جاتی ہیں وہ کسی اور بیماری کے حملہ سے فوراً زایل نہیں ہو جاتی بلکہ طبیعت اس کے مقابلہ کے لیئے تیار رہتی ہے —— کہ تجربت بالا نشین۔

ڈاکٹری اور یونانی علاج کی مثال موجودہ و دیرینہ فن تعمیر سے مل جا سکتی ہے۔ موجودہ فن تعمیر کی کوئی عمارت جس وقت نئی تیار ہوتی ہے تو اس کی شان قابل بیان نہیں ہوتی۔ لیکن اس شان کا دور حیات پچاس سال سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلہ میں آگرہ کا تاج محل دہلی کا لال قلعہ اور لاہور کی شاہی مسجد وغیرہ (جو کہ دیرینہ فن تعمیر کا نمونہ ہیں) صدہا سال گذر چکنے کے بعد اب بھی اسی شان و شوکت سے کھڑے ہیں اور ہر قسم کے موسم کے تغیر و تبدل کو برداشت کر رہے ہیں۔

یہی حال انسانی ڈھانچہ کا ہے۔ اگر اس میں کوئی خرابی واقع ہو جائے اور اسکو تیز ادویات سے فوراً ٹھیک کر دیا جائے تو وہ دیرپا نہیں ہوتا اور اغلب ہے کہ وہ پھر اسی حالت پر آ جائے۔ لیکن اگر اسی مرض کا علاج آہستہ آہستہ اور اس پر حاوی ہو کر کیا جائے تو کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

بیگم سمیع اللہ لاہور

عصمت نہایت پابند وقت رسالہ ہے اشاعت میں کبھی دیر نہیں ہوتی اگر ڈاکخانہ کی لاپرواہی سے آپکو کسی ماہ کا رسالہ وقت پر نہ ملے تو فوراً ہمیں اطلاع دیدیں

منیجر

ہماری حالت

مخدراتِ گروہ مسلم ہماری حالت تباہ کیا رہی ہے
یہ غفلت بے پناہ توبہ کہ قوم مسلم پہ چھا رہی ہے

معاشرت کے طریق بھولے۔ تمدّن خوش سلیقہ بھولے
تمیز قوم فریق بھولے اور اسی کی تہذیب ہارہی ہے

وہ طرز اخلاق احمدی بھی وہ رسم آداب ہاشمی بھی
وہ شان ہم میں سے مٹ چلی ہے ہماری حالت بتا رہی ہے

وہ جنگِ بدر وہ جنگِ خیبر وہ حربِ خالد وہ ضربِ حیدر
وہ تیغ مسلم کی شانِ جوہر کہ شانِ مسلم جتا رہی ہے

مگر وہ حالت کہاں ہے باقی وہ جاہ و صولت کہاں ہے باقی
وہ تیغ ہمت کہاں ہے باقی کہ تابِ طاقت ہی کیا رہی ہے

وہ عزم باقی نہ رزم باقی نہ شوکت و شانِ بزم باقی
ہماری ہر بات مٹ چکی ہے کہ ہمکو قسمت مٹا رہی ہے

خراب حالت ہوئی یہاں تک تغافلِ بے محل کہاں تک
کہ شاہراہِ عمل پہ دنیا قدم برابر بڑھا رہی ہے

خدا یہ دن بھی گذار دیگا وہ سیدہ پھر قرار دیگا
ہماری حالت سنوار دیگا کہ کس کی بگڑی سدا رہی ہے

سیدہ بیگم حبیب اللہ خاں بنت خان بہادر مظفر خیرآبادی

التجائے درد

اے میرے مالک حقیقی! میرا دل جو تیری گزرگاہ ہے۔ مایوسیوں کے رنج و غم میں پھنسا اور دبا ہوا ہے۔ جس کی
تڑپ و الجھن سے میری کشتی حیات بیم و رجا کے متلاطم دریا میں ڈگمگا رہی ہے۔ اور اُسے فقط تیرا یہ ارشاد سہارا دے
رہا ہے کہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔ یاد رکھو بیشک ہر دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ دشواری
کے ساتھ آسانی ہے۔"

اس اپنے ارشاد کے طفیل تو میرے حال زار پر رحم فرما۔ اور میری مایوسیوں کو اپنی رحمت کے آغوش میں جگہ دے۔ کہ یہ
آزمایش کے کٹھن منازل میری طاقت برداشت سے باہر نہ ہو جائیں۔

تیرا فرمان ہے میرے آقا! لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا پس اسی کے صدقہ میں تو میرے اعمالوں کے سزا و جزا پر چھوڑ
بلکہ اپنی نکتہ نوازی اور فضل و کرم کو کام میں لا کر میری مدد فرما۔ میں سراپا درد ہوں۔ میرے دن راحت و آرام سے ناآشنا اور راتیں
اطمینان و سکون سے محروم۔ اور مرے پر سوز دل کی طرح ایسے جانستان مرض کی شکار ہوں کہ اس نصیب کو اب ہزاروں
کوششوں کے بعد بھی دنیا کی کوئی پُر لطف چیز مسرور نہیں کر سکتی جو میرے مولا! تو نے اپنے بندوں کے فرحت و انبساط
کے لئے ہی پیدا کر رکھی ہے۔ اور اگر کسی وقت خوشی کا موقعہ حاصل ہو بھی جائے تو ؎

جب خوشی حاصل ہوئی ساتھ ہی ایک رنج آیا | عید آتے ہی لگے ہاتھ محرم آیا

آقا میرے! میں کس سوز و گداز میں مضطرب ہوں۔ میرا سینہ کس درد و غم سے داغدار ہے۔ اور میری آنکھیں کیوں آنسوؤں کے
بوجھ سے جھکی ہوئی ہیں۔ یہ سب کچھ اے رگ جانی سے قریب تر رہنے والے مالک! تجھ پر عیاں ہے۔ لیکن یہ تیرا اغماض یا شان کبریائی
ہے ایسا بیٹھا دیکھتا ہے جیسے دیکھا ہی نہیں۔ جس سے میرے بقیہ حواس بھی منتشر ہو رہے ہیں۔ میرے فریاد رس آقا! میں محض راحت و آرام
اور آسائش دنیا کی ہی طالب نہیں ہوں بلکہ ایک نگاہ کرم اور خوشنودی کی پناہ کی اُمیدوار ہوں۔ تاکہ تیری عاجز بندی کا یہ ڈگمگاتا بیڑا
پار ہو۔ ورنہ کہیں ٹھکانہ نہیں۔ اگر تو میری التجا، درد نہ سنیگا تو پھر کس سے اپنا سوز و گداز بیان کر کے اس بوجھ کو ہلکا کروں اور کس سے مدد
مانگوں۔ کہ سوا تیرے کوئی نہیں۔ تو میری مجبوریوں پر رحم فرما۔ بیچاری پر ترس کھا۔ آمیدوں کو ناکام نہ رکھ۔ اور میرے ٹوٹے ہوئے دل کو
تسکین دلا کر میں تیری ہوں۔ اور تو مجھ سے راضی و خوش ہے۔ تو میں میرے مولا! سب کچھ پا لیا۔ اور سب کچھ آسان ہے ؎

آگ تک پہنچا بھی دیں گر میرے اعمال زبوں | آگ کو گلزار کر دے گا تو ہی میرے لئے

اگرچہ دنیا اور دنیا کی ہر چیز تلخ ہے لیکن میرے معبود تجھ سے میری یہی التجا ہے کہ ؎ دنیا و دیں کے کاموں میں ہو جاؤں کامیاب
یارب دعا یہ میری تو کر جلد مستجاب۔ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ارشاد ہے تیرا۔ سردار محمدی بنت نواب آف

سی۔ پی کے دیہاتی باشندے

مجھکو عرصہ تین سال سے سی پی کے دیہاتوں میں رہنے کا اتفاق ہے اس لئے آج اپنی عصمتی بہنوں کی خدمت میں سی۔پی کی دیہاتی زندگی کے حالات پیش کرتی ہوں اگر بہنوں کو دلچسپی ہوئی تو آیندہ بھی انشاء اللہ وقتاً فوقتاً یہاں کی تصاویر۔ اور دیگر حالات عصمت کے لئے تحریر کرتی رہونگی۔ یہاں کی دیہاتی عورتیں دوسری جگہوں کی عورتوں سے نسبتاً زیادہ محنتی اور کام ہی ہوتی ہیں محنت کے کام مردوں کے دوش بدوش انجام دیتی ہیں۔ کوئی عورت صبح سات بجے کے بعد اپنے مکان پر نہیں ملتی۔ یہ لوگ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو انیں دیکر کھیتوں پر چلی جاتی ہیں۔ جن لوگوں کے پاس کھیتی کسانی نہیں ہے وہ دوسرے قسم کے محنت کے کام کرتی ہیں مثلاً سڑکوں کی مرمت۔ گٹی کوٹنا۔ مٹی ڈھونا وغیرہ۔ اور دیگر اسی قسم کی محنتوں سے روزی کماتی ہیں۔ چونکہ یہاں کا صوبہ دوسرے صوبوں کی نسبت غریب ہے اس لئے یہاں پر عام مزدور عورتوں کو دن بھر کی محنت کے دو آنہ (۲) اور مزدور مرد کو صرف تین آنہ (۳) ملتے ہیں پھر بھی یہ لوگ اپنی اس زندگی سے خوش رہتے ہیں دیہاتی باشندوں کی گذر اوقات صرف چاولوں پر ہے یہاں ربی کی فصل بہت کم ہوتی ہے اس لیے یہ لوگ چاول ہی کہاتے ہیں۔ ہر دہقانی گھر میں شب کو چاول پکاکر اس میں ٹھنڈا پانی بھر دیا جاتا ہے جس کو یہ اپنی زبان میں باسی کہتے ہیں اور یہی انکی روزانہ خوراک ہے۔ یہاں کی عورتیں بہت مختصر لباس پہنتی ہیں۔ چار گز کی ایک موٹی دھوتی جس کو "لُگڑا" کہتے ہیں ان کا پُورا لباس ہے مرد دھوتی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی بنڈیاں پہنتے ہیں لیکن عورتیں سوائے اُس دھوتی کے کچھ نہیں پہنتیں۔ غربت کا یہ حال ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو کچھ نہیں پہنایا جاتا حتیٰ کہ بچہ دس گیارہ برس تک برہنہ رہتا ہے اس کے بعد والدین اسکو ڈیڑھ گز کا کپڑا دھوتی کے لئے دیتے ہیں۔ لباس میں امیر سے امیر بھی کوئی زیبایش نہیں کرتا۔ یہاں کے بڑے بڑے مالگذار بھی یہی لباس اور اسی قسم کی رہایش رکھتے ہیں عام لوگوں کی طرح مالگذاروں کے گھر بھی کچے ہوتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ لوگ اپنے کچے مٹی کے مکانوں کو گیرو سے رنگ ضرور دیتے ہیں جن کو خوبصورتی میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں کے دیہاتوں میں کوئیں نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر گاؤں میں ایک تالاب ہوتا ہے جس کا پانی کھانے پینے اور مویشیوں کے استعمال میں لایا جاتا ہے بعض گاؤں میں پانی کی بہت قلت ہوتی ہے اور وہ لوگ مئی جون میں دو دو میل سے پینے کا پانی لاتے ہیں۔

ان لوگوں کی شادی کی رسومات بھی دوسرے لوگوں سے مختلف ہیں مثلاً والدین پانچ

برس کی لڑکی کو بیاہ دیتے ہیں لیکن اگر وہ بالغ ہونے پر اپنے شوہر کو پسند نہ کرے تو کسی دوسرے کے ساتھ بغیر کسی طلاق کے جا سکتی ہے ہر مرد اور ہر عورت لاتعداد شادیاں کر سکتاہے ان کے مذہب نے شادی کے لئے کوئی قید نہیں رکھی۔ ایک شخص کی بیوی اگر دوسرے شخص کے ساتھ چلی جائے تو وہ اسکو چوڑیاں پہنا کر اپنی بیوی بنا سکتا ہے اور سابق شوہر بیوی پر کوئی جرم عاید نہیں کرتا۔

سب تہواروں کی نسبت یہ لوگ ہولی پر بہت خوشیاں مناتے ہیں اور اس خوشی کے موقعہ پر اپنا مخصوص ناچ ڈنڈا ناچ خوب ناچتے اور گاتے ہیں۔ ہر گاؤں کا ایک ایک گروہ اپنے چہروں کو رنگ کر سروں پر لمبے پر اور ایک ہاتھ میں ٹوٹے ہوئے آئینہ کا ٹکڑا اور دوسرے میں چھوٹا سا ڈنڈا لے کر ناچتے ہیں ناچتے وقت ایک دوسرے کے ڈنڈے پر ڈنڈا مارتے اور بڑے زور سے ہو۔ ہو کرتے جاتے ہیں دیکھنے میں یہ ناچ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود یہ لوگ بہت ایماندار ہیں اور اسی لیے یہاں چوری وغیرہ کی نسبت یہاں چوری بالکل نہیں ہوتی۔

سکندر زاہد بیگم بھاٹا گاؤں

ایک ضروری اپیل

"آج کل ہندوستانی فلم کو جو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اور عوام اس سے جسقدر دلچسپی لے رہے ہیں۔ اسے دیکھکر جہاں مسرت حاصل ہوتی ہے وہاں اس بات کا سخت افسوس ہوتا ہے۔ کہ ہمارے ان ڈراموں کے پلاٹ عموماً ہمارے ناولوں اور جرائد ورسائل اور اشعار کی طرح بالکل لغو اور پوچ ہوتے ہیں عشق و محبت کے ان عریاں مناظر سے سوائے اسکے کہ پبلک میں بے حیائی پیدا ہو کوئی مفید پہلو نہیں نکلتا۔ اسوقت ہماری حالت کا ہر پہلو اصلاح کا سخت محتاج ہے۔ کاش ان واہیات اور بے سود باتوں کی بجائے اصلاحی ڈرامے دکھلائے جائیں تو یہ قوم کی ایک بڑی خدمت ہو یہاں رنگون میں بائسکوپ گھروں میں عورتوں کے لئے خاص خاص دن مقرر ہیں۔ اور یہاں کی مستورات ہندوستانی فلم سے گہری دلچسپی رکھتی ہیں مقررہ دن بائسکوپ گھروں میں عورتوں کی کافی تعداد جمع ہوتی ہے مستورات کا میلان طبع بھی اب ٹاکی سینما کی جانب بڑھ رہا ہے۔ انکے شایان شان لطیف پاکیزہ مفید مناظر تیار کیے جائیں تو بہت بہتر ہو۔ اگر محترم علامہ راشد الخیری مولوی نذیر احمد صاحب وغیرہ عالموں اور ملک کے ممتاز اہل قلم حضرات کے اصلاحی سبق آموز قصوں اور زنانہ تاریخی کارناموں کو ڈرامہ کا جامہ پہنا کر اسٹیج کے پردوں پر لایا جائے تو ہندوستانی فلم کو صحیح معنوں میں ترقی ہو سکتی ہے۔ علاوہ اسکے حفظان صحت بچوں کی پرورش اور انکے رکھ رکھاؤ۔ نیز اولاد کی تربیت کے اصول و قواعد کی پابندی اور اسکے خلاف ورزی کے نتایج پر قصہ کے پیرایہ میں روشنی ڈالی جائے۔ تو بیشک ہندوستانی فلم قابل قدر اور لائق ستایش سمجھا جائے گا۔ اس بارے میں آغا حشر کاشمیری اور دوسرے ڈرامہ نویسوں اور ڈائرکٹروں سے درخواست ہے کہ توجہ فرما کر شریف مستورات کو ممنون فرمائیں۔

ح۔ ا۔ بنت غلام حسین عرف ابو۔ رنگون

سابق قیصر ولیم جرمنی مع اپنی بیوی کے

برکلے (امریکہ) یونیورسٹی کی طالبات ایک پریڈ میں حصہ لے رہی ہیں -
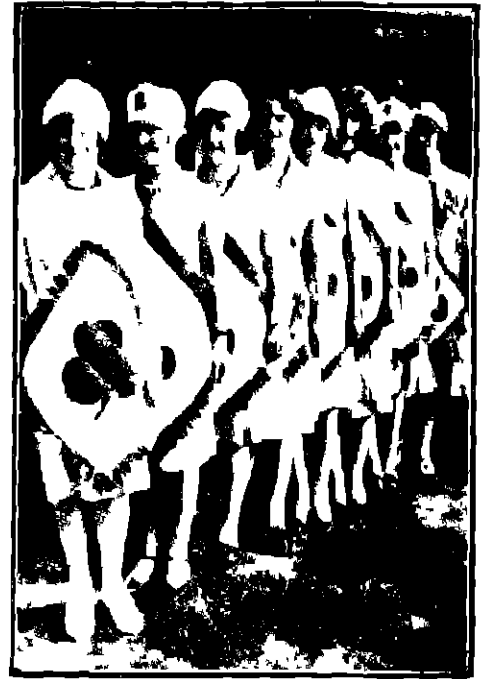
دو ہندوستانی ملکہ امام (ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ لئے ہوئے) اپنی راجدھانی میں داخل ہو رہی ہیں -

بدگمانی

شیلا مسکرائی۔ پرتاب بھی ہنس دئے۔

"شیلا تمہاری مسکراہٹ غضب کی ہے۔"

شیلا پھر مسکرائی۔ پرتاب کے سینے میں جذبات مسرت کا طوفان برپا ہوگیا۔

پرتاب کالج میں پروفیسر تھے۔ اور شہر کے باہر ایک چھوٹے سے خوبصورت بنگلے میں اپنی بیوی شیلا کے ساتھ یورپین طریقے پر زندگی بسر کرتے تھے۔ شیلا ان کے دوستوں سے آزادی کے ساتھ گفتگو کرتی سینما تھیٹر دیکھتی اور اِدھر اُدھر سیر کو بھی جایا کرتی تھی۔ پروفیسر پرتاب کو اسی سال ڈاکٹری کی ڈگری مل گئی اب کیا تھا۔ دوستوں نے دعوت کے لیے مجبور کیا۔ پارٹی کی فرمائش ہوئی بعض مسخروں نے ناچ کے لئے بھی کہا۔ غرض ہر طرف سے مختلف تجاویز پیش ہونے لگیں انھوں نے اپنی بیوی سے مشورہ لیا۔

شیلا نے مسکرا کر کہا "جب تم ڈاکٹر ہوگئے تو دوستوں کی دعوت کرنا ہی پڑے گی۔"

پروفیسر پرتاب نے پوچھا "کیا یہ ضروری ہے کہ ابھی چند روز ہوئے میں ایک پارٹی دے چکا ہوں۔"

شیلا "تو کیا ہوا۔ ایک پارٹی اور سہی"

پرتاب "خیر پارٹی میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن وہ ناچ کے لئے اصرار کر رہے ہیں۔"

شیلا "نہیں نہیں۔ ناچ مناسب نہیں صرف ڈنر پارٹی کافی ہوگی۔"

پرتاب "اگر وہ لوگ نہ مانیں تب"

شیلا "کہہ دینا کہ میری بیوی کی رائے نہیں ہے"

پرتاب "یہی رائے مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اچھا تو پارٹی کس دن ہو"

شیلا۔ اسی اتوار کو تو مناسب۔ ہیں آج جمعرات ہے صرف تین دن باقی ہیں انتظام نہیں ہوسکتا۔ اس اتوار کو نہیں آئندہ اتوار کو ٹھیک ہے۔

پرتاب "اچھی بات ہے۔"

دوسرے دن پروفیسر پرتاب نے اپنے دوستوں کو دعوت دیدی۔ یہ سنکر کہ ناچ نہ ہوگا۔ کچھ دوستوں نے خفگی کا اظہار کیا۔ ایک نے کہا "بغیر ناچ کے پارٹی میں کیا لطف آئے گا" دوسرے نے کہا "کہ ناچ ضرور ہونا چاہئے۔ تیسرے نے کہا "تم مہاتما کب سے بن گئے۔ جو ناچ گانے سے نفرت ہے۔"

لیکن پرتاب کسی طرح رضامند ہوئے۔ اور آخر دوستوں کو بھی خاموش ہونا پڑا۔

اتوار کو وقت مقررہ پر شیلا اور پروفیسر پرتاب اپنے دوستوں کی آمد کے منتظر تھے۔ بنگلے کے سب سے بڑے کمرے میں بیٹھنے کا انتظام تھا۔ کمرہ خوب آراستہ تھا۔ دوستوں کی آمد شروع ہوئی۔ سب سے پہلے مسٹر جوہری اپنی بیوی کے ہمراہ تشریف لائے۔ اس کے بعد مسٹر لال داس اور مسٹر روتیداس آئے اور پھر دوسرے

احباب کی آمد شروع ہوئی۔ تھوڑی دیر میں تمام مہمان جمع ہو گئے۔ پروفیسر پرتاب دوستوں سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ شیلا دعوت کے انتظام میں مصروف تھی کھانا میز پر چنا گیا۔ مسٹر لال داس نے ہنس کر کہا۔

"پرتاب۔ خدا نے تمہاری تقدیر میں چین ہی چین لکھا ہے۔ روپیہ کی کمی نہیں۔ سوسائٹی میں عزت ہے اور پھر بیوی کا تو کہنا ہی کیا"

مسٹر جوہری نے کہا "بھائی اس میں شک نہیں بیوی کے معاملے میں یہ تو نہایت ہی خوش نصیب ہیں"

ایک اور دوست بولے "ہاں مسز پرتاب کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ آج کے کھانے ہی دیکھو۔ ہر ایک چیز تعریف کے قابل ہے"

شیلا نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔ کھانا ختم ہوا۔ مسٹر روپ داس نے کہا

"پرتاب بھوجن تو ہو گیا۔ لیکن بغیر ناچ کے کچھ مزہ نہ آیا"

ایک دوست بولے "ناچ نہ ہو سکا تو کچھ گانے ہی کا انتظام کر لیا ہوتا۔"

مسٹر جوہری نے ہنس کر شیلا کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ "مسز پرتاب تو خوب ہارمونیم بجاتی ہیں۔ اگر وہ تھوڑا گانا سنا دیں تو کیا حرج ہوگا"

مسٹر جوہری اپنی بیوی کی بات سنکر خوب اچھلے اور بولے "یہ ٹھیک ہے۔ پرتاب تم اپنی بیوی کی تعریف تو بہت کرتے ہو۔ آج کچھ گانا سنواؤ"

شیلا مسکرائی اور شرما کر سر نیچے کر لیا۔

پرتاب نے کہا "شیلا سنا دو نا ایک آدھ گانا"

مسٹر لال داس بولے "ہاں ہاں ضرور ضرور"

شیلا اپنے شوہر کی طرف کن انکھیوں سے دیکھ کر مسکرائی دوستوں کے لئے یہ رضامندی کا اشارہ تھا۔ بس اب کیا تھا۔ فوراً ہارمونیم آیا اور شیلا کی دلکش آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ گانے میں اس بلا کی کشش تھی کہ ہر شخص اپنی جگہ پر تصویر حیرت بنا ہوا تھا۔

گانا ختم ہوا۔ سب کی زبان پر شیلا کی تعریف تھی۔

مسٹر جوہری نے کہا "آپ کو ہر چیز میں کمال حاصل ہے"

شیلا مسٹر جوہری کی جانب دیکھ کر مسکرا دی۔

پروفیسر پرتاب سگریٹ سلگا رہے تھے۔ ان کی نظر شیلا کے اس تبسم پنہاں پر پڑی۔ ایسا معلوم ہوا کہ دل پر بجلی گر پڑی۔

شیلا جب مسٹر جوہری کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ تو مسٹر جوہری بھی مسکرائے۔

پرتاب کا ہاتھ ٹھٹکنا شروع ہوا۔ دیا سلائی ہاتھ ہی ہاتھ میں رہ گئی۔ دل میں عجیب عجیب خیالات پیدا ہوئے۔ انہوں نے کڑی نگاہوں سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ وہ سر جھکائے ہوئے تھی۔

مسٹر جوہری کی نظر اب بھی شیلا کے خوبصورت چہرے پر تھی۔

مسٹر لال داس نے کہا "مسز پرتاب ایک چیز تو اور سنا دیجئے۔ شیلا نے دوسرا گیت شروع کیا۔ گانا ہوتا تھا کمرہ دلکش تانوں سے گونج رہا تھا۔ اور ہر شخص پر۔

عالم کیف طاری تھا۔ لیکن پروفیسر پرتاپ کے دل کی عجیب حالت تھی۔ کبھی شیلا کی طرف دیکھتے تھے کبھی جوہری کی جانب۔

مسٹر جوہری کی نگاہیں اب بھی اسی طرح شیلا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ شیلا کی نظریں ان کی نظروں سے ملیں مسٹر جوہری نے سر ہلا کر جنبش ابرو سے کچھ اشارہ کیا۔ شیلا نے مسکرا کر شرم سے سر نیچا کر لیا۔ پروفیسر پرتاپ کا شبہ اور زیادہ مضبوط ہو گیا چہرے پر غصے کے آثار نمودار ہوئے آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے اور ہاتھ سے بغیر سلگائے ہوئے سگریٹ پھینک دیا۔ شیلا نے اپنے شوہر کی حالت میں تبدیلی دیکھی۔ وہ تھرتھرا گئی اس نے باجہ بند کر دیا۔ مسٹر جوہری نے پوچھا "کیوں! کیوں خیر تو ہے۔ باجہ کیوں بند کر دیا۔"

شیلا نے افسردہ لہجہ میں جواب دیا "آپ معاف فرمائیے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

دوسرے دوست نے پوچھا "کیا بات ہے" شیلا نے کہا "کچھ نہیں سر میں درد ہو رہا ہے۔"

تھوڑی دیر میں تمام دوست چلنے کے لئے اٹھے۔ پروفیسر پرتاپ اپنے جذبات پر بمشکل قابو کر کے سب کو رخصت کیا۔

دوستوں کے چلے جانے پر بھی پروفیسر اندر نہ گئے۔ بلکہ کپڑے بدل کر کہیں سیر کرنے چلے گئے۔ تھوڑی دیر میں وہ ندی کے کنارے پہنچے۔ ان کی طبیعت بہت پریشان تھی۔ رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔

ستاروں کی ہلکی روشنی ہر چہار طرف چھائے ہوئے پردۂ ظلمت کو چاک کرنے سے قاصر تھی تنہائی میں پروفیسر کی زبان سے نکلا "دنیا میں ان کمبخت عورتوں کا دل کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔ شیلا مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ لیکن آج میں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا۔" پرتاپ کی نگاہوں میں دعوت کا سارا منظر پھر رہا تھا۔ شیلا کا مسکرا کر مسٹر جوہری کی طرف دیکھنا۔ مسٹر جوہری کا آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارہ کر دینا۔ یہ تمام تیر بنکر پرتاپ کے کلیجے کے پار ہو رہے تھے۔ وہ کچھ دیر تک عالم سکوت میں ندی کے کنارے بیٹھے رہے۔ انکی آنکھیں بند تھیں تصور نے شیلا کو سامنے کھڑا کر دیا۔ شیلا کے ہونٹوں پر وہی دلفریب تبسم تھا۔ لیکن اب اس تبسم کا خیال انکے لئے زہر سے کم نہ تھا یہ وہ تبسم پنہاں تھا۔ جس نے تھوڑی دیر پیشتر ان کے دل پر رنج و الم کی بجلیاں گرائی تھیں۔

پروفیسر پرتاپ نہ جانے کتنی دیر تک ندی کے کنارے بیٹھے رہے۔ اس کے بعد مغموم و پژمردہ خاطر مکان واپس ہوئے۔ شیلا سو رہی تھی۔ چہرے پر کیف و سرور کی وہ دلفریب جھلک نہ تھی اسکا چہرہ اترا ہوا تھا اور اس پر ایک معنی خیز افسردگی طاری تھی۔ گیسو بکھرے ہوئے تھے۔ تکیہ آنسوؤں سے تر تھا اور اب بھی آنسوؤں کی کچھ بوندیں بند پلکوں پر چراغ کی روشنی میں اس طرح جھلک رہی تھی جیسے ستارے چمک رہے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ابھی روتے روتے سو گئی

بے شیلا کی آنکھ کھل گئی۔ شوہر کو سرہانے کھڑا دیکھکر وہ اُٹھ بیٹھی۔ پروفیسر نے اُس سے بات کرنے کی کوشش کی۔ مگر ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ شیلا بھی ایک کونے میں سر جھکائے ہوئے کھڑی تھی۔ چند منٹ اسی خموشی میں گزرے۔ اس کے بعد پرتاب اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ ان کے زبان سے بے ساختہ نکلا "اف" اور انھوں نے اپنا چہرہ دوسری طرف کرلیا۔

شیلا ان کے قدموں پر گر پڑی — اور رو کر کہا "ناتھ میرا قصور؟"

پروفیسر نے اسے ایک جانب ہٹا دیا۔ اور غصے کے لہجہ میں بولے "قصور، کیا تم مجھے اندھا سمجھتی ہو"

شیلا نے ان کی طرف حیرت آمیز نگاہوں سے دیکھا اسکی سمجھ میں نہ آیا۔

پروفیسر نے دوبارہ کہا "میں نے تمھیں ہنستے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں اسکا مطلب خوب سمجھتا ہوں"

شیلا چونک اُٹھی اپنے شوہر کے خفگی کا حال اُسے معلوم ہوا "اف" یہ زیادتی محبت و وفاداری کا جواب اسکا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ پھر اس نے عاجزانہ لہجہ میں کہا "ناتھ! میں بالکل بے قصور ہوں"

"بے قصور! خوب میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتیں"

پرتاب دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

شیلا بے بس شیدا خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس کے دل کی کیا حالت تھی۔

پروفیسر پرتاب نے اُس سے گفتگو کرنی چھوڑ دی۔

انھیں اب شیلا سے نفرت ہوگئی تھی وہ اب باہر ہی کھانا کھاتے اور سوتے تھے۔ غرض وہ شیلا کے صورت کے روادار نہ تھے۔ اِدھر بدنصیب شیلا رات دن رویا کرتی تھی نہ دن کو چین تھا نہ رات کو نیند۔ جب چاہا کھانا کھایا جب چاہا نہ کھایا۔ اس کے دل میں فقط یہ سوال رہ رہ کر گونجتا تھا۔ کہ محبت اور خدمت کا کیا یہ جواب ہو سکتا ہے؟"

پرتاب کا گمان گھٹنے کے بجائے بڑھتا ہی جاتا تھا شیلا جب ہر طرف سے بالکل نا اُمید ہوگئی۔ تو اس نے اپنے باپ کو خط لکھا۔ کہ وہ اُسے بلالیں۔ چند روز بعد اسکا بھائی آکر اُسے ساتھ لے گیا۔ شیلا جب کبھی میکے جاتی تھی۔ تو پروفیسر کو اس کی جدائی گوارا نہ ہوتی تھی۔ مگر اس دفعہ وہ گئی تو پرتاب نے ٹھنڈی اور خوشی کی سانس لی۔ شیلا کو گئے ہوئے اپنے باپ کے گھر پورے آٹھ ماہ ہو چکے۔ بلانا تو درکنار پروفیسر پرتاب نے اُسے ایک خط بھی لکھا۔

شیلا بیشک انھیں خط لکھتی رہتی تھی۔ لیکن پروفیسر اس کے خط کو پڑھنے کی بجائے پھاڑ کر پھینک دیتے تھے۔ اُنکی دلی خواہش یہ تھی کہ شیلا کا خیال انکے دل سے نکل جائے۔ لیکن اس میں انھیں کامیابی نہ ہوتی تھی۔ کبھی کبھی شیلا کی یاد سبر کے وقت بے اختیار آجاتی تھی۔

ایک دن شام کے وقت پروفیسر شیلا ہی کو یاد کر رہے تھے۔ کہ ملازم نے ایک خط لاکر سامنے رکھا انہوں نے اُسے کھولا۔ یہ خط شیلا کی چھوٹی بہن للیتا کا خط تھا۔

اس میں لکھا تھا۔

کل رات کو ۹ بجے جیجی نے پتر کو جنم دیا۔ نام کرن سنسکار ۲۵ تاریخ کو ہوگا۔ ماتا جی کہتی ہیں کہ آپ کرپا کرکے فوراً یہاں آئیں۔

آپ کی للیتا

یہ خط پڑھکر انکی دل کی عجیب حالت ہوئی۔ نہ جانے کیوں انکا دل ایک نامعلوم جذبۂ مسرت سے لبریز ہوگیا۔ معصوم بچے کی صورت انکے نگاہوں میں پھرنے لگی مگر پھر انھیں شیلا کا خیال آیا جسے انھوں نے جوہری کے ساتھ ہنستے دیکھا تھا پرتاپ کے دل میں پھر نفرت پیدا ہوگئی۔ انھوں نے مصمم ارادہ کرلیا کہ میں وہاں ہرگز نہ جاؤنگا۔ کئی دن گزر گئے۔ پروفیسر ہر وقت انھیں خیالات میں مشغول رہتے تھے۔ ایک طرف بچہ کی محبت انہیں کھینچتی تھی۔ دوسری جانب شیلا کی نفرت انکے خیالات کو بدل دیتی تھی۔ کبھی سوچتے کہ مجھے وہاں ضرور جانا چاہیے۔ کبھی کہتے کہ میں وہاں ہرگز نہ جاؤنگا اسی فکر میں ۲۳ تاریخ بھی ہوگئی۔ نام رکھنے کی تاریخ میں اب صرف دو دن باقی تھے۔ انہوں نے خیال کیا کہ میں وہاں ضرور جاؤنگا۔ پروفیسر پرتاپ نے سارا دن اسی ادھیڑ بن میں گزارا۔ شام کو چار بجے سے واپس آکر کپڑے سوٹ کیس میں رکھے اور چلنے کی ٹھیرائی لیکن آٹھ بجتے ہی انکا ارادہ پھر سے بدلا۔ اور کپڑے بدل پلنگ پر جالیٹے۔ لیکن آج انھیں کسی پہلو سے بھی تسکین نہ آئی۔ دل میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ آج رات کی ٹرین سے ضرور روانہ ہوجاؤں بچہ کی معصوم صورت انھیں خاموش اشاروں سے گھڑی گھڑی سفر پر آمادہ کر رہی تھی۔ لیکن شیلا کا مسٹر جوہری کی طرف کن انکھیوں سے دیکھکر مسکرا دینا انکے تمام ارادوں پر بجلی گرا دیتا تھا۔

ریل کا وقت گزر گیا۔ انھوں نے سوچا کہ صبح کی ریل سے ضرور بالضرور جاؤنگا صبح ہوتے ہی انکی رائے پھر بدلی انھوں نے قطعی طور پر نہ جانے کے لیئے طے کرلیا۔ اور ۲۵ تاریخ بھی گزر گئی۔ پروفیسر نہ گئے تین دن اور گزر گئے چوتھے روز ان کو للیتا کا حسب ذیل خط ملا۔

پوجیہ جیجا جی نمسکار

آپ نہ آئے۔ اور اتنی عاجزی پر بھی آپنے پدھارنے کی کرپا نہ کی۔ ماتا جی اور پتا جی کو آپ کے نہ آنے سے بہت رنج اور صدمہ ہے لیکن جیجی نے صرف بچہ کی طرف حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھکر اتنا کہا کسی ضروری کام سے نہ آئے ہونگے۔ خیر نام کرن ہوگیا جیجی کی رائے سے بچے کا نام "موہن" رکھا گیا۔ اس کی صورت بالکل آپ سے ملتی جلتی ہے۔ کیا آپ اسے ہنستے کھیلتے دیکھنے نہ آئیں گے۔

جیجی کی طبیعت اچھی نہیں ہے بہت بیمار ہیں دن بھر انہیں بخار رہتا ہے۔ بالکل سوکھکر کانٹا ہوگئی ہیں۔ کمزوری سے اٹھ بھی نہیں سکتیں۔ دن رات آپ کو یاد کرکے روتی رہتی ہیں آخر ان سے کیا خطا ہوگئی آپ معاف نہ کرینگے۔

آپ کی للیتا

یہ خط پڑھکر پروفیسر کے دل پر ایک چوٹ سی لگی شیلا کی یہ حالت معلوم کرکے دل بیتاب ہوگیا۔ آہ! انہیں کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہے۔ انہوں نے دل میں کہا۔ واقعی شیلا اپنی محبت میں سچی ہے۔ کیا میں غلطی پر ہوں لیکن میں نے تو سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ دھوکا نہیں کھا سکتا۔ خط کو آئے دس دن گزر گئے۔ پروفیسر پرتاپ ہسپتال

جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ کہ ملازم نے انہیں ایک تار لاکر دیا۔ تار پڑھکر انہوں نے دانتوں میں انگلی دبائی۔ لکھا تھا۔

شیلا کی حالت بہت خراب ہے۔ اگر زندہ دیکھنا ہو تو فورا آؤ۔ زبان سے بے ساختہ نکلا۔ ہائے کیا شیلا کی حالت اسقدر خراب ہوگئی۔ انھیں اس بات کی ہرگز اُمید نہ تھی۔ انکی عقل خاک میں مل گئی دل بیتاب ہوگیا۔ فوراً ہسپتال میں اطلاع دی۔ اور پہلی ٹرین سے سسرال روانہ ہوئے۔ پروفیسر پرتاب جب گھر پہنچے۔ تو ان کے خسر دروازے پر بیٹھے تھے اور بہت افسردہ معلوم ہوتے تھے اور انہوں نے آنسو بھر کر پرتاب کو گلے سے لگایا پرتاب سیدھا شیلا کے کمرے کی طرف چلے۔ شیلا کی ماں انھیں دیکھتے ہی بے تحاشہ رونے لگی۔

پرتاب کمرے میں داخل ہوئے۔

شیلا پلنگ پر پڑی تھی۔ پروفیسر پرتاب تصویر حیرت بنکر رہ گئے۔ شیلا کا خوبصورت جسم آج ہڈیوں کا مالا بنا پڑا ہے۔ آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ یہ افسوسناک نظارہ دیکھکر پرتاب کے آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوگئے۔ شیلا بستر پر آنکھیں بند کئے ہوئے پڑی تھی۔

للیتا نے اپنی بہن کے پاس منہ لیجا کر کہا۔ "جیجی آنکھیں کھولو دیکھو جیجا جی آئے ہیں"

شیلا میں آنکھ کھولنے کی طاقت کہاں۔ مگر پتی کی آواز سنکر بڑی مشکل سے آنکھیں کھولی۔ اور چاروں طرف دیکھتے ہوئے مایوسی کے لہجہ میں کہا۔

"آ گئے ناتھ۔"

پرتاب شیلا کے پاس بیٹھ گئے۔ اور اس کی گرم پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہا شیلا

شیلا اپنے شوہر کی آواز پہچان گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک قسم کی چمک پیدا ہوئی۔ مردنی چھائے ہوئے چہرے پر مسرت کی ایک ہلکی سی لہر دوڑی۔ پرتاب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی "آ گئے ناتھ! میری آخری تمنا پوری ہوگئی۔ اب میں خوشی سے مر سکوں گی"

پرتاب نے رو کر کہا۔ شیلا شیلا۔

شیلا کے آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔ ہاتھ جوڑ کر بولی۔

"پران ناتھ! میری خطا معاف کردو اور موہنا کو سنبھال کر رکھنا۔ اس نے کمرے میں نظر دوڑائی۔

للیتا بچے کو گود میں لے کھڑی تھی۔ پرتاب زار و قطار رو رہے تھے۔ اور شیلا کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ پھیر کر بار بار کہتے جاتے تھے۔ "شیلا کیا تم مجھے معاف نہ کرو گی"

شیلا مسکرائی۔ دو آنکھ مارنے کے بعد اس کے ہونٹوں پر یہ پہلا تبسم تھا۔ کچھ دیر اپنے شوہر کو حسرت کی نگاہ سے دیکھا کی۔ اور بولی۔ "کاش میں تمہاری سیوا کے لیے بچ جاتی مگر اب نہیں بچونگی" پروفیسر پرتاب نے ضبط کی بہت کوشش کی۔ مگر بیتابی کے سبب انکے منہ سے چیخ نکل گئی۔

شیلا کے آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔ مسکراتے ہوئے کہا "ناتھ! رو مت۔ آج بڑے خوشی کا دن ہے۔ اب میں شانتی سے مرونگی"

اس کی آنکھیں بند ہوگئیں اور ہونٹوں پر آخری تبسم تھا۔

(ترجمہ ہندی) اہلیہ احمدی بیگم بنت محمد حسین ولیپورم

ہم بچوّں کو کیا سکھائیں

زمانہ کی نت نئی رنگینیوں میں پڑ کر افسوس ہے کہ ہم دنیا کی چند روزہ سطحی مسرتوں سے پھول کر خالق کے احکام کو بھولتے جا رہے اور مذہب مقدس سے بے پرواہی اختیار کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہر حال میں اپنے افعال پر تنقیدی نگاہ ڈال کر ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ جس راہ پر ہم جا رہے ہیں کیا واقعی یہ ہمیں صحیح راستہ پر لیجائے گی لیکن اسکا احساس اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہم ابتداء ہی سے یہ بچوں کے ذہن نشین نہ کریں۔ کہ جھوٹ بولنا کس قدر سخت گناہ ہے اور حقیقتاً نقصان دہ ہے۔ لیکن شروع سے ہی اس گناہ کبیرہ کی تعلیم ہم اپنے بچوں کو اس طرح دیتے ہیں۔ کہ وہ اگر ضد کرتا ہے تو ہم بجائے کسی دوسرے بہتر طریقے سے بہلانے کے اس سے غلط وعدہ کر لیتے ہیں جس سے وہ فوری تسکین پا کر خاموش تو ہو جاتا ہے۔ لیکن بعد میں وہ بھی جلد اس کی ماہیت سے واقف ہو کر اور ایسی ہی جھوٹی باتیں گھڑ کر اپنی عیب پوشی میں ماہر ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ گناہ عظیم اور اخلاقی تباہیاں ہر یک وقت رونما ہوتی ہیں وہ اس قبیح حرکت کو معمول بنا لیتا ہے جو اس کی آئندہ زندگی میں سخت مہلک ثابت ہوتا ہے۔

دوسری مثال ایک اور لیجئے۔ آپ بچوں کے سامنے ہو اوروں کے عیوب ونقائص پر نکتہ چینیاں کرتی اور لوگوں کے روبرو بڑے طمطراق سے بیان کرتی ہیں ان سے خود بخود بچوں کے دل میں بھی شوق پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہم بھی فلاں بچوں یا فلاں شخص کی شکایت اپنے مخصوص دوسرے دوستوں سے کریں۔ رفتہ رفتہ یہ عادت ان میں راسخ ہو جاتی ہے اور وہ اپنے والدین سے بھی ان عیوب میں دو قدم آگے ہی نکل جاتے ہیں۔ اور ان کے ہم نشیں دوسرے بچوں کو بھی ان سے کافی تعلیم ہو جاتی ہے۔

برخلاف اس کے اگر بچپن سے ماں ان کو مذہبی احکام کے مطابق ان باتوں سے احتراز کرنے کی تاکید کرے۔ کہ دیکھو یہ بات بہت بری ہے اللہ میاں کو پسند نہیں اس سے باز آؤ اور پھر خود ان کے سامنے عمل کر کے اس بات کی برائی ذہن نشین کرائے تو وہ خود بخود اس کو ترک کرنے پر مجبور ہو نگے۔ ان کا ضمیر خود ان کو باز رکھے گا دل آزاری سب سے بدتر گناہ ہے آپ لاکھوں برس عبادت کریں لیکن عمر بھر کی دل آزاری آپ کی تمام عبادتوں و ریاضتوں کو دم زدن میں فنا کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لئے سب سے بدتر قرار دیا ہے۔ کہ اس سے کسی شخصیت کو نقصان پہونچتا ہے۔ خدا ہرگز نہیں معاف کرتا جب تک کہ وہ شخص جس کی دل آزاری کی گئی ہے معاف نہ کر دے۔

ہم اپنے بچوں کو خود اس کی تعلیم یوں دیتے ہیں۔ کہ کسی ما نوکر کو سخت بات کہنے پر انھیں متنبہ نہیں کرتے۔ ہمارے

بچے ان غریبوں کے بچوں کو مارتے ہیں۔ ظلم کرتے ہیں ان کے کھیلنے کی چیزوں کو برباد کر ڈالتے ہیں۔ ان کو سخت حملوں میں دھتکارتے ہیں۔ لیکن ننھے میاں کی دلشکنی کے خیال سے ہم ہر بات کو جایز سمجھکر چشم پوشی کرتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بڑے ہوکر بھی اسی طریقے پر عملدرآمد کرتے ہیں۔ کیونکہ مردم آزاری کا مادّہ ان میں بدرجہ اتم موجود رہتا ہے ابتدا ہی سے ان باتوں پر سرزنش ہونی چاہئے۔ تاکہ اس قبیح حرکت سے وہ آشنا ہی نہ ہوں۔

ہمیں چاہئے کہ ان کو راست گوئی۔ ہمدردی۔ اور خوش خلقی کی تعلیم دیں۔ راست بازی سے بڑھکر دنیا میں ترقی کا کوئی راز نہیں۔ ہمدردی سے ہم عالمگیر شہرت۔ اطاعت اور حقیقی مسرت حاصل کر سکتے ہیں۔ انسانیت کے معنی یہی ہیں۔ کہ ہم خلق خدا کے درد و مصائب کو محسوس کریں۔ اور حتی الامکان انکی چارہ گری میں عملی کوشش کریں۔ ہمدردی جیسی صفت کی تعلیم بچپن سے ہم اس طرح بچوں کو دے سکتے ہیں۔ کہ ان میں ہر وقت ایک دوسرے کی امداد اور ہمدردی کا آپس میں سبق سکھائیں۔ تاکہ وہ مرادنے کی ضرورت پر اس کار خیر میں مستعد ہوجانا نصب العین قرار دینے لگیں۔ تب وہ آیندہ دور حیات میں ہمدردی کا حق ادا کر سکیں گے خوش خلقی ایسی پیاری صفت ہے۔ کہ ہم خندہ پیشانی اور پاکیزہ اخلاق سے ایک عالم کو مسخر کر سکتے ہیں۔ جو اس سے متصف ہوتے ہیں۔ وہ سخت اور بدترین سلوک کا بھی نہایت خوبی سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بات ایک زمانۂ دراز کے تجربوں اور مطالعہ سے بھی اس قدر دلنشین نہیں ہوسکتی۔ جس قدر کہ آپ ننھی سی عمر میں ان کو اس اعلیٰ وصف سے بہرہ مند کر سکتی ہیں عالم۔ یا کامل۔ ڈاکٹر ہو یا سائنس داں لیکن ایک معمولی سا خوش خلق آدمی ان سے بہت زیادہ شہرت ہر دلعزیزی اور ہمدردی حاصل کر لیتا ہے۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

دو رُباعیاں

شکر خدا

بدخواہ کے حق میں بھی دُعا کرتا رہ ۔۔۔ اپنے لئے فردوس میں جا کرتا رہ
کہتے ہیں اسے شیوۂ اہل تسلیم ۔۔۔ جس حال میں ہو شکر خدا کرتا رہ

بے وجہ الم

اندیشۂ بیش وغم کم سے حاصل ؟ ۔۔۔ اس روز کے بے وجہ الم سے حاصل ؟
بنتی نہیں بگڑی غم و اندوہ سے جب ۔۔۔ اندوہ سے پھر فایدہ، غم سے حاصل ؟

خان ادیب

(نمبر ۱۱)

اچار۔ مربے اور چٹنیوں وغیرہ کی تجارت

(محترمہ امت الحفیظ اہلیہ محمد عبدالرحیم صاحب چیف کیمسٹ دوارکا)

مثل دیگر بہت سی اشیاء کے مندرجہ بالا چیزوں کی تجارت بھی بہت سود مند ثابت ہورہی ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ بڑے بڑے شہروں میں کئی۔ مہاجن انہی چیزوں کی تجارت سے لاکھوں کے مالک بن گئے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنی غفلت یا ناسمجھی کی وجہ سے صنعت وحرفت کے اس شعبے کی طرف بھی بے توجہی سے ہی کام لیا ہے۔ سمجھدار بہنیں جن کے گھر میں ایسی چیزوں کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ انکے بنانے کے طریقے سیکھ کر اور فصل کے موقع پر بنا کر سال بھر کا ذخیرہ جمع کرسکتی ہیں۔ اور دیگر نادار بہنیں جن کی روزی کا کوئی وسیلہ نہیں وہ ان چیزوں کے بنانے کے طریقے سیکھ کر انکی تجارت سے خاطر خواہ فایدہ اُٹھاسکتی ہیں۔ اس کام کے لئے مناسب ضخامت کے ڈبے۔ مرتبان یا چوڑے منہ کی بوتلیں مہیا کرنی لازمی ہیں۔

اچار

(۱) **آم کا اچار**۔ ایک سیر آم کو کاٹ کر دو دو یا چار چار ٹکڑے کرلو۔ گٹھلی نکال ڈالو تب ایک تولہ سونف۔ دو تولہ سرخ مرچ۔ ایک پاؤ نمک۔ ایک تولہ کلونجی۔ ایک تولہ میتھی۔ سب کو ملا کر آم کے ٹکڑوں میں بھر دو اب تھوڑا سا سرسوں کا تیل ڈالکر برتن کا منہ بند کرکے رکھ چھوڑو۔ تین دن کے بعد خوب اچھی طرح ہلا کر تیل سرسوں کا اسقدر ڈالو کہ آم کے ٹکڑے سب اس میں ڈوب جائیں۔ جس برتن میں اچار ڈالو اس برتن کو اچھی طرح خشک کرلو پھر تھوڑا سا گھی آگ پر ڈال دو جب اسکا دھواں نکلنے لگے تب یہ برتن اس پر ڈھانک دو تاکہ سب دھواں اس میں سما جاوے۔ اس طریقہ سے کچے تیل کی ناخوشگوار بو بہت کچھ دب جاتی ہے اور برتن بھی پاک اور صاف ہوجاتا ہے۔

سات روز کے بعد اس آچار کو مناسب قد کے مرتبانوں میں بھر کر فروخت کرو۔ یہ آچار خوش ذایقہ اور ہاضم ہے البتہ گرم ہے۔

(۲) **آنولہ کا اچار**۔ بڑے بڑے آنولے لیکر ان کو خفیف سا جوش دو تب اُتار کر کپڑے سے خشک کرلو اور انکے جسم کو کانٹے سے گود دو پھر برتن میں ڈالکر نمک بقدر ذایقہ۔ ہلدی مرچ اور رائی سفوف شدہ ڈالکر برتن کا منہ بند کرکے رکھ دو۔ تین دن کے بعد یہ آچار قابل استعمال ہوجائے گا۔ یہ آچار کھانے کو ہضم کرتا ہے۔ اور معدہ کو قوت دیتا ہے۔

(۳) **اچار لیموں**۔ لیموں کو چار گھنٹہ پانی میں بھگو کر اچھی طرح دھو ڈالو پھر انکے دو دو ٹکڑے کاٹ ڈالو

ہر ایک ٹکڑہ میں سے تھوڑا تھوڑا عرق ایک علیحدہ برتن میں نکال لو۔ اب لیموں کے ٹکڑوں پر سفوف شدہ نمک مرچ اور ہلدی بقدر ذائقہ ملو اور برتن کو ڈھانک کر رکھ دو۔ تیسرے دن لیموں کا عرق جو ان ٹکڑوں میں سے علیحدہ کیا ہوا رکھا تھا ڈال دو۔ آچار والے برتن کو ہر روز ایک گھنٹہ دھوپ میں رکھ دیا کرو۔ بعد ایک ہفتہ کے استعمال کے لایق ہو جائے گا۔

یہ آچار خوب ہاضم ہے۔ خراب ہاضمے والی بہنوں کو اس کا کھانا بہت مفید ہے۔

(۴) **پیاز کا آچار**۔ پیاز کو چھیل کر برابر کا پانی ڈال کر خفیف سا جوش دے لو تب اُتار کر سرد ہونے پر نچوڑ لو اور پیاز کے جسم کو کانٹے سے گو دو۔ پھر کسی برتن میں ڈالکر سفوف شدہ نمک مرچ، ہلدی اور تھوڑی سی رائی پہلا کر تیل کا ڈورا دیکر برتن کو خوب ہلاؤ۔ تین روز کے بعد استعمال کے لایق ہو جائے گا۔ اس آچار کا کھانا غشی۔ قے۔ اور زکام والی کو نہایت ہی مفید ہے۔ سو ہضم بھی ہے۔

چٹنی کا بیان

(۱) **آم کی چٹنی**۔ گدرا آم اڑھائی سیر۔ سرکہ پانچ تولہ۔ کشمش ایک سیر۔ گڑ ایک سیر۔ شکر ڈیڑھ سیر۔ نمک آدہ سیر۔ سرخ مرچ ایک پاؤ۔ ناریل کے ٹکڑے ایک پاؤ۔ سب چیزوں کو ملا کر مدھم آنچ پر پکاؤ حتیٰ کہ ربڑی کی طرح سخت ہو جاوے۔

(۲) **اچھور کی چٹنی**:۔ سفوف شدہ اچور ایک سیر۔ سرکہ تین تولہ۔ کشمش ایک سیر۔ ادرک ایک سیر۔ لہسن آدہ سیر۔ نمک آدہ سیر۔ سرخ مرچ ایک پاؤ۔ گڑ دو سیر۔ سب چیزوں کو ملا کر آدہ گھنٹہ تک مدھم آنچ پر پکاؤ۔ اور خوب گھونٹو جب سب ایک جان اور قدرے گاڑھا ہو جاوے اُتار کر ڈبوں میں بھر لو۔

مربے بنانا

(۱) **آم کا مربا**۔ آم ایک سیر۔ شکر ڈیڑھ سیر۔ پانی ایک پاؤ۔ آموں کو چھیل کر بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لو گٹھلی اور گٹھلی کے اوپر کا سخت چھلکا نکال ڈالو۔ ایک چوڑے منہ کے لگن میں نصف تک پانی بھر کر پانی کو پکاؤ۔ جب پانی کھولنے لگ جاوے تو اس کے منہ پر کپڑا باندہ دو اور اس کپڑے پر آموں کے صاف شدہ ٹکڑوں کو پھیلاؤ۔ اب ٹکڑوں کے اوپر کوئی برتن اوندھا دو تاکہ بھاپ باہر نہ نکلے بیس منٹ کے بعد یا حتیٰ کہ آم کے ٹکڑے نرم پڑ جاویں۔ ان کو نکال لو۔ اب انکو کسی کپڑے پر ہوا میں پھیلا دو تاکہ قدرے خشک ہو جاویں۔ شکر کا گاڑھا قوام تیار کر کے آم کے ٹکڑوں کو اس میں ڈال دیں دو تین منٹ تک ٹکڑوں کو قوام میں پکنے دیں اگر خواہش ہو تو چھلے ہوئے بادام اور الائچیاں ملا دیں اور آگ ٹھنڈی کر دیں جب مربہ ٹھنڈا ہو جاوے مرتبان میں بھر لیں۔ پانچ دن کے بعد اگر معلوم ہو کہ قوام قدرے پتلا ہو گیا ہے تو آم کی پھانکوں کو نکال کر شربت کو پکا کر گاڑھا کریں پھر پھانکیں ملا دیں۔

(۲) **سیب کا مربہ ادرک والا** پانچ سیر سیب چھیل کر بیج وغیرہ نکال کر چار چار ٹکڑے بنا لیں۔ آدہ پاؤ چھلا ہوا ادرک کوٹ کر ریزہ ریزہ کریں اور چار سیر شکر میں ملا دیں ایک چینی یا مٹی کے برتن میں شکر

سیب کے ٹکڑوں اور ادرک کو ملا کر تہ پر تہ رکھ کر دو دن تک پڑا رہنے دیں۔ پھر ڈیڑھ پاؤ پانی ملا کر آدھ گھنٹہ تک جوش دیں۔

(۲) **سیب کا مربہ سادہ۔** سیب تین سیر۔ شکر آدھ سیر۔ لیموں چار عدد۔ سیب کے صاف شدہ ٹکڑوں کو تھوڑی سی پسی ہوئی دارچینی اور لیموں کے عرق کے ہمراہ ملا کر ایک برتن میں ڈال دیں بعد میں شکر اور پانی ملا دیں اب تقریباً ایک گھنٹہ تک یا جب تک کہ سیب کے ٹکڑے نرم نہ پڑ جائیں مدھم حرارت پر پکائیں۔

بہت سی بہنیں سیب کے ٹکڑوں کو تھوڑا سا جوش دے لیا کرتی ہیں بعد میں چاشنی بنا کر مربہ بنا لیتی ہیں میں بھی ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتی تھی لیکن اس طریقہ سے بنایا ہوا مربہ ہمیشہ خراب ہو جایا کرتا تھا پھپھوندی وغیرہ لگ جایا کرتی تھی مگر مندرجہ بالا طریقہ جس پر اب میں عمل کرتی ہوں میں نے بہترین پایا سالہا سال تک مربہ خراب نہیں ہوتا۔

امۃ الحفیظ

بقیہ صفحہ

اٹھا رکھی ہے بلکہ اس کی وجہ ہمیشہ یہی ثابت ہوگی کہ عمل میں کوئی غلطی یا خامی ہوئی ہے۔ اس لئے پہلی یا دوسری مرتبہ ناکامی سے مایوس نہ ہونا چاہئے بلکہ پھر تجربہ کرنا چاہئے اور مضامین کے ایک ایک لفظ کو مکرر سہ کرر پڑھنا چاہئے کیونکہ میں نے حتی الامکان اس بات کی کوشش کی ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی نظر انداز نہ ہونے پائے۔ ان دشواریوں کو پیش نظر رکھ کر جو ملک کی بہنوں کو اس سلسلہ میں پیش آئیں گی میں نے سٹینسل کاٹ کر تیار رکھنے کا انتظام کیا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی چیز ہے جس کی تیاری ہر شخص کے لئے آسان نہیں دوسرے یہ بھی توقع نہیں کرنی چاہئے کہ ہر چھپائی کا کام کرنے والا سٹینسل بھی اچھے سے اچھا تیار کر سکے گا۔ یہ اس فن کی ایک علیحدہ شاخ ہے جسکا زیادہ تر تعلق ڈیزائن بنانے اور ڈرائنگ سے ہے۔ اگر کسی صاحب کو خود بنانے میں دقت پیش آئے وہ پھر بلا تکلف مجھ سے دریافت کر سکتے ہیں یا تیار شدہ طلب کر سکتے ہیں حال ہی میں مسٹر کیسر رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز بھوپال نے ایک چھوٹی سی چھاپنے کی مشین مجھے دکھائی تھی اور میری رائے طلب کی تھی۔ اسکی قیمت صرف پانچ روپیہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ نہایت کارآمد چیز ہے۔ اس سے صرف ایک رنگ کی بیل چھپتی ہے لیکن اس سے کام نہایت آسانی سے اور جلد ہوتا ہے۔ گو اس مشین کے ہمراہ دو ایک معمولی رنگ آتے ہیں لیکن وہ مثل مارکنگ انک Marking Ink کے ہوتے ہیں۔ اگر اس مشین میں تحریر کردہ رنگ استعمال کئے جائیں تو ساری وغیرہ پر بیلیں اور پھول نہایت آسانی سے چھپ سکتی ہیں۔ اس لئے میں یہ مشورہ دونگا کہ جن صاحب کو شوق ہو وہ ان سے خط و کتابت کریں۔

اقبال احمد۔ انچارج ڈائینگ سیکشن اسٹیٹ لیبوریٹری

کپڑے کی چھپائی

ریپیڈ فاسٹ رنگوں سے چھپائی- حال میں ریپیڈ فاسٹ رنگوں سے چھپائی کا رواج بہت ہو گیا ہے۔ یہ دراصل نیفتھال کے ہی رنگ ہوتے ہیں لیکن جرمنی کی رنگساز کمپنیوں نے ان کو اس خیال سے تیار کیا ہے کہ پہلے نیفتھال میں کپڑا تیار کرنے اور پھر چھاپنے کی ضرورت نہیں پیش آتی بلکہ صرف پیسٹ بنا کر چھاپنے سے ہی حسب دلخواہ رنگ آجاتا ہے۔ اس قسم میں تقریباً ہر رنگ دستیاب ہو سکتا ہے۔ رنگوں کی مختصر فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔ Raped fast colours

(۱) ریپیڈ فاسٹ یلو ۲ جی ایچ (زرد) Rapid Fast Yellow 2GH (۲) ریپیڈ فاسٹ آر ایچ پاوڈر (نارنجی) (۳) ریپیڈ فاسٹ ریڈ آر- ایچ پاوڈر (سرخ) (۴) ریپیڈ فاسٹ گرین ۳۲۱ (سبز) (۵) ریپیڈ فاسٹ بلو بی پاوڈر (نیلا)

سرخ اور نارنجی رنگ کے لئے پیسٹ حسب ذیل طریقہ سے بنائیں۔ رنگ ۵ ماشہ۔ کاسٹک سوڈا کا محلول ۲ ماشہ (محلول ایک حصہ پانی۔ ۱ حصہ کاسٹک سوڈا) ۱۰ ماشہ۔ سلفونیٹ صابن کا محلول (۱ حصہ صابن دو حصہ پانی) معمولی گرم ۱۵ ماشہ۔ ۵ تولہ گوند کا پانی (۱۰۰ حصہ گوند کا پانی۔ ایک حصہ کاسٹک سوڈا۔ ۴ تولہ گوند ۴ تولہ پانی میں حل کرلیں پھر چھان کر ایک تولہ کاسٹک سوڈا ایک تولہ پانی میں حل کر کے گوند کے پانی میں ملا دیں) پہلے رنگ و کاسٹک سوڈا کا محلول اور پانی خوب کھرل کریں پھر گوند کا پانی ملا دیں۔ پیسٹ تیار ہو جانے پر چھاپے سے چھاپیں۔ اس کے بعد کپڑے کو سایہ میں خشک ہونے کے لئے ڈال دیں۔ دوسرے دن اتنا گرم پانی لیں جس میں چھپا ہوا کپڑا آسانی بھگویا جا سکے۔ اس پانی میں تھوڑا سا گندھک کا تیزاب ملا دیں اور کپڑے کو ایک منٹ تک اس میں چلا کر نکال کر دھو ڈالیں۔ اس کے بعد گرم صابن کے پانی میں کچھ دیر چلائیں پھر دھو کر خشک کریں چھاپنے کے بعد یہ ضروری نہیں ہے کہ جن رنگوں سے چھاپا گیا ہے وہ اپنا اصلی رنگ ظاہر کریں۔ اصل رنگ گندھک کا تیزاب (Sulphuric Acid) دینے سے نمایاں ہوتا ہے۔ ان رنگوں کو نہایت مضبوطی سے بند رکھنا لازمی ہے کیونکہ یہ بہت جلد خراب ہو جاتے ہیں۔ ان کا بنا ہوا پیسٹ بھی صرف ۲-۳ روز تک کارآمد رہتا ہے اس کے بعد خراب ہو جاتا ہے۔ اگر پیسٹ کو بھی چھاپنے کے بعد بوتل میں بند کر کے رکھا جائے تو بہتر ہے۔

زرد رنگ کا پیسٹ بنانے کا طریقہ یہ ہے۔ ۱۰ ماشہ رنگ لیکر ۴ ماشہ کاسٹک سوڈا کے محلول (ایک حصہ

کاسٹک سوڈا (۲ حصہ پانی) اور ۵ ماشہ نیوٹرل کرومیٹ سولیوشن Neutral chromate solution
اور ایک تولہ گرم پانی میں خوب کھرل کریں پھر ۶ تولہ گوند کا پانی جو حسب سابق کاسٹک سوڈا دیکر تیار کیا ہو ڈالیں پیسٹ
تیار ہو جانے پر چھاپیں اور خشک کر کے دوسرے دن گندھک کے تیزاب کے پانی میں ایک منٹ تک چلا کر دھوئیں اور پھر
گرم صابن کے پانی میں چلا کر دھو ڈالیں۔ نیوٹرل کرومیٹ سولیوشن بنانے کے لئے ۱۵ ماشہ بائی کرومیٹ آف سوڈا
Bichromate of soda. ۵ ماشہ کاسٹک سوڈا کا محلول (۱=۲) اور ۷ تولہ پانی لیں بائی کرومیٹ آف سوڈا
کو پانی میں حل کر کے کاسٹک سوڈا کا محلول اس میں ملا دیں۔ یہ پیسٹ بنانے سے قبل تیار کر لینا چاہئے۔

سبز رنگ کے لئے۔ ۱ ماشہ رنگ۔ ۳ ماشہ کاسٹک سوڈا کا محلول (۱:۲) ۳ ماشہ صابن کا محلول (۱:۱) ۱½ تولہ گرم
پانی اور ۵ تولہ گوند کا پانی جو حسب سابق تیار کیا گیا ہو۔ چھاپنے کے بعد مندرجہ بالا طریقہ سے تیزاب کے پانی میں اور پھر
صابن کے گرم پانی میں کپڑے کو چلا کر دھو کر خشک کر لیں۔

نیلے رنگ کے لئے۔ ۵ ماشہ رنگ۔ ۲ ماشہ کاسٹک سوڈا کا محلول (۱:۲) ۱۰ ماشہ صابن کا محلول (۱:۲) ۱۰ ماشہ ٹھنڈا
پانی۔ ۱۰ ماشہ نیوٹرل کرومیٹ سولیوشن لیں۔ ان سب کو کھرل کریں اور ۵ تولہ گوند کا پانی ملا لیں۔ چھاپنے کے بعد مندرجہ بالا
طریقہ پر کپڑے کو دھوئیں۔ ہر رنگ کے لئے اور ان مختلف ادویہ کے مختلف ہیں اس لئے علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں ہر رنگ
کے لئے ان ناموں میں سے رنگ انتخاب کریں جن کی فہرست دی گئی ہے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ ہر رنگ ایک ہی رنگ
سے تیار ہو جائے گا۔ مثلاً اگر سرخ رنگ چھاپنا مقصود ہو تو ریپیڈ فاسٹ ریڈ آر اے پاؤڈر استعمال کریں اور اگر
سبز رنگ چھاپنا ہے تو ریپیڈ فاسٹ گرین ۳۲۱ لیں۔

اب میں موجودہ سلسلہ مضامین ختم کرتا ہوں اور آخر میں یہ بات ملک کی بہنوں اور بھائیوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں
کہ ابتدا سے آخر تک کل مضامین میں میں نے بالکل صحیح نسخے اور طریقے درج کئے ہیں۔ کسی بخل کو کام میں نہیں لایا
میں نے اکثر صنعتی کتب اور مضامین میں دیکھا ہے کہ مصنفین یا تو غلط نسخے دیکر لوگوں کو گمراہ کر کے اپنا فائدہ حاصل
کرتے ہیں یا وہ اس علم سے واقف ہی نہیں ہوتے بلکہ خوشہ چینی ہی سے کام نکالتے ہیں۔ میرا مقصد ان مضامین سے
نہ اپنی شہرت ہے اور نہ مالی فائدہ۔ میری صرف یہ خواہش تھی کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے اسکو نہایت سادہ زبان
میں ملک کے سامنے پیش کر دوں تاکہ ملک کی بہنیں جو شوقیہ اس کام کی مشق کریں انکی معلومات میں اضافہ ہو یا اس کے
ذریعہ سے کچھ معاش پیدا کرنا چاہیں تو فائدہ حاصل کریں۔ اسی لئے میں بار بار لکھتا رہا ہوں کہ جن صاحب کو بھی کوئی
دشواری یا دقت ہے وہ بلا تکلف مجھے لکھیں تاکہ میں انکی مشکلات حل کرنے کی کوشش کروں۔ اس مسئلہ میں
یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ یقیناً ملک کی بہت سی بہنوں نے میرے تحریر کردہ نسخوں پر عمل کیا ہوگا لیکن مجھے
اندیشہ ہے کہ اکثر کو تجربات میں ناکامی ہوئی ہوگی۔ اگر ایسا ہوا ہے تو یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ میں نے کوئی کسر

(خاص طور سے عصمت کے لئے)

سر آرل اسٹین اور ڈاکٹر چیپین اینڈریوز کی سرکردگی میں یورپین مورخین و علم القدیم کے امریکن عالموں کے وفد عرصہ دراز سے دُنیا کی پیدائش اور قدیم ترین زمانہ کے موجودہ آثار کی تحقیق کرتے ہوئے اب اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ زمین کے سرد ہونے کے بعد ہائیڈروجن و آکسیجن نے ملکر پانی کو پیدا کیا اس میں سب سے پہلے نازک پودے اور پھر عجیب و غریب مچھلیوں کی صورت کے جاندار کیڑے پیدا ہوئے لہٰذا سائبیریا کے ریگستانوں میں جو کہا جاتا ہے کہ اب سے بیس ہزار برس پہلے سمندر تھے ایسے کیڑوں کی کھالیں ریت سے برآمد ہوئی جن میں باوجود کافی جسامت ہونے کے نئے ہڈی کا ہونا اُنکے قدیم ترین جاندار ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ اس کے بعد ان کیڑوں میں کمر کی ہڈی پیدا ہوئی اور مچھلیوں کی شکل اختیار کی رفتہ رفتہ ایسے جانور پیدا ہوئے جو خشکی اور پانی دونوں جگہ زندہ رہ سکتے ہیں۔ موجودہ گھڑیال انکی یادگار ہیں ان جانوروں کی دو قسمیں ہوگئیں ایک انڈے دینے والے اور دوسرے بچوں کو دودھ پلانے والے۔ موجودہ انسان آخرالذکر کی نسل سے کہا جاتا ہے۔ دُنیا کی پیدائش موجودہ دور سے چھتیس ہزار برس پہلے کی بتائی جاتی ہے لیکن آجکل کوئی چیز ایسی موجود نہیں جو آٹھ ہزار برس سے پہلے آدمی کے وجود کی شاہد ہو۔ مذکورہ وفد نے اس مسئلہ پر بھی تبصرہ کیا کہ آیا اکثر آدمیوں کے خیال کے مطابق یہ بات صحیح ہے کہ قدما کی معاشرت و تمدن اور سیاسی زندگی موجودہ دور سے کہیں بڑھ کر تھا اور وہ تاریخ کا گویا عہد زرّیں تھا۔ اگرچہ یہ بات مانی جاچکی ہے کہ آجکل آدمی ہواؤں پرندوں سے بھی کہیں زیادہ تیز اُڑ سکتا ہے۔ ہزاروں میل کی دوری سے اس طرح بات کر سکتا ہے جیسے کہ رُوبرو بیٹھ کر گفتگو کی جاتی ہے۔ بجلی کے ذریعہ بدون آفتاب و بارش اناج اُگا سکتا ہے اور قدیم دُنیا ہرگز ان کرشموں کی عام مثال پیش نہیں کر سکتی نہ ایسے آثار موجود ہیں کہ اب سے چھ ہزار برس پہلے تک کوئی عمارت ایمپائر اسٹیٹ بلڈنگ نیویارک کی مثل بارہ سو اڑتالیس فیٹ بلند۔ پچاسی منزل اور بقدر بیس ہزار آدمیوں کی گنجائش بنی ہو یا بجلی کے زینہ کی مدد سے آدمی ایک منٹ میں چوٹی والی منزل پر پہونچ سکتا ہو۔ اور یہ بات مانی جاچکی ہے کہ موجودہ دَور انسانی دُنیا کا بہترین زمانہ ہے و نیز تاریخ کا زرّیں موہوم خواب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تاہم مصر کے مقبرے۔ بابل کے ہوائی باغات۔ آیفیسہ میں ڈائن کا مندر۔ اولمپیا میں زحل کا مجسمہ۔ روڈیشیا کے بُت۔ موسولس کا مقبرہ و سکندریہ کالائٹ ہاؤس قدیم ترین دُنیا کی ایسی یادگار رہا ہے کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں اور ابھی تک یہی عہد قدیم کے سات عجائب مشہور ہیں۔ آجکل بجز چند عمارتوں کے چار ہزار برس پیشتر کی چیزیں بہت ہی کم باقی ہیں۔ تین ہزار برس سے پیشتر کا کوئی درخت بھی آجکل موجود نہیں۔

(۱) مصر کے مقبرے۔ دُنیا قدیم کے سب سے تعجب خیز اور پُرانے آثار میں مصر کے مقبرے ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ کوفوس جوفس کا مقبرہ جو کہا جاتا ہے کہ شروع میں پانچسو فیٹ بلند تھا اب بھی ۴۵۱ فٹ موجود ہے۔ یہ چھ ہزار چھ سو برس پیشتر نہایت نفیس سفید پتھر کا بنایا گیا تھا۔ اسکا رقبہ بارہ مربع ایکڑ سے زاید ہے۔ چنانچہ نو کروڑ کعب فیٹ اور وزن دو کروڑ ٹن سے زیادہ ہے۔ تینتالیس لاکھ پتھر جن میں ہر ایک کا وزن برابر یعنی پانچ ٹن ہے استعمال کیے گئے ہیں۔ ہیرو ڈوٹس کہتا ہے کہ ایک لاکھ غلاموں نے اسکو تیس برس میں بنا کر طیار کیا تھا۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ صرف چند راہوں اور کھڑکیوں کے علاوہ جو مقبرہ تک جانے اور اُس میں روشنی پہونچانے کے لئے بنائی گئی ہیں یہ بالکل ٹھوس بنا ہوا ہے۔ آجتک یہ تحقیق نہ ہو سکی کہ پتھر کس مصالحہ سے باہم چسپاں کیے گئے ہیں اور یہ پانچ ٹن کے پتھر ۴۰۰ فیٹ کی بلندی پر کیونکر لے جائے گئے تھے یہ دُنیا کا سب سے پہلا مقبرہ اور قدیم ترین عمارت ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ اسکا بلند ترین حصہ کب اور کیونکر گرا۔

(۲) ہوائی باغات۔ دُنیا کا سب سے قدیم شہر بابل حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے عجائب کا مرکز رہا ہے کہتے ہیں کہ طوفان عظیم کی عجیب و غریب کشتی بھی عرصہ دراز تک شاہان بابل کے عجائب خانہ میں تبرکاً موجود رہی ہے۔ ابھی تک اس جگہ ایسی قدیم عمارتیں موجود ہیں کہ آجکل کے ماہرین فن تعمیر بھی قدما کے شوق و فراست پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ انھیں میں سے ہوائی باغات بھی ایک ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ بخت نصر کی ایک عزیز ترین بیگم کوہ قاف کی پُر اسرار شہزادیوں میں سے تھیں۔ بابل کی ہموار سطح سے وہ بالآخر اکتا گئیں اور پہاڑی باغات میں تفریح کی خواہش کی۔ لہذا شاہی حکم سے دو لاکھ آدمیوں نے یہ باغات ایک رات میں بنا کر طیار کیے۔ مختلف اونچائی کی محرابوں پر چھت ڈالکر اسپر رنگ برنگ کے خوشنما پھول اور پھلوں کے درخت لگائے گئے۔ سب سے اونچی محراب پر ایک تالاب طیار کیا گیا اس میں نہایت جانفشانی اور کمال قابلیت سے دریائے فرات کا پانی لایا گیا ہے۔ تمام باغ اس سے سیراب ہوتا ہے یہ کہتے ہیں کہ گلاب کا کالا پھول اور سیب و انگور سب سے پہلے اسی باغ میں پیدا کیے گئے تھے دور سے دیکھنے والوں کو اس پر ایک خوشنما پہاڑی باغ کا شبہ ہوتا ہے اسکی اونچائی اسی فیٹ اور رقبہ پانچ مربع ایکڑ ہے پاس ہی شاہی محل کے کھنڈر چار ہزار برس کے انقلابات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھیر دیتے ہیں۔

(۳) ڈائن کا مندر۔ آفیسیس میں ڈاین کا مندر دُنیا کی قدیم ترین عمارتوں میں سے تھا۔ توریت انجیل میں بھی اسکا ذکر ہے لیکن درست طور پر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مندر کب اور کس نے بنایا۔ ایک روایت کے مطابق کیروس شاہ لیڈان نے اسکو نوح کے زمانہ میں اس غرض سے بنایا تھا کہ باشندگان افیسیہ کو معمولی کام کے عوض کھانا مل سکے۔ اکثر مقامات پر سونے کی گائوں کے مجسمے نصب کیے گئے تھے۔ مندر کے وسط میں ڈاین کا بُت تھا افیسیہ کے بُت پرست اس کے کمال کے معتقد تھے اور کہتے تھے کہ یہ بُت آسمان سے گرا تھا۔ اور اسکی برکت سے وہ لوگ اکثر لڑائیوں میں کامیاب رہتے تھے۔ اس بُت کی آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ دوسری صدی عیسوی میں ایک پجاری نے سنگاری سے ایک یاقوت نکال لیا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۶۲ء میں ایک پہاڑی قوم گوتھ نے ملک پر حملہ کیا شہر اور مندر دونوں مسمار کیے گئے۔ حال ہی میں اسکے کھنڈر کھودنے سے معلوم ہوا کہ اسکا رقبہ شروع میں اسی ہزار مربع فیٹ تھا اکثر عجیب و غریب بُت اور جواہرات جو برآمد ہوئے لندن کے [illegible]

(۴) **زحل کا مجسمہ** اولیپا میں زحل کا مجسمہ بھی تاریخی دور سے پہلے کا کہا جاتا ہے۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ یہ کب اور کس نے بنایا۔ دُنیا کے قدیم ترین سکوں پر اس کی تصویریں اور اُنپر زحل کے مفہوم سے اس کے سرسری حالات کا پتہ چلتا ہے۔ سب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ پینتیس فیٹ اونچا بُت صرف ایک ہی پتھر سے تراش کر لیا گیا ہے اور قدیم ترین فن سنگ تراشی کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ زحل ہیبت ناک شکل میں ایک اونچے تخت پر بیٹھا ہوا ہے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں تختی ہے۔ تختی پر لکھا ہوا استقدر مضمحل ہے کہ آجکل اس سے کچھ بھی مطلب نہیں نکالا جا سکتا۔ کہتے ہیں کہ یہ شروع میں زحل کا چغہ ہاتھی دانت اور تاج سونے کا تھا گر آجکل سراسر پتھر ہے۔

(۵) **رھوڈیشیا کے بُت** ۔ رھوڈیشیا کے مشہور و معروف بتوں میں جن میں سے اکثر حضرت موسیٰ کے زمانہ کے ہیں ہلیس یعنی سورج دیوتا کا بت عجیب تر تھا ۔ سمندر کے کنارے اس غرض سے بنایا گیا تھا کہ جس طرح سورج اپنی روشنی سے تمام دُنیا کی رہنمائی کرتا ہے اس طرح یہ بت سمندر کے دور دراز فاصلوں پر اپنی جواہر کی آنکھیں چمکا کر ملاحوں کی رہنمائی کرتا تھا۔ بارہ برس میں تیار کیا گیا تھا۔ قدیم دُنیا کے شرق ملاحی کا ثبوت صرف اسی بُت کے کھنڈر ہیں۔ ۲۲۴ قبل مسیح میں ایک زلزلہ سے یہ بُت گر کر صدیوں تک اسی صورت میں پڑا رہا حتیٰ کہ سراسینیوں نے عمارتی ملبہ کر کے اسکو بیچ ڈالا۔ بت کے اکثر ٹکڑے جو فن سنگ تراشی کی رُو سے عجیب و غریب ہیں لندن کے عجائب خانہ میں محفوظ ہیں۔

(۶) **موسوس کا مقبرہ**۔ چوتھی صدی قبل مسیح میں ملکہ آرتمیزہ نے اپنے شوہر موسوس کی یادگار میں اُسکا مجسمہ بنایا تھا۔ اسکا گھیرا ایک سو گیارہ فیٹ اور اونچائی ایک سو ساٹھ فیٹ ہے۔ اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ملکہ نے دس برس میں اسکو اپنے ہاتھ سے تراش کر تیار کیا تھا یہ ایک عورت کے کمال محبت کا بہترین نمونہ ہے اور دنیا بھر کے مجسموں میں سب سے زیادہ عالیشان و بلند ہے۔ ملکہ آرتمیزہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے نے بھی اپنے ہی ہاتھ سے ملکہ کا مجسمہ بنا کر موسوس کے مقابل نصب کرا دیا ہے یہ دونوں اُسی شان و شوکت سے ابھی تک موجود ہیں۔

(۷) **اسکندریہ کا لائٹ ہاؤس**۔ بطلیمان اول نے تیسری صدی قبل مسیح میں جزیرہ فارس پر جو سکندریہ کے بندرگاہ میں داخلہ پر واقع ہے یہ لائٹ ہاؤس چار سو فیٹ اونچا سفید پتھر کا اس غرض سے بنایا تھا کہ ملاحوں کو رات میں بندرگاہ کا پتہ چل سکے اور وہ گرد و نواح کے سمندری چٹانوں سے ٹکرا کر غرق نہ ہوں یہ دُنیا کی سب سے پہلی ایسی عمارت ہے جو ملاحوں کی رہنمائی کے لئے اپنے نمونہ پر بنائی گئی ہو۔ قدیم دُنیا میں جزیرۂ فارس اسکی وجہ سے اس قدر مشہور تھا کہ یونانی زبان میں فارس ایک ایسا لفظ بن گیا ہے جو صرف لائٹ ہاؤس ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بلند ترین منزلوں کی کھڑکیوں میں شعلوں کی روشنی تمام رات کی جاتی تھی۔ اب بھی یہ لائٹ ہاؤس بجلی کی روشنی کے ذریعہ اسی مقصد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ان تعجب خیز عمارتوں و نیز دیگر آثار کو دیکھکر زندہ اکی منزلت دلوں میں سرایت کر جاتی ہے۔ دُنیا کے اوائل ایام میں ان حیرت انگیز چیزوں کا وجود تعجب سے خالی نہیں۔

شہر آرا بیگم مراد آبادی

دماغ کی صفائی

یورپ میں عام قاعدہ ہے کہ موسم بہار میں اپنے اپنے مکانوں کی خوب اچھی طرح صفائی کرتے ہیں ہر چیز کو ایسا کرتے ہیں کہ نئے سرے سے ایک تازگی اور شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرش۔ صوفے۔ پوششیں۔ غالیچے۔ بسترے، پلنگ غرض کل اسباب اور در و دیوار بہت محنت سے صاف کئے جاتے ہیں اور بیکار بوسیدہ چیزیں سب الگ کر دی جاتی ہیں۔ موسم سرما کی رو سے جو چیزیں اچھی حالت میں نہیں رہتیں وہ درست کر لی یا تبدیل کر لی جاتی ہیں۔ یہ خیال ان لوگوں نے دور کر رکھا ہے کہ داشتہ آید بکار۔ پرانی بوسیدہ چیزیں اگرچہ کسی کام کے قابل نہیں رہتیں مگر ہندوستان بھر میں عادت ہے کہ تبرکاً رکھی جاتی ہیں اور علیحدہ کرنے کو جی ہی نہیں چاہتا۔ یورپ میں دستور ہے کہ پرانی اعلیٰ چیزیں جن سے دلی تعلق ہے عقلمند لوگ نمائشوں میں رکھوا دیتے ہیں کہ وہاں چیزیں محفوظ رہتی ہیں۔ جب جی چاہا وہاں جا کے دیکھ لیا۔ بوسیدہ چیزوں کو رکھ چھوڑنے سے مکان کی ہوا کو آلودہ کرنے سے قسم قسم کے حشرات الارض کو ترغیب دینا اور صحت کو خراب کرنا ہے۔ امیر۔ متوسط الحال اور غربا۔ سب کو اس بات کا خیال رہتا ہے۔ اور توجہ سے کام لیتے ہیں۔ قسطنطنیہ میں بھی یہی دستور ہے جس کا تجربہ مجھے بھی ہے۔ یوں تو ان ملکوں میں عام طور پر روزانہ صفائی کی طرف توجہ کی جاتی ہے مگر سال بھر میں ایک دفعہ تو خصوصیت کے ساتھ مکان کے چپہ چپہ اور کونہ کونہ کو آئینہ بنا دیتے اور ہر چیز کو بالکل صاف کر دیتے ہیں۔

مکان اور اسباب کی طرح ہمیں اپنے دماغ کی صفائی کی طرف بھی متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اکثر لوگ دماغ میں جمے ہوئے خیالات میں مبتلا رہتے ہیں۔ انکا کام ہی یہ ہے کہ ہر چیز کو تنگ نظری سے دیکھیں اور پست حوصلہ رہیں اس طرح زندگی کامیاب نہیں ہو سکتی انسان کو اپنے معاملات اور حالات پر غور کر کے اپنے خیالات کی اصلاح ضرور کر لینی چاہیئے اسے سوچنا چاہیئے کونسے خیالات کارآمد ہیں اور کونسے یک لخت چھوڑ کر دور کر دینے لازمی ہیں جو لوگ ضروریات اور حالات پر غور کئے بغیر اپنے خیالات پر اڑے رہتے ہیں انہیں بہت کچھ تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے عقلمندی یہ ہے کہ تو با زمانہ بساز۔ اشد ضروری ہے کہ ہم وقتاً فوقتاً اپنے دماغ کی صفائی بے کار اور نقصان دہ خیالات سے کرتے رہیں اور ہر حالت میں زمانے کی روش کو مد نظر رکھیں۔ کیونکہ زمانہ بدلتا رہتا ہے۔ موافقت سے زندگی گذارنا سب سے سیدھا راستہ ہے اور اسی میں آرام ملتا ہے جس طرح ردی چیزوں کے انبار کی صفائی کر کے بیکار اور کارآمد کو علیحدہ کر دیتے ہیں ویسے ہی جمے ہوئے خیالات کو دماغ سے نکال کے موافق اور ناموافق کا فیصلہ کر کے اور پریشان کن خواہشوں اور بے سود کوششوں کے گرد و غبار کو دور کر کے تازہ دماغ مرتب کرو تاکہ زندگی خوشگوار اور سلجھی ہوئی گزرے۔

زہرہ بیگم فیضی

ناصح

ناصح - مجھے نہ ستا مجھے نصیحت نہ کر۔ میں جانتی ہوں تو جو کچھ کہتا ہے۔

مجھے تمام احادیث صبر و تحمل تمام قرآنی آیات یاد ہیں۔ تمام اقوال صبر و رضا مجھے ازبر ہیں تجھے کیا معلوم کہ میری دولت لٹ گئی میرا خزانہ چھن گیا۔ میری زندگی کی دلکش شیرینی فنا ہوگئی۔ آہ غضب کہ اب بھی تو کہتا ہے کہ میں آنسو نہ بہاؤں اپنے محبوب کی جدائی پر۔

تو خشک مزاج فلسفی ہے۔ تو زاہد تنگ نظر ہے تو عشق و محبت کے دلسوز رازوں سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے جا کسی دلفگار شاعر کسی حرماں نصیب مہجور سے پوچھ جب اسکا محبوب ہمیشہ کیلئے اس سے چھین لیا جائے تو اس کے نالے کس قدر پُرسوز ہوتے ہیں کس قدر غیر اختیاری۔

تو مجھکو ملامت کرتا ہے مجھ پر بے صبری کا الزام لگاتا ہے۔ کیا تو اس میں حق بجانب ہے۔ کیا تو نے کبھی اپنے محبوب کی آنکھیں اپنے ہاتھوں سے بند کی ہیں۔ اُس کے قلب مضطر کا آخری سکوت اپنے دست خاص سے محسوس کیا ہے اُس کے آخری وقت میں وفائے عہد کا اقرار کیا ہے تیرے پاس اسکا جواب سوائے نفی کے کچھ نہ ہوگا۔ دیکھ مجھے الزام دینے والے دیکھ میں نے اپنے محبوب اپنے عزیز کے آخری وقت آخری لمحہ اُس کے سرد ہوتے ہوئے سینہ پر تسکین کا ہاتھ رکھا اُس کی آنکھیں اپنی ہاتھوں بند کیں۔ اب بھی تو کہتا ہے میں بے صبر ہوں بے قرار۔

تو کہتا ہے یہ مٹی کا ڈھیر ہے چونے گارے کا تودہ ہے اسکو بوسہ دینا شرک ہے۔ کون کہتا ہے یہ مٹی کا ڈھیر ہے۔ یہ تو میرے محبوب کی آرام گاہ ہے۔ یہاں میری شیریں تمنائیں پُرسرور آرزوئیں اسی مٹی میں سوئی پڑی ہیں اسی مٹی سے مجھے اپنے محبوب کی خوشبو آرہی ہے یہ اُسی کی آرام گاہ ہے جو حیات کی پُرلطف منزلوں میں مجھے اپنی جان کہتی تھی ـــــ جان کا جسم سے قریب ہونا کیا شرک ہے ؟

آہ تو کس قدر سنگدل ہے اور کس قدر بے درد! طائر بے روح جسم بے جان گل بے بو کے قرب سے کیا فائدہ کہتا ہے۔ آہ ناصح تجھے نہیں معلوم اس پُرسکوت خاموش قرب سے میرا دل کس قدر لذت حاصل کر رہا ہے کتنی تسکین۔

آہ ناصح مجھے نہ چھیڑ مجھے نہ ستا مجھے نصیحت نہ کر۔ مجھے اپنے محبوب پر دل کھول کر آنسو بہا لینے دے یہی میرا بیش بہا تحفہ ہے۔ انہی موتیوں کی لڑی بہشتی حوریں میرے محب کے گلے میں ڈالیں گی۔

چاک جگر مہ النساء

خدائی احکام میں دُنیاوی فائدے

آپ جانتی ہیں وہ کیا چیز ہے جس میں دین اور دنیا دونوں کے فائدے ہیں سنگھار، آرایش، صفائی، وقت کی پابندی، صحت کے اصول غرض عورت کے لیے ہر نعمت کس چیز میں خدا نے رکھی ہے، سُنیئے وہ ہماری نماز ہے پہلے آپ نماز فجر کو لیجیے۔ جب آپ علی الصباح اُٹھتی ہیں بالکل اچھا وقت ہوتا ہے صبح اُٹھنے سے دن بھر طبیعت ہشاش بشاش رہتی ہے جب آپ روز صبح اُٹھنے کی عادی ہوجائینگی تو آپ کی صحت نہایت اچھی ہوجائے گی بڑے بڑے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ صبح بہت سویرے اُٹھنا صحت کے لیے نہایت مفید ہے غور کیجے آپ کے جسم میں کتنی زیادہ مقدار میں آکسیجن جائے گی جو صحت کا خاص جزو ہے۔ صبح کی ورزش صحت کا پہلا اُصول سمجھا جاتا ہے لہذا جب آپ یہ نماز کی ہلکی سی ورزش کریں گی تو آپ کی طبیعت کسلمند نہ ہوگی سستی کاہلی پاس نہ پھٹکے گی۔ پھر ظہر کی نماز کا وقت آیا۔ آپ جب کوئی کام دلچسپی سے کرینگی تو آپ کا دل کام چھوڑ کر اُٹھنے بیٹھنے کی اجازت نہ دے گا۔ لیکن گھنٹوں برابر کام کیے جانا صحت کے لیے نہایت مضر ہے تھوڑی دیر کے لیے نظر ہٹا لینا چاہیے۔

ظہر کی نماز سے آپ کی نگاہ کو آپ کے دماغ کو آرام ملے گا۔ عصر کی نماز کے لیے جب آپ اُٹھیں گی اور کام سے نگاہ اُٹھائیں گی تو معلوم ہوگا کہ اب دن ختم ہورہا ہے لہذا آپ کے جو کام باقی ہونگے جلد جلد ختم کرسکیں گی مغرب کے لیے فرصت ہوجائے گی جب آپ نماز مغرب ادا کرینگی تو تھوڑی سی ورزش ہوجائے گی لہذا جو کچھ دن بھر کی تھکن ہوگی وہ جاتی رہے گی اور آپ کو سکون ملے گا۔ رہی نماز عشاء بڑے بڑے ڈاکٹر کہتے ہیں شب کو کھانے کے بعد فوراً نہ سونا چاہیے چہل قدمی مفید ہے لہذا ہم نماز سے فایدہ اُٹھائیں جس سے ہلکی ورزش ہوجائے کھانا ہضم ہونے میں آسانی ہوگی معدہ صاف ہوگا صحت ٹھیک رہیگی یہ ہے آپکا کام اور ورزش۔

سنگھار کیلیے دن میں کم ازکم دو تین بار منہ ہاتھ دھونا چاہیے ہمارے لیے وضو کتنی سہولیت پیدا کرتا ہے۔ دوسرے جو شخص ہمیشہ نماز کا پابند رہیگا وہ موٹا نہیں ہوسکتا اس لیے اس کی کافی ورزش ہوگی موٹاپا فیشن کے مطابق کتنا بُرا ہے جس کے لیے کیا کیا نہیں کیا جاتا جب آپ کا معدہ صاف رہے گا تو رنگ بھی صاف ستھرا رہے گا سانولا پن یا زردی یہ سب معدہ کی خرابی ہے۔ نگاہ خراب ہونا جس کی عام شکایت ہے یہی معدہ کی خرابی کا باعث ہے ڈاکٹری اُصول کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ضرور فاقہ کیا جائے تاکہ طبیعت ہلکی صاف رہے اب آپ خود کیجیے کہ ایک سال کے اڑتالیس فاقے ہوئے لہذا اسکو خداوند کریم نے ہمارے لیے کم کرکے اپنی مہربانی سے صرف ایک ماہ کے روزے فرض کیے

. . . .

الوانِ نعمت

نان خطائی۔ میدہ پاؤسیر۔ سنگھاڑے کا آٹا چھٹانک۔ کھویا چھٹانک۔ بادام سائیدہ چھٹانک۔ روغن مسکہ ڈیڑھ پاؤ۔ شکر قند کی ڈیڑھ پاؤ۔ سفوف دانہ الایچی ۳ ماشہ۔ کتیرا گوند ایک تولہ۔ انڈا ایک عدد۔ زعفران آدھا ماشہ۔

ترکیب۔ کتیرا گوند اور قند کو باریک پیس کر سفوف دانہ الایچی اور سنگھاڑے کے آٹے کے ساتھ میدہ میں ملا دیں، پھر کھویا بادام اور گھی ملا کر سب کو ایک جا کرکے رات بھر رکھ چھوڑیں، صبح حسب مرضی اس کے گول گول پیڑے بنا کر اوپر انڈے اور زعفران کا لیپ کر دیں اور تنور میں طورطک کے دم دیدیں، پیڑے ذرا دور دور رکھیں اس لئے کہ پکتے وقت پھیل کر مل جاتے ہیں میدہ اس قدر زیادہ گھی کو جاڑوں ہی میں خوب جذب کر سکتا ہے اس لئے نان خطائی جاڑوں ہی میں عمدہ بنتی ہے۔ خطائی میں پانی کا ایک قطرہ نہیں پڑتا حتی کہ برتنوں کو بھی کپڑے سے پونچھ لیا جاتا ہے۔ عام طور پر خطائی میں کف دریا دیا جاتا ہے جس سے خانے ہی پڑتے ہیں اور ذائقہ بھی لذیذ ہوتا ہے، مگر اس نسخہ میں خصوصیت سے بجائے کف دریا کے کتیرا گوند رکھا گیا ہے اس لئے کہ کھوئے اور بادام کی وجہ سے یہ خطائی خستہ بہت ہوتی ہے اور ٹوٹ ٹوٹ جاتی ہے۔ گوند اجزا کو جوڑتا ہے اور خطائی کو ٹوٹنے پھوٹنے نہیں دیتا البتہ جس خطائی میں کھویا اور بادام نہ ہو اس میں کف دریا اچھی چیز ہے، ذائقہ میں لطف پیدا کرتی ہے۔

حلیم میٹھی۔ گیہوں کو پانی سے تر کرکے اوکھلی میں کوٹ کر اس کی بھوسی نکال دی جائے، ایسے ہی گیہوں جو بھوسی سے بالکل صاف ہو جاتے ہیں ہر قسم کی حلیم میں کام آتے ہیں مگر کوٹنا اس طرح چاہئے کہ گیہوں چورا نہ ہونے پائے۔

اوزان:۔ گیہوں آدھ پاؤ۔ گوشت ڈیڑھ پاؤ۔ شکر ڈیڑھ پاؤ۔ گھی مسکہ کا پاؤ سیر۔ لونگ الایچی دارچینی حسب حاجت۔

ترکیب۔ ایک چھٹانک گھی میں قدرے لونگ الایچی دارچینی کو کڑکڑا کے اس میں گوشت کو بگھار دیں جب خوب گل جائے تو گھوٹ لیں گیہوں کو علیحدہ پتیلی میں حسب حاجت پانی ڈالکر ابال لیں جب اچھی طرح گل جائیں اور پانی خشک ہو جائے تو گھوٹ لیں اور گوشت میں ملا دیں بقیہ گھی میں لونگ الایچی دارچینی کو کڑکڑا کے اس میں اسکو ڈالکر اچھی طرح خوشبو آنے تک بھون لیں اور پھر شکر چھوڑ دیں، جب شکر گھل کر جذب ہو جائے تو دم دیکر اتار لیں۔ اگر دم پر تین چار لیموں کا عرق ڈالدیا جائے تو یہی حلیم چاشنی دار ہو جائے گی۔

حلیم سلونی۔ گیہوں آدھ پاؤ۔ گوشت ڈیڑھ پاؤ۔ شکر آدھ سیر۔ گھی مسکہ کا پاؤ سیر۔ دہی چکہ چھٹانک۔ زیرہ ۳ ماشہ۔ دھنیہ ۲ ماشہ۔ لونگ الایچی دارچینی حسب ضرورت۔ نمک پیاز ادرک لہسن حسب حاجت۔ چھٹانک گھی میں پیاز اور ادرک لہسن کے ہمراہ حسب طریق معلومہ بگھار دیں اور نمک ذائقہ کا ڈالدیں۔ ترکیب۔ زیرہ دھنیہ بھون کر پیسکر دہی کے ساتھ گوشت کو لگاکر، جب گوشت خوب گل جائے تو گھوٹ لیں۔ گیہوں کو بھی ابالکر گھونٹ کر گوشت کے ساتھ ملائیں اور پھر "حلیم میٹھی" کی طرح گھی اور شکر میں پکالیں، نہایت لذیذ اور ذائقہ دار ہوتی ہے۔ میٹھی سے بھی عمدہ ہوتی ہے، کیوں نہ ہو آخر سلونی ہے۔

اُم عاصمہ بیگم گلبرگہ

دستکاری کے رسالے کے متعلق ضروری باتیں

رسالہ عصمت اپریل نمبر میں دستکاری کے رسالہ کی تجویز جس کے متعلق میں نے بھائی رازق الخیری صاحب کو خط لکھا تھا دیکھا میری طبیعت بہت خوش ہوئی محترم موصوف ہر وقت خدمت نسواں اور اصلاح نسواں کے لئے تیار رہتے ہیں اور ان کا دماغ ہر وقت یہی گتھیاں سلجھاتا رہتا ہے ورنہ ہندوستان کی جو حالت ہوئی ہے سب پر ظاہر ہے عصمت و بنات کے ذریعہ جو قومی امداد ہو رہی ہے محتاج بیان نہیں۔ مجھے دلی مسرت ہے کہ میری تجویز کو میرے محترم بھائی عملی جامہ پہنانے کے لئے تیار ہیں۔ اپریل نمبر میں رسالہ کی تجویز کا شایع ہونا تھا کہ متعدد بہنوں کی رائیں اس کی موافقت کے لئے فراہم ہوگئیں اور بہت سی بہنوں نے قلمی معاونت کا وعدہ بھی فرمایا پس ارادہ ہے کہ یہ رسالہ جلد جاری کر دیا جائے امید ہے کہ تمام عصمتی بہنیں اس پرچہ کی نہ صرف خریدار ہی بنیں گی بلکہ اپنی گرانقدر رائے بھی اس رسالہ کے انتظام کیلئے دینگی نیز مفید مضامین سے بھی اپنے نئے پرچے کی زینت بڑھائیں گی۔ ایک مختصر خاکہ اس پرچہ کا عصمتی بہنوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جو بہنیں اس میں ترمیم یا اضافہ چاہیں اپنی رائے سے بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں اگر ان کی رائے مناسب معقول ہوئی تو ضرور عمل کیا جائیگا

خاکہ

رسالہ کا سائز عصمت کے برابر ہی رہیگا۔ ضخامت ۴۴ صفحے ہوگی۔ کچھ نمونوں کے بلاک بھی بنوائے جائیں گے اور کوشش کی جائے گی کہ چند نمونے رنگین اصل صورت میں بھی درج رسالہ ہوں۔ رسالہ دستکاری کے تیرہ مختلف حصوں میں تقسیم ہوگا۔ جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) سب سے اول بہت مفید مضامین دستکاری کے متعلق درج ہونگے

(۲) تراش و خراش یعنی قطع بیوت اور سینے پرونے کے نمونہ جات زنانہ مردانہ۔ اور بچوں کے لباس کا سینا پرونا۔

(۳) کروشیا یا نٹنگ کا کام۔

(۴) کشیدہ کاری کے نقشہ جات۔

(۵) سلائی کا کام اون یا دھاگوں سے۔

(۶) کارچوب کا کام۔

(۷) تارکشی یعنی دھاگا نکال کر جالی بیل بنانا۔

(۸) موتیوں کا کام۔ جھالر نیکلس۔ پھول۔ بیل وغیرہ

(۹) سلمہ ستارہ کا کام (۱۰) پلیٹ پتی کا کام۔

(۱۱) ربن یعنی فیتے کا کام (۱۲) متفرق قسم کی دستکاری

(۱۳) ہندوستان بلکہ تمام دنیا کے مختلف زنانہ رسائل میں سے بہترین منتخب نمونے۔

تمام نمونے بڑی صفائی خوبصورتی اور مفصل ترکیب کے ساتھ درج کئے جائیں گے تیرہویں باب میں زنانہ رسائل سے اعلیٰ درجہ کے نمونے منتخب نمونے مع رسالہ حوالہ و نام نمونہ دینے والی کے درج رسالہ ہونگے۔ انشاءاللہ یہ رسالہ بھی مثل عصمت و بنات نہایت پابندی وقت سے شائع ہوگا۔ بہنوں کو چاہیے کہ ایسے مفید رسالہ کی خریداری کی درخواستیں جلد سے جلد بھائی رازق الخیری صاحب کے پاس بھیجدیں تاکہ رسالہ کے ابتدائی انتظامات مکمل ہونے میں اب تاخیر نہ ہو اور زنانہ دستکاری کا رسالہ اسی سال ماہ مئی میں جاری ہو سکے۔ **عذرا فاطمہ** رقم تحفہ گلدستہ کشیدہ

ایک خوبصورت کونہ

یہ نقشہ غلاف کے کونہ کے لئے موزوں ہوگا اس کے لئے ریشم۔ گولے لچھیاں۔ وغیرہ عمدہ قسم کی استعمال کیجے۔

چکن کاری کی شوقین اور ماہر بہنوں سے اُمید ہے خصوصیت سے اس نمونہ کو پسند کریں گی۔

خدیجہ بائی

کراس اسٹیچ ورک میں تکیہ کا غلاف

آجکل بہنوں میں۔ کراس اسٹیچ ورک اور دان تھرڈ یعنے تارکشی کے کام کا بہت شوق پایا جا رہا ہے۔ متعدد بہنوں نے کراس اسٹیچ کے تارکشی کے نمونوں کی کتابوں کے بارے میں استفسار بھی کیا ہے۔ لہٰذا میں ایک خوبصورت نمونہ بہنوں کیلئے ارسال کر رہی ہوں یہ تکیہ کا غلاف ہے۔ جس کو گوڈ نائٹ یعنی رات کا سلام لکھا ہوا ہے۔ اس کام کیلئے خاص طور پر ایک کپڑا (Matty cloth) مال ولایت سے بنکر آتا ہے اس پر یہ کام عمدہ ہوتا ہے۔ ——— غلاف کے سایز کا ایک طرف کا کپڑا لیں جسپر یہ کام بنایا جائیگا اور حسب پسند رنگوں سے مندرجہ بالا ڈیزاین کراس اسٹیچ ورک سے بنا لیجے بیل فیروزی اور حروف گلابی یا حروف فیروزہ تو بیل گلابی ڈی۔ ایم۔ سی کاٹن سے بنائے بہت خوشنما ہوگا جب بن چکے تو دوسرا سادہ کپڑا لیکر اس کام بنے ہوئے کپڑے کے ساتھ ملا کر تکیہ کا غلاف بنا لیجے اور اطراف لیس لگا لیجے۔ یہ کپڑا یعنی Matty اور ڈی۔ ایم۔ سی۔ اور ضروری دوسرے دستکاری کی اشیا مندرجہ ذیل پتہ سے مل سکتی ہیں یہ کپڑا صرف تکیے کے غلاف کے کام ہی نہیں آتا بلکہ اسمیں میز پوش اور کشن وغیرہ بھی بہت عمدہ بنتے ہیں میز ایک بہن نے مارچ کے رسالہ میں تارکشی کے نمونوں کی کتاب کا پتہ دریافت کیا ہے۔ مختلف انگریزی نقشوں کی کتابیں اس دوکان سے مل سکتی ہیں حاجی ابوبکر اینڈ سنز۔ ایونگ بازار مدراس۔

ب۔ ن۔ از مدراس
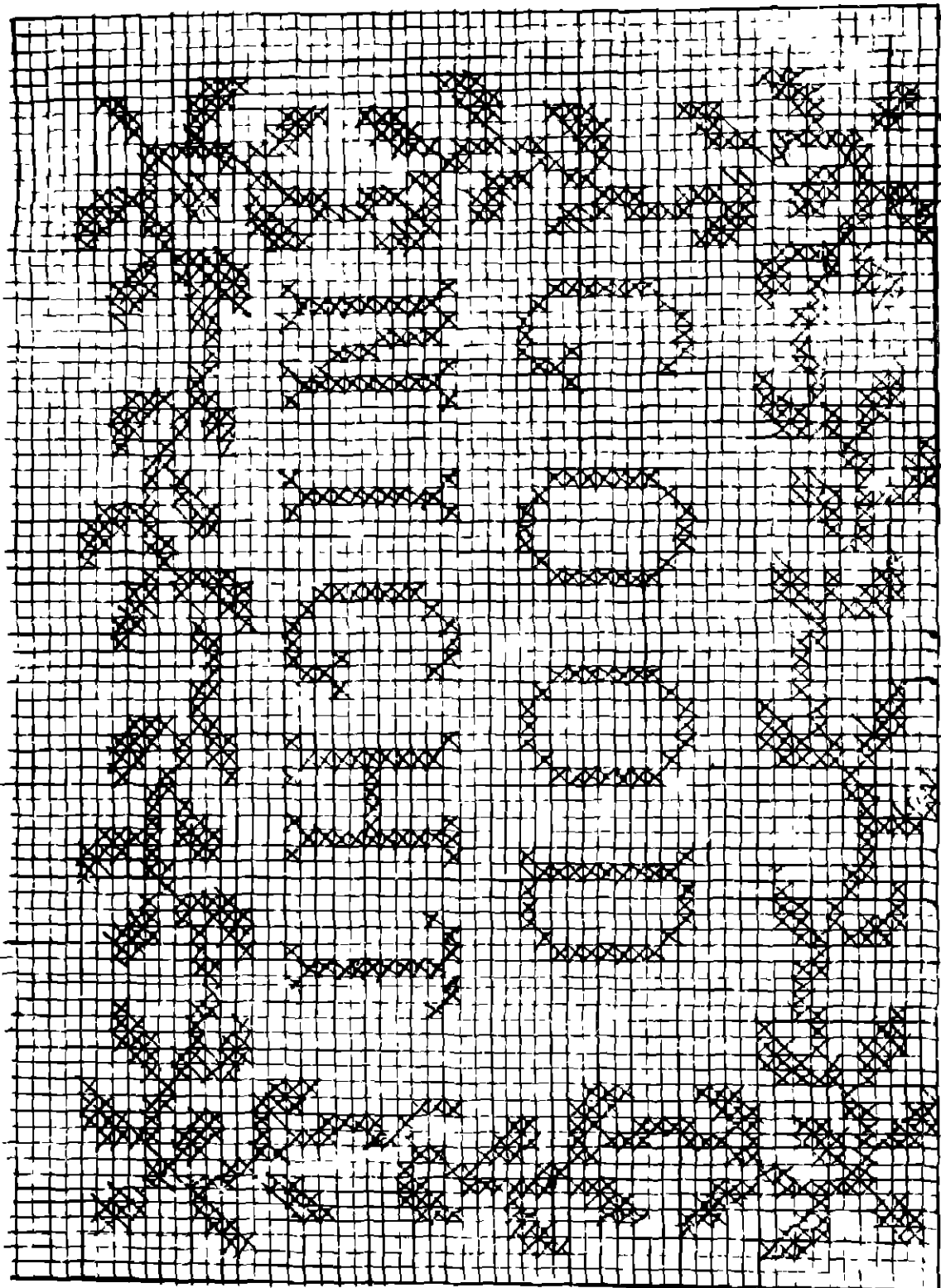
چوٹی میں ڈالنے کیلئے فیتہ

ترکیب۔ سلک کی پٹی کو دوہرا کرکے نقشہ کی چوڑان کے مطابق سی لیجئے اگر ربن کا مباف بنانا ہے اتنی ہی چوڑی ربن جس رنگ کی پسند ہو لے لیجئے اور لمبان آدھ گز ہونی لازمی ہے یا جس قدر لمبا آپ پسند کریں میں تو عموماً نصف گز ہی رکھتی ہوں۔ پھر ربن کے دونوں سروں کو ملا کر حسب نمونہ قینچی سے کنارہ کاٹ لیجئے اور سوئی سے بہت صفائی کے ساتھ ذرا ذرا سا موڑ کر سی لیجئے پھر جہاں نشان ہے وہاں کا اتنا حصہ الگ کرکے نمونے کے مطابق نلکیوں اور موتیوں کا جال بنا لیجئے یہ خیال ضروری ہے کہ یہ جال اس کاٹے ہوئے کپڑے یعنی سنگھاڑے پر بنانا شروع کیجئے گا اور جب حسب نمونہ بن جائے تو درمیانی کپڑہ موتیوں ہی کے ذریعہ سے جوڑ دیا جائے پھر نصف انچ کپڑہ چھوڑ کر قینچی سے کاٹ لیجئے اور پانچ چکر کا جال جس میں ہر خانہ میں تین ٹیوب اور بیچ میں ایک موتی ہو بنا لیجئے جب پانچوں چکر ختم ہو جائیں گے دو انگل چوڑا جال بن جائے گا اس کے آخر چکر میں کپڑہ جوڑ لیجئے گا۔ اب نیچے کے سنگھاڑہ کے دونوں کونوں پر موتی جڑ کر چھبری پھول جو نقشہ سے نمایاں ہے بنا لیجئے اور سنہری ستارہ درمیان میں لگا کر گول نشانات پر بقیہ ستارے چسپاں کر لیجئے ستارہ سلمہ سے نہ ٹانکیئے گا بلکہ موتی کے ذریعہ لگایئے گا۔ پھر کنارے پر کنگورا موتیوں کا بنا کر سفید ستارے دونوں طرف لٹکا دیجئے گا۔ بہت خوبصورت "چٹلا" یا "مباف" طیار ہو جائے گا۔

غدیر مطہر جعفری اکبر آبادی

کپڑہ یا ربن
یہاں سے کاٹ لو
کپڑہ یا ربن
موتی
یہاں سے کاٹ لو
کپڑہ
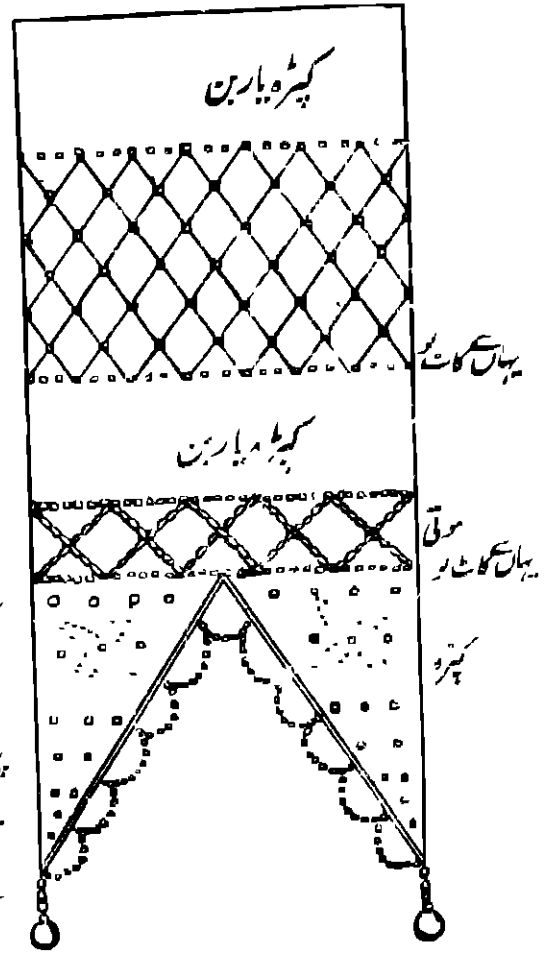
اشیاء ضروری

(۱) سلک یا دامی کی ۱½ انچ کی چوڑی دوہری پٹی ½ گز یا حسب لخواہ رنگ کا اتنا ہی چوڑا ربن،
(۲) ٹیوب سنہری (نلکیاں) ۱ لچھی
(۳) موتی یعنی پوتھ سنہری یا سرخ ۱ لچھی
(۴) ستارے سفید ⊖ اتنے بڑے ۲ عدد
(۵) ستارے سنہری ○ اسے بڑے ۲ عدد

جسم کی خوبصورتی۔ تحریک سہ پیروں کی رقاصاؤں کے بدن کیوں اس قدر موزوں ہوتے ہیں؟ روزانہ چند منٹ ورزش ان کے جسم کو خوبصورت بناتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چہرہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو بدن ذرا ڈھیلا یا کہیں زیادہ اُبھرا ہوا ہو چہرہ کی دلکشی دیکھنے والے کی نظروں سے چھپ جاتی ہے۔ اپنے معمول سے پندرہ منٹ پہلے اٹھنے کو شغل کا کوئی دروازہ کھولو اور ذرا سا ہاتھوں کی ورزش کرو اور چند منٹ کی ورزش دیر بدن کی قواعد کرو۔ وہاں سے ورزش سے کروٹ زیادہ ہوگا۔ یہ دل سے یاد رکھو کہ کیا گیا تو وقت ضائع رہا ہے۔

آنکھ کھلنے کے بعد بستر پر ہی کھچے کے پھیلاؤ۔ بانہیں کو ٹانگیں کو دائیں بائیں بھی کھینچو اس سے دوران خون جلد جلد گھومنے لگے گا۔ جو باہر جا سکتی ہیں وہ روزانہ ہوا خوری کر لیا کریں یا ٹینس کھیلا کریں۔

صبح اور رات کو قبل طعام دس منٹ تک سامان کھینچنے کی ورزش کر لینی چاہئے۔ کھینچنے کے لئے اسپرنگ بھی آتے ہیں۔ دو دو چار چار کھینچے سے جائیں تو نظام عصبی کو عجیب و غریب فائدہ پہنچے اور بدن موزوں ہو جائے۔

جب چلو تو گردن کو اٹھا کر سینہ تان کر دونوں پاؤں پر برابر کا وزن رکھو۔ کبھی ایک پر کبھی دوسرے پر وزن ڈالنے سے کولہے باہر کو نکل آتے ہیں اور نچلے دھڑ کا پھیلاؤ زیادہ ہو جاتا ہے۔ ہر قدم پر ٹانگ آزادی سے کولہے کے آگے پڑنی چاہئے۔ اونچی ایڑی کے جوتے نقصان رساں ہیں۔ ان سے جسم آگے کو جھکتا ہے اور ٹانگیں سیدھی ہونے کی بجائے خمیدہ ہو جاتی ہیں کندھوں کو قائم رکھنا چاہئے۔ ادھر ادھر ڈھیلے نہیں چھوڑنے چاہئیں۔ دیر تک کھڑے رہنے کے وقت بھی بدن کا وزن یکساں دونوں پاؤں پر ڈالنا چاہئے بیٹھنا ہو تو کرسی پر بیٹھنا چاہیے اس طرح کہ ریڑھ کی ہڈی کرسی کی کمر سے چھونے لگے اور کسی حصہ بدن پر ناروا جبر یا دباؤ نہ پڑے۔

روزانہ پانچ منٹ تک اس طرح چلو کہ پاؤں جوڑ لو اور ہاتھ کولھوں پر رکھ لو اور سر پر کوئی کتاب یا رکابی جما کے رکھ لو۔ سر کو سیدھا رکھ کے پیٹ کو اندر کی طرف رکھو تاکہ پیچھے کھنچ جائیں۔ اس صورت میں پاؤں سیدھے رکھ کے آہستہ آہستہ ادھر ادھر کمرہ میں چلو اس سے چلتے وقت بدن میں توازن اور چال میں خوبی آجاتی ہے

مفید عرق حسن افزا۔ دو اونس جو کی گری رگھاٹ ۱/۲ پاؤ دو اونس عرق گلاب کے پانی میں اتنی دیر ابالیں کہ سارا نشاستہ باہر

نکل آئے۔ اب اسے باریک ململ میں چھان لیں۔ ایک ڈرم (۱½ ماشہ) سادہ ٹنکچر آف بنزوئن - Simple Tincture of Benzoine
ایک ایک قطرہ اس میں ملائیں۔ ہر رات کو چہرہ پر یہ عرق لگائیں اور جلد پر نرمی سے ملیں۔ خاص کر آنکھوں اور منہ کے گرد اس کی مالش کریں۔
صبح تک اسے جلد پر لگا رہنے دیں۔ پھر نیم گرم پانی میں سادہ ٹنکچر آف بنزوئن کے چند قطرے ملائیں اور صبح کو سپنج سے اس
عرق کو پونچھ ڈالیں۔ یہ عرق چہرہ کو خوبصورت بنانے اور شکنیں دور کرنے کے لئے بے نظیر چیز ہے اسے "آب شباب" کہا جاتا ہے

زخم کی مرہم پٹی۔ کتا یا لکڑی کی اچانک یا نیچ چبھ جانے سے زہر باد ہو کے جبڑا بند ہو جانے یا کسی عضو کا اکڑ کے جیسے
کمان بن جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے زخم آ جانے پر فوراً طبیب سے رجوع کرنا چاہیئے۔

زخم کو زہر باد سے بچانے کے لئے اسے گھٹنے کے اندر اندر صاف کرکے آیوڈین لگا دینی چاہیئے۔ زخم میں چرچراہٹ
بہت ہوگی لیکن اس سے زخم جلد ہی اچھا ہو جائے گا۔ زخم پر اور آس پاس کی کھال پر ٹنکچر آیوڈین لگانی چاہیئے۔ ملائم جذب کرنے
والی روئی کی سینک یا برش یا سلائی کی نلی پر لپیٹ کے اس سے ٹنکچر لگایا جاتا ہے۔ جب یہ خشک ہو جائے تو نہایت صاف جھرنے کپڑے
سے یا ملائم روئی کے کپڑے سے جسے پہلے پانی میں دس منٹ تک ابال لیا جائے اسے لپیٹ دینا چاہیئے۔ لپیٹتے وقت انگلیاں کپڑے کے
اس حصہ پر نہ لگیں جو زخم پر آتا ہو۔ زخم اچھے ہونے تک پٹیاں بدلتے رہنا چاہیئے۔ پھر آیوڈین نہ لگائیں ورنہ چرچراہٹ بڑھ جانے
کے علاوہ اچھے ہوتے ہوئے زخم میں پیپ پڑنے لگے گی۔ اگر زخم پر چکنائی ہو تو تارپین یا پھر معمولی گیسولین سے اسے دور کر دینا چاہیئے۔ اگر ان دواؤں
میں سے کوئی میسر نہ آسکے تو زخم صاف کرکے کپڑا ویسے ہی لپیٹ دیا جاتا ہے ایسی حالت اگر آیوڈین لگا دی جائے تو حرج کچھ نہیں مگر
چکنائی کی وجہ سے اثر کم کرتی ہے۔

کتابوں کی حفاظت۔ کیڑے اچھی اچھی کتابوں کا برا حال کر دیتے ہیں ذرا دو چار مہینے کتابوں سے غافل رہو سب کتابیں
گئیں خدا جانے ان کم بخت کیڑوں کو کتابوں کا ایسا کیا شوق ہے کہ وہ آدمی سے زیادہ کتاب کا عاشق ہے۔ لیکن یہ دوا تیار کرکے
کتاب کے پٹھے پر پیچھے اور کتاب خوب بند کرکے صفحوں کے کناروں پر خوب لیپو۔ کتاب محفوظ ہو جائے گی سوکھنے کے بعد کھولنے
کی ضرورت ہو تو جو صفحے جڑے ہوئے ہوں ان پر سے لیپ کو کھرچ کے نہ کھولیں۔ نسخہ یہ ہے رال (Resin) اونس۔ کریوسوٹ
(Creosote) ۸ چمچیاں مصطگی (Mastic) ۴ چمچیاں مرکری کلورائڈ دس گرین کتا ڈایاتم ۲ چمچیاں۔ چپڑا لاکھ
(Shellac) دو اونس۔ میتھیلیٹڈ سپرٹ اس قدر کہ کل ۲۲ اونس ہو جائے۔ لیپ ہموار لگانا چاہیئے اور ذرا سی بھی جگہ نہ رہ جائے۔

پسینہ کی بو۔ جسم کے لئے پسینہ آنا مفید ہے۔ اب تک یہ خیال تھا کہ پسینہ سے جسم کا میل کچیل باہر آجاتا ہے لیکن پسینہ کا تفصیل
وتجزیہ کیا گیا تو اس میں زیادہ تر پانی ہی پایا گیا۔ ایک آدمی جسم سے تندرستی کی حالت میں دن بھر میں ۱۴½ چھٹانک کے قریب
پسینہ نکلتا ہے۔ اس مقدار کو دیکھتے ہوئے اگر کوشش کی جائے کہ جسم کے کسی چھوٹے سے مقام کا پسینہ بند کر دیا جائے تو وہ صحت کے لئے مضر
نہیں ہو سکتا۔ گرمیاں آگئی ہیں کسی کے پسینہ میں بو ہو یا نہ ہو لیکن بغل جیسی جگہ سے پسینہ آنے سے تکلیف اور دقت ضرور محسوس ہوتی ہے۔
بعض کے بغل کے پسینہ میں سخت بدبو ہوتی ہے۔ آدمی پاس نہیں بیٹھ سکتا۔ ایسے کہ پسینہ سے کپڑا بھی جل گل جاتا ہے۔ جن کے بدبو

ہیں آتی بیٹھے ہیں وجہ بدنما معلوم ہوتا ہے اور چند روز کے بعد پسینہ کی بو اس مقام پر ایسی ہو جاتی ہیں کہ ناگوار معلوم ہوتی ہے گویا بغل گندگی طرح دماغ پاش نہ ہو۔ اس لئے اگر بغل یا کسی اور جگہ کا پسینہ بند کر دیا جائے تو یہ اچھا ہی ہے کسی اور حصہ سے خارج ہو جایا کرے گا جہاں سے وہ بذریعہ تبخیر جلد اڑ جائے گا۔ اس زمانہ میں ایسی دوائیں انگریزی دوا فروشوں کے پاس کافی ملتی ہیں۔ اس علم نے کافی ترقی کر لی ہے۔ ہر دوا والے اپنی ساختہ چیز کا جسم پاک تیغ کو بوتا رکھ کے طیار کیا ہے اس لئے دوا کسی مشہور کارخانہ کی خریدی جائے۔ اس میں پرچہ ہدایت استعمال ساتھ ہوتا ہے۔ اسے غور سے پڑھ کے اپنے مزاج کے مطابق تدبیر اختیار کر لی چاہئے۔ اس تدبیر پر نہایت غور و احتیاط سے عمل کرنے سے بہترین نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

اس مطلب کی دوائیں دو قسم کی ہیں۔ کچھ مائع شکل کی ہیں اور کچھ کریم (روغنی) اور پاؤڈر (سفوف) طرز کی ہیں۔ مائع دوائیں دیر پا اثر رکھنے والی ہیں۔ ان سے آدمی پوری حفاظت کر سکتا ہے۔ یہ فی الحقیقت پسینہ کا آنا بند کر دیتی ہیں اور اس طرح کپڑے پسینہ کے دھبہ اور تیزاب سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے پسینہ کی بو بھی جاتی رہتی ہے۔ ملائی اور سفوف والی دوائیں عارضی اثر رکھتی ہیں۔ وہ بدبو کا توڑ کرتی ہیں لیکن پسینہ روکتی نہیں پسینہ کی بدلوتے تھوڑی دیر کے لئے بچا دیتی ہیں۔ نفیس مزاج اور آرائش کے شائق لوگ مائع دوائیں استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔

سانس سے رعنائی۔ صرف سانس لینے ہی سے ایسی ورزش ممکن ہے جو صحت اور حسن پر اثر انداز ہو۔ لیکن اس پر آہستہ آہستہ عمل کرنا چاہئے ہوا ناک کے ذریعہ آہستہ آہستہ اسقدر کھینچو کہ پھیپھڑے یہاں تک زیادہ ممکن ہوں پھول جائیں۔ سانس کو اتنی دیر روک کر کہ ذرا تکلیف محسوس ہونے لگے اس وقت اس سانس کو آہستہ آہستہ منہ کے ذریعہ نکالو اور پھیپھڑوں کو پھر خالی رکھو اور سانس اتنی دیر روکے رکھو کہ ذرا تکلیف محسوس ہونے لگے۔ اب تازہ ہوا آہستہ آہستہ ناک کے ذریعہ اندر پہنچاؤ۔ اس سے صحت پر عمدہ اثر پڑے گا۔

غسل کے طریقے۔ ہوا پانی اور دھوپ کے غسل حسن و خوبروئی کے مددگار ہیں لیکن سورج کا غسل ہمارے ملک کے لئے مطلق موزوں نہیں بلکہ خطرناک ہے۔ دھوپ یا لو کا اثر سب کو معلوم ہے۔ مغرب میں اس غسل کی شان یہ ہے کہ کسی میدان میں لنگوٹے باندھ کے مرد و عورت ننگ دھڑنگ لیٹ جاتے ہیں۔ لیکن یہ ہماری ایشیائی تہذیب و حیا کے خلاف ہے۔ ہمارے لئے تو یہی کافی ہے کہ آسمان کے نیچے چل کے جس قدر سورج کی روشنی جسم کو لگتی ہے ہمارے لئے مفید ہے۔ زیادہ مضر ہے۔

تازہ ہوا میں سانس لینا بہت ہی حسن افزا ہے معتدل موسم میں کھڑکی کے پاس لیٹ کے جس قدر جسم کھولا جا سکے کھول کے سانس لینے کی ورزش کرو۔ تازہ اور خالص ہوا کا صحت بخش اثر چند روز میں معلوم ہو جائے گا احتیاط یہ ضرور رکھی جائے کہ کوئی سرد جھونکا لگ کے زکام نہ ہو جائے۔

بارش کا پانی حسن بڑھانے میں بڑے کام کی چیز ہے۔ گرم پانی میں بھوسی کی پوٹلی اسقدر رکھی جائے کہ پانی میں خوب سفیدی

آجائے۔ اس کے بعد تھوڑی کولان تھوڑی سی ڈال دیں یا حسبِ معمول اس سے نہائیں۔ اس کے بعد تازہ پانی کا پھیرا بھیوں نواہ اوپر پٹیں یا چھینٹ بھگوئے ... پھر ملیں بھوسی گا بھی نہائیں ... روزمیری ... سادی مقداریں سے کے اور ذرا سی خوشبو ڈیوں واٹر ... پانی کے کپڑے اب پوٹلی بنا کے گرم پانی میں چھوڑ دیں اور سپنج کے ذریعہ جسم پر ملیں۔ محمد ظفر

چاند بی بی

اہلِ عالم پر زمانۂ حق سے یہ عقدہ کھلا — مرد سے زن کب شجاعت میں بھی پچھڑی ہے ذرا
پیکرِ نازک میں تیرے کیسا دل بے باک تھا — لشکرِ جرار سے جو ہو گئی جنگ آزما
آفریں صد آفریں اُس تیغ جوہر دار پر — زیبِ دستِ نازکی جو روزنِ دیوار پر
تو تنِ تنہا ادھر تھی اور تھا اُدھر جمِ غفیر — یعنی شہزادہ کے تھی زیرِ کماں فوجِ کثیر
قلعہ داروں کا بہت ممکن تھا ہو جانا اسیر — بہر آزادی ولے رہبر بنا تیرا ضمیر
خلفِ اکبر کو نہ آیا راس صلح کا پیام — تنگ آ کر پھر گیا آخر کو بے نیل و مرام
امتحاں دینے کو ظاہر ہیں کوئی حور تھی — بزمِ ہستی میں فروزاں گویا شمعِ طور تھی
"چاند بی بی" شب کی ظلمہ کی طرح پُرنور تھی — وہ ہویدا عرش پر یہ فرش پر مستور تھی
بزمِ انجم میں ہوئی لے دیکھ وہ ساغر بکف — رزمگاہِ روز میں بھی یہ مگر خنجر بکف
صنفِ نازک کی طرح تو بھی سراپا ناز بھی — تیرے سینے میں تھا مضمر سوز بھی اور ساز بھی
حاملِ نسوانیت تھا ہاں ترا انداز بھی — مرحبا! تو تھی کسی کے حق میں خانہ ساز بھی
اور سونے پر سہاگہ یہ کہ تو جانباز تھی — دستِ قدرت کو نہ کیوں ہستی پہ تیری ناز ہو
آہ اب کیا ہو گئی زرخیزیٔ ہندوستاں — رضیہ سلطانہ کدھر جھانسی کی رانی ہے کہاں
آج بھی وہ دن دکھائے انقلابِ آسماں — پھر جہانگیری کرے حاصل کوئی نورجہاں
منزلِ مقصود سے کب آشنا ہو کارواں — لینے آزادی چلیں مغرب زدہ جو دیویاں
گو ہوئی زیرِ زمیں پنہاں تو اے رشکِ قمر — عالمِ ظلمت میں تیری چاندنی ہے راہبر
سرزمینِ ہند ہے پھر آج تیری منتظر — اب تلک جنبش میں ہے گہوارۂ احمدنگر
فرش والے کہہ رہے ہیں "چاند بی بی" ہے تو — عرش والے جانتے ہیں "جنگ کی دیوی" ہے تو

محمد ایوب صابری براری

سیر بین
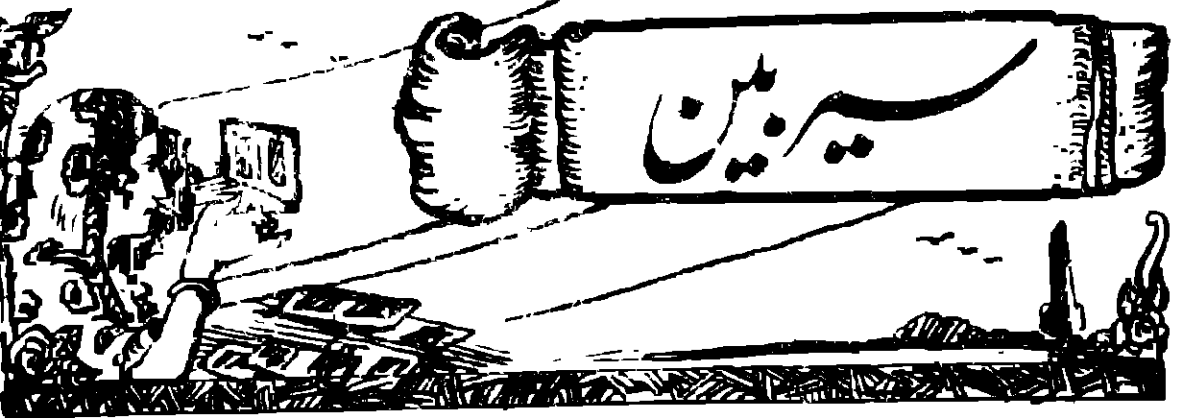
عورتوں کی مخالف انجمن - لندن میں اٹھارہ مردوں نے ایک انجمن مخالف خواتین قائم کی ہے جسکا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کے عدم خلوص، اسراف، دغابازی، غرور، نخوت، کاروباری جدوجہد، فیشن پرستی دور اور عام غلبہ کے خلاف جنگ کی جائے۔ ہر ممبر عورتوں سے چرکا کھا چکا ہے۔ ہر کنوارہ و شادی شدہ مرد جسے عورتوں سے کوئی صدمہ پہنچا ہو اس کا ممبر ہو سکتا ہے۔ اب تک کوئی شادی شدہ مرد اسکا ممبر نہیں ہوا غالباً اپنی بیوی کے ڈر کی وجہ سے۔

یہ اٹھارہ ممبر ایک مکان میں جمع ہو کے غور کیا کرتے ہیں کہ کس طرح عورتوں کے عام تشدد اور مردوں کے نئے مصائب کی کس طرح روک تھام کی جائے۔ اس انجمن کے ۴۴ سالہ صدر نے کہا کہ مردوں کو اپنے حقوق کے لئے کھڑے ہو جانا چاہئے۔ عورتوں کو صنعت و حرفت سے بالکل نکال کے باورچی خانہ میں ان کی اصلی جگہ ہے ان کو یہ نہ چاہئے۔ یہ ورثہ دماغ سے نہیں بلکہ محض اپنی ذات کی کمزوری کا اثر مردوں کے دلوں پر ڈال کے اور انہیں اپنے حق میں نرم کر کے موجودہ ترقیاں حاصل کر رہی ہے۔

گھر تین کی دیوانگی - بمبئی کے دماغی امراض کے شفاخانہ کی سالانہ رپورٹ ۱۹۳۲ء سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۴۸ دیوانے داخل ہوئے یہ تعداد ۱۹۳۱ء میں ۲۹۶ اور ۱۹۳۰ء میں ۲۰۶ تھی۔ ان میں سے ۴۹ بالکل اچھے ہو گئے۔ اور ۳۰ اسقدر صحت یاب ہو گئے کہ انہیں انکے عزیزوں کے سپرد کر دیا گیا۔ مردوں میں عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ پاگل ہونے کا میلان پایا گیا ۱۹۳۲ء کی ۲۴۸ میں ۱۹۶ مرد اور ۵۲ عورتیں تھیں ۱۹۳۱ء میں ۲۲۶ مرد ۷۰ عورتیں اور ۱۹۳۰ء میں ۱۳۵ مرد اور ۷۱ عورتیں۔ پاگل یعنی پیشوں میں سب سے زیادہ گھر تین اور خانگی نوکر اس مرض کا شکار ہوئے۔ گھر کے کام کاج کی الجھنوں میں ان کے دماغ پریشان ہو کے الٹ جاتے ہیں۔ ان کے بعد کام سے دبے ہوئے کلرکوں کا نمبر ہے اور ان کے بعد بہت تھوڑی تعداد کے ساتھ استاد طالب علم اور کارخانوں کے مزدور ہیں۔ لطف دیکھئے کہ اخبار نویس اور اہل ہنر تعجب انگیز طریقہ پر خوش نصیب ہیں کیونکہ ان تین سالوں میں صرف ایک ایک پاگل ہی ان دونوں جماعتوں میں سے داخل ہوا۔

چیچک کا ٹیکہ - ایڈورڈ ای ٹونگ سی بی ای نے نیو ہیلتھ کی فروری ۱۹۳۳ء کی اشاعت میں "چیچک کے ٹیکہ کا افسانہ" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں ایک خاص بات غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ دو سو سال ہوئے انگلستان میں چیچک کے

ایک قیامت برپا کر رکھی تھی۔ ہر سال ہزاروں مرجاتے تھے اور ہر سال لاکھوں کی صورت بگڑ جاتی تھی اور اکثر اندھے ہو جاتے تھے اس قہر کا کوئی علاج دریافت نہ ہو سکا حتے کہ ۱۷۲۱ء میں چیچک کا ٹیکہ نمودار ہوا۔ دوسرے ملکوں میں بالخصوص مشرق میں اسوقت سے سینکڑوں برس پہلے سے اسکا عام رواج تھا۔ انگلستان میں ۱۷۱۸ء میں اس کی خبر ایک مشہور سیاح عورت لیڈی دریلی مانٹیگو کے خط سے ہوئی۔ وہ اسوقت قسطنطنیہ میں ٹھہری ہوئی تھی اس نے اپنی ایک دوست مس سارہ چسول کو لکھا کہ ترک فصد کھول کے چیچک کا مادہ جسقدر سوئی کے نکے پر آسکے فصد کے ذریعہ کھولی ہوئی رگ میں داخل کرکے زخم سی دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُسے ہلکی سی چیچک نکل آتی ہے اور وہ اس بیماری سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کی جلد پر کوئی نشان بھی نہیں ہوتا۔

امریکی جادو ٹونے۔ پیرو کے ایسی باشندے جادو ٹونوں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ دشمن کو مارنے کے عجیب عجیب طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ کوئی چاہے کہ دشمن زلزلہ سے مرجائے۔ اسکے لئے دشمن کا بچا کھچا کھانا اور اس کے چند بال حاصل کیے جاتے ہیں پھر اُسے سیاہ مکی کے آٹے میں اتنا گوندھا جاتا ہے کہ خمیر سا ہو جاتا ہے۔ جمعہ کی رات کو جب کہ چاند پورا ہو یہ آٹا کسی جوالامکھی یا ایسے آتش فشاں پہاڑ میں جو بجھ نہ چکا ہو ڈالدیا جاتا ہے۔ دشمن دوسرے زلزلہ میں ضرور مر جاتا ہے۔

دشمن کی تصویر کے اس کے سامنے آدھی رات کو شمع روشن کی جاتی ہے اور انشو نیو کرپاؤکرکے ایک غیر مستعملہ سوئی تصویر کے دل کے مقام پر آرپار کی جاتی ہے اور تین دفعہ اس شخص کے نام کا آخری لفظ اور پھر پہلا لفظ لیا جاتا ہے۔

قسمت بدلنے کے لیے ایک کنگھا ایک ہسپانوی پیاز اور ایک سوکھی ہوئی مچھلی لے کے آدمی ساحل پر جا کے کپڑے اتار دیتا ہے اور جوار بھاٹے کے اُتار کے وقت پایاب پانی میں کھڑا ہو جاتا ہے پہلے بدن پر کنگھا پھر پیاز اور آخر میں مچھلی سے سر کی چوٹی سے پاؤں کے تلوے تک مالش کرتا ہے اور تین ڈبکیاں لگاتا ہے۔ ہر ڈبکی پر ان تینوں چیزوں میں سے ایک چیز کندھے پر سے پانی میں پھینک کے زور سے کہتا ہے۔ لو میری پرانی قسمت اور نئی دیدو۔ ڈبکیاں لگاتے وقت ادھر اُدھر دیکھنا منع ہے۔ اس کے بعد تین دفعہ گھوم کے جھاڑی کے پاس دوڑا ہوا جاتا ہے اور کپڑے اُلٹے کرکے پہن لیتا ہے کیونکہ اس طرح کوئی بلا اثر نہیں کرتی۔ وہ پھر گھر چلا جاتا ہے اور نئی قسمت آجاتی ہے۔

مرد کمزور جنس۔ ڈاکٹر ڈبلن ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ قایم کیا ہے کہ عورت کے مقابلہ میں مرد کمزور ہے۔ دنیا میں دیکھو بیوائیں زیادہ ملیں گی اور رنڈوے کم نظر آئیں گے۔ عورت مرد کے مقابلہ میں بیماری کا اچھی طرح مقابلہ کرتی ہے۔ مرد بیماری کا زیادہ شکار ہوتے ہیں خاصکر معدہ پھیپھڑوں گردوں اور دماغ کی بیماریوں میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ عورتیں بلاشبہ مردوں کے مقابلہ میں زیادہ بیمار رہتی ہیں لیکن وہ بیماریاں ہلکی ہوتی ہیں اور مہلک ثابت نہیں ہوتیں۔ مردوں کی موت کا باعث شراب و تمباکو نوشی، صنعت و حرفت کی پُر آفات کشمکش اور بیقاعدہ سونا اور کھانا۔

عورتیں زیادہ روشن خیال ہوتی جاتی ہیں اور زندگی کی احتیاطیں زیادہ عمل میں لائی جا رہی ہیں ان سے انکی شرح اموات مردوں کے مقابلہ میں اور بھی کم ہو جائیں گی۔

۱۱ برس کی عمر میں ماں۔ مسز جوانیتا مکلش اس جون میں ۱۲ برس کی ہو جائینگی۔ لیکن اس سے پہلے ہی اس کے ۴½ سیر کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ یہ لڑکی بیٹر مکلش کی بیوی ہے۔ اس کی عمر ۱۹ سال ہے۔ اُس کی شادی پچھلے سال ہوئی تھی۔ وہ سپولورا (کلاہوما ریاست ہائے متحدہ امریکہ) میں رہتے ہیں۔ کمسن ماں بڑی بالدار عورت ہے۔ اس کی تصویر اخباروں میں شائع ہوئی ہے۔

بڑی عمر کی موت۔ مسٹر جون جونس ایک آئرلینڈ کا باشندہ انگلستان میں ۱۱۰ سال کی عمر میں ابھی مرا ہے۔ وہ سو سال تک برابر کچھ نہ کچھ کام کرتا رہا۔ اُس سے جب اتنی لمبی عمر کا راز دریافت کیا گیا تو اُس نے بتایا۔ ہنسنا! اُس کا نسخہ یہ تھا۔ کافی مقدار میں عمدہ غذا، ورزش، اور ہنسنا۔ اس شخص کے کل قوے آخر تک بحال کام کرتے رہے۔

زمین میں جاندار کب سے؟ مغرب والوں کا اندازہ ہے کہ زمین پر جاندار چیزوں کا زمانہ ایک کروڑ بیس لاکھ برس کے قریب سمجھا جاتا ہے اور انسان صرف ۱۰ لاکھ برس سے زمین پر تو دار ہوا ہے۔ زمین پر جاندار چیزوں کا زمانہ ابھی ۱۲ کھرب برس کی مدت تک باقی ہے۔ انسان کا وجود اس طویل عرصہ میں کس قدر ترقی کرے گا عقل حیران ہے اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ کیا اسوقت تک آدمی ہی زمین پر ارتقائے عمل کا آلہ کار بنا رہیگا یا کوئی اور جاندار شکل پیدا ہوگی جس کا مدار انسان کی طرح مادہ پر نہ ہوگا جس محتاجی نے انسان کے غرور و تمکنت کو خاک میں ملا رکھا ہے

دنیا کی نہایت چھوٹی کتاب۔ اوکسفورڈ کے کتب خانہ کو امریکی شاعر ہنری چیمبرلین نے ایک نہایت ہی چھوٹی کتاب نذر کی ہے۔ ورسسٹر میسے چوسٹ۔ امریکہ کے مطبع نے رباعیات عمر خیام کے خاص خاص حصے انگریزی نظم میں ایسی جلد میں چھاپے ہیں جو چوتھائی انچ موٹی اور $\frac{3}{16}$ انچ چوڑی ہے۔ اس میں ۳۴ صفحے ہیں۔ سطر $\frac{1}{34}$ انچ لمبا اور $\frac{5}{34}$ انچ چوڑا ہے۔ کتاب کا وزن ۲½ رتی ہے اور چمڑے میں منڈھی ہوئی ہے۔ اسکا چھاپہ اس قدر نازک ہے کہ رات کے وقت جبکہ سڑک آمد و رفت کی تھر تھراہٹ سے محفوظ تھی اسے چھاپا گیا۔

ہندسوں کی پیشینگوئی۔ انگلستان کے ایک ہفتہ وار اخبار میں مندرجہ ذیل ہندسوں کی عجیب و غریب پیشینگوئی ظاہر کی گئی ہے

جنگ شروع ۱۸۸۰ء	دوسری جنگ شروع ۱۸۹۹	جنگ عظیم شروع ۱۹۱۴	۱۹۳۷
مدت جنگ ۱	مدت جنگ ۳	مدت جنگ ۴	اسوقت
۱۸۸۱	۱۹۰۲	۱۹۱۸	کونسی لڑائی
۱	۹	۱	شروع ہوگی؟
۸	۰	۹	
	۲	۸	

جرمن عورتوں کا سنگھار۔ جرمنی اپنی پرانی شان و شوکت حاصل کرنے کے لئے بڑے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اس کے سیاسی رہنما نہایت سادگی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور فضول باتوں سے وقت بچا کے ملک کے لئے اصل ترقی حاصل کرنے کے کاموں میں صرف کر رہے ہیں۔ اسکا اثر عورتوں پر بھی ہوا ہے۔ عورتیں یورپ و امریکہ کی عورتوں کا سا سنگھار نہیں کرتیں۔ صرف ناک پر ذرا سا پوڈر لگا لیتی ہیں اور رخساروں پر نہایت ہلکی سرخی قایم کر لیتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ تندرست مضبوط اور قدرتی

حالت میں رہنے والی عورت بہت قابل تعریف ہے۔

انگریزوں کی بھڑک بھڑک۔ ہندوستان کے اُمرا اور رؤسا کی آن بان شان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ اور ہندوستانی عورتوں کے زیورات پر پھبتیاں اُڑائی جاتی ہیں لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ انگریزوں میں ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ تک لباس و زیبائش میں وہ دھوم دھام تھی کہ ہمیں ہنسی آتی ہے لمبے لمبے بھاری گھگرے پہنے جاتے تھے جو زمین پر لوٹتے چلتے تھے اور کیچڑ اور گرد سے وہ خوب لتھڑے جاتے تھے۔ انگلستان کی ملکہ الزبتھ جب مری تو اس کے پوشاک خانہ سے ۳ ہزار سے زیادہ لباس نکلے۔ ملکہ الزبتھ جو فلپ دوم شاہ ہسپانیہ کی بیوی تھی کھانا کو دوبارہ نہ پہنتی تھی اسکا درزی اس کی بڑی تعریف کیا کرتا تھا وہ چند روز میں ہی مالا مال ہوگیا تھا۔ پادری بڑے قیمتی لباس اور رنگ برنگ کے کپڑے پہنتے تھے۔ ہنری ہفتم کے زمانہ میں نکولس لارڈ دادہ شاہ ادی آرتھر کی شادی میں شریک ہوا تو ارغوانی مخمل کا گھگرہ پہنے ہوئے تھا جس پر بڑے بڑے موٹے سونے کے ٹکڑے جڑے ہوئے تھے اور ریشم اور پوستین جگہ جگہ سلی ہوئی تھیں۔ اس کی قیمت کا اندازہ ایک ہزار پونڈ کیا گیا تھا اُمرا ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے بعض تو اپنی ساری جمع جتھا اپنی کمر پر لادے پھرتے تھے یعنی انکے کپڑے اسقدر قیمتی اور مرصع ہوتے تھے کہ انکی قیمت انکی ساری دولت کے برابر ہوتی تھی۔ عورتیں پہلے گرم پانی کے بخارات سے پسینہ لیتی اور پھر شراب اور دودھ میں نہاتی تھیں نوجوان رخساروں پر غازہ وغیرہ ملتے تھے اور بڈھے اپنی داڑھیوں کو گوند وغیرہ سے کھڑی رکھتے تھے۔ نسوار کی ڈبیاں مرد اور عورتیں ساتھ رکھتی تھیں۔ عورتیں اپنے بال کو ہر تیسرے چوتھے روز کے بعد سنوارتی تھیں اور بھوں اور چہرے کو قائم رکھنے کے لیے کریموں پر سر با ہر کوسکا کے سوتی تھیں ہماری عورتیں تو زنگ اور ننھی سی آرسیاں رکھتی تھیں۔ وہ سونے چاندی کے بڑے بڑے آئینے کمروں سے لٹکائے پھرتی تھیں اور جہاں دیکھا ان میں چہروں کو سنوارنے لگتی تھیں اور کوئی اسے عیب نہ سمجھتا تھا۔ ڈبیوں میں مٹھائیاں وغیرہ بھی ساتھ رکھتیں اور پان تمباکو کی طرح ایک دوسرے کو پیش کرتی تھیں۔ گاڑیاں منقش کی جاتی اور ان پر زرق برق کے کپڑے ڈالے جاتے تھے۔

پھلجھڑیاں۔ فرانس میں ایک شخص دفتر جانے سے پہلے اپنی بیوی کو خوب کس کے باندھ جاتا اور واپس آ کے کھول دیتا تھا۔ بیوی مدت تک اس شوہر پرستی اور اس سختی کو برداشت کرتی رہی بعد میں اس نے باہر کے دروازہ پر دو تالے لگانے شروع کیے۔ ایک پڑوسی نے پولیس کو اطلاع دے کے بیوی کو چھڑوایا۔ اب شوہر پر مقدمہ چل رہا ہے۔ انگلستان میں ایک نمایش کے موقع پر آٹھ عورتوں کی ٹولی نے پہلوانی کے کرتب دکھائے۔ وہ پانچ پونڈ کی شرط لگا کے پہلوان عورت سے لڑتی ہیں۔ اگر پانچ منٹ میں وہ اُسے نہ پچھاڑیں تو یہ رقم ضبط ہوگی۔ وہ اسقدر مضبوط ہیں کہ مرد پہلوانوں کو بھی ڈھا سکتی ہیں۔ ان کے اعضا خوب ڈھلے ہوئے ہیں اور پھرتی خوب ہے۔ اب عورتیں عام طور پر پہلوانی ہی کیا کرینگی۔ سرکاری اعداد سے پتہ چلتا ہے کہ جرمنی میں اسوقت مردوں کے مقابلہ میں ۱۹ لاکھ عورتیں زیادہ ہیں۔ امریکہ میں ایک عورت جج مقرر ہوئی ہے۔ جزائر فلپائن میں ایک قوم آباد ہے جو کتے کا گوشت بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور بازار میں اسکا گوشت بکری کی طرح بکتا ہے اگر کتا آہستہ آہستہ تکلیف دے دے کے مارا جائے تو اسکا گوشت اور بھی لذیذ سمجھا جاتا ہے۔ ضلع گورکھپور کے ایک گاؤں میں خون کی بارش ہوئی۔ مٹی سرکاری کیمیادان کے پاس تجربہ کے لئے بھیجدی گئی ہے۔

محمد ظفر

ناقابل اشاعت مضامین

اس مہینہ میں جو مضامین بغرض اشاعت ہمیں موصول ہوئے ہیں ان میں مندرجہ ذیل مضامین درج رسالہ نہیں ہو سکتے ۱۵ مئی تک ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس بھیجے جا سکتے ہیں ۱۵ مئی کے بعد ضایع کر دئے جایں گے۔

حق کی فتح (افسانہ) خاص قیامت کے دن کا ذکر۔ زلزلہ بہار کے متعلق سہ نظمیں از کلکتہ۔ پھولوں کی بہار (نظم) نظم تنظیم تنخواہ غریب عفیف۔ از کانپور۔ پان کا شاہ کار۔ غریب کا جھونپڑا۔ مصیبت زدگان اجودھیا کی داستان۔ دلہنیں بدل گئیں (افسانہ) غلطی (افسانہ) رباعیات از فیروز پور۔ نظم اسلام اور عورت نظم ہندی مسلم خاتون سے۔ فلسفہ قربانی۔ خوشنما نیکلس از کانپوری۔ پردہ کا خونی دیوتا۔ مرغی۔ ماہ محرم۔ یگانہ محبت۔ دو پہلو۔ اسلامی تعلیم (از رانچی) عورت کی تعلیم اور شادی کا مسئلہ (از ضلع پلاموں) وقت۔ محبت کے طریقے۔ انتقام افسانہ کشیدہ کاری۔ لغزہ و داع۔ چند اخلاقی جملے۔ بجلی اور گلاب کا پھول۔ عدل جہانگیری۔ ایک لڑکی۔ دنیا کی ناپائیداری۔ نظم عصمت (از پٹنہ) محبت کی آڑ میں (افسانہ) کہانہ ماننے کا نتیجہ۔ نامکمل کہانی از میرٹھ۔ صبح کی سیر۔ نادر شاہ

ریویو

:۔ دواخانہ قاسمی تکیہ توکل شاہ سنگھاڑہ قطب روڈ دہلی نے ہمیں چند چیزیں بغرض ریویو بھیجیں ہیں یہ منجن سفید ہم نے بھی استعمال کر کے دیکھا واقعی دانتوں کے لئے مفید ہے اور دواخانہ کا یہ دعوےٰ کہ دانتوں کو سفید کر کے رطوبتوں کو زائل کر دیتا ہے۔ صحیح ہے منجن سرخ خوشبودار ہے اور عورتوں کے لئے موزوں ہے ہماری ایک عزیزہ کی رائے ہے کہ مسوڑھے اس سے مضبوط ہوتے ہیں۔ اور اس کے استعمال کے بعد صاف شفاف ہو جاتے ہیں۔

دردمندوں کے خطوط

قبلہ ام۔ آداب عرض ہے میرے شیر خوار بچے نے شدید علالت کے بعد غسل صحت کیا۔ اس خوشی میں مبلغ چار روپیہ تربیت گاہ بنات کے یتیم بچیوں کے لئے ارسال خدمت کر رہی ہوں۔ براہ کرم میرے دونوں بچوں محمد غیاث الدین تمیم اور ہمایوں ظفر کی صحت و سلامتی علم و فضل و اقبال کی دعا بچیوں سے کرا دیجے۔ نہایت ممنون ہوں گی۔ ز۔ ب مسز فضل کریم خاں بیپاپور منٹگمری

کرمی تسلیم۔ چالیس ۴۰ روپیہ بمد زکوٰۃ ارسال ہیں وصول فرمائیں اور رسید سے مطلع فرمائیں والسلام

محمودہ بیگم بنت خواجہ غلام حسن صاحب جہان آباد گیا

میری بہن حلیمۃ النسا سخت علیل ہے اس خواہش پر دس روپیہ تربیت گاہ بنات کے لیے ارسال خدمت کیے جاتے ہیں ہمشیرہ عزیزہ کی صحت یابی کے لیے بچیوں سے دعا کرا دیں نہایت ممنون ہوں گا۔ محمد عبد الاحد خاں خلیل شاہ جہاں پور

کرمی معظمی۔ آداب عرض۔ میری والدہ عرصہ سے بیمار اور داخل ہسپتال ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ پانچ روپیہ ارسال ہیں اکی کوئی چیز تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کو کھلا دیں۔ بڑی مہربانی ہوگی اور مریضہ کے لیے بچیاں دعائے خیر کریں۔ عفت بانو بنت سید اشفاق احمد اجمیر شریف

کرمی محترمی۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مبلغ دس روپیہ زکوٰۃ فنڈ میں سے تربیت گاہ بنات کی بچیوں کی نذر ہیں قبول فرمایئے گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

پروفیسر (ڈاکٹر) محمد صدر الدین لاہور

بزمِ عصمت

مجھے اردو میں نپولین بونا پارٹ شہنشاہ فرانس کی مکمل اور صحیح سوانح عمری کی سخت ضرورت ہے مہربانی کرکے کوئی بہن کتاب ملنے کے پتہ اور قیمت سے بذریعہ بزم عصمت مطلع کریں ممنون ہونگی۔

امجدی خاتون

(۱) کمالے کا عمدہ، بہترین تمباکو خوشبودار بنانے کی ترکیب درکار ہے کوئی بہن بذریعہ عصمت نسخہ عنایت فرمادیں۔

(۲) اہلیہ امت الحفیظ صاحبہ نے عصمت فروری ۳۳ء کے پرچہ میں خضاب کی ترکیب نسخہ تحریر فرمایا ہے اوس میں نے تیار کیا مگر اول تو باوجود امکانی کوشش کے سلور نائیٹریٹ حل نہیں ہوا حل کرنے کرتے مینے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیا گیا فوراً تہ نشین ہوگیا غالباً یہی وجہ ہو کہ خضاب کا رنگ بجائے سیاہ کے سرخ پیدا ہوتا ہے کیونکہ سلور نائیٹ کامل طور سے حل نہیں ہوسکا۔ محترمہ مہربانی فرماکر تحریر فرمادیں کہ حل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ آیا اوسکو حل ہونا چاہیے یا تہ نشین کرلیا جائے۔ میں نے بالکل اوسی ترکیب کے مطابق بنایا تھا جیسا کہ عصمت میں درج تھا۔

ایم خاتون از ہوبا

ناریل کا تیل سرسوں کا تیل مختلف خوشبوؤں میں بسانے کی آسان ترکیب مطلوب ہے۔ بنگال کیمیکل ورکس کے تیل بہترین بسے ہوئے ہوتے ہیں مگر گراں زیادہ ملتے ہیں۔ محترمہ بہن امت الحفیظ صاحبہ توجہ فرمائیں تو بہت ممنون ہونگی۔

شہر آرا بیگم

تقریباً ڈھائی ماہ سے میرے مسوڑوں میں درد اور ورم ہے مسوڑوں کو دبانے سے خفیف سی پیپ بھی نکل آتی ہے پائیریا کے انجکشن بھی کرائے گئے ہیں مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا درد اور ورم ویسے ہی ہے ڈاکٹری علاج کرنے سے بالکل آرام نہیں ہوا اگر کسی بہن یا بھائی کو کوئی مجرب انگریزی یا دیسی نسخہ معلوم ہو تو بذریعہ بزم عصمت لکھیں ہمیشہ احسان مند رہوں گی۔

حمیدالنسا

میری ممانی صاحبہ کی عمر زیادہ نہیں مگر انکے سر کے بال آدھے سے زیادہ سفید ہوگئے۔ عصمتی بہن کوئی مجرب نسخہ ہو یا کوئی مفید تیل ہو جو آزمایش کیا ہوا ہو اس سے بذریعہ عصمت مطلع فرمادیں

نجم النسا بیگم میٹوں والی باڑی

عصمتی بہن یا بھائی اقبال احمد صاحب مطلع فرمائیں کہ جاکلٹ رنگنے کی کیا ترکیب ہے ممنون ہونگی۔ جن عصمتی بہن نے ایمبرائڈری مشین منگوائی ہے لیکن استعمال نہ کرسکیں مجھے لکھیں بہت خوشی سے یہ خدمت انجام دونگی۔ فاطمہ بیگم مسز سید جعفر ایڈوکیٹ جعفر منزل لکھیم پور

اپریل کے عصمت میں ایک بہن صاحبہ نے دانتوں ڈاڑھوں کی سیاہی دور ہونے کی دوا لکھی ہے۔ لیکن ہائیڈروجن پورک ایسڈ کے متعلق صاف طور سے نہیں لکھا نہ اسکا وزن لکھا ایک تو ہائیڈروجن کان میں ڈالنے کا ہوتا ہے اس سے کلیاں کی جائیں گی بورک ایسڈ علیحدہ ہوتا ہے یا دونوں دوائیں ایک ہی میں ہوتی ہیں مہربانی فرماکر بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں کہ یہ دوائیں کہ یہ دوائیں علیحدہ ہیں یا ایک ہی میں ہیں اور اور کتنا وزن ہونا چاہیئے ٹھنڈا پانی ہو یا گرم ہو۔

جاڑے کے دنوں میں میرے ہاتھ اور پیر اتنا پھوٹتے ہیں کہ خربوزے کے چھلکے کے موافق ہوجاتے ہیں جس سے سخت تکلیف رہتی ہے۔ عصمتی بہنوں سے اُمید ہے کہ کوئی نسخہ تحریر کریں۔ گلیسرین اور واسلین سے کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔ شہربانو از بنگلور

بہ استفسار بہن حسن آرا بیگم بدایوں عرض ہے کہ آپ اپنا علاج قابل ہومیوپیتھک ڈاکٹر کا کرائیں کیونکہ اکثر ایسی حالتوں میں ہومیوپیتھک علاج مفید ثابت ہوتا ہے۔ یا پھر کسی حکیم کا۔ دہلی لکھنؤ میں اچھے اچھے طبیب ہیں اُن سے رجوع کریں یا اگر ممکن ہو تو میرٹھ کے ایک حکیم جنکا میں بھی علاج کرتی ہوں انکا علاج کریں پتہ یہ ہے۔ حکیم محمد میاں صاحب لال کرتی میرٹھ دوا سے زیادہ

غذا کی احتیاط کرنا چاہئے ہلکی اور مقوی زود ہضم غذا کھانا چاہئے
مثلاً چوزہ کی یخنی ہو بلا مصالحہ وغیرہ کے جگ میں ملیا کی جائے جو کا
دلیا جو سنڈیوں میں تمام انگریزی دکانوں پر دستیاب ہو سکتا ہے
اف ایل انڈہ اور وہ اشتہاری یا کسی اناڑی آدمی کی بتلائی ہوئی
دوا ہرگز نہ استعمال کرنا چاہئے۔ ہر گھڑی تراکثر ذیت انی مسنی
الضر وانت ارحم الراحمین۔ پڑھتی رہا کریں۔

میرے بدن میں کھجلی کی شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ رات کو زیادہ
ہو جاتی ہے۔ کیا کوئی بہن یا بھائی کسی آزمودہ نسخہ سے بذریعہ کارڈ
اطلاع دیکر شکر گزاری کا موقع دینگے کہ آئندہ ماہ کی اشاعت
عصمت تک تکلیف سے نجات حاصل ہو جائے۔
بیگم جمیل احمد اوناؤ۔

میں عصمتی بہنوں کو یہ خبر نہایت مسرت کے ساتھ سناتی
ہوں کہ ۱۱ مارچ کو اللہ تعالیٰ نے مسٹر مشیر حسن صاحب کو ابن بری
کو جو حقوق نسواں کے زبردست حامی ہیں بیٹا عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ
نو زائیدہ بچے کو ترقی حیات کے ساتھ علم اور دولت عطا کرے
اور والدین کے گود دوں میں پلے پھولے پھلے آمین
بچے کا نام "سید جاوید حسین مشیر" رکھا گیا ہے۔ کوئی بہن تاریخی نام نکالیں
تو عنایت ہوگی۔ خریدار نمبر ۸۴۰۴

میری چھوٹی بہن کی آنکھیں ہمیشہ ابل آتی ہیں علاج کرنے سے
چند دنوں کے لئے آرام ہو جاتا ہے مگر پھر وہی حالت ہو جاتی ہے
اگر کوئی بہن آزمودہ نسخہ بتائیں تو عین نوازش ہوگی۔
مسز سید عبد القیوم رشیدی

میری لڑکی کہ جس کی عمر ۹ سال کی ہے۔ اس کی Eye lid
پر ایک سفید داغ ہے۔ اس کا بہت علاج کیا ہے۔ مگر کچھ افاقہ
نہیں ہوا۔ لہٰذا کوئی بہن یا بھائی براہِ مہربانی اس داغ کو دور
کرنے کے لئے تحریر فرماویں۔
بیگم سید اختر خاں ازد ہرم کوٹ اندھاوا۔

میری بہن کو جس کی عمر ۱۸ سال کی ہے دو سال سے خفقان
کی شکایت ہے دل کمزور ہو گیا ہے بعض اوقات بہت گھبراتا
ہے۔ اور گھبراہٹ کے سبب سے رونا آتا ہے ہاتھ پاؤں سرد
ہو جاتے ہیں اکثر قبض لاحق رہتا ہے جسم بظاہر بادی النظر میں
تندرستی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن دراصل صحت تو فرق آگیا ہے
طاقت بہت کم ہے۔ تھوڑی دور چلنے سے ہی تھک کر آتا ہے۔
شادی ہنوز نہیں ہوئی ہے۔
براہ کرم کوئی بہن یا بھائی بذریعہ بزم عصمت کسی وجہ علاج سے
مطلع فرمائیں۔ خریدار نمبر ۹۰۶۲

میں نہایت مسرت سے اطلاع دیتی ہوں کہ عصمت کی مضمون نگار
ہمشیرہ محترمہ بیگم پروفیسر محمد مجیب کو خداوند کریم نے ۳ مارچ کو فرزند عطا
فرمایا۔ بچہ بہت پیارا ہے خدا اسکو پروان چڑھائے اور صاحب علم و
اقبال کرے۔ ایس آر لکھنو

۱۱ گذشتہ میں میری والدہ محترمہ ہم سب کو داغ جدائی دے گئیں۔ آہ
کیا بیان کروں وہ کیا تھیں ایک ہی وقت میں مفسر قرآن بلحدہ عالم تھیں
اُنکی جدائی اور فراق نے ہمارے دلوں کو بالکل ہلا دیا۔ مولانا صاحب
تیاں اور آپ اور عصمتی بہنیں والدہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں
اور ہمارے لئے دعائے صبر۔ مہرالنسا۔ اعتنت پور

[illegible]

آج کی ڈاک سے پانچ روپے روانہ کئے ہیں مرحوم بھائی کے ایصال
ثواب کے لئے۔ اور یہ قطعہ تاریخ وفات بھی روانہ کرتی ہوں اسکو عصمت
میں شایع کردیں تو بڑی مہربانی ہوگی جیسے صدمات میں نے سہے ہیں کسی
دشمن کو بھی نہ نصیب ہوں۔ دس سال پیشتر ہمارے والد اس تاریخ
۹ ذی الحجہ کو سنیچر کے دن ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے اب اسی تاریخ
اور اسی دن ہمارے بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب گھر میں کوئی مرد
کی صورت نہ رہی سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔ ناشرہ ہمشیرہ میر محراب خاں

قطعہ تاریخ وفات میر محراب خاں مرحوم

اس نوجوان کی موت بیتاک موت ہے — مقبول خاندان ہو اپنے وجود سے
صبر و شکیب حضرت ایوب چاہئے — ہوسا نا بدیں غم راحت رہ دے
وہ تربیت شباب و رنگینی حیات — تعمیر زندگی تا جن کے وجود سے
یکسر لحد جز و جسم مناہر کے رہ گئیں — بدلا وہ رنگ یک اجل کے ورود سے
اے عاشقان عالم اسباب کہنا — رکھنا نہ لطف کو تہمت و بود سے

دُوربین

عرب میں خانہ جنگی۔ امام یمن اور سلطان ابن سعود میں علاقہ بحران پر باہم جھگڑا ہوگیا۔ امام یمن نے اپنے ولیعہد کی تیز مزاجی کی وجہ سے مجبور ہوکے جنگ شروع کردی۔ ایک طرف عدن کی طرف کچھ علاقہ پر انگریزوں سے مدتوں سے اُسکا تنازعہ چلا آتا تھا وہ علاقہ انگریزوں کو دے کے اس طرف پوری توجہ کرنے کے لیئے فوجیں بڑھالی گئیں لیکن سعودی لشکر نے ہر جگہ یمنی فوجوں کو شکست دی اور بہت سا علاقہ ان کے ہاتھ آیا۔ انگریزی جہاز یمنی ساحل کے بندرگاہ حدیدہ پر لنگر انداز ہوگئے تاکہ برطانوی رعایا کی جان و مال محفوظ رہے۔ سعودی فوجوں نے حدیدہ فتح کرلیا۔ ولیعہد امیر فیصل وہاں کا امیر بنادیا گیا ہے۔ وہ فوج کی کمان بھی کر رہا ہے۔ یمن نے ابن سعود سے صلح کرلی۔

علیگڈھ کالج میں شکر رنجی۔ سر راس مسعود اس سر سید کے پوتے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کالج قایم کرنے میں صرف کردی اور باوجود مرفہ الحالی کے خالی ہاتھ مرے۔ ان کے بعد انکے بیٹے سید محمود سکریٹری رہے اور پھر نواب محسن الملک نواب وقارالملک کے زمانے آئے۔ یونیورسٹی قایم ہونے پر اب کچھ مدت سے سر راس مسعود یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں سے اخباروں میں یونیورسٹی کی مالی حالت پر غوغا مچ رہا ہے۔ یہ بھی اعتراض ہے کہ کہتے کو سر راس مسعود آنریری کام کر رہے ہیں مگر اُن کو الاؤنس کے نام سے ایک ہزار روپیہ سے زیادہ رقم ماہوار دی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ اب انہوں نے استعفےٰ دیدیا ہے۔ وجوہ کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ تخفیف مصارف کی کمیٹی نے جس میں سر موصوف بھی شامل تھے ایک سفارش یہ کی تھی کہ موجودہ رجسٹرار کی میعاد میں توسیع نہ کی جائے کیونکہ انکی سالانہ تنخواہ ۴ ہزار روپیہ کا بار بہت زیادہ ہے۔ حکومت ہند سے انکی خدمات مستعار لی گئی تھیں اب سر موصوف نے اپنی رائے بدل کے چاہا کہ کچھ بھی ہو۔ موجودہ رجسٹرار کو رکھا جائے۔ انتظامیہ انجمن نے اس بات کو نہ مانا۔ اسی طرح دو ایک اور وجوہ ہیں جن سے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سر موصوف محض جذبات کی وجہ سے کہ انکی بات مانی نہیں جاتی استعفےٰ دے رہے ہیں اور وہ کہیں باہر کسی بڑے عہدہ کی فکر میں ہیں۔ پہلے بھی تین چار دفعہ اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر استعفےٰ دے چکے ہیں اور یہاں سے نجات حاصل کرنے کی بار بار جدوجہد کرچکے ہیں۔ ملک بھر میں سر راس مسعود کی تائید میں جلسے ہورہے ہیں کہ انھیں استعفےٰ واپس لینے پر مجبور کیا جائے۔

بچہ چا کی بھینٹ۔ ضلع میرٹھ میں ایک شخص آج کل کی وضع کے مطابق چاء کا بڑا شایق تھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اسکا ایک ۹ سالہ بچہ بھی چا کا عاشق تھا۔ نوکر نے منہ اندھیرے باورچی خانہ میں آگ جلائی۔ وہ کسی کام سے باہر گیا۔ سب سوئے ہوئے تھے۔ بچہ کی آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ چپ چاپ باورچی خانہ میں جا پہنچا اور چاء کے شوق میں وہیں بیٹھ کے

آگ سے کھیلنے لگا۔ آگ کسی طرح اُس کے کپڑوں میں لگ گئی اور وہ وہیں چڑ مڑ ہو کے خاک کا ڈھیر ہو گیا۔ جب گھر والے چائے کے ارادہ سے صبح ہی باورچی خانہ میں گئے تو بچہ کو مرا ہوا پایا۔

مرکیوں پر بچہ کا قتل۔ ضلع حصار میں تین بچے مویشی چرا رہے تھے۔ دو دس دس برس کے تھے اور مقتول ۱۴ سال کا۔ ملزم آیا اور اُس نے تینوں کو کہا کہ چلو تمہیں خربوزے کھلاؤں۔ تینوں چل پڑے۔ پھر اُس نے دس دس برس کے لڑکوں سے کہا کہ تم مویشیوں کی حفاظت کرو تمہارے حصہ کے خربوزے مقتول لے آئے گا چنانچہ وہ رُک گئے۔ ملزم مقتول کو نہر کے کنارہ لے گیا اور اُسے اس میں ڈبو دیا اور اس کے کان کی طلائی مرکیاں نکال لیں۔ ملزم بعد میں گرفتار کر لیا گیا اور سشن سے اُسے موت کی سزا ملی۔ اب عدالت عالیہ لاہور نے اس کا اپیل نامنظور کر دیا ہے۔

عدالت میں کٹا ہوا ہاتھ۔ موضع دہپا میں ایک ۱۶ سالہ لڑکی گھر پر اکیلی تھی دوپہر کا وقت تھا۔ دو بدمعاش آئے اور اس کی عصمت پر حملہ کرنا چاہا۔ اُس نے مقابلہ کیا۔ اس پر انہوں نے غصہ میں آ کے ایک خنجر سے اسکا ہاتھ کلائی کے اوپر سے کاٹ ڈالا۔ لڑکی کے چیخنے پر پڑوسی آ گئے۔ پولیس نے ایک شخص کو گرفتار کر لیا اور دوسرا روپوش ہے عدالت میں جب لڑکی پیش کی گئی تو پولیس نے اسکا کٹا ہوا ہاتھ بوجہ ثبوت کے طور پر ایک کاغذ میں لپٹا ہوا پیش کیا۔

سکھ لڑکی کو انعام۔ سکھ لڑکی ہرنام کنور نے ڈاکوؤں سے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا تھا اور سخت زخمی ہوئی تھی۔ حکومت پنجاب نے اس کی شادی کے موقع پر اُسے ایک ہزار روپیہ نقد اور دو مربعے دینے کا اعلان کیا ہے اس کے تینوں بھائیوں کو بھی اسی قسم کے عطیے حاصل ہوئے ہیں۔ اس کی ماں کو دس روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے کیونکہ اس کا شوہر اس لڑائی میں مارا گیا۔

حاجیوں کی تعداد۔ اس سال حاجیوں کی تعداد حسب ذیل رہی۔ ۹۸۱۵ ہندوستانی۔ ۱۴۷۰ مصری۔ ۳۱۸۰ جاوا والے۔ ۲۳۱۶ شامی۔ ۱۹۱۵۔ الجیریا والے۔ ۱۳۳۳ سوڈان والے۔ ۴۵۰ عدن والے ۱۶۰ مشرقی افریقہ والے۔ کل ۲۳۳۳۹ لوگوں نے حج کیا۔ ان میں ہندوستانیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

ہندی کی کوشش۔ دہلی کے ۷۰ وکلا نے ایک محضرنامہ حکومت دہلی کو بھیجا ہے کہ وہ عدالتوں میں اردو اور انگریزی کے ساتھ ساتھ ہندی کو بھی سرکاری زبان قرار دیدے۔ ہندو جس کام کا ارادہ کرتے ہیں اس کے لیے برابر کمربستہ رہتے ہیں۔ مسلمان شور و غوغا اور نمایش خوب کرتے ہیں اور نتائج صفر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

تاروں کا جھرمٹ۔ لدھیانہ میں ایک سکھ عورت نے اپنی بہو کو سفوف دودھ میں ملا کے پینے کو کہا کہ اس سے اس کے گود کے بچہ کی پھنسیاں اچھی ہو جائیں گی وہ پیتے ہی بیہوش ہو گئی۔ عورت خطرہ میں ہے۔ ساس کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ لکھنؤ کے ایک ڈاکٹر کی بیوی مسز راجکماری پرشاد کو لکھنؤ میں وکالت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ یہ

ملا بلا ہیں۔ پہلی جنہیں وکالت کی اجازت ملی مسز لکشمی مینن ہیں۔ دہلی میں جمنا کے پل پر ایک ۱۳ سالہ مسلمان لڑکا ایک آتی ہوئی ریل کے سامنے لیٹ گیا۔ انجن والے نے جلدی سے انجن روکنے کی کوشش کی لیکن وہ رُکتے رُکتے بھی لڑکے تک رُکتا نظر آتا تھا۔ انجن میں سے دو آدمی کود گئے اور لڑکے کو پٹری پر سے اٹھا کے ایک طرف کر دیا۔ معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں کے ظلموں سے تنگ آ کے اس نے خودکشی کی ٹھان لی تھی۔ اب اس کا خودکشی کے الزام میں چالان ہو گیا ہے۔ ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں میں ایک ۳۰ سالہ سکھ عورت اپنی دو ساتھیوں کے ساتھ کھیت میں تھی کہ بجلی گری۔ وہ فوراً مر گئی اور اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ دونوں عورتیں اس سے ذرا پیچھے تھیں بجلی کے صدمہ سے بیہوش ہو گئیں۔ بعد میں انھیں ہوش آیا۔ امرتسر میں ایک ڈاک منشی نے مستعملہ ٹکٹ پارسل پر لگا دیئے۔ عدالت نے اُسے تین ماہ قید سخت اور ۲۵ روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔

پشاور کی ایک مسجد میں بلند آواز کا آلہ لگا دیا گیا مسلمانوں کی لیاقت ملاحظہ ہو کہ اس پر شور قیامت برپا کر دیا کہ یہ تو بدعت ہے۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ فتوے لیا جائے۔

امراوتی میں ایک چھوٹی بچی پانی میں بچھو پی گئی۔ اس نے گلے میں اٹک کے ڈنک مارنے شروع کئے۔ لڑکی درد سے بیہوش ہو گئی اور مر گئی۔ بچھو اس قدر زہریلا تھا کہ لڑکی کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ بچھو بھی بعد میں مرا ہوا نکلا۔ پانی دیکھ کے پینا چاہیئے۔

بنگال کے گورنر پر دو بنگالیوں نے گھوڑ دوڑ کے موقع پر دو گولیاں چلائیں لیکن بیکار گئیں۔ حملہ آور پکڑے گئے۔

لائلپور کی ایک ۱۱ سالہ سکھ لڑکی نے انٹرینس کا امتحان اول درجہ میں پاس کیا۔

بھوانی مدراس سے چھ میل پرے ایک گاؤں میں ایک شخص نے اپنی بیوی اور دو لڑکوں اور تین لڑکیوں کو سوتے ہوئے قتل کر ڈالا۔ وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔

ناگپور یونیورسٹی کے بی اے کے امتحان میں اول درجہ میں تین اُمیدوار کامیاب ہوئے جن میں دو عورتیں ہیں۔ یونیورسٹی بھر میں اس امتحان میں ایک پارسی عورت اول آئی ہے۔ بی اے میں کل سات عورتیں کامیاب ہوئیں۔

مئی کے پہلے ہفتہ میں ۳۰۰۲۲۰۹ روپیہ کا سونا ہندوستان سے باہر گیا۔ اب تک ۱۸۳۲۳۵۲۵۸۱ روپیہ کا سونا باہر جا چکا۔ لارڈ ولنگڈن بیماری کیلئے ولایت تشریف لیگئے ہیں انکی جگہ گورنر مدراس اسیر آگئے ہیں اور سر محمد عثمان مدراس کے قائم مقام گورنر۔

بالاگھاٹ (ناگپور) میونسپلٹی اپنے ضمنی قواعد مرتب کرنے والی ہے جن کی رو سے ہر نئی شادی کی اطلاع کمیٹی کو ۲۴ گھنٹے کے اندر کرنا ضرور ہوگی ورنہ صہ روپیہ جرمانہ کی سزا ہوگی۔

حکومت ترکی نے جبریہ شادی کا قانون نافذ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ کنواروں پر ایک نیا ٹیکس لگایا جائے گا جس سے تنگ آ کے وہ فوراً شادی کر لیا کرینگے۔

THE ISMAT DELHI
عصمت
سالگرہ نمبر
۱۹۳۳ء
شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے
پاکیزہ خیالات علمی و ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ جو زیر سرپرستی
حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ
ہر انگریزی مہینے کی ٹھیک ۳۰ تاریخ کو
HAFEEZ
ایڈیٹر رازق الخیری
چندہ سالانہ
تین روپے

اردو کا
سالگرہ نمبر ۱۹۳۴
رازق الخیری

فہرست مضامین رسالہ عصمت دہلی سالگرہ نمبر (جولائی اگست ۱۹۳۴ء) جلد ۵۳ نمبر ۱، ۲

مذہب، اخلاق، معاشرت، تمدن

تاریخ و سیر، سیر و سیاحت

افسانے، ڈرامے، ادب، انشا

نظمیں

خانہ داری، تربیت اطفال، حفظان صحت

صنعت و حرفت

مفید اور دلچسپ معلومات

متفرقات

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ

قسم خاص جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں ۱۰ روساے ۲۵ مہ ۔ والیان ریاست سے ۔ سوز اسپیشل پرچہ ایک روپیہ ممالک غیر ایک پونڈ

قسم اول جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے۔ پانچ روپیہ (۵) فی پرچہ سات آنے (۷) ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپے (۳) فی پرچہ پانچ آنے (۵)

رسالہ عصمت ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر میسرز اے ایچ ویلر کے بک اسٹال پر بھی ملتا ہے

باہتمام ابو المعین مولوی محمد امان الرحمن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا

بلاک کی تصویریں

تمام بلاک خاص طور پر اس سالگرہ نمبر کے لئے بنوائے گئے ہیں

رنگین تصویریں (۱) گمر گشت (۲) "آن" کی یاد میں (۳) عکسِ خیال

ایک رنگ کی تصویریں

(۴) جھولا۔ مضمون نگارانِ عصمت (۵) محترمہ صغرا ہمایوں مرزا (۶) محترمہ امتہ الحفیظ۔

بجلی سے علاج مضمون کے متعلق (۷) الٹرا وائلٹ کے علاج کا کمرہ (۸) کنٹھ مالا کے مریض کی گردن (۹) کنٹھ مالا کا مریض علاج کے بعد (۱۰) رکٹس کی ماری ہوئی بچی (۱۱) رکٹس کی مریضہ علاج کے بعد (۱۲) ایک دق کی ماری کمزور بچی (۱۳) دق کی ماری بچی علاج کے بعد (۱۴) ٹونسل کا الٹرا وائلٹ سے علاج (۱۵) دانت کے درد کا علاج (۱۶) انفرا ریڈ سے سینہ کے درد کا علاج (۱۷) ڈایا تھرمی سے گھٹنے کے درد کا علاج (۱۸) ڈایا تھرمی سے اوپریشن (۱۹) بجلی کی لہروں سے علاج کرانے کی مشین (۲۰) بجلی سے غسل دینے کا حمام (۲۱) ایکس رے مشین سے دل کا فوٹو (۲۲) پیٹ دل جگر کا معائنہ۔

عجیب و غریب رنڈیاں (مضمون کے متعلق) (۲۳) نصف مرد نصف عورت (۲۴) چار فٹ لمبی گردن کی عورت (۲۵) ۵من ۲۵ سیر کی عورت۔

ہندوستان کے قدیم باشندے مضمون کے متعلق (۲۶) چھوٹا ناگپور کے قدیم باشندوں کا ناچ (۲۷) ہاٹ کا منظر (۲۸) عورتیں اپنے سنگار کی چیزیں خرید رہی ہیں۔ (۲۹) رہائش کا ایک منظر

زلزلہ بہار مناظر (۳۰) مونگیر کا گمشدہ گھر (۳۱) جمال پور کا ایک عالیشان بنگلہ (۳۲) بیگم نواب محمد مہدی صاحب کا مکان۔

(چند) مشہور مقامات (۳۳) مقبرہ جہانگیر (۳۴) شاہی مسجد لاہور (۳۵) پٹنہ میوزیم (۳۶) مرشد آباد کا ایک امام باڑہ (۳۷) قلعہ نظامت مرشد آباد کا پھاٹک۔

دلکش مناظر (۳۸) کشمیر کی ایک سڑک پر برف (۳۹) لداخ کے راستہ میں برف (۴۰) عیدگاہ نماز کے بعد۔

عصمتی بہنوں کے تندرست بچے (۴۱) سلطانہ بیگم (۴۲) محمد طاہر (۴۳) منصور احمد (۴۴) سجاد احمد (۴۵) ننھے بہن بھائی (۴۶) مبارک بیگم، ناصر احمد (۴۷) عبداللطیف (۴۸) بہائی بہن (۴۹) محمد محسن (۵۰) علیم احمد (۵۱) صادقہ خاتون (۵۲) سنبھل کا ساکی (۵۳) سید ابوطاہر صاحب کے بھانجے۔

چند باتیں

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ عصمت کا بیسواں سال ختم ہوا۔ یہ اکیسویں سال کا پہلا پرچہ ہے اور حسب معمول سالگرہ نمبر کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔

عصمت ہر ماہ نہایت پابندیٔ وقت سے شائع ہوتا ہے۔ ہندوستان کے زنانہ رسالوں میں مضامین کے سب سے زیادہ صفحے دیتا ہے اور تصاویر سب سے زیادہ شائع کرتا ہے اور لکھائی چھپائی کاغذ وغیرہ کے اعتبار سے بھی اردو کے بہترین رسائل میں عصمت کسی سے پیچھے نہیں، باوجود ان تمام باتوں کے عصمت کی سب سے بڑی خصوصیت اس کے مضامین ہیں اور ہمیں امید ہے مضامین کے اعتبار سے عصمت کا یہ سالگرہ نمبر بھی ہندوستانی بیبیوں میں پسندیدگی اور قدر و قعت کی نظر سے دیکھا جائیگا۔

اس پرچہ میں جہاں عصمت کی مخصوص و مشہور قدیم مضمون نگار خواتین کے گراں قدر مضامین ہیں وہاں کئی ہونہار نئی لکھنے والی بیبیوں کے مضامین بھی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جائیں گے اس سالگرہ نمبر کی قدر و قیمت بڑھانے میں جہاں ان نامور لکھنے والی خواتین نے حصہ لیا ہے جن کی کتابوں سے زنانہ لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے وہاں یونیورسٹیوں کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنے والی عالمہ فاضلہ خواتین بھی پرچہ کی زینت بڑھا رہی ہیں ایک طرف اگر اس چمنستان ادب میں ان خواتین کے مہکتے ہوئے پھول کھلائے ہیں جن کی قابلیت طبقہ نسواں کے لئے باعث فخر ہے تو دوسری طرف ان انشاپردازوں اور شاعروں نے اس پرچہ کی آب و تاب کو بڑھایا ہے۔ جو آسمان ادب پر درخشندہ ستارے بن کر چمک رہے ہیں۔ اس پرچے میں

ایسے مضامین ہیں جن کا اقتصادی اور تعلیمی پہلو کے جانب بھی ہماری ہندوستانی بیبیاں کا خیال پر بہت کچھ قائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ کئی نہایت ضروری موضوعوں پر سنجیدگی اور متانت سے نہایت معقول بحث کی گئی ہے تو خوش مذاقی لطیفہ گوئی و ظرافت کے بھی عمدہ عمدہ نمونے ہیں، بعض مضامین نئے نئے موضوعات پر ہیں اور دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں بعض عنوانات میں جدت نہیں مگر نئے نئے خیالات کا سلیقہ اور خوبی سے اظہار کیا گیا ہے اور طرز تحریر میں دلاویزی ہے ایک طرف دلکش سبق آموز نتیجہ خیز بلند پایہ افسانے اور پراثر نظمیں ہیں تو دوسری طرف خانہ داری حفظان صحت بچوں کی پرورش صنعت و حرفت کے نہایت کام کے مضامین ہیں پاکیزہ خیالات کا یہ سالگرہ نمبر قابل قدر مجموعہ ہے تو ایسے مضامین بھی بہت کافی ہیں جن سے تعلیم یافتہ خواتین کی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوگا غرض مضامین کے لحاظ سے ہم نے عصمت کی خصوصیت کو قائم رکھنے کی پوری کوشش کی ہے

تصاویر عصمت کے سالگرہ نمبر کی تمام تصاویر خاص ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی سوائے ایک بلاک کے تمام بلاک خاص طور پر اس سالگرہ نمبر کے لئے بنوائے گئے ہیں۔ رنگین تصویریں ۳ ہیں عصمت کے مصور مسٹر عبدالحفیظ کی کئی رنگین تصویریں پہلے شائع ہو چکی ہیں اس دفعہ ان کی بنائی ہوئی رنگین تصویر صرف ایک ہی جس کے متعلق ڈاکٹر سید احمد صاحب کی موثر نظم ہے۔ دوسری رنگین تصویر گھونگٹ کے لئے ہم مراری آرٹ کمپنی کے ممنون ہیں تیسری رنگین تصویر بھی امید ہے دلچسپی سے دیکھی جائیگی ایک رنگ کی سادہ تصویریں ۰۵ ہیں جن میں قریباً دو تہائی تصویریں مضامین کے متعلق ہیں چنانچہ کپتان ڈاکٹر نصیرالدین احمد صاحب کے مضمون "بجلی سے علاج" کے متعلق ۱۶ تصویریں ہیں جن کی مدد سے [illegible] مضمون خوب اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتا ہے اس مضمون [illegible]

[illegible] کے شکار [illegible] سالہ
[illegible] کی [illegible] مضمون نگار [illegible] منظر
[illegible] صاحب کی تصاویر سے بھی [illegible]
[illegible] مضمون کے ساتھ [illegible] غریب تصویریں
[illegible] ہندوستان کے قدیم باشندوں کی چھ
تصویریں گذشتہ سال بھی بہنوں نے ملاحظہ فرمائی ہونگی
[illegible] تصویریں [illegible] مضمون کے ساتھ شائع کیجاتی ہیں۔ یہ
تصاویر اس لحاظ سے قابل ذکر ہیں کہ مضمون نگار صاحب
نے جنگلوں اور دیہات میں جاکر محض عصمتی بہنوں کی خاطر
یہ فوٹو کھینچے ہیں۔

فروری کے عصمت میں زلزلہ کے متعلق کپتان نصیر الدین
صاحب کا باتصویر مضمون شائع ہوا تھا اسی سلسلہ میں
۳ تصویریں اس پرچہ میں بھی دیجارہی ہیں۔ مشہور مقامات
اور مناظر کی تصاویر خاصی معقول تعداد میں ہیں۔ عصمتی
بہنوں کے تندرست بچوں کی تصویریں اس دفعہ بھی ایک
درجن سے زیادہ ہیں۔

نہایت ضروری اطلاع

سالگرہ نمبر حسب معمول

جولائی اور اگست کا یکجائی پرچہ ہے۔ اس پر لاگت
تین پرچوں سے بھی زیادہ کی آئی ہے۔ مگر صرف دو
ماہ کے پرچوں کی جگہ پیش کیا جا رہا ہے اس لئے اب
اگست میں رسالہ کا انتظار نہ کیجئے۔

نوٹ بک میں یہ پرچہ ملتے ہی لکھ لیجئے تاکہ اگست کی شروع
تاریخوں میں جب پرچہ نہ ملے تو آپ شکایتی خطوط روانہ
نہ فرمائیں جولائی اگست کے اس یکجائی پرچہ سالگرہ
کے بعد ۳ راگست کو ستمبر کا رسالہ شائع
ہوگا جس کی کتابت ختم ہو چکی ہے۔

دست کرم

خدا جزائے خیر دے ان ہمدرد مسلمانوں کو جنہوں نے گذشتہ
دوماہ میں تربیت گاہ کی مالی امداد فرمائی۔

نواب فخر الملک بہادر حیدرآباد دکن لعہ
اہلیہ مولوی حبیب الحق فخر الدین صاحب چھپرہ عصہ
حامد علی خانصاحب معرفت خاں بدیع الزماں خانصاحب ایٹہ
بی اے عبدالرزاق اینڈ سنز بنگلور چھاؤنی عہ
بیگم صاحبہ عبدالجلیل خاں صاحب ڈی سی بنارس لعہ

جنہوں نے دس دس روپے روانہ فرمایئے

مسز سعد اللہ خاں صاحب سیتاپور
مولوی اکبر علی صاحب بی اے بنارس شہر
بیگم صاحبہ مولوی عبدالقیوم صاحب جموں کشمیر
ام کے جوڈیشل او فیسر سید احمد حسن صاحب بھوپال
سید عوض علی صاحب منیجر ہینڈرا روڈ۔ سی پی
محمد سعید صاحب کوتوال اول چھاؤنی کانپور
سلمہ آمنہ بنت خواجہ فضل الٰہی صاحب لاہور
محمد یوسف خاں صاحب سکریٹری دیوبند
دختر قاضی محمد اسمٰعیل صاحب بجنور
بیگم صاحبہ خان بہادر حاجی محمد یونس خانصاحب تاملی علی گڈھ۔

راشد الخیری
تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی

عصمت

مدتوں کے بعد عصمت پر پڑی میری نظر
چھا گئی دل پر مسرت اس کا منظر دیکھ کر

اک زمانہ وہ تھا جب طفل کا اس کے عہد تھا
لوریوں کی تھی ضرورت اور یہ زیبِ عہد تھا

لائق اتاؤں کو اس کی تربیت کا تھا خیال
جاگزیں دل میں یہ تھا اس کو بنائیں بے مثال

چاہنے والوں کی اس کے تھی بہت تعداد کم
مسئلہ نشو و نما کا اس کے تھا کیا اہم

پیار آتا تھا مجھے بھی اس کی صورت دیکھ کر
بچپنے ہی سے تھی اس کی کچھ عجب دلکش نظر

تشنۂ مہر و محبت تھا یہ بچہ اس گھڑی
چاہنے والوں کو اس کے دم کی تھی ہر دم پڑی

رفتہ رفتہ خود بخود سب کو محبت ہو گئی
چند ہی دن میں ترقی کی بھی صورت ہو گئی

یا زمانہ وہ تھا یا اب آج ہے اس کا شباب
سیرت و صورت یہ دونوں ہی میں نکلا لاجواب

سالگرہ اس کا وہ نمبر تھا دیکھا تھا جسے
دیکھتے ہی حسن اس کا وجد ہم کرنے لگے

چشم بد دور۔ اپنی ہر خوبی میں ہے یہ بے نظیر
ملک کا آداب نسواں کے لئے کیوں ہو پھر سفیر

عمر ہے چھبیس سالہ اس کی ہے پورا جواں
بزم نسواں میں ادب اور خُلق کا ہے نغمہ خواں

زمزمے کرتا ہے اصلاحِ تمدن کے کبھی
اور بتاتا ہے کبھی یہ حسنِ طرزِ زندگی

اور رہائش کا کہیں بنتا ہے یہ خضرِ طریق
اقتصادی زندگی کا ہے کہیں مخلص رفیق

ارتقا کے بام کے زینوں کو بتلاتا ہے یہ
جادۂ تہذیبِ نفسانی پہ لے آتا ہے یہ

اک ذخیرہ پیش کر دیتا ہے معلومات کا
اور سکھاتا ہے کبھی یہ انضباط اوقات کا

مائل تعلیم ہیں اس سے خواتین ملک کی
اس کے دم سے ہر طرف ہے آج تحسین ملک کی

آج ہے اس کے سبب سے گرم میدانِ عمل
یہ بتا دیتا ہے ہر ہر بات کا موقع محل

جس طرف دیکھو ادھر بدلی ہوئی ہے اب فضا
پھونک دی عصمت نے نسواں میں ہوائے جانفزا!

کہہ رہی ہے صاف یہ علم و عمل کی روشنی
ہے سہیلی ان کی اب تہذیب اور شائستگی

قابلانہ ان کی تحریریں بتا دیتی ہیں صاف
جہل و نادانی کا اترا اب وہ ان پر سے غلاف

کر دیا تعلیمِ نسواں نے کچھ ایسا انقلاب
ان کا ہے ایک ایک مضموں قدر میں دُرِّ خوشاب

ہیں ادیبانِ جہاں سے ان کے کب مضمون کم
کوئی نازیبا نہیں کہتا انہیں اہلِ قلم

نہایت احتیاط سے درج کیا گیا ہے۔ عصمتی بہنوں کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوگی کہ عنقریب یہ مضامین کتابی صورت میں بھی شائع ہو گئے۔

۱۲۔ امتہ الحی صاحبہ دہلی (مصنفہ شہید وفا) کے مضامین قریباً چوتھائی صدی سے زنانہ پرچوں کی زینت بنا رہے ہیں۔ ان کے سبق آموز دلآویز افسانے اور نتیجہ خیز نصیحت آمیز معاشرتی اخلاقی اور مذہبی مضامین دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ محترمہ موصوفہ بہت سلجھے ہوئے خیالات رکھتی ہیں اور دقیق مسائل پر عام فہم پیرایہ میں خوش اسلوبی سے بحث فرماتی ہیں۔

۱۳۔ آمنہ نازلی صاحبہ دہلی (مؤلفہ عصمتی دستر خوان وغیرہ) کے مضامین کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مفہوم کو کم سے کم الفاظ میں بخوبی ادا کرتی ہیں۔ "ڈیوی" (سالگرہ نمبر) دو صفحہ کا مختصر افسانہ ہے۔ پلاٹ میں کوئی خاص جدت نہیں لیکن کافی دلچسپ، خاصہ موثر نصیحت آمیز اور سبق آموز ہے۔ زبان کی شیرینی، چھوٹے چھوٹے جملوں اور لطیف استعاروں سے انداز بیان میں ایک شان پیدا ہو گئی ہے، "سمدھنوں کو گالیاں" (اپریل) اور "ہماری محفلیں" (مئی) یہ دونوں مضمون بھی مختصر ہیں لیکن کامیاب، جن معاشرتی پہلوؤں پر خواتین کو متوجہ کیا گیا ہے وہ حقیقتاً جلد سے جلد اصلاح طلب ہیں۔

۲۰۔ اے آر بیگم ظہیر الدین صاحبہ دہلی اپنے طرز تحریر کی دلآویزی کے سبب پچھلے سال کی نئی مضمون نگار خواتین میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں "شادی کا شوق" (سالگرہ نمبر) بے انتہا دلچسپ مضمون ہے ایک ایک سطر میں سات سات آٹھ آٹھ مرتبہ لفظ "ش" کا استعمال اور اس طرح کہ کہیں معنی خبط ہوں نہ کوئی جملہ بے ترتیب ہو قابل داد ہے۔ ہمیں خوشی ہوگی اگر یہ بہن اپنے مخصوص طرز تحریر میں آیندہ بھی وقتاً فوقتاً مضامین لکھتی رہیں گی۔

۲۴۔ بلقیس جمال خاتون صاحبہ بریلوی۔ (مصنفہ آئینہ جمال) حلقۂ عصمت کی مقبول و مشہور شاعرہ ہیں اور گزشتہ سات آٹھ سال میں انھوں نے عصمتی بہنوں کے لیے بعض نظمیں نہایت عمدہ لکھی ہیں۔ سالگرہ نمبر (نومبر) اور جنوری کے پرچوں کی نظمیں موقع کی مناسبت سے لکھی گئی ہیں "قربان گاہ وفا" جذبات نگاری کے اعتبار سے بہت کامیاب ہے۔

۲۷۔ بیگم خان عبد الرشید صاحبہ لاہور کے مضامین دو ڈھائی سال سے شائع ہو رہے ہیں اور اگر مضمون نگاری کی مشق کرتی رہیں تو مستقبل قریب میں کامیاب لکھنے والیوں میں انکا شمار ہوگا دسمبر اور اپریل کے پرچوں میں ان کے جو مضامین شائع ہوئے ہیں خاصے دلچسپ اور مفید ہیں۔

۳۰۔ بیگم محمد سمیع اللہ صاحبہ لاہور کے مضامین سال گزشتہ کی نئی لکھنے والیوں میں اس سال سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں مضمون کے لئے یہ بہن عموماً کوئی کار آمد عنوان منتخب کرتی ہیں معلومات عامہ اور خانہ داری پر ان کے کئی مضامین اس سال شائع ہوئے ہیں جو بڑی حد تک مفید کہے جا سکتے ہیں۔

۳۵۔ بیگم محمد رفیق علی صاحبہ شاہ آباد بھی پچھلے سال کی لکھنے والیوں میں سے ہیں ستمبر اور فروری کے دونوں مضمون بعنوان بچوں کے ہومیوپیتھک علاج تجربہ کی بنا پر لکھے گئے ہیں اور خواتین ان سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

۳۸۔ جمیلہ بیگم صاحبہ کلکتہ اس سال کی نئی مضمون نگار خواتین میں سے ہیں۔ اپنے خیالات کو سلیقہ کے ساتھ عام فہم پیرایہ میں ادا کرتی ہیں "بچوں کی غذا" (نومبر) اور "ہم بچوں کو کیا سکھائیں" (جون)

دونوں مضمون قابل قدر ہیں اور غور و فکر کے بعد محنت سے لکھے گئے ہیں۔

۴۴۔ح۔ انیتا بنت سیٹھ ابو رنگون کے مضامین

عصمت کئی سال سے شائع ہو رہے ہیں لیکن مضمون نگار خواتین میں نمایاں حیثیت انہوں نے اس سال حاصل کی ہے۔ "بچوں کی پرورش" (سالگرہ نمبر) ذاتی مشاہدات کی بنا پر لکھا گیا ہے اور اپنے موضوع پر بہترین مضمون ہے اور ان خواتین کے لئے جن کی گود میں ننھے بچے ہیں۔ بہت مفید ہے جو واقعات مضمون میں بیان کیے گئے ہیں۔ نہایت درد انگیز اور سبق آموز ہیں۔ "بزمِ خواتین" (ستمبر) مختصر مضمون ہے لیکن نہایت دلچسپ۔ "ساس کا برتاؤ داماد کے ساتھ" (نومبر) اور "نوکروں کے خصائل" (دسمبر) یہ دونوں مضمون بھی دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت مفید ہیں۔

جنوری کے پرچہ کا مضمون "سبز ترکاریوں کے فائدے" مفید معلومات سے پُر ہے یہ مضمون بہت محنت سے لکھا گیا ہے۔ فروری کا مضمون "مذہب سے غفلت کی وجہ" عنوان کے لحاظ سے خشک ہے مگر اندازِ بیان میں دلکشی ہے۔ جن اسباب پر ح۔ا صاحبہ نے بحث فرمائی ہے واقعی اصلاح طلب ہیں اور گھن کی طرح مسلمانوں کو اندر ہی اندر نقصان پہنچا رہے ہیں۔ "نباہ" (مارچ) اس سال کے بہترین تمدنی مضامین میں سے ہے۔ "فرقہ اناث پر آنحضرت صلعم کا لطف و کرم" (مئی) موضوع میں جدت نہیں مگر پیرایہ بیان دلنشین ہے۔ ح۔ا صاحبہ کے مضامین اس لحاظ سے قابل تعریف ہوتے ہیں کہ مضمون کو بڑھانے کی کوشش نہیں کرتیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے مضامین اسی موضوع کے دوسرے لمبے چوڑے مضامین پر اس اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں۔

۴۶۔ حسن النساء صاحبہ حیدرآباد دکن کا ترجمہ

افسانہ "جوہرِ شرافت" (جنوری) اس سال کے بہترین اخلاقی افسانوں میں سے ہے۔ ترجمہ کے لئے ایسے بلند پایہ افسانہ کا انتخاب حسن آرا صاحبہ کے بلند ادبی مذاق کا ثبوت ہے۔

۴۵۔ حمیدہ خانم صاحبہ ام اے میسور

کا گزشتہ سال ایک مضمون بعنوان "تعلیم یافتہ لڑکیاں" شائع ہوا تھا جس پر سالگرہ نمبر ۳۲ء میں ہم اپنے خیالات کا تفصیل کے ساتھ اظہار کر چکے ہیں۔ "مسلمان لڑکیوں کے لئے انگریزی تعلیم کی ضرورت" (جون) اس سلسلہ کی دوسری کڑی ہے۔ حمیدہ خانم صاحبہ کے خیالات کچھ شک نہیں قابل قدر اور ان کی دلایل نہایت معقول ہیں۔ انگریزی تعلیم کا حاصل کرنا لڑکیوں کے لئے اس زمانہ کی ایک نہایت اہم ضرورت ہے۔ دور اندیشی۔ عاقبت بینی۔ یہی ہے کہ جو لوگ اعلیٰ تعلیم یافتہ دامادوں کے خواہشمند ہوں وہ پہلے اپنی لڑکیوں کو انگریزی کی معقول تعلیم سے مزین کر دیں لیکن وہ اسی وقت مبارکباد کے مستحق ہیں جب کہ مشرقیت لڑکیوں میں سے فنا نہ ہو۔ ہندو لڑکیاں بی۔ اے۔ ام اے کی جماعتوں میں پہنچ کر بھی گاڑھے کی ساڑھیاں باندھتی اور گھر کے سب کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتی ہیں مگر مسلمان لڑکیاں انٹرنس بھی نہیں کرنے پاتیں کہ مذہب کے نام سے متنفر، فیشن کی شیدائیاں مغرب کی دلدادہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ یہ خرابی تربیت کی ہے۔ والدین کی غفلت اور لاپرواہی اس کی ذمہ دار ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک طرف ان کا دماغ علوم متمدن کے پھولوں سے مہک رہا ہو تو دوسری طرف ان کا دل مذہب مقدس کے جواہر ریزوں سے مالا مال ہو اور اعلیٰ تعلیم پا کر جہاں انہیں اپنے حقوق کا احساس پیدا ہو وہاں اپنے فرائض کو بھی بخوبی ادا کر سکیں انہیں

"شمع انجمن" بنے پہ ہی نازنہ ہوں وہ پہلے "چراغ خانہ"
ہونے پر فخر کر سکیں۔ سوسائٹی میں وہ کتنی ہی عزت کی نظر
سے دیکھی جاتی ہوں مگر مقدم یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری
میں ماہر ہوں اور گھر کا انتظام حسن و سلیقے کے ساتھ کر سکیں
محترمہ حمیدہ خانم کچھ تو خرابی صحت کی بنا پر اور کچھ تعلیمی
مصروفیت کے سبب کہ ایک سال میں انہیں ایم اے
کرنا تھا اس سال زیادہ مضامین نہ لکھ سکیں لیکن سال آیندہ
ان کے مضامین نہایت معقول تعداد میں شایع ہوں گے۔

۴۷۔ خدیجہ بائی صاحبہ اندھیری بمبئی

عصمت کی نامور
دستکار بہن ہیں جن کے کام پر زنانہ نمائشوں میں بھی انعامات
دئے گئے ہیں۔ وضع وضع کی زنانہ دستکاریاں جانتی ہیں
انکے دستکاری کے مضامین دانی حلقوں میں بہت قدر اور
عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ نمونے نہایت خوبصورت
بناتی ہیں اور ترکیبیں اس قابلیت سے لکھتی ہیں کہ بآسانی
سمجھ میں آجائیں۔ ان بہن کی کتاب "سلمہ ستارہ کا کام"
جسکا دستکار بہنوں کو دو ڈھائی سال سے انتظار ہو رہا ہے
انشاء اللہ نومبر تک شایع ہو جائے گی۔

۴۸۔ خورشید آرا بیگم صاحبہ منشی فاضل امروہی

عصمتی بہنوں کی محبوب مقبول شاعرہ ہیں اور عصمت کے
ذریعہ گذشتہ نو دس سال سے طبقہ نسواں اور ادب اردو
کی قیمتی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ ان کی قومی اور ملی
اخلاقی اور تاریخی اور مناظر قدرت کی نظمیں ادبی حلقوں
میں نہایت وقعت سے دیکھی جاتی ہیں افسوس ہے اس
سال ان کی نظموں کی تعداد بہت کم ہے لیکن خورشید آرا
صاحبہ کو عصمت سے سچی محبت ہے اور ہمیں یقین ہے کہ
آیندہ سال انکی نظمیں مثل سابق معقول تعداد میں شایع
ہوں گی۔

۵۰۔ رابعہ خاتون صاحبہ پنہاں امرتسر

بھی چھ سات سال سے اوراق عصمت کی اپنی دلکش نظموں
سے زینت بڑھا رہی ہیں۔ رابعہ پنہاں صاحبہ گنتی کی ان چند
خواتین میں سے ہیں جنکی نظمیں مذاق صحیح اور ذوق سلیم سے
خراج تحسین حاصل کرتی ہیں۔ "شب ماہ" (سالگرہ نمبر)
"موسم برسات" (نومبر) دونوں نظموں میں مناظر قدرت کی
مصوری خوب کی گئی ہے۔ ان بہن کی نظموں کی ایک خصوصیت
بالعموم ہر سال رہتی ہے کہ موقع کی مناسبت سے لکھی جاتی
ہیں چنانچہ اس سال بھی ان کی تین نظموں کی یہ خصوصیت
قایم ہے۔

۵۱۔ ر۔ س صبا جبہ

نئی مضمون نگار ہیں اور اس سال کی نئی
لکھنے والیوں میں انہیں کے مضامین
سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ انکی تحریر سے ہونہاری ٹپک
رہی ہے "گانا" (اپریل) انکا بہترین مضمون ہے اور ایک
اہم موضوع پر شگفتہ پیرایہ میں لکھا گیا ہے اور حق رکھتا ہے کہ
جو والدین قدامت پرست ہیں اور لڑکیوں کی آزادی کو
پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے لیکن اپنی لڑکیوں کے خوشگوار
مستقبل کے آرزومند ہیں وہ بھی ٹھنڈے دل سے اس
مضمون پر تھوڑی دیر کے لئے غور فرمالیں۔ "موٹاپا اور اسکا
علاج" (نومبر) "غازی دور" (مئی) "آواز" (جون) تینوں
مضمون بہت کارآمد ہیں۔

۵۲۔ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی

سالہا سال
سے عصمت کی گراں قدر قلمی امانت فرما رہی ہیں افسوس ہے
اس سال ان کے مضامین شمار میں کچھ زیادہ نہیں "کتے کی
قبر" (اپریل) نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز مضمون ہے اور
بتا رہا ہے کہ مسلمان اپنی جہالت سے کیا کیا گل کھلاتے
ہیں۔"

۶۳۔ مسز وقار مہدی بیگم صاحبہ (رنی دیبتی)

عصمت کی قدیم و مخصوص مضمون نگار ہیں۔ ان کے مذہبی اخلاقی معاشرتی مضامین خصوصیت کے ساتھ قابل مطالعہ ہوتے ہیں۔ اپنے خیالات کو ترتیب اور سلیقہ کے ساتھ قلمبند کرنے کی قدرت رکھتی ہیں۔ تحریر میں روانی ہے "میل جول میں اصلاح" (سالگرہ نمبر) ایک ضروری موضوع پر قابل قدر مضمون ہے جس میں خواتین کو ان امور پر متوجہ کیا گیا ہے جن کی طرف سے اکثر غفلت برتی جاتی ہے لیکن جن کا میل جول میں پورا پورا خیال رکھنا چاہئے "عورت کا رعب" (اپریل) نہایت مدلل نہایت مؤثر اور بے حد قابل تعریف مضمون ہے اور ہر شریف بی بی سے خراج تحسین حاصل کرے گا۔ مسز مہدی بیگم صاحبہ کے مضامین شمار میں اس دفعہ کافی شائع ہوئے ہیں۔

۶۴۔ شہر آرا بیگم صاحبہ مرادآبادی کے مضامین

پچھلے سال سے شائع ہو رہے ہیں۔ یہ بہن بہت ہونہار معلوم ہوتی ہیں۔ علمی تاریخی مضامین کافی مطالعہ کے بعد دلچسپ پیرایہ میں لکھتی ہیں اور ان سے معلومات میں اچھا اضافہ ہوتا ہے افسانے بھی خاصے لکھ لیتی ہیں۔

۶۵۔ شہربانو صاحبہ گیا عصمت کی مخصوص مضمون نگار ہیں اور مسلسل چار

پانچ سال سے مختلف موضوعوں پر مفید مضامین لکھ رہی ہیں ان کے بعض علمی تاریخی سیاسی اقتصادی مضامین نہایت بلند پایہ شائع ہوئے ہیں۔ شہربانو صاحبہ کے بعض مضامین گو عام دلچسپی کے نہیں ہوتے لیکن معلومات سے پُر بڑی محنت اور کاوش سے لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی تحریر میں پختگی اور روانی ہے اس سال سب سے زیادہ مضامین انہیں بہن کے شائع ہوئے ہیں اور سب مضامین اپنی اپنی جگہ دلچسپ اور کارآمد ہیں۔

صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ام آرائے پیس حیدرآباد دکن

عصمت کی نامور مضمون نگار ہیں اور ان معتدد خواتین میں سے ہیں جو ہمیشہ عصمت کو اپنا پرچہ سمجھتی ہیں اور مضمونوں سے کتابوں سے خریداروں سے مشوروں سے غرض ہر طرح عصمت کی مدد کرتی رہتی ہیں۔ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ہندوستان کی مشہور مصنفہ ہیں اور ان کی کتابیں ادبی اور نسوانی حلقوں میں کافی مقبول ہیں۔ ان کے مضامین بیدار آور و تام کر بھی نہیں ہوتی برجستہ لکھتی ہیں طرز بیان میں دلکشی ہے اپنے مفہوم کو عام فہم زبان میں ادا کرتی ہیں۔ "جرمنی پولیس کا کتا" تصویر (سالگرہ نمبر) اور "بچوں کی امدادی انجمن" (ستمبر) دونوں مضمون نتیجہ خیز ہیں اور معلومات میں اضافہ کرتے ہیں "پریشانیوں سے نجات" (مارچ) اپنے موضوع پر بہترین مضمون ہے۔

۶۷۔ غدیر فاطمہ بیگم صاحبہ دہلی (مؤلفہ گلدستہ کشیدہ)

محترمہ خدیجہ بائی کی طرح یہ بہن بھی مختلف قسم کی زنانہ دستکاریاں جانتی ہیں اور حلقہ عصمت میں دستکاری کے مضامین انکے بھی پسندیدگی اور قدر کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ معاشرتی تاریخی تنقیدی مضامین بھی لکھتی ہیں "سکندر اعظم" (سالگرہ نمبر) محققانہ مدلل مضمون ہے اور "زچہ خانہ" (مئی) اپنے موضوع پر نہایت کامیاب شادی شدہ عورتوں کے لئے اسکا مطالعہ یقیناً نہایت مفید ہوگا۔

۶۸۔ فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ بنگلوری (مؤلفہ عصمتی گرشیا)

کے مضامین اب تین چار سال سے بہت کم چھپ رہے ہیں پہلے ہر سال ان کے مضامین شمار میں بہت معقول ہوتے تھے۔ یہ بھی مشہور دستکار ہیں۔ اگرچہ اس سال انکا کوئی دستکاری کا مضمون نہیں چھپا

ہوئیں مضمون شائع ہوئے ہیں ترجمے ہیں اور ان کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بہن طبعزاد مضامین بھی اچھے لکھ سکتی ہیں۔

۷۵۔ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی (کیمبل پور ا۔ ڈ۔ ہ)

گذشتہ سال کی نئی لکھنے والیوں میں سے ہیں۔ انھوں نے "امداد اول" (فروری، مارچ، مئی) بہت مفید مضمون لکھا ہے اور نہایت محنت احتیاط اور توجہ سے، اور لڑکیاں اگر سمجھنے کی کوشش کریں تو اس مضمون سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ یہ بہن بھی پرانی دستکاریوں کی مشہور ماہر ہیں۔ ان کی خیالی کی کتاب جس کا خواتین کو تقریباً ایک سال سے انتظار ہو رہا ہے اب عنقریب دفتر عصمت سے شائع ہونے والی ہے۔

۷۶۔ فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل مصنفہ "غیرت کی پتلی" سابق اڈیٹر شریف بی بی

ملک کی ان گنی چنی چند خواتین سے ہیں جنکی قابلیت طبقہ نسواں کے لئے باعث فخر ہے اور جو عرصہ دراز سے اپنی بہنوں کی بیش بہا خدمات انجام دے رہی ہیں ان کی تحریر بھی مؤثر ہوتی ہے اور تقریر بھی دلنشین۔ ٹھوس عمل کام بھی انھوں نے عورتوں کے لئے کئے ہیں۔ ان کا اور ان کی بہنوں کا یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرلینا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ بہن لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کی حامی ہیں لیکن مشن سکولوں میں تعلیم پانے اور مشنری عورتوں کی صحبت میں رہنے سے لڑکیوں پر جو اثر پڑسکتا ہے اور اسلام سے دور ہٹ کر مغرب کی اندھا دھند نقالی کرنے کے جو جو نتائج ہو سکتے ہیں محترمہ موصوفہ نے ان کا خوب اچھی طرح مطالعہ کیا ہے اس لئے لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلہ میں محترمہ فاطمہ بیگم کے مضامین خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اس موضوع پر "تعلیم نسواں منزل مقصود سے دور" (اکتوبر) اور "مشن سکولوں کی تعلیم رنگ لائے گی" (دسمبر) اس سال بھی یہ دو مضمون ان کے شائع ہوئے ہیں جو مدت دراز کے مشاہدے اور مطالعہ کا نتیجہ ہیں ان درد انگیز مؤثر مضامین میں اسلام کا حقیقی درد رکھنے والے، عاقبت اندیش انجام بین سمجھدار والدین کے لئے نصیحت اور عبرت کا بہت کچھ سبق موجود ہے۔ محترمہ فاطمہ بیگم کی سیاحت پونا کے حالات بھی امید ہے خواتین نے دلچسپی کے ساتھ پڑھے ہونگے۔

۸۱۔ قیصرہ بیگم صاحبہ کلکتہ

کے مضامین گذشتہ سال سے درج رسالہ ہوتے ہیں۔ یہ بہن اگر مضمون نگاری کی مشق کرتی رہیں تو بہت اچھے اچھے مضامین لکھنے لگیں گی "لڑکی پر ٹیکس" (مئی) انھوں نے قابل تعریف مضمون لکھا ہے بنگال کا یہ دستور کہ لڑکی کی شادی کے وقت باپ کو ایک معقول رقم دا دا کرنا پڑتی ہے تعلیم اسلام کے خلاف نہایت بیہودہ قابل نفریں انسانیت سوز رواج ہے جس کی اصلاح کی طرف بنگال کی تعلیم یافتہ دردمند مسلم خواتین کو جلد از جلد پوری توجہ کرنی چاہئے۔ مضمون درد انگیز اور بہت مؤثر ہے۔ "اعتراف شکست" (مارچ) نصیحت آمیز نتیجہ خیز دلکش افسانہ ہے۔

۸۳۔ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل رجعول کشمیر

عصمت کی مخصوص مضمون نگاروں میں ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ خانہ داری، حفظان صحت، تیمارداری، بچوں کی تربیت وغیرہ کے سلسلہ میں ان کے نہایت قیمتی مضامین سے اوراق عصمت کی شان بڑھی ہے۔ تمدنی تعلیمی اخلاقی امور پر بھی ان کے سلجھے ہوئے خیالات اور سنجیدہ بحثیں نہایت معقول ہوتی ہیں۔ "ساس بہو کے جھگڑے" (سالگرہ نمبر) اور "دردمند بہنوں سے" دونوں مضمون دلسوزی اور دردمندی سے لکھے گئے ہیں اور ان میں ہماری معاشرت کے بعض تاریک پہلوؤں پر فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔ کنیز محمد بیگم صاحبہ کے چھوٹے چھوٹے خیالی مضامین اس سال بھی شائع ہوئے ہیں۔

۸۷۔ محمدی بیگم صاحبہ بی اے حیدرآباد دکن کا قدیم عصمت

مضمون نگار محترمہ قیصری بیگم (حیدرآباد) کی صاحبزادی ہیں انہوں نے میٹرک کے امتحان میں یہ ساری یونیورسٹی میں اول آئی تھیں۔ انکی انگریزی اور عربی کی قابلیت اسلامی تاریخ اور ادب اُردو کی واقفیت اور مذہبی معلومات حیرت انگیز ہیں۔ سکریٹری انجمن خواتین دکن کی حیثیت سے انہوں نے کئی سال تک اپنی قومی بہنوں کے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ مجھی بیگم صاحبہ کو مضمون نگاری میں بھی خاص ملکہ حاصل ہے افسوس انکی صحت درست نہ تھی ورنہ اس سال انکے مضامین کی معقول تعداد ہوتی ہیں اُمید ہے کہ سالگرہ نمبر میں کم سے کم چار مضمون لکھنے والی خواتین کی فہرست میں مجھی بیگم صاحبہ کا نام بھی نظر آئے گا۔

۹۱- مسز برلاس (اشرف جہان بیگم صاحبہ)

دلی کی مشہور انشاپرداز اور "فغان اشرف" جیسے مؤثر اصلاحی ناول کی مصنفہ ہیں۔ انکا طرز تحریر نہایت دلچسپ بے تکلفی سادگی اور بے ساختگی کی جان ہے۔ آج کل اپنے شوہر پروفیسر نور الحسن صاحب برلاس کے ساتھ جاپان میں مقیم ہیں۔ سنہ ۲۱ء اور سنہ ۲۲ء میں محترمہ مسز نعلی نے جاپانی خواتین کے متعلق گراں قدر مضامین سے اوراق عصمت کی زینت بڑھائی تھی اب محترمہ مسز برلاس وعدہ کرتی ہیں کہ جاپان کے متعلق مضامین بھیج کر عصمتی بہنوں کی معلومات میں مزید اضافہ کرینگی۔

۹۷- معتصمۃ الرحمن صاحبہ حیدرآباد دکن

اسی سال کی لکھنے والی ہیں اور ہونہار معلوم ہوتی ہیں۔ تحریر میں دلکشی ہے "ڈاک خانہ (سالگرہ نمبر) اور "نیشن" (اپریل) عنوان دونوں کچھ خشک سے ہیں مگر مضمون دونوں دلچسپ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ "نسناک پیار" نہایت دلآویز افسانہ ہے۔ ترجمہ بھی بہت اچھا کیا گیا ہے۔

۹۸- منظور مبارک علی صاحب منٹگمری

کے مضامین بالعموم خانہ داری اور حفظان صحت کے متعلق ہوتے ہیں "ترکاریاں سکھانا" (سالگرہ نمبر) نہایت کارآمد مضمون ہے۔ یہ بہن اخلاق اور معاشرتی مضامین بھی خاصے لکھ لیتی ہیں

۹۹- مہر النساء صاحبہ (اننت پور- مدراس)

مؤلفہ "نامور خواتین اندلس" کے مضامین اس سال بھی معقول تعداد میں شائع ہوئے ہیں، یہ بہن مختلف موضوعوں پر لکھتی ہیں۔ "نو مسلم" (اکتوبر) اور "تیمار گر" (جون) دونوں طبع زاد افسانے خوب ہیں۔ کافی دلچسپ اور نتیجہ خیز۔ پلاٹ میں تنوع ہے۔ کردار نگاری بھی کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ "خوفناک جزیرے" (نومبر) اور "ناصح" (جون) یہ دونوں مضمون انشائے لطیف کے عمدہ نمونے ہیں "اخلاق و عادات" (فروری) کے واقعات بہت محنت سے جمع کیے گئے ہیں۔ انداز بیان بھی ادیبانہ شان کا ہے ان بہن کے تاریخی مضامین خصوصیت سے قابل ذکر ہوتے ہیں دو تین اس سال بھی شائع ہوئے ہیں۔ "شہنشاہ اکبر کی زندگی کا ایک ورق" ترجمہ ہے لیکن اس قدر کامیاب کہ طبع زاد معلوم ہوتا ہے۔ مضمون نہایت دلچسپ اور مؤثر ہے اور اکثر سطریں کئی کئی بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

۱۰۴- نشاط افزا صاحبہ کلکتہ

کے مضامین مختلف رنگ کی زنانہ دستکاریوں پر اس سال سب سے زیادہ شائع ہوئے ہیں۔ یہ بہن نمونے نہایت خوشنما بہت خوبصورت بناتی ہیں ترکیبیں بھی مکمل عام فہم ہوتی ہیں۔

۱۰۵- نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے حیدرآباد دکن

کی بلند پایہ نظمیں اب دو ایک سال سے بہت کم شائع ہو رہی ہیں جسکی وجہ انکی خرابی صحت ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ خدا انہیں جلد از جلد پوری صحت عطا فرمائے۔

۱۰۷- و- ا بلقیس بیگم صاحبہ

مصنفہ "خانہ داری کے تجربے" "مفید نسواں" وغیرہ کا شمار کمتی کی ان چند خواتین میں سے ہے جو ہندوستان کی قابل فخر لکھنے والیاں ہیں انکی تحریر میں غضب کی روانی اور پختگی ہے۔ سیدھی سادی عام فہم زبان اور نہایت شستہ عبارت لکھتی ہیں انکی سنجیدہ تمدنی معاشرتی تعلیمی بحثیں اور خانہ داری اور حفظان صحت پر نہایت کارآمد مضامین تعلیم یافتہ خواتین میں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں افسوس ہے اس سال انکے مضامین سال گزشتہ کے مقابلہ میں کچھ ا

نہیں وقت اور کام کی کفایت" خانہ داری کے سلسلہ میں اس سال کا بہترین مضمون ہے جس سے لڑکیوں اور عورتوں کو کام کی بہت سی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

محترمہ ۔ ا۔ افسانہ نگار نہیں لیکن اکتوبر کے پرچہ میں انکا جو سبق آموز دردانگیز افسانہ "نصیرہ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے اکثر اعتبار سے کامیاب کہا جاسکتا ہے۔

نئی لکھنے والی خواتین

میں محترمات لمقیس صفوی (راکورا) بیگم اصغر حسین نگرامی (لکھنؤ) بیگم عبدالرحمن خاں ب۔ ن ابراہیم (مدراس) ام عاصمہ (نگینہ گڑ) جمیلہ خاتون (بدایون) حمیدہ نذیر (کانپور) سیدہ بیگم (گڑایار) صالحہ خاتون بانی پتی لطف النسا بیگم بنت حضرت شاطر مدراسی مسز حمید (لکھنؤ) مسز غلام حسین (رنگون) کے ایک ایک دو دو مضمون شائع ہوئے ہیں یہ خواتین مشق کرتی رہیں تو مضمون نگاری میں جلد ترقی کرسکتی ہیں۔

محترمات بیگم کپتان نصیر الدین احمد (کلکتہ) حفیظہ جمال حیدرآباد دکن مسز ام الحلیمہ مریم جمیل کلکتہ۔ شرافت بیگم (رہتک) عائشہ بیگم (مسز غلام رسول) لاہور۔ نواب قمر جہاں بیگم لکھنؤ۔ ن عطار اللہ مسز فضل (دہلی) اور نزہت افضل لاہور کے مضامین کئی سال سے شائع ہو رہے ہیں لیکن اس سال ان معزز بیبیوں کے صرف ایک ایک دو دو مضمون ہی درج رسالہ ہوئے ہیں ہمیں امید ہے ان میں سے کئی بیگمات کے مضامین سال آیندہ اس سال سے زیادہ شائع ہونگے۔

عصمت کے دور اولین کی ممتاز مضمون نگاروں میں محترمات مدر سجاد حیدر علیہ بیگم نیقی۔ حامدہ بیگم خیری اور بیگم عبداللہ کے مضامین شائع ہوئے مدتیں گذر گئیں۔ اسی طرح افسوس ہے کہ محترمات ظفر جہاں بیگم۔ مسز یوسف الزماں۔ انیس فاطمہ بنت لبوق مرحوم علیہ نصرت خانم کلکتہ۔ خورشید اقبال حیا۔ ہربائی مس فاطمہ صدیقہ بیگم صاحبزادی (۱) اور لطیف بیگم۔ سلطانہ آصف ابجی۔ خیر النسا بیگم بشیر حیدرآبادی۔ افضل النسا بیگم جوہری۔ بیگم حفاظت علی۔ بیگم یار محمد بیگم عباس علی مدراس۔ عابدہ بیگم رعنا۔ ممتاز رفیع بیگم مارہروی۔ لمقیس جہ بیگم نور جہاں بیگم ناز۔ حجاب اسمٰعیل بنت والدہ پور شاد۔ تہذیب فاطمہ عباسی۔

کرشن کماری کرسوی۔ رضیہ دلشاد۔ اختر خانم بنت عباس ایرانی سلمہ مرتضیٰ بی اے علیا المغربلی۔ مسز عبدالغنی گوڑش اور سکندری حیدرآباد دکن کا اس سال نام کہیں کوئی مضمون درج رسالہ نہ ہوا ہمیں خوشی ہوگی اگر ان متعدد خواتین کے نام سنتائیسویں سال کے مضمون نگاروں کی فہرست میں نظر آئیں گے۔

ب

۱۰۹۔ سید ابو طاہر صاحب دانوری ایس سی کے

مضامین تین سال سے شائع ہوتے ہیں انکے تفریحی مضامین میں بنجیدہ ظرافت ہوتی ہے پھکڑپن جو مذاق سلیم کو گراں گذرے ڈھونڈنے سے بھی کسی مضمون میں نہ ملیگا۔ سید صاحب تہذیب اور متانت سے ہنسا ہوا کہیں نکلاتے ہیں لکھتے۔ یہ بڑی خصوصیت ہے جو ملک کے بہت سے مشہور مذاح نگار حضرات کی تحریر میں نظر نہیں آتی۔ ہل چل (دسمبر) نہایت کامیاب تفریحی لیکن اصلاحی ڈراما ہے۔ اس میں دکھایا گیا ہے کہ ایک شریف خاندان میں جہاں اعلیٰ تعلیم کی کمی ہے ڈاکٹر کے آنے پر کیا طوفان بدتمیزی برپا ہوجاتا ہے۔ "کپڑوں کی دھلائی" کے عنوان سے سید صاحب نے جو سلسلہ مضامین شروع کیا ہے اس سے وہ خواتین بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں جنکی نگاہوں میں وقت اور روپیہ کی کچھ وقعت ہے۔

۱۱۱۔ افسر الشعرا حضرت آغا شاعر صاحب قزلباش دہلی کے

باکمال شعرا کی آخری یادگار ہیں انکے استاد حضرت داغ زبان کے بادشاہ تھے آغا صاحب کی زبان بھی موجودہ شعرا میں جواب نہیں رکھتی۔ اس سال آغا صاحب کی نظمیں سب سے زیادہ شائع ہوئی ہیں۔

۱۱۲۔ اقبال احمد صاحب

بھوپال کے مضامین کپڑوں کی چھپائی کے متعلق سال گذشتہ سے شائع ہو رہے ہیں۔ یہ مضامین محض کتابی علم کی بنا پر نہیں لکھے گئے بلکہ ذاتی تجربے ہنات محنت اور توجہ سے قلمبند کیے گئے ہیں۔ اسی لیے خواتین میں یہ مضامین بہت مقبول ہو رہے ہیں۔

۱۱۶۔ رفمنشی / پریم چند بی اے

ملک کے بہترین افسانہ نگاروں میں نہایت ممتاز درجہ رکھتے ہیں انکے افسانوں کے پلاٹ میں جو حسن نظر

[illegible] دلکش ہوتی ہے کردار نگاری میں [illegible] صاحب کو کمال حاصل ہے تو جذبات بھی خوب کرتے ہیں۔ [illegible] مجموعہ [illegible] اور سہ دا ای ہے "عیدگاہ" رسالگرہ نمبر کا [illegible] دونوں اعلیٰ درجہ کے افسانے ہیں۔

۱۱۷۔ لالہ تلوک چند صاحب محروم بی اے ہندوستان کے نامور شاعر ہیں۔ اور اپنی بلند پایہ نظموں سے پانچ دس سال سے زیادہ عصمت کی دلچسپیاں بڑھا رہے ہیں۔ خواتین کے مطلب کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظمیں لکھنے والے سارے ملک میں ایسے قادر الکلام شعر اگنتی کے چند ہیں۔

۱۱۸۔ تقی علی صاحب ہاشمی (ناگپور) کے مضامین زیادہ تر ہندی افسانوں کا ترجمہ ہوتے ہیں ہاشمی صاحب کو ترجمہ کرنے میں خوب مہارت ہے افسانے بھی درد انگیز اور سبق آموز ہوتے ہیں اس سال انکے ترجمہ کئے ہوئے چار افسانے شائع ہوئے ہیں اور چاروں اچھے ہیں۔

۱۱۹۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی عصمت کے مخصوص شاعر اور ملک کے ممتاز افسانہ نگار ہیں۔ شاکر صاحب کی نظم بھی عام فہم سلیس ہوتی ہے اور نثر بھی۔ جذبات نگاری میں ڈاکٹر صاحب کو خاص ملکہ ہے انکی نظمیں نہایت مؤثر اور افسانے نہایت دلچسپ ہوتے ہیں۔

۱۲۹۔ حضرت عزیز لکھنوی عصمت کے مخصوص اور ملک کے ایہ ناز شاعر ہیں۔ اور مدت دراز سے انکی نظمیں حلقہ عصمت میں نہایت قدر و قعت اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جا رہی ہیں۔ سوز و گداز اور درد و اثر حضرت عزیز کی نظموں کی بڑی خصوصیات ہیں۔

۱۳۷۔ مولوی محمد ظفر صاحب ام اے ال ال بی اُردو کے نامور ادیب ہیں اور عصمت کے مخصوص ممتاز قلمی معاون۔ مدت دراز سے انکے ہر پرچہ میں دو مضمون مستقل طور پر شائع ہو رہے ہیں "سیر بینی" کے عنوان سے بیشمار کی نئی نئی دلچسپ معلومات۔ بڑی محنت سے جمع کی جاتی ہیں "[illegible] دھوبی" کے نوٹ شوق حلقوں میں غیر معمولی پسندیدگی اور شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اس سال دفتر عصمت کو مولوی صاحب کی ایک نہایت قابل قدر کتاب "سگھڑ بیٹی" طبع کرنے کا فخر حاصل ہوا ہے "سگھڑ بیٹی" سگھڑاپا اور آرائش خوبصورتی اور تندرستی اور گھر داری سے متعلق نہایت کامیاب کتاب ہے اور اس لئے بھی کہ خیال پرستی اور [illegible] کی نیا دعتہ نقال کا بہت دور ہے اور تعلیم یافتہ لڑکیوں کی صحت بالعموم درست نہیں رہتی مولوی محمد ظفر صاحب نے چھ سال کی محنت کے بعد یہ کتاب تالیف فرما کر ہندوستانی خواتین کی ایک بڑی خدمت انجام دی ہے۔

۱۴۱۔ مفتاح الدین صاحب ظفر بی ایس ایس کے اس سال تین مضمون بچوں کی ذہنی امداد کے متعلق شائع ہوئے ہیں اور تینوں مضمون اس قابل ہیں کہ نئے بچوں کی ماں ان کا ایک ایک حرف غور سے پڑھیں۔

۱۴۲۔ کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کے اس سال بھی کئی بیش بہا طبی مضامین شائع ہوئے ہیں ہم محترمہ نصیر بیگم کا کس طرح شکریہ ادا کریں کہ وہ جناب ڈاکٹر صاحب سے ہر سال عصمت کیلئے بہت سے بہترین مضامین لکھوا رہی ہیں اور اپنا خرچ کر کے عمدہ عمدہ تصاویر بھجوا رہی ہیں۔ جنگ عظیم اور عورت" رسالگرہ نمبر اور "زلزلہ" (مارچ) دونوں اتصویر مضمون نہایت محنت سے خوش اسلوبی کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور ان میں زیادہ سے زیادہ معلومات دلچسپ پیرایہ میں فراہم کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی بیش بہا کتاب زچہ خانہ جسکا دو سال سے انتظار ہو رہا ہے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اسکے جلد از جلد شائع ہو جائے۔

اس سال نامور افسانہ نگار ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی اور پروفیسر علی عباس صاحب حسینی ام اے اور مایہ ناز شعرا ملک ہاد و چودھری خوشی محمد صاحب ناظر بی اے اور خواجہ محمد عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی اور مشہور صحافی حضرت نسیم حضرت امام اکبر آبادی اور عصمت کی قدیم مضمون نگار محترمہ ام الحلیمہ بیگم کے شوہر پروفیسر طاہر جمیل ام اے اور دکن کے مشہور ادیب مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی کا صرف ایک ایک مضمون یا نظم شائع ہوئی ہے کاش ان حضرت کے مضمونوں اور نظموں کی تعداد کچھ زیادہ ہوتی۔ مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب دہلوی بی اے۔ مولوی محمد حسین صاحب محوی صدیقی لکھنوی۔ مسٹر ضیاء الدین برنی ایم اے۔ مولوی سید راحت حسین بی اے ال ال بی۔ سید ابو تمیم صاحب فریدآبادی۔ پروفیسر ستار خیری ام اے کے مضامین اس سال بالکل شائع نہیں ہوئے ان حضرات سے ہمیں مخلصانہ شکایت ہے۔

راشد الخیری

نہایت کارآمد مضامین ہیں۔ ان تینوں بہنوں کو ۵-۵ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں۔

معاشرتی تمدنی مضامین کے لحاظ سے تسلی سابق یہ سال بھی نہایت کامیاب "سناہ" (مارچ) اور "داماد کے ساتھ برتاؤ" (نومبر) از محترمہ ح-ا ابو تمیل عمل" (سالگرہ نمبر) از محترمہ سردار محمدی بیگم "ساس بہو کے جھگڑے" (سالگرہ نمبر) از محترمہ کنیز محمد بیگم عشقی فاضل "اور لڑکی پرٹیکس" (مئی) از محترمہ قیصرہ بیگم یہ سب مضامین اپنی اپنی جگہ دلچسپ اور مفید ہیں۔ اس دفعہ اور ۵ روپیہ بڑھا کر ۲۰ روپیہ کا یہ انعام برابر کے چار حصوں میں ان محترم خواتین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اخلاقی مضامین اس سال کچھ زیادہ نہیں چھپے ۵ روپیہ کا انعام "خوش اخلاقی" (جنوری) پر سردار محمدی بیگم صاحبہ کو دیا جاتا ہے۔

تاریخی مضامین کی تعداد اس سال بھی معقول رہی مگر اتفاق سے [illegible] ۱۰ روپیہ کا انعام [illegible] دو مضامین "ممتاز بابر کی زندگی کا ایک ورق" (مارچ) اور "اخلاق و عادات" (فروری) پر دیا جاتا ہے شہر آرا بیگم صاحبہ کا مضمون "رستم کی لاد" (سالگرہ نمبر) بھی ۵ روپیہ کے انعام کے مستحق ہے۔

مذہبی مضامین بھی اس سال بڑے نہیں ہے ۱۰ روپیہ کا انعام محترمہ رابعہ کرمانیہ صاحبہ کے مضامین پر دیا جاتا ہے اور ۵ روپیہ سردار محمدی بیگم صاحبہ کی تحریر انکے قابل قدر مضمون "عورت کے رعب" (اپریل) پر۔

تفریحی مضامین کے لحاظ سے یہ سال کچھ زیادہ کامیاب نہیں خوش طبع خوش مذاق مضمون نگار خواتین کو اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ لیکن بالعموم جس قسم کے مذاحیہ مضامین مردانہ رسالوں میں چھپتے ہیں ان میں چند تیں عصمت کے لئے سنجیدہ ظرافت ہونی چاہئے۔ خواتین کے تفریحی مضامین میں محترمہ شہر بانو صاحبہ کا مضمون "چوڑی والی تجن" ۵ روپیہ کے انعام کا مستحق ہے۔

سیر و سیاحت کے مضامین اس سال بھی خاصی تعداد میں شائع ہوئے ہیں۔ ان میں محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ عشقی فاضل کا مضمون "چار دن پونا میں" خصوصیت سے قابل ذکر ہے اس پر ۵ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔

تعلیمی مضامین خاصے اچھے رہے محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ عشقی فاضل کے دونوں مضمون "تعلیم نسواں منزل مقصود سے دور" (اکتوبر) اور "مشن سکولوں کی تعلیم" اس سال کے بہترین مضامین میں سے ہیں یہ ۱۰ روپیہ کا انعام محترمہ موصوفہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

تنقیدی مضامین قابل امتحان میں یہ ۱۰ روپیہ کا انعام محترمات شہر بانو اور عذرا فاطمہ میں برابر تقسیم کیا جاتا ہے ان کے مضامین "مرحومہ خاتون اکرم اور نسوانی صحافت" (اکتوبر) اور "سنگھار خانہ" (مئی) پر

علمی مضامین سال گزشتہ کے مقابلہ میں اس سال کچھ کم [illegible] بطور انعام شہر بانو صاحبہ کے مضامین کو دئے جاتے ہیں

مختصر ادبی مضامین کے لحاظ سے یہ سال بھی اچھا رہا۔ ایس بی طاہرہ صاحبہ کو انکے مضامین پر ۱۰ روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے

ڈرامہ عورتوں کا لکھا ہوا کوئی قابل انعام ڈرامہ اس سال نہیں چھپا مضمون نگار خواتین کو اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئے

افسانوں کے اعتبار سے ہر سال کی طرح امسال بھی نہایت کامیاب رہا۔ طبع زاد افسانوں میں "نومسلم" (اکتوبر) اور "نجومی" محترمہ مہر النساء نے خوب لکھے ہیں۔ بنگالی ہندی انگریزی فرانسیسی زبانوں کے بہترین افسانوں کے کامیاب ترجمے بھی نہایت معقول تعداد میں [illegible] مضمون جن خواتین کے اس سال شائع ہوئے ہیں ان میں ترجمہ کے قابل انعام افسانے "چھٹی" (سالگرہ نمبر) اور "کوہ قاف" (ستمبر) ایس کے صغرا صاحبہ سبزواریہ کے ہیں۔ ان دونوں بہنوں کی خدمت میں ۱۰-۱۰ روپیہ پیش کئے جاتے ہیں۔

نظمیں

باوجود اس کے کہ اس سال عصمت کی کئی مخصوص شاعرنہیں اپنے پرچہ پر کچھ زیادہ توجہ نہ فرا سکیں یہ سال بھی نظموں کے اعتبار سے کامیاب رہا۔ موقعہ و مناسبت کے لحاظ سے رابعہ پنہاں صاحبہ کی کئی نظمیں شایع ہوئی ہیں ۱۰ روپیہ کا انعام انکی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور ۵۔ ۵ روپیہ محترمات ملقبس جمال اور خورشید آرا بیگم منشی فاضل کی خدمت میں۔ محترمہ خورشید آرا کی نظمیں اس سال صرف تین شایع ہوئی ہیں مگر وہ سالہا سال سے عصمت کی بیش بہا امداد فرما رہی ہیں۔

تقریر

یہ انعام ۵ روپیہ کا صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے انکی اس تقریر پر جو انہوں نے ... بچوں کے ... پڑھی تھی۔

تصاویر

سے اس سال بھی محترمات بیگم کلثوم نصیر الدین احمد اور صغرا ہمایوں مرزا نے عصمت کی زینت بڑھانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے ان دونوں محترم خواتین کی خدمت میں ۱۰۔ ۱۰ روپیہ بطور انعام پیش کیے جاتے ہیں۔

تعداد مضامین

سب سے زیادہ مضامین محترمات ... اور امتہ الحفیظ کے ہیں۔ ... دونوں بہنوں کے مضامین برابر ہیں مگر امتہ الحفیظ صاحبہ کے مضامین صرف ایک ہی موضوع کے ہیں جس پر انہیں صنعت و حرفت کا درجہ اول کا انعام بھی مل چکا ہے اس کے علاوہ انکے دو ایک مضمون صرف ایک ایک صفحہ ہی کے ہیں اسلئے اول درجہ کا انعام ۱۵ روپیہ کی مستحق شہر بانو صاحبہ ہیں بلکہ محترمہ ح۔ ا۔ ابو سے صرف ایک مضمون زیادہ شایع ہوا ہے ۱۰۔ ۱۰ روپیہ کے دو انعام امتہ الحفیظ صاحبہ اور ح۔ ا۔ ابو صاحبہ کو بھی دیئے جاتے ہیں

توسیع اشاعت

کا مضمون نگاری سے کچھ تعلق نہیں۔ لیکن جس طرح کسی ماہوار رسالہ کے لئے سب سے مقدم اعلیٰ درجہ کے غیر مطبوعہ مضامین ہیں اسیطرح کسی پرچہ کی ترقی اسوقت تک نہیں ہو سکتی جب تک خریدار زیادہ سے زیادہ نہ ہوں۔ افسوس ہے اس سال عصمتی بہنوں نے اپنے پرچہ کی اشاعت بڑھانے میں بہت کم حصہ لیا اور کم سے کم ۵ خریدار کسی بہن نے بھی اس سال نہیں کئے

متفرق انعامات

سال گذشتہ محترمہ مسز تغلق نے جاپانی خواتین کے متعلق ۳ قابل قدر مضامین لکھے تھے لیکن مضمون نگار بہن کی فہرست میں انکے صرف دو مضمونوں کے عنوان درج ہوئے اور انکے بہترین اور قابل انعام مضمون عنوان "ترانی" کا عنوان فہرست میں درج ہونے سے رہ گیا اسی طرح محترمہ آمنہ بیگم ظہیر الدین کا مضمون "آج کا چرچا" طرز تحریر کی دلکشی کے اعتبار سے قابل انعام تھا۔ ان دونوں محترم خواتین کی خدمت میں ۵۔ ۵ روپے کے انعامات اب سال بھر بعد پیش کئے جاتے ہیں ہمیں بے حد ندامت ہے کہ سال گذشتہ یہ انعامات سہواً رہ گئے محترمہ بیگم نسیم اللہ کا خصوصیت کے ساتھ کوئی قابل انعام مضمون اس سال نہیں چھپا لیکن انکے مضامین کی تعداد معقول ہے۔ محترمہ فاطمہ بیگم کا مضمون "امداد اہل نمائش کار آمد اور خواتین کے لئے اشد ضروری ہے ۵۔ ۵ روپیہ ان بہنوں کو بھی بطور انعام دے جاتے ہیں۔

جن بہنوں نے خانہ داری کی مصروفیات اور تعلیمی مشاغل سے وقت نکال کر اور جن خواتین نے باوجود خرابی صحت کے اس سال عصمت کے لئے مضامین لکھے اور ہزاروں ہندوستانی بیبیوں کو اپنے خیالات سے فایدہ اٹھانے کا موقع دیا ان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ جن منتخب خواتین کی خدمت میں انعامات پیش کئے جا رہے ہیں ہمیں ان سے ندامت ہے کہ انکے مضامین کی پوری پوری قدر نہ کی جا سکی۔ یہ انعامات ہمیں اعتراف ہے کہ مالیت کے اعتبار سے نہایت ہی کم قیمت اور حقیر ہیں لیکن چونکہ جنت مکانی کی یادگار کے طور پر تقسیم کئے جاتے ہیں یقین ہے ہماری عزیز اور محترم بہنیں انہیں قبول فرمائیں گی اور وقعت کی نظر سے دیکھیں گی۔

راشد الخیری

اس سال کے خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق بیبیاں

۱- محترمہ شہربانو — مجوہ (بہار) — (۱۵ + ۵ + ۵ + ۵) — ۳۰ روپے

۲- محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ام اے ایس — (حیدرآباد دکن) — (۱۰ + ۵ + ۱۰) — ۲۵ "

۳- محترمہ سردار محمدی بیگم آف لونی — (صوبہ بمبئی) — (۵ + ۵ + ۵ + ۵) — ۲۰ "

۴- محترمہ مہرالنسا مؤلفہ "[illegible] خواتین اندلس" — (انشت پور، مدراس) — (۱۰ + ۱۰) — ۲۰ "

۵- محترمہ ح- ابو- — رنگون — (۱۰ + ۵ + ۵) — ۲۰ "

۶- محترمہ امتہ الحفیظ — دارکا- کاٹھیاواڑ — (۱۰ + ۱۰) — ۲۰ "

۷- محترمہ رفیعہ امیر کرا بہ مصنفہ تبرک — [illegible] — (۱۰ + ۵) — ۱۵ "

۸- محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل — (بمبئی) — (۱۰ + ۵) — ۱۵ "

۹- محترمہ ر- ا- مؤلفہ "خانہ داری کے تجربے" — آگرہ — ۱۰ "

۱۰- محترمہ رابعہ خاتون پنہاں — امرتسر — ۱۰ "

۱۱- محترمہ ایس بی طاہرہ — پشاور — ۱۰ "

۱۲- محترمہ بیگم کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد — ہوڑہ — ۱۰ "

۱۳- محترمہ بیس کے صغرا سبزواریہ کلکتہ ۱۰ روپے

۱۴- محترمہ شہرآرا بیگم مرادآباد — ۱۰ "

۵-۵ روپے کے انعامات حاصل کرنیوالی خواتین

۱۵- محترمہ رمنطورہ بارک ملی منٹگمری)

۱۶- محترمہ آمنہ محمد بیگم منشی فاضل [illegible] کشمیر

۱۷- محترمہ حبیبہ بیگم کلکتہ

۱۸- محترمہ لیقیس جمال مصنفہ "آئینہ جمال" میرٹھ

۱۹- محترمہ نشاط افزا کلکتہ

۲۰- محترمہ خورشید آرا بیگم منشی فاضل امراؤتی

۲۱- محترمہ قیصرہ بیگم کلکتہ

۲۲- محترمہ غدیر فاطمہ مؤلفہ "گلدستہ کشیدہ" دہلی

۲۳- محترمہ فاطمہ بیگم منشی نکیم پور اودہ

۲۴- محترمہ مسز فضلی مؤلفہ "جاپانی کہانیاں" دہلی

۲۵- اے آر بیگم ظہیر الدین گونڈہ

۲۶- محترمہ خدیجہ بائی مؤلفہ "تلسہ تارہ کا کام" اندھیری بمبئی۔

۲۷- محترمہ بیگم سمیع اللہ لاہور

انعامات حاصل کرنے والی یہ محترم خواتین حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ، خاکسار ایڈیٹر اور تمام عصمتی بہنوں کی طرف سے اس علمی ترقی پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

سازق الخیری

محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ام آر اے ایس لندن گولڈ میڈلسٹ۔
صدر انجمن خواتین دکن عصمت کی مشہور مضمون نگار ۱۳ کتابوں کی مصنف

محترمہ امت الحفیظ صاحبہ نامہ نگار عصمت

بیگم شیخ نذیر احمد گوجرانوالہ کے بچے

[illegible] تو اس نے کہا۔

مسلمان بھائیوں اور بہنوں ہم دونوں بہنیں یعنی میں اور میری حقیقی بہن صغریٰ آپ کو اسلام کے دو رُخ دکھا رہی ہیں میں اسلام کی حقیقی تصویر ہوں جس کی رگ رگ سے آقائے نامدار پر درود کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور صغریٰ آج کل کے مسلمانوں کا اسلام ہے جس کا ہر سانس خود غرضی اور نفسانیت کی فضاؤں میں آ اور جا رہا ہے۔ یہ خود کسی غلطی کی ذمہ دار نہیں اس بدنصیب کو اسلام کے معنی یہی بتائے گئے تھے کہ ہر وہ چیز اور ہر وہ بات جو خدا اور رسول کے نام سے اس کے سامنے پیش کی جائے یہ بغیر سوچے سمجھے اس پر ایمان لے آئے اور سر جھکا دے۔ میں بھی اسی کی بہن ہوں اور گو میری اور اس کی تعلیم و تربیت ایک ہی گھر سے ہوئی مگر میں نے اسلام کے ہر حکم کو اپنے ضمیر کی کسوٹی پر پرکھا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ مذہب مقدس محمدؐ نا ہنجار مسلمانوں کے ہاتھوں پڑ کر خود بھی رسوا ہو رہا ہے اور اپنے پیروؤں کو بھی خوار کر رہا ہے۔ میرے شوہر نے اپنی موت کے بعد ایک اور اس کے شوہر نے دو بچے پرورش کے واسطے چھوڑے۔ یہ ہمارے مرنے والے شوہروں کی امانت تھی اور ہماری انسانیت کا پہلا فرض یہ تھا کہ ہم اس دنیا میں ان بچوں کے واسطے جگہ پیدا کریں۔ ایک نفس کے مقابلہ میں مرنے والوں کے حقوق ممتا اور انسانیت کے فرائض کا وزن کچھ کم نہ تھا۔ ایثار اور قربانی کی مسلمان عورت کا [illegible] سامنے تو یہ سوال تھا ہی نہیں بحث کا دارومدار چونکہ اسی چیز پر [illegible] کا ذکر [illegible] شوہر [illegible] چھوڑ گئے تھے جو ہمارے لال تھے اور ہم کو اپنی زندگیاں ان ہی پر [illegible] مولانا [illegible] کی طرح کوئی بات نہ تھی قرآن و حدیث کے جھوٹے نعرے لگا ہوا پڑھا جاتا مولانا نکاح [illegible] صرف ایک بات قابل غور ہے اور وہ قرآن اولیٰ کا مسلمان عورتیں۔ افسوس نہیں [illegible] مسلمان یہاں بھی نفس کا شکار [illegible] بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد [illegible] اس لئے ضرورت تھی کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو یہ تھا وہ اصول جس پر کاربند ہو کر اس دور کی بیواؤں کے واسطے نکاح ضروری سمجھا جا رہا تھا مگر آج کل جب ہمارے مولانا جیسے مسلمان پیدا ہو رہے ہیں ایسے مسلمانوں کا پیدا کرنا بجائے خود ایک گناہ ہے۔ آپ حضرات نے دیکھ اور سن لیا کہ سوتیلا باپ معصوم بچوں کے واسطے کیسا ثابت ہوا، ظلم چونکہ ایک مرد کے ہاتھ میں تھی اس لئے یہ نہ سنا ہو گا کہ **سوتیلے باپ کے مظالم سوتیلی ماں سے زیادہ جگر خراش ہو سکتے ہیں**۔ اور ایک جفا کار شوہر جنت کے باغ دکھا کر کس طرح ایک عورت اور اس کے بچوں کو تاراج کر سکتا ہے میں نے اپنے پیارے ظہیر کو جس کی آج شادی ہے جس طرح پالا اس طرح اس کو دنیا میں عزت سے زندہ رہنے کے قابل بھی بنا دیا۔ اب میرا فرض ختم ہو گیا۔ بچہ کی پرورش کچھ مشکل کام نہیں۔ ضرورت اس کی تعلیم و تربیت کی ہے میرے ذمے ایک اور فرض بھی تھا جس کا آپ صاحبوں کو علم نہیں۔ اور وہ میرے والدین کی امانت میری عزیز بہن صغریٰ کی امانت تھی اس نے باوجود میری مخالفت کے محل کے دھوکے میں آ کر نکاح کیا اور غارت ہوئی۔ اب میں جو کچھ اپنی ماں جائی کی مدد کر سکتی تھی وہ یہ کہ اس کی خدمت میں ظہیر جیسا دولہا پیش کر دوں اور اس کی پیاری بچی کو اپنی بہو بنا لوں" اتنا کہہ کر اس نے ظہیر سے جو دولہا بنا کھڑا تھا کہا۔ خالہ کے قدموں کو ہاتھ لگاؤ آج سے تمہاری ساس یہی ہیں ظہیر جھکا تو صغریٰ نے اس کو سینہ سے لگایا۔

اس وقت کبریٰ نے مسرت کا ایک نعرہ لگا کر کہا۔ آپ حضرات میں دو تین صاحب ایسے تشریف فرما ہیں جو مجھ سے نکاح کے خواہشمند تھے آج جبکہ میری کمر جھک گئی بال سپید ہیں۔ دانت ٹوٹ چکے اور بڑھیا پھوس ہوں کیا اس وقت بھی آرزوئے نکاح موجود ہے۔ اگر ہے تو میں حاضر ہوں"

[illegible] ہو کر ختم ہو گیا تو ظہیرہ نے خالہ سے کہا "ایک التجا ہے لو وہ یہ کہ جہاں آپ کی ایک [illegible] عصمت کی [illegible] رہی ہیں وہاں دوسری آنکھ سے بھائی نصیر کی یاد میں مفارقت ابدی کے آنسو [illegible] [illegible] اضیر جن کو آپ مردہ سمجھ رہی تھیں زندہ ہے اس کو ملاحوں نے دریا سے زندہ نکالا اور خود [illegible] [illegible] میرے سامنے پیش ہوا میں نے اس کو کچھ روز تا دیب خانہ میں رکھ کر اسپر خاص توجہ کی اور اب یہ تائب نا [illegible] [illegible] اشارہ سے نصیر سامنے آیا اور ماں کے قدموں میں گرا اس وقت صغرا بیتاب ہو گئی وہ آگے بڑھ کر ظہیر [illegible] قدموں میں گرنا چاہتی تھی کہ کبری نے اسکو پکڑا اور کہا "کیا کرتی ہے"!

میر خالہ سے [illegible] اور وہ [illegible] بے بہانے

بجلی سے علاج

از جناب کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب بنگالی افسر

تمہید۔ علاج شمسی بڑے قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے۔ مختلف رنگ کے شیشوں میں سے آفتاب کی شعاعوں کو گذار کر بھی علاج کیا جاتا تھا۔ ہندوستان کے وید صاحبان راجہ مہاراجاؤں کے لئے مختلف قوت کے شیشوں میں سے سورج کی کرنیں گذار کر یہ بیڑی کھانے تیار کرتے تھے مختصراً یہ کہ سورج کی شعاعوں کی صحت بخشی کا علم جدید نہیں بلکہ ہر ایک ملک کے حکیم وید اور ڈاکٹر قدیم زمانہ سے اب تک ان شعاعوں کو علاج کے لئے کام میں لاتے رہے ہیں۔

علاج تو ہوتا رہا ہے لیکن ان شعاعوں کے خواص واثرات کا صحیح علم ابتدائی حالت میں تھا۔ موجودہ ترقی بجلی کی دریافت کے بعد سے ہوئی ہے۔ چالیس سال کے اندر اندر ہمیں روشنی ہی کی شعاعوں کا نہیں بلکہ ایسی شعاعوں کا بھی علم ہوا ہے جو ہمیں نظر نہیں آتیں لیکن سورج سے نکلکر فضا و زمین پر اپنے اہم اثرات ڈالتی رہتی ہیں۔

سورج کی شعاعوں کا قبضہ میں کرنا اور ان سے حسب وقت بھی ضرورت ہو کام لینا آسان نہیں لیکن ان مشکلات کا بجلی کی ایجاد نے خاتمہ کر دیا کیونکہ ڈاکٹروں نے بجلی کی ایسی ایسی مشینیں اور لیمپ ایجاد کئے ہیں کہ جن کے ذریعہ سورج کی نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی ہر طرح کی شعاعوں کو پیدا کیا جا سکتا ہے اور ان سے حسب مرضی کام لیا جا سکتا ہے۔ بجلی خود مختلف اقسام کی لہروں میں چلتی ہے اور ڈاکٹروں نے ان بجلی کی لہروں سے بھی کام لینا شروع کر دیا ہے۔ اس طرح علاج و معالجہ کے طریقوں میں حیرت انگیز تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں بجلی سے علاج عام ہو گیا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان میں سوائے چند بڑے شہروں کے عام لوگ ہی نہیں بلکہ ڈاکٹر بھی بجلی سے علاج کرنا کرانا تو درکنار اس کے قائل تک نہیں۔ اس کی وجہ ناواقفیت اور جاننے والے لوگوں کی کم توجہی ہے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ کم از کم عصمتی بہنوں اور بھائیوں کو ضروری معلومات بہم پہنچا دوں تاکہ وہ اس نئے طریقہ علاج سے واقف ہو کر ضرورت کے وقت فائدہ اٹھا سکیں۔

[سور]ج کی مختلف شعاعیں آفتاب کی وہ شعاعیں جو اب تک دریافت ہو چکی ہیں دو گروہ میں تقسیم کی جا سکتی ہیں ایک تو وہ جو نظر آتی ہیں اور دوسری وہ جو نظر نہیں آتیں۔ یہ دونوں قسم کی شعاعیں [...]ے لہریں لیتی ہوئی زمین کی طرف آتی ہیں۔ یہ لہریں کئی کئی میل تک کی لمبی ہوتی ہیں اور ایک [...]

[illegible] تقسیم ان کی لہروں کی مختلف لمبائی پر ہوتی ہے اور شعاعیں [illegible] خواص و تاثیرات میں بھی مختلف ہوتی ہیں مثلاً سورج کی نظر آنے والی شعاعوں میں سب سے بڑی لہروں کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور وہ بہت گرم ہوتی ہیں جیسے جیسے شعاعوں کی لمبائی کم ہوتی جاتی ہے ان کا رنگ بدلتا جاتا ہے اور حرارت بھی کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ بنفشی شعاعیں قریب قریب بالکل سرد ہو جاتی ہیں [illegible] اور ان سے چھوٹی شعاعوں میں ان کی قوت بہت ہوتی ہے گویا بڑی لہروں کی شعاعیں ہمیں حرارت پہنچاتی ہیں اور چھوٹی شعاعیں ہمارے جسم کو بڑھاتی ہیں۔

نظر آنے والی شعاعیں جو شعاعیں ہمیں نظر آتی ہیں وہ روشنی کی شعاعیں کہلاتی ہیں اور وہ سات رنگ کی ہیں سرخ، نارنجی، پیلی، ہری، آسمانی، نیلی اور بنفشی۔ جب یہ ملجاتی ہیں تو سفید رنگ پیدا ہو جاتا ہے جو کہ دھوپ کا رنگ ہے۔ جب ان شعاعوں کو علیحدہ کر کے دیکھا جائے تو ان کا اصلی رنگ نظر آتا ہے۔ جیسے قوس قزح میں فطرتاً ہو جاتا ہے۔ اور ایک مثلث شیشہ میں سے دھوپ کو گذارنے۔

نظر نہ آنے والی شعاعیں ہماری آنکھ کی بینائی محدود ہے اور جو شعاعیں ہمیں نظر آتی ہیں ان میں سب سے بڑی سرخ ان سے چھوٹی نارنجی اور پھر پیلی ہری، آسمانی اور نیلی اور پھر چھوٹی بنفشی ہیں لہذا جو شعاعیں سرخ سے بڑی یا بنفشی سے چھوٹی ہوں ہماری حد بینائی سے باہر ہیں۔ اور ہمیں نظر نہیں آتیں۔ سرخ سے بڑی شعاعوں کو انفرا ریڈ کہتے ہیں ڈاکٹر ان سے وہی کام لیتے ہیں کہ جو پولٹس وغیرہ سے لیا جاتا تھا۔ یہ نظر نہیں آتیں لیکن ان کے ذریعے اندھیرے میں فوٹو لیا جا سکتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی پولیس اور سراغرساں ان سے بڑے بڑے کام لے رہے ہیں۔ ان سے بھی بڑی شعاعوں سے بے تار کی خبر یا وائرلیس کا کام لیا جاتا ہے اگر آپ کے پاس ان شعاعوں سے کام لینے کا آلہ ہو جو آج کل دو تین سو روپے میں ملجاتا ہے تو آپ ہزاروں میل پر تقریر کرنے والی بہن کی تقریر گھر بیٹھے سن سکتی ہیں اور وہ زمانہ بھی آگیا ہے کہ آپ ان کو تقریر کرتے دیکھ بھی سکیں۔ میں ان شعاعوں کا ایک آلہ تیار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جس کے ذریعہ دل کی حرکت اور پھیپھڑوں کے اندر سانس کے آنے جانے کی آواز وغیرہ بڑے زور زور سے سب سن سکیں گے ڈاکٹری پڑھنے والوں کو اس آلہ کے ذریعہ دل کی حرکتوں کے سمجھانے میں بڑی مدد ملے گی۔ ان بڑی بڑی لہروں کو چھوڑ کر بنفشی سے چھوٹی شعاعوں کو لیجئے تو ان کو الٹرا وائلٹ کہتے ہیں۔ یہ بہت چھوٹی ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتیں لیکن ان میں دوائی کی قوت بدرجہ اتم ہے۔ ڈاکٹر ان کو بجلی کے ذریعہ پیدا کر کے بڑے بڑے علاج کرتے ہیں جن کا ذکر آئندہ کروں گا، ان سے چھوٹی شعاعوں کو ایکس ریز کہتے ہیں یہ آدمی کے جسم کے پار آسانی [illegible] ان کے ذریعہ علاج ہی نہیں کیا جاتا بلکہ جسم کے اندرونی اعضاء اور ہڈیوں وغیرہ کی [illegible]

[illegible] کے ذریعہ دیگر امراض کی تشخیص بھی کی جاتی ہے۔ ان سے بھی [illegible] شعاعوں کو مار [illegible]
ایک خاص قسم جسم میں سے یہ شعاعیں نکلتی ہیں۔ ایک مہلک مرض کینسر کا ان سے کامیاب علاج کیا جاتا ہے
چند سال ہوئے ایک پروفیسر صاحب ایک غبارہ میں بیٹھکر دس بارہ میل اوپر اڑ گئے اور وہاں ریڈیم سے [illegible]
شعاعیں دریافت کرنے جن کو کوسماز ریز کہتے ہیں۔ یہ بلا کی تیز شعاعیں ہیں جن سے آئندہ حیرت انگیز کام لئے جائیں گے

مندرجہ بالا وہ شعاعیں ہیں جنکی تحقیق ہو چکی ہے اور جن سے کام لیا جا رہا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بڑی بڑی قوت کی شعاعیں آفتاب سے زمین پر آتی ہیں جن کا انکشاف جلد ہونے والا ہے۔ دنیا کے بڑے کام ان کے ذریعہ ہو سکیں گے اور ہر مرض کا علاج بھی دواؤں اور اپریشن کے بجائے ان ہی سے ہوا کرے گا۔ ان شعاعوں کو حاصل کرنے کے لئے بجلی کی مدد کی بھی ضرورت نہ رہے گی لیکن فی الحال تو سوائے ریڈیم کے اور سب شعاعیں بجلی ہی کے ذریعہ حاصل کیجاتی ہیں،

مندرجہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہوگیا ہوگا کہ سورج کی چند ہی شعاعیں ہیں نظر آتی ہیں باقی تمام نظر نہیں آتیں لیکن ہم ان سے بڑے بڑے کام لے رہے ہیں۔

آفتاب کی شعاعوں کے متعلق اس قدر بیان کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ بجلی کے علاج کے اصولوں سے واقف ہو جائیں اور اس کشمکش و پیچ میں نہ رہنے پائیں کہ بجلی کے لیمپ سے روشنی کو جسم پر ڈالنے سے کس طرح بیمار کو آرام ہو سکتا ہے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ دہوپ میں کپڑے وغیرہ ڈالنے سے جراثیم مرجاتے ہیں۔ یہ سورج کی خاص شعاعوں کا اثر ہے جنکو الٹرا وائلٹ، بنفشی یا کرشنر ریز کہتے ہیں۔ اب اگر بجلی کے ذریعہ کوئی ایسا لیمپ بنایا جائے کہ جو ان شعاعوں کو پیدا کر سکے تو اس کی روشنی بیماریوں کے جراثیم کو مار کر صحت بخش سکتی ہے۔ اسی طرح سورج کی روشنی ہی سے نباتات وحیوانات میں نمو کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ اگر چھوٹے پودوں کو دہوپ اور روشنی نہ ملے تو وہ بڑھ نہیں سکتے اور نہ سبز رہ سکتے ہیں انسان کی تندرستی پر بھی اسی طرح اثر ہوتا ہے، ان صحت افزا شعاعوں کو بجلی کے ذریعہ پیدا کر کے ڈاکٹر بچوں کو قوی بنانے اور مردوں اور عورتوں کو صحت وقوت بخشنے کے کام میں لاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ پہاڑوں پر زیادہ محنت کرنے اور کوسوں چلنے سے بھی تھکن نہیں ہوتی اور صحت بہت اچھی رہتی ہے۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ وہاں کی ہوا صاف ہوتی ہے۔ اور الٹرا وائلٹ ریز آدمی کے جسم تک پہونچ سکتی ہیں، ہمارے شہروں میں جہاں دہواں اور گرد وغبار ہمیشہ رہتا ہے وہاں الٹرا وائلٹ ریز کو ہم تک نہیں پہنچنے دیتا جس کی وجہ سے ہم قدرتی شعاعوں سے کافی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اب چونکہ بجلی کے ذریعہ یہ شعاعیں پیدا کیجا سکتی ہیں، لہذا ہم ان شعاعوں سے حسب دلخواہ کام لیکر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح حرارت اور گرمی بھی

اور سوزش کم کرنے کے لئے مختلف طریقوں سے کام میں لائی جاتی ہے۔ حرارت کا اصل منبع سورج کی سرخ اور اس سے بڑی انفرا ریڈ شعاعیں ہیں۔ اگر آگ وغیرہ کے بجائے ہم ان شعاعوں سے حرارت حاصل کرسکیں تو بہت ہی زود اثر ہونا چاہئے، اور یہ درست ہے، انفرا ریڈ ریز ایک خاص بجلی کے لیمپ کے ذریعہ پیدا کیجاتی ہیں اور یہ ہر قسم کے درد اور سوزش کو رفع کرنے کے کام آتی ہیں،

ان تمام اصولوں کو سمجھانے کے بعد ہم ہر اس مشین اور لیمپ کا جو بجلی سے کام کرتی ہیں اور امراض کے علاج اور تشخیص میں کام آتی ہے۔ جداجدا بیان کرینگے اور یہ بھی بتا دینگے کہ کونسی مشین کس کس مرض کے لئے دوسرے علاجوں سے زیادہ مفید اور زود اثر ہے۔

الٹراوائلٹ لیمپ Ultra Violet Lamp

ساخت عام بجلی کے لیمپ جو گھروں میں روشنی کے کام آتے ہیں۔ شیشے کے بنے ہوتے ہیں اور ان کے اندر باریک تار ہوتے ہیں جو بجلی کی لہر دوڑنے سے روشن ہو جاتے ہیں، ان روشن شعاعوں میں روشنی اور حرارت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ الٹراوائلٹ شعاعوں کو پیدا کرنے کے لئے بجلی کو بجائے تاروں میں سے گذارنے کے پارے میں سے گذارتے ہیں اور شیشہ کے بجائے ایک قیمتی پتھر جسے کوارٹز کہتے ہیں استعمال کیا جاتا ہے، عام روشنی کے بلب ڈھائی تین آنے سے ڈیڑھ روپے تک کے ملتے ہیں لیکن الٹراوائلٹ پیدا کرنے کے بلب کی قیمت ڈیڑھ سو سے تین چار سو روپے تک ہے،

خواص و اثرات اس سیمابی لیمپ میں سے الٹراوائلٹ شعاعیں اس قدر تیز نکلتی ہیں کہ اگر نصف گز کے فاصلہ پر تین چار منٹ کوئی حصہ جسم ان شعاعوں میں رکھا جائے تو آبلے پڑ جاتے ہیں اور اگر ایک منٹ متواتر اس لیمپ کی روشنی کی طرف آپ دیکھتے رہیں تو آنکھیں دُکھنے آجاتی ہیں۔ اور دو ایک روز سخت تکلیف ہوتی ہے۔ علاج کے لئے ان شعاعوں کو نصف منٹ سے شروع کرکے پانچ منٹ تک ڈالتے ہیں جسم ایک گز کے فاصلہ پر رکھتے ہیں اور علاج ہفتہ میں دو دفعہ ڈیڑھ ماہ تک ہوتا ہے۔ یعنی چھ ہفتہ میں بارہ دفعہ ان شعاعوں کو ڈالتے ہیں۔ جو ایک کورس کہلاتا ہے۔ ہم نے اس عرصہ میں تین چار برس کے بچوں کا وزن تین چار پونڈ تک بڑھتے دیکھا ہے۔ سیمابی لیمپ کے علاوہ الٹراوائلٹ پیدا کرنے کے دو قسم کے لیمپ اور ہوتے ہیں۔ ایک میں تاروں کی بجائے کاربن ہوتا ہے اور دوسرے میں کئی قسم کی دھات مثلاً کیڈمیم یا ٹنگسٹن وغیرہ ہوتا ہے۔ کاربن لیمپ کنٹھ مالا (خنازیر) کے علاج میں اکسیر کا کام کرتا ہے، بہرحال سیمابی لیمپ بہت زیادہ کام میں آتا ہے،

وہ امراض جن کیلئے الٹرا وائلٹ بہترین علاج ہے۔

(۱) بچوں کے وہ امراض جن سے بچہ کمزور و لاغر رہتا ہو۔ وزن نہ بڑھتا ہو، دانت جلد اور آسانی سے نہ نکلتے ہوں۔ دیر سے بولا ہو۔ کند ذہن معلوم ہوتا ہو۔ پیٹ کی خرابی مثلاً بدہضمی و دست وغیرہ لگتے ہوں، رکٹس ہو، جگر و طحال بڑھ کر پیٹ بہت بڑھ گیا ہو۔ نیند نہ آتی ہو بہت روتا ہو، ماں کو دق ہو، کھانسی کے بعد یا ایسی ہی دوسری حالتوں میں الٹرا وائلٹ جادو کی طرح کام کرتا ہے۔

(۲) عورت کی نازک حالت میں اور بچگی کے بعد الٹرا وائلٹ زچہ و بچہ دونوں کی تندرستی پر حیرت انگیز اثر ڈالتا ہے۔ ہمیں دنیا کی کوئی خوراک یا مقوی دوا ایسی معلوم نہیں ہے کہ جو حاملہ یا زچہ کو قوت پہنچانے میں اتنی ہی زود اثر یا مفید ہو جتنی کہ الٹرا وائلٹ کی شعاعیں آسٹو ملیشیا جیسی بیماری کے لئے جس سے ہڈیاں ملائم ہو کر مڑ جاتی ہیں اس سے بڑھ کر کوئی علاج نہیں۔ یورپ میں گورنمنٹ اور میونسپلٹی کی طرف سے ہر عورت کو جب وہ اس حالت میں ہو مفت الٹرا وائلٹ لگا لے تو بچہ لاغر و کمزور پیدا نہیں ہوتا اور ماں کو بھی جو کمزوری اس زمانہ میں ہو جاتی ہے، ہرگز نہیں ہونے پاتی۔ زچہ کو اپنی اصلی حالت پر لانے کے لئے الٹرا وائلٹ ایسا جادو ہے کہ اگر کسی زچہ کو ایک دفعہ بھی اس کا تجربہ ہو جائے تو وہ کبھی بھی اس کے بغیر نہ رہے۔ دودھ پلانے کے زمانہ میں الٹرا وائلٹ لگاتے رہنے سے زچہ بھی کمزور نہیں ہوتی اور دودھ بھی بچے کے لئے معمول سے زیادہ مقوی اور پرورش کن ہو جاتا ہے، کاش ہمارے عام ڈاکٹر الٹرا وائلٹ کو زچہ و بچہ ہی کی خاطر صحیح طور پر استعمال کرنے لگ جائیں، تاکہ کمزور دق کی ماری ماؤں اور رکٹی بچوں کو عام طور پر فائدہ پہونچ سکے اور پیٹنٹ مقوی دواؤں پر روپیہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ ہماری میونسپلٹیوں کو اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ عورتوں کی انجمنوں کو اس برکت علمی کو غریبوں کے لئے گورنمنٹ اور میونسپلٹیوں کی طرف سے مفت مہیا کئے جانے کے واسطے شور مچانا اس سے کہیں زیادہ مفید ہوگا کہ وہ آنریری مجسٹریٹی کے لئے لڑیں۔

(۳) عورتوں کی مخصوص بیماریوں کیلئے الٹرا وائلٹ دیگر علاجوں سے بہت بہتر ثابت ہوا ہے،

(۴) کوئی سخت بیماری ہوئی ہو یا اپریشن کرایا ہو۔ یا سخت محنت و مشغولیت کی وجہ سے نقاہت ہو گئی ہو، مثلاً کسی بیمار کی تیمارداری دن رات کرنی پڑی ہو یا بچوں نے امتحان کی تیاری میں صحت کا خیال نہ رکھا ہو، ایسی صورتوں میں عمدہ خوراک اور آرام جہاں دو تین ماہ میں قوت بحال کرتا ہے وہاں اگر الٹرا وائلٹ بھی لگا لیا جائے تو ایک ماہ ہی میں صحت و قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ کمزوری و نقاہت ہماری ان لڑکیوں کو جو لڑکپن سے نوجوانی کی عمر میں قدم رکھ رہی ہیں۔ خصوصاً جبکہ وہ پردہ میں ہوں یا تعلیم حاصل کر رہی ہوں اور امتحانوں وغیرہ کی صحت شکن مصیبتوں سے گذر رہی ہوں جلد دق میں مبتلا کر دیتی ہے۔ الٹرا وائلٹ ایسی

حالتوں میں حفظ ما تقدم کے طور پر برکت ثابت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تعلیم یافتہ گروہ کو جن کے بچے اور بچیاں جسمانی محنت کم اور دماغی کام زیادہ کرتی ہوں، الٹرا وائلٹ کی برکت سے ضرور فیضیاب ہونا چاہیے۔

(۵) **جو جراثیم پھیپھڑوں میں جا کر تپ دق پیدا کرتے ہیں** وہ ہی اگر گردن کے غدودوں پر چلے جائیں تو کنٹھ مالا (خنازیر) پیدا کر دیتے ہیں۔ پیٹ کے غدودوں میں جا کر جلندھر وغیرہ پیدا کر کے جوان عورتوں کو نہایت لاغر و کمزور کر دیتے ہیں۔ بچوں کی ہڈیوں میں جا کر ہڈیوں کو گلا دیتے ہیں کسی بچے یا جوان عورت کا کھاتے پیتے بلا وجہ کمزور رہنا وزن نہ بڑھنا علی الصبح بھوک نہ لگنا ان جراثیم کے خفیہ طور پر کام کرنے کی نشانیاں ہیں۔ الٹرا وائلٹ ان دق کے جراثیم کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے کسی لڑکے یا لڑکی کو اگر کنٹھ مالا ہو اور اُسے طریقے سے الٹرا وائلٹ لگایا جائے تو آپریشن کی نوبت نہیں آنے پاتی۔ کنٹھ مالا حسین و نازک بچیوں کو زیادہ ہوتا ہے وہ یا تو کمزور ہو کر مر جاتی ہیں اور یا ان کی گردن غدودوں کے بڑھنے اور ناسور وغیرہ ہو جانے سے بدصورت ہو کر رہ جاتی ہے ایسی لڑکیوں کی تشخیص جلد کر کے علاج شروع کر دینا ہزار ہا مصیبتوں سے بچ جانا ہے ہم ان ماؤں سے جن کی لڑکیوں کے بدقسمتی سے کنٹھ مالا ہو یا معمول سے زیادہ گردن کے غدود بڑھ گئے ہوں بڑے زور کے ساتھ یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ فوراً الٹرا وائلٹ کی طرف متوجہ ہوں۔ اور لڑکی ہی کو نہیں بلکہ اپنی آئندہ نسل کو اس مہلک و خبیث مرض دق سے بچا لیں۔ یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ جب تپ دق ہو گئی ہو اور بخار وغیرہ شدت سے ہو تو ایسی صورت میں الٹرا وائلٹ کے لئے بڑے ہی ہوشیار ڈاکٹر کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ بہتر ہے کہ اسے نہ لگائیں۔

(۶) **جلد کی بیماریاں** بڑی تکلیف دہ ہوتی ہیں جن کے لئے الٹرا وائلٹ بہت مفید ثابت ہوا ہے ایسے مقامی علاج کے لئے مختلف ساخت کے لیمپ ہوتے ہیں۔ یہ اس قدر تیز ہوتے ہیں کہ ایک دو منٹ ہی میں آبلے ڈال سکتے ہیں۔ ان کی شعاعیں جسم کے کسی خاص مقام پر چند سکنڈ ہی ڈالی جاتی ہیں۔ اگر وقت سے پہلے بال گرنے لگیں یا گنج ہو جائے تو الٹرا وائلٹ بالوں کو گرنے سے روکنے اور گنجے سر پر بال پیدا کرنے کا تیر بہدف علاج ہے، ہم نے اپنے کئی سال کے تجربہ سے یہ دیکھا ہے کہ ان لوگوں میں جن کے عمر سے پہلے بال گرنے لگے تھے۔ الٹرا وائلٹ کبھی بھی ناکامیاب نہیں ہوا۔ اصلی گنج کو بھی جو ایک جلدی بیماری ہے۔ الٹرا وائلٹ غائب ہی نہیں کر دیتا۔ بلکہ نشانات پر بھی بال اگا دیتا ہے آج تک کوئی علاج بھی نشانات پر بال نہ اگا سکتا تھا۔ یہاں یہ لکھ دینا بھی ضروری ہے کہ پچاس سال کی عمر کے بعد جب بال گر کر سر چکنے لگتا ہے تو ایسی حالت میں بال نہیں اُگتے بلکہ سر پر آبلے پڑ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ عصمت کے ایک مشہور مضمون نگار صاحب کو اس کا تجربہ ہو چکا ہے،

امراض جن میں الٹرا وائلٹ مفید ثابت ہوا ہے ۔ بعض امراض ایسے بھی ہیں کہ جن کا معقول علاج ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ مثلاً گٹھیا۔ دمہ، پرانی کھانسی، جوڑوں کا درد وغیرہ ایسے مرضوں کے لئے الٹرا وائلٹ دواؤں سے کہیں زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ معمولی زکام دکھانسی کے لئے تو ایک بار الٹرا وائلٹ لگا لینا کافی ہوتا ہے۔ لیکن جن کو زکام کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے ان کو سال میں دو دفعہ الٹرا وائلٹ لگا لینا بگڑے زکام کی ہزارہا تکالیف سے نجات دلا دیتا ہے۔ اسی طرح کارنبکل کا بھی الٹرا وائلٹ سے بڑا کامیاب علاج کیا جا سکتا ہے۔

الٹرا وائلٹ کے دیگر فوائد۔ بیماریوں کے علاج کے علاوہ اچھی بری دواؤں، اصلی و نقلی ریشم وجواہرات اور کچے اور پختہ رنگوں وغیرہ کی شناخت کے لئے بھی یہ شعاعیں یورپ میں کام آ رہی ہیں، بڑے بڑے شہروں میں پینے کے پانی کو نلوں میں بھیجنے سے پیشتر الٹرا وائلٹ کے ذریعہ جراثیم سے صاف اور پاک کر لیا جاتا ہے امریکہ میں الٹرا وائلٹ سے ایک بہت ہی دلچسپ کام لیا جاتا ہے۔

بچے شناخت کرنا۔ وہاں ہسپتالوں میں بڑے بڑے زچہ خانے ہوتے ہیں جہاں ایک رات میں کئی کئی بچے عورتوں کے ہوتے ہیں جن کو پیدا ہوتے ہی علیحدہ ایک کمرے میں رکھدیا جاتا ہے۔ اور صرف دودھ پلانے کے وقت ماں کے پاس بچوں کو لاتے ہیں۔ ماں کے پلنگ پر جو نمبر لگتے ہیں وہی بچے کے پلنگ پر لگا دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ کئی دفعہ ہوا ہے کہ نرس بھول گئی اور بچے آپس میں مل گئے اور کوئی بتا نہ سکا کہ کونسا بچہ کس کا ہے۔ ایک دن کے بچے کی کون شناخت کرے جبکہ وہ ہر وقت ماں کے پاس رہا بھی نہ ہو۔ ایک ایسی ہی غلطی امریکہ کے شہر شکاگو کے ایک بڑے ہسپتال میں ہوئی۔ مسز واٹکنز اور مسز ہمبر جر کے ایک ہی وقت میں بچے ہوئے اور وہ مل گئے۔ نرس بتا نہ سکی کہ کونسا بچہ مسٹر واٹکنز کا ہے۔ اور کونسا مسز ہمبر جر کا بہرحال ان کو ایک بچہ دیدیا گیا۔ انہوں نے حرجانہ کا دعویٰ کیا۔ کورٹ میں ثابت ہو گیا کہ بچے غلط دیئے گئے اور ہسپتال کو تین لاکھ روپے حرجانہ کی صورت میں ادا کرنا پڑا۔ اس کیس کے بعد سے امریکہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں بچہ اور ماں کی شناخت کے لئے ماں کا نام ایک کاغذ پر کاٹ کر جسم پر رکھکر بچے اور ماں دونوں پر الٹرا وائلٹ کی شعاعیں چند سکنڈ کے لئے ڈالی جاتی ہیں اس سے ماں کا نام بچے کے جسم پر نمودار ہو جاتا ہے گو آنکھ سے نہیں نظر آتا لیکن چھ ماہ بلکہ ایک سال بعد تک جب بھی الٹرا وائلٹ کی شعاعوں میں دیکھا جائے تو فوراً نمودار ہو جاتا ہے۔ جب میں لونڈن میں تھا تو میں نے الٹرا وائلٹ کی اس صفت کے ذریعہ ایک انگریز عورت کو محو حیرت کر دیا تھا، میں نے اس کے بچہ کو الٹرا وائلٹ لگاتے وقت دیکھا کہ اس کی کمر پر تھپیڑ کا نشان ہے اور وہ اُلٹے ہاتھ کی انگلیوں کے نشان تھے، میں نے فوراً باہر جا کر میم صاحبہ سے کہا کہ آپ نے معصوم بچے کو بیماری کی حالت میں الٹے ہاتھ سے مارا ہے وہ حیران تھی کہ مجھے کیسے معلوم ہو گیا وہ بس دپیش کرنے لگیں تو میں نے

کہے اندر لیا کر ان کے ہاتھ کو پکڑ کر بچہ کی کمر پہ رکھ کر ان کی انگلیوں کے نشانوں سے ملا دیا۔ انہوں نے بچہ کو مارنیکا اقرار کیا اور آئندہ جب تک علاج جاری رہا مارنے سے توبہ کر لی،

Infra Red Lamp انفرا ریڈ لیمپ

یہ لیمپ وہ شعاعیں پیدا کرتا ہے کہ جو سرخ سے بہت لمبی اور انفرا ریڈ کہلاتی ہیں۔ ان میں حرارت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ درد کو مٹانے میں بہت کامیاب ہیں مثلاً دانت کا درد جو کسی مسکن دوا سے نہ جاتا ہوا ان شعاعوں کے ذریعہ نصف ساعت میں غائب ہو سکتا ہے۔ یہ شعاعیں بیس منٹ سے آدھے گھنٹے تک درد کے مقام پر ڈالی جاتی ہیں اور ان شعاعوں کا الٹرا وائلٹ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے

امراض جن میں انفرا ریڈ کام آتا ہے، (۱) درد مٹانے کیلئے خصوصًا دانت کا درد، موچ آجانیکا درد، جوڑوں، گلے اور غدودوں کے ورم کرآنیکا درد، آگ سے جلنے کی سوزش اور عورتوں کے درد ان شعاعوں کے ذریعہ آدھے گھنٹے میں بالکل غائب کئے جا سکتے ہیں،

(۲) **بچہ ہونیکے بعد جب دودہ پیدا ہوتا ہے** تو کبھی کبھی بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اور اگر کبھی بچہ مر جائے یا صفائی نہ ہو تو سوزش ہو کر سینہ پک جاتا ہے جس کی وجہ سے بخار آتا اور بڑے زور سے ٹیس اور درد ہوتا ہے اور پیپ پڑ جانے پر کئی ماہ کے لئے مصیبت ہو جاتی ہے۔ اگر یہ شعاعیں سوزش اور تکلیف ہوتے ہی لگا لی جائیں تو دو تین ہی روز میں بلکہ ایک ہی دن میں سوزش اور درد غائب ہو کر پیپ نہیں پڑنے پاتی اسی طرح اگر جسم پر پھوڑے پھنسیاں نکلنے لگیں تو انفرا ریڈ کے ذریعہ ان کو دبایا جا سکتا ہے۔ اور اگر ہو ہی جائیں تو بلا تکلیف دئے جلد پک جاتی ہیں۔ پرانے ناسور بھی اس کے اور الٹرا وائلٹ کے ذریعہ جلد آرام کئے جا سکتے ہیں،

(۳) **نمونیہ یا پلورسی** میں سانس کے ساتھ سینہ میں ناقابل برداشت درد ہوتا ہے۔ انفرا ریڈ اس درد کو مٹانے میں بھی بہت کامیاب ثابت ہوا ہے۔

(۴) پائریا۔ مسوڑھوں میں پیپ اور درد ہو کر دانت ہلنے لگجاتے ہیں۔ تمام جسم میں زہر پھیلجانے کا خطرہ ہو جاتا ہے۔ ہاضمہ یقینی خراب ہو جاتا ہے، جوڑوں وغیرہ میں درد ہونے لگتا ہے۔ اس موذی مرض کا علاج مقامی الٹرا وائلٹ اور انفرا ریڈ سے بڑھ کر اب تک کوئی اور ایجاد نہیں ہوا۔ پائیریا کے مریضوں کے لئے یہ برکت ثابت ہوتا ہے

انفرا ریڈ لیمپ کے دوسرے فوائد۔ انفرا ریڈ لیمپ کی شعاعوں کو مختلف رنگ کے شیشوں میں سے گذار کر عجیب عجیب فوائد حاصل کئے جاتے ہیں مثلاً

(۱) **سرخ شعاعوں کے فوائد۔** جب اس لیمپ کے سامنے سرخ شیشہ لگا دیا جاتا ہے تو صرف

(۸) ٹونسل کا مقامی الٹرا وائلٹ سے علاج
(۹) انفرا ریڈ سے دانت کے درد کا علاج مقامی
(۱۰) انفرا ریڈ سے سینہ کے درد کا علاج
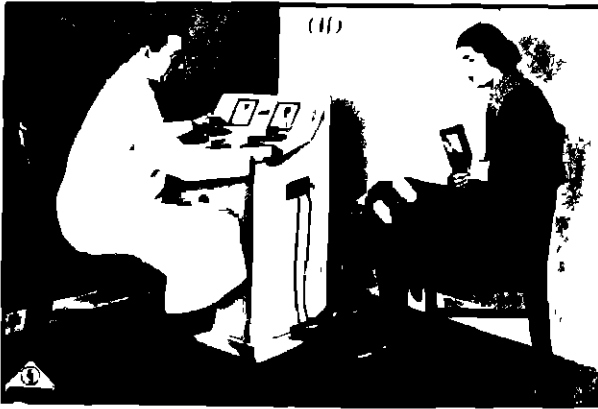
(۱۱) ڈایا تھرمی سے گھٹنے کے درد کا علاج
(۱۲) ڈایا تھرمی سے اوپریشن کیا جا رہا ہے
(۱۳) بجلی کی لہروں سے علاج کرنے کی مین ٹو اسٹاٹ مشین

سرخ شعاعیں جسم پر پڑ سکتی ہیں ان سے خشک اور تر داد کا علاج ہوتا ہے - ایک بڑی مہلک سوزش جسے ایری سپلاس" کہتے ہیں جلد درست کیجا سکتی ہے۔ دھوپ میں رہنے سے اگر رنگ کالا ہو جائے تو ان شعاعوں کے ذریعہ پھر اصل رنگت آجاتی ہے - چیچک کے مریض کو ہر وقت ان سرخ شعاعوں میں رکھا جائے تو داغ دھبے نہیں پڑنے پاتے - جلد پر آبلے وغیرہ پڑ جائیں تو اُن کو آرام ہی نہیں ہو جاتا بلکہ ان کے داغ بھی جسم پر نہیں پڑنے پاتے -

(۲) نیلی شعاعوں کے فوائد نیلا شیشہ لگا دینے سے نیلی شعاعیں نکلتی ہیں جن سے جوڑوں کا درد نصف سر میں درد اور خون جمع ہو جانے پر اس کو جذب کرنیکا اور دردوں کو مٹانیکا کام لیا جاتا ہے -

یہاں یہ بتا دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اگر کوئی بچہ بہت روئے، چڑچڑا ہو جائے، کم سوئے، سوتے میں چونک اٹھے یا اور کسی طرح سے بےچینی کا اظہار کرے تو اس کو ایسے کمرہ میں رکھا جائے اور سلایا جائے کہ جہاں کی روشنی سبز، نیلی یا بنفشی ہو چند ہی روز میں بچہ اصل حالت میں آجائیگا، لیکن اگر اس کے خلاف بچہ بہت سست ہو، پژمردہ رہتا ہو، کم کھائے، کم بولے - کھیل میں جی نہ لگائے - پڑا رہے اور دیگر مردہ دلی کے آثار اس سے ظاہر ہوں تو اس کو سرخ یا پیلی روشنی میں رکھا جائے اور الٹرا وائلٹ لگا دیا جائے بہت جلد تیز ہو جائیگا۔ میں تجربہ کر چکا ہوں آپ بھی تجربہ کر دیکھیے، آپ کو ان شعاعوں کی زود اثری سے حیرت ہو جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ کچھ سال کے بعد دوائیں بالائے طاق رکھدی جائیں گی اور شعاعوں وغیرہ ہی سے علاج ہوا کرے گا۔ حکیموں کے بڑے بڑے پیالوں سے نجات مل گئی تھی، اب ڈاکٹروں کی تلخ دواؤں سے بھی چھٹکارہ ملتا نظر آرہا ہے -

ہائی فری کوینسی مشین (High Frequency Machine)

ساخت وخواص - یہ مشین دراصل بجلی کی لہروں کو اتنی تیزی سے گذارتی ہے کہ وہ ایک سکنڈ میں تقریباً دس لاکھ دفعہ لرزش کرجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معمولی بجلی کی لہر جو آدمی کے جسم کو سخت نقصان پہنچا سکتی ہے اس مشین کے ذریعہ جسم کو طرح طرح کے فائدے پہنچاتی ہے، یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب آدمی زیادہ محنت کرتا ہے اور تھک جاتا ہے تو اس کے جسم میں بجلی کی کمی ہو جاتی ہے - یہ کمی اس مشین کے ذریعہ بجلی پہنچا کر پوری کیجا سکتی ہے اور اس طرح تھکن وغیرہ آپ ہی دور ہو جاتی ہے،

ہائی فری کوینسی کے فوائد سر کے درد اور دیگر مقامات اور اعضا کی تھکن میں یہ مشین بڑا کام دیتی ہے اس مشین کے ہمراہ جسم کے مختلف اعضاء اور مقامات کے علاج کے لئے علیحدہ علیحدہ آلات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ عجیب عجیب علاج کئے جاتے ہیں - منہ پر اگر مسے ہو جائیں تو اس کے ذریعہ آسانی سے چند منٹ میں کاٹے جا سکتے ہیں - خونی بواسیر کا بھی بڑا کامیاب علاج ہو سکتا ہے اگر کسی عورت کا سینہ چھوٹا ہونیکی وجہ سے دودھ کم آتا ہو یا بچے کو پینے میں دقت ہوتی ہو تو اس مشین کے ذریعہ ایک ماہ کے اندر سینہ بڑھایا جا سکتا ہے - جو بچے کے

لئے باعث برکت ثابت ہوتا ہے۔ زیادہ دیر تک مسلسل پڑھنے لکھنے سے ، اور آنکھوں میں جو بھاری پن محسوس ہوتا ہے اس کا علاج اس مشین کے ذریعہ چند منٹ میں ہوجاتا ہے، میں نے اکثر اپنے سر اور آنکھوں کے بھاری پن کو اس مشین کے ذریعہ رفع کرکے پھر کئی کئی گھنٹے بلا تھکن کام کیا ہے۔ یہ مشین زیادہ قیمتی نہیں ہوتی۔ اس لئے بعض نہیں اس کو خرید کر استعمال کرتے ہیں لیکن آپ کبھی اس لالچ میں نہ آئے۔ یہ مشین جاننے والے ہی کے ہاتھ میں احتیاط سے کام دیتی ہے۔ اگر کسی خاص علاج کے لئے اس کو خریدا بھی جائے تو کسی ہوشیار ڈاکٹر سے اس کا استعمال سیکھ لینا بے حد ضروری ہے۔

ڈایا تھرمی مشین Diathermy Machine

اس مشین کے ذریعہ معمولی علاج بھی کئے جاتے ہیں اور اپریشن بھی، آپ نے بجلی کا نشتر یا بجلی سے اپریشن ہوتے ہوئے سنا ہوگا وہ اس ہی مشین سے کیا جاتا ہے۔

ساخت و خواص۔ اس مشین کی ساخت بہت پیچیدہ ہے اس کے ذریعہ جسم کو حرارت پہنچانے کا کام لیا جاتا ہے، پولٹس لگانے یا معمولی ترکیبوں سے جب کسی حصہ جسم کو حرارت پہنچائی جاتی ہے تو وہ عموماً سطحی ہوتی ہے، یا کچھ تھوڑی ہی گہرائی تک اندرونی حصہ گرم ہوجاتا ہے لیکن ڈایا تھرمی کے ذریعے اندرونی اور بیرونی تمام حصے اور اعضاء گرم ہوجاتے ہیں گویا جن اندرونی اعضاء میں جسم کے اندر ہونے کی وجہ سے ہم اب تک حرارت نہ پہنچا سکتے تھے ڈایا تھرمی کے ذریعہ اب وہاں بھی حرارت پہنچ سکتی ہے یہ ظاہر ہے کہ ڈایا تھرمی کی یہ صفت کہ جس حصہ جسم میں لگائی جائے اس کے ذرہ ذرہ کو حرارت پہنچا دیتی ہے اس کو ایسی بیماریوں کے علاج میں جن میں حرارت پہنچانے کی اشد ضرورت ہوتی ہے کس قدر قیمتی اور مفید ثابت کرسکتی ہے۔

وہ امراض جن کے لئے ڈایا تھرمی برکت ہے۔ (۱) **نمونیا۔** نمونیا بچوں اور بڑوں سب میں ایک خوفناک حالت پیدا کرکے عموماً مہلک ثابت ہوتا ہے۔ جو بچ جاتے ہیں ان کو بھی پندرہ یا اکیس روز متواتر بخار رہتا ہے۔ اور قلب کی کمزوری کی وجہ سے مدت تک مریض رہنا پڑتا ہے۔ اگر اس بیماری کے ابتدا ہی سے ڈایا تھرمی سینہ میں لگانا شروع کردیا جائے تو ساتویں روز بخار اتر جاتا ہے۔ اور جسم میں حرارت پہنچتے رہنے سے کمزوری بھی نہیں ہوتی اس کے ساتھ ہی اگر الٹرا وائلٹ بھی لگایا جائے تو نمونیہ معمولی بخار سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہرگز ثابت نہ ہو۔ ہمارے بادشاہ جارج پنجم کے نمونیہ کے علاج میں بجلی کا علاج بہت کام میں لایا گیا تھا۔ خصوصاً الٹرا وائلٹ اور ڈایا تھرمی کا استعمال آخر تک جاری رہا تھا۔ دو ٹین کے پتلے ورق ایک سامنے اور ایک پیچھے سینہ پر لگا کر اس کو ربڑ کی نلکیوں کے ذریعہ مشین سے ملا دیتے ہیں۔ بجلی سینہ میں حرارت پیدا کرکے پھیپھڑوں کی سوزش کو بھی جلد سے جلد مٹا دیتی ہے۔ اور نمونیے کے جراثیم کو بھی ہلاک کردیتی ہے۔

دم بالخصوص نسوانی امراض عورتوں کی چند خاص بیماریوں میں ڈایا تھرمی اس قدر زود اثر کا بت ہوئی ہے کہ کبھی کبھی مجھے بھی اس کی جادو اثری پر حیرت ہو جاتی ہے، عورتوں کی ان جسمانی خرابیوں کے لئے جن کا علاج بہت مشکل ہوتا ہے ڈایا تھرمی بہت امید افزا ہے۔ اس کے ذریعہ بلا بے پردگی کے بڑا کامیاب علاج کیا جا سکتا ہے۔

(۳) جوڑوں اور کمر کا درد۔ پرانی چوٹوں کا درد خواہ جوڑوں میں ہو یا اور کہیں۔ اور کمر کے درد کے لئے ڈایا تھرمی اکسیر کا حکم رکھتی ہے، تازہ چوٹ لگ جانے سے یا ہوا لگ جانے سے ورم اور درد ہو جائے تو ڈایا تھرمی کو ایک دفعہ لگانے سے فوری افاقہ ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اور بھی چند بیماریاں ہیں جن کا ذکر یہاں مناسب نہیں۔

بجلی سے اوپریشن۔ ہندوستان میں بھی اب بجلی کے ذریعہ اپریشن کئے جانے لگے ہیں۔ بجلی سے اپریشن کرنے کے خاص فوائد یہ ہیں کہ اپریشن کے وقت ایک قطرہ بھی خون کا نہیں نکلتا۔ بلکہ اگر کسی مقام سے خون نکلنا بند نہ ہوتا ہو تو اس کے ذریعہ بند کیا جا سکتا ہے۔ بجلی کے نشتر سے زخم بہت ہلکا اور صاف بنتا ہے اور اچھے ہو جانے کے بعد نشان نہیں رہتا چہرہ اور گردن پر معمولی اپریشن کرنے سے جو بدنما داغ رہجاتے تھے وہ بجلی کے اوپریشن کے بعد ہرگز نہیں رہتے، زخم بھی بہت جلد بھر جاتا ہے۔ خونی بواسیر کا علاج بغیر کلورا فارم کے چند منٹ میں کیا جا سکتا ہے، خون بھی نہیں نکلتا اور تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ بلکہ مریض اوپریشن کے بعد ہی اپنے کام پر جا سکتا ہے۔ گو ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، بچوں کے حلق میں غدود جن کو ٹونسل کہتے ہیں اگر زیادہ بڑھ جائیں اور تکلیف دینے لگیں تو بجلی کے ذریعہ بغیر بہت سا خون بہائے نکالے جا سکتے ہیں۔ بدن پر اگر کہیں پیدائشی داغ یا دھبے ہو کر بدنمائی پیدا کرتے ہوں تو ڈایا تھرمی کے ذریعہ آسانی سے ان کو مٹایا جا سکتا ہے۔ مسے اور دیگر ٹیومرز کا اوپریشن ڈایا تھرمی ہی سے خوب ہوتا ہے، دماغ کے اوپریشن بھی ڈایا تھرمی کے ذریعہ ممکن اور آسان ہو گئے ہیں۔

Pantostat پین ٹو اسٹاٹ

اس قسم کی مشین کے ذریعہ بجلی کی کئی طرح کی لہریں پیدا کی جا سکتی ہیں اور ان کو امراض کے علاج کے قابل بنایا جا سکتا ہے اس مشین کا سورج کی شعاعوں سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ بجلی کی لہریں پیدا کرتی ہے۔

گیلوانک لہریں ان لہروں کے ذریعہ بڑے بڑے علاج کئے جاتے ہیں جن میں پرانے بہتے ہوئے کان کا تو مکمل علاج ہوتا ہے۔ بیس بیس برس کے بہتے ہوئے کان ایک یا دو دفعہ میں خشک ہو کر درست ہو جاتے ہیں۔ نیند نہ آنے کا بھی اس سے بڑا کامیاب علاج ہوتا ہے کسی مقام پر مسے یا فضول بال یا کوئی اور بدنما داغ دھبے جلد پر ہوں تو اس کے ذریعہ آسانی سے دور کئے جا سکتے ہیں چہرہ اور جسم کی خوبصورتی بڑھانے کے لئے الٹرا وائلٹ اور سرخ شعاعوں کی طرح یہ بھی ایک خاص چیز ہے،

بجلی کے ذریعہ دواؤں کو جسم میں داخل کرنا گیلوانگ کی لہروں کے ذریعہ دواؤں کو آسانی سے جسم میں داخل کیا جا سکتا ہے ابتدا میں گھٹنے میں دوا پہونچانی ہو تو پہلے منہ کے ذریعہ دوا شکم وغیرہ میں جاکر جذب ہونے کے بعد خون میں جاتی تھی اور پھر خون کے ذریعہ گھٹنے میں انجکشن اس سے بہتر تھا کہ خون میں دوا پہنچا دی جاتی تھی اور خون کے ذریعہ گھٹنے میں پہنچ جاتی لیکن اب گیلوانک کرنٹ کے ذریعہ دو کپڑے دوا تر کرکے گھٹنے پر رکھکر بجلی کی لہریں دوڑانے سے وہ دوا چند منٹ میں براہ راست سیدھی گھٹنے کے اندر پہنچکر اپنا اثر کرنے لگجاتی ہے، لہٰذا اب مقامی تکلیفوں کے لئے نہ منہ سے دوا پینے کی ضرورت اور نہ انجکشن کی حاجت دوا درد کے مقام پر رکھئے اور بجلی سے اندر پہنچا دیجئے۔

فریڈک لہریں ان لہروں کے ذریعہ عام کمزوری، دماغی خرابیوں، اعصابی بیماریوں، نفخ و بدہضمی وغیرہ کا علاج کیا جاتا ہے، جو بہت سی صورتوں میں عام علاجوں سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ جوان لڑکیوں کی عام بیماری ہسٹریا (Hysteria) کے لئے یہ خاص علاج ہے۔ فالج یا ہوا لگ جانے سے جب کوئی پیر یا ہاتھ رہ گیا ہو تو مفلوج حصوں کو طاقتور بنانے کے لئے فریڈک خاص طور پر بہت ہی زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔ خونی بواسیر کا علاج اس مشین سے بھی بغیر اوپریشن کے بہت ہی آسانی سے ہوجاتا ہے جو گھر کے اندر پلنگ پر لٹا کر چند منٹ میں کیا جا سکتا ہے اس مشین سے اور بھی کئی قسم کی لہریں پیدا کی جاتی ہیں اور اوپریشن بھی کئے جا سکتے ہیں لیکن ان کا بیان اس مضمون میں زیادہ دلچسپ نہ ہوگا۔

بجلی سے غسل

بجلی سے دو طرح غسل دیا جاتا ہے ایک تر خشک جس میں صرف بجلی کی روشنی اور حرارت سے کام لیا جاتا ہے اور دوسرا جسم کو پانی یا دواؤں کے عروق میں ڈبا کر بجلی کی لہریں چلائی جاتی ہیں، اور اس کو تر غسل کہہ سکتے ہیں مختلف شکل و پیمائش کے ایسے ایسے فریم تیار کئے جاتے ہیں کہ جس میں بجلی کے لیمپ لگا کر کسی خاص حصۂ جسم کو بجلی کی گرمی اور روشنی میں رکھا جا سکتا ہے اور ایسا بھی بکس بناتے ہیں کہ جس میں سوائے سر اور چہرہ کے تمام جسم آجاتا ہے اور اس روشنی اور حرارت کے غسل کے ذریعہ جسم کے زہر نکل کر جسم بالکل صاف ہوجاتا ہے،

امراض جن میں بجلی کا غسل مفید ہے موٹاپے کو کم کرنے اور زیادہ چربی سے نجات حاصل کرنے کے لئے یہ غسل بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے گروہ کی بیماری اور جسم کے ورم وغیرہ کے لئے بھی اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے، نقرس اور گٹھیا کے لئے بھی یہ غسل مفید مانا گیا ہے،

ایکس رے

ان بہت ہی اہم شعاعوں کا بیان اس لئے سب کے بعد کر رہا ہوں کہ ان سے علاج کرنا ہر ڈاکٹر کا کام نہیں

یہ شعاعیں بہت ہی تیز ہوتی ہیں اور ذرا سی بد احتیاطی سے بڑا نقصان پہنچ سکتا ہے اس لئے ایکسرے سے علاج کلکتہ و بمبئی جیسے شہروں ہی میں ہو سکتا ہے۔ جلد کی بیماریاں جو کسی اور علاج کے قبضہ کی نہ ہوں ایکسرے کے سامنے سر جھکا دیتی ہیں۔ جہاں ایکسرے سے علاج اس قدر مشکل ہے وہاں بیماریوں کی تشخیص میں ایکسرے تقریباً ہر مقام پر روزانہ کام آتا ہے۔ اور اس سے ہمیں ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ مجھے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ایکسرے کی سولہ روپے فیس عام ہندوستانیوں کے لئے بہت زیادہ ہے۔ لہذا بہت کم لوگ اس برکت سے فیض یاب ہو سکتے ہیں اگر یہ فیس کم ہو جائے تو عام پبلک کو بڑا فائدہ ہو، اور اس کی ترکیب یہ ہے کہ پرائیوٹ ڈاکٹر ایکسرے مشین منگا کر تشخیص کے لئے اس کو خود استعمال کریں اور میونسپلٹیاں اپنے ہسپتالوں میں یہ مشین لگوا دیں تو چار یا پانچ روپے میں ایکسرے کا فوٹو لیا جا سکیگا۔ اور عام لوگ اس سے فائدہ اٹھانے کے عادی ہو جائیں گے۔ جو ملک و قوم کے لئے بڑے فائدہ کی بات ہے

بجلی کی دیگر مشینیں

مندرجہ بالا مشینوں اور لیمپ کے علاوہ مالش کرنے کی مشین گرم ہوا پہنچانے کی مشین، بجلی کے شعلوں سے علاج کرنے کی مشین اور ایسی ہی اور کئی طرح کی مشینیں ایجاد ہوئی ہیں، ان میں سے بہت سی مشینوں کو میں نے بھی استعمال کرنے کے بعد مفید پایا ہے۔ مثلاً مالش کرنے کی مشین سے آنتوں اور پیٹ کے عضلات کی مالش کرکے قبض کا بڑا اچھا علاج کیا جا سکتا ہے۔ مریض جلابوں کی مصیبت سے بچ جاتا ہے۔ میں بخوف طوالت ان کا بیان کرنے سے احتراز کرتا ہوں، میں نے کوشش کی ہے کہ "بجلی سے علاج" کے متعلق جہاں تک آپ کے لئے ضروری ہے سب کچھ بتا دوں لیکن اختصار کے خیال سے شاید مجھے زیادہ کامیاب نہ ہونے دیا ہو۔ تاہم مجھے امید ہے کہ آپ کو اس نئے علاج کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو گیا ہوگا،

نصیر الدین احمد

نوٹ میں سیمن لمیٹڈ انڈیا (جرمنی) کا جو بجلی کے مشینوں کے بنانیوالے ہیں اور سالگہم برادرز بمبئی کا جو الٹرا مائلٹ اور دیگر مشینوں کے مخصوص ایجنٹ ہیں نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے عصمت کے اس سالگرہ نمبر کے لئے خاص خاص فوٹو جمع کرنے میں بہت امداد پہنچائی ہے اور اپنی مشینوں کے فوٹو چھاپنے کی اجازت خوشی سے دیدی۔ (نصیر الدین احمد)

احکام قضا و قدر

ایک متوسط درجہ کے مکان میں ایک معمر خاتون جس کی صورت سے شرافت اور تقدس ظاہر ہے۔ ہاتھ میں تسبیح لئے تخت پر قبلہ رو بیٹھی ہے اور آنکھوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کے بعد سے اب تک انہیں جھپکنے کی نوبت نہیں آئی ابھی وظیفہ ختم نہیں ہوا ہے کہ سامنے کے دالان سے بہو آکر سلام کرتی ہے ساس تسبیح والا ہاتھ بڑھا کر اسے سینہ سے لگاتی اور اپنے برابر بٹھالی ہے۔ تھوڑی دیر تک دلہن کی طرف دیکھتی ہے۔ پھر ٹھنڈا سانس لیکر کہتی ہے کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میرے بچے کی آرزو پوری کی پانچ برس بعد تمہارے والد کے دل میں اتنا رحم ڈالا کہ انہوں نے ہم لوگوں کی بات مان لی اور شادی کر دی ورنہ اب تو کوئی امید نہیں رہی تھی، اب خدا تمہیں آباد رکھے، تم دونوں آپس میں اتفاق اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرو اب مجھے اطمینان ہو گیا اور میری باقی زندگی بہت اچھی طرح خدا کی یاد میں بسر ہو جائیگی۔ اتنے میں بیٹا آتا ہے۔ رخصت ختم ہونے کا تذکرہ کرکے چاہتا ہے کہ پرسوں ماں اور بیوی کو ساتھ لیکر سوار ہو جائے ماں اسے منظور نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ ابھی مہینہ بھر تو شادی کو ہوا ہے چند روز یہیں رہنے دو، عید یہیں آکر کرنا۔ پھر محرم کی چھٹی میں لیجانا، مدتوں سے میرے دل میں ارمان تھا کہ تمہاری شادی ہو گھر میں چہل پہل دیکھوں، اب خدا نے یہ دن دکھایا ہے کچھ تو میری خوشی پوری ہونے دو بیٹے کو اصرار ہے کہ ملازمت پر تنہائی میں مجھے تکلیف ہوتی ہے آپ ابھی چلئے ورنہ میں انہیں کو لیجاؤں گا۔ اسی ردوکد میں دو دن گذر جاتے ہیں اور روانگی کا وقت آجاتا ہے۔ ماں رنجیدہ دل سے بہو بیٹے کو رخصت کرتی ہے، بیٹا ماں کی خوشی پوری نہ کرنے کی ندامت سے آنکھ نہیں ملا سکتا، یونہی نیچی نظروں سے سلام کرکے چپ چاپ دروازے سے نکلتا ہے۔ ماں بیقراری کے ساتھ دروازے تک جاتی ہے اور خیال کرتی ہے کہ ابھی پھر واپس آئے گا اور حسب معمول سر کو میرے سینے سے لگا کر دعا کا طالب ہوگا مگر وہ سوار ہو جاتا ہے ماں آنکھوں میں آنسو بھرے واپس آتی ہے اور پلنگ پر بیٹھ کر کہتی ہے۔ الہٰی یہ مہینہ بھر میں مجھ سے ایسا پھر گیا۔ کہاں تین تین دفعہ پلٹ کر آتا تھا کہ جانے کو جی نہیں چاہتا یا آج میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ خیر جہاں رہے خوش رہے، خداوندا یہ تیری حفاظت میں ہے، اس پر تیرے فضل و رحمت کا سایہ۔ تیرے کلمہ توحید کا ساتھ آج میرا بچہ مجھ سے کس طرح الگ ہوا ہے کہ نہ اس نے نظر بھر کے مجھے دیکھا نہ میں نے اسے دیکھا۔ ضعیف خاتون کے دل میں ہزاروں وہم پیدا ہوتے ہیں۔ بیٹے کا بچپن۔ لڑکپن تعلیم اور پھر ملازمت کا شروع زمانہ اس کی آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اس کی شادی کی آرزو امیدوں کا سرسبز باغ ابھی وہ اسی طرح بے خودی سے بیٹھی ہوئی ہے کہ مغرب کی اذان کی آواز آتی ہے اور وہ جل شانہٗ کہتی ہوئی اٹھکر نماز کے لئے اندر چلی جاتی ہے، دو دن اسی طرح گذرتے ہیں۔

بیٹی کی تصویر بار بار آنکھوں میں پھرتی ہے کبھی اپنے اوپر غصہ آتا ہے کہ میں نے ہی کیوں نہ بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ وہ شرمندہ تھا۔ اداس تھا۔ کبھی خیال ہوتا ہے کہ میں کیوں ایسی بے اختیاری ہو رہی ہوں آخر ہمیشہ ہی جاتا ہے۔ اب تو اس کی شادی بھی ہو چکی ہے اور ابھی تو پہنچا بھی نہیں ہوگا۔ سسرال میں ہوگا۔ سیر ہی ہوں گی۔ سینما ہوگا اور خوب اچھی طرح وقت گذر رہا ہوگا۔ اسی پریشانی میں تیسری صبح ہوئی اور وہ ایک اضطراب کے عالم میں نواسی کو گود میں لیکر اوپر ٹہل رہی ہے کہ بیٹی نیچے سے آواز دیتی ہے اماں دیکھئے تو بھائی کے خسر آئے ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔ ضعیفہ گھبرا کر پوچھتی ہے بیٹی خیر تو ہے۔ تیری آواز کیسی نکل رہی ہے بیٹی کہتی ہے بس اماں خدا کے لئے نیچے آجائیے مجھ سے نہیں بولا جاتا۔ ہائے سنئے تو وہ کیا کہہ رہے ہیں، بدنصیب ماں بدحواسی کے عالم میں گھبرائی ہوئی نیچے آتی ہے اور تار کا مضمون سنتی ہے آج پونے پانچ بجے صبح قلب کی حرکت بند ہونے سے انتقال کیا۔ ہائے یہ مت کہو کسی دشمن نے تار دیا ہے۔ ابھی تار دیکر خیریت پوچھو نہیں میں آپ جاؤں گی لوگ مجھے کیوں ستاتے ہیں۔ ارے جلدی مجھے پہونچا دو، محلے کے لوگ آتے ہیں اور سب یہی کہتے ہیں کہ اچھا بھلا تو گیا تھا ضرور کسی نے دشمنی سے تار دیا ہے بس ہزاروں منتیں مرادیں مانتی ہے ماں بیقراری کے ساتھ دعائیں وظیفے پڑھکر دن پورا کرتی ہے، اور شام کو سوار ہوتی۔ امید و بیم میں رستہ ختم ہوتا ہے صبح کے قریب منزل مقصود پر پہنچتی ہے اور دیکھتی ہے کہ بیٹا قبر کی منزل پر روانہ ہونے کے لئے کفن پہنے ماں کی محبت بھری نظروں اور دعاؤں کا منتظر ہے، مگر آہ یہ کیسا انتظار ہے۔ انتظار میں تو لوگ بے قرار پھرتے رہتے ہیں بھلا کوئی ایسے وقت میں لیٹا ہے بس صبر کر اے بے قرار اور بدنصیب ماں صبر کر تو نے خدا سے جو لو لگائی تھی وہ سچی تھی اور اب اس کے لئے تجھے عمر بھر کو فرصت ہے۔

و۔ ا

اطلاع

حسب معمول سالگرہ نمبر جولائی اور اگست کا یکجائی پرچہ ہے اس پر لاگت تین پرچوں سے زیادہ کی آئی ہے مگر اسے صرف دو ماہ کا پرچہ سمجھنا چاہیئے اس لئے اب اگست میں رسالہ کا انتظار نہ کیجئے پرچہ ملتے ہی نوٹ کر لیا کیجئے تاکہ اگست کے پہلے ہفتہ میں جب آپ کو رسالہ نہ ملے تو آپ شکایتی خط نہ روانہ فرمائیں اب اس کے بعد ۲۰ اگست کو ستمبر کا رسالہ شائع ہوگا جس کی کتابت ختم ہو چکی ہے

منیجر

سالگرہ عصمت کی خوشی میں

۲۵ جولائی تک کتابوں کی قیمت میں ۲ر فی روپیہ

رعایت کیگئی ہے ۴ روپے کی کتابوں پر ۳ر فی روپیہ اور ۵ روپے کی کتابوں پر ۴ر فی روپیہ۔ یہ رعایت صرف مطبوعات عصمت پر ہے محصول ڈاک خریدار کے ذمہ

دفتر عصمت کی کتابیں اپنے اپنے موضوع پر بہترین تسلیم کیجاتی ہیں ملک بھر میں شریف بہو بیٹیوں کے لئے یہ بہترین لٹریچر مانا گیا ہے اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔

منیجر عصمت دہلی

اسلام اور عورت

اسلام سے پہلے تھی زمانے کی یہ صورت — ہر سمت تھی چھائی ہوئی تاریکی و ظلمت
تہذیب جسے کہتے ہیں روپوش تھی یکسر — منہ اپنا چھپائے ہوئے پھرتی تھی شرافت
افعال شنیعہ میں ملوث تھا زمانہ — ناپید حمیت تھی تو مفقود تھی غیرت
عورت جسے سب کہتے ہیں تنہائی کی مونس — جو شرم کی دیوی ہے حیا کی ہے جو مورت
آئینہ کے مانند طبیعت کی صفائی — صورت سے عیاں جس کی ہے معصومیٔ فطرت
حیوانوں کے مانند تھی قدر اُسکی جہاں میں — انسان سمجھتے تھے اُسے قابل نفرت
لاوارث و بے یار تھا وہ طبقۂ نسواں — ہر شخص سمجھتا تھا جسے باعثِ ذلت
مردوں کی طبیعت میں نہ تھا دخل کچھ اُس کا — لونڈی سے بھی بدتر تھی جسے کہتے ہیں عورت
بیٹی کی نہ تھا بات کوئی پوچھنے والا — بیٹوں کے لئے وقف تھی ماں باپ کی دولت
پیدایش دختر تھی سبب رنج و دُکھ کا — زندہ اسے کر دیتے تھے دفن اہل شقاوت
تفصیل کہاں تک ہو اب آلام کی اُسکے — آزار پہ آزار مصیبت پہ مصیبت
مظلوم کی آہیں کوئی بیکار نہ سمجھے — جاتی نہیں فریاد کبھی اس کی اکارت
عالم کا یہی حال زبوں تھا کہ یکایک — چمکا اُفق مکہ سے خورشید نبوت
پھیلا دیا دنیا میں اُجالا ہی اجالا — ظلمت ہوئی کافور منور ہوئی خلقت
گمراہ جو تھے ان کو رہ راست دکھائی — سب کے لئے وہ ذات بنی شمع ہدایت
عورت جسے منحوس سمجھتا تھا زمانہ — وہ بن گئی دنیا کے لئے باعث نعمت
یہ اوج و شرف طبقہ نسواں کا بڑھایا — دلجوئی عورت کو کیا داخل سُنّت
سب دیکھتے تھے جس کو حقارت کی نظر سے — اب اس کو سمجھنے لگے تصویر محبت
تعلیم میں تنظیم میں میدان عمل میں — مردوں کے مقابل نظر آنے لگی عورت
محروم کسی چیز سے رکھا نہ جہاں میں — قایم کیا عورت کے لئے حق وراثت
مردوں کی اطاعت ہوئی عورت پہ اگر فرض — واجب ہوئی مردوں پہ بھی عورت کی محبت
جس چیز پہ پڑتی نہ تھی دنیا کی نظر بھی — وہ چیز بنی باعث صد عزت و وقعت
اس طبقہ بے یار و مددگار کو دیکھو — پھر دیکھو یہ اوج و شرف و حرمت و رفعت
یہ عدل یہ انصاف کسی میں نہیں دیکھا — اے صلِ علیٰ شانِ شہنشاہ رسالت

دعا ڈبائیوی

قدرت اور عقل انسانی

قدرت کے ساتھ انسانی عقل کی اٹکھیلیاں اور ان کا غور کے ساتھ مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں تاریخ کی قدیم دنیا سے قدرتی قوی مثل چاند سورج، پانی، آگ وغیرہ کو ہی ایسی قوتیں قرار دیا ہے۔ جن کی ہستی دنیا کے وجود کا باعث ہے اس کے بعد مختلف مذہبی پیشواؤں نے دنیا پر روشن کیا کہ معمولی قدرتی قوی جن کو ہم دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں) کے نظام کو بھی قائم رکھنے والی ایک اور ہی ایسی ہستی ہے جس کے اختیارات کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے یہی قوت برترین واحد قوت اور دنیا کے وجود کا باعث یعنی خدا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں جب سائنس کا فروغ ہوا اور انسانی عقل نے چند الٹے کرشمے دکھائے تو آدمی خدا کو فراموش کرکے اپنے ہی برترین ہونیکا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس نے کہا کہ دنیا واقعات کا ایک دائرہ ہے پانی۔ ہوا اور معدنیات کو جو مادے ہیں پودے اپنی خوراک بنا کر جذب کر لیتے ہیں۔ پودوں کو جاندار کھاتے ہیں، جاندار مرتے ہیں ان کے جسم زمین میں ملکر پھر پانی۔ ہوا، معدنیات بنجاتے ہیں۔ ان کو پھر پودے جذب کر لیتے ہیں اور از سر نو اسی دائرہ کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ انسانی عقل نے پھر یہ سوال پیش کرکے کہ بالآخر اس واقعات کے دائرہ کا بھی تو منتظم ہونا ضروری ہے۔ خدا کے وجود اور قدرت کو اہمیت دیدی، اب پھر انسانی عقل قدرت پر ہر وقت نکتہ چینی کرتی ہے اور قدرت کے ہر عمل کی ایک وجہ ثابت کرکے خود مطمئن ہو جاتی ہے۔ چند مثالیں عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لئے پیش کرتی ہوں

(اس مضمون میں چلڈرنز انسائیکلو پیڈیا اور دوسری انگریزی سائنس اور نباتات کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے)

ہماری بھنویں کس واسطے ہیں؟ ہماری آنکھوں پر بھنویں یا ابرو ہونے کے دو بہت ہی اہم اسباب ہیں۔ پہلا استعمال اور دوسری خوبصورتی پہلی صورت میں بالفرض اگر ہمارے بھنویں نہ ہوتیں تو پسینہ جو گرمی کے وقت ہماری پیشانی پر ڈھلک آتا ہے۔ آنکھوں میں ٹپک کر نہ صرف اسی وقت ان کے استعمال میں حارج ہوتا بلکہ اپنے زہریلے اثر سے آنکھوں کو ہمیشہ کے لئے ناقابل استعمال بنا دیتا۔ ہماری بھنویں پسینہ کے قطروں کو روک کر اپنی قدرتی گرمی سے ان کو ہوا میں ملا دیتی ہیں، دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہماری آنکھیں تمام جسم کا بہترین خوبصورت حصہ ہیں۔ اگر ہم آنکھیں بند کریں یا کوئی تصویر ایسی بدون آنکھوں کی دیکھیں تو چہرہ کتنا برا معلوم ہوتا ہے کھلی ہوئی آنکھوں اور ان میں بار بار پلکوں کے جھپکنے سے انسان کے جسم میں روح اور زندگی نمایاں ہو جاتی ہے جس طرح ہم اپنی کتاب میں کسی ضروری یا پر معانی لفظ پر اس کی اہمیت دکھانے کے لئے ایک خط کھینچ دیتے ہیں بالکل اسی طرح قدرت نے آنکھوں کی خوبصورتی کو بدرجہ اتم نمایاں کرنے کے لئے انپر بھوؤں کے خط کھینچ دیئے ہیں۔

ہماری ہتھیلیوں پر خط کیوں ہیں؟ اگر کوئی یہ کہے کہ ہتھیلیوں کی لکیروں سے قسمت کا انکشاف یا مستقبل کا

حال معلوم ہو جاتا ہے تو اس کے عقائد کمزور کیے جائیں گے، دراصل ان کا وجود قوتِ حس میں امداد کا باعث ہے ہماری انگلیاں اور ہتھیلیاں ان لکیروں کے ذریعہ گوشت دبا کر ناہموار بنائی گئی ہیں تاکہ ہم فوراً بتا سکیں کہ جو چیز ہاتھوں سے محسوس کی گئی ہے وہ ہموار ہے یا ناہموار۔ قوتِ حس کی رگیں جو قدرت نے دماغ تک پہونچائی ہیں ان لکیروں کے ذریعہ ہتھیلیوں میں پیوست کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں اکثر قوموں کا یہ خیال ہے کہ یہ ماں کے شکم میں بچہ کی ہتھیلیاں بند رہنے کی وجہ سے اس قسم کے شکن پڑ جاتے ہیں۔ اب بھی اگر ہم انگوٹھا اندر کی جانب کر کے ہتھیلیاں بند کریں تو شکن انہیں لکیروں پر پڑتے ہیں۔

گرگٹ رنگ کیوں بدلتا ہے ۔ اکثر آپ نے اپنے باغ میں احاطہ کی جھاڑیوں پر گرگٹوں کو رنگ بدلتے دیکھا ہو گا۔ اکثر بہتیں ایسے موقعوں پر کہا کرتی ہیں کہ ہم کو دیکھ کر گرگٹ غصہ میں سرخ نیلا پیلا ہو رہا ہے اور خون کی گلی چھوڑنے والا ہے، دراصل گرگٹ جیسا ڈرپوک اور بے ضرر کیڑا آپ کے باغ میں شاید ہی کوئی ہو گا۔ قدرت نے ہر جاندار کو اسکی رہائشی سہولتوں کے لئے مختلف خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں۔ چیتوں کی اسوجہ سے دھاریاں دی ہیں کہ وہ گھاس میں چھپکر گھاس ہی معلوم ہوں اور بآسانی شکار نہ ہو سکیں، لومڑی کو پیلا اسواسطے بنایا کہ وہ مٹی میں چھپکر پیلی مٹی معلوم ہو اور دشمنوں سے بچ سکے۔ اسی طرح گرگٹ کے جسم میں ایسا مادہ پیدا کیا ہے جس کے اثر سے وہ اپنا رنگ حسبِ منشا بدل سکتا ہے خطرہ کے وقت چھپنے کی غرض سے وہ حسبِ موقعہ اپنا رنگ گھاس پتوں یا دیوار جیسا جہاں وہ چھپنا چاہتا ہے بنا لیتا ہے۔

ہم چلنے میں اپنا ہاتھ کیوں ہلاتے ہیں ۔ اگر آپ اپنے ہاتھوں کو بالکل پہلوؤں سے ملا کر چلنے کی کوشش کریں تو کیسا ناگوار ہو گا۔ آپ نے سڑکوں میں یا اپنے محلہ کے چوراہوں پر نٹوں کو رسوں پر چلتے دیکھا ہو گا چلتے میں وہ دونوں ہاتھ اتنی ہی تیزی کے ساتھ ہلاتے جاتے ہیں جتنا کہ ایک چیل ہوا میں توازن قائم رکھنے کے لئے پر ہلاتی ہے۔ یہی مثال بالکل ہماری ہے جب ہم چلتے وقت ایک قدم کے بعد دوسرا بڑھاتے ہیں تو جسم کا توازن رکھنے کے لئے آہستہ ہاتھ ہلاتے ہیں جتنا تیز چلنا چاہتے ہیں ہاتھ زیادہ ہلانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہم ہاتھ نہ ہلائیں تو روانی میں ایک قسم کا زور پڑتا ہے۔ علم الحیوانات کے عالموں کا یہ بھی خیال ہے کہ انسان چونکہ چوپایوں کی نسل سے ہے اسلئے ابھی تک مثل بندروں وغیرہ کے ہاتھ پاؤں چلنے میں استعمال کرتا ہے۔ لیکن جہاں تک قدرت کا تعلق ہے دراصل ہمارے ہاتھ رفتار میں آسانی کے وجہ سے ہلتے ہیں۔

جگنو کیوں چمکتا ہے ؟ جونہی برسات کے موسم میں شام کو اندھیرا شروع ہوا جا بجا جگنو چمکنے لگتے ہیں دم کے پچھلے حصہ میں سبزی مائل پیلی روشنی اور پھر اسپر تاروں کی طرح جگمگاہٹ کیا بھلی معلوم ہوتی ہے اگرچہ یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ روشنی جگنو کے جسم میں فاسفورس کے عناصر کا باعث ہے لیکن ابھی تک یہ قطعی طور پر معلوم نہ ہو سکا

کہ بالآخر یہ روشنی جگنوؤں میں کیوں پیدا کی گئی ہے۔ اکثر علم الحیوانات کے عالم جو زندہ مخلوق کا مطالعہ کرتے ہیں کہتے ہیں کہ مادہ جگنو
نر جگنوؤں کو بلانے کے لئے چمکتی ہیں کیونکہ نر جگنوؤں میں یہ روشنی نہیں ہوتی۔

درخت اوپر کی طرف کیوں اُگتا ہے۔؟ دراصل تمام درخت اوپر کی طرف نہیں اُگتا۔ درخت کا وہ حصہ جس کو
ہم دیکھتے ہیں۔ نیچے کی جانب اُگتا ہے، بیج میں جس سے پودا اُگتا ہے، اکثر عناصر ایسے ہوتے ہیں جو صرف ہوا اور روشنی
ہی میں پیدا ہو سکتے ہیں اور جس طرف ہوا اور روشنی ہوتی ہے وہ اسی طرف اُگنے لگتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے اجزا ایسے
ہوتے ہیں جو صرف تاریکی میں زندہ رہ سکتے ہیں اور زمین کی مقناطیسی قوت سے زیادہ موثر ہوتے ہیں وہ زمین کے
اندر اُگتے ہیں، لہٰذا ایک درخت کے دو حصے ہوتے ہیں ایک وہ جو زمین سے اوپر اُگتا ہے دوسرا وہ جو زمین کے نیچے
اُگتا ہے دونوں میں ایک بھی بغیر دوسرے کے نہیں رہ سکتا لہٰذا وہ حصہ جو پتیاں بنکر ہوا پہونچاتا ہے اوپر اُگتا ہے
اور وہ حصہ جو معدنیات و پانی جذب کرتا ہے زمین کے اندر اُگتا ہے

مکان کی چھت رات میں کیوں چٹکتی ہے۔ رات میں مکان کی چھت کے شہتیر چٹکتے ہوئے سنکر اکثر
بہنیں طرح طرح کے توہمات کرنے لگتی ہیں، کوئی بھوت کا سایہ بتاتی ہیں کوئی بدبختی کی نشانی کہتی ہیں کوئی یہ کہہ کر
اکتفا کرتی ہیں کہ رات میں چھت کا چٹکنا اچھا نہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ جس طرح رات میں شہتیر چٹکتے ہیں اسی طرح وہ
دن میں بھی چٹکتے ہیں، دن کی مشغولیتوں میں ہم غور نہیں کرتے، قدرتاً رات میں کانوں کو سکون ہوتا ہے اور معمولی
آواز بھی صاف سنائی دیتی ہے۔ لکڑی کا قاعدہ ہے کہ دن میں گرمی کی وجہ سے پھیل جاتی ہے اور رات میں سرد
ہوا کے اثر سے سکڑتی ہے، ان وجوہ سے اس میں آواز کا پیدا ہونا بہت معمولی بات ہے۔

ہم آنکھیں کھولکر کیوں نہیں سو سکتے؟ آنکھیں کھلی رکھنے کے لئے ارادہ اور ہوش کی بہت
ضرورت ہے۔ جب ہم سو جاتے ہیں تو دماغ بے ہوش ہو جاتا ہے اور قوت ارادی قائم نہیں رکھ سکتا آنکھوں
کے پپوٹے اپنے ہی بوجھ سے خود بخود جھک جاتے ہیں اور آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ روشنی ہماری آنکھوں
کی راہ سے داخل ہوکر دماغ کو محرک رکھتی ہے اور بے ہوش نہیں ہونے دیتی لہٰذا جب ہم سونے کا ارادہ کرتے
ہیں تو سب سے پہلا کام آنکھوں کا بند کرنا ہوتا ہے، تاکہ آنکھوں کی راہ سے روشنی کی دماغ تک رسائی نہ ہو، اور
اندھیرے و خاموشی سے وہ بیہوش ہو سکے یعنی ہمیں نیند آ سکے، اس لئے آنکھیں بند کر کے سونے کی دو خاص وجوہ
ہیں، پہلی یہ کہ جس طرح بدون قوت ارادی ہم اپنے ہاتھ کو اوپر نہیں اٹھا سکتے اسی طرح ہم آنکھوں کے پپوٹوں کو نیند میں
جبکہ قوت ارادی مفقود ہوتی ہے اوپر نہیں اٹھا سکتے۔ دوسری یہ کہ دماغ کو روشنی سے بچانے کے لئے آنکھیں بند
کرلی پڑتی ہیں،

پیاز سے ہماری آنکھیں کیوں اشک آلود ہو جاتی ہیں؟ پیاز میں ایک خاص قسم کی تیزی ہوتی ہے جو ہوا

یہ مل کر ہماری ناک کی راہ سے سونگھنے کی قوت اور آنکھوں کے ذریعہ پتلیوں پر ضرر رساں اثر ڈالتی ہے، ہماری ناک اور آنکھوں میں محسوس کرنے والی رگیں اس اثر کو دماغ تک پہونچاتی ہیں جس کے زیر حکم ان تھیلیوں سے جن میں آنسو محفوظ رہتے ہیں پانی تیزی کے ساتھ آنکھوں اور کان سے بہنے لگتا ہے، پانی کا یہی تیز بہاؤ فاسد مادہ کو آنکھوں کی پتلیوں اور ناک کی رگوں سے دھو کر باہر نکال دیتا ہے جن آدمیوں کی آنکھ اور ناک سے پیاز کی تیزی کی وجہ سے پانی نہیں نکلتا ان کے جسم میں اس فاسد مادہ سے بچنے کے لئے بہت کم قوت ہوتی ہے، جو دماغ کی کمزوری کا باعث ہے

ہم کیوں چھینکتے ہیں؟ - عام طور پر جب ہم چھینکتے ہیں تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہماری ناک کے اندر کوئی ایسی شئے داخل ہوگئی ہے جو وہاں نہیں ہونی چاہئے تھی، ناک کا کام سانس لینا اور سونگھنا ہے۔ جب کوئی سرد یا گرم مادہ ناک میں داخل ہو کر سانس کے راستہ کو روکنا چاہتا ہے تو دماغ بے زور کے ساتھ اس مادہ کو دور کرنے کے لئے ہوا آتی ہے جو چھینک کہلاتی ہے۔ اسی طرح جب ہم مرچیں وغیرہ سونگھتے ہیں یا سورج کی تیز روشنی سونگھنے کی رگوں پر اثر کرتی ہے تو چھینک آکر اس تیز مادہ کو باہر نکال دیتی ہے،

تیسری بار ہمارے دانت کیوں نہیں نکلتے ہر اُس دانت کے نیچے جو پہلی دفعہ نکلتا ہے مسوڑہوں میں آدھ انچ کی گہرائی پر ایک بہت چھوٹا خانہ ہوتا ہے، ان خانوں کو دانتوں کے جراثیم کہتے ہیں جو بعد میں بڑھ کر دانتوں کا دوسرا سیٹ بناتے ہیں جب یہ بڑھنے لگتے ہیں تو پہلے دانت رفتہ رفتہ گر جاتے ہیں لیکن جب دانت دوبارہ نکل آتے ہیں تو پھر تیسری بار عام طور پر کوئی دانت نہیں نکلتا۔ کیونکہ پہلے جراثیم کے دانت بن جاتے ہیں اس کے بعد کوئی جرم مسوڑہوں میں باقی نہیں رہتا۔ اگر شاذ و نادر کوئی رہ جاتا ہے تو دانت تیسری بار بھی نکل آتے ہیں،

ہمکو جماہی کیوں آتی ہے - جب ہم جماہی لیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے جسم میں آکسیجن ناکافی ہے۔ جب ہماری دماغی رگیں یہ پاتی ہیں کہ سانس باقاعدہ نہیں آرہا ہے یا خون میں کافی آکسیجن نہیں ہے تو ہم منہ کی راہ سے گہرا سانس لیتے ہیں جس سے یہ کمی پوری ہو جاتی ہے علاوہ ازیں دماغ کی خوراک آکسیجن ہے جب دماغ آرام کی خواہش کرتا ہے تو جماہی کے ساتھ غیر معمولی آکسیجن اس تک پہونچ جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جماہیاں اکثر نیند کے وقت زیادہ آتی ہیں

کیا آسمان صرف پچاس میل ہے؟ جس کو ہم آسمان کہتے ہیں وہ سائنس اور علم ہیئت کی رو سے ہوا کے ٹھوس عناصر کا مجموعہ ہے جو حد نظر ہو کر ہمکو معلوم ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ ہمیشہ پچاس میل اوپر یعنی حد نظر پر معلوم ہوتا ہے، جوں جوں ہم اونچا جاتے ہیں یہ حد اسی تناسب سے پچاس میل پورے کرنے کے لئے بڑھتی چلی جاتی ہے۔ نائٹروجن گیس پر جس کا رنگ نیلا ہے جب سورج کی روشنی پڑتی ہے تو یہ تمام فضا ہلکی نیلی معلوم ہوتی ہے۔ سورج۔ چاند اور تارے اس فضا میں چمک کر ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اسی میں جڑے ہوئے ہیں، انکے علاوہ بھی انسانی عقل قدرت کے ہزارہا معمولی نکات کی بھی وجوہ پیش کرنے کو تیار نظر آتی ہے اور اس پر ایسی مطمئن ہو جاتی ہے گویا کہ اسکی تعلیل فطرتی مقصد پر بالکل صادق ہے اب دیکھئے آئندہ چلکر یہ صفت تعلیل کیا رنگ لاتی ہے

شہر آشوب

ہماری خیرات کا بیجا طریقہ

عنوان بالا اپریل سنہ ۱۹۱۱ء کے پرچہ میں محترمہ بہن ام الحلیمہ مریم جمیل صاحبہ کا مضمون دیکھکر بے اختیار میرا قلم بھی اُٹھ گیا۔ دراصل یہ ایک ایسا موضوع ہے کہ اس پر جس قدر بھی لکھا اور کہا جائے تھوڑا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کی حالت اس وقت سب قوموں سے گری ہوئی ہے مگر پھر بھی ابھی بہت سے صاحب استطاعت لوگ ایسے موجود ہیں جو نہ صرف دولتمند ہیں بلکہ خیرات کا بھی حد درجہ شوق رکھتے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ خیرات کے طریقے اس قدر نامعقول ہیں کہ بجائے فائدے کے الٹا نقصان پہنچتا ہے میں نے اپنے ہی شہر میں دیکھا ہے کہ ایک صاحب جو خدا کے فضل سے نہایت متمول ہیں ۷۵ روپے صرف کرکے ہر مہینے گیارھویں کرتے اور پلاؤ پکوا کر غربا کو تقسیم کراتے ان کی بیگم صاحبہ سے میری ملاقات تھی میں نے کہا آپ ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال خاتون ہوکر خیرات کا یہ طریقہ کیوں رکھتی ہیں۔ سوچئے تو سہی یہی روپیہ اگر قوم کے غریب لڑکیوں کی تعلیم پر خرچ کیا جائے تو کتنے خاندان اور پھر ان خاندانوں کی کتنی پشتیں سنبھل سکتی ہیں اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کسی کا پیٹ بھر دینے سے یہ کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اس کو اس قابل بنا دیا جائے کہ خود اپنا پیٹ بھر سکے۔ کہنے لگیں میں انہیں بہت سمجھاتی ہوں مگر ایک جواب تو وہ یہ دیتے ہیں کہ کیا غریبوں کا دل پلاؤ کھانے کو نہیں چاہتا۔ میں اگر انہیں مہینے میں ایک مرتبہ پلاؤ کھلا دیتا ہوں تو کیا گناہ کرتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ انہیں کچھ ایسا اعتقاد ہو گیا ہے کہ کہتے ہیں جس مہینے میں میں یہ نیاز نہیں کرتا۔ مجھے اپنے کاروبار میں خسارہ ہوتا ہے" ایک اور صاحب کی بابت سنا ہے کہ ہر جمعرات کو ۲۰ روپے کے پیسے اور اکنیاں بھنا کر تقسیم کرتے ہیں اس کے علاوہ محرم اور بزرگوں کے اعراس وغیرہ میں مسلمانوں کا روپیہ جس بیدردی سے فضول لٹایا جاتا ہے اس کو دیکھکر کون سمجھدار افسوس نہ کرے گا۔ گھر میں خدانخواستہ کوئی فوت ہو جائے تو دیکھیے کہ پھولوں سے لیکر برسی تک کھانے پکنے اور تقسیم ہونے کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے غرض جدہر دیکھئے اسی طریق بیجا پر عمل ہے۔ روپیہ ہزاروں بلکہ لاکھوں برباد ہو جاتا ہے۔ مگر کوئی حقیقی فائدہ اس سے کسی کو نہیں پہنچتا۔ اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگ محرم اور اعراس اور عزیزوں کی موت پر خیرات نہ کریں۔ نہیں شہیدان کربلا اور بزرگان دین اور اپنے اعزا کی روحوں کو ثواب پہنچانے کون انسان ناپسند کرتا ہے۔ لیکن میرا مطلب یہ ہے کہ خیرات اس طریقہ سے کیجائے کہ قوم کے مفلسوں کو اس سے حقیقی فائدہ پہنچے، مثال کے طور پر سمجھئے کہ آپ نے محرم میں دس روز تک لنگر جاری رکھا اور دو وقتہ پلاؤ اور قورمے سے غریبوں کے پیٹ بھرے اس میں آپ کا سینکڑوں روپیہ صرف ہوا مگر غریبوں کو سوائے دس روز تک پیٹ بھرنے کے اور کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا

اگر اسی سد پے سے آپ ایک نادار لڑکے کو دس پندرہ روپے ماہوار وظیفہ دیکر لوہار بڑھئی یا درزی وغیرہ کا کام سکھوادیں تو دو چار سال بعد وہ اس قابل ہو جاتا کہ دو ڈھائی روپے روز پیدا کرکے اپنی اور اپنے ساتھ اپنی بیوہ ماں اور یتیم بہن بھائیوں کی کفالت خود کرسکے۔ اور آئندہ بجائے دوسروں کے آگے دست سوال پھیلانے کے اپنے خاندان کو بالی مشکلات سے نکال کر خوش حالی کی دنیا میں لے آئے، لیکن فرداً فرداً یہ کام کبھی اتنی اچھی طرح نہیں ہو سکتا کیونکہ اول تو ہر شخص اپنی اپنی عقل کے مطابق روپے کا صرف مناسب سمجھتا ہے۔ دوسرے ایک کی رقم اگر تھوڑی ہے اور اس سے اس قسم کا کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا، تو وہ اس کو متفرق طور پر چھوٹے چھوٹے کاموں میں صرف کردے گا، اس لئے سب سے زیادہ مناسب اور موثر طریقہ یہ ہے کہ ہر شہر میں محلہ وار خیرات کی کمیٹیاں بناکر سب خیراتی روپیہ ان میں جمع کیا جائے اور ایک بڑی مرکزی انجمن اس کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لیکر مناسب طریقوں پر اس کو صرف کرے، محلہ دار معذور اور اپاہج لوگوں کی (جو کوئی کام کرنے سے معذور ہیں) فہرستیں بنائی جائیں ان کے خرچ کا اندازہ کرکے ان کی تنخواہیں مقرر کی جائیں۔ لڑکے لڑکیوں کو وظائف دیکر تعلیمی اور صنعتی اسکولوں میں داخل کیا جائے۔ جو لوگ کچھ کاروبار کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مگر سرمایہ نہونے کی وجہ سے معذور ہیں انہیں بصورت امداد یا قرض حسنہ دیکر کاروبار میں لگایا جائے اگر روپیہ کافی ہو تو اپنے اسلامی مدارس لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے کھولے جائیں لیکن فی الحال اگر اتنی گنجایش نہ ہو تو کم از کم سرکاری مدارس میں دینیات اور لڑکیوں کے اسکولوں میں دینیات اور تعلیم خانہ داری کی کلاسیں مسلمانوں کو اپنے روپے سے کھلوانی چاہئیں، بیوہ مطلقہ اور معلقہ عورتوں کے لئے صنعتی اسکول (جن کی بنیاد برادران وطن نے بمبئی پونا احمد آباد لاہور وغیرہ میں برسوں سے ڈالدی ہے، اور جو اسوقت ہند و بہنوں کی بیش از بیش خدمات کررہے ہیں) جا بجا مستورات کے لئے کھولے جائیں تاکہ وہ کوئی کام سیکھ کر اپنی اور اپنے یتیم بچوں کی روزی پیدا کرسکیں اس طرح نہ صرف بھیک مانگنے والوں کے گروہ میں روز بروز کمی ہوگی بلکہ وہ طبقہ جو جہالت اور ناداری کی بدولت ننگ قوم ثابت ہو رہا ہے علم و ہنر کی دولت سے آراستہ ہوکر فخر قوم ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ خدا ہمارے مسلمان بھائیوں اور پیشوایان دین کو توفیق دے کہ وہ آپس کے فضول اختلافات چھوڑکر اپنی قوم کی فلاح و بہبود کی فکر کریں اور پھر دیکھیں کہ دس پانچ سال کے اندر ہی اندر ہماری قوم کیا سے کیا بنجاتی ہے۔ مگر اپنی بدنصیبی سے ایسی امید نہیں کہ وہ مبارک وقت جلد آجائیگا۔ ابھی معلوم نہیں کہ ہمیں کتنی ٹھوکریں کھانی باقی ہیں۔ پھر بھی اپنی سمجھدار اور دردمند بہنوں سے یہ اپیل ضرور کروں گی کہ کم از کم اتنا تو کیجئے کہ پکے ہوئے کھانے کی خیرات بالکل بند کردیجئے اور جو روپیہ اس میں صرف ہوتا ہے وہ محتاجوں کو نقدی کی صورت میں ماہوار دیجئے، تاکہ بجائے پلاؤ قورمہ کے وہ اس سے معمولی کھانا کھاکر مدت تک اپنا پیٹ بھر سکیں۔ آوارہ گرد لڑکے لڑکیوں کو وظائف دے کر اسکولوں میں بھیجئے۔ کہ وہ آوارہ گردی اور بھیک مانگنے

کے شرمناک پیشے کو چھوڑ کر اپنی روزی اپنے قوت بازو سے پیدا کرنے کے قابل نہیں، بیواؤں اور مصیبت زدہ بہنوں کو امداد دیکر ترغیب دیجئے کہ وہ اسکولوں میں صنعت و حرفت دایہ گری۔ نرسنگ حکمت وغیرہ پڑھ کر اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو سکیں۔ انفرادی طور پر اگرچہ ان کاموں کے نتائج اتنے شاندار نہیں ہو سکتے جتنے کہ قوم کے متفقہ شرکت سے ہونگے۔ مگر خیر بالکل نہونے سے تو غنیمت ہو گا پکے ہوئے کھانے کی خیرات صرف ایک صورت میں مفید ہو سکتی ہے وہ اس طرح کہ جو کھانا آپ خود روزمرہ کھاتی ہیں اسی کی ایک دو خوراک کسی ایسے محتاج کی مقرر کر دیجئے جو ہر طرح معذور ہو، اس میں آپ کو کوئی خاص رقم بھی صرف کرنی نہیں پڑے گی (کیونکہ گھر کے کھانے میں اگر ایک آدمی شریک ہوجائے تو اس کا خرچ معلوم نہیں ہوتا) اور مفت میں ایک غریب کا پیٹ بھی بھرا رہے گا۔ مگر اہتمام کے ساتھ ایک دن یا دس بارہ دن تک سیکڑوں روپیہ صرف کرکے پلاؤ زردہ پکا کر لنگر تقسیم کرنا اور پھر باقی دنوں کے لئے غریبوں کو بھوکا مرنے کے لئے چھوڑ دینا خود اپنے روپے اور ان محتاجوں دونوں پر بڑا ظلم ہے۔

ظفر جہاں بیگم

طلوع صبح

یہ نظم میری مرحومہ بہن محترمہ اختر جہاں بیگم نے عصمت کی ایک نظم دیکھ کر اسی بحر میں لکھی تھی افسوس انکی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ عصمت میں اس نظم کی اشاعت نہ دیکھ سکیں۔ بہنیں اگر یہ نظم پسند کریں تو مرحومہ کی مغفرت کی دعا فرمائیں انورجہاں

سماں تھا دلکش چمن تھا رنگین، نسیم غنچے کھلا رہی تھی
شباب پر تھی بہار گلشن کلی کلی مسکرا رہی تھی

سکوت مطلق تھا سب پہ طاری۔ نہ شور بلبل نہ خندۂ گل
زمیں پہ تھا فرش سبز مخمل ہوا جسے لہلہا رہی تھی

طیور نغمے سنا سنا کر جہاں کو بے خود بنا رہے تھے
بٹھا کے غنچوں کو شاخ گل پر نسیم جھولا جھلا رہی تھی

افق سے یہ ہونے لگا تھا کچھ نشان چاک سحر ہویدا
تھی ختم ہونے کو محفل شب کہ شمع بھی جھلملا رہی تھی

فلک پہ تہ کر چکے تھے بستر سب اختران سحر بھی مل کر
سحر کی ملکہ بھی اپنے رخ سے سیاہ چادر ہٹا رہی تھی

کھلے ہوئے پھول جا بجا تھے مہک رہی تھی ہر ایک کیاری
مہک رہی تھی فضائے گلشن شمیم نکہت لٹا رہی تھی

رموز قدرت تھے آشکارا عروس فطرت کی خاموشی میں
چمن پہ تھی بیخودی سی چھائی جو دل کو بیخود بنا رہی تھی

ہزاروں چڑیاں چہک رہی تھیں خوشی میں تھی نغمہ بار کوئل
وہ جس کی دلکش صدائے پیہم دلوں میں نشتر لگا رہی تھی

عجب سماں تھا نظر اٹھا اختر تھا دلربا واں ہر ایک منظر
نسیم تانیں اڑا اڑا کر دلوں کو سب کے لبھا رہی تھی

انورجہاں سراج
اورنگ آباد دکن

جھوٹ کا سچ

(ایک دلچسپ بنگالی افسانہ کا ترجمہ)

بھوبازار میں گلی کے سامنے ایک چھوٹا دو منزلہ مکان ہے جس کے مالک بناٸی بھٹاچارجی کو مرے ہوئے بارہ سال گذر ے ان کی بیوہ اور بچے مکان کے نچلی منزل میں رہتے ہیں اوپر کی منزل میں تین کمرے کرایہ پر دے گئے ہیں اسی کی آمدنی سے دن گذرتا ہے۔

تقریباً چار سال سے بھوبتی چکرورتی اس مکان کے کرایہ دار ہیں۔ ان کے ساتھ اہل و عیال نہ تھے ان کی شادی ہی نہ ہوئی تھی اس لئے ان کے کھانے کا انتظام بھی بلادیوی کے سپرد تھا اس میں اس بچاری بیوہ کا فائدہ زیادہ اور نقصان کم تھا۔ بھوبتی بابو شگفتہ مزاج دوست پرست گانے بجانے کے شائق تھے اپنے خرچ سے دوستوں کی پر تکلف دعوت کرنی انہیں سیر تماشے میں لے جانا گھوڑ دوڑ میں ٹکٹ کرنا ان کا خاص مشغلہ تھا۔ ان کی کوئی ملازمت نہ تھی اور نہ بظاہر کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نظر آتا تھا۔ مجھ سے اور بھوبتی بابو سے اتفاقیہ ایک جگہ ملاقات ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ دوستی بڑھ گئی۔ جب میں نے ان سے ذریعہ آمدنی دریافت کرنے کی کوشش کی یہی معلوم ہوا کہ ان کے کوئی نہایت مالدار "چچا" راولپنڈی میں ہیں چونکہ وہ لاولد ہیں اس لئے بھوبتی کو اپنا بیٹا بنا یا ہے اور وہی ان کے کفیل ہیں۔ چنانچہ مجھے حیرت ہوتی کہ دنیا میں ابھی تک اس قسم کے چچا موجود ہیں۔

ایک روز بھوبتی بابو گھبرائے ہوئے آئے اور بولے کہ "بھائی ایک مہربانی کروگے؟" میں متعجب ہوا "مہربانی مہربانی کیسی؟ ذرا سنوں تو" بھوبتی نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اب سے چودہ سال پیشتر میں راولپنڈی گیا تھا کہ چچا سے کچھ وصول کر لاؤں مگر انہوں نے صاف جواب دیدیا کہ میں تمہیں اس لئے پسند نہیں کرتا کہ مجرد زندگی بسر کرتے ہو چنانچہ تمہیں روپیہ پیسے کی زیادہ کیا ضرورت ہے تنہا ہو کماؤ کھاؤ۔ یہ سنکر میں مایوس واپس چلا آیا مگر ان کی دلی خواہش کو سمجھ کر سال بھر کے بعد ایک چٹھی لکھ ماری کہ ایک دفتر میں ملازم ہو گیا ہوں اور اپنی شادی کے لئے بھی کوشش میں ہوں مگر جب تک دلہن کے لئے کافی گہنا زیور نہ ہو شادی نہیں ہو سکتی اگر آپ کچھ مدد کرتے تو میری زندگی سدھر جاتی۔ چچا نے خط پاتے ہی ڈیڑھ ہزار کا بیمہ میرے نام بھیجا۔ تم سمجھ لو کہ روپیہ وصول کرنے کا ان سے یہی ایک طریقہ میری سمجھ میں آیا اس رقم کے ختم ہو جانے کے بعد جب کبھی ضرورت ہوا کرتی ہے تو کبھی بچہ کی ولادت کی خبر کبھی اس کی بیماری کا لکھ کر اور کبھی ان کی بہو کے طرف سے خاص فرمائش کر کے غرض ایک نہ ایک حیلہ سے اپنے مصارف کا ذریعہ نکالتا آخر چچا بچارے نے میری تنگی اور کثیر الاولاد ہونے کا خیال کر کے ماہانہ رقم میرے لئے مقرر کر دی۔ چنانچہ اب تک جو تم دیکھتے ہو یہی ذریعہ میری مجرد زندگی میں فارغ البالی کا ہے۔ مگر بھائی اب ایک عجیب آفت کا سامنا ہے۔ "آفت کیسی؟ بھوبتی!" "میں نے اس طرح مزید خرچ کے لئے رقم اینٹھنے کی خاطر چچا کو اپنی بی بی کی طرف سے ایک نہیں بلکہ دو دو خط لکھ ڈالے کہ آپ کے بھتیجے کی طبیعت نہایت علیل ہے علاج کے واسطے اب گھر میں پیسہ نہیں ہے جو آمدنی ہے وہ خانہ داری اور بچوں ہی میں صرف ہو جاتی ہے فالتو خرچ کے لئے کہاں سے لاؤں روپیہ تو بھجوا یا پھر کچھ روز بعد جب میری صحت کی خبر ملی تو لکھا کہ میں دیکھنے آ رہا ہوں، اب وہ کاشی کی زیارت کو جائیں گے تو میرے یہاں بیوی بچوں کو دیکھتے ہوئے جائیں گے۔ میں نے فوراً ہی ڈک کر کہا "تو پھر فکر کی کونسی بات ہے" بھوبتی جل کر بولا "تم سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود یہ کہتے ہو! میرے بال بچے کہاں ہیں جنہیں چچا آ کر دیکھیں گے آئیں گے تو سارا بھرم کھل جائے گا۔ آج خط آیا ہے آئندہ اتوار کو پنجاب میل سے چچا بس آتے ہی ہیں۔ اب کروں تو کیا کروں" میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ بھوبتی بولا

ذرا بتاؤ تو استے قلیل وقت میں ایک بی بی اور چار بچے کہاں سے لے آؤں چچا اسی مکان میں آکر قیام کریں گے کیونکہ وہ تو یہ جانتے ہیں کہ میں معہ بیوی بچوں کے یہاں رہتا ہوں۔ بھائی غالباً تمہاری ملاقات کسی فلم ایکٹرس وغیرہ سے ضرور ہوگی کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ انہیں کچھ رقم پیش کی جائے تو چند دنوں کے لئے میری بی بی بننا قبول کرے گی؟" یہ کہہ کر ہنسی آگئی مگر ضبط کر کے جواب دیا کہ بھئی کسی کمپنی سے میں واقف نہیں پھر اگر ایسا ہو بھی تو بچے کہاں سے آئیں گے؟" بھوپتی۔ "تب تو نہایت دقت ہے یہ راز میں کسی سے کہہ کر اپنے تئیں مطعون کروں جو کچھ ہو تم ہی راز دار ہو۔ اگر ایسے وقت تم نے کوئی تدبیر نہ کی تو میری مٹی پلید ہو جائے گی۔" میں بھوپتی کے متفکر چہرے کو دیکھ کر دل ہی دل میں افسوس کرنے لگا کہ کون عورت اس وقت اس کی بی بی بننا پسند کرے گی اگر فرض کر لیجئے کہ کوئی بی بی بنتا ہو بھی گئی تو ایک نہیں چار چار بچے کہاں سے لائے جائیں۔

یکایک مجھے ایک شخص کا خیال آگیا۔ میں نے کہا۔ "رادہا ناتھ سے اگر حقیقت بیان کر دی جائے تو ممکن ہے کہ وہ راضی ہو جائے۔" بھوپتی میری طرف بے چینی سے تکنے لگا۔ میں اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "وہ بچارہ نہایت ہی نادار شخص ہے اور اُس کے تقریباً ایک درجن بچے بھی ہیں۔ روپیہ کی طمع میں اپنی بی بی بچے عاریتاً دے دے گا۔" یہ سُنتے ہی بھوپتی مجھ سے لپٹ گیا اور کہنے لگا۔ "برائے خدا پھر تم ہی اس کے لئے کوشش بھی کرو۔"

میں۔ "مگر وہ تو رانا گھاٹ میں رہتا ہے۔"

بھوپتی۔ "تو پھر اس میں ہوا کیا ہے۔ چلو ہم اور تم ساتھ رانا گھاٹ نکل چلیں۔"

میں۔ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آج بُدھ ہے۔ کل تک چلیں گے۔ تمہارا کام سنیچر تک ضرور ہو جائے گا۔"

بھوپتی۔ "نہیں بھائی۔ آج ہی چلو۔" چنانچہ ہم لوگ اُسی دن شام کے وقت رانا گھاٹ روانہ ہو گئے۔ خوش قسمتی سے رادہا ناتھ راضی ہو گیا مگر ایک شرط پر کہ وہ بھی اپنی بی بی کے ساتھ بھوپتی بابو کے گھر میں بظاہر سُسرال رشتہ دار بن کر رہے گا۔ اُسی روز دوسری گاڑی سے ہم لوگ کلکتہ واپس چلے آئے۔

ہفتہ کے دن بھوپتی نے گھر گرہستی کا کُل سامان خرید کر اپنا گھر سجایا۔ اُسی رات کے نو بجے والی ٹرین سے رادہا ناتھ معہ متعلقین کے رانا گھاٹ سے آنے والے تھے۔ ہم لوگ سیالدہ اسٹیشن اُنہیں گھر لانے کے لئے پہونچے۔ ٹرین اپنے وقت سے آئی۔ مگر رادہا ناتھ یا اُن کی بی بی بچوں کا پتہ نہ تھا۔ دوسری گاڑی کا انتظار کیا مگر پھر مایوسی ہوئی۔ اب جیسے جیسے وقت گذرتا گیا بھوپتی بابو کے ہوش و حواس ساتھ چھوڑنے لگے۔ گیارہ بج کر ۵ منٹ پر آخری گاڑی رانا گھاٹ سے آئی مگر اس میں بھی رادہا ناتھ بالکل لاپتہ تھے۔ اب تو بھوپتی ضبط نہ کر سکا اور پھوٹ پھوٹ کر اپنی حماقت اور بدبختی پر رونے لگا کہ ہائے اب سوائے رسوائی کے اور کچھ نہیں۔ میں نے موقع کی نزاکت کا خیال کر کے رات کے ایک بجے لوکل ٹرین سے رانا گھاٹ چل کر صبح سویرے رادہا ناتھ وغیرہ کو ساتھ لے آنے کی رائے دی۔ مگر ٹائم ٹیبل دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ٹرین ایک درمیان کے اسٹیشن پر رک جاتی ہے اور وہاں سے دوسری گاڑی ملتی ہے جو صبح سات بجے رانا گھاٹ پہونچتی ہے۔ اب کیا کیا جائے جب تک واپسی ہوگی اُس وقت تک چچا صاحب ہاوڑہ اسٹیشن پر پنجاب میل سے تشریف لا چکے ہوں گے پھر بھی رانا گھاٹ چلنے ہی کی ٹھیری۔ درمیانی اسٹیشن پر جب تک منزل مقصود جانے والی دوسری گاڑی نہ ملی پلیٹ فارم کا چکر کاٹتے رات گذری صبح کو رانا گھاٹ کسی طرح پہونچے اور وہاں رادہا ناتھ کے گھر جا کر معلوم ہوا کہ اُس کے سب سے چھوٹے بچے کی طبیعت یکایک سخت خراب ہو گئی جس کے سبب وہ لوگ کلکتہ نہ آ سکے۔ اب تو بھوپتی کے چہرے کی رنگت بالکل اُڑ گئی۔ اور وہ بدحواسی کی باتیں کرنے لگا میں نے اُسے سمجھا بُجھا کر اور چچا کی آمد یاد دلا کر کلکتہ جلد واپس آنے پر آمادہ کیا ٹرین سیالدہ اسٹیشن گیارہ بجے پہونچی اور گھر آتے

آٹھ ساڑھے گیارہ ہو گئے۔ ——— * ———

جس وقت ہم لوگ بھوپتی کے بھائی کے رہائش پر پہونچے دروازہ ہی پر نانی بابو کی لڑکی اُوما جس کی عمر ۱۲-۱۳ سال کی تھی کھڑی تھی بھوپتی سے مخاطب ہو کر بولی "دادا آئے ہیں" یہ سنتے ہی بھوپتی کا کلیجہ کانپنے لگا۔ کسی طرح گرتا پڑتا اوپر کی منزل تک پہونچا۔ دیکھا تو چچا بے خبر پڑے سو رہے ہیں۔ خیال کیا کہ خیر ابھی سو رہے ہیں۔ مجھے بھی کچھ دم لینے کا موقع ملا۔ اس کے بعد غسل وغیرہ سے فراغت حاصل کی۔ بلا ماں باورچی خانہ کی طرف جا کر آواز دی "اوما کی ماں" (بنگال میں باپ کو بھی بابو ہی کہتے ہیں اور عموماً ان کے معنی مربی کے ہیں۔ بلا دیوی کے بچے بھوپتی کو عزت سے بابو ہی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے)۔

بھوپتی "لو یہ دو روپیہ اپنی ماں کو دیدو اور کہو کہ میرے چچا آئے ہیں۔ اُن کے لئے کچھ کھانے وغیرہ کا سامان کر دیں"

اُوما کی ماں نے آہستہ سے دروازے کی آڑ میں ہو کر جواب دیا کہ سب انتظام کر دیا گیا ہے۔ تردد کی ضرورت نہیں۔ پھر خود اُوما بولی "دادا آپ کو ڈھونڈتے تھے کہ کل سے باہر گئے ہیں تو کیا اب تک واپس نہیں آئے۔ پھر غسل کر کے کچھ ناشتہ کیا اور آرام کرنے لگے" بھوپتی کو یکایک خیال آیا کہ کیوں نہیں بلا دیوی ہی کو اپنی بی بی بتا دوں اور اس کے بچوں کا خرچ اپنے ذمہ لگا لوں۔ لیکن بلا کو کیونکر پھر راضی کروں اس کی تو امید قطعی نہیں کہ بلا دیوی بہ آسانی راضی ہو جائیں۔ تاہم کوشش تو کی جائے بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ چنانچہ اس نے اُوما سے پوچھا "تمہاری ماں کہاں ہیں۔ بیٹی"

"باورچی خانہ میں ہیں اور دریافت کرتی ہیں کہ دادا کے لئے کیا پکایا جائے" اُوما بولی۔

بھوپتی "وہ گوشت مچھلی سب کچھ کھاتے ہیں جو جی چاہے پکالیں۔ ہاں ذرا سنو تو۔ ہمیں تمہاری ماں سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں" یہ کہتے ہوئے بھوپتی باورچی خانے کے دروازہ پر آگیا۔ اُسے آتا دیکھ کر اُوما کنارے چلی گئی اور اُس کی طرف پیٹھ کر کے کھڑی ہو گئی۔ پھر ماں سے پوچھ کر بولی "بابو آپ نے کہا تھا کہ ماں سے کچھ کہنا ہے تو کہہ دیجئے۔ ماں پوچھ رہی ہیں"

بھوپتی "ہاں کہنا یہ تھا کہ تم لوگ دادا کو اپنے دادا کی طرح سمجھا کرو۔ وہ بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں"

اُوما "جی ہاں۔ وہ ہم لوگوں کے لئے ایک ٹوکری انار۔ انگور۔ سیب لائے ہیں سب دو منزلے کے اوپر اماں نے رکھوا دیا ہے"

بھوپتی "کیوں۔ دو منزلہ پر کس لئے رکھوا دیا۔ اُوما بیٹی۔ سب چیزیں نیچے لے آؤ اور تم لوگ کھاؤ۔ ہاں بیٹی۔ دادا سے اور کیا کیا باتیں ہوئیں" اُوما "دادا نے آ کر مجھ سے پوچھا "یہ تمہارا ہی مکان ہے" ہم نے جواب دیا کہ "ہاں" پھر بولے "تم بیٹی ہو" ہم "جی ہاں" اس کے بعد گھر کے اندر آئے۔ آپ تو کل سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اماں ان کے سامنے گھونگھٹ کر کے گئیں تو بولے "بہو تھوڑا سا چائے بنا کر دو" اماں نے چائے بنا کر دی۔ دادا نے غسل کر کے چائے پی" بھوپتی نے گھبرا کر بات کاٹتے ہوئے پوچھا "کیا دادا سے اتنی ہی بات ہوئی" اُوما "جی ہاں۔ جب میں اُن کے پاس چائے لے کر گئی تو مجھ سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے پڑھتی ہو یا نہیں۔ گھر میں پڑھتی ہو یا اسکول جاتی ہو" میں نے کل باتوں کا جواب دیا۔ پھر بولے "اب کچھ دیر سوئیں گے۔ ٹرین پر رات کو نیند نہیں آئی"

بھوپتی نے اطمینان کا ایک سانس لیا اور دل میں کہا اب تک تو سب ٹھیک ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ معلوم نہیں ابھی کب تک یہاں چچا کا قیام رہے گا۔ اس کے بعد خود دوسرے کمرے میں جا کر ایک پلنگ پر نڈھال پڑ گیا اور دل ہی دل میں آنے والی مصیبتوں کا اندازہ کرنے لگا۔ ——— بھوپتی پلنگ ہی پر تھا جو چچا کے کھانسنے کی آواز آئی۔ اور انہوں نے پکارا "اُوما دی دی" بھوپتی دوڑا ہوا گیا اور چچا کو سلام کیا۔ چچا نے دعا دے کر پوچھا "کہاں تھے"

بھوپتی پہلے تو گھبرایا مگر پھر سنبھل کر بولا "جی۔ کہیں نہیں۔ ایک مصیبت آن پڑی تھی۔ جس آفس میں کام کرتا ہوں وہاں کے بڑے بابو کے کسی عزیز کا انتقال ہو گیا تھا اسی سلسلہ میں کلکتہ سے باہر کچھ دور جانا پڑا۔ اسٹیشن کو واپسی میں گاڑی چھوٹ گئی۔ رات بھر اسٹیشن پڑے رہے صبح کی ٹرین سے واپس آئے۔" کچھ توقف کے بعد چچا بولے "تمہارے گھر میں ایک بات دیکھ کر میرا جی بہت خوش ہوا کہ تمہاری رہائش میں نوابی ٹھاٹ نہیں ہے۔ گھر میں نوکر چاکر تک نہیں۔ سب کام بہو خود کر لیتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہایت سمجھداری سے گھر چلاتی ہے۔ کلکتہ کی شادی کی طرح طرح کی بدگمانی تھی۔ مگر نہیں۔ میرا خیال غلط نکلا۔ بہو نہایت نیک بخت اور سلیقہ مند ہے۔"

بھوپتی نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا "خدا کا شکر ہے کہ ہماری خانگی زندگی بڑی اچھی کٹ رہی ہے ہمیں کسی طرح کی شکایت نہیں۔ بہو کے شرمیلے پن کی وجہ سے محلہ والے اکثر نام رکھتے ہیں۔ مگر ہم کیا کریں۔" چچا "تم کچھ پرواہ نہ کرو۔ لوگوں کو کچھ دو بہاں تو انگریزوں کی ریس کرنے میں لوگ اپنی نیک نامی سمجھتے ہیں حالانکہ ہمارے نزدیک یہ کھلی بے حیائی ہے۔ اور پھر جس عورت میں شرم کا مادہ نہ ہو تو وہ بہو بنانے کی قابلیت ہی نہیں رکھتی۔" چچا صاحب تو بھوپتی بابو کی فرضی بی بی کی تعریف میں رطب اللسان تھے اور یہاں یہ بیچارہ خود اپنے خدا کا شکریہ دل ہی دل میں ادا کر رہا تھا۔ کہ ابھی تک عزت بچی ہوئی ہے۔ اتنے میں اوما نے آکر پوچھا "چچا دادا کھانا لاؤں بیٹھا "ہاں دی دی لے آؤ" اوما کے جانے کے بعد چچا نے بھوپتی کو مخاطب کر کے کہا "لڑکی تو اب سیانی ہو گئی۔ کچھ اس کا بھی فکر کیا"

بھوپتی۔ (گھبرا کر) "جی ہاں۔ سیانی تو ہو گئی۔ اور فکر کے لئے۔ کیا کروں" اس عرصہ میں اوما دادا کے واسطے کھانا لے کر آ گئی۔ دادا کھانے بیٹھے اور وہ پنکھا جھلنے لگی۔ چچا نے بھوپتی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ لڑکے کہاں ہیں۔ بھوپتی جلدی بول اٹھا۔ ایک نیا تماشہ آیا ہوا ہے شاید وہی دیکھنے گئے ہیں۔ جس پر چچا نے کہا "اتنا وقت ہو گیا اب تک گھر نہیں آئے۔ یہ عادت تو اچھی نہیں۔ ان پر نگرانی رکھو۔" بھوپتی "جی ہاں کیا کروں میں آفس کے کام سے مدیم الفرصت رہتا ہوں۔ مگر توجہ کرنا ضروری ہے۔" بیچارا یہ کہتا جاتا تھا اور اوما کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ پھر اوما سے مخاطب ہو کر بولا "بیٹی ذرا نمک تو لاؤ۔" اوما کی توجہ گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے بولا "آپ کی صحت کیسی رہتی ہے؟" چچا نے کہا "ہاں کسی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں۔ تمہاری چچی نے جو اصول میرے لئے مقرر کر رکھا تھا اسی پر اب تک چل رہا ہوں آہ ایسی نیک بی بی کا کیا کہنا۔" بھوپتی نے بھاری آواز سے بناوٹی رونا رو کر کہا "افسوس آخیر وقت ملاقات نہ ہو سکی اس کا قلق تاعمر رہے گا" اوما نمک لے کر آئی تو بھوپتی بولا "بیٹی اب تم جا کر اشنان کر لو دیر ہو گئی" اوما "میں اشنان کر چکی بھوپتی "تو جا کر کھانا کھا لو" اوما "کھا لونگی جلدی کیا ہے جب بھائی سب آ جائیں گے تو ساتھ کھائیں گے" بھوپتی (دل میں) "عجب لڑکی ہے ہم تو چاہتے ہیں کہ یہاں سے کھسکے مگر یہ ٹلنے کا نام نہیں لیتی خدا خیر کرے نہ معلوم کس بات میں بھانڈا پھوٹ پڑے۔ اب چار و ناچار بھوپتی نے دوسری ترکیب نکالی اور چچا سے مخاطب ہوا "آپ کی نظر میں اوما کے لائق کوئی بر ہے" چچا نے ہنستے ہوئے اوما سے پوچھا "دیدی تو کیا کہتی ہے؟" اوما شرما کر وہاں سے بھاگ آئی۔ اب بھوپتی نے ذرا اطمینان کا سانس لیا اور سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ یہاں لڑکے تو بہت ملتے ہیں مگر ساتھ ہی چار۔ پانچ ہزار کی فرمائش بھی کرتے ہیں۔ بھلا مجھ میں اتنی سکت کہاں اسی سبب سے خاموش بیٹھا ہوں اور اس خیال کو ابھی پاس بھی آنے نہیں دیتا کیا کروں اپنی حالت تو ظاہر ہی ہے۔" چچا "مگر تمہارے اس لاپرواہی سے کب تک کام چلیگا۔ لڑکی سیانی ہوئی بڑھ ہو چکی نکالنا ہی پڑے گا کیا ضرور ہے کہ امیر ہی جگہ شادی ہو جج بیرسٹری ملے ارے بھئی کوئی غریب گر نیک لڑکا مل جائے تو شادی کر دو۔ بھوپتی نے خیال کیا تھا کہ اوما کی شادی کے بہانہ شاید کچھ بڑی رقم ہاتھ لگ جائے گی مگر ان کے جواب نے ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تاہم اس نے پھر کوشش کی اور بولا "بہر طور دو تین ہزار سے کم میں تو کوئی کبھی راضی ہی نہ ہوگا۔" چچا "خیر دیکھا جائے گا ہم خود اپنی طرف کوئی لڑکا تلاش کریں گے۔ اتنے میں نیچے کی منزل سے بچوں کی چیخ پکار کی آواز آئی بھوپتی سمجھ گیا کہ لڑکے باہر سے آ گئے بلا دیوی ان پر خفا ہو رہی تھیں۔ بھوپتی نے جلدی سے جا کر برآمدہ میں کھڑے ہو کر کہا "بچوں کے منہ کیا لگتی ہو ہٹاؤ جانے

کہا اچھا تم کرو کے سب آرام کرو گا —— * —— سہ پہر کے وقت چچا سو کر اٹھے تو چچا پار کر کے پھر باہر چلے گئے بھوپتی
نے بچوں کو روپیہ دے کر بالی برج دیکھنے کے بہانے وہاں سے کھسکا دیا تھا کہ نہ معلوم ان لوگوں کے سبب کوئی بات ایسی کھل
کھسک کر سارا بنا بنایا کھیل بگڑ کر رہ جائے۔ بھوپتی نے چچا کو سمجھا دیا کہ اسکول کی طرف سے چار بجے پکنک میں گئے ہیں۔ چچا نے کہا "ہاں اچھا تو اوما
وہ بھی کہاں ہیں؟" بھوپتی بولا "نیچے کی منزل میں ہے"۔ بھوپتی کا دل بلیوں اچھل رہا تھا کہ اس طرح سے تو ایک دن بھی گذرنا مشکل ہے خدا معلوم
کب تک ان کا قیام رہے گا۔ بھوپتی نے کمرہ سے باہر جا کر دیکھا کہ اوما غسل خانہ میں برتن مانجھ رہی ہے اوسے اس حال میں دیکھ کر بھوپتی کو
ترس آیا اور تو بھی جب تک کہ چچا ہیں اس وقت تک کے لئے ایک ماما اپنی اماں سے کہہ کر ٹھیکہ پر رکھوا لو"۔ اوما نے جواب دیا "اس کی کیا ضرورت ہے"
بھوپتی "خبر آج مائی لوکل سے بند"۔ چچا سے آ کر بھوپتی نے کہا۔ "اوما سو رہی ہے"۔ چچا "ہاں بچہ ہی تو ہے ہم اس بچی سے بہت خوش ہیں کیا تم اوما کو مجھے
دے سکتے ہو؟ میں اوس کی شادی بیاہ اور کل باتوں کا بار لیتا ہوں"۔ بھوپتی نے جلدی سے گھبرا کر جواب دیا۔ "کیا وہ اپنی ماں سے علیحدہ
رہ سکے گی۔ اور غالباً اس کی ماں بھی پریشان ہو گی" چچا "ہوں" کہہ کر خاموش ہو رہے۔ بھوپتی کو ذرا بھی اطمینان قلب میسر نہیں۔ طرح طرح کے
منصوبے کرتا کہ کس طرح چچا کو اس مکان سے باہر لیجائیں۔ تھوڑی دیر توقف کے بعد بولا "بائیسکوپ چلئے گا"۔ چچا "کیا وہی حرکت کرنیوالی
تصویریں دیکھنے۔ نا بابا جب تک تمہاری چچی زندہ تھیں یہ سب ہوتا رہا اب ہم کہاں جائیں گے تم جاؤ اگر جی چاہتا ہو۔ میں گھر میں رہ کر بچوں سے
باتیں کر کے دل بہلاؤں گا"۔ بھوپتی چار و ناچار ہتھیار رہا اتنے میں اوما کے تینوں بھائی کھیلتے ہوئے آ پہونچے مگر خیریت ہوئی کہ اوپر آنے نہ پائے
تھے۔ بھوپتی نے جا کر ان لوگوں کو روپیہ دے کر کہا جاؤ بائیسکوپ دیکھ آؤ بہت عمدہ تماشہ ہے۔ رات کے وقت چچا جب کھانے وغیرہ
فارغ ہو کر بستر پہ دراز ہوئے تو یہ بھی باہر برآمدہ میں آیا اور کچھ دیر اپنے خیال میں محو کھڑا رہا۔ بس یہی ایک بات اس کے ذہن میں آئی
کہ کسی طرح بملا دیوی کو سارا حال کہہ دیا جائے تاکہ وہ جو کام کرے سمجھ کر کرے مگر کہوں تو کیسے کوئی بھی شریف ایک پاک دامن بیوہ عورت
کو یہ کہہ سکے گا کہ تم میری مصنوعی بیوی بنو اور وہ بیوہ یہ سن سکے گی؟ یہ ضرور ہے کہ عورتیں رحم دلی میں مشہور ہیں مگر عموماً اس قسم کا رحم نہیں
کرتیں۔ اب تک تو خدا نے بچایا ہے چچا کو کسی بات میں شک و شبہ نہیں ہوا ہے آئندہ بھی وہی مالک ہے۔

رات اسی سوچ و بچار میں گذر گئی۔ صبح کے وقت ناشتہ کے بعد چچا کے پاس لڑکے پہونچ ہی گئے اور چچا نے ان کی تعلیم و تربیت
کے متعلق سوالات کی بوچھار شروع کر دی۔ بھوپتی بولا "اب تک کوئی معقول انتظام نہ ہو سکا۔ اس سبب سے ان کی ماں جی اکثر خطرہ کیا کرتی ہیں
ایک ماسٹر سے گفتگو ہو گئی ہے عنقریب وہ آنا شروع کر دیں گے"۔ چچا "بچوں کی عمدہ تعلیم کا خیال ضروری ہے"۔ بھوپتی نے بچوں کی طرف دیکھ کر کہا "اچھا
اب تم لوگ جا کر اپنے سبق پڑھو۔ وقت اس طرح بیکار ضائع نہ کرنا چاہئے"۔ لڑکے خاموشی سے وہاں سے چل گئے اب وہ بھوپتی بابو
کی بات ماننے لگے تھے کیونکہ کل ہی بات ہے کہ بالی برج دیکھنے روپیہ دے کر بھوپتی بابو نے بھجوایا تھا اور بائیسکوپ کے لئے بھی پیسے دئے
تھے اس وقت ان کا کہنا کیونکر نہ مانتے۔ لڑکوں کے جانے کے بعد چچا نے کہا "ذرا بہو کو تو بلاؤ۔ کچھ باتیں کرنی ہیں"۔ بھوپتی سہم کر کچھ دیر کھڑا رہا
اس کے بعد جواب دیا۔ "چچا آپ تو جانتے ہیں کہ وہ کتنی شرمیلی ہے اسی لئے ہمارے ساتھ ہمیشہ کھٹ پٹ رہا کرتی ہے۔ وہ بھی کوئی
انسان ہے جانور سے بدتر"۔ چچا "اونہہ تم بلاؤ تو سہی کمرہ میں نہ آئیں برآمدہ میں کھڑی ہو کر سن لیں"۔ بھوپتی نے ایک بار بے اختیار ہو کر
آسمان کی طرف دیکھا۔ اور جا کر چپکے سے اوما سے کہا کہ "اپنی اماں کو تو ذرا بلا لاؤ۔ بملا برآمدہ میں آئی۔ چچا نے آہٹ پا کر پکارا "بہو"
اس وقت بھوپتی کی حالت ناگفتہ بہ تھی جسم کا خون خشک ہو گیا تھا اور سارے جان سے کانپ رہا تھا۔ چچا بملا دیوی کو مخاطب کر کے
بولے "بیٹی میں چاہتا ہوں کہ اوما کو اپنے ساتھ لیجاؤں اس کی شادی بیاہ کا ذمہ بھی میں لیتا ہوں۔ کیا تم اوسے میرے ساتھ جانے دوگی"
جواب ندارد۔ چچا نے بھوپتی کی طرف دیکھا۔ "اچھا بہو مجھ سے باتیں کرنے میں شرماتی ہیں۔ تم جا کر پوچھ کر اس کا جواب لے آؤ"۔ مجبوراً بھوپتی کو

جانا ہے۔ جس میں وہ بھی آدھی کی حقدار ہے بولا کچھ [illegible] اور ہٹ گئی۔ بھوپتی نے کسی طرح دبی آواز میں چچا کی باتوں کو ٹالا۔ اور بولا کہ چچا کے پاس کافی دولت ہے بہت ممکن ہے کہ کچھ اپنی جائداد کا حصہ اوما کے نام لکھ دیں۔ اس میں ہرج ہی کیا ہے؟ بھلا سے ساتھ شرم و انکسار تھی بھوپتی بابو سے آج تک اوسے بالمشافہ باتیں کرنے کا اتفاق ہی نہ ہوا تھا۔ چپکی گردن جھکائے گھونگھٹ نکالے کھڑی رہی اور دل ہی دل میں غور کرنے لگی۔ بھلا کیا جواب دیا جائے۔ یہ بھی کوئی بات ہے۔ ایک اجنبی کے ساتھ اپنی لڑکی کو کیسے بھیج دوں مسلسل خاموشی دیکھ کر چچا نے آواز دی "اچھا بیٹی ابھی تو ہم دو ایک روز رہیں گے۔ اس عرصہ میں اوما بھی ہم سے مانوس ہو جائے گی اور تم کو بھی اس امر پر غور کرنے کا موقع مل جائے گا۔" بھوپتی (دل میں) "اور غضب ہوا ابھی یہ حضرت اور دو چار روز رہیں گے کیونکر گزرے گی۔ بس خدا ہی عزت بچانے والا ہے۔" اتنے میں چچا نے کہا "کیا دفتر نہیں جاؤ گے۔" بھوپتی کا اب تک اس طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا کچھ پریشان ہو کر بولا "جی ہاں جانا تو ضرور ہے۔ مگر معمولاً ساڑھے دس بجے کے بعد دفتر جاتے ہیں گیارہ بجے سے کام شروع ہوتا ہے۔" بھوپتی مطمئن بیٹھ نہ سکا نیچے اتر کر گیا اور اوما کے بھائیوں کو بہلا پھسلا کر کھانا کھلوایا اور اسکول بھجوا کر اوپر پہنچا چچا اخبار پڑھ رہے تھے۔ بھوپتی بولا "آج ایک ماسٹر لڑکوں کے لئے شام سے آگیا۔" چچا نے کہا "اچھی بات ہے۔" بھوپتی "مگر مشکل تو یہ ہے کہ پندرہ روپیہ فیس کے مانگتا ہے میں اس قدر کیسے دے سکتا ہوں اور آپ کو کہاں تک تکلیف دوں۔" چچا "یہ تو سب سے زیادہ ضروری ہے اس کے لئے کسی دوسرے خرچ کو کم کر کے اسے پورا کرو۔" بھوپتی نے کہا "تو ہاں وہی کروں گا۔"

دس بج گئے تو بھوپتی نے غسل کر کے کپڑے بدلے اور آفس کے لئے تیار ہو کر چچا سے پوچھا "آپ کے کھانے کا کیا ہوگا۔" چچا "بارہ بجے سے پہلے میں نہیں کھاؤں گا۔ اور اوما دیدی تو ہیں ہی فکر کس بات کی ہے۔" بھوپتی "اچھا تو میں دو بجے تک آجاؤں گا۔" چچا نے کہا "کیوں اتنی جلدی کیسے آسکتے ہو" بھوپتی "اس لئے کہ آپ تنہا رہیں گے۔" چچا نے ذرا بگڑ کر جواب دیا "نہیں نہیں آفس کے کام میں ایسا نہ کرنا چاہئے "ڈیوٹی ڈیوٹی" ہے میں ہوں تو اس کے لئے تم کام کم کرو گے مگر تنخواہ تو اپنی پوری لو گے۔" بھوپتی کی حالت یہ تھی کہ وہ ایک لمحہ بھر کے لئے بھی یہ نہ چاہتا تھا کہ گھر میں چچا کو چھوڑ کر وہ باہر جائے خدا معلوم کونسی ایسی بات ہو جائے کہ سارا بھانڈا پھوٹ جائے اور منہ دکھانے کے بھی قابل نہ رہوں۔ دل ہی دل میں خدا کو یاد کرتا ہوا گھر سے نکلا اور سیدھا کالی گھاٹ پہنچا کالی کے مندر میں پوجا کر کے اپنے دل کی حالت بیان کر کے دعا مانگی کہ یا کالی جب تک چچا یہاں ہیں ساتھ عزت کے یہ دن گذریں اور چچا پر کوئی بات ظاہر نہ ہونے پائے تو میں پھر پوجا کروں گا اور جلد سے جلد چچا یہاں سے چلے جائیں دن بھر اسی طرح کالی گھاٹ میں رہ کر دعائیں مانگتا رہا پانچ بجے گھر لوٹا دیکھا کہ چچا سوتے ہیں۔ اوما سرہانے بیٹھی سر کے سفید بال چن رہی ہے آہٹ پا کر چچا بولے "بیٹی اب جاؤ۔ تمہارے بابو آفس سے آگئے۔" اوما اٹھ کر چلی گئی۔ بھوپتی ہاتھ منہ دھو کر چوروں کی طرح کمرے میں داخل ہوا مگر چچا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ چچا اٹھ کر بیٹھ گئے اور پکارے "بھوپتی!" ان کی بھاری آواز سنتے ہی بھوپتی کا دل دہل گیا۔ دھڑکن کانوں تک آنے لگی۔ چچا بولے "آج ایک عجیب بات کا انکشاف مجھ پر ہوا اور جب سے معلوم ہوا ہے میرے دل کو قرار نہیں۔" بھوپتی بابو کانپ اٹھے اور اس وقت گویا ایک دوسری ہی دنیا میں پہونچ گئے "ہائے افسوس سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔" دل سے باتیں کرنے لگے۔ زمین پاؤں کے نیچے نکلی جا رہی تھی آنکھوں میں اندھیرا چھانے لگا۔ یکایک چچا پھر مخاطب ہوئے "تم میاں بیوی میں دل ملاپ نہیں۔ یہ میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا۔ مگر اس میں قصوروار کون ہے اس کا پتہ چلانا مشکل ہے۔ تاہم میں بہو کو کسی طرح الزام نہیں دے سکتا۔ کیونکہ وہ عورت ذات ہے۔ اس کے سر پر گھر کی ساری ذمہ داریاں ہیں۔ شوہر کو چاہئے کہ ہر وقت بی بی کی دلدہی کرے اور اس سے

[illegible] سے گفتگو کرے۔ یہ مانا کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ شوہر بھی بیوقوفی کرنے لگے۔ بھلا بتاؤ تم نے کس طرح پتہ لگایا" اتنا سُن کر بھوپتی کے گم شدہ حواس بجا ہوئے اور اُس نے اطمینان کا سانس لے کر خدا کی درگاہ میں شکریہ ادا کیا۔ چچا نے کہا" میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے" بھوپتی بولا" جو کچھ حال ہے وہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ باہمی نزاع کی بس یہی وجہ ہے کہ جو کچھ آمدنی ہے اس سے گھر کا خرچ پورا نہیں پڑتا اور بہو کو واقعی تکلیف ہوتی ہے سب آپ ہی بتایئے کہ میں کیا کر سکتا ہوں۔ کس کس طرف دیکھوں۔ دُنیا میں سب کو خوش رکھنا مشکل امر ہے" چچا نے کہا" ہاں یہ تو میں سمجھتا ہوں۔ مگر عورتیں قابلِ رحم ہوا کرتی ہیں۔ ان کے دلی صدموں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے (پھر ایک ٹھنڈی سانس لی) تمہاری چچی مجھ سے اکثر کہا کرتی تھیں کہ مرد صرف حکومت کرنی جانتے ہیں۔ خود جو اُن کے دل میں آتا ہے کرتے ہیں۔ عورت کو مطلقاً اُن کے کاموں میں دخل نہیں ہوا کرتا۔ عورتوں سے ساری خدمت لیتے ہیں اور پھر اُن کی طرف دل سے متوجہ نہیں رہا کرتے۔ اسی طرح غریبوں کی زندگی ختم ہو جاتی ہے" پھر ایک گہری سانس لی اور کہا" دُنیا میں عورتوں سے کس طرح سلوک کرنا چاہیئے یہ گنتی کے چند ہی لوگ سمجھتے اور جانتے ہیں۔ مگر تم سے جو ظاہر ہوا اس کی کم از کم مجھے اُمید نہ تھی۔ لو ذرا غور سے سنو۔ کل رات یکایک میری نیند اُچاٹ رہی۔ برآمدے میں ٹہلنے لگا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ غسل خانہ کی طرف بتی جل رہی ہے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بہو برتن مانجھ رہی ہے۔ میں کیا بتاؤں کہ یہ دیکھ کر مجھے کس قدر تکلیف ہوئی۔ تم تو آرام سے سوتے رہو اور وہ رات تک محنت کرتی رہے۔ تمہیں ذرا بھی بہو کے آرام کا خیال نہیں۔ پھر آج دیکھا کہ صبح کے وقت آفس جاتے ہوئے تم چپ چاپ چلے گئے۔ بہو کی طرف رُخ بھی نہ کیا۔ پھر آفس سے واپسی میں بھی تم بہو کی طرف نہ گئے۔ یہ طریقہ تو ٹھیک نہیں۔ ایسے برتاؤ سے عورت کے دل کی کیا حالت ہو سکتی ہے" پھر ذرا وقفہ کے بعد ٹھنڈی سانس لے کر بولے" تمہاری چچی جب تک زندہ رہیں کبھی ہم لوگوں کے درمیان ایسا واقعہ نہ ہوا۔ جو بھی کام ہوتا ہم لوگ دونوں کے مشورے سے ہوا کرتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دل بہلانے کی فکر کیا کرتے۔ ہم لوگوں نے مل کر اپنے ہاتھوں سے ایک باغیچہ تیار کیا تھا۔ ہماری باہمی محبت دیکھ کر لوگ متحیر رہتے تھے۔ مگر ایک تم لوگوں کی زندگی ہے کہ دیکھ کر تکلیف ہوتی ہے" بھوپتی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور جواب دینے کی بات بھی کیا تھی۔ جب بی بی اُس کی ہوتی تو خیر کچھ معلوم بھی ہوتا کہ کیسے برتاؤ کا کیا اثر ہوتا ہے اور پھر چچا کو بھی جواب دے سکتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی برعکس تھا تاہم جب ایک زبردست جھوٹ بول چکا ہے تو اس کے نباہنے کی بھی ہر طرح کوشش ضرور ہے تاکہ کوئی ایسی بات نہ ہو جو بنا بنایا کھیل بگڑ جائے۔

بھوپتی بابو نے چچا کی موجودگی میں برابر پیسے وغیرہ دے کر بچوں کو باہر ہی باہر رکھنے کی کوشش کی تاکہ ان سے وجہ سے کوئی بات ظاہر نہ ہو جائے۔ اُوما سے صاف صاف کہہ دیا کہ "بیٹی۔ آج سے تو میری بیٹی ہے اور میں

پ ہوں۔ میں نے تجھے اپنی بیٹی بنا لیا ہے "پھر ایک ساری اور ایک جوڑی کان کے بندے اس کے لئے خرید کرا دی"۔
ی بچاری باپ کی قدر کیا جانے۔ حقیقی باپ کا سایہ تو بچپن ہی میں سر سے اُٹھ چکا تھا۔ اس وقت ایک اس قدر چاہنے
الا باپ ملا۔ پھر تحفہ دیکھ کر نہال ہی تو ہو گئی۔ اور صحیح معنوں میں اُسے اپنا باپ سمجھنے لگی۔ بھوپتی نے اس سے کہا "دیکھو بیٹی۔ سواط
بھو" اوما نے بھی سر ہلا کر کہا "جی" "بہت اچھا"
اسی طرح خوف و رجا میں چار روز گذر گئے۔ پانچویں دن چچا کاشی جی روانہ ہوئے مگر کہتے گئے کہ واپسی میں
کلکتہ ہوتے ہوئے۔ راولپنڈی جائیں گے۔ "اوما دیدی میرے لئے سفر کا ناشتہ وغیرہ بنا کر ساتھ کر دے گی
کیوں اما دیدی" اوما ہنس کر چپ رہی۔ چچا کے کاشی چلے جانے پر بھوپتی کو ذرا سکون ہوا۔ پانچویں دن چچا واپس آئے
اور اُسی روز شب کی ٹرین سے راولپنڈی جانے لگے۔ چلتے وقت بھوپتی سے مخاطب ہو کر کہنے لگے "تمہارے یہاں
فضول خرچی کسی بات میں نہیں ہے۔ اس سے میری طبیعت بہت خوش ہوئی۔ لیکن بہو کے ساتھ جو کچھ تمہارا برتاؤ
ہے یہ میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے۔ چاہتا ہوں کہ تم اپنی اس روش کو بدل ڈالو" پھر ذرا ٹھیر کر بولے
"میں نے چاہا تھا کہ اپنی کل جائداد تمہارے نام اپنی زندگی ہی میں لکھ ڈالوں مگر اب خیال بدل گیا۔ وِل لکھا میں
صرف تمہارا ہی نام نہ رہے گا۔ کچھ حصہ اور بچوں کے لئے بھی جائداد ہی مستقلاً رکھنے کا قصد ہے۔ کیونکہ جب اس وقت
تمہارا برتاؤ اُس کے ساتھ ایسا ہے تو نہ معلوم اس قدر دولت پانے کے بعد تمہارا مزاج کیسا رہے۔ پھر اُس وقت بچاری
عورت ذات کیا کرے گی اُس کے ہاتھ میں بھی کچھ رہنا ضروری ہے"

میں دفتر سے ابھی آیا ہی تھا کہ بھوپتی بابو نازل ہوئے۔ کہنے لگے کہ چچا نے وصیت نامہ رجسٹری کرا کے بھیج دیا ہے
اور جیسا کہہ گئے تھے ویسا ہی لکھا ہے۔ کاغذ لے کر میں نے پڑھا "ایک حصہ عزیزم شریمان بھوپتی چکرورتی کے نام اور
دوسرا بیٹی شریمتی بملا دیوی اور اُس کے بچوں کے لئے" میں نے بھوپتی سے مخاطب ہو کر کہا "تمہاری حماقت نے آخر
دوسرے غیر لوگوں کو بھی مفت میں حصہ دار بنا دیا" بھوپتی بولا "پھر اب اس کا علاج ہی کیا ہے"
"میں؟ بس صرف ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہ کہ اگر بملا دیوی تم سے"
جس وقت یہ بات بملا دیوی کے کانوں میں ڈالی گئی۔ اُسی وقت سے بیچاری بیوہ کا روتے روتے برا حال ہو گیا۔ جب تک
شوہر زندہ رہا۔ غریب کو کبھی چین نصیب نہ ہوا۔ ہر وقت سولی پر جان رہا کرتی تھی۔ اب بار بار یہی خیال کرتی کہ اس وقت تک
بچوں کا منھ دیکھ کر زندہ رہی۔ دوسرا کرنے کا خیال ہی کبھی نہ آیا۔ اب جبکہ بچے بھی بڑے ہو چکے الٹی عمر میں ہمیں یہ دوسرا شوہر
کرنا کیا مناسب ہے۔ لوگ کیا کہیں گے۔ آخر بھوپتی کے بہت زور دینے پر کہ مذہبی کتابوں میں عقد بیوہ کی تاکید کی گئی ہے اور ہم لوگوں
کے اتنے بڑے عالم ایشور چندر ودیا ساگر نے خود اس کو عملی جامہ پہنا کر دکھلا دیا ہے نیز اُس کے بچوں کی سرپرستی میں کسی قسم کی کوتاہی
نہ ہو گی آخر دو ماہ کی کوشش میں بملا دیوی کسی طرح راضی ہو گئیں۔ بھوپتی نے جب مجھے اطلاع دی تو میں نے دریافت کیا "کیا تمہارے
چچا کو معلوم ہو گیا کہ (وصیت) ول کے لالچ میں یہ شادی ہو رہی ہے" بھوپتی "نہیں۔ بلکہ خود بملا کو وصیت نامہ کا مطلق علم نہیں ہے۔
اس عقد کے بعد میں یہاں تو رہونگا نہیں۔ کیونکہ تم جانتے ہو دنیا کس قدر بیہودہ خیال کی ہے۔ پچھم کی طرف یا کہیں اور جا کر مستقل رہائش
اختیار کروں گا۔ چچا سے کہدوں گا کہ میرا تبادلہ ہو گیا ہے۔
(ترجمہ از بھوپتی بنگلہ) ایس۔ کے۔ صغرا ادیب۔

زندہ جاوید

بہار کا آغاز ہے کونپلیں پھوٹ رہی ہیں۔ درخت سرسبز اور شاداب ہیں، پہاڑیاں برفانی لباس اتار چکی ہیں وادیاں سبز پوش ہیں، آبشاروں میں ہلکا سا ترنم ہے۔ لالہ زاروں میں بہار ہے۔ سال بھر کی ہجراں نصیب جسے سوز اور ساز میں ید طولیٰ حاصل ہے وہ جو محبت کی بارگاہ سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے نسیم سحری کی غمازیوں پر کان دھرے ہوئے ہے، او ناداں تو الفت کا راز نسیم سحری سے نہ پوچھ۔ عبث بیکار اپنا وقت نہ کھو آ میرے پاس آ۔ کہ میں تجھے وفا کا سبق دوں۔ آ میرے پاس بیٹھ کہ میں الفت کا راز تجھ سے کہوں! آ میرے پاس آ۔ تو میرے مہجور دل کی تسکین کا باعث ہوگی۔ خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو، کیا حقیقت ہے۔ ہرگز نہیں تو میری دل ساز نہیں ہو سکتی۔ تو میری ہمراز نہیں بن سکتی۔ کیونکہ تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں محو ہے۔ اسوقت بہار ہے اور تو اس کی شیدائی۔ عرصہ سے متمنی جلوۂ گل میں محو ہے، مگر میں میں اس سے کوسوں دور اس سے ناآشنا اور اس سے بے خبر۔ تجھے پاؤں تو کہاں پاؤں۔ تجھے ملوں تو کہاں ملوں، ہاں میں تیری ہمنشینی حاصل کروں گی، ایک دوسرے وقت میں ایک دوسرے سمے میں ایک دوسری حالت میں ہاں ایک دوسرے سوز میں ایک اور آہ میں۔

ننھی سی جان، اے شمع کے شیدا۔ تو اس محفل میں آیا اور کیوں آیا۔ تیرے لئے تو زمانے کی بہاریں اور خزاں کے جھونکے ایک پرکاہ کی وقعت نہیں رکھتے۔ تو جدائی اور ملاقات کی کاوشوں سے بے نیاز ایک دوسری دنیا میں بستا ہے۔ اس دنیا میں جس کے ساکنوں کی حیات مستعار کا راز محبوب کے گرد بیٹھ کی چند گردشیں ہیں کیا تجھے بہار کے دنوں کی آرزو نہیں کیا تجھے خیال خزاں پریشان نہیں کرتا۔ کیا بہار اور خزاں ایک ہی چیز کے ہیں، کیا دونوں ایک ہی کیفیت نہیں رکھتے۔ آہ کیوں نہ ہو، تیری بہار۔ تیری راحت۔ تیری تسکین۔ اسی ایک قربانی میں پنہاں ہے۔ اے عاشق صادق اے ہجراں نصیب لے زندہ جاوید تو لے گیا۔ وہ کچھ جو عندلیب حاصل کر اور تو پا گیا وہ چیز جس کا رتبہ ہے۔ تو خود تو مٹا مگر اپنے سوز میں دوسرے کو بھی لے مرا۔ آہ خوب روکا، او کام انسان سنبھل کہ میں تیری شیدائی ہوں۔ ٹھہر کہ میں تیری منتظر ہوں، تو مجھے وہ راز بتا گیا جو گل و بلبل میں نہ مل سکا آ تو میرے پاس آ۔ تو میرا ہمنوا ہو، تو میرا دمساز بن، خود جل مرنا اور اپنے سوز میں دوسرے دل کو لے مرنا، بازی لیجانا نہیں تو اور کیا ہے، آ اے عندلیب اور بہار کی شیدائی۔ او حسن کی متمنی او محبت کی دعویدار آ۔ اور دیکھ کہ کرشمہ ہائے الفت راز ہائے محبت اور سوز ہائے دردِ دل کیا کیفیت رکھتے ہیں۔ سیکھ او ناتجربہ کار۔ چند روزہ بہار پر ندمت، عارضی حسن کی تمنا میں خاک نام پر داغ نہ لگا۔ فنا ہو جا اور فنا کر لے کہ شیوہ الفت یہی ہے۔

کنیز محمدی بیگم مجنوں

دیہاتی گیت

از ڈاکٹر اعظم کریوی مصنف ہندی شاعری سابق ایڈیٹر اکبر الہ آباد

مولانا شبلی شعرالعجم میں فرماتے ہیں کہ احساس جب الفاظ کا جامہ پہن لیتا ہے تو شعر بن جاتا ہے اسی سلسلہ میں مولانا نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک یورپین مصنف کا خیال ہے "ہر چیز جو دل پر استعجاب۔ حسرت یا جوش پیدا کرے شعر ہے" اس کسوٹی پر جب ہم دیہاتی گیتوں کو پرکھتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ بھی شاعری کی حد سے باہر نہیں ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ دیہاتی شاعری میں ردیف اور قافیہ کی پابندی لازمی نہیں، جاہل دیہاتیوں کے دل پر جو کچھ اثر ہوتا ہے وہی اُن کی زبان سے موزوں گیت کی شکل میں اضطراراً نکل جاتا ہے، اگر نیچرل شاعری محض اصل واقعات کے نقل کر دینے کا نام ہے تو دیہاتی گیتوں کے واقعی ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا ہز اکسیلنسی سر ولیم میرس کے۔ سی۔ آئی۔ ای سابق گورنر صوبجات متحدہ نے ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد کے پہلے جلسہ میں اپنی افتتاحی تقریر میں تو یہاں تک کہدیا تھا کہ "جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں دیہات کے گیتوں اور راگوں میں بہت سے ایسے موجود ہیں جن کی زبان عمدہ ہے اور جو دل پر بہ نسبت بعض مسلم استادوں کے کلام کے زیادہ اثر کرتے ہیں" (ہندی شاعری صفحہ ۱۲)

دیہاتی شاعری میں زیادہ حصہ صنف نازک کا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ تاثیر و تاثر کے لحاظ سے دیہاتی گیتوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ کوئلیا (کوئل) نارنگیا (نارنگی)، سانولیا۔ موتیا۔ چبلیا (چمپلی) پیریا (پیاری) کٹریا (کٹاری) کتی۔ نینا مشہور دیہاتی شاعرہ گذری ہیں۔ چونکہ شعرالہند "خمخانہ جاوید" وغیرہ کی طرح دیہاتی شاعروں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اس وجہ سے ان کے حالات زندگی پردۂ تاریکی میں ہیں۔

ہندی میں دیہاتی گیتوں کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے مگر اردو میں چند منتشر مضامین کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس سے پیشتر میں ہمایوں نیرنگ خیال وغیرہ میں دیہاتی گیتوں پر اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں اب عصمت کے لئے خاص طور پر یہ مضمون لکھ رہا ہوں، اگر ناظرین عصمت نے پسند کیا تو اس کا سلسلہ کم از کم ایک سال تک جاری رہیگا اور پھر اگر ممکن ہوا تو کتابی صورت میں شائع کر دیا جائیگا۔

ملحوظ خاطر رہے کہ دیہاتی گیتوں کو بنانے والے عموماً ان پڑھ گنوار عورتیں یا مرد ہوتے ہیں، جو کچھ ان کے دل پر گذرتا ہے وہی ان کی زبان پر آجاتا ہے۔ مظلوم مصیبت زدہ دیہاتی عورتیں فریاد کرتی ہیں مگر ان کی زبان سے ناواقف

کی وجہ سے ہمارے دلوں پر ان گیتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دیہاتی گیتوں سے ہمیں دیہاتیوں کے خیالات اور تہذیب کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اس مضمون کے لکھنے کا یہی اصل مقصد ہے۔ اگر کوئی صاحب یا صاحبہ ان گیتوں میں جذبات الہامات اور ادب لطیف کے جویا ہوں گے تو میرے خیال میں انہیں مایوسی ہوگی۔ " اعظم کریوی "

چھوٹے بلمان ہمار موری گوئیاں - ناحق زہر گونان موری گوئیاں

چیلیر اس دوئی دیور ہمرے

موا بلما ہمار موری گوئیاں۔ چھوٹے بلما........

ترجمہ۔ ایک جوان عورت کی شادی ایک کمسن مرد سے ہوئی۔ جب اس کا گون ہوا اور وہ اپنی سسرال گئی تو اپنی ایک سکھی سے وہ کہتی ہے" اے ری سکھی! میرا گون فضول ہوا۔ چیلیر (جوں) کی طرح میرے دو چھوٹے دیور ہیں اور چوہے کی طرح شوہر

تلوا لگاؤں۔ بکیوا لگا لوں

کھٹیا پا دیہوں اولار موری گوئیاں

ترجمہ۔ تیل اور ابٹن لگا کر میں نے انہیں (شوہر) کو چار پائی پر لٹا دیا۔

نیچے نیچے آئی بلریا

ملکی بلماں اٹھائے موری گیاں

ترجمہ۔ چپکے چپکے بلی آئی اور وہ میرے پیا جی (شوہر) کو اٹھا لے گئی،

ساس موری روئے نند موری لٹے روئے ہماری بلائے۔ موری گیاں

ترجمہ۔ میری ساس اور نند رونے لگیں۔ میں کیوں روؤں؟ میری بلا روئے

کوٹھوا پہ ڈہونڈوں، اٹریا پہ ڈھونڈھوں - کھٹیا تیرے چلائیں موری گیاں

ترجمہ۔ میں نے کوٹھے پر ڈہونڈا۔ اٹاری پر تلاش کیا۔ لیکن پتی دیوتا (شوہر) تو چار پائی کے نیچے پڑے چلا رہے تھے

اس گیت کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے لیکن حقیقت میں رونا چاہیئے" روئے ہماری بلائے۔ میں ایک بدنصیب، رسم و رواج کی ستائی عورت کی داستانِ غم پوشیدہ ہے، جب یہ گیت عورتوں میں گایا جاتا ہوگا تو ان نوجوان عورتوں کے دل کی کیا حالت ہوتی ہوگی جن کے شوہر واقعی چوہے کی طرح چھوٹے اور کمسن ہوتے ہوں گے۔ شہروں میں تو اب کچھ کچھ اصلاح ہو چکی ہے۔ مگر دیہاتوں میں اب بھی غریب ہندو گھروں میں بے جوڑ شادیوں کا بہت رواج ہے۔

۲ گہری جمنا کے تیروان چنن کچھ رکھوا ہو - تن ڈریا پر ہیں ہنڈولا جھولیں بائی کنہیہ

جھولت ہی جھولت ابیر ہوا اور دیر بھا ہے ہو نور ٹلا موتن کیر ہار جمنا بل ہیتر ہو

دھاؤ بہنا چکیا تو پال بیگ لاؤ ہو ۔ چکنی چن لیو موتیا کا ہار جسنا جل بھیتر ہو
۔ اگیا لگاؤں تو رہردا بجر پرے موتن ہو ۔ بہنی بچھوے سے چکوا ہران ڈھونڈھت نا ہیں پاوت ہو

ترجمہ۔ اگری جمنا کے کنارے ایک چندن کا گھنا پیڑ ہے ۔ اس کی ڈال پر جھولا پڑا ہے ۔ اسی پر رانی رکمنی جھولا جھول رہی ہیں، جھولتے جھولتے بہت دیر ہوگئی یکایک ان کے گلے سے موتی کا ہار ٹوٹ گیا اور موتی جمنا میں گر پڑے، رانی رکمنی نے چکئی (سرخاب کی مادہ) سے کہا اے چکئی بہن! جلدی دوڑ کر آؤ۔ پانی کے اندر سے میرے ہار کے موتیوں کو چن کر نکال لاؤ،

چکئی جو چکوا (سرخاب) کی یاد میں تڑپ رہی تھی اس نے رانی سے جل کر کہا۔ تمہارے ہار میں آگ لگے، موتی پر بجلی گرے ۔ شام سے میرا چکوا کھو گیا ہے (کہا جاتا ہے کہ شام ہوتے ہی چکوا چکئی سے جدا ہو جاتا ہے چکئی دریا کے اس پار اور چکوا اس پار رہتا ہے ۔) میں اسی کو تلاش کر رہی ہوں (مجھے اتنی فرصت کہاں جو تمہارے موتی چنوں) چکئی (پرند) کی محبت کا کتنا اچھا ثبوت ہے ۔ رانی کو اپنے ہار کی اور چکئی کو اپنے چکوا ہی کی فکر ہے۔

(۳)

بابا نبیا کا پیڑ جن کاٹیو
نبیا چڑیا بسیر — بلیا لیہوں بیرن
بابا بٹیا جن کو دکھ دیہو
بٹیا چڑیا کی نائیں — بلیا لیہوں بیرن
سب رے چڑیا اڑ جیہیں
رہ جیہی نبیا اکیلی — بلیا لیہوں بیرن
سب رے بٹیا جیہیں سا سُر
رہ جائی مائی اکیلی — بلیا لیہوں بیرن۔

ترجمہ۔ لڑکی اپنے سسرال جا رہی ہے، گھر کے سامنے نیم کا ایک پیڑ ہے شاید اسی نے اس کو لگایا ہوگا۔ وداع کے وقت وہ اپنے باپ سے کہتی ہے "اے بابا اس نیم کے پیڑ کو مت کاٹنا اس پر چڑیاں بسیرا لیتی ہیں۔
اے بابا! لڑکیوں کو بھی کوئی تکلیف نہ دینا۔ بیٹی اور چڑیا کی حالت ایک سی ہوتی ہے،
سب چڑیاں اڑ جائیں گی صرف نیم اکیلی رہ جائیگی،
سب لڑکیاں اپنے اپنے سسرال چلی جائیں گی۔ ماں اکیلی رہ جائیگی۔
سچ ہے میکے کی ہر شے پیاری ہوتی ہے

---

(۴) ٹھاڑی جھرکوا میں چتوؤں نیہرسے کوڈ نین آئی
اوہرسے تیاری کیسے بیواسے جن موری سدھیو نہ لین
اوہرسے بھیتا کیسے بیرن سسرے میں ساون ہوئی

ترجمہ - ہندوؤں میں دستور ہے کہ ساون میں لڑکیاں اپنے میکے جاتی ہیں۔ لڑکی سسرال میں ہے وہ میکے جانے کے لئے بے چین ہے ساون کا مہینہ آگیا ہے لیکن اس کا بھائی بلانے نہیں آیا وہ کہتی ہے "میں کھڑکی سے دیکھ رہی ہوں، ہائے میکے سے کوئی آتا نہیں دکھائی دیتا۔ ہائے میرے ماں باپ کیسے ہیں جنہوں نے میری اب تک سدھ نہ لی۔ جس بہن کا ساون سسرال میں گذرے اس کے بھائی سے زیادہ کون سنگدل ہوگا،
اس عرصہ میں لڑکی دیکھتی ہے کہ

اگلے کے گھوڑوا پہ بابا مورا - پچھوا کے برنا ہمار
بھلا رے بیاری بھلی بیٹی - رے اب موری سدھیا جو لین
کنوری لے آوین بیوا مورا - جیکر بٹیا دلاری رے
چنری لے آوین بیرن مورا جیکر بہنی دُلاری رے

ترجمہ - آگے آگے گھوڑے پہ باپ سوار آرہا ہے اس کے پیچھے گھوڑے پہ میرا بھائی ہے
آہا میرے ماں باپ کیسے اچھے ہیں جنہوں نے میری سدھ لے لی۔
میرے باپ کانوز لائے ہیں وہ اپنی بیٹی کو بہت چاہتے ہیں،
میرا بھائی چنری لایا ہے وہ اپنی بہن کو بہت چاہتا ہے

منگل گیت (۵)

چلو نہ سکھیاں سہیلی رے جمنا میں جائی ہو جمنا کے نرمل نیر کلس بھر لائی ہو
کوئی سکھی جل بھرین کوئی مکھ دھوین ہو کوئی سکھی ٹھاری نہائے ایک تریا روئے ہو
کی توہین ساس رسسر دکھ کی نیہر دور بسے بہن اکی تہرا کنتہ بدیس - کون دکھ روؤ ہو
نا موہیں ساس دسسر دکھ - نہ نیہر دور بسے بہنی نہ مورا پیا پردیس کو کہ دکھ رُوؤں ہو

سوہر یا منگل گیت بچوں کی پیدائش پر گایا جاتا ہے۔

مطلب - سکھیو چلو جمنا جی چلیں - جمنا جی کا پانی بہت صاف وشفاف ہے چلو گھڑا بھر لائیں، کوئی سکھی پانی بھر رہی ہے کوئی منہ دھو رہی ہے اور کوئی سکھی کھڑی نہا رہی ہے۔ ایک سکھی رو رہی ہے (رونے والی عورت سے کوئی پوچھتی ہے) اے سکھی کیا تجھے ساس یا سسرے نے کوئی تکلیف پہنچائی ہے، یا تیرا سوامی پردیس میں ہے

آخر تو کس وجہ سے رو رہی ہے (عورت جواب دیتی ہے) اے بہن! نہ تو مجھے ساس وسسر نے تکلیف پہنچائی اور نہ میرا سلامی پردیس میں ہے میں تو کوکھ کے درد سے رو رہی ہوں (میرے کوئی اولاد نہیں۔)

۶۔ ساس موری کہے بنجھیا نند برج باسن ہو — رام جن کی میں باری بیاہی اوگھر سے نکارن ہو
گھر سے نکر سبھا جنگل بیچ ٹھاڑی ہو — ساہ بن سے نکری بگھنیاں تو دُکھ سکھ پوچھی ہو
تریا۔ کون بپت کی ماری جنگل بیچ ٹھاڑی ہو — ساس موری کے بنجھیا نند برج باسن ہو
باگھن! جن کی میں باری بیاہی اوگھر سے نکارن ہو — باگھن! ہمکا جو تم کھائے لیتو بپت سے چھوٹب ہو
جھوان سے تم آیو لوٹ وہاں جاؤ تہیں نا کھایب ہو — باگھن تم کا جو ہم کھائی لیبے ہم ہون بانجھ ہوئے ہو

مطلب (ایک بانجھ عورت اپنے دل کا درد کہہ رہی ہے) میری ساس مجھکو بانجھ اور نند برج باسن کہتی ہے (انتہا یہ ہے) کہ بالے پن میں جن سے میری شادی ہوئی تھی انہوں نے مجھکو گھر سے نکال دیا۔ بانجھ عورت گھر سے نکل کر جنگل میں کھڑی ہے جنگل سے شیرنی نکلی اور اس نے عورت کا حال پوچھا اور کہا اے عورت! تجھ پر ایسی کونسی مصیبت پڑی تو جو اس بھیانک جنگل میں بے یار و مددگار اکیلی کھڑی ہے؟ عورت نے کہا اے شیرنی! میری ساس مجھ کو بانجھ اور نند برج باسن کہتی ہے، جو مجھے بالے پن میں بیاہ کر لائے تھے انہوں نے گھر سے نکال دیا ہے۔ اگر تم مجھکو کھا لو تو میں اس مصیبت کی زندگی سے چھٹکارا پا جاؤں! شیرنی نے کہا تم جہاں سے آئی ہو وہیں لوٹ جاؤ میں تم کو نہ کھاؤں گی اگر میں تم کو کھاؤں گی تو میں خود بانجھ ہو جاؤں گی،

اس کے بعد اور گیت ہے جس میں عورت ناگن سے ڈسنے کو کہتی ہے وہ انکار کرتی ہے۔ پھر عورت اپنی ماں کے ہاں میکے پہنچتی ہے وہ بھی اس ڈر سے کہ کہیں وہ خود بانجھ نہ ہو جائے گھر میں گھسنے نہیں دیتی۔ آخر کار عورت زمین سے کہتی ہے کہ دھرتی ماتا! پھٹ جاؤ تا کہ میں اس میں سما جاؤں، لیکن وہ بھی بانجھ عورت کو اپنے سرن میں لینے سے انکار کر دیتی ہے۔ کتنا درد انگیز گیت ہے،

۷۔ انگنا میں بیٹھی ہیں ساس بہو سے پوچھن رے — بہو ری کاہے تو رمکھوا پیاران گوڑ گھیرا ہے رے
لاج شرم کی بتیا میں ساسو جی سے کیسے کہوں رے — ساس تور پوت چھل چھیلوا انچر وانچ ڈاریں رے
اے البیلی بہریا لچھن نہ لگاؤ بہو رے — دلہن آج کے نوین مہنوا ہو رلی تورے ہرمن رے
ارے ساسو جی کے ہوئے چریانندمن ہر لیبے رے — اپنے راجا کے پران پیاری ہو رل مورے ہو یمن رے

مطلب۔ ناچے پر ساس بیٹھی اپنی بہو سے پوچھ رہی ہے کہ اے بہو تمہارا چہرہ پیلا کیوں ہے۔ پاؤں بھاری کیوں ہے (یہ سنکر بہو اپنے دل میں سوچتی ہے) ٹھیک جواب کیسے دوں مجھے تو لاج آتی ہے پھر وہ بولی ساس جی تمہارا لڑکا بڑا نٹ کھٹ اور شوخ ہے اس نے میرا آنچل مسل دیا ہے۔ ساس نے کہا ارے البیلی بہو مجھ سے باتیں

بتا دیں سب بچھ گئی۔ میرے لڑکے کو الزام نہ لگا آج کے نویں جینے تیرے لڑکا ہوگا یہ سنکر بہو اپنے دل میں کہتی ہی اد ہو میرے لڑکا ہوگا میں اپنی ساس کی کیز بنجاؤں گی۔ نند کا من ہر لوں گی اور اپنے راجہ (شوہر) کی پران پیاری (بیوی) ہو جاؤں گی۔

۸۔ ساس جی بولے لین اڑپا نند تڑپی بولے ہو — بہوری کا ہے کو بجر لیو گمان سوئے لیو سکھ نندیا

بابا کے ہیں ہم سنر وئی شے بھیا کے دسری ہو — لے اپنے ہری جی کے پران ادھاری سے سکھ نندیا

اتنا بچن راجہ سن لیں سن ہونہ بولن ہو — راجہ ساری رات شت لیں کروتیا تا کمہ ہونہ بولین ہو

کیا دوراجونا بگڑے سجیا بھور بھیلن ہو — لے راجہ کیا رورا لیو اُپک لون تا کمہ ہونہ بولے ہو

نا ہیں موری آونا بگڑے سجیا بھور بھیلی نہ ہو — اے رانی ! گنگا جمن موری ما آگرب بولی لیہ ہو

ہم سے بھول تکسریا سا سو پگ لاگب — راجہ میا ! منائے ہم لیب ملادر لیسن بولے ہو

مطلب۔ ساس ڈانٹ کر اور نند تڑپ کر کہتی ہے بہو تم کس گمان میں ہو جو خوب آرام سے سوتی ہو (بہو نے جواب دیا) میں اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی ہوں، بھائی کی دلاری اور اپنے شوہر کی جان ہوں اسی لئے خوب آرام سے سوتی ہوں۔ شوہر نے اپنی بیوی کی یہ باتیں سن لیں غصہ میں وہ سارے پلنگ پر ایک کروٹ لیٹے رہے، بیوی سے باتیں نہ کیں۔ بیوی نے پوچھا لے راجہ (شوہر) کیا میں نے آپ کا کھانا اچھا نہ پکایا یا کہی بات کہنے میں کوئی غلطی ہوئی آپ کی خدمت کرنے میں مجھ سے ایسی کیا غلطی ہوئی جو آپ مجھ سے نہیں بولتے، شوہر نے کہا لے رانی ! نہ تم نے کھانا خراب پکایا نہ پلنگ بچھانے میں تم نے کوئی غلطی کی، میں تو صرف اس وجہ سے ناخوش ہوں کہ تم نے میری گنگا جمنا کی طرح پاک اور قابل ماں کو اکڑ کر جواب دیا (بیوی نے کہا) مجھ سے غلطی ہوئی میں ساس جی کے پاؤں چھو کر معافی مانگ لوں گی، لے راجہ آپ مجھ سے خوش ہو کر بولیں، میں آپ کی ماں کو منالوں گی۔

۹ سسر دوار دواجان جھریا تو لہر ہر کرے منہر منہر کرے — مورے صاحب انگنوا رس چوسے زچہ رانی بھیگیں

دور واسے آئے بیرن بھیا چھریا پہناین کترا پہناین — سارے کٹوں میں رکھوا جان جھریا بہن موری بھیکے ہو

ادہر سے بولیں زچہ رانی نیا کجراٹے۔ سرا سیندور دیے — منھواں تنبول لئے کو کھوا ہو رل لئے ہو

بھیا سسر سے لگائی جھریا جھریا جن کاٹو ہو،

مطلب۔ میرے سسر کے دروازے پر نیبو کا درخت لہلہا رہا ہے ہک رہا ہے اس سے انگن میں رس ٹپکتا ہے جس سے زچہ رانی بھیگ رہی ہیں۔ باہر سے بھائی آیا اور وہ چھری اور کٹاری تیز کرنے لگا میری بہن بھگیتی ہے ، میں اس کمبخت نیبو کے درخت کو ابھی کاٹ ڈالوں گا (یہ سنکر) کوٹھڑی سے زچہ رانی نکلیں وہ آنکھوں میں کاجل۔ مانگ میں سیندور لگائے اور منھ میں پان لئے تھیں، ان کی گود میں بچہ تھا انہوں نے کہا، لے بھائی! اس نیبو کے پیڑ کو میرے سسر نے

لایا جاتا ہے ان کی یادگار ہے) اسے نکالو۔

۱۰ کاہے کا چنتا اتاریو کپور بھرا تیو۔ رانی کیسے دیکھ چیرہ اٹریا کاہے دیکھ مرجھایو
ہور لاکے چنتا اتارن کپور بھرا تن راجہ تہیں دیکھ چیرہ ہون اٹیا سوت دیکھ مرجھایو
رانی تم تو اینڈ کی کنٹر اچٹ لیتی ٹوٹو رانی ہم تو بانس کے کنہیا نولے نا ہیں ٹوٹے

مطلب۔ (شوہر اپنی بیوی سے دریافت کرتا ہے) کس کا چندن اتارکر تم نے کافور بھرا کس کو دیکھنے کے لئے تم کوٹھے پر چڑھیں اور پھر کمہلا گئیں۔

(بیوی جواب دیتی ہے) بچے کا چندن اتارکر کافور بھرا ہے میرے سرتاج میں تم کو دیکھنے کے لئے کوٹھے پر چڑھی (لیکن جب تمہارے ساتھ) سوت کو دیکھا تو (رنج وغم کے مارے) مرجھا گئی۔

شوہر - اے رانی تمہاری مثال تو اینڈ کی نازک ڈنٹھل کی طرح ہے کہ ذرا سا دھکا لگا اور فوراً ٹوٹ گیا۔ لیکن میری مثال بانس کی پتلی شاخ کی طرح ہے۔ جو جھک جانے پر بھی نہیں ٹوٹ سکتی۔

دیہاتی شاعرہ کے حسن خیال کی داد دیجئے۔

۱۱- دن تو سُون سورج بن رات چندا بن سے بہتی نیہر سون اپنی میّا بن سسرے پُرش بن رے
گری گٹھریا کون باندھے بن میا رے ایہی لیک کھبریا کیں سیوں تواپنے بھیابن رے

مطلب۔ جس طرح سورج کے بغیر دن اور چاند کے بغیر رات سونی ہوتی ہے۔ اسی طرح ماں کے بغیر میکا اور شوہر کے بغیر سسرال سونا معلوم ہوتے ہیں، ماں کے سوا بھاری گٹھری کون باندھ کر دے سکتا ہے، بہن کی دکھ سکھ کی خبر بھائی ہی فوراً لے سکتا ہے،

۱۲- کنواں کھدائے کون پھل ہے مورے صاحب بھنکوں بھریں پنہارن تبے پھل ہوئی ہے
بگیا لگائے کون پھل ہوئی مورے صاحب راہے باٹے امواجب کھائیں تبے پھل ہوئی ہیں
پکھرا کھدائے کون پھل ہے مورے صاحب گرائیں جڑ پانی تبے پھل ہوئی ہیں
تریا کے جنم رے کون پھل ہے مورے صاحب پتوا جنم جب لے ہیں تبے پھل ہوئی ہیں
پتوا کے جنمے کون پھل ہے مورے صاحب دنیا اندھ جب سے ای تبے پھل ہوئی ہیں

مطلب۔ اے میرے سرتاج کنواں کھدوانے کا فائدہ تو تب ہے جب وہاں سے پنہارن پانی بھریں۔
اے میرے سرتاج باغ لگانے کا فائدہ تو تب ہے جب وہاں راہ چلنے والے آم کھائیں۔
" " تالاب کھدانے کا فائدہ تو تب ہے جب گائیں ٹھنڈا پانی پئیں۔
" " عورت ہونے کا فائدہ تو تب ہے جب اس کے لڑکا ہو

لے میرے سرتاج لڑکا ہونے کا مزا تو تب ہے۔ جب اس سے دنیا کو آرام ملے۔

۱۳۔ البیلی زچہ رانی خوب بنیں۔ اپنے پیا کی سہاگن خوب بنیں۔
جیسے ریشم کے لچھے زچہ رانی کیس بنیں۔ جیسے چندن کے ہوا سا زچہ رانی ماتھے بنیں۔ البیلی
جیسے آم کی پھنکیا زچہ رانی بنیں۔ اپنے پیا کی دلاری زچہ رانی خوب بنیں۔ متوالی زچہ
جیسے سگا کے ٹھرو زچہ رانی ناک بنی۔ جیسے انار کے دانے زچہ رانی دانت بنی
اپنے پیا کی سہاگن زچہ رانی خوب بنی۔ جیسے انار کی کلیاں زچہ رانی ہونٹ بنی۔ متوالی زچہ
جیسے کیرا کیر کھمبا زچہ رانی جانگھ بنی۔ اپنے پیا کی سہاگن زچہ رانی خوب بنی
جیسے کیرا کرے چھمیا زچہ رانی انگلی بنی۔ متوالی زچہ رانی خوب بنی۔ البیلی زچہ رانی خوب

مطلب۔ البیلی زچہ رانی بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کا حسن د
البیلی کے بال ریشم کے لچھے ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی پیشانی گویا چندن کا گھسا ہے (لہادہ چتر جس پر چ
جاتا ہے) البیلی کی آنکھیں گویا آم کی پھانکیں ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح ہے،
البیلی کے دانت گویا انار کے دانے ہیں اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کے ہونٹ انار کی کلیاں ہیں،
البیلی کی ران گویا کیلے کا تنہ ہے۔ اپنے شوہر کی سہاگن زچہ رانی کی انگلیاں گویا کیلے کی پھلیاں ہیں
متوالی زچہ رانی کتنی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔

۱۴ ہنس ہنس کے پوچھیں راجہ تے رانی کہ راجہ ہو۔ موری رانی کہاں لگائی تھی دیر بس من ہو گیا رے
پھول چنن گئی بگیا وہی پھول بگیا رے۔ لے مورے راجہ باری کو لگن بھونرا آنچر گہے راکھے ہے
لاؤنہ ڈھال ترور یا کمر کٹریا۔ موری رانی ماروں میں باری کو بھونرا اری متر تہار دار میری ہار
ڈارن ڈاسن پیا ہیریں پات بھنورا۔ لے مورے بھنورا اڑے دبیٹھو پھلوریا راجہ نہیں دہیں
ڈھیری تے سونی میری بن بہری مرد بن ہو۔ جیسے دیسے موری سونی پھلوریا اکیلے بھونرا بن ہے

مطلب۔ راجہ نے ہنس کر پوچھا لے رانی تم نے اتنی دیر کہاں لگائی تمہاری جدائی میں میرا جی گھب
رانی نے کہا۔ میں باغ میں پھول چننے گئی تھی لے راجہ وہاں میرے باپ کے پریلی بھونرے
آنچل تھام کر روک لیا تھا۔

راجہ نے کہا۔ میری ڈھال تلوار لاؤ۔ میری کمر کی کٹاری لاؤ میں تمہارے باپ کے پریلی بھونرے کو
ماروں گا، تمہارا دوست میرا دشمن ہے۔ میرے سوا میں ڈال ڈال اور بھونرا پات پات پھر رہا ہے، لے
پھلواری سے اڑ کر چلا جا، نہیں تو میرے راجہ تجھکو مار ڈالیں گے،

(مالا گیتی ہے) آہ جس طرح عورت کے بغیر مکان کی اور مرد کے بغیر عورت کی زینت نہیں ہوتی ہے اسی طرح پھلواری کی بھی رونق بھونرے کے دم سے ہے۔ بھونرا نہ ہو تو پھلواری سنسان معلوم ہوتی ہے۔

(۱۵) سُکھیا دُکھیا دونوں بہنیاں — دونوں بدھاوا لے آئیں ہلے راجہ بیرن
سکھیا جے لائیں گجھرا اگڑ ہرا — دکھیا دوب کے پونڑلا اسے ” “
سکھیا جے پوچھے اپنے بیرن سے — بدا کرو گھر جائی ہرے راجہ بیرن
لیونہ بہنی کونچھ بھر موتیا — سیاں چڑھن کا گھوڑا ہرے راجہ بیرن
دکھیا جے پوچھیں اپنے بیرن سے — بدا کرو گھر جائی ” ”
لیونہ بہنی کو پچھ بھر کودون — وہی دوبا کا پونڑا موری بہنی۔
گولواں گڑ دا نگھی نہ پایوں — دوبا جھرن لاگیں موتی ہرے راجہ بیرن
کوٹھے چڑہی جے بہوجی پکاریں — راٹھی نند گھر لاؤ ہرے مورے راجہ

مطلب۔ سکھیا دکھیا دو بہنیں تھیں (ایک امیر دوسری غریب) بھائی کے یہاں لڑکا ہوا تو دونوں بدھاوا لے کر آئیں۔ سکھیا لڑکے کے لئے ہاتھ اور پاؤں کے کڑے لے آئی اور غریب دُکھیا دوب (گھاس) کے کچھ ڈنٹھل توڑ کر لے آئی، سکھیا نے اپنے بھائی سے پوچھا "اے بھائی بدا کرو تو میں اپنے گھر جاؤں"

بھائی نے کہا (بڑی خوشی سے جاؤ) آنچل بھر کر موتی لے لو اور اپنے شوہر کے لئے گھوڑا لے لو"

دکھیا بہن نے بھی بھائی سے کہا۔" اے بھائی بدا کرو تو میں بھی اپنے گھر جاؤں"

بھائی نے کہا۔ اے بہن آنچل بھر کر کودوں (ایک طرح کا چاول) لو اور وہی دوب کا ڈنٹھل (جو لے کر آئی ہو) اپنے ساتھ لیتی جاؤ۔ غریب دکھیا بہن ابھی گاؤں کی حد سے گذری بھی نہ تھی (خدا کی شان) کہ دوب گھاس سے موتی جھڑنے لگے، (بھاوج نے سنا تو وہ دوڑ کر) کوٹھے پر چڑہی اور پکارنے لگی۔ اے راجہ میری نند روٹھ کر چلی جا رہی ہے اس کو منا لاؤ۔

منگل گیت ختم ہو گئے۔ پڑھنے میں نہایت کرخت اور ناموزوں معلوم ہوتے ہیں لیکن مطلب کتنا اچھا اور سبق آموز نکلتا ہے۔ گیت کیا ہیں غریب مصیبت زدہ دیہاتی عورتوں کے دُکھ بھرے افسانے ہیں، نہ وہ تعلیم یافتہ ہیں اور نہ ان کے پاس اپنا کوئی ہمدرد اخبار یا رسالہ ہے جس کے ذریعہ وہ اپنی داستان دنیا کو سنائیں۔ وہ گیتوں ہی میں اپنی داستان سناتی ہیں لیکن مہذب دنیا ان گیتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتی ورنہ ناممکن ہے کہ کوئی مطلب سمجھ جائے اور اس کے دل پر اثر نہ ہو، رات کے سناٹے میں جب ساری دنیا آرام سے سوتی ہے، دیہاتی عورت چکی پیستی جاتی ہے، اور اپنا غم غلط کرنے کے لئے گاتی بھی جاتی ہے،

ساون کے گیت

شہر سے دور دیہاتوں میں آم۔ مہوے۔ پیپل۔ املی۔ اور نیم کی گھنی چھاؤں میں جنگلی پھولوں کی خوشبو میں بسی ہوئی پروا ہوا میں کھیتوں کے کنارے کیا کبھی آپ نے دیہاتی گیتوں کا لطف اٹھایا ہے آیئے آج ہم آپ کو اس نگر کی بھی سیر کرادیں جو ندی نالوں کے کنارے آم کے گھنے باغوں کے درمیان بسا ہے جہاں مہر اور پریم کی لہریں اٹھتی ہیں۔ جہاں عورت اپنے شوہر پر اور بہن اپنے بھائی پر جان دیتی ہے، یوں تو دیہات کی سیر کے لئے ہر موسم موزوں ہے لیکن برکھا رت کی کچھ اور ہی شان ہوتی ہے آسمان پر گھنگھور گھٹائیں مست ہاتھی کی طرح جھومتی آتی ہیں۔ بجلی چمکتی ہے اور چھما چھم پانی برسنے لگتا ہے۔ کھیت اور جنگلوں میں ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے جو جگہ باقی رہجاتی ہے اس میں پانی بھر جاتا ہے۔ گویا ہریالی میں قدرت آئینہ جڑ دیتی ہے اس سماں اس عالم کو دیکھکر خوشی کے مارے ندی اور نالے آپے سے باہر ہوجاتے ہیں زمین پر قسم قسم کے جانور پیدا ہوجاتے ہیں، سب اپنی اپنی بولیاں بولنے لگتے ہیں۔ پرندے کلیلیں کرنے لگتے ہیں۔ کسان اپنے اپنے کھیتوں میں کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ گوالا "برہا" کی تانیں اڑانے لگتا ہے۔ لڑکیاں ڈولی میں اپنے میکے کی طرف جاتی نظر آتی ہیں عورتیں کھیتوں میں باغوں میں یا جھولوں پر اپنی پوری آواز سے لہراتی ہوئی پروا ہوا میں ساون کے گیت گا کر ساری فضا کو مست کر دیتی ہیں۔ گویا سوتی ہوئی کائنات یکبارگی جاگ اٹھتی ہے۔ ہندو عورتوں کے کئی تیوہار بھی ساون اور بھادوں میں ہوتے ہیں، ان میں بھی گیتوں کی بہار ہوتی ہے، جگہ جگہ پر ناگ پنچمی اور تیج کے میلے لگتے ہیں جن میں "کجری" اور "ملہار" کی تانیں اڑتی ہیں، مرزا پور کی کجری مشہور ہے،

عورتیں کھیت نلا رہی ہیں، کپڑے سب کے میلے اور پھٹے پرانے ہیں کئی ایسی ہوں گی جن کو رات میں پیٹ بھر کر کھانے کو بھی نہ ملا ہوگا، کئی ایسی ہوں گی جنہیں ان کے شوہر نے پیٹا بھی ہوگا۔ پھر بھی وہ گا رہی ہیں۔ اپنا غم غلط کرنے کے لئے اور اپنا دل بہلانے کے لئے

(۱) سانولیا رے کاہے مارے نجریا

جو میں ہوتیوں بن کی کوئلیا — بن رے بن رہتیوں ہونا

مورا ہری جاتے اہریا تو سے سناؤ تیوں ہونا

سانولیا کاہے مارے نجریا

جیسے دودھ میں پانی ملت ہے ویسے ملوں تورے ساتھ جیسے آکاس پر چڑیا اڑت ہے ویسے اڑوں تورے ساتھ

کاہے مارے نجریا سانولیا

مطلب۔ میرے پریتم آنکھیں کیوں مارے ہو۔ اگر میں جنگل کی کوئل ہوتی تو میں جنگل ہی میں رہتی اور جب میرے سرتاج جنگل میں شکار کھیلنے آتے تو میں ان کو اپنی آواز (گیت) سناتی۔ میرے پریتم تم آنکھیں کیوں مار رہے ہو،
جس طرح دودھ میں پانی مل جاتا ہے اسی طرح میں تم سے مل جانے کی خواہشمند ہوں۔ جس طرح چڑیاں آسمان پر اڑا کرتی ہیں اسی طرح میں بھی تمہارے ساتھ آزادی سے رہنا چاہتی ہوں، میرے پریتم تم آنکھیں کیوں مار رہے ہو،

۲ ۔ ایک دن اوتو بھیا ہمرے دیو ارے نا ۔ بھیا بہنی کا دیکھ گُسن جا تیو رے نا
تہرے دیوا بہنی ڈھاک ڈھنکلیا رے نا ۔ بہنی رہیا میں باگ بھگیا رے نا
ہتھوا میں لے لیتو ڈھال تلوریا رے نا ۔ بھیا کاہے کرتے باگھ بھگنیا رے نا
اوت دیکھوں دور سے سپھیا رے نا ۔ راما ایک ہے گورا ایک سانورے نا
گورا تو مورے مالی کا پتوا رے نا ۔ راما سانور ننندجی کا بھیا رے نا
چھیا بیٹھی ہیں ساسو بڑھتیں رے نا ۔ ساسو کا رے بنائی جیونارے نا
کھٹلی بیواری سسرلی کو دون رے نا ۔ بیواری میز ڈمورے کا سگوارے نا
اگیا لگاؤں ساسو سسرلی کو دیا آرے نا ۔ راما بجر پڑے موڑے کا سگوارے نا
میداچال چلی بچی پدائی رے نا ۔ بہورا کھونٹ لائیں تھوا کے سگوارے نا
بیواری دیتھ ڈاری مونگیا کی دیہارے نا ۔ بہواری موتی ساری جھبوا کا تھوارے نا
سونے کی تھریا میں جیونا پردسیوں رے نا ۔ راما اوپر سے گھیتا کے دھریا رے نا
راما جیویں بیٹھن سار بہنویا رے نا ۔ راما سرڈ کا ڈھرے انسوارے نا
کی بھیا بچے ہے مائی کلیوا رے نا ۔ بھیا کی رے بہوکی جڑ بولیا رے نا
ناہم بچے بھائی مائی کلیونا رے نا ۔ بھائی ناہیں بہواری جڑ بولیا رے نا
چیندا سورج ایسی بہنیں سنکلیپن رے نا ۔ ہائے ہائے جرجر بھئی ہے کوئلیا رے نا
بٹھونہ مور بھیا مالن اوسروا رے نا ۔ بھیا مورا دکھ کہے مالن دھریا رے نا
کے من کوڑن بھیا کے من پیسون رے نا ۔ بھیا کے من سجاؤں رسوئیاں رے نا
ساس کھاونگی بھر بسنا منجوائن رے نا ۔ سرا سو ہنیا پتال سے بھراویں رے نا
سب کا کھواؤں بھیا سب کا پیاؤں رے نا ۔ بھیا نیچ جاتے پکھل ٹکریا رے نا
بھیا ادہو منہ نندی کلیو نا رے نا ۔ بھیا اوہ منہ گور دچر دیا رے نا
بھیا اوہ مان گگریا بلیا رے نا ۔ بھیا اوہ مان دیورا کلیونا رے نا

پہردس میں بھیا مورسب کا اٹر نوا رے نا … بھیا پھی گی نگریا رے نا
بھیا اوہ مان نندی اوڑھنیا رے نا … بھیا اوہ مان دیورا کھویا رے نا
لوہا جلے جیسے لوہرا دکنیا رے نا … موری بہنی جرے سسریا رے نا

✣

لے دکھ جن کہیو بھیا مائی کے اگوان رے نا … مائی چھتیا مار مرجیہے رے نا
لے دکھ جن کہیو بھیا بہوجی کے اگوان رے نا … بہوجی دوئی چار گھر کہ آ ہیں رے نا
لے دکھ جن کہیو چاچی بہوجی کے اگوان رے نا … چاچی جھگڑا لڑ یا ٹھنیا دے ہیں رے نا
لے دکھ جن کہیو بابا بہوجی کے اگوان رے نا … سبھوسے بیٹھ بابا روہیں رے نا
لے دکھ جن کہیو بہنی بہوجی کے اگوان رے نا … بہنی بلیا سُن سسرے نہجیہے رے نا
یہ دکھ کہیو بھیا اگوا کے اگوان رے نا … بھیا جن موری کری اگویا رے نا
یہ دکھ کہیو بھیا اگوا کے اگوان رے نا … بھیا جن موری لگن بچا ریوے نا
یہ دکھ تم بھیا من ہی میں راکھیو رے نا … بھیا کرم لکھا تِس بھوگب رے نا
سب دکھ باندھ بھیا اپنی مورٹھیا رے نا … بھیا ندیا بہادیو رے نا

✣

سبھا میں بیٹھ بابا جیتو ین رے نا … لے ہو چوا آوے دھیوا ناہیں رے نا
جیسے بابا اٹرین جمتا رے نا … بابا دسیے رودوئے موری بھینا رے نا
جانگھ تو رہتا پیٹ بھیان گھن لاگے رے نا … بیٹا اودت بہن چھوٹا یو رے نا
رام رسویاں دھتیا سے جیتوین رے نا … لے ہوسیاں آئے نندی ناہیں رے نا
سیاں جینہو آئی جیو نوا رے نا … سیاں کہو نندی کو سلنیا رے نا
جیسے دھتیا! اوے ادنجریا رے نا … دھتیا سنیے اولے مور بھتیا رے نا

مطلب ۔ بہن سسرال میں ہے وہ اپنے میکے والوں کو یاد کرتی ہے اور بھائی کو سندیسہ بھیجتی ہے کہ بھیا ایک دفعہ تو میرے دیس میں آکر اپنی بہن کا دکھ سکھ کا حال سن جاتے ،

بھائی نے کہا ۔ اے بہن! میں تمہارے دیس میں کیسے آؤں تمہارے دیس کی راہ میں تو ڈھاک کا جنگل ملتا ہے جہاں شیر ملتے ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ بہن کسی دور دراز گاؤں میں بیاہی گئی ہے ۔)

آخر کار بھائی اپنی بہن سے ملنے کے لئے آتا ہے اُسے دور سے آتا دیکھکر بہن اپنی ساس سے کہتی ہے ایں

دو آدمیوں کو آتے دیکھ رہی ہوں۔ ایک گورا ہے دوسرا سانولا۔ گورا رنگ والا تو میری ماں کا لخت جگر ہے۔ اور سانولا میری نند کا بھائی ہے (فرق داد طلب ہے)

بدمزاج ساس ماچی پر بیٹھی ہے، بہو نے ساس سے پوچھا ان کے لئے کیا پکاؤں۔ ساس نے کہا۔ "کوٹھڑی میں سڑی ہوئی کودون ہے اور کھیت کی مینڈ پر "توڑے" کا ساگ ہے، بہو نے کہا "سڑی ہوئی کودون میں آگ لگے اور موڑے کے ساگ پر بجلی گرے،

بہو نے میدہ چھان کر پوری تلی اور بتھوا کا ساگ پکایا۔ مونگ کی دال پکائی اور باریک چاولوں کا بھات بنایا۔ سونے کی تھالی میں بھوجن پروسا اور اوپر سے گھی ڈال دیا (دیہاتی گیتوں میں سونے کی تھالی معمولی بات ہے،) سالے بہنوئی دونوں کھانا کھانے بیٹھے، کھانے میں سالے (بھائی) کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

بہنوئی (یعنی عورت کے شوہر) نے سالے (عورت کے بھائی) سے پوچھا کیا تم کو اپنی ماں کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا یاد آگیا۔ یا اپنی عورت کی پیاری میٹھی باتیں یاد آگئیں،

سالے نے کہا۔ نہ تو مجھے ماں کے ہاتھ کا کھانا اور نہ اپنی عورت کی میٹھی باتیں یاد آرہی ہیں میں نے تم کو چاند سورج کی سی سندر بہن دی تھی (لیکن افسوس تم نے اس کو اتنی تکلیف دی کہ دکھ اور رنج سے) جل جل کر وہ کوئلا یا کوئل ہوگئی ہے۔ بہن نے کہا "بھیا ذرا چل کر دالان کے برآمدہ میں بیٹھو اس کی رانی (جو میرے حال سے خوب واقف ہے) تم سے میرا سب حال کہے گی۔ اے بھائی میں کئی من کوٹتی ہوں اور کئی من پیستی ہوں اور کئی من کھانا پکاتی ہوں سب حال معلوم ہو جائیگا میری ساس مجھ سے کھانچی بھر برتن منجھواتی ہے اور گہرے کنوئیں سے پانی بھرواتی ہے۔ سب کو کھلاتی پلاتی ہوں آخر میں جو روٹی کا ایک ٹکڑا باقی رہ جاتا ہے اس میں بھی نند کے لئے ناشتہ رکھنا پڑتا ہے۔ چیر دا ہے کو دینا پڑتا ہے، کتے بلی کو دیا جاتا ہے، دیور کے لئے ناشتہ رکھا جاتا ہے پہننے کا یہ حال ہے کہ سسرال والے جو کپڑا اتار دیتے ہیں ان سڑے گلے کپڑوں سے نند کی اوڑھنی اور دیور کا گنترا بنانے کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ مجھے پہننے کو ملتا ہے۔

بھائی نے کہا "ہائے جس طرح لوہا لوہار کی دکان میں جلتا ہے اسی طرح میری بہن بھی سسرال میں (دکھ کی آگ میں) جل رہی ہے"۔ بہن نے کہا "بھیا میرا یہ دکھ اماں کے سامنے نہ کہنا ورنہ رنج و غم کے مارے ان کی چھاتی پھٹ جائیگی بھیا میری یہ مصیبت بھری داستان بھاوج کو نہ سنانا ورنہ وہ اس کا ڈھنڈورہ گھر گھر پیٹ آئے گی۔ میری چچی سے بھی یہ حال نہ کہنا ورنہ وہ بات بات پر طعنہ مارے گی، دیکھو بھیا اس کی خبر میرے باپ کو بھی نہ ہو، ورنہ وہ گاؤں والوں کے سامنے بیٹھکر روئیں گے۔ بھیا میری دکھ بھری کتھا میری بہن کو بھی نہ سنا ورنہ ڈر کے مارے وہ سسرال نہ جائیگی، ہاں بھیا تم میرا یہ حال اس اگوا سے کہنا جس نے میری شادی یہاں کرائی۔ اس برہمن سے کہنا جس نے میری شادی

کی ساعت نکالی، یہ سب کچھ کہکر پھر بہن کہتی ہے کہ نہیں نہیں میرے بھیا تم میرا یہ حال کسی سے نہ کہنا، بلکہ میرے دکھوں کی گھٹری ندی میں ڈبو دینا۔

بھائی جب گھر واپس پہنچا تو باپ نے دیکھا کہ لڑکی ساتھ نہیں آئی اس نے بیٹے سے پوچھا بیٹی کیوں نہیں آئی، لڑکے نے جواب دیا پتا جی کیا کہوں جس طرح جمنا جوش پر آکر بہتی ہے اسی طرح میری بہن آپ کی یاد میں رو رہی ہے، باپ نے غصہ میں کہا بیٹا کیا تمہارے بازوؤں میں دم خم باقی نہیں رہا جو تم روتی ہوئی بہن کو چھوڑ آئے،

باورچی خانہ میں بیٹھی ہوئی بہو نے دیکھا کہ شوہر تو واپس آگیا لیکن نند نہیں آئی اس نے اپنے شوہر سے کہا آئیے کھانا کھالیجئے۔ کہئے میری نند جی کا کیا حال ہے۔ بھائی نے کہا۔ پریتم پیاری! میری بہن چاند کی طرح (عزت اور نیکی کے آسمان پر روشن ہے

یہ گیت طویل ہونے پر بھی نہایت درد انگیز ہے، گاؤں میں نہ معلوم کتنے گھروں کی عورتیں دکھ کی چتا میں جل رہی ہیں۔ اس گیت میں دو باتیں خاص طور سے غور طلب ہیں (۱) سسرال میں تکلیف اٹھا کر بھی نہیں چاہتی کہ میکے والوں کو خبر ہو (۲) بہن کے یہاں سے واپس آکر بھائی نے اپنی بیوی کے سامنے بہن کی تکلیف کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے برخلاف بہن کی تعریف کی،

یہ گیت کس نے بنایا، کیا کسی ردیف وقافیہ کے استاد یا کسی رئیس الشعرا نے؟ نہیں بلکہ یہ ایک رنج وغم کی حقیقت ہے، یہ قدرتی شاعری ہے، یہ مظلوم عورتوں کے دل سے خود بخود نکلنے والی آواز ہے جو پابند نے نہیں ہے۔ زمانے کی ستائی رسم ورواج کی ٹھکرائی۔ عورتوں کی جب کسی نے پکار نہ سنی تو دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے شاعری کی دیوی کو ان کے حال زار پر رحم آیا اور یہ گیت عالم وجود میں آگئے۔ مگر آہ معلوم نہیں کتنے عرصہ سے عورتیں یہ گیت یاد کھ بھرے افسانے کھیتوں کھلیانوں گلی اور کوچوں میں سنا رہی ہیں۔ مگر ہمارے لیڈر ہمارے ریفارمر اور ہمارے ناصح مشفق کان رکھتے ہوئے بھی ان گیتوں کو سننے کی تکلیف نہیں اٹھاتے، دیہاتی سدھار کے ٹھیکیداروں کے لئے خدا کرے یہ دیہاتی گیت مفید ثابت ہوں تعجب اور سخت تعجب تو یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں ہمارے محلہ میں ہمارے گاؤں اور ملک میں جب مظلوم عورتوں پر سماج کے جو روظلم ہو رہے تھے تو ہمارے شعرا زلف ورخ کے لئے ناگن اور گلاب کے پھول کی تشبیہ تلاش کرنے میں لگے ہوئے تھے یا آسمان کے تارے توڑ رہے تھے، ایسی حالت میں ان غریب دیہاتی عورتوں کے افسانے کون نظم کرتا، ان کے لئے تو مشاعرہ کی واہ واہ ہی معراج کمال تھی۔ شاعروں کی طرف سے مایوس ہوکر دیہاتی عورتوں نے اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اپنی بیتی خود ہی گیتوں میں کہہ ڈالی۔ اگر ان گیتوں میں کوئی مطلب کی بات ہے تو آپ انہیں باقاعدہ نظم کیجئے، اس سے ملک کی بہت بڑی خدمت ہوگی، ان دیہاتی گیتوں کی ناموزونیت پر اظہار نفرت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ——

لیجیے اب ہنڈولے کے گیتوں کا لطف اٹھائیے،

برسات میں خاص کر ساون بھادوں کے مہینوں میں گاؤں گاؤں جھولے پڑ جاتے ہیں جن پر گاؤں کی بہو بیٹیاں جھولتی ہیں اور گیت گاتی ہیں۔ فاقہ زدہ ہوں۔ ساس اور شوہر کے ظلم و ستم ہوں مگر گیت کی دنیا میں وہ اپنا سب دکھ بھول جاتی ہیں اور آواز ملا کر گاتی ہیں،

دھیرے بہو ندیا تیں دھیرے بہو — میرا پیا اترے گا پار تیں دھیرے بہو
کلہے کی توری نیا۔ ری کاہے کی پتوار۔ کیاں تورا نیا کھیویا۔ کے دھن اترول پار۔ دھیرے بہو
دہرم میں بنی موری نیا رے ست کی لگی کردار۔ سیاں ورا نیا کھیوٹے۔ ہم دھن اترب پار۔ دھیرے بہو

مطلب۔ عورت کہتی ہے اے ندی! تو آہستہ آہستہ بہہ! میرے شوہر کو پار اترنے دے،
ندی نے پوچھا۔ تیری ناؤ کس چیز سے بنی ہے۔ پتوار کس چیز کا ہے۔ اور تیری ناؤ کھینے والا کون ہے کون عورت پار اترے گی۔ عورت نے جواب دیا، میری ناؤ دہرم (ندہب) کی ہے جس میں صداقت کی پتوار لگی ہے اور میرا شوہر نا خدا ہے اور میں عورت ذات پار اتروں گی،

ٹوٹی مڑھیا بوندیا ٹپکے رے — کے سدہ لیوے ہمار رے
جٹھیا چھوائن اپنا بنگلہ رے دیوار چھوائن چوپال رے
ہمری منددا کیں چھو ہیں رے جیکر پیا پردیس رے — ٹوٹی مڑھیا ،، ،،

مطلب۔ (عورت) برسات کا موسم آگیا۔ میری جھونپڑی بوسیدہ ہے۔ بوند بوند پانی ٹپک رہا ہے (ہائے ایسی مصیبت میں) میری کون خبر لے گا۔ جیٹھ جی اپنا بنگلہ اور دیورا پنی چوپال کی مرمت کرا رہے ہیں، ہائے میرا گھر کون چھوائے گا میرا (خبر لینے والا) پریتم تو پردیس میں ہے۔

گلیا کا گلیا پھرے من ہروا — کے لیہن موتیا کا ہار — ہنڈولوا
موتیا کا ہار لیہن بھیا ہو۔ بھیا۔ جیکر بہنی دلاری — ،،
پاچھے لاگی ٹھنکن بہنی۔ رانی۔ ایک لرہم ہون کو دیہو — مور برنا
ایک لر ٹوٹ ہیں سہیں موتی گرہیں۔ کل کر بہنی تون لیو۔ ہنڈولوا۔

مطلب۔ گلی گلی میں منہار پکارتا پھر رہا ہے۔ موتی کے ہار کون خریدے گا۔ (بہن نے سنا تو کہا) موتی کا ہار تو میرے پیارے بھائی لیں گے جن کو اپنی بہن سے محبت ہے بھائی کے پیچھے بہن رانی ٹھمک رہی ہیں لے میرے بھیا مجھے بھی موتی کی ایک لڑی خرید دو، بھائی نے کہا ایک لڑی توڑنے میں سینکڑوں موتی ٹوٹ کر گریں گے۔ تو تم پورا ہار ہی لے لو، بھائیوں کے سامنے بہنیں ہمیشہ ہاتھ پھیلائے رہتی ہیں کہ کچھ ملے۔ یہ گیت بھی کسی بہن کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے بہن رانی ٹھمک رہی ہیں اس گیت کی جان ہے۔

(باقی آئندہ)

عجیب و غریب عورتیں

(۱) **نصف مرد نصف عورت** تصویر میں جو حصہ بھاری ہے وہ مرد کا ہے جو حصہ دبلا ہے وہ عورت کا ہے ۱۹۳۳ء میں یہ پیرس (فرانس) میں تھی اس عورت کو میں نے خود دیکھا تھا وہ امریکہ کی ہے وہاں کا قانون ہے جو بچہ اس قسم کا پیدا ہو وہ فوراً ختم کر دیا جائے جب یہ پیدا ہوئی تو ڈاکٹر نے چاہا کہ اس کی زندگی ختم کر دی جائے لیکن اس کی والدہ نے بچا لیا تھی اس نے [illegible] بہت [illegible] اس کی ماں یہ کہکر خاموش ہوئی کہ اسکو بہت [illegible] نادر بہت تھی۔ گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ ماں سے لے لی جائے بچہ دو برس کی تھی۔ گورنمنٹ نے اس کو پرورش کرنا شروع کیا اب وہ نمائش گاہ میں جانے لگی اسکی وجہ سے بہت آمدنی ہوتی ہے اس کا کام یہ ہے کہ لباس پہنے جس کے چند بٹن کھول دیئے سے ننگی ہو جائے اب وہ جوان ہے اپنی اس بے عزتی کی وجہ سے اپنی زندگی کو وبال جان خیال کرتی ہے جس وقت میں نے اسکو دیکھا تھا وہ لونا پارک پیرس میں تھی یہ وہ مقام ہے جہاں سینکڑوں کھیل تماشے ہوتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ نصف مرد اور نصف عورت ہے۔

(۲) چار فٹ لمبی گردن کی عورت پیرس میں لونا پارک ایک عجائب خانہ ہے یہ بھی اسی میں ہے یہ ایک بنچ پر کھڑی ہے اس کی گردن بہت اونچی تپائی پر رکھی ہوئی ہے گردن سارے بے چار فٹ کی ہے اگر اس کو کوئی چھیڑ دیتا ہے تو وہ بہت ہی زور سے غلغلاہٹ کیساتھ چیختی ہے شاید اسکی گردن میں تکلیف ہوتی ہے اگر روٹی وغیرہ دیجائے تو کھا لیتی ہے لوگ اسکو اصلی بتلاتے ہیں کہ انسان ہے میرا بھی خیال ہے کہ وہ حرکتیں بھی انسانوں کی سی کرتی ہے۔

(۳) **بہت موٹی عورت** لندن کی ہے اس کا وزن پانچ من ۲۵ سیر ہے اس کا موٹاپا بیماری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ تندرستی کیساتھ ہے لیکن اس کو چلنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

مسز حمید لکھنؤ۔

جُدائی آہ جدائی

زندگی کے ہر دور عمر کی ہر منزل میں تم نے کتنے سفر کئے میری جان! جب میں بالکل بے دست و پا تھی اسوقت تم نے مجھے سینے سے لگائے ہوئے سفر کئے۔ جب بچپن کے شیریں خواب دیکھا کرتی تھی تب تم نے سفر کئے۔ جب میں نے جوانی کے پُرفریب دور میں قدم رکھا تب بھی تم مجھ سے جدا ہو کر کوسوں دور رہیں، جب کبھی تم مجھ سے جدا ہوتیں، مجھے گلے لگاتیں پیار کرتیں سینے سے چپٹاتیں میں مثل ننھے بچے کے تمہارا پیارا چہرہ تکنے لگتی۔ میرا دل پُر سرور امید دل لطیف ارمانوں سے پُر ہو جاتا۔ مجھے تمہاری جدائی میں بھی ایک لطیف تسکین محسوس ہوتی تھی کہ واپس آؤ گی مجھے سینے سے لگاؤ گی۔ پیار کرو گی میں اور تم ساری دنیا سے بے خبر ایک دوسرے کی محبت میں کھوئی جائیں گی، آہ! آج تم نے کونسے سفر کی تیاری کی ہے۔ سفید برقع میں ہمیشہ تم کتنی پیاری معلوم ہوتی تھیں آج بھی تم نے سفید برقع پہنا ہے مگر آج تو تم معمول سے کہیں زیادہ خوبصورت نظر آتی ہو تمہارا چہرہ کس قدر نورانی ہے کس قدر متبسم۔ کیا اس سفر سے تم اس قدر مسرور ہو اس قدر خوش۔ مگر عادت کے خلاف اتنی خاموش کیوں ہو، تمہارے سکوت سے میرا سینہ پھٹا جا رہا ہے لو آج میں تمہیں گلے لگاتی ہوں تمہاری پیشانی تمہارے سرد ہونٹ چومتی ہوں میری آنکھیں جل رہی ہیں تمام جسم لرز رہا ہے آہ تم میری اضطراری حرکتوں سے کس قدر بے خبر ہو۔

میں تمہارے قدموں کو آنکھوں سے لگاتی ہوں سینے سے چپٹاتی ہوں اُٹھو میری پیاری ماں اٹھو اپنی حسرت نصیب بیٹی کو اسی شیریں لہجہ میں پھر کہہ کر بلا لو، تم کبھی میری آنکھ میں آنسو نہ دیکھ سکتی تھیں، پر آج کیا ہوا۔ ہائے آنسوؤں سے میرا رومال تر ہو گیا اور تمہیں کچھ خبر نہیں کیا تم اس سفر سے نہ رک جاؤ گی۔ آہ میری کھوئی ہوئی زندگی،

آہ میری ماں ایک صرف ایک دفعہ آ جاؤ پھر دیکھو گی تمہاری جدائی نے میرا کیا حال کر دیا ہے میں دل کو تسکین دیتی ہوں تم آؤ گی ضرور آؤ گی

حارف طلسی گردن کی عورت
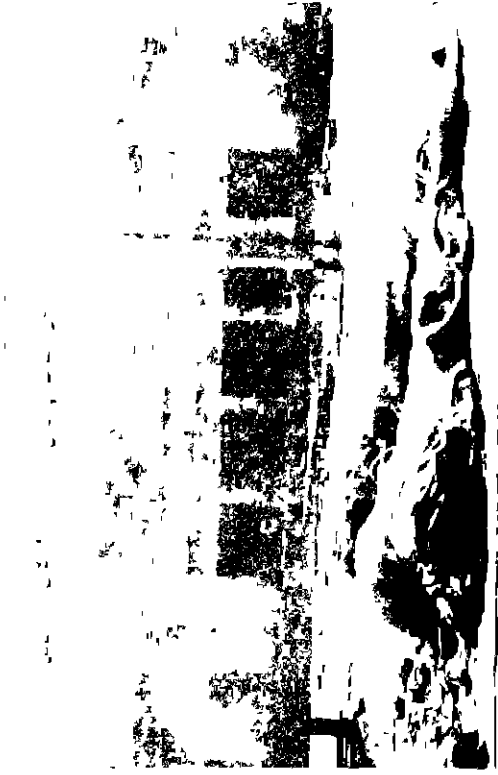
انگریزی طریقہ سے نام لکھنا

(از محترمہ شائستہ اختر بانو سہروردیہ بی اے (آنرس))

آجکل انگریزی طریقہ سے نام لکھنے کا رواج بہت ترقی پر ہے۔ مغرب کی تقلید کرنے والی بہنیں انگریزی طریقے سے نام لکھکر یہ ظاہر کرنا چاہتی ہیں کہ مغربی تہذیب و معاشرت سے وہ خوب واقف ہیں۔ لیکن افسوس وہ لکھنے میں ایسی شدید غلطیاں کرتی ہیں کہ انکی لیاقت کی بجائے انکی جہالت اور معلومات کی کمی کا اظہار ہوتا ہے۔ اگرچہ لکھنے والیاں یہ خیال کرتی ہیں کہ لوگ انھیں فیشن ایبل سمجھکر انکی عزت کرینگے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے وہ مغرب پرست اور چھچوری سمجھی جاتی ہیں۔ جب یہ خواتین انگریزیت کی اس قدر دلدادہ ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کیوں انگریزی اٹی کیٹ سے پوری واقفیت حاصل نہیں کرتیں؟

نام لکھنے میں غلطیاں اس وجہ سے ہوتی ہیں کہ انگریز جن کی ہر بات بات میں نقالی کرتے ہیں ان کے نام ہمارے ناموں سے مختلف وضع کے ہوتے ہیں۔ مرد ہو یا عورت ہر انگریز کے دو نام ہوتے ہیں ایک "کرسچن نیم" یعنی عیسائیت کا یا پہلا نام اور دوسرا "سر نیم" یعنی خاندانی نام ہمارے ہاں ابھی تک عام طور پر سر نیم کا دستور نہیں ہے اور اسی وجہ سے مس و مسز لکھنے والی خواتین شدید غلطیاں کرتی ہیں۔

صحیح انگریزی طریقہ یہ ہے کہ مسز یا مس خود نہیں لکھتے۔ مس او مسز کا اظہار صرف اس صورت میں کیا جاتا ہے جبکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ لکھنے والیاں کنواری ہیں یا بیاہی۔

فرض کیجئے دو انگریز بہن بھائی ہیں ان کے نام مارگریٹ مچل اور ہنری مچل ہیں۔ خاندانی نام دونو کے ایک ہیں صرف عیسائیت کے یا پہلے ناموں میں فرق ہے خاندانی نام میں تذکیر تانیث کا فرق نہیں ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ چند خاندانی نام مخصوص طور پہ عورتوں ہی کے ہوں اور چند صرف مردوں کے البتہ عیسائیت کے نام میں یہ تخصیص ہے جیسے اپنے یہاں رئیسہ جہاں آرا محمودہ نعیمہ عورتوں کے نام ہیں اور احمد۔ اصغر۔ الطاف وغیرہ مردوں کے اسی طرح ان کے یہاں مارگریٹ میری۔ جون۔ ایلن۔ عورتوں کے نام ہیں۔ ہنری۔ جان۔ جیمس وغیرہ۔ مردوں کے لیکن "سر نیم" میں تخصیص نہیں ہے مچل گارڈن۔ ینگ وغیرہ یہ نام عورت مرد دونو کے ہوتے ہیں۔

اب لکھنے کا یہ قاعدہ ہے کہ ہر عورت مرد خط یا مضمون کے اخیر میں صرف اپنے دونو نام لکھ دیتے ہیں یا پہلے نام کا حرف بنایا اور دوسرا نام لکھ دیا جیسے مارگریٹ مچل یا ایم مچل۔ اب دوسرے جب اسکو خطاب کریں گے تو

اگر وہ عزیز یا نہایت ہی بے تکلف دوست ہیں تو مارگرٹ کہیں گے ورنہ مس بیچل کہیں گے اگر اس لڑکی کی شادی جان ٹالی سن سے ہو جائے تو اب اسکا نام بجائے مارگرٹ بیچل کے مارگرٹ ٹالی سن ہو جائے گا یعنی اپنے خاندانی نام کو چھوڑ کر وہ شوہر کا خاندانی نام اختیار کرے گی اور مس بیچل کے بدلے مسز ٹالی سن کہی جائے گی لیکن وہ خود جس طرح پہلے مس نہیں لکھتی تھی اسی طرح اب بھی مسز نہیں لکھے گی۔ مارگرٹ بیچل کے بدلے مارگرٹ ٹالی سن لکھے گی۔ اب یہ تو ظاہر ہو گیا کہ مس اور مسز اعزازی الفاظ ہیں اور خود ان کا لکھنا ایسا ہی مضحکہ خیز ہے جیسے اُردو میں کوئی اپنے نام کے ساتھ جناب یا صاحبہ لکھے۔

اپنے کو مس اور مسز کہنا صرف اس وقت جائز ہے جب کسی کو اپنا پتہ بتانا ہو جیسے فون پر کسی نے پوچھا "کیا آپ مسز علی ہیں" تو آپ یہ کہہ سکتی ہیں "نہیں میں مسز اصغر ہوں" یا کوئی کتاب منگوانی ہے تو آپ اپنے پتہ میں خود کو مسز لکھ سکتی ہیں گرچہ اس میں بھی بعض دفعہ اتنی رعایت کرتے ہیں کہ اپنا نام لکھا اور پھر بریکٹ میں مس یا مسز لکھ دیا جیسے ام۔ بیچل (مس)

اب مس اور مسز لکھنے میں ایک غلطی تو یہ ہوئی کہ خود ہی اعزازی الفاظ لکھے۔ دوسری غلطی اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ وہ یہ ہے کہ خواتین اپنے والد یا شوہر کے نام سے پہلے مس یا مسز لکھ کر انکی ڈگریاں اور عہدے لکھتی ہیں جیسے مس اشفاق علی بی۔ اے۔ یا مسز انور احمد ڈپٹی کلکٹر۔ شاید یوں سمجھتی ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اشفاق علی بی۔ اے۔ کی لڑکی یا انور احمد ڈپٹی کلکٹر کی بیوی کیونکہ اپنے یہاں بنت یا اہلیہ لکھو تو یہی مطلب ہوتا ہے مگر انگریزی اصول سے اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اشفاق علی کی لڑکی خود بی۔ اے یا انور احمد کی بیوی خود ڈپٹی کلکٹر ہے۔ کیونکہ مس اور مسز کے معنی بیوی اور لڑکی کے ہم معنی تھوڑی ہی ہیں یہ تو کنواری اور بیاہی عورت کے اعزازی القاب ہیں جو اس کے "سر نیم" کے ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں اور اس سے مراد خود اس عورت کی شخصیت ہوتی ہے اس لیے اس کے ساتھ جو ڈگریاں اور عہدے لکھے جائیں گے اس کی حامل وہ عورت خود سمجھی جائے گی۔

تیسری غلطی (اور یہ زیادہ تر کنواری لڑکیاں کرتی ہیں) یہ ہے کہ اپنے ذاتی نام کے ساتھ مس لکھتی ہیں مثلاً مس زبیدہ خانم یا مس بلقیس بیگم یہ اُردو اور انگریزی القاب کا ملا جلا کر لکھنا اور پھر اپنے نام کے ساتھ مس لکھنا بہت ہی مضحکہ خیز ہے۔

اگر سچ پوچھا جائے تو چونکہ ہم میں سر نیم ہے ہی نہیں اس لیے ہمیں مس۔ اور مسز کا استعمال کرنا ہی نہیں چاہئیے مگر چونکہ اسکا شوق اور رواج بڑھتا جاتا ہے اس لیے انگریزی قاعدے سمجھ کر اپنے ناموں کے ساتھ اس طرح استعمال کرنا چاہیئے کہ وہ انگریزی اصول کے موافق ہوں۔ کیونکہ اگر تقلید کرنی ہے تو صحیح طور سے کرنی چاہیئے ورنہ احتراز بہت بہتر ہے۔

ہمارے یہاں سرنیم تو نہیں ہے پر نام کے دو لفظ ہوتے ہیں۔ لڑکیوں کو چاہیئے کہ اپنا نام لکھیں تو ذاتی نام اور باپ کے نام کا دوسرا حصہ لکھیں جیسے اگر کسی کے والد کا نام اشفاق علی اور انکی لڑکی کا نام رضیہ ہے تو وہ اپنے کو رضیہ علی لکھے تو ٹھیک ہوگا۔ پھر اگر اسی لڑکی کی شادی انور احمد سے ہو جائے تو اسے رضیہ علی کے بدلے اب رضیہ احمد لکھنا چاہیئے مگر اس کے ساتھ باپ کی ڈگری یا شوہر کا عہدہ ہرگز نہ لکھنا چاہیئے کیونکہ انگریزی اُصول کے مطابق رضیہ احمد سے اس کی اپنی شخصیت اسی طرح مراد ہے جیسے اگر وہ اُردو طریقہ سے اپنا نام رضیہ بیگم لکھتی تو اس سے مقصود اس کی اپنی ذات ہوتی۔ اس لئے جو کچھ ڈگری یا عہدہ وہ اس طرح سے نام کے آگے لکھے گی وہ اسی کا سمجھا جائے گا

مگر اس طرح سے "سرنیم" بنانے میں ذرا سمجھ سے کام لینا چاہیئے کہ کہیں انگریزی تقلید میں اُردو نقطۂ نظر سے مضحکہ خیز نہ ہو جائے مثلاً اگر والد کا نام عطاء اللہ ہو اور اپنا نام زہرہ تو خود کو "زہرہ اللہ" لکھنا انگریزی طریقہ سے تو صحیح ہوگا لیکن اُردو داں پبلک کو گراں گذرے گا۔ بعض نام لڑکیوں کے بھی ہوتے ہیں لڑکوں کے بھی جیسے خورشید۔ قمر۔ اختر۔ مگر جہاں یا تو کے اضافہ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ لڑکی کا نام ہے۔ یا اب فرض کیجے دو لڑکیوں کے اسلامی نام ہیں۔ اختر جہاں اور انور بانو اور ان کے والد کے نام ہیں سید حسن اور عزیز الرحمن اب اگر یہ لڑکیاں انگریزی قاعدے کی تقلید میں اختر حسن یا انور رحمن لکھنے لگیں تو پڑھنے والے کو یہ دھوکا ہوگا کہ کسی مرد کا نام ہے۔

ایسی صورتوں میں نام کو اس طرح لکھنا چاہیئے جس سے مطلب واضح ہو اور مضحکہ خیز نہ ہو جیسے زہرہ عطاء اللہ یا انور آرا رحمن۔ یہ "سرنیم" کا فایدہ اگر ہے تو یہ کہ خاندان کے مختلف افراد آسانی سے پہچان لیئے جاتے ہیں جیسے ہنری سیچل کے کسی دوست کی بہن اگر کبھی مارگرٹ سیچل سے ملے گی تو اسکو پہچاننے میں آسانی ہوگی کہ یہ اسی خاندان کی ہوں گی جس خاندان کے ایک شخص کو میرے بھائی جانتے ہیں اگرچہ ایک خاندانی نام کئی مختلف خاندانوں کے ہونے کی وجہ سے شناخت اتنی آسان نہیں ہے۔ تاہم جن بہنوں کو انگریزی طریقہ سے نام لکھنے کا شوق ہے بہتر ہو کہ وہ اپنے خاندان کے مردوں سے صلاح کر کے ایک نام کو اتفاق رائے سے "سرنیم" قرار دے لیں۔ اور پھر اس نام کو اس خاندان کے لڑکے لڑکیاں "سرنیم" کے طور پر استعمال کریں۔ ہمارے یہاں عام دستور ہے کہ لڑکے کا نام باپ کے نام کے ہموزن ہوتا ہے جیسے انور احمد کے لڑکے کا نام اختر احمد یا عطاء اللہ کے لڑکے کا نام ضیاء اللہ بعض دفعہ نام کے پہلے حصہ میں ہموزنی کا خیال کیا جاتا ہے جیسے اشفاق۔ مشتاق۔ انور۔ صفدر علی احمد۔ علی اشرف۔ ابو سعید۔ ابو رشید۔ یا بعض دفعہ باپ کے نام پر نہیں بلکہ ماموں یا نانا کے نام پر بچے کا نام رکھا جاتا ہے جیسے باپ کے نام کا آخری حصہ احمد ہے اور نانا کا حق تو بچے کے نام کا آخری حصہ بھی حق ہوگا۔

لیکن انگریزی طریقہ سے نام لکھنے کے شوق میں اُردو ناموں کی خوبصورتی جاتی رہے گی اور نام رکھنے کا دائرہ بھی محدود ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اپنے ناموں کو اس طرح توڑ مروڑ کر مغربی سانچے میں ڈھال کر ہم اپنی انتہائی مغرب پرستی اور غلامی کا اظہار کرینگے تاہم یہ یکسوئی ان مضحکہ خیز دورنگی پن سے بہتر ہوگی جو اب رائج ہے یعنی ہندوستانی طریقہ کے رکھے ہوئے ناموں کو انگریزی القاب و طریقہ سے استعمال کیا جاتا ہے جو مغربیت اور بھونڈے پن دونو کا مظہر ہوتا ہے۔ نام انگریزی طریقہ کا ہوگا تو بھونڈا پن تو جاتا رہے گا گو مغربیت ضرور رہے گی۔

نام کے متعلق چند اور باتیں بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں دعوتی رقعوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ "مسٹر اور مسز فلاں مسٹر اور مسز فلاں کے دعوت کو شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہیں" یعنی خود کو تھرڈ پرسن third person میں لکھا جاتا ہے چھپے ہوئے دعوتی رقعوں پر بھی اپنے کو مسٹر اور مسز لکھا جاتا ہے یعنی "مسٹر و مسز فلاں مسٹر و مسز فلاں کو چاء پر مدعو کرتے ہیں۔ وزیٹنگ کارڈ میں اور "ناٹ ایٹ ہوم" کے کس پر ہمیشہ اپنے کو مسز لکھنا چاہئے اور خاوند کے initials یعنی نام کے حرف کے ساتھ مثلاً انور احمد کی بیوی رضیہ کو اپنے وزیٹنگ کارڈ پر مسز اے۔ احمد لکھوانا چاہیے مسز آر۔ احمد نہیں۔ انکے نام کے خط پر بھی خط لکھنے والے کو مسز اے۔ احمد لکھنا چاہیے۔ ہاں اگر وہ کسی کانفرنس یا ایسوسی ایشن کی سکریٹری ہے تو اس حالت میں وہ مسز رضیہ احمد کہلائے گی یعنی ایسے موقعوں پر وہ ایک جداگانہ حیثیت رکھتا ہے اور شوہر کی بیوی ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ بطور خود ایک شخصیت رکھتی ہے۔

لیکن سوائے ان مخصوص موقعوں کے خود کو مسز یا مس لکھنا شدید غلطی ہے۔

(بقیہ صفحہ ۸۸) علم حاصل کرنے کے لیے بھیجتے ہیں عورتوں میں اخبار بینی اور کتب بینی کا شوق بہت عام ہے اکثر دیکھا ہے کہ دوپہر کے وقت جب مرد اپنے کام پر چلے جاتے ہیں اور عورتیں مکان کی صفائی اور کھانا پکانے سے فارغ ہوکر یکجا مل بیٹھتی ہیں تو ان میں سے ایک کوئی کتاب یا اخبار بہ آوازِ بلند پڑھتی ہے اور دوسری عورتیں سینے پرونے یا کسی قسم کی دستکاری میں بھی مشغول رہتی ہیں اور شوق سے کتاب سنتی ہیں کبھی کبھی رات کو بھی ایسی ہی محفل جمتی ہے اور واقعی بڑی پُرلطف ہوتی ہے۔

مسز فضلی

بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کجا یہ کلک بے مایہ، کجا توصیفِ سلطانی! — کجا لب اے عاجز تر کجا شوقِ ثنا خوانی
کجا انگشت ناچیزہ، کجا مہر سلیمانی — کجا پنہاں؟ کجا وصفِ حبیبِ پاک یزدانی
مگر اک شوق بے پایاں ہے مضطر دل کے پردوں میں — کہ بابرکت ہو ذکرِ خیر سے یہ بزم نسوانی
تصور ہو کیفِ نشۂ حسنِ تخیل سے — جمالِ روئے انور سے ہو چشمِ شوق نورانی
دلِ تاریک میں جلوہ ہو حسنِ شاہِ والا کا — نظر ہو محوِ نظارہ، ہو ایسا جذبِ روحانی
وہی در ہو وہی ہو آستانِ اقدس و اطہر — جبینِ شوق میں میری، ہو سجدوں کی فراوانی
وہی روئے منور ہو وہی نظارۂ رنگیں — نظر میں کھنچ کے آجائیں مرے جذباتِ پنہانی
تحرک ہو نہ مژگاں میں نہ جنبش ہو نگاہوں میں — بڑھے ایسی مرے جذبِ تخیل کی فراوانی
معطر ہو مشامِ روح بوئے زلفِ عنبر سے — خمارِ چشمِ شہلا سے نظر میں کیف سامانی
تلاطم اس طرح بحرِ خلوص و صدق میں آئے — بہا دے ماسوا کی ہر رکاوٹ کو یہ طغیانی
دلوں میں جذبۂ شوقِ وارادت کا تموج ہو — بصد کیف مسرت ہو لبوں سے نغمہ افشانی
"سلام اے جلوۂ خالق، سلام اے نورِ یزدانی — سلام اے سرورِ کونین شمعِ بزمِ ایمانی
سلام اے رحمۃ اللعالمین اے ہادیِ برحق — سلام اے رہنما، پشت پناہِ نوعِ انسانی
سلام اے سیدِ عالم، سلام اے سرورِ اکرم — سلام اے نازشِ شاہاں و فخرِ بزمِ شاہانی
سلام اے تاجدارِ انبیا اے مرسلِ اعظم — تو ہی خیر البشر ہے اور حبیبِ خاصِ ربانی
بنائے قصرِ ہستی ہے سبب تخلیقِ عالم کا — ہوئی قائم تری تنویر سے یہ بزمِ امکانی
مہ و خورشید کسبِ نور کرتے ہیں تری ضو سے — ہوئی حاصل ترے جلووں سے انجم کو درخشانی
نسیمِ روح افزا نے گلوں کو عطریت بخشی — خمارِ چشم سے نرگس نے پائی کیف سامانی
ہوئی تخلیقِ رنگ و بو کی عکسِ روئے رنگیں سے — تبسم نے عطا کی دیدۂ انساں کو تابانی
چمک ذروں میں تیرے نور کی تابش فروزاں ہے — ترے پرتو نے ہر قطرہ میں کی تنویر افشانی

ترے لطف و عطا بیحد ترے الطاف بے پایاں ترے اکرام بے ہمتا ترے افضال لاثانی

یہ سر اٹھ ہی نہیں سکتے ہیں تیرے بار احسان سے ادا کر ہی نہیں سکتا تشکر نطق انسانی

مٹایا تو نے نقشہ کفر و ظلمت کا زمانہ سے عجب سنگیں پہر رکھی بنائے نصر ایمانی

رحیم و دادرس ایسا کریم و مہرباں اتنا زمانہ نے دکھایا ہی نہیں اب تک ترا ثانی

رفیق و مونس و ہمدم عدیم المثل عالم میں کہ حاضر دوست و دشمن کے لیئے تھی سعیٔ امکانی

شفائے دردمنداں ہے دوائے مستمنداں ہے مسیحائے دو عالم ہے سکون قلب انسانی

شفیع المذنبیں اور دستگیر اُمت عاصی قسیم حوض کوثر مالک بستان رضوانی

عقیدت کیش حاضر ہیں حضور پاک حضرتؐ میں کہ ہو مبذول اس جانب بھی تیری چشم نورانی

قبول خاطر والا یہ گلہائے عقیدت ہوں یہ نغمات ارادت ہوں نہ بار گوشش سلطانی

تبسم اُس لب یاقوت منظر پر ہویدا ہو کھلے وہ سلک دنداں جس پہ قربان دُر عمانی

گر کانی ہے تسکیں کے لئے صدق ارادت ہی اگرچہ نظم بے مایہ نہیں شایان سُلطانی

کریں حاضر گل اور دو اہل بزم خدمت میں
لب پنہاں سے بھی پیہم ہو اب صلوٰۃ افشانی

رابعہ پنہاں

جاپان میں عورتوں کی تعلیم

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان میں عورتوں کی تعلیم اسی زمانے سے شروع ہوئی جب سے مردوں کی تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ آٹھویں صدی عیسوی میں جو جاپانی تہذیب کا ابتدائی زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ بیشمار ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ جاپانی خواتین نے علم ادب کے میدان میں بڑی زبردست شہرت حاصل کی تھی۔ بعض تاریخ نویسوں نے اسی لئے اس زمانے کو نسوانی دور کا لقب دیا ہے۔ یہ بھی کس قدر عجیب بات ہے کہ جاپان میں تہذیب و شائستگی کی ابتدا بدھ مذہب کے اثر سے ہوئی اور بدھ مذہب نے عورتوں کو شیطان کا درجہ دیا ہے علمی ترقی تو بڑی چیز ہے۔ اس لحاظ سے ایسے ناموافق حالات میں عورتوں کی تعلیم ہی مشکل تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا ادب لطیف اور شاعری میں حصہ لینا اور کمال حاصل کرنا ملکی آب و ہوا کا نتیجہ تھا کسی خارجی اثر کا نہیں۔

اس مختصر مضمون میں تفصیل کی گنجایش نہیں ہے۔ لیکن تاریخ ادب پر سرسری نظر ڈالیں تو ہر زمانے میں خواتین کے نام آسمان ادب پر تاروں کی طرح جگمگاتے نظر آئیں گے قدیم لٹریچر میں مشہور شاعرہ، اونو نو کوماچی کا کلام جاپانیوں میں الہام کا درجہ رکھتا ہے۔

سیلی شوناگون مصنفۂ کورہ نوسوسی (عالم خواب میں) اور موراساکی نوشیکی بو مصنفۂ گینجی مونوگیتاری بارہویں صدی تک اپنا بدل نہیں رکھتیں اور ان کی ادبی تصانیف نہ صرف جاپان میں شہرت رکھتی ہیں بلکہ یورپین نقاد اور مبصر بھی اُنکی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ان چند مثالوں سے یہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ قدیم ترین زمانے سے عورتوں میں تعلیم کا چرچا بھی تھا۔ اور ان کو سوسائٹی کی طرف سے اس بات کی اجازت حاصل تھی کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار پبلک کے سامنے پیش کر سکیں۔

۱۸۶۸ء سے جاپان کا نیا دور شروع ہوا۔ اور ۱۸۷۲ء میں جبریہ تعلیم کا قانون نافذ ہو گیا۔ جس کے مطابق چھ سال سے چودہ سال تک کی عمر میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں کے لئے تعلیم حاصل کرنے کے لئے سرکاری مدرسوں میں داخل ہونا لازمی ہو گیا۔ گذشتہ ساٹھ برس سے اس قانون پر لفظ بلفظ عمل ہو رہا ہے۔ آجکل جاپان میں ساڑھے چھ کروڑ کی مجموعی آبادی ہے ان میں سے ایک کروڑ بچے اور بچیاں صرف پرائمری مدرسوں میں تعلیم پاتی ہیں لڑکے اور لڑکیاں دونو ساتھ ساتھ ایک ہی مدرسے میں پڑھتے ہیں اور پڑھانے والی بھی استانیاں ہوتی ہیں۔ پرائمری مدرسوں میں لڑکے لڑکیوں کی تعداد تقریباً لڑکوں کے برابر ہوتی ہے اور استانیوں کی تعداد استادوں سے زیادہ آجکل جاپان میں

کنڈرگارٹن کے مدرسے چارسال سے چھ سال کی عمر تک کے بچوں اور بچیوں کے لئے بڑی کثرت سے موجود ہیں خاصکر بڑے بڑے شہروں میں تو محلے محلے میں قایم ہو گئے ہیں مجھے ان میں سے بعض کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے جس محبت اور شفقت سے اُستانیاں بچوں کی غور پرداخت کرتی ہیں اسکو دیکھکر اس بات پر ذرا بھی تعجب نہیں ہوتا کہ ننھے ننھے بچے اور بچیاں بہت ہنسی خوشی مدرسے میں رہتے ہیں اور ان پر کبھی سختی یا تنبیہ کرنے کی نوبت نہیں آتی۔ کنڈرگارٹن میں لکھنے پڑھنے پر اتنا زور نہیں دیا جاتا۔ جتنا جسمانی نشو ونما اور حواس کی تربیت پر۔ یہ مقصد مختلف کھیلوں کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے جاپان میں جس قدر عمدہ کنڈرگارٹن کی کتابیں بچوں کے لئے عام طور پر بازار میں ملتی ہیں ان کو دیکھکر یہ تمنا پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہمارے ملک کے بچوں اور بچیوں کے لئے بھی ایسی چیزیں مہیا ہوں عموماً ایک کتاب میں چوبیس صفحے ہوتے ہیں کاغذ نہایت دبیز اور مضبوط رنگین ہوتا ہے ہر صفحہ پر ایک یا دو نہایت خوشنما اور رنگین مگر سادہ تصویر ہوتی ہے اور جلی قلم سے جس چیز کی تصویر ہوتی ہے اسکا نام لکھا ہوا ہوتا ہے۔ یا اس کی کوئی صنعت بیان کی جاتی ہے یا یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ کیا کرتی ہے ان تصویروں کو دیکھتے دیکھتے بچوں میں لفظ شناسی پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح گنتی سکھانے کے لئے بہت دلچسپ کھیل کھلائے جاتے ہیں یا گیتوں کے ذریعے گنتی سکھائی جاتی ہے۔ پرائمری اسکول کا کورس چھ سال کا ہے اس میں لکھنا پڑھنا حساب ڈرائنگ سکھائی جاتی ہے مگر لڑکیوں کے لئے کھانا پکانا سینا پرونا گانا بجانا اور چائے نوشی کے مراسم اور آرائش گل کے طریقے سکھائے جاتے ہیں عموماً پرائمری کی تعلیم ختم کرکے لڑکیاں مدرسے جانا چھوڑ دیتی ہیں۔ اور یا تو کسی کارخانے میں کوئی دستکاری سیکھتی ہیں یا ملازمت اختیار کرکے ان چیزوں کی مشق کرتی ہیں جو انہوں نے مدرسے میں حاصل کی ہیں نسبتاً لڑکیوں کی تھوڑی تعداد ہائی سکول میں جاتی ہے اس منزل پر لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے علیحدہ مدرسے ہیں۔ لڑکیوں کی ثانوی تعلیم کا مقصد وزیر تعلیم نے اپنی رپورٹ میں یہ بتایا ہے۔ کہ جوان لڑکیاں نیک چلن فرمانبردار اور خوش سلیقہ بیویاں اور ایسی مائیں بنیں جو اپنی اولاد کی تربیت اچھی طرح کر سکیں اس مقصد کے مطابق ہائی سکول میں علاوہ اعلیٰ ذہنی تعلیم کی لڑکیوں کو اصولِ خانہ داری مثلاً حفظانِ صحت پیدایش و تربیتِ اطفال مہمان نوازی کے طریقے مکانوں کی آرائش دیگر اُمور خانہ داری کے متعلق ایک مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔

یہ چارسال کا کورس ہوتا ہے اس کو پاس کرنے کے بعد بہت ہی تھوڑی لڑکیاں یونیورسٹی کی تعلیم پاتی ہیں لڑکوں کی یونیورسٹیوں میں بھی لڑکیاں تعلیم پا سکتی ہیں۔ مگر عام طور پر ایسا نہیں ہوتا ٹوکیو میں عورتوں کی ایک علیحدہ یونیورسٹی قائم ہے ہر سال کئی سو خواتین گریجویٹ ہو کر نکلتی ہیں ہر سال حکومت کچھ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو وظائف دیکر غیر ممالک میں تحصیل علم کے لئے بھیجتی ہے مگر ان کے علاوہ لوگ اپنے خرچ پر اپنی لڑکیوں کو غیر ممالک میں

(بقیہ صفحہ ۱۴۳ پر دیکھئے)

لیڈی ڈاکٹر

(از محمد احمد صاحب سبزواری بھوپال)

(۱)

سید حسن آگرہ کے ایک معمولی ٹھیکیدار تھے ان کی بیوی کا ایک زمانہ ہوئے انتقال ہو چکا تھا۔ اب ان کے صرف ایک لڑکی نسیمہ تھی جس کی تربیت اگرچہ وہ اس پیمانہ پر تو نہ کر سکے جیسا کہ چاہتے تھے۔ تاہم اس کو چند دینی کتابیں اور اردو کے مشہور مصنفین کی پڑھائی تھیں۔ انگریزی میں بھی کچھ شد بد ہو گئی تھی ان کے دو بھانجے تھے ایک تو جھانسی میں ملازم تھا اور دوسرا آگرہ میں وکیل تھا ظہور کا شمار اگرچہ شہر کے مشہور وکیلوں میں تھا اور وہ مالدار بھی تھا۔ تاہم وہ اپنے ماموں کو نہ بھولا تھا اور اکثر ان کے یہاں آیا کرتا تھا۔ سید حسن نے یہ خیال کر کے کہ نہ معلوم کب ان کی عمر کے دن پورے ہو جائیں اپنی بیٹی کا عقد ظہور سے کر دیا۔ اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی وہ اس دنیا سے کوچ کر گئے

ظہور اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور نسیمہ بھی ہر طرح اپنے شوہر کی ناز برداری کرتی تھی، ان دونوں میاں بیوی نے تین سال نہایت عیش و آرام سے بسر کئے اور کبھی دونوں میں کسی معمولی بات پر بھی شکر رنجی نہ ہوئی، نسیمہ نے اس زمانہ میں اردو میں تو کافی لیاقت حاصل کر لی تھی اور انگریزی میں بھی اپنا مطلب ادا کرنے لگی تھی۔ بہت ممکن تھا کہ اس کی یہ تعلیم جاری رہتی کہ اچانک شہر میں طاعون پھیل گیا۔ ہر محلے سے روزانہ دو چار آدمی مرنے لگے۔ ایک دن ظہور اچھا خاصہ دفتر سے گھر آیا۔ چاء وغیرہ پینے کے بعد اس کو کچھ سردی لگنے لگی وہ اپنے کمرہ میں جا کر لیٹ گیا۔ رات کو بخار تیز ہو گیا اور صبح تک طاعون کی کچھ علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ نسیمہ نے فوراً ڈاکٹر کو بلوایا اور مریض کو دکھلایا۔ ڈاکٹر کی دوا سے اتنا فائدہ ہوا کہ مریض کی وہی حالت تقریباً ایک ہفتے تک رہی۔ ایک دن رات کو اچھا خاصہ سویا مگر صبح اٹھ کر اس نے نسیمہ سے کہا کہ ابھی جھانسی چلو، میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ وہاں میرا بھائی میری تیمارداری کر سکتا ہے۔ یہاں تم اکیلی ہو اور پھر عورت ذات ہو اگرچہ نسیمہ کو جھانسی جانا کچھ مناسب معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر اس نے ظہور کی دل شکنی گوارا نہ کی اور اسی وقت ظہور کے بھائی کو تار دیا اور شام کی گاڑی سے اپنے بیمار شوہر کو جھانسی لے آئی۔

نصیر ظہور کا حقیقی بھائی تھا۔ اگرچہ تھوڑے عرصے سے آپس میں کچھ جائداد کے سلسلے میں شکر رنجی تھی۔ تاہم اس نے بھائی کا استقبال بڑی خندہ پیشانی سے کیا۔ وہ پچاس روپے کا ملازم تھا ایک بیوی اور دو بچے اور ایک ساس اس کے گھر کے آدمی تھے۔ دو چار روز تو ظہور کی طبیعت اچھی رہی۔ مگر اس کے بعد وہ گھنٹوں بے ہوش

دن نصیر نے نسیمہ سے کہا کہ تم کو معلوم ہے میری تنخواہ کس قدر قلیل ہے اور پھر تمہارے آدمیوں کا بار بھی میرے سر پر ہے اس وجہ سے میں بھائی صاحب کی تیمار داری کچھ اچھی طرح نہیں کر سکا۔ میں نے پچھلے ہفتے سو روپے ادھار لئے تھے وہ سب خرچ ہو گئے اب اور قرض ملنا دشوار ہے اس لئے تم مجھکو کچھ روپے دیدو،

نسیمہ نے پچھلے پانچ سو روپے جو اس کے پاس نقد تھے نصیر کے حوالے کر دئے، نصیر شہر کے مشہور ڈاکٹر کو لایا اس نے مریض کی حالت دیکھکر کہدیا کہ مریض زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے کا مہمان اور ہے۔ تاہم اس نے دوا دی مگر مریض کی حالت ویسی ہی رہی

آج نسیمہ کو جھانسی آئے ہوئے دسواں روز تھا۔ کہ ظہور کی حالت کچھ اچھی نظر آئی وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے نصیر اور نسیمہ کو اپنے پاس بلایا اور نصیر سے کہا" بھائی میرا قصور معاف کر دو۔ میرا آخری وقت آ پہنچا۔ جب میں اس دنیا میں جا رہا ہوں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ نسیمہ کو میں تمہارے حوالے کرتا ہوں، خدا رکھے اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا میری جو کچھ جائداد یا سامان ہے اس سب کی مالک یہی ہے۔ اور چونکہ نسیمہ ابھی جوان ہے۔ اس لئے اس کی شادی بھی کسی شریف اور تعلیم یافتہ آدمی سے کر دینا۔ دیکھو اگر اسے کسی قسم کی تکلیف ہوئی تو میری روح کو صدمہ ہوگا"

نسیمہ رو رہی تھی۔ اور اس نے درمیان میں دو تین مرتبہ اس کو ٹوکا کہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں مگر ظہور نے اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ بہت دیر تک نسیمہ کو تسلی و تشفی دیتا رہا۔ نسیمہ کا دل بیٹھا جا رہا ہے وہ اس قسم کی باتیں نہیں سننا چاہتی تھی اس کا جی چاہتا تھا کہ خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ مگر ظہور اس کو رونے سے ہی منع کر رہا تھا، آدھے گھنٹے تک وہ اسی طرح باتیں کرتا رہا۔ آخر کمزوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا اور اسی دن رات کو وہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔

ظہور کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد نصیر نے نسیمہ سے کہا کہ اب تمہارا آگرہ میں کون ہے وہاں جا کر کیا کرو گی۔ یہیں میرے پاس رہو، جو کچھ دال دلیا میں کھاتا ہوں وہی تم بھی کھانا۔ شائد آئندہ کوئی بہتری کی صورت نکل آئے، نسیمہ کا اب اس دنیا میں اور کون تھا جہاں وہ جاتی اور جس کے پاس وہ رہتی۔ اس لئے وہ یہاں رہنے پر تیار ہو گئی۔ اور نصیر کو آگرہ کے سب سامان کی کیفیت بتلا دی،

دوسرے دن نصیر آگرہ گیا اور ایک ہفتے بعد دو چار ٹرنک اور دس بارہ برتنوں کے ساتھ واپس آیا۔ اگرچہ اس نے گھر کا سب سامان پانچ ہزار روپے میں فروخت کیا مگر نسیمہ سے کہا سب سامان صرف ایک ہزار ہی میں فروخت ہوا، پھر اس ایک ہزار میں سے بھی مکان کا کرایہ۔ ملازموں کی تنخواہیں اور کچھ قرض خواہوں کو ادا کرنے کے بعد صرف چھ سو روپے رہ گئے ہیں جو تمہارے نام سے بنک میں داخل کئے دیتا ہوں۔

نسیمہ اگرچہ پریشان تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ گھر کا سب سامان کیا ہوا اور وہ اتنی قلیل رقم میں

کیا فرصت ہوا۔ مگر وہ نصیر کے چکموں میں آگئی اور اس کو اطمینان ہوگیا کہ اس کا چھ سو روپیہ بنک میں جمع ہے
دو چار روز کے بعد نصیر نے نسیمہ سے کہا "اپنا زیور بھی مجھکو دیدو۔ کیونکہ تمہارے پاس رہنے میں خطرہ ہے"
نسیمہ کے اول تو زیور تھا ہی نہیں کیونکہ آج کل موجودہ فیشن نے تو زیور کا رواج ہی اڑا دیا تاہم پھر بھی جو چارسو
ساڑھے چارسو کا زیور تھا وہ اس نے نصیر کے حوالے کر دیا۔

مہینے دو مہینے کے بعد گھر والوں کو نسیمہ ایک بار معلوم ہونے لگی۔ اور بات بات پر اسے کچھ نہ کچھ گالیاں
دینے لگا وہ بیچاری دن بھر گھر کا کام کاج کرتی تھی۔ مگر پھر نصیر کی بیوی اس سے ناخوش ہی رہتی اور کبھی سیدھے
منہ بات نہ کرتی تھی۔ ادھر نصیر نے ایک بڑے میاں کو جو ان کے پڑوس ہی میں رہتے تھے اور جن کی عمر ساٹھ سال
سے زیادہ تھی اس بات پر راضی کرلیا کہ اگر وہ پانچسو روپے دیں تو ان کی شادی نسیمہ سے کردیجائیگی۔ بڑے میاں
اس بات پر رضامند ہوگئے۔ اور تجویز ہوئی کہ عدت ختم ہوتے ہی ان کی شادی ہوجائے گی۔

نسیمہ کو بھی اس سب واقعہ کی اطلاع گھر کی سقنی کے ذریعہ سے ہوگئی وہ یہ سنکر بہت پریشان ہوئی۔ مرجانا
پسند کرتی تھی مگر اس کو ایک بڈھے خرانٹ کے ہاتھ بکنا منظور نہ تھا۔ چنانچہ ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں
نصیر کی بیوی سے دریافت کیا کہ وہ بڑے میاں کون ہیں۔ بس اتنا پوچھنا غضب ہوگیا۔ سارے گھر نے اس کو بے غیرت
بے حیا کا خطاب دیا۔ نصیر نے بھی اس کو خوب ڈانٹا کہ تم عورت ذات ہو تم کو اس سے کیا غرض۔ ہمارے خاندان میں
تو آجتک ایسا نہیں ہوا کہ لڑکیاں اپنی مرضی سے خاوند پسند کریں۔ یہ انگریزی کا اثر ہے کہ تم نے ایسی بات کہی۔ اگر میری لڑکی
ہوتی اور وہ ایسا جملہ منہ سے نکالتی تو اس کو زندہ گاڑ دیتا" نسیمہ کی سمجھ میں نہیں کہ اس میں کونسی بیحیائی اور بے غیرتی ہوگئی
میں کوئی کنواری لڑکی تو تھی نہیں۔ میری تو دوسری شادی ہو رہی ہے۔ اگر میں نے اس بڈھے کے متعلق سوال کرلیا
تو کونسا گناہ کیا۔ مگر وہ خاموش رہی کیونکہ اگر وہ جواب دیتی تو بات اور بڑھتی،

عدت ختم ہونے کے دوسرے روز اس کا نکاح تھا۔ مگر نسیمہ جس دن اس کی عدت ختم ہوئی گھر سے چلی گئی اگرچہ
گھر والوں کو اس کے جانے کی خوشی ہوئی مگر نصیر اور بڑے میاں کو اس کے جانے کا بڑا افسوس ہوا، نصیر کو اس
لئے کہ اسکے پانچسو روپے گئے، اور بڑے میاں کو اس لئے کہ ان کے ہاتھ سے ایک اچھی خاصی بیوی نکل گئی،

(۲)

آج کل شہر میں مس ایم لیڈی ڈاکٹر کا بڑا شہرہ ہے۔ اگرچہ ان کو ابھی یہاں آئے ہوئے ایک سال سے کچھ ہی زیادہ
عرصہ گذرا تھا۔ مگر اس زمانہ میں بھی ان کی شہرت دور و نزدیک پھیل چکی ہے۔ یہ جب پہلے پہل یہاں آئیں تو انہوں نے
ایک چھوٹی سی فارمیسی کھولی جہاں دو چار عورتوں کا علاج کیا جاتا تھا۔ اول اول تو کسی نے بھی ان کی طرف رخ نہ کیا۔ مگر
جب دو چار عورتیں ایک مرتبہ آئیں اور خدا کے فضل اور ان کے علاج سے اچھی ہوگئیں تو انہوں نے ہر جگہ ان کی

بیٹھنے لگیں۔ اور تھوڑے دنوں میں مریضوں کا ان کے یہاں تانتا بندھ گیا۔ صبح سے ان کے مکان پر موٹریں، تانگے، بیاسے آنے شروع ہو جاتے تھے اور دن کے بارہ بجے تک بھی یہ سلسلہ ختم نہ ہوتا تھا پھر شام کو مریض الگ آتے تھے۔ یہ غریبوں سے کوئی فیس نہیں لیتی تھیں اور ان کو دوا بھی مفت دیتی تھیں، ہاں امیر اور متوسط درجے کے لوگ جو کچھ ان کو دیدیں جنسی خوشی لے لیتی تھیں، پھر بھی ان کی آمدنی کے متعلق عورتوں کا خیال تھا کہ سو ڈیڑھ سو سے کم نہ ہوگی، دو عورتوں اور ایک ملازم کے سوا ان کے یہاں اور کوئی نہ تھا، ایک عورت کھانا وغیرہ پکاتی تھی اور دوسری دوا وغیرہ تقسیم کرتی تھیں۔ ملازم باہر کے کاموں پر مقرر تھا۔ اگرچہ ان کا مکان کچھ زیادہ وسیع نہ تھا۔ پھر بھی انہوں نے ایک بڑا کمرہ ان غریب مریضوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ جن کو بار بار دیکھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور یہاں ان کا علاج نہ صرف مفت کیا جاتا تھا بلکہ ان کو کھانا بھی مفت دیا جاتا تھا اور تو اور اکثر غریب عورتوں کو تو ڈاکٹرنی صاحبہ کپڑے بھی دیتی ہیں اور وہ ان سے واپس نہیں لئے جاتے تھے

اگرچہ یہ عیسائی تھیں مگر اردو ایسی عمدہ اور صاف بولتی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا ان کی مادری زبان ہی اردو ہے اخلاق کا یہ حال تھا کہ آدھی رات کو مریض کو دیکھنے بلا تکلف چلی آتی تھیں اور پھر یہ بھی نہیں کہ سواری ہی ہو، وہ اکثر مریضوں کے یہاں پیدل جایا کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو "فرشتہ" کہتے تھے۔

جب شہر میں ایسی لیڈی ڈاکٹر موجود ہو تو سرکاری ہسپتال کون جائے۔ جہاں اگرچہ دوا مفت ملتی ہو مگر حال اس محبت سے کون سنتا ہے۔ علاج ایسی دلسوزی اور رحمدلی سے کون کرتا ہے۔ اور پھر یہاں کی لیڈی ڈاکٹر تو اللہ کے فضل سے پہلے ہی چڑچڑی مشہور تھیں اور وہ امیروں کے سوا غریبوں سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتی تھیں، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے ادھر کا رخ ہی چھوڑ دیا اور اب سارے شہر کی عورتوں کا ہسپتال ان ہی کا مکان بن گیا تھا۔

مس سیم کا نہ تو یہاں کوئی دوست تھا اور نہ کسی سے ملاقات تھی اور وہ سوائے اپنے مریضوں کو دیکھنے کے اور کہیں نہیں جاتی تھیں۔ تاہم ایسے ملنسار اور متواضع خوش خلق اور رحمدل انسانوں کے دوست خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی یہی ہوا کہ کسی اللہ کے بندے نے سرکاری حکام سے کہہ سن کر اس کو سو روپے ماہوار پر سرکاری اسپتال کا اسسٹنٹ لیڈی ڈاکٹر مقرر کرا دیا۔

(۳)

میں بمبئی گیا ہوا تھا آج صبح پشاور ایکسپریس سے گھر آیا تو ایک کارڈ ملا۔ جس میں اطلاع تھی کہ آج تین بجے خالد کا نکاح ہے۔ اسے خالد کا نکاح ہے۔ ابھی بمبئی جانے سے پہلے تو میری اس سے ملاقات ہوئی اور میں نے اس سے شادی کے متعلق پوچھا تھا مگر اس نے کہا ابھی تو کہیں نہیں ہو رہی اور پھر نکاح کا وقت تین بجے۔

ہی ایک تھی بات تھی۔ جی تو چاہا کہ ابھی ہو آؤں مگر کچھ کام ایسے تھے کہ ۱۲ بجے سے پہلے گھر سے نہ نکل سکا۔

خالد کا مکان شہر سے باہر ایک خوشنما جھیل کے کنارے پر تھا، اس کے والد مدتوں ایک معزز عہدہ پر رہے اور خوب کمایا۔ اب ان کو پنشن ملتی ہے۔ ان کے صرف دو ہی لڑکے ہیں۔ بڑا لڑکا انجینیر اور چھوٹا خالد تھا جس نے پر سال ایل ایل بی کا امتحان دیا تھا اور اب پریکٹس شروع کر دی تھی آج خالد کا مکان خوب سجا ہوا تھا۔ چاروں طرف جھنڈیاں وغیرہ لگی ہوئی تھیں مکان کے سامنے میدان میں ایک عالیشان پنڈال بنایا گیا تھا جس میں دو طرف نشستوں کا انتظام تھا جس وقت میں پہونچا تو اس وقت بہت سے معزز مہمان آچکے تھے، اتنے میں خالد آیا اور کہا انا ہ تم آگئے۔"

ہاں بھی آج صبح ہی آیا ہوں۔ میں تم کو مبارک باد دیتا ہوں میں اس کا ہاتھ گرمجوشی سے ملاتے ہوئے کہا "چلو اندر چلو" یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور پنڈال میں لے گیا اور اگلی صف میں لیجا کر بٹھا دیا میرے سامنے ہی ایک اسٹیج سا بنا ہوا تھا جس پر ایک میز اور تین چار کرسیاں پڑی تھیں، میں نے سوچا کہ آج یہاں کوئی جلسہ ہے یا نکاح ہے، خالد چلا گیا تھا ورنہ اس سے دریافت کرتا۔ دوسری طرف نظر ڈالی تو اس طرف بہت سی عورتیں بیٹھی تھیں مگر ان میں زیادہ تر ہسپتال کی نرسیں معلوم ہوتی تھیں۔ میں پریشان ہو گیا اور میں نے دل میں خیال کیا کہ کیا خالد کسی نرس سے نکاح کر رہا ہے۔ بہر حال میں ان ہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ قاضی صاحب کی آمد نے میرے ان خیالات کے سلسلے کو منقطع کر دیا۔ قاضی صاحب تشریف لائے۔ سب لوگ ان کی تعظیم کو کھڑے ہوئے اور وہ میرے پاس ہی آکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر سارے پنڈال میں ایک سناٹا رہا مگر یکایک مس رتیم لیڈی ڈاکٹر اپنی جگہ سے اٹھیں اور اسٹیج پر آئیں لوگ پریشان تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ انہوں نے کہنا شروع کیا،

"میرے بزرگوار بھائیو، آج سے چار سال کی بات ہے جب شاید آپ نے اخباروں میں پڑھا ہو کہ مسٹر ظہیر الحسن بی اے، ایل ایل بی وکیل آگرہ مع اپنی بیوی کے اپنے بھائی نصیر الحسن کے ہاں بغرض تبدیل ہوا آئے تھے۔ اور یہیں ان کا انتقال ہوا، ان کی بیوہ نے عدت اپنے دیور کے یہاں بسر کی اور پھر ایک رات وہ پراسرار طریقے سے چلی گئیں۔ مجھکو اس غریب بیوہ کے حالات معلوم نہیں اور میں یہاں ان کو بھی دوہرانا نہیں چاہتی۔ اور نہ میں نصیر الحسن کے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہوں کیونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور سنا ہے کہ مرتے وقت ان کو سخت تکلیف ہوئی۔ اور منہ بھی سیاہ ہو گیا۔ ممکن ہے کہ خدا نے معصوم اور بے گناہ بھاوج کا بدلہ لیا ہو جس کا دس پندرہ ہزار روپیہ اور زیور وغیرہ پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے اپنی بھاوج کی شادی ایک بڈھے کے ساتھ کرنی چاہی جس کے معاوضے میں ان کو پانسو روپے ملتے مگر شادی سے دو دن پہلے ہی ان کی بھاوج گھر سے چلدی اور اس طرح ان کو وہ روپیہ نہ مل سکا۔ ان کی بھاوج گھر سے نکلنے کو تو نکل پڑی مگر وہ اس شہر سے

تا واقت تھی اس کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جارہی ہے۔ وہ صبح چار بجے گھر سے نکلی اور ۹ بجے تک ادھر ادھر پھرتی رہی۔ اس وقت اس کے پاس سوائے اس جوڑے کے جو اس کے بدن پر تھا اور ایک چادر کے جس میں اس نے اپنے آپ کو لپیٹ رکھا تھا اور کچھ نہ تھا وہ اس طرح پھر رہی تھی کہ اس کو سامنے ایک مسلمان وکیل صاحب کا مکان نظر آیا وہاں کے گھر میں گئی اور وکیل صاحب سے درخواست کی کہ وہ اس کا سامان اور روپیہ وغیرہ اس کے دیور سے دلوادیں۔ مگر وکیل صاحب نے صرف مشورہ کے دس روپے مانگے۔ اسوقت اس کے پاس ایک کوڑی بھی نہ تھی۔ اس نے یہ کہا کہ اگر اس کا روپیہ وغیرہ واپس ملجائے تو یہ وکیل صاحب کو معقول رقم دے گی۔ مگر انہوں نے بغیر کسی فیس کے ایک نہ سنی اور اس کو مجبوراً وہاں سے ناامید آنا پڑا۔ پھر دوپہر کے قریب اس کو ایک مولوی صاحب کا مکان نظر آیا جن کے سائن بورڈ سے معلوم ہوا کہ وہ ایک یتیم خانہ اور بیوہ فنڈ کے سکریٹری ہیں۔ نسیمہ نے ان سے امداد کی درخواست کی مگر انہوں نے اس غریب سے جس بات کی خواہش کی وہ نہ صرف اس معزز اور قوم طبقے کی شان کے خلاف تھی بلکہ انسانیت سے بھی دور تھی۔ اس لئے وہ وہاں سے بھاگی اور پھر ادھر ادھر پھرنے لگی اب تک اس کا یہ خیال تھا کہ بہت ممکن ہے کہ اسے کوئی معمولی ملازمت کسی نسوانی مدرسے میں ملجائے۔ مگر اب وہ اسپر بھی تیار ہوگئی تھی کہ کوئی اس کو خدمتگاری کی حیثیت سے ملازم رکھ لے۔ چنانچہ وہ ایک خوش پوش مکان میں داخل ہوئی اور مکان کی مالکہ سے اپنی داستان بیان کرکے ملازمت کی خواہش کی۔ مالکہ بہت ہی رحمدل عورت تھی اور انہوں نے اس کو روٹی کپڑے پر ملازم رکھ لیا اور اسی وقت اس کو کھانا بھی کھلایا۔ یہ شام کے وقت سب سے پہلی غذا تھی جو نسیمہ نے اسوقت کھائی اور اسوقت اس کے دل سے جو خلوص اور محبت کی دعائیں نکلیں یقیناً انہوں نے مقبولیت کا درجہ حاصل کیا ہوگا،

نسیمہ کا خیال تھا کہ اب وہ ٹھکانے سے لگ گئی اور اس بیچاری کو کیا معلوم تھا کہ ابھی اس کی قسمت میں اور گردش ہے۔ چنانچہ مغرب کے بعد مالک مکان گھر میں آئے اور ایک اجنبی عورت کو دیکھ کر اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے" ان کی بیوی نے کہدیا کہ ایک مظلوم اور آفت رسیدہ ہے جس کو میں نے ملازم رکھ لیا" اسپر میاں بہت خوش ہوئے اور انہوں نے خود نسیمہ سے دوچار سوال کئے۔ اور پھر تسلی و تشفی کی باتیں کرکے باہر چلے گئے بس مالک مکان کا نسیمہ سے اتنی باتیں کرنی غضب ہوگئیں اور ان کی بیوی نے فوراً حکم دیدیا کہ" مجھکو نوجوان ماماؤں کی ضرورت نہیں۔ تو ابھی یہاں سے چلی جا اور اگر آئندہ اس دہلیز پر قدم رکھا تو ہاتھ توڑوا دوں گی" رات کا وقت تھا کہ اس غریب کو پھر اس گھر سے نکلنا پڑا جس کو تھوڑی دیر پہلے اس نے اپنی قیام گاہ بنایا تھا۔ دن بھر کی تھکی ماندی تھی۔ اس کے پاؤں میں سکت نہ تھا۔ پاؤں رکھتی کہیں تھی اور پڑتا کہیں تھا۔ اگر دن ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ وہ سڑکوں پر ادھر ادھر پھر کر اپنا وقت کاٹ لیتی۔ مگر اب رات تھی۔ وہ چند گھنٹوں کے لئے اپنی کمر سیدھی کرنا چاہتی تھی

چنانچہ سامنے اس کو ایک مسجد نظر آئی اس نے یہ سمجھ کر کہ میں مسلمان ہوں رات تو اس مسجد میں گذار سکتی ہوں وہ اندر داخل ہوئی مسجد کے صحن میں دو چار بیٹھے نمازی اور پرہیزگار آدمی باتیں کر رہے تھے۔ اس نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور ایک کونہ میں جاکر پڑ رہی۔ غالباً اسے لیٹے آدھا گھنٹہ ہوا ہوگا اور اس کی پلک جھپکی ہوگی کہ کسی نے کرخت آواز میں پوچھا وہ کون ہے"؟

نسیمہ چونک پڑی اور جلدی سے گھبرا کر بولی" ایک غریب عورت جس کا دنیا میں کوئی ٹھکانہ نہیں" بابا"۔ اجی خانصاحب اب تو عورتیں بھی مسجدوں میں آرام فرمانے لگیں" پوچھنے والے نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا۔

" نکالو اس بدمعاش کو کوئی لچی لفنگی معلوم ہوتی ہے" خانصاحب نے اپنے بستر ہی سے جو مسجد میں بچھا ہوا تھا جواب دیا۔" حضور میں مسلمان ہوں۔ بیوہ ہوں غریب ہوں۔ میرا اس شہر میں کوئی جاننے والا نہیں۔ رات بھر پڑا رہنے دیجئے، صبح کو میں خود چلی جاؤں گی" نسیمہ نے بہت گڑگڑا کر کہا۔

" لیکن مسجد عورتوں کے لئے نہیں ہے"،

" تو پھر آپ اپنے مکان میں ہی ایک غریب اور بیوہ عورت کو رات بھر کے لئے پناہ دیدیجئے" "میرا مکان آوارہ اور بدچلن عورتوں کے لئے نہیں ہے"۔

اتنے میں خانصاحب تشریف لے آئے اور انہوں نے نسیمہ کا ہاتھ پکڑ کے مسجد سے باہر نکال دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ اسوقت نسیمہ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی " اے خدا مجھ سے جو کچھ گناہ سرزد ہوئے ہیں ان کو اپنی رحمت اور بخشش سے معاف فرما اور اے اللہ مجھکو نام نہاد مسلمانوں سے بچا جو قدم قدم پر دوسروں کی برائیاں بتلاتے ہیں اور اپنے ہزارہا عیوب پر نظر نہیں ڈالتے۔ یہ وہ بھیڑئے ہیں جو بھیڑوں کے لباس میں ہیں اور جو دن رات ہزارہا غریب بھیڑوں کو چیر پھاڑ کر برابر کر دیتے ہیں اور کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ اگرچہ نمازیں پڑھتے پڑھتے ان کی پیشانیاں سیاہ ہوگئیں ہیں۔ تسبیح ہلاتے ہلاتے انکی انگلیاں گھس گئیں ہیں مگر ان کے دل رات سے زیادہ تاریک اور پتھر سے زیادہ سخت ہیں، ان میں رحمدلی خوش خلقی اور دوسری اخلاقی صفتیں نام کو نہیں ہیں۔ یہ اگر انسان ہیں مگر حیوانوں سے بدتر۔ اے رب العالمین مسلمانوں کو اس تباہی اور گمراہی سے بچا اور ان کو ہدایت فرما۔ آمین"

نسیمہ سب مسلمانوں سے بیزار ہو چکی تھی۔ چنانچہ جب اس کو سامنے ایک گرجا کا پھاٹک نظر آیا تو وہ بیدھڑک دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ باہر باغ میں تو بالکل سناٹا تھا۔ مگر گرجا کے ایک حصے میں کچھ روشنی تھی پھاٹک کے کھلنے کی آواز شاید اوپر کے رہنے والوں کو پہونچ گئی اور کسی نے اوپر سے انگریزی میں دریافت کیا" کون ہے"! اگرچہ نسیمہ انگریزی بہت نہ جانتی تھی مگر اپنا مطلب ادا کر سکتی تھی۔ اس لیے اس نے کہا" ایک غریب عورت جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں اور جو ایک رات یہاں بسر کرنا چاہتی ہے"

پھاٹک پر دستک دی۔ اوپر سے آواز آئی۔

تھوڑی دیر میں گرجا کا بڈھا پادری ہاتھ میں لالٹین لئے ہوئے آیا اور کہا "آؤ بیٹی میرے ساتھ چلو" نسیمہ ڈرتی ڈرتی اس کے پیچھے ہولی اوپر پہونچکر پادری نے اس کو کرسی پر بٹھا دیا اور کہا "شاید تم بھوکی ہو"

"جی نہیں۔ میں تو صرف رات یہاں بسر کرنا چاہتی ہوں۔ صبح کو کہیں چلی جاؤں گی" نسیمہ نے کہا۔

"اچھا" یہ کہہ کر پادری نے ایک ملازم کو آواز دی اور اسے ہدایت کی کہ فوراً میرے کھانے کے کمرہ میں ایک بستر کا انتظام کرے۔ نوکر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس نے آکر کہا کہ حضور سامان ٹھیک ہوگیا، پادری نسیمہ کو ساتھ لیکر کمرہ تک چھوڑنے گیا اور "شب بخیر" کہہ کر واپس آگیا۔

نسیمہ نے اپنی چادر اتاری اور اندر سے کواڑ بند کرلئے اور پلنگ پر لیٹ گئی اور بہت ہی جلد گہری نیند آگئی صبح کو کسی کے آواز دینے سے اس کی آنکھ کھلی۔ اس نے دروازہ کھولا تو ملازم کھڑا تھا۔ اس نے کہا "پادری صاحب آپ کو چائے پر بلا رہے ہیں" نسیمہ نے جلدی سے پانی منگوا کر منہ دھویا اور پادری صاحب کے پاس چلی گئی، چائے پیتے وقت نسیمہ نے اپنی ساری سرگذشت پادری صاحب کے سوال پر ان کو سنائی، اور چائے پینے کے بعد رخصت کی اجازت چاہی، پادری صاحب نے حیرت سے کہا "اب تم کہاں جاؤ گی"

"جہاں سینگ سمائیں گے وہیں چلی جاؤں گی" نسیمہ نے جواب دیا۔

"نہیں میں تم کو ہرگز نہ جانے دوں گا، تمہارا اس طرح ادہر ادہر مارا پھرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ تم یہیں رہو اور ادہر ادہر ملازمت کی درخواستیں بھیجو اور جب تک تم کو کوئی جگہ نہ ملے اسوقت تک تم بخوشی یہاں رہ سکتی ہو اور اگر تم ہمارا مذہب قبول کرلو تو ابھی تم کو مشن اسکول میں داخل کردیا جائیگا اور ایک سال بعد میڈیکل ٹرینگ کے لئے بھیج جائیگا" پادری صاحب نے کہا۔

اس کے بعد تقریباً ایک گھنٹے تک پادری صاحب نے اپنے مذہب کے اصول بتائے اور یہ ثابت کیا کہ ان کا مذہب تمام دوسرے مذہبوں سے اچھا ہے۔ پھر اس کے سامنے اس کی آئندہ زندگی کا نقشہ پیش کیا، اور پوچھا اب تمہاری کیا رائے ہے۔

نسیمہ نے مجھ سے حلفیہ بیان کیا ہے کہ وہ عیسائی مذہب کے اصولوں کی ذرا بھی قائل نہ ہوئی اور نہ اس کے ثبوت کو اس نے اچھی طرح سنا مگر اب وہ مجبور رہی۔ اور اگر وہ اپنی آئندہ زندگی کو کامیاب بنانا چاہتی تھی تو اس کے سامنے اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ وہ عیسائی ہوجائے۔ چنانچہ اس نے یہی کیا۔ اور عیسائی ہونے کے لئے تیار ہوگئی۔

اس کے عیسائی ہونے کی خوشی میں سارے گرجا والوں کو ایک دعوت دی گئی۔ گرجا میں گھنٹیاں بجائی گئیں

س کو ہار پھول پہنائے گئے اور قربان گاہ پر لے جا کر اس سے دعا مانگی جو پہلے اس کو بتلا دی گئی تھی پھر اس کو حضرت عیسیٰؑ اور مریمؑ کے بتوں کے سامنے جھکنا پڑا اور اس کا نام بدلا گیا اور اس دن سے وہ اسلام کی آغوش سے نکل عیسائیت کی پناہ میں داخل ہو گئی،

دوسرے دن اس کے لئے کپڑے تیار کرائے گئے اور اس کو مشن اسکول میں داخل کر دیا گیا، چونکہ وہ انگریزی پہلے ہی سے کچھ جانتی تھی اس لئے اس نے ایک سال میں بہت کچھ قابلیت حاصل کر لی اور اس کو میڈیکل ٹریننگ کے لئے بھیج دیا گیا۔ جہاں سے تین سال کے بعد وہ کامیاب ہو کر واپس آئی۔ اور اس کے بعد اس کی سفارش ایک قصبے کے سرکاری ہسپتال میں کر دی گئی، جہاں اس کو ملازمت مل گئی۔ مگر قصبے کی آب و ہوا چونکہ اس کو موافق نہ آئی اور اس نے وہ ملازمت چھوڑ دی اور پھر آپ کے شہر میں سیپری بازار میں ایک پرائیوٹ مطلب کھول لیا اور کچھ عرصہ کے بعد وہ آپ کے شہر کی اسسٹنٹ لیڈی ڈاکٹر بن گئی،

محترم انجنیر صاحب کی بیوی کچھ عرصے سے علیل تھیں اور انہوں نے اس ہی کا علاج شروع کیا دوران علاج میں انجنیر صاحب کے چھوٹے بھائی اس کو اکثر ملنے جاتے تھے۔ اور مختلف قسم کی گفتگو ہوا کرتی تھی چنانچہ ایک دن مسلمانوں کی موجودہ حالت پر بحث چھڑ گئی۔ اور اگرچہ اس نے اپنے بہت سے قصے سنائے ثبوت پیش کئے مگر مسٹر خالد کے سامنے کچھ نہ چلی اور اس کو یہ یقین ہو گیا سب مسلمان برابر نہیں ہیں، اگرچہ بعض اپنی اعلیٰ حسنات کی وجہ سے فرشتوں سے زیادہ معزز ہیں تو دوسرے اپنی کمینہ خصلتوں کی وجہ سے بہائم سے بدتر ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ چنگاری جو دل میں دبی پڑی تھی بھڑک اٹھی اور پھر اس نے اپنے آبائی مذہب میں آنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ غالباً اب تو بتانے کی ضرورت نہیں کہ نسیمہ اور یہ خادمہ ایک ہی ہستی ہے اور آج قریباً پانچ سال ادھر ادھر بھٹکنے اور ٹھوکریں کھانے کے بعد اسلام کی ایک ادنیٰ خادمہ بن رہی ہوں۔ اشہد ...... اللہ یہ کہہ کر مس ریم یا نسیمہ بیٹھ گئی،

سارا پنڈال خوشی اور مسرت کے نعروں اور تالیوں کی آواز سے گونج رہا تھا، اور تقریباً ۵-۶ منٹ تک یہی حالت رہی۔ پھر خالد کے والد نے قاضی صاحب سے درخواست کی۔ براہ مہربانی آپ ایک پرانی مرتدہ اور اسلام کے ایک قدیم خادم کو ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کر دیجئے۔ پہلے تو قاضی صاحب نے ایسا عجیب و غریب نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا۔ مگر جب ایک دوسرے صاحب نکاح پڑھانے پر تیار ہو گئے تو اس خیال سے کہیں اس خدمت کا معاوضہ ہاتھ سے نہ چلا جائے نکاح پڑھا دیا، نکاح کے بعد لوگوں نے مبارکباد دی اور یہ جوڑا تو گھر میں چلا گیا، اور معزز مہمان چائے پانی میں مشغول ہو گئے، نسیمہ نے اب ہسپتال کی ملازمت سے استعفا دیدیا ہے تاہم اس کے گھر کے دو بڑے کمرے غریبوں کے لئے وقف ہیں اور نہ صرف انکا علاج مفت ہوتا ہے بلکہ غریب مریض خالی ہاتھ بھی واپس نہیں آتا۔

عورت کا تاج حُسن

ڈاکٹر جے۔ آر۔ سہائے

صورت گری اور حسن پرستی کا عالمگیر جذبہ

پریم اور حسن ہمہ گیر ہیں کوئی فرد بشر ایسا نہیں جس پر ان کی حکومت نہ ہو۔ پریم کی تڑپ ہر ایک انسان کے دل میں ہے اسی طرح حسن کا اثر ہر ایک شخص پر ہوتا ہے پریم کی موج اور حسن کی ترنگ ایسی زبردست ہے کہ اس کی لطافت و قدرت قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اگر پڑھے لکھے لوگ اپنے روزمرہ کی حرکات اور خواہشات پر گہری نظر ڈالیں تو ظاہر ہوگا کہ ان کا بہت سا وقت صورت گری اور خوبصورتی کے سلسلہ میں بسر ہوتا ہے جنٹلمین تیسرے دن حجامت بنواتے ہیں گرمی اور برسات میں دو مرتبہ نہاتے ہیں۔ سردی کے موسم میں صرف دو دفعہ ہاتھ منہ دھونے ہی پر بس کرتے ہیں کالر نکٹائی، موزے، بوٹ اور قمیص کوٹ پتلون تازہ فیشن کے مطابق بنی ہوئی نفیس کپڑے کی ہوتی ہے پوشاک تن پوشی اور تندرستی کے خیال سے نہیں بلکہ اپنی وجاہت بڑھانے کے مقصد سے پہنی جاتی ہے نئے فیشن کے رو سے بال کٹائے جاتے ہیں، یہ سب باتیں افزائش حسن سے تعلق رکھتی ہیں۔ مردوں کی نسبت عورتوں کو زیادہ فرصت ملتی ہے۔ علاوہ ازیں انہیں فطرتاً بناؤ سنگار کا بہت ہی زیادہ شوق ہے۔ نفسیات جنسی کے سرکردہ ماہر اسے عورت کی فطرت کا تقاضا قرار دیتے ہیں۔ عورت ہاتھ منہ اور سر دھونے میں بہت وقت صرف کرتی ہے مگر پوشاک بدلنے اور پہننے میں اس کا اس سے بھی زیادہ وقت خرچ ہوتا ہے اگر بیاہ یا کوئی اور تقریب ہو تو اس کا سنگار گھنٹوں میں ختم ہوتا ہے۔ اس کی رنگا رنگ کی پوشاک صرف خوبصورتی بڑھانے کے لئے ہوتی ہے، اس بحث کا لب لباب یہ ہے کہ صورت گری عورت کی جبلت میں داخل ہے، جس طرح مرد کا حسن سے متاثر ہونا ضروری ہے۔ خوبصورت بننے اور خوبصورتی سے متاثر ہونے کا میلان فطرت انسان میں طبعی ہے،

حسن کی داد دینے (جذبہ پر ہر مہذب ملک کے شعرا اور افسانہ نویس صدہا سال سے خیال آرائیاں کرتے چلے آتے ہیں۔ دیہات کے لوگ تہذیب اور علمیت میں کورے سمجھے جاتے ہیں۔ مگر ان کے ہاں بیسیوں قصے کہانیاں مروج ہیں۔ جو سیانے لوگ لڑکے لڑکیوں کو سنا کر رجھاتے ہیں، ان کا مضمون حسن و پریم ہے۔ حکماء کا خیال بھی اس لطیف مضمون کی طرف رجوع ہوئے بغیر نہ رہا۔ افلاطون نے حسن و پریم اور نیکی ہم معنی قرار دی ہے جس کا مصدر ذات خدا ہے۔ پرانے زمانے کے ہندو حکمائے انسان کی زندگی کا مقصد اعلیٰ سندرم (سندرتہ حسن) شوم (لطافت و جلالت) اور ستیم ہست۔ پاکیزگی وراستی) کا حصول قرار دیا ہے۔ مغرب کے عالی دما

اب لکر فضائل ستہ یعنی حسن پریم اور ست کو انسان کی روحانی تمناؤں کا آماج گاہ قرار دیتے ہیں۔ شہرہ آفاق انگریز ماہر نفسیات جنسی ہیولاک ایلس نے حسن و محبت کے نفسیاتی تعلقات کی چھان بین کے لئے زندگی کا بہترین حصہ وقف کر کے سات جلدوں میں انقلاب پیدا کرنے والے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ نر یا مادہ کی باہمی فطری کشش میل اور محبت) پر جامع و مانع خامہ فرسائی کی ہے۔ اس مختصر بحث کا مطلب یہ ہے کہ خوبصورتی کی قدر و قیمت بے بہا ہے۔ اس کی کشش کو سب ہی قبول کرتے ہیں۔ انسان کی طبیعت جن چیزوں کو سب سے بڑھ کر مشکل سمجھتی ہے ان میں خوبصورتی ہے۔

ایک ہندی شاعر کا یہ قول کیا قابل قدر ہے "چھپ چھلے انکھیاں کن ہرے جیا" امریکہ کی فن حسن افروزی کی استانی فلورنس سی فیلڈ لکھتی ہے "راحت پڑھانے والی گویا کوب چیزوں کی یکجائی کے زمانہ میں فقط حسن ہی ایسا ہے جس سے دل میں تڑپ اور وارفتگی کی تھرتھری پیدا ہوتی ہے۔ فن صورت گری کی دوسری شہرہ آفاق امریکن ماہرہ مس جوزفین ہڈیسن ہے جو امریکہ کے ایک نہایت مقبول عام اخبار کے بیوٹی کالم (شعبہ فن صورت گری) کی ایڈیٹر ہے جس کے ناظرین کا شمار ستر لاکھ کے قریب ہے۔ اس نے "اسرار حسن" پر ایک قابل قدر کتاب لکھی ہے۔ اس کے خیالات کا خلاصہ یہ ہے۔

جو لوگ دوربا رہر دلعزیزی حاصل کرتے ہیں ان میں موہنی ہوتی ہے جس سے تماشے کی ایکٹرسیں اور گانے والیاں سب کو موہ لیتی ہیں۔ یہ خوب صورتی سے بھی بہتر ہے۔ اگر حسن اور موہنی کسی کی ذات میں پائی جائے تو وہ سب کو گرویدہ کر لیتا ہے۔ خوب صورتی کا راز ریشمی بالوں میں ہے۔ رنگ روپ ہاتھوں۔ بازوؤں ٹانگوں اور پاؤں کی موزونیت اور صورت کو چار چاند لگانے والی دل فریب رنگ کی پوشاک سب۔ ان کے علاوہ مزاج اور سبھاؤ پر بھی موہنی کا انحصار ہوتا ہے۔ جو موہنی بننے کی خواہش مند ہو اس میں چار خوبیاں ہونی ضروری ہیں۔ (۱) امید (۲) استقلال (۳) ہوشیاری (۴) اہلیت۔ دل تمنا حاصل کرنے کے لئے بغیر ہمت کے مشکلات حل نہیں ہو سکتیں سوچنے سمجھنے کی عمدہ لیاقت کے بغیر کوئی مہم سر نہیں ہوتی۔ استری سینہ کے باعث مردوں نے عورتوں کو فی زمانہ جس اعلیٰ مرتبہ پر سرفراز کیا ہے اس سے اگلے زمانہ کی عورتیں ناآشنا تھیں۔ چونکہ مرد عورت کی خوبصورتی کے شیدا ہیں اس لئے انہوں نے ایسے سامان پیدا کر دئے ہیں کہ جس کے طفیل ان کا حسن سدا رہ سکتا ہے بشرطیکہ وہ سمجھ بوجھ سے ان چیزوں سے کام لیں۔ نفیس اور دلربا کپڑے مردوں ہی نے عورت کے لئے تیار کئے ہیں کہ وہ خوبصورت اور دلفریب موہنی نظر آئے۔ سائنس کی مدد سے پوڈر کریم۔ عطر۔ تیل اور صابن وغیرہ چیزیں تیار کی گئی ہیں۔ شکم زمین سے ہیرے لعل وغیرہ نکالے گئے کہ عورت کی پیشانی اور انگلیاں جگ مگائیں اور سمندر کے پیٹ سے موتی نکالے گئے کہ عورت کے دل لبھانے والے ہار بنیں، مرد صبح سے شام تک سخت محنت کرتا ہے کہ گھر والی

بے فکری سے گھر میں حسن کی مورت بنی بیٹھی رہے "
سوال پیدا ہوتا ہے "کیا عورت اپنی جوانی اور خوبصورتی برقرار رکھنے کی کوشش کرتی ہے اس کا جواب استری سنسار دے "،

یورپ امریکہ کی عورتوں نے صورت گری اور فن حسن افروزی ایک فن شریفہ کے رتبہ پر پہونچا دیا ہے، ہر بڑے شہر میں درجنوں عورتیں صورت گری کا کام کرتی ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر بھی اس کام میں مصروف ہیں جو بھدے ہونٹ اور بھونڈی ناک کو اپریشن کے وسیلہ سے سیدھی خوبصورت بنا دیتے ہیں اگر ٹھوڑی یا کان بدنما ہوں تو نفیس اور خوشنما کرتے ہیں یہ ہیولی ڈاکٹر یعنی ماہر صورت گری کہلاتے ہیں،

بال سنگار

بقول مس جوزفین ہڈلیسٹن خوب صورتی کا سب سے زیادہ دار مدار خوبصورت لمبے گھنوں بالوں پر ہے اس لئے سب سے پہلے ہم بالوں ہی پر بحث کریں گے

خوبصورت بالوں کی قدر و قیمت مغرب کے استادان فن نے حور کی جو دل کش تصویر بنائی ہے۔ اس میں اسکے اتنے لمبے اور گھنے بال دکھائے گئے ہیں کہ وہ ستر ڈھانکنے کے لیے پردہ کا کام دیتے ہیں' بال سنگار میں لکھا ہے کہ ایک انگریز رئیس زادی لیڈی گڈیوا کے بال اتنے لمبے اور گھنے تھے کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بغیر کپڑے پہنے بازار سے گذر جاتی تھی اس کے بال ستر ڈھانکنے کا کام دیتے تھے۔ امریکہ کے بال سنگار کے ماہر ڈاکٹر ہنری لینز ڈے شہر ڈٹ رائٹ کی ایک ڈاکٹر لیڈی کے کالے بال چھ چھ فٹ لمبے بیان کئے جاتے ہیں جس کی عمر ۲۶ سال تھی ڈاکٹر ولسن نے ایک اور ۴۲ سالہ استری کے بال پونے چھ فٹ لمبے بیان کئے ہیں، میں مساچوسٹ کی ایک اور عورت کے بال چھ فٹ لمبے بیان کئے گئے ہیں. بال بیچنے والے ایک سوداگر نے اسے ساڑھے تین ہزار روپے دے کر اس کے بال خریدنے کی ہر چند کوشش کی مگر اس لیڈی نے اپنے حسن کے تاج کو بیچنے سے صاف انکار کر دیا جس سے ظاہر ہے کہ عورتیں اپنے لمبے گھنے بالوں کو کیسا قیمتی سمجھتی ہیں، اٹلی کی ایک عورت کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب وہ چلتی تو بال زمین پر جھاڑو دیتے تھے۔ یہ خاص خاص مثالیں ہیں ہمارے ملک میں بنگال اور بمبئی کی عورتوں کے بال عام طور پر بہت خوبصورت لمبے اور گھنے ہوتے ہیں شعرا اور افسانہ نویس لمبے سیاہ بالوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ خوبصورت کالے بالوں سے جو کیفیت مرد کے دل پر طاری ہوتی ہے وہ شاعروں کی نازک خیالیوں اور افسانہ نویسوں کی خیال آرائیوں کا دلفریب مضمون ہے ہر ایک ناولسٹ اور قصہ گو اپنی ممدوحہ کی خوبصورتی کا نقشہ بیان کرتے وقت اس کے لمبے لمبے

گھنے بالوں کی دل ربا تصویر پیش کرتا ہے تازہ ڈاکٹری تحقیقات کی رو سے لمبے لمبے گلے کے نیچے ڈھال ایسے غدے
ے فعل طبعی کی کرشمہ سازی ہے اس غدہ کو بعض ماہر نسوانی غدہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی بدولت تمام زنانہ خصوصیات
نما ہوتی ہیں، قصہ کوتاہ کالے لمبے گھنے بال مردوں کی نگاہ میں عورت کا تاج حسن اور خوبصورتی کا جزو
ی ہیں۔ شاعرانہ انداز بیان میں ایسے بال سحر کی تاثیر رکھتے ہیں

دنیا کی تاریخ میں جتنی حسین عورتیں گذری ہیں ان کے بہت لمبے گھنے بال تھے، ان کے سحر سے ملکوں اور
قوموں میں جنگ وجدال ہوئے لاکھوں جوانوں کا خون بہایا گیا اربوں روپے پر پانی پھر گیا جس سے یہ ظاہر ہے
عورت کے لمبے گھنے بالوں میں مرد کے دل کو گرویدہ کرنے کی عجیب و غریب قدرت ہے اور یہ استری
وپ کا سب سے اعلیٰ لازمہ ہے۔ اگر بال لمبے اور گھنے نہوں تو رنگ و روپ خط و خال اور دیگر لوازم حسن
بے کار اور بے تاثیر ہیں۔ سیتا جی کی جسمانی خوبصورتی کی بالمیک نے اتنی تعریف نہیں کی جتنی کہ ان کے حسن
نی کی تعریف کی ہے، تو بھی وہ ظاہری لوازم حسن سے مالامال ہیں جس پر راون فریفتہ ہوا تھا۔ دروپدی حسن میں
اپنے زمانہ میں بے نظیر تھیں، دریودھن نے بھری سبھا میں ان کے چیر لگائے جانے کا وحشیانہ حکم دے کر جنگ
مہابھارت کا گویا آغاز کر دیا تھا چتوڑ کی مہارانی پدمنی حسن کی دیوی تھی جس کی خوبصورتی کا شہرہ سن کر علاء الدین خلجی نے چتوڑ پر چڑھائی
کی۔ دروپدی اور پدمنی کے بال بہت لمبے اور گھنے تھے پرانے زمانہ میں یونان میں ہیلن اپنے حسن عالم فریب کے لیے بہت مشہور
تھی جسے ٹرائے کے تاجدار کا بیٹا پیرس لے گیا تھا اس پر سارا یونان تلملایا اور ٹرائے پر حملہ کیا جس کا تذکرہ ہومر نے اپنی رزمیہ نظم میں
کیا ہے اس سے واضح ہے کہ عورت کے حسن کا تاج بہت لمبے لمبے گھنے بال ہیں جس کا مردوں کے دل پر سحر انگیز اثر ہوتا ہے اس سے
تاریخ کے رد و بدل میں آتے ہیں بطور کلیہ یہ کہہ دینا کافی ہے کہ جو عورت لوازم حسن سے آراستہ ہے اس کے بال بہت لمبے لمبے
اور گھنے ہوتے ہیں یہ قدرت کا عطیہ ہے جو اسے دیا جاتا ہے اگر لمبے گھنے بالوں کی مردوں کی نگاہ میں بے حد قدر و قیمت ہے تو عورتیں
بھی اس سے ناآشنا نہیں ہیں جنہیں قدرت نے اپنی فیاضی سے اس دولت سے مالامال کیا ہے جب وہ سر دھوتی ہیں یا
کنگھی چوٹی کرتی ہیں تو ان کے دل میں ایک قسم کا ناز پیدا ہوتا ہے جو مسرت کے ہم معنے ہے اس بحث سے یہ عیاں ہو گیا ہے
کہ عورت کی راحت اور شادمانی خوبصورت لمبے گھنے بالوں پر منحصر ہے بلکہ یوں کہنا بجا ہے کہ نفسیاتی اعتبار سے لطف زندگی
عورت کے تاج حسن سے تمام تر وابستہ ہے اس وجہ سے لازم آتا ہے کہ عورت اور مرد دونوں اس کے حاصل کرنے کی
دل و جان سے کوشش کریں

اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ گرہست کا سارا سکھ اور مرد و عورت کی باہمی شادمانی خوبصورت لمبے گھنے بالوں پر
موقوف ہے اس وجہ سے اب اس مسئلہ پر بحث کرنا ضروری کہ خوبصورت بال کس طرح ہو سکتے ہیں لیکن اس سوال پر خامہ فرسائی
کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ حالت اور دستور پر بحث کی جائے۔

پنجاب اور یوپی ۔ راجپوتانہ وغیرہ میں عورتوں کے بال بنگال اور بمبئی کی استریوں کی طرح کیوں بہت لمبے اور گھنے نہیں ہوتے اس کا بڑا سبب شمالی ہند کا پرانا ضرر رساں دستور ہے ۔ سر دھونے کے بعد بال گوندھے جاتے ہیں۔ پھر ۔ ۔ ۔ دن تک نہیں کھولے جاتے اس سے کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بنگال اور مدراس اور بمبئی میں یہ دستور نہیں اول تو گرد اڑ کر بالوں پر پڑتی اور جمتی رہتی ہے اس سے میل بالوں کی جڑوں میں جم جاتا ہے جس سے جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور بدبو آنے لگتی ہے جہاں دھوپ اور ہوا کو دخل نہ ہو وہاں بیماری یقینی طور پر رونما ہوتی ہے ۔ شمالی ہند کی عیسائی عورتیں اور نیز شستہ مذاق کی تعلیم یافتہ لیڈیاں اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں رفتہ رفتہ یہ دستور جاری ہو گیا ہے وہ سبب یہ ہے کہ عام طور پر عورتیں چھاچھ دہی ملتانی مٹی سوڈا سجی اور ریٹھے سے سر دھوتی ہیں تھوڑے عرصہ سے تعلیم یافتہ لوگوں کی دیکھا دیکھی عام لوگ بھی صابن سے کام لیتے ہیں مگر پڑھے لکھے اور جاہل یہ نہیں پوچھتے کہ کونسا صابن بالوں کے لئے اچھا ہے ۔ بطور کلیہ یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ بازار میں سودیشی اور بدیشی سستے اور مہنگے جتنے صابن ملتے ہیں وہ ما سوا ایک دو خاص صابنوں کے عورتوں کے بالوں کا ستیاناس کر دیتے ہیں اصل یہ ہے کہ صابن کے ننھے ننھے ریزے عورتوں کے بالوں کی جڑوں میں چپک جاتے ہیں جس سے مساموں کے منہ بند ہونے سے جلد کے اندر کا روغنی مادہ باہر نہیں نکلتا اس سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں۔ بھوسی رونما ہوتی ہے اور بال جھڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ جلد میں کھجلی اور جلن ہو جاتی ہے ۔

بالوں پر آب و ہوا اور غذا کا اثر بھی ہوتا ہے اور موروثی اثر بھی پڑتا ہے بعض عورتوں کے فطرتاً بال بہت لمبے اور گھنے ہوتے ہیں گو یہ ان پڑھ ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ جدی اثر ہے یا ڈھال ایسے غدہ کے فعل کی کرامت ، بہرحال اگر تازہ ہوا میں چلنے پھرنے سے آدمی تنومند رہتا ہے ۔ اور اس کے چہرہ پر بشاشت اور رونق پائی جائے تو بالوں کو تازہ ہوا اور دھوپ سے کیوں نفع نہ پہونچے گا ۔

مغربی ماہروں کا یہ اندازہ ہے کہ ایک مربع انچ میں ایک ہزار بال ہوتے ہیں۔ سر کی کھال کا کل رقبہ ایک سو بیس مربع انچ کے لگ بھگ ہوتا ہے ۔ اس لئے بالوں کی اوسط تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہوتی ہے ۔ جرمنی کے دو نامی ماہروں (لوئی باک اور اٹک مارن) کا یہ تجربہ ہے کہ سر کے اور پیشانی کی گلٹیاں (۲۹۰) فی مربع انچ کے حساب سے ہوتی ہیں۔ جب ان کے فعل میں رخنہ واقع ہوتا ہے تو بالوں کی مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ سنہری اور بھورے بالوں سے کالے بال کہیں زیادہ موٹے ہوتے ہیں ان کی موٹائی 1/140 اور [illegible] انچ کے درمیان پائی گئی ہے ۔ زیادہ باریک پیلے بھورے رنگ کے بال ہوتے ہیں جن کی موٹائی [illegible] اور [illegible] انچ کے درمیان ہوتی ہے بچوں کے بال جوانوں کی نسبت زیادہ مہین ہوتے ہیں۔ بالوں میں لچک اور طاقت ہوتی ہے ۔ اگر کھینچو تو ہیں۔ تندرست استری کا ایک بال دو چھٹانک بوجھ برداشت کر سکتا ہے ۔ ملائم بالوں کی جڑ جلد کے بالائی حصہ

گا مضبوط بالوں کی جڑیں نسبتاً گہری ہوتی ہیں مگر لمبے اور ملائم بالوں کی جڑیں سب سے زیادہ گہری ہوتی ہیں۔ جڑ سے مراد بوتل کی شکل کی نلکی ہے جس کے اندر بال کا زیر جلد حصہ رہتا ہے۔

سوکھے بالوں میں ۵/۱ سے ۲۰/۱ حصہ تک ایسا مادہ ہوتا ہے کہ جو آگ کا اثر قبول نہیں کرتا۔ دانتوں میں بھی اس قسم کا مادہ پایا جاتا ہے اس وجہ سے بال دو ہزار برس تک برقرار رہتا ہے جیسا کہ مصر کی مومیائیوں کے بالوں کی حالت سے عیاں ہوتا ہے اس کی کیمیائی ترکیب میں (۳ ۲) فی صدی گندھک ملے ہوئے کھار ہوتے ہیں دوسرے لے کر دس فی صدی لوہے کا جزو اور چالیس فی صدی سیلیکا ہے بال جلا کر دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ پچاس حصے کاربن (۶ ۳ ۶) حصے ہیڈروجن (۳ ۱ ۷۷) حصے نیٹروجن (۵ ۸ ۲۰) حصے آکسیجن اور پانچ حصے گندھک پائی جاتی ہے۔ بالوں میں تیل بھی ہوتا ہے کیمیائی اجزا اور تیل کی مقدار بالوں کے رنگ پر موقوف ہوتی ہے۔ پیلے بھورے بالوں میں آکسیجن اور گندھک کی مقدار سب سے زیادہ ہوتی ہے بھورے بالوں میں کاربن (کوئلہ کا مادہ) سب سے زیادہ اور سفید بالوں میں چونہ کا جزو سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

بالوں کی چکنائی اور چمک اس طبعی روغنی مادہ پر منحصر ہے جو جلد کے نچلے خطہ سے گلٹیوں کے وسیلے سے برآمد ہوتا ہے جلد کی اندرونی گلٹیوں کے اردگرد سمائی پر بی چھوٹ نکلتی ہے جو آخر کار گلٹیوں کے راستہ سے باہر نکل کر بالوں کی ملائمی اور چکنائی کا موجب ہوتی ہے۔ یہ گلٹیاں بالوں کی جڑوں کی نلکیوں کے اندر ہوتی ہیں۔

اس اجمالی بحث سے واضح ہے کہ بال دیکھنے میں تو ادنیٰ چیز ہے مگر اس کی ساخت بہت پیچیدہ ہے۔ بکرے کی کھال تو سب نے دیکھی ہے جو کچھ موٹی نہیں ہوتی۔ مگر سارے بال جلد ہی سے نکلتے ہیں اس جلد کے کئی پرت ہوتے ہیں ان کے تہوں کے اندر خلیات ہوتے ہیں جن کی تنومندی پر بالوں کی زندگی میں لی اور دل ربائی موقوف ہوتی ہے زیر جلد خلیات کی توانائی خون کے دورہ اور عمدہ غذا پر منحصر ہے۔ آکسیجن کے وسیلے سے خون صاف ہو کر جلد کے اندر جاتا ہے جس سے بالوں کی اندرونی جڑیں غذائیت حاصل کر لیتی ہیں اسی دورہ خون پر جلد کے اعصاب کی تنومندی موقوف ہوتی ہے جب تک جلد کے اندر خون کا دورہ بے روک ٹوک ہوتا رہے گا۔ بالوں کو کوئی بیماری لاحق نہ ہوگی اور خون کے دورہ کو عمدہ وصحت بخش غذا اور کھلی تازہ ہوا میں ورزش کرنے (سیر کرنے) سے تحریک حاصل ہوتی ہے۔ جب لاعلمی یا بے پروائی سے ان باتوں سے چشم پوشی کی جاتی ہے تو سر کے بال خراب ہو جاتے ہیں ان کی خوبصورتی اور چمک اور دیگر خوبیاں رخصت ہو جاتی ہیں۔

پاؤں

ہمارے ملک میں پاؤں سے بہت غفلت برتی جاتی ہے، حالانکہ وہ بھی منہ ہاتھ کی طرح توجہ کے مستحق ہیں۔ غالب آپ یہ سنکر حیران ہوں گی کہ تندرستی کا تعلق ایک بڑی حد تک پاؤں سے بھی ہے مثلاً اگر آپ سفر سے تھکی ہوئی آئیں تو پاؤں کو نیم گرم پانی سے ڈبونے سے تکان دور ہو جائیگی اور آپ ایک قسم کی فرحت محسوس کرنے لگیں گی، دماغ کو پاؤں سے بڑی مناسبت ہے، گندے پاؤں رکھنے والے شخص کا دماغ کند ہوتا ہے اور صاف پاؤں رکھنے والے کا تیز۔ ایک اسی سالہ تندرست لیڈی کا تجربہ ہے کہ باقاعدہ اور بلاناغہ ہر رات کو پاؤں دھوئے۔ نرم فٹ اور عمدہ جوتا استعمال کرنے سے صحت درست رہتی ہے اور کئی بیماریوں سے بچاؤ رہتا ہے،

جوتوں اور موزوں کی طرف توجہ دینی نہایت ضروری ہے۔ جن موزوں میں سیونیں زیادہ ہوں وہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اس لئے کم سیون کا موزہ استعمال کرو۔ سردیوں میں اونی جرابیں پہنو۔

مثل مشہور ہے سر بڑا سردار کا۔ پاؤں بڑا گنوار کا، چھوٹے پاؤں خوبصورتی اور عزت کی نشانی سمجھے جاتے ہیں خصوصاً چین میں یہ خیال اتنا پختہ ہے کہ وہاں کی عورتیں لوہے کی جوتیاں استعمال کرتی ہیں، تاکہ پاؤں بڑھنے نہ پائیں، یورپ کی عورتیں لوہے کی جوتیاں تو نہیں پہنتیں لیکن جہاں تک ہو سکتا ہے چمڑے کی جوتیوں سے ہی یہ مقصد پورا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بعضوں کے سر پر تو یہ جنون اس حد تک سوار ہے کہ وہ خلاف قدرت اپنے پیروں کو فیشن کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتی ہیں یعنی وہ خاص قسم کی جوتیاں بنواتی ہیں اور اگر پاؤں اس وضع کے نہیں ہیں تو انہیں زبردستی اس فیشن کے بنانے کی کوشش کرتی ہیں جو سراسر نقصان دہ ہے،

تسموں والے بوٹ بٹنوں والی گرگابیوں سے زیادہ مفید ہیں، بلکہ بٹنوں والی گرگابیاں ایک طرح سے نقصان دہ ہیں، کیونکہ وہ پاؤں کی خوبصورتی کو بگاڑتی ہیں۔ برخلاف اس کے تسموں والے بوٹ پاؤں کی اصلاح کرتے ہیں، موٹے تلوؤں کے بوٹ نہ پہنو کھلے پنجے کی جوتی جس میں انگلیاں پھیلی رہیں استعمال کرو، اور تنگ پنجے والی جوتی سے پرہیز کرو، اونچی ایڑی کی جوتی نہ پہنو۔ ایڑی چوڑی ہونی چاہیئے، اور وہ ۱½ انچ سے ہرگز اونچی نہ ہو، بہتر تو یہ ہے کہ آپ اپنے بوٹ اپنے پاؤں کی وضع پر بنوائیں، اوپر کا حصہ ہمیشہ ملائم اور نرم چمڑے کا ہو، تنگ جوتا کبھی نہ پہنیں بلکہ ایسا پہنیں جو پاؤں میں بالکل فٹ ہو کر آئے، اگر آپ ان سب باتوں کا خیال رکھیں تو آپ اپنے پاؤں کو خوبصورت اور اپنی صحت کو ٹھیک رکھ سکتی ہیں۔ تنگ جوتے پہننے سے اکثر پاؤں میں گٹے پڑ جاتے ہیں انکے لئے ذیل کا نسخہ مفید ہے، اکسٹرکٹ کینابس انڈیکا ۴ گرین، ایسڈ سیلی سلک ۳۰ گرین۔ روغن تارپین ۵ ابوند ایسٹک ایسڈ ۱۰ گرین، کلوڈین ۵ ڈرام، ہر روز رات کو روئی سے گٹوں پر لگائیں

ر۔ س

امراضِ دنداں و دراں کا تدارک

دانت انسان کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کے بغیر صحت درست رہ سکتی ہے نہ خوبصورتی۔ صحت کا دارومدار جس قدر دانتوں پر ہے۔ اتنا کسی دوسرے عضو پر نہیں کیونکہ ہاضمے کا ٹھیک ہونا ہی بڑی تندرستی ہے۔ اور ہاضمہ اسی وقت ٹھیک رہ سکتا ہے۔ جب خوراک کو بخوبی چبایا جائے۔ بغیر دانتوں کی مضبوطی کے خوراک کسی طرح بھی ہضم نہیں ہوسکتی۔ اور اگر ہو بھی تو معدہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے کیونکہ اس صورت میں دانتوں کا کام بھی معدہ کو کرنا پڑتا ہے۔ جس سے وہ بہت جلد کمزور ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہماری صحت کو درست رکھنے کے قابل نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا دانتوں کی نگہداشت نہایت ضروری ہے۔

امراضِ دنداں آجکل ایک عام مرض ہو گیا ہے۔ جس سے بچے بچ سکتے ہیں نہ بوڑھے۔ میں خود بھی کسی قدر اس میں مبتلا ہوں۔ گزشتہ دنوں ایک اخبار میں اسی قسم کا مضمون میری نظر سے گذرا۔ جس میں چند مفید باتیں نظر آئیں۔ جن کو بہنوں کی آگاہی کے لیے سپردِ قلم کرتی ہوں۔ امراضِ دنداں کی جڑ صفائی سے لاپرواہی ہے۔ تمام قسم کے امراض گندگی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اگر صفائی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ تو ایک حد تک اس سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ امراضِ دنداں عام طور پر تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) سکروی (۲) پایوریا (۳) دانت کا درد

(۱) مسوڑے اوپر کو ابھر آتے ہیں۔ اور ان سے خون نکلنے لگتا ہے۔ منہ میں بدبو اور تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ دانت ہلنے لگتے ہیں۔ باسی سبزیوں اور ترکاریوں کے استعمال سے یہ مرض لاحق ہوتا ہے۔ اس مرض سے نجات حاصل کرنے کے لئے مریض کا صاف ستھرا رہنا لازمی ہے۔ جہاں تک ہو سکے تازہ ترکاریاں اور سبزیاں اسے کھانے کو دینی چاہئیں۔ باسی اشیائے خوردنی سے پرہیز لازمی ہے۔ گائے کا دودھ بھی مریض کے لئے مفید ہے۔ مسوڑوں کو مضبوط رکھنے اور ان کا خون بند کرنے کے لئے منہ کی صفائی لازمی ہے۔

(۲) اس مرض کی وجہ یہ ہے۔ کہ دانتوں کے نیچے جو گندہ مادہ جمع ہو جاتا ہے۔ وہ انسان کے جسم میں جذب ہو کر کئی اندرونی امراض کا موجب بنتا ہے۔ اگر پھر بھی دانتوں کی پوری پوری حفاظت نہ کی جائے۔ تو زندگی محال ہو جاتی ہے۔ دانت ہلنے لگتے ہیں۔ مسوڑوں سے خون بہنے لگتا ہے۔ انسان پست ہمت اور کمزور ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ دانت بالکل مضبوط رہتے ہیں۔ مگر مسوڑوں کا گوشت خود بخود پیچھے ہٹتا رہتا ہے

اور آخرکار دانتوں کی جڑیں ننگی ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اس صورت میں سوائے دانت نکلوانے کے اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

(۳) جب دانتوں کو صاف ستھرا نہ رکھا جائے۔ تو ان میں کیڑا لگ جاتا ہے یا اگر ترش اور سرد چیزوں کو کثرت استعمال کیا جائے۔ تو دانتوں کی جڑوں میں سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر منہ کو ذرا بھی جنبش دی جائے تو شدت کا درد اٹھتا ہے۔ جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ درد کی حالت میں ہر روز علی الصباح مسواک کرنی چاہئے۔ رات کو سوتے وقت بھی مسواک کرنا ضروری ہے۔ اس مرض میں پان تمباکو سے پرہیز لازمی ہے۔

عام طور پر تین قسم کی مسواک بہتر خیال کی جاتی ہے۔ کیکر پھلاہی اور نیم کی۔ لیکن ان سب میں پھلاہی کی مسواک سب سے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ یہ ذائقے میں بھی مزیدار ہوتی ہے۔

جن کے مسوڑوں سے خون بہتا ہو۔ ان کے لیے کیکر کی مسواک بہترین ہے۔ کیونکہ اس میں ایک قسم کا تیزاب Tannic Acid پایا جاتا ہے۔ جو مسوڑوں کا خون بند کر کے انھیں تقویت بخشتا ہے۔

گوشت اور میٹھا دانتوں کے لیے مضر ہیں گو ان کا استعمال اگر معمولی ہو تو چنداں تکلیف نہیں دیتا لیکن آخرکار پائیوریا کا سبب بھی بنتا ہے۔ اور پائیوریا جیسے موذی مرض سے آج کون ناواقف ہے۔

میں جیسا کہ پیشتر بھی بیان کر چکی ہوں دانتوں پر خوراک کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے بعض کھانے ایسے ہیں دانتوں کے لیے سخت مضر ہیں مثلاً حد سے بڑھی ہوئی سرد گرم اور ترش اشیاء کا استعمال میٹھی چیزوں کا بکثرت کھانا پھر ایسی نرم چیزیں جن کے چبانے میں دانتوں کو جنبش تک کرنے کا موقعہ نہ ملے بہت ہی نقصان دہ ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں دانتوں کی ورزش نہیں ہو سکتی جس سے وہ بہت کمزور ہو جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ عام غربا جن کو صفائی کا نام بھی نہیں آتا ان کے دانت کس قدر مضبوط ہوتے ہیں اور ان کو امراض دنداں کا پتہ بھی نہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ روکھی سوکھی اور سخت غذا کھاتے اور خالص صاف پانی پیتے ہیں سخت غذا سے ان کے دانت خوب مضبوط ہو جاتے ہیں برف اور گرم گرم چائے یا دودھ کا بکثرت استعمال دانتوں کو ستیاناس کر دیتا ہے۔

میری ایک عزیز نے جو کہ خود بھی امراض دنداں کا شکار رہی ہوئی ہیں اور ان کے سب بچے مبتلا ہیں۔ مجھ سے دریافت کیا کہ بھلا یہ کیا وجہ ہے کہ ہم لوگوں کے دانت باوجود اتنی صفائی اور ... کے بھی اس قدر کمزور اور خراب ہیں اور ہماری ملازم عورتوں کے دانت جنہوں نے نہ کبھی اپنے ... کو صاف کیا ہے اور نہ کسی قسم کی احتیاط ان کے ایسے مضبوط ہیں؟ میں نے انھیں وضاحت سے خوراک کا اثر دانتوں پر سمجھایا جسے انھوں نے بہت جلد مان لیا لہذا نہایت ضروری ہے کہ

انتخاب کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں۔ صرف زبان کے ذائقے کے لئے تمام عمر کے واسطے دانتوں جیسی نعمت سے ہاتھ دھو بیٹھنا کوئی عقلمندی کا کام نہیں۔ جہاں تک ہوسکے ترش اور سخت گرم اور سرد اشیاء، مثلاً برف اور ایسی چیزیں جو کہ دانتوں کی جڑوں کو بجائے تقویت بخشنے کے کمزور کرتی ہوں ہرگز استعمال نہ کرنی چاہئیں۔

بعض بچوں کے دانت نہایت کم عمری میں خراب ہو جاتے ہیں اور مائیں یہ خیال کرکے کہ دودھ کے دانت ہیں۔ دوسرے دانت اچھے نکلیں گے۔ اور بھی لاپروائی برتتی ہیں۔ جسکا اثر بچوں کے دانتوں پر نہایت خطرناک پڑتا ہے۔ کیونکہ دانتوں کی صفائی تو بچے کے لئے بھی ویسی ہی ضروری ہے جیسی کہ بڑوں کے لئے۔ اور یہ صفائی اسی دن شروع کر دینی چاہیئے جبکہ بچے کا دانت صرف ایک نکلے۔ اگر بچہ بہت چھوٹا ہو۔ تو ماں کو لازم ہے۔ کہ وہ خود یہ کام کرے۔ یا کسی ملازم سے کرائے۔ بہر حال صفائی ضروری ہے۔ اگر بچے کو ابتدا میں دانت صاف کرنے کی عادت پڑ جائے۔ تو پھر وہ تمام عمر اس سے لاپروائی نہیں کرے گا۔ نیز ماں کا فرض ہے۔ کہ وہ بچے کو میٹھے کے استعمال سے حتی الوسع باز رکھے۔

بعض دوائیاں بھی دانتوں کے لئے سخت مضر ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک "کیلومیل" (اجلاب) ہے اس کے استعمال میں اگر ذرا بھی غفلت برتی جائے۔ تو دانت تمام عمر کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ تو سرے سے اکھڑ ہی جاتے ہیں۔ میرے دانت اچھی حالت میں تھے۔ سال گذشتہ میں نے کیلومیل کا جلاب لیا۔ میں اس کی مضرت رسانی سے ناواقف تھی۔ میرے دانتوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ گیا۔ اگر فوراً ڈاکٹر سے رجوع نہ کیا جاتا۔ تو تمام نکل جاتے۔ اب بھی گو اتنی دوائیاں کر چکی ہوں۔ دانت اپنی اصلی حالت پر نہیں ہوئے۔ اگر چند روز دوا نہ لگاؤں تو مسوڑے پھر اسی طرح پھول جاتے ہیں۔ پس نہایت ضروری ہے کہ اس طرح کی دوائیوں سے قطعی پرہیز کیا جائے۔

دانتوں کی نگہداشت کے جتنے طریقے اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے صفائی ہے۔ ہمیشہ کھانا کھانے کے بعد منہ کو بخوبی صاف رکھنا چاہیئے۔ اور یہ صفائی محض کلی کرنے سے ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ نرم مسواک سے دانتوں کو خوب صاف کرنا چاہیئے۔ تاکہ خوراک کے وہ ریزے جو کہ دانتوں میں اٹک گئے ہیں نکل جائیں۔ دودھ پی کر کلی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر دودھ پی کر کلی نہ کی جائے۔ تو دانتوں میں ایک قسم کا ایسڈ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو کہ دانتوں کو کیڑا لگنے میں مدد دیتا ہے۔

بعض لوگ برش بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن مسواک برش کے مقابلے میں زیادہ سودمند ہے۔ کیونکہ اول تو ہر روز تازہ مل سکتی ہے۔ جس سے ایک قسم کا خوش ذائقہ اور مفید رس نکلتا ہے۔ دوم اس کی صفائی بھی چنداں مشکل نہیں۔ اور یہ تازہ مسواک ہی سب سے بہتر برش، منجن اور پوڈر ہے۔ کیونکہ یہ قدرتی ہے۔ اگر بہنیں مندرجہ بالا باتوں پر عمل کریں تو میں بخوشی ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وہ امراض دنداں سے نجات حاصل کریں گی۔

مس منظور مبارک علی منٹگمری

آسیب یا خبط

بی اماں (ترش رو ہوکر) "اے ہے لڑکی دس بار منع کر چکی ہوں کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔ آجکل کی لڑکیاں کس قدر ضدی ہیں کسی کا کہنا ہی نہیں مانتیں بڈھوں کو تو پاگل سمجھ لیا ہے۔"

میں (بالکل انجان بنکر) کیا ہوا بی اماں؟"

بی اماں "اے تہ خانے والی کوٹھری میں نہ جاؤ تو کیا کچھ بگڑ جائے۔"

میں "وہاں ہے کیا جو میں نہ جاؤں۔"

بی اماں "کچھ ہوگا ہی جو منع کرتی ہوں۔"

میں "آخر کوئی بات بھی ہو۔"

بی اماں (غصہ سے) تم لوگوں کو خدا معلوم یہ کیا ہے کہ جب تک بات اور بات کی جڑ تک نہ پوچھ لو چین نہ آئے۔ وہاں جنات رہتے ہیں اسی وجہ سے میں کسی کو وہاں نہیں جانے دیتی۔ کیا فائدہ کچھ بے ادبی ہوجائے تو اور زیادہ پریشان ہونا پڑے۔

میں۔ (مذاق سمجھکر) "بی اماں جنات کیسے ہوتے ہیں؟"

بی اماں "اے بیٹا یہی ہوا ذات ہیں۔ کوئی آدمی تھوڑی ہیں جو دکھائی دیں۔"

میں "میں تو جنات کو ضرور دیکھوں گی اگر کچھ حقیقت ہے تو سامنے آئیں نہیں تو کوئی اصلیت نہیں سب شرک ہے۔"

بی اماں "بیٹا مثل ہے کہ ہوا سے لڑتی ہو۔ تم ہوا ذات سے لڑ رہی ہو توبہ کرو۔"

میں "نہیں میں تو اب جنات کو دیکھ کر چین لونگی۔" میں یہ کہہ ہی رہی تھی کہ ایک فوارہ سا خون کا آیا تمام کمرے میں خون ہی خون کی بوندیں برس پڑیں مجھکو انتہائی حیرت ہوئی کہ یہ کیا بلا ہے۔

میں یہ بھی بتا دینا ضروری خیال کرتی ہوں کہ یہ کہاں کا واقعہ ہے میں کانپور سے برسوں بعد لکھنؤ آئی تو مجھکو میری پھوپی (جنکو میں بی اماں کہتی ہوں) نے فوراً بلا بھیجا کہ دو چار روز یہاں رہجاؤ یہ انکے مکان کا واقعہ ہے انکے مکان کا یہ نقشہ ہے کہ بیچ میں ایک بہت وسیع کمرہ ہے جسکو ہال کہنا چاہیئے۔ دونوں پہلوؤں میں دو کوٹھریاں ہیں باہر برآمدہ تھا اس کے نیچے تہ خانہ تھا۔ دو کمرے اور دو پہلو میں تھے غرض بہت شاندار مکان تھا جیسا کہ اگلے زمانہ میں بڑے آدمیوں کے مکان ہوتے تھے تہ خانہ کا ایک دروازہ باہر نشست کے کمرہ میں کھلتا تھا اور ایک کمرے کی پہلو والی کوٹھری میں جہاں کا یہ واقعہ ہے خون کی بوندوں سے مجھکو اور بھی اشتیاق ہوا کہ دیکھوں وہ کیسے جنات ہیں کہ زبان سے بات نکلتے ہی ایک شگوفہ کھل گیا میں نے کہا کہ "بی اماں یہ خون سے کیا مطلب ہے؟"

بی اماں "اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ہوشیار کر رہے ہیں کہ آیندہ سے ہیں پریشان کرنے کا خیال بھی نہ لانا۔

میں (بات کاٹ کر) ورنہ پھر ہم خون کی ندیاں بہا دینگے" میں نے تو مذاق سے کہا تھا لیکن بی اماں ناراض ہونے لگیں کہ "بیوی لڑکیاں کیا ہیں پٹاخا ہیں منہ سے بات نکلی اور کاٹ دی۔ بات کرنا مشکل ہے۔" انکی ناراضگی سے میں خاموش تو ہوگئی لیکن مجھکو ایک فکر سی ہوگئی کہ خون کی بوندیں کہاں سے آئی ہیں میں نے ٹھان لیا کہ میں پتہ ضرور لگاؤں گی۔ آخر

اس کے کیا معنی منہ سے بات نکلی اسکو عملی جامہ پہنا دیا گیا
معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چھپا ہوا سنتا ہے۔ بی اماں گئیں کرے
نماز کے لئے۔ میں جلدی سے اُٹھکر تہ خانہ والی کوٹھری
ہو رہی۔ تمام کوٹھری کی میں نے تلاشی لے ڈالی لیکن کوئی
بات قابل گرفت نہ معلوم ہوئی۔ ہاں بیشک ایک عجیب
بات یہ معلوم ہوئی کہ بی اماں کوٹھری کی الماری میں کچھ
نہ رکھتی تھیں لیکن اس الماری میں قفل لگا تھا میں چاہتی
تھی کہ قفل توڑ دوں لیکن بی اماں کی آواز حمیدہ حمیدہ میرے
کان میں آئی چپکے سے نکلی۔ یہ کہتی ہوئی "بی اماں میں نماز
پڑھ رہی تھی" اُن کے پاس جا بیٹھی میں نے ان سے پوچھا۔
"بی اماں آپ تو اس مکان میں مدت سے رہتی ہیں
لیکن کوئی واقعہ ایسا کبھی پیش نہیں آیا بلکہ جب تک ہم لوگ
کانپور نہ گئے تھے اسوقت تک ہم لوگ بھی یہاں رہے اب
اس مکان میں کیا ہو گیا"

بی اماں۔ (بہت سنجیدگی سے) "بیٹا ہوا ذات کا کیا۔
ٹھیک جہاں دل چاہا چلے آئے چلے گئے اب دو تین سال
سے یہ ہونے لگا ہے دیکھو کل میں ایک میاں صاحب کے ہاں
جاؤنگی وہ بہت پہونچے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ
بس تو چندی سے ختم پڑھونگا اس میں اکاسی روپیہ خرچ
ہونگے۔ بلا سے بچوں کا گھر ہے انکے سر کا صدقہ یہ آفت
تو جائے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک لڑکا۔ ملازم رحیم
کہتا ہوا آیا کہ "بڑی بیوی کوٹھری کے پاس میز پر جو خاصدان
رکھا تھا وہ

بی اماں" ہاں ہاں وہ میں نے بھی دیکھا تھا کیا ہوا؟"

رحیم" وہ غائب ہے"

بی اماں" اے ہے اب تو ان لوگوں نے بہت
پریشان کر دیا"

میں" کیا بی اماں ایسا بھی ہوتا ہے کہ چیزیں بھی غائب
ہو جاتی ہیں"

بی اماں بولیں کہ ہاں جب میں ان کے لئے دُعا تعویذ
کرواؤں گی جب ہی زیادہ پریشان کرنے لگے ہیں۔ یہاں تک
کہ کپڑے غائب روپیہ غائب چیزیں غائب ابھی تھوڑے
دنوں کی بات ہے تمہارے پھوپھا نے اچکن اتار کر کوٹھری
کے پاس ٹانگ دی اچکن کی جیب میں پچاس روپیہ تھے وہ
مجھ سے ختم وغیرہ کی بابت باتیں کرنے لگے۔ اب جو واپس
جاتے ہیں تو روپیہ مع اچکن غائب۔ بہت ڈھونڈا کچھ
پتہ نہ چلا۔

میں" بی اماں یہ ملازموں کا تو کام نہیں ہے"

بی اماں" بیٹا یہ ملازم کیسے کرسکتے ہیں کہ روز ہر وقت
ایک کرشمہ دکھلا کریں۔ کبھی آگ برس رہی ہے کبھی پھول گر رہے
ہیں۔ خون آرہا ہے۔ پانی پڑ رہا ہے۔ کسی کو دھکیل دیا کسی
کی چارپائی پلٹ دی۔ یہ بیٹا ملازم تھوڑی کر سکتے ہیں"

میں" بی اماں اب ختم کیجئے مجھکو بھی ڈر لگتا ہے کیا جنات
ایسے بھی ظالم ہوتے ہیں"

دوسرے دن مجھکو یہ فکر لگی رہی کہ بی اماں میاں صاحب کے
ہاں جائیں تو میں کوٹھری میں جاؤں خدا خدا کر کے دو بجے
وہ گئیں۔ میں پھر اسی کوٹھری میں گئی۔ میں نے لاکھ کوشش
کی یہ الماری کھل جائے لیکن کسی طرح نہ کھلی۔ میں نے سب
کی کنجیاں یکے بعد دیگرے لگائیں شاید کھل جائے لیکن وہ
نہ کھلی اتنے میں بی اماں کی آواز میرے کان میں گئی میں اس

سے بھاگی، میں چھلکے سے جانے کی وجہ سے ننگے پیر گئی تھی۔ پاؤں باہر رکھا ہی تھا سارا جل گیا۔ میں نے رحیم کو پکارا وہ آیا۔ لیکن بہت خوش تھا خوشی بھی فاتحانہ خوشی۔

میں نے کہا: "رحیم کیا یہاں آگ پڑی تھی" وہ کہنے لگا: "بٹیا جہاں آگ کہاں بٹیا یہاں یہ ہی ہوتا ہے" مجھے اور ڈرانے کی وہ بندش کرنے لگا

بی اماں: "رحیم ذرا کپڑے اتار کر ننگی باندھے۔ پانی چھڑک دے" مجھ سے مخاطب ہو کر "بیٹی یہ لڑکا مجھکو بہت پسند ہے بہت محنتی ہے دوسرے ملازم اتنا کام نہیں کرتے۔

میں: "جی ہاں میں بھی دیکھتی ہوں تمام کام وہ کرتا ہے اگر کام نہیں بھی ہوتا تو آپ کا سامان ٹھیک کرتا رہتا ہے۔

"بیٹی مجھکو بڑا آرام ہے خدانخواستہ یہ چلا جائے تو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑے"

رحیم پانی چھڑک رہا تھا میں اسے دیکھ رہی تھی کہ میری نگاہوں نے وہ چیز ڈھونڈ لی جس کی میں دور دور سے متلاشی تھی یعنی اس کی کمر میں دو کنجیاں بندھی ہوئی تھیں مجھکو بے چینی تھی کہ کسی طرح کنجیاں مل جائیں۔ میں وقت کا انتظار کرنے لگی شب کو میں نے کنجیاں اس کے کمر بند سے کاٹ لیں اور صبح اٹھکر پہلا کام یہ کیا کہ الماری کھولی تو اس میں یہ چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔

خاصدان جو غائب تھا شاید اس کو لے جانے کا موقع نہ ملا تھا۔ کچھ کوئلے۔ ایک ماچس کا بکس۔ ایک آبخورے میں کچھ خون۔ کچھ سرخ رنگ۔ خون میں انتہائی بدبو تھی وہ شاید کئی روز کا تھا۔ تھوڑے پھول جو ایک تر کپڑے میں تھے۔ یہ سب سامان بند تھا۔ میں نے خاصدان اٹھالیا۔ الماری بند کر دی دوسری کنجی باہر کے دروازے کی تھی جو تہ خانہ کا تھا۔

اب جنات کی نذر سنیئے ہر جمعرات کو پانچ آنہ پیسے چراغی اور ڈالی یا مٹھائی کچھ پھول لوبان عطر یہ سب چیزیں اس کوٹھری میں رکھی جاتی تھیں جو صبح کو غائب ہو جاتی تھیں تو چندی جمعرات کو اس سے دوگنا سامان رکھا جاتا تھا۔

رحیم کے پاس سے کنجی نکلنے سے بہت کچھ پتہ چلا۔ جن رازوں کو وہ پوشیدہ رکھتا تھا وہ سب مجھ پر فاش ہو چکے تھے۔ آج رحیم حد سے زیادہ رنجیدہ تھا اور منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ میں نے دوپہر کو رحیم کو بلا کر کہا: "رحیم کیا فائدہ چھپانے سے تمہاری باتیں تمہارے بشرے سے ظاہر ہیں۔ رہا خاصدان وہ میں نے اٹھا کے رکھا تھا وہ میرے پاس موجود ہے" یہ سن کر معلوم ہوتا تھا رحیم پر جوتے پڑ گئے۔

میں نے کہا اگر تم بتا دوگے تو میں تمام راز پوشیدہ رکھوں گی اور اب تم تمام باتوں سے توبہ کر کے اچھے ملازموں کی طرح زندگی گذارو اور تم کو بھی معلوم ہو کہ یہیں رہا تھا رکھنے والے کے دل میں بھی جگہ ہوگی اگر تم نہ بتاؤ گے تو تمہاری سب کارستانیاں پولیس تک پہونچا دی جائیں گی" وہ میری دھمکیوں سے نرم تو ضرور ہو گیا لیکن ایک دم سے وہ پلٹ گیا کہنے لگا۔

"بیوی مجھکو کچھ نہیں معلوم" میں نے لاکھ لاکھ پوچھا لیکن اس نے کچھ نہ بتایا۔

اب میں خود پریشان تھی کہ میں کس طرح یہ بات

ن لوگوں پر ظاہر کروں سب مجھکو جھوٹا تصور
کریں گے نہ میں خاصدان دے سکتی تھی بلکہ خاصدان
کی فکر میں اور بھی عذاب میں گرفتار ہو گئی اس کے
دوسرے روز جو صبح کو میں اُٹھتی ہوں تو گھر میں
ایک ہل چل مچ رہی ہے ایک کہتا ہے "رحیم بھاگ
گیا" دوسرا کہتا ہے کوئی بات بھی نہیں ہوئی جو بھاگ
گیا" تیسرا کہتا ہے "ضرور کچھ بات ہوئی" میں دل ہی
دل میں شرمندہ ہو رہی تھی۔ روز سوچتی کہ یہ بات
ظاہر کر دوں لیکن ہمت نہ پڑتی ایک سے دو روز
گذرے چار روز اسی طرح آٹھ دس روز گذر گئے
ایک دن میں انتہائی پریشان بیٹھی تھی اور سوچ
رہی تھی کہ جب تک اس بات کو پورا نہ کروں گی
گھر بھی نہ جاؤں گی۔ جاؤں بھی تو کیسے خاصدان وغیرہ
لیکر! میری والدہ روز آدمی بھیجتی ہیں اور میں روز
ٹالے بالے کر دیتی ہوں عجب مخمصہ میں جان ہے
اتنے میں پوسٹ مین اخبار لایا میں نے جلدی سے
کھولا پہلے ہی ایک سرخی پر نظر پڑی۔
{ایک میاں صاحب کے رازوں کا انکشاف
کل شب کو گیارہ بجے سعادت گنج میں کچھ لوگ
ایک ہما جن کے مکان میں نقب زنی کرتے ہوئے
پکڑے گئے۔ اس میں سات لڑکے اور ایک ۳۰ سالہ
جوان تھا یہی سب کا سرغنہ ہے پولیس کی
تفتیش سے معلوم ہوا یہ لوگ اپنے جتھے کے
پچیس تیس جوان لڑکے ہیں۔ انھوں نے ایک
سوانگ بنا رکھا ہے وہ یہ کہ جو لڑکے ہیں وہ تو
ملازمت کرتے ہیں ان گھروں کے پوشیدہ
رازوں سے اپنے سرغنہ کو آگاہ کرتے ہیں دوسرے
کسی کے یہاں جنات ہیں تو کسی کے یہاں شہید۔ کسی
کے یہاں دیوی کسی کے یہاں بھوانی جن کو ہندو
بہت مانتے ہیں جہاں جہاں یہ لڑکے ملازم ہیں
وہاں یہ ہی شگوفے کھلا کرتے ہیں وہی لڑکے اپنے
مالک (یعنی میاں صاحب) کے ہاں چلنے کی ترغیب
دلاتے ہیں جو کچھ ان کو دُعا تعویذ سے ٹھگا جاتا ہے ٹھگتے
ہیں اگر زیادہ مالدار ہوا تو چپکے چپکے اندر ہی اندر
چیزیں بھی غائب ہوتی رہتی ہیں اور جنات شہید وغیرہ
کے سر تھوپی جاتی ہیں۔ بڑے بڑے مال پر ہاتھ مارے
جاتے ہیں یہ لوگ ہندو عیسائی پارسی سب ہی کو ٹھگ
جاتے ہیں جو لڑکے گرفتار ہوئے ان کے نام درج
ذیل ہیں :-
رحیم جو کہ پکا بد معاش ہے بڑی سختی پر بھی اس نے
کچھ نہ بتایا۔ سعید بھگو کلو رشید۔ بھگوانداس۔ رام داس
بھگوانداس کی وجہ سے یہ چوری ہونے والی تھی جس میں
کہ یہ لوگ گرفتار کیے گئے تفتیش جاری ہے سرغنہ کا
نام اشرف علی ہے۔}
میں پڑھکر بہت خوش ہوئی اسی وقت دو رکعت
شکریہ ادا کر کے میں فوراً بی اماں کے پاس گئی میں نے
پوچھا بی اماں آپ جن میاں صاحب کے یہاں
گنڈے تعویذ کے لیے جاتی ہیں وہ کون ہے ان کا
کیا نام ہے۔
بی اماں اے بیٹا وہ بہت شریف خاندان بہت

زادہ بہت پہونچے ہوئے ہیں خاص کچھوچھے شریف کے رہنے والے ہیں آپ کا نام اشرف علی میاں صاحب ہے۔

میں:" بی اماں ایک لڑکا چچا جان کے ہاں بھی تو ملازم ہے اس کا کیا نام ہے؟"

بی اماں:" کلو"

میں:" ان کے یہاں بھی تو آسیب ہے"

بی اماں:" اے ہے ان کے یہاں کا ماجرا کسی کے یہاں ہو وہ تو ایسا ہے کہ لڑکی ہی کو دبائے ہوئے ہے وہ لڑکی بہت بُری بُری صورتیں دیکھکر چیختی رہتی ہے۔ تمہارے چچا بیچارے سب ہی کچھ کر چکے لیکن وہ کسی طرح اچھی نہیں ہوتی ہے اکلوتی بچی ہے۔

بی اماں سے میں نے کہا کہ" وہ لڑکی کو کہیں باہر نہیں لے جاتے؟"

بی اماں:" وہ بیٹا کچھوچھے تک لے گئے کچھ فایدہ نہ ہوا جب تک وہ لڑکی باہر رہتی ہے جب تک تو اچھی رہتی ہے جہاں گھر آئی پھر ویسی ہو جاتی ہے جب وہ لڑکی کو لے کر کچھوچھے گئے تھے تو انکے یہاں بہت بڑی چوری ہو گئی"

جب میں نے سارا قصہ سُن لیا تو میں نے وہ ... سُنایا اور اپنی کارگذاری بیان کی اب تو بی اماں کچھ ہوشیار سی ہوئیں اور کہنے لگیں"

"لے ہے جو وہ میری کوئی چیز لے کر بھاگ گیا ہے تو میں تو کہیں کی نہ رہوں گی"

میں:" تو بہتر ہے کہ آپ تمام سامان کی جانچ کر لیں"

بی اماں نے جو جانچ کی تو خدا جھوٹ نہ بلوائے سینکڑوں ہی چیزیں غائب تھیں مختلف گلدان زیورات برتن جو کہ چاندی کے تھے غرض بہت کچھ سامان جا چکا تھا غنیمت ہوا کہ اب بھی معلوم ہو گیا ورنہ شاید اور کچھ آفت آتی۔

مسز حمید از لکھنو

قلعہ نظامت مرشد آباد کا پھاٹک

ہندوستان کے قدیم باشندوں کے دلچسپ حالات

تیسرا باب

اُوراؤں قوم

اوراؤں قوم بھی غیر آریہ قوم کے نسل سے ہیں۔ یہ زیادہ تر صوبہ متوسط کے جنگلی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ریاست جسپور میں ان کی آبادی تقریباً ساٹھ ہزار ہے جس میں سے کہ آدھے سے زاید عیسائی ہوگئے ہیں۔ عیسائیوں کے مشنری ان علاقوں میں بہت خاموشی اور عقلمندی سے ان لوگوں کو عیسائی بنا رہے ہیں چونکہ ان جنگلی قوموں کا کوئی خاص مذہب نہیں ہے اس لئے وہ نئے مذہب کو ظاہری شان وشوکت، لالچ، ترغیب اور مصیبت کے وقت امداد پانے کے احسان سے فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ اور اُنہوں نے اپنے قدیمی طرز معاشرت کو بدل کے عیسائیوں کا تمدن اختیار کر لیا ہے۔ بقیہ اُوراؤں بھوت پریت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ جب یہ کسی مصیبت یا بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں تو اُسے بھوت پریت یا ڈائن کے کرتوت سمجھتے ہیں اور اس سے نجات پانے کے لئے بیگا کو جو کہ ان وحشیوں کے پجاری ہوتے ہیں بلاتے ہیں اور بکری یا مرغی کی قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کے ساتھ شراب بھی ہوتی ہے۔ بیگا منتر پڑھ کر بھوت کو بھگاتا ہے۔ جب بیگا صاحب کو یکدم مایوسی معلوم ہوتی ہے تو اُس کے رشتہ داروں سے کہہ دیتے ہیں کہ دیوی بہت خفا ہیں اور کسی طرح سے نہیں مان رہی ہیں۔ جادو ٹونا پر بھی ان کا بہت اعتقاد ہے۔ اور اس کا الزام کسی سب سے بڈھی غریب عورت پر دیتے ہیں کہ وہ بڈھی عورت ڈائن ہے اُسی نے جادو کیا ہے اور وہ غریب، لاچار، بڈھی عورت گاؤں سے نکال دی جاتی ہے۔ پہلے زمانے میں کسی پہاڑ کی اُونچی چٹان پر لے جا کر کرکے جاتے تھے اور گہری کھائی میں اُسے وہاں سے ڈھکیل کر مار ڈالتے تھے۔

اُوراؤں پستہ قد، سیاہ فام لیکن بہت ہی جفاکش اور مضبوط ہوتے ہیں۔ شراب کے وہ بہت ہی شائق ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی شراب پلا کر اُن سے خوشی سے خوب محنت کا کام لیا جا سکتا ہے۔ مرد اور عورت دونوں اپنے ہاتھوں پر نام وغیرہ گودواتے ہیں، ناک وکان چھدواتے ہیں اور ہاتھ پیر میں لوہے و پیتل کے زیور اور گلوں میں مونگے کے لال لال ہار پہنتے ہیں۔ مرد کا لباس لنگوٹی اور عورتیں بھی نیم برہنہ رہتی ہیں۔ گھنے جنگلوں کے رہنے والے بعض بعض کمر میں رسی باندھ کر، پتوں کو گودہ کر رسی میں کھونس کر جسم کے کچھ حصوں کو چھپاتے ہیں باقی جسم یک دم کھلا رہتا ہے لیکن اب کپڑے پہننے بہت کچھ سیکھ گئے ہیں اور روز بروز کپڑا پہننے میں ترقی کر رہے ہیں۔ فصل کاٹ کر جو غلہ لاتے ہیں اُس میں سے سال بھر کے کھانے کے لئے رکھ کر باقی کو فروخت کر ڈالتے ہیں اور جوں ہی کچھ روپیہ پیسہ اُن کے ہاتھ لگے ان کے خوشی وچین کے دن شروع ہو جاتے ہیں پھر تو لڑکے لڑکیوں کے شادی بیاہ، شراب پینے اور گانے بجانے کے سوا اور کوئی دوسرا کام نہیں رہتا۔ جب کوئی مرتا ہے تو اُسے پہلے زمین میں دفن کر دیتے ہیں پھر دھان کی فصل

ختم ہوجانے پر ایک مقررہ روز مردوں کی لاشیں اکھاڑ کر قبر کے پاس جلاتے ہیں۔ پھر عورتیں جلی ہوئی ہڈیوں میں
ہلدی تیل لگاتی ہیں اور مردہ کی شکل کی مٹی کی مورت بناتے ہیں۔ پھر جلی ہڈیوں اور راکھ کو مٹی کی مورت کے ساتھ
ٹوکریوں میں رکھ کر کسی ندی یا تالاب میں بہا دیتے ہیں۔ بعد میں سب لوگ گھر لوٹ آتے ہیں اور چند رسم ادا کر کے
ساری رات خوب ناچتے گاتے ہیں۔ جب تک یہ رسم ادا نہ ہو جائے کسی کے یہاں لڑکے لڑکیوں کی شادی نہیں
ہو سکتی۔ اس کے بعد شادی شروع ہوتی ہے۔

اگرچہ لڑکے لڑکیوں کی شادی ان کے والدین کرتے ہیں مگر اس کے قبل لڑکے اور لڑکی "دہوم کوریا" میں اپنی
شادی طے کر لیتے ہیں۔ اور راؤں کے مکان چھوٹے ہوتے ہیں اس لئے گاؤں میں ایک علیحدہ مکان بنا ہوا رہتا ہے
جس میں سب غیر شادی شدہ لڑکے ایک ہی جگہ سوتے ہیں۔ اس مقام کو دہوم کوریا کہتے ہیں۔ لڑکیاں بھی
اپنے والدین کے پاس مکان میں نہیں سوتیں۔ گاؤں کے بیواؤں کے پاس سونے کو بھیج دی جاتی ہیں۔ وہاں
سے وہ بھی دہوم کوریا میں پہونچ جاتی ہیں اور رات کو وہاں ناچ گانا ہوتا رہتا ہے۔ شادی کی بات پکی ہو جانے
پر لڑکی کے یہاں بارات جاتی ہے۔ باراتی تیر و کمان و نقلی آوزار سے آراستہ رہتے ہیں۔ لڑکی کے گاؤں کی
پاس پہونچنے پر لڑکی والے بھی ویسے آراستہ ہو کر لڑکی سمیت نکلتے ہیں۔ لڑکا اور لڑکی اپنے اپنے کسی ساتھی کی
گود میں چڑھے رہتے ہیں۔ پھر دونوں گروہوں میں بناوٹی لڑائی ہوتی ہے۔ پھر سب مل کر گاؤں جاتے ہیں اور رات
بھر شراب کی پیالی اور ناچ و گانا ہوتا ہے۔ دوسرے روز دولہا دلہن کو تیل و ہلدی لگا کر شامیانہ کے نیچے لاتے
ہیں۔ وہاں ہل کا ایک جوا، کچھ گھر چھانے کی گھانس اور ایک پتھر کی سل رکھی ہوئی ہوتی ہے۔ دولہا دُلہن اس سل پر
کھڑے کیے جاتے ہیں۔ دولہا دُلہن کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے اور دونوں ایک کپڑے سے اس طرح سے لپیٹ دئے
جاتے ہیں کہ صرف اُن کے سر اور پیر کھلے رہتے ہیں۔

اب ایک کٹورہ میں بہت سا سیندور لا کر دولہا کو دیا جاتا ہے۔ دولہا اس سیندور سے تین لکیریں دُلہن کی پیشانی پر اپنی
انگلی سے بناتا ہے۔ دُلہن بھی اسی طرح سے دولہا کی پیشانی پر تین لکیریں بنا لی ہے لیکن چونکہ اُس کی پیٹھ
دولہا کی طرف ہوتی ہے اِس لئے سیندور دولہا کی پیشانی کی بجائے منہ پر کہیں لگ جاتا ہے۔ اس پر سب
لوگ خوب ہنستے ہیں اور اُسی وقت شامیانہ کے اوپر سے پانی بھری ہوئی ہنڈیا کسی طرح سے دولہا دلہن پر اُلٹا
دی جاتی ہے اور وہ پانی سے بالکل تر بتر ہو جاتے ہیں۔ عورتیں اب "شادی ہو گئی۔ شادی ہو گئی" کہہ کر چلاتی
ہیں اور دولہا دُلہن ایک کمرہ میں بھیج دیئے جاتے ہیں، جہاں وہ اپنے کپڑے بدلتے ہیں۔ پھر کھانا پینے سے فارغ ہو کر
دولہا دُلہن سمیت بارات رخصت ہو جاتی ہے۔

اب اُن کے سب شادی، موت وغیرہ کے رسموں میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے۔ جو لوگ عیسائی ہو گئے ہیں وہ

عیسائیوں کی رسم ورواج کو اختیار کر رہے ہیں اور باقی لوگ ہندوؤں کی رسم ورواج کو اختیار کر رہے ہیں اور بہت جلد یہ سب قومیں فنا ہو کر دوسروں میں جذب ہو جائیں گی اور تھوڑے زمانہ کے بعد ان قوموں کا نام و نشان تک نہ ملے گا۔

اور راؤں میں سب سے بھاری قسم تھوڑا سا گوبر، دھان اور مٹی سر پر رکھنا ہے۔ ان لوگوں کا اعتقاد ہے۔ اگر ایسی حالت میں بھی کوئی جھوٹ بولا تو وہ تباہ ہو جائے گا۔ اگر گاؤں میں کسی کے یہاں چوری ہوئی تو ایک کھڑے کا تونبہ لے کر اس میں گھر گھر سے پانی ڈلواتے ہیں پھر اس پانی سے بھرے ہوئے تونبے اور ایک کالی مرغی کو گاؤں کے لوہار کے پاس لیجا کر کچھ چاول اس مرغی کے سامنے ڈالتے ہیں۔ جیسے ہی مرغی چاول چگنا شروع کرتی ہے ویسے ہی اس کی گردن کاٹ کر اس کا خون تونبے کی پانی میں ڈالتے ہیں۔ پھر وہ سب پانی لوہار کے دھوکنی میں بھرتے ہیں جس سے دھوکنی پھول جاتی ہے۔ تب وہ خالی تونبے کو لے کر پھر گھر گھر جاتے ہیں اور اس وقت جس نے چوری کی ہو وہ مال واپس کر دیتا ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ اگر پہلے پانی دینے والوں میں سے کوئی چور ہے تو اس کا پیٹ لوہار کی دھکنی کی طرح پھول کر پھٹ جاتا ہے۔

سید محمد یوسف۔ کولگنگ (بھاگلپور)

دولت کی بھینٹ

از محترمہ حمیدہ خانم۔ ایم۔ اے

ساٹھ ساٹھ ستّر ستّر سال کے نواب راجہ مہاراجہ ہی کم سن معصوم لڑکیوں کی زندگی شادی کر کے تباہ نہیں کرتے بلکہ وہ کھاتے پیتے بڈھے جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں جو زندگی کی خوب بہار اٹھا چکے ہیں انہیں بھی بآسانی اس ملک میں تیرہ چودہ سال کی لڑکی مل سکتی ہے صرف اس وجہ سے کہ دولت کم سن لڑکیوں کے والدین کو اپنی طرف اس طرح کھینچتی ہے جس طرح شمع پروانوں کو۔ انجام دونوں کا ایک ہی ہوتا ہے دونوں جل بھن کر خاک سیاہ ہو جاتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب میں بے جوڑ ناموافق شادیوں کے افسانے پڑھ کر ہنسا کرتی تھی اور مجھے کبھی یقین نہ آتا تھا کہ اس طرح کی شادیاں ہو سکتی ہیں۔ میں سمجھتی تھی کہ مصنف نے سراسر جھوٹی من گھڑت کہانی لکھی ہے اور جو واقعات بیان کئے ہیں وہ سب ممکن ہی نہیں ہو سکتے مگر اب جبکہ دل و دماغ کو دنیا سے واقفیت ہو رہی ہے تو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مصورِ غم کی تصانیف میں سات آٹھ سال پہلے جو دردناک دل ہلا دینے والے واقعات پڑھے تھے وہ محض ہمیں رلانے کے لئے نہیں لکھے گئے تھے بلکہ حقیقت میں زندہ تصویروں کے صحیح خاکے کھینچے گئے ہیں۔ مجھے گذشتہ سات آٹھ سال میں کئی شادیوں کا نہایت ہی درد انگیز انجام دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے سمجھ میں نہیں آتا کس دل سے والدین نے ان بیٹیوں کو جنہیں ہزاروں ارمانوں اور امیدوں سے پالا پوسا تھا محض روپیہ کے لالچ میں بڈھے پھوس شخصوں کے حوالہ کر دیا۔ میں صرف ایک واقعہ جو میرا چشم دیدہ ہے بغیر کسی مبالغہ کے لکھتی ہوں شاید سمجھدار والدین اس سے عبرت حاصل کر سکیں۔

تیرہ سال کی ایک بھولی بھالی خوبصورت لڑکی تھی اس کی شادی ایک ۶۰ برس کے بڈھے سے ہوئی۔ والدین کو اپنی خوش قسمتی پر ناز تھا کیونکہ یہ بزرگ یعنی ۶۰ برس کے دولہا میاں اپنے قصبہ میں سب سے زیادہ مالدار اور ذی عزت شخص تھے اور ان کی دولت پر قصبہ کی ہر کنواری لڑکی کے والدین کی نظر تھی۔ بظاہر وہ خوش اخلاق ملنسار اور سخی تھے دو دفعہ حج کر آئے تھے۔ پہلی بیوی زندہ تھی دوسری کا انتقال ہو چکا تھا۔ پہلی بیوی سے دو لڑکے اور دوسری سے دو لڑکیاں تھیں۔ بڑا لڑکا شادی شدہ تھا لہٰذا یہ تیرہ برس کی لڑکی محض بیوی ہی نہیں بنی بلکہ سوکن اور ساس بھی۔ اس کے والدین نہال نہال تھے ان کو ہر طرف سے مبارکباد دی گئی۔ گاؤں کے ہر فرد کی دعوت ہوئی۔ آتشبازی چھوڑی گئی۔ بچے اور بڑے سب خوش تھے۔

شادی کو ابھی پورے چار سال بھی نہ ہوئے تھے کہ اللہ نے ان نئی دولہن کو دو بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرما دیں۔ مگر بچوں کی پرورش اور تربیت کا کوئی انتظام نہ کیا گیا۔ دولہن کی زندگی بہت ہی تلخ تھی کوئی ملازم اندر کے کام کرنے کے لئے

مفر رنہ تھا۔ئی دولہن ہر کام مثلاً کھانا پکانا۔ چولہا پھونکنا۔ مصالحہ پیسنا۔ پانی بھرنا۔ کپڑے سینا۔ اور بچوں کی دیکھ بھال
برس سب کام خود کرتی تھی کوئی اس کا مددگار نہ تھا۔ اندرونی حالت ایسی تھی کہ خدا کی پناہ بھوکا کئی کئی دن کا غلیظ۔ برتن
ٹوٹے پھوٹے۔ چھوٹے بچے میلے چکٹ کپڑے پہنے ننگے پاؤں سارے دن دھوپ میں ادھر ادھر پھرتے نہ ماں کا حکم
سنتے نہ باپ کا ادب کرتے گھر میں کھانے کا سامان کبھی اکھٹا نہ منگوایا جاتا۔ جب ضرورت ہوتی پیسہ دو پیسہ آنے دو آنے
کی چیز بچوں کو بھیج کر بازار سے منگائی جاتی۔ گھر کا کام کاج کرنا کوئی عیب نہیں بلکہ عورت کی بڑی خوبی ہے لیکن جب کہ
ایک شخص امیر ہے اور بغیر کسی دقت پریشانی اور تکلیف کے ملازم رکھ سکتا ہے تو اس صورت میں بیوی سے نوکروں کا
سا سلوک اور گھر کا ہر ہر کام بیوی پر ڈالنا کیا انسانیت سوز ظلم نہیں؟ وہ بچاری جب کبھی بیمار پڑی اس کا ڈاکٹری علاج
نہ کیا گیا یہاں تک کہ تھوڑے عرصہ بعد لنگڑی ہو گئی پھر بھی کوئی علاج نہ ہوا۔ وہ مظلوم اس حالت میں بھی سب کام خود کرتی
اسی طرح جب دس برس گذر گئے تو آخر موت کو اس پر رحم آ گیا۔

حاجی صاحب اب ستر سال کی عمر میں چوتھی شادی کرنے کے فکر میں ہیں۔ دیکھنے میں نہایت منکسر خلیق ہیں
دوستوں کی دعوت اور افسروں کو نذر پیش کرتے رہتے ہیں اور لوگ ان کو خوش نصیب سمجھتے ہیں۔ اور
ان کی عزت کرتے ہیں لیکن اس بے گناہ معصوم لڑکی کی موت پر کسی کے بھی آنسو نہیں گرتے جو ان رئیس صاحب کے
ظلم کا شکار ہو گئی۔ مگر میں ان بڑے میاں سے زیادہ لڑکی کے ماں باپ کو گنہگار سمجھتی ہوں جنہوں نے جان بوجھ کر
اپنی پیاری بیٹی کو دولت کی بھینٹ چڑھا دیا اگر والدین اپنی کم سن لڑکیوں کو ایسے مردوں کو دینے سے قطعی انکار
کر دیں تو خود ایسے مرد درست ہو جائیں۔

مقبرہ جہانگیر (متعلقہ تصویر)

لاہور سے تین میل کے فاصلے پر دریائے راوی کے پار اور شاہدرہ کے نزدیک شہنشاہ
نورالدین جہانگیر کا مقبرہ ہے۔ اسے دس سال میں شاہجہاں نے دس لاکھ کے خرچ سے
بنوایا تھا۔ شرح چبوترہ پر مقبرہ کی شاندار مربع عمارت چاروں طرف نو نو عظیم الشان دروازے
ہیں۔ اور چاروں کونوں پر چار نہایت خوشنما سنگ مرمر کے زرد و سفید مینار اوپر سوائے قبر کے اوپر کے حصہ کے تمام
فرش رنگا رنگ کے پتھروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک خوبصورت جاجم بچھی ہوئی ہے۔ جہانگیر کی وصیت کے مطابق
قبر اوپر سے کھلی ہوئی ہے۔ چھت کے چاروں طرف سنگ مرمر کے جالی دار کٹھرے ہیں۔
مینار کے اوپر چڑھ کر ارد گرد کا نظارہ نہایت دل فریب معلوم ہوتا ہے چاروں طرف سبزہ پھر بیچ میں سے نیلگوں دریا
کی لہریں!! اس کے پار شاہی مسجد و دیگر شاہی عمارات چار میناروں میں سے کسی پر چڑھ کر شاہی مسجد کے میناروں کو دیکھیں تو
صرف تین نظر آتے ہیں عمارت کے اندر بیچ میں سنگ مرمر کا مزار ہے چاروں طرف بیل بوٹوں کا خوشنما کام ہے۔ دونوں
طرف باری تعالیٰ کے ننانوے نام اور اوپر کی طرف قرآن مجید کی چند متبرک آیات کندہ ہیں پائینتی کی طرف لکھا ہے۔ "مرقد منور اعلیٰ حضرت
غفران پناہ نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ فی سنہ ۱۰۳۷ ہجری"

بیگم محمد سمیع اللہ صاحب

مہابھارت کا ایک ورق

مہارانی دروپدی کی زندگی کے تلخ لمحات

سوئمبر کی رسم کے دن آئے، راجہ دروپد نے راجکماری دروپدی کے بر کی تلاش و انتخاب کے لئے ایک بڑی مجلس منعقد کی، دروپدی کی انگلی کا سنہری چھلا ایک بلندی پر لٹکا دیا گیا شرط یہ تھی کہ جو شخص اپنی کمان سے اس چھلے میں تیر پرودیگا وہ راجکماری کا خاوند منتخب ہوگا۔

ارجن جو تیر اندازی میں طاق تھا ایک برہمن کے بھیس میں شریک مجلس ہوا اور جبکہ سب شہزادے ناکامیاب ہوتے چلے جارہے تھے ارجن نے اپنی تیر افگنی کے کمالات دکھا کر اہل مجلس کو حیران کردیا، راجہ دروپد کو یک گونہ پریشانی تھی کہ اس کی راجکماری کو ایک غریب برہمن کی بیوی بنکر رہنا پڑیگا لیکن شرط کے مطابق جب راجہ دروپدی کا ہاتھ اس غریب برہمن کے ہاتھ میں دینے لگا تو اہل مجلس اور دروپدی کی مسرت کی انتہا نہ رہی جب معلوم ہوا کہ غریب برہمن کے بھیس میں پانڈوں کے خاندان کا بہادر ارجن تھا۔

ارجن کے چاروں بھائیوں نے جب دروپدی کو دیکھا تو انہوں نے پہلے اپنی ماں سے اجازت حاصل کی اور پھر ارجن کی مرضی سے راجہ دروپد کے پاس گئے کہ وہ دروپدی کو صرف ارجن ہی نہیں بلکہ پانچوں بھائیوں کے عقد میں دیدے بڑی حیل و حجت کے بعد راجہ راضی ہوگیا۔ راجکماری دروپدی جواب پانچ بہادر پانڈوں بھائیوں کی پیاری بیوی تھی، پانڈوں کے پایہ تخت اندر پرست میں اپنے خاوندوں کے ساتھ چین و آرام کی زندگی بسر کرنے لگی۔

پانڈو بڑے دلیر تھے خصوصاً ارجن اور بھیم جن کی سرمائی کی داستانوں سے مہابھارت کے اوراق بھرے پڑے ہیں، ایسے دلیرونامور خاوندوں کے محل میں دروپدی کو عیش و آرام کی کیا کمی ہوسکتی تھی۔ لیکن رانیوں مہارانیوں کے بھی دن ہمیشہ اچھے نہیں رہتے مہارانی دروپدی کو اپنی زندگی میں دو ایسے تلخ تجربات ہوے کہ اگر مہابھارت میں لکھے ہوئے واقعات مبالغہ آمیز نہیں ہیں تو سوائے اسکے اور کوئی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ کوروں اور پانڈوں کے عہد کے مردوں کی اخلاقی حالت صد درجہ پست و ذلیل تھی اور ان میں شرم و حیا۔ غیرت و حمیت اور خودداری کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ان کی دلیری کی کہانیاں ہیچ اور ان کی بہادری اور قوت کے کارنامے بے معنی ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہندو عورت اس زمانہ میں بھی عفت و عصمت، پاکبازی و فاشعاری اور صبر و تحمل کا نمونہ تھی۔ مندرجہ ذیل واقعات اس کی گواہی دینگے۔

کوروں کے پایہ تخت ہستناپور میں اندھے مہاراج دھرت راشتر کے دربار میں چھوٹے بڑے راجہ اور شہزادے موجود تھے۔ کورو شہزادے پانڈوں کے قریبی رشتہ دار لیکن ان کے جانی دشمن تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح ان کی سلطنت پر قبضہ

کہ ان کو ذلیل و خوار کردیں اس مجلس میں کورو شہزادہ دریوشا سانہ پانڈو شہزادے جودھشٹر سے قمار بازی میں مشغول تھا۔ جودھشٹر سے برابر شکست کھاتا گیا۔ یہاں تک کہ سلطنت کھو دی بازی جاری رہی اور چاروں بھائیوں کو بھی بازی پر لگایا گیا آخر میں دروپدی بھی بازی پر چڑھی اور ہار دی گئی جب سب کچھ کھو دیا تو قمار باز جودھشٹر نے اپنی ہستی کو بھی بازی پر لگا کر شکست کھائی۔ کورو شہزادے خوش تھے اور منہ مانگی مراد ہاتھ آجانے پر اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ کورو شہزادے دریوشا سانے نے پانچوں پانڈوں بھائیوں کے لئے بارہ سال جلا وطنی اور تیرہویں سال گمنامی میں رہنے کی سزا تجویز کرکے ایک عرصہ کے لئے ان کی سلطنت و مال و متاع کو اپنے قبضہ میں کر لیا لیکن ابھی دشمنی اور نفرت کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی اور پانڈوں کو ذلیل کرنے کی غرض سے کورو شہزادہ محل میں گیا اور اپنی بھاوج دروپدی کے سر کے بالوں کو ایک ہاتھ سے پکڑے ہوئے دوسرے ہاتھ سے برہنہ کرنے کی غرض سے اُسکے کپڑوں کو نوچتا کھسوٹتا بھرے دربار میں گھسیٹ لایا۔ ان شرمناک اور بزدلانہ حرکتوں کے ساتھ کورو شہزادہ پاگل بنا دینے والی فحش زبانی بھی کرتا جاتا تھا۔ دروپدی جو ایک بڑے راجہ کی لڑکی اور پانچ سورماؤں کی بیوی تھی اپنی اس ذلت و بے پردگی پر سراسیمہ و بدحواس ہر طرف نظر ڈال رہی تھی اور بے بسی و بیکسی کے عالم میں ہر ایک سے رو رو کر مدد چاہتی تھی لیکن دربار میں خاموشی تھی راجہ سے لیکر پرجا تک سب اس تماشہ کو دیکھ رہے تھے اور سب سے زیادہ دل توڑ دینے والی بات یہ تھی کہ دروپدی کے بہادر خاوند بھی اس ذلت و خواری کو دیکھ رہے تھے اور خاموش تھے۔ اس مجلس میں دو شریف طبع انسان بھی تھے جن میں ایک کنیز زادہ تھا انہوں نے ایک شریف و بیگناہ عورت کی خواری کے خلاف کچھ کہنا چاہا تھا کوروں کے پہلوان کرن نے کہا کہ دروپدی کو کورو شہزادہ کا جو کہ فتح مند ہے بھری مجلس میں بے پردہ و خوار کرنا ہر طرح جائز و درست ہے۔ باوجود اس ذلت و خواری کے وفا شعار دروپدی نے مصیبت کے وقت اپنے خاوندوں کو تنہا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا اور ان کے ہمراہ آپ بھی بارہ برس تک جلا وطنی کی حالت میں ماری ماری پھرتی رہی۔ تیرہویں سال پانچوں بھائی اور دروپدی متسیا کے راجہ ویرت کے دربار میں بھیس بدل کر نوکر ہو گئے۔ جودھشٹر قمار خانہ کا داروغہ مقرر ہوا بھیم شاہی رسوئی میں کھانا پکانے لگا ارجن زنانہ لباس میں خواجہ سرا کی حیثیت سے راجکماریوں کو گانا ناچنا سکھانے لگا اور مصیبت کی ماری دروپدی راجہ ویرت کی رانی سودلیشنا کی خواص مقرر ہو کر غلامی کرنے لگی۔

رانی کا بھائی "کیچکا" ایک شہ زور بہادر اور ویرت کی فوج کا کمانڈر انچیف تھا کیچکا محل میں بلا روک ٹوک آتا جاتا تھا، دروپدی کو دیکھ کر اس کی نیت خراب ہوئی اور اس نے دروپدی کو مخاطب کرکے کہا کہ اگر وہ اس کے ساتھ رہنے کو تیار ہو جائے تو وہ اپنی کئی ہزار بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر صرف اسی کو محل میں رکھیگا اور اپنی ہر چیز اس پر قربان کر دے گا، دروپدی نے جواب دیا۔ تیرا خیال فاسد ہے۔ میں ایک شادی شدہ عورت ہوں، اور پانچ گندھرو راجاؤں کی بیوی کہ جو اگر ذرا بھی سن پائیں گے تو تیری بوٹی بوٹی کروا لیں گے۔ کیچکا مایوس نہ ہوا۔ اس نے اپنی بہن رانی سودلیشنا کی منت و سماجت کرکے اس کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اپنی خواص دروپدی کو کسی بہانہ سے اس کے گھر بھیج دی گئی۔ سودلیشنا نے باوجود عورت ہونے کے

یہ گوارہ کیا کہ ایک دن کھانا کھاتے وقت دروپدی کو حکم دیا کہ وہ اس کے بھائی کیچکا کے گھر جا کر کسی قسم کی شراب پینے کے لئے لائے، دروپدی نے بہت بہانے کئے اور صاف صاف بھی کہا کہ اس کا کیچکا کے محل میں جانا خطرہ سے خالی نہ ہوگا لیکن رانی سودیشنا نے یہ کہکر دھرکا دیا کہ کیچکا کی مجال نہیں کہ اس کی بھیجی ہوئی خواص کو ہاتھ لگا سکے،

غریب دروپدی کانپتی جھجکتی ہوئی کیچکا کے محل میں داخل ہوئی۔ جہاں وہ پہلے ہی سے انتظار میں تھا، کیچکا نے دست درازی کی اور باعصمت دروپدی نے ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ قضائے الٰہی سے کیچکا کا پیر پھسل گیا اور وہ زمین پر آرہا۔ دروپدی کو بھاگنے کا موقع مل گیا اور وہ بھاگ کر سیدھی راجہ ویرٹ کے دربار میں عصمت بچانے کے لئے گھس گئی جہاں اس کا خاوند جودھشٹر بھی موجود تھا،

کیچکا نے غیض و غضب کی حالت میں دروپدی کا پیچھا کیا اور دربار میں آکر دروپدی کی طرف لپکا۔ بے بس دروپدی اپنی جان و عزت بچانے کے لئے دربار میں ہر طرف مدد و امان مانگتی بھاگ رہی تھی لیکن نہ راجہ ویرٹ کی مجال تھی اور نہ کسی اور کی کہ کیچکا کے جوش غضب کے سامنے ایک معصوم عورت کو امان دے سکے۔ پانڈو بہادر جودھشٹر بھی اپنی ڈیوٹی پر خاموش کھڑا رہا کیچکا نے بھرے دربار میں بڑی بے رحمی کیساتھ دروپدی کی چوٹی پکڑ کر اس کو زمین پر دے مارا اور اس کے نازک جسم پر کئی ٹھوکریں مار کر چلا گیا۔ اس نظارہ کو بھیم نے بھی دیکھا اور اسے غصہ آیا لیکن جودھشٹر نے اس سے کہا کہ تو رسوئی میں جا کر کھانا پکا۔ اور اگر بہت ہی غصہ آگیا ہے تو جنگل میں جا کر درختوں کی لکڑیاں پھینک،

دروپدی سے یہ ذلت کس طرح بھی برداشت نہیں ہو سکی اس نے اٹھکر راجہ راج بہادروں، ملکی قانون بنانے والوں اور اپنے خاوندوں سب ہی کو سیدھی سیدھی سنائیں لیکن اپنے خاوند جودھشٹر کا اشارہ پاکر خاموش ہوگئی اور اپنے کمرہ میں جا کر اس فکر میں محو ہوگئی کہ کس طرح اس بے عزتی کا انتقام لیا جائے۔ اسی فکر میں رات ہوگئی، اور وہ اپنے خاوند بھیم کے پاس پہنچی اسے معلوم تھا کہ بھیم بڑا طاقتور تھا اور اس نے یہ بھی محسوس کر لیا تھا کہ بھیم کو غصہ آگیا تھا؛ دروپدی نے آہ و زاری شروع کردی اور کہا "پیارے بھیم میں ایک راجہ کی لڑکی اور تم جیسے طاقتور بہادروں کی بیوی ہوں۔ میری عصمت خطرہ میں ہے اگر تم نے کل ہی کیچکا کا کام تمام کر کے میری عصمت کو نہ بچایا تو میں اپنی عصمت بچانے کے لئے خودکشی کرلوں گی مجھ سے ایسی ذلت کی زندگی بسر نہیں کی جاتی،

دوسرے روز راجہ کے ناچ گھر کے ایک خالی کمرہ میں کیچکا ایک وقت مقررہ پر داخل ہوا اور دروپدی کو وعدہ کے مطابق کھڑا دیکھکر بیتاب ہوگیا اس نے دوڑ کر دروپدی کو پکڑنا چاہا ہی تھا کہ بھیم نے جو دروپدی کے کپڑوں میں تھا اس کو زمین پر دے مارا اور تھوڑی سی کشمکش کے بعد اس کا کام تمام کر کے اسکی بوٹی بوٹی کردی، اور دروپدی جو علیحدہ کھڑی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی بھاگ کر بھیم سے لپٹ گئی اور پھر اسی جوش مسرت میں بھاگی ہوئی محل میں جا کر بڑے فخر کیساتھ سب سے کہنے لگی کہ میرے گندھروا خاوند بھیم نے ظالم کیچکا کا خاتمہ کر دیا۔

دروپدی کی زندگی کے ان دو تلخ واقعات کو تفصیل کیساتھ پڑھتے وقت میرا خون کھولنے لگتا ہے اور میں یہ نہیں سمجھ سکتی کہ بہادری اور ظلم دلیری اور بے غیرتی کس طرح ایک ساتھ جمع ہو سکتی ہیں بہر حال کیا میں یہ کہنے میں حق بجانب نہیں ہوں کہ یہ — کہ اے قدیم ہند کی عصمت مآب دیوی! آفریں صد ہزار آفریں! تو نے دنیا کو دکھایا کہ مرد اپنے مطلب کیلئے کس قدر خود غرض ظالم اور بے غیرت ہو سکتا ہے اور عورت جو کمزور اور ناقص

پُراسرار پیغامات

از پروفیسر محمد طاہر جمیل صاحب ایم اے

مسٹر میزنگ کو ڈنبسری ہاؤس میں سکونت اختیار کئے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال ہو گیا تھا۔ اس مدت میں چار مرتبہ ٹیلی فون پر کوئی شخص ان کو چند بے ربط باتیں کہتا اور پھر خاموش ہو جاتا۔ مسٹر میزنگ نے ہر چند کوشش کی مگر اب تک پتہ نہ چل سکا کہ کون شخص ان سے اس قسم کا مذاق کرتا ہے۔ چنانچہ آج بھی وہ چائے کے انتظار میں اپنی لائبریری میں بیٹھے تھے کہ دفعتہً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے لاپرواہی سے ٹیلی فون اٹھایا اور سننے لگے

آواز۔ "ہیلو۔ کیا آپ مسٹر میزنگ ہیں"

میزنگ "جی ہاں۔

آواز۔ اچھا سنئے ..... "ڈنبسری محل کے کھنڈر میں آپ کے مکان کے سامنے بالکل قریب ہی ....

یہاں تک کہہ کر آواز خاموش ہو گئی اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا میزنگ کے ساتھ آج پانچویں مرتبہ اس قسم کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس لئے اب تک تو اسے محض مذاق ہی سمجھ رکھا تھا مگر اب وہ اس کی تہ میں کوئی راز سربستہ پانے لگا۔ اس نے فوراً یہ ارادہ کیا کہ اپنے پڑوسی سر چارلس اسٹوے کو رات کے کھانے پر بلالے اور اس سے اس بات کا تذکرہ کرے میزنگ نے وکالت ترک کرنے کے بعد ڈنبسری ہاؤس خرید لیا تھا اس کے قریب ہی کروسویز میز نامی ایک مکان تھا جس میں سر چارلس رہا کرتا تھا۔ وہ ایک مشہور ڈاکٹر تھا جو فن جراحی میں مشاق تھا اس نے بھی علاج کرنا ترک کر دیا تھا۔ اور اب کروسویز میں خاموش زندگی بسر کر رہا تھا۔ چونکہ اس کی بیوی مر چکی تھی اور میزنگ غیر شادی شدہ تھا اسوجہ سے ان دونوں میں دوستی ہونی ایک لازمی بات تھی۔ چنانچہ اس وقت بھی میزنگ نے اس خیال سے کہ شاید سر چارلس اس معمہ پر کچھ روشنی ڈال سکے اس کو ٹیلی فون پر بلا کر کہنے لگا۔

میزنگ "کیا آپ آج شب کا کھانا میرے ساتھ کھا سکتے ہیں"

سر چارلس "بخوشی۔ ابھی ابھی میں واپس آیا ہوں مجھے اپنے ایک دوست سے ملنے کے لئے لندن جانا پڑا تھا

میزنگ "بہت اچھا۔ دیکھئے ضرور آئیگا۔ مجھے آپ سے ایک ضروری امر کے متعلق صلاح بھی لینی ہے

سر چارلس "خیریت تو ہے۔

میزنگ "جی ہاں۔ سب خیریت ہے۔ میں ساڑھے سات بجے آپ کا منتظر رہوں گا"

(۲)

کھانے کے اختتام کے قریب سر چارلس نے میزنگ سے پوچھا "کیوں دوست آج تو تم کچھ پریشان معلوم ہوتے ہو۔ ہاں وہ کونسی بات تھی جس کے متعلق تم مجھ سے مشورہ کرنیوالے تھے"

میلز نگ ”خوب یاد دلایا۔ بات یہ ہے کہ گذشتہ چند مہینوں سے کوئی شخص مجھے بار بار ٹیلی فون پر بلاتا ہے اور ہمیشہ اپنے بیان کو ادھورا چھوڑ دیتا ہے“۔

سر چارلس ۔ یہ ایک عجیب بات ہے میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔ آخر وہ کہتا کیا ہے“۔

میلز نگ ۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے پر ایک مرد کی آواز سنائی دیتی ہے وہ کہا کرتا ہے ’کیا آپ مسٹر میلز نگ ہیں اور جب میں اثبات میں اس کا جواب دیتا ہوں تو وہ کہا کرتا ہے مسٹر میلز نگ سنئے ڈنبسری محل کے کھنڈر میں آپکے مکان کے سامنے بالکل قریب ہی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بس اسی جگہ وہ خاموش ہوجایا کرتا ہے، اس نے اس سے زیادہ آجتک کبھی نہیں کہا“۔

سر چارلس ” شاید کوئی مذاق کرتا ہو“

میلز نگ ” میرا بھی پہلے یہی خیال تھا۔ مگر ایک ہی قسم کا مذاق بار بار کرنا تو کسی سودائی کا کام ہے“۔

سر چارلس ” شاید یہی ہو، میں جب لوگوں کا معالجہ کیا کرتا تھا تو اس دوران میں ایک ایسے پاگل شخص کو جانتا تھا جو ڈاکٹروں کا پتہ ڈائرکٹری سے نکال کر ان کو بلاوے کا نام ملوم پتوں پر دیا کرتا، تمہارا معاملہ بھی عجیب وغریب معلوم ہوتا ہے آخر اس کے متعلق تم نے کیا کیا“۔

میلز نگ ”۔ اب تک تو میں نے کچھ نہیں کیا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ “

یہاں سلسلہ کلام منقطع ہوگیا کیونکہ میلز نگ کا ملازم کسی ملاقاتی کا کارڈ لیکر کمرہ میں آیا اور سر چارلس کی طرف کارڈ بڑھا کر کہنے لگا ”آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے“۔

سر چارلس (استعجاب سے) مجھ سے ملنا چاہتا ہے خفیہ پولس کے انسپکٹر کو مجھ سے کیا کام اور وہ بھی اس قدر رات گئے۔ اچھا۔ آنے دو“۔

پولس انسپکٹر گریسن اسکوٹلینڈ یارڈ کا مشہور معروف سراغ رساں تھا جس نے اپنی کمسنی کے باوجود کافی شہرت حاصل کرلی تھی۔ اس نے اعلیٰ تعلیم پائی تھی اور کمال خلق و مروت کا آدمی تھا، کمرہ میں داخل ہوتے ہی گریسن نے مودبانہ سلام کیا اور پوچھا ”کیا آپ کا نام سر چارلس ہے“۔

سر چارلس ” جی ہاں میرا یہی نام ہے“۔

انسپکٹر ” مجھے افسوس ہے کہ میں ایک بری خبر آپ کے کانوں کو سنانے آیا ہوں۔ اسٹیفن نامی ایک شخص جو غالباً آپ کی ملازمت میں تھا آج لندن میں مقتول پایا گیا“۔

سر چارلس (سراسیمگی سے) ”مگر وہ تو میرا بیرہ تھا“

انسپکٹر ۔ ” ہمارا بھی یہی خیال تھا۔ اس کا قتل عجیب وغریب طریقہ سے عمل میں آیا۔ قاتل نے چھرا اس کے دل کے بالکل پار کردیا۔ اس کی لاش ٹیلی فون کے کمرہ میں پائی گئی جو عوام کے استعمال کے لئے ڈاک خانہ میں ہوتا ہے“۔

سر چارلس ” کیا تم میرے گھر گئے تھے۔ کیا تم نے اس کی بیوی سے اس کے قتل ہوجانے کا ذکر کیا ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی شادی میرے گھر کی خادمہ سے ہوئی تھی“

انسپکٹر ” نہیں میں نے آپ کی خادمہ سے کچھ نہیں کہا۔ وہ شاید مقتول کی بیوی ہی تھی جس نے مجھ سے

کیا کہ آپ اس وقت یہاں ملیں گے۔ اس غریب عورت کے لے تو یہ خبر بہت ہی جانکاہ ہو گی جب میں اس سے ملا تھا اس وقت وہ کسی قدر گھبرائی ہوئی معلوم ہو رہی تھی، شاید وہ اپنے خاوند کا تشویش کے ساتھ انتظار کر رہی ہو گی

سر چارلس۔ بیشک اس خبر کے سنتے ہی اس کے ہوش اڑ جائیں گے۔ مگر اس واقعہ کی تفصیل تو بتاؤ۔"

انسپکٹر: مقتول کی لاش اس کے قتل ہو جانے کے کوئی ایک گھنٹہ بعد پائی گئی۔ ڈاک خانہ کے ٹیلی فون کے کمروں میں سے کنارہ کے کمرہ میں پائی گئی تھی، کسی نے بھی اس کو کمرہ کے اندر داخل ہوتے نہ دیکھا تھا، قاتل نے کمال سرعت اور مشاقی سے اس کا کام تمام کیا تھا"

سر چارلس۔ مگر ان کمروں کے دروازے تو شیشہ کے ہیں کسی نے اس کو قتل ہوتے ہوئے تو ضرور دیکھا ہو گا"

انسپکٹر: یہی تو ایک معمہ ہے کسی نے بھی اس کو نہیں دیکھا وہ کمرہ جس میں یہ واقعہ ہوا ایک کونہ میں ہے اور کسی قدر تاریک بھی ہے۔ اسی وجہ سے ڈاک خانہ کے ملازم بھی اس کارروائی کو نہ دیکھ سکے۔ اچھا سر چارلس آپ یہ بتائیے کہ وہ شخص آپ کی ملازمت میں کتنے دنوں سے تھا۔

سر چارلس: "تقریباً دس سال سے"

انسپکٹر: "کیا اس کا کوئی دشمن بھی تھا"

سر چارلس: "نہیں کم از کم مجھے اس کا کوئی علم نہیں ہے۔"

انسپکٹر: "کیا آپ کی زوجہ مر چکی ہیں)

سر چارلس: "ہاں میرے مکان میں اب صرف تین اشخاص ہیں۔ خادمہ۔ بیرہ اور ایک دوسرا ملازم"

انسپکٹر۔ کیا آپ مہربانی فرما کر مجھ کو مقتول کی بیوی کے ساتھ گفتگو کرنے کی اجازت دیجئے، مجھے معلوم ہے کہ رات بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ مگر پھر بھی مجبوری ہے کیونکہ ایسے سنگین اور پیچیدہ مقدمہ کی تفتیش میں ہم تاخیر سے کام نہیں لے سکتے۔"

سر چارلس۔ اس میں کیا مذائقہ ہے۔ میں آپ کو ابھی لے چلتا ہوں۔ مگر اس خبر کو سنکر اس بیچاری کا کیا حال ہو گا؟ ...... میز نگ تم بھی میرے ہمراہ چلو۔

پانچ منٹ کے اندر یہ تینوں اشخاص موٹر پہ سوار ہو کر کرد سویز منیر کی طرف روانہ ہو گئے، راہ میں انسپکٹر گریسن نے سر چارلس سے پوچھا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا خادم سزا یافتہ تھا؟ اس نے اپنی عمر کے کچھ دن جیلخانے میں بھی گذارے تھے،

سر چارلس یہ کس لئے؟ مجھے تو اس کا آج تک علم نہ تھا۔ اس بات کا آپ کو کیونکر پتہ چلا"

انسپکٹر۔ ہمارے محکمہ میں ایسے تمام لوگوں کا حلیہ اور ان کے جرموں کی فہرست موجود رہتی ہے۔ چنانچہ اس کی لاش کے دستیاب ہونے کے ایک گھنٹہ کے اندر ہمیں اس کے تمام حالات سے آگاہی ہو گئی۔

۳

ان کا باقی رستہ خاموشی میں کٹا۔ آخر کار موٹر کرد سویز منیر کے پھاٹک پر آ کر رکی۔ سر چارلس نے جو خود بھی بہت سراسیمہ معلوم ہو رہے تھے اپنی خادمہ کو علیحدہ کمرہ میں

بچاکر اس پر اس کے خاوند کی موت کی خبر ظاہر کی۔ یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس عورت کے دل پر کیا گذری ہوگی۔
تھوڑی دیر بعد سر چارلس نے واپس آکر کہا " آپ چند منٹ اور توقف کریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آیا وہ آپ سے ہمکلام ہونے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ میں نے خود اس سے دریافت کیا اس کے خاوند کا کوئی دشمن بھی تھا مگر اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس کی حالت اسوقت قابل رحم ہو رہی ہے"۔

گریسن نے دوسرے نوکروں سے بہت سے سوالات کئے مگر کوئی خاص بات معلوم نہ ہو سکی صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ ہر پندرہ دن میں ایک مرتبہ لندن ضرور جاتا تھا، گریسن ان ہی تحقیقات میں مشغول تھا کہ دروازہ کھلا اور خادمہ اندر داخل ہوئی۔ اس کا چہرہ بالکل زرد ہو رہا تھا اور اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں آنسو سے پلکیں اب تک نم تھیں۔ اس نے رکتی ہوئی آواز میں کہا " آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں "

گریسن نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دو چار سوالات کئے جن کا جواب محض معمولی تھا اور جن سے اس معمہ پر کوئی روشنی نہ پڑ سکی۔ اس کے بعد گریسن نے مقتول کے کرہ کی تلاشی لی اور دو چار کاغذات ساتھ لینے کے بعد اس نے چلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

سر چارلس " اس جرم کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ قتل کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ عجیب معمہ ہے "۔

گریسن (سگرٹ سلگاتے ہوئے لاپرواہی سے) میرا خیال یہ ہے کہ اس کے ... میں کوئی اور جرم ضرور ہے،

سر چارلس " اس معاملہ نے تو اور تمام باتیں میرے دماغ سے بھلا دیں "۔

میزنگ : اچھا اس ٹیلی فون والے معاملہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ عین اسی وقت جبکہ میں تم سے اس کی بابت باتیں کر رہا تھا، تمہارے ملازم کی موت کی خبر آئی "۔

سر چارلس۔ مگر میری سمجھ میں تو ان دونوں باتوں میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا "

گریسن۔ (تعجب سے) " مسٹر میزنگ آپ کس واقعہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیا کوئی پاگل شخص آپ کو ٹیلی فون پر بلایا کرتا ہے ؟ میزنگ نے ساری داستان گریسن کو کہہ سنائی جسپر انسپکٹر بولا " یہ تو سخت تعجب کی بات ہے مگر جیسا سر چارلس کا خیال ہے کہ شاید ان دونوں باتوں میں کوئی تعلق نہ ہو۔ مگر آپ نے اچھا کیا کہ مجھے بتا دیا۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں اگر ضرورت ہو تو مجھے گارڈنر آرمس کی سرائے میں خبر بھجوا دیجیگا میں وہیں مقیم ہوں "

اس کے بعد میزنگ انسپکٹر گریسن کو اس کے جائے قیام پر چھوڑ کر اپنے مکان واپس آیا۔ گراج کے واقعات اس کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے، ملازم کا قتل ٹیلی فون کرنے کے کرہ میں ..... قاتل کا کمال خاموشی اور سبکدوشی سے اپنا کام کرنا ..... ٹیلی فون کے پراسرار پیغامات .... ڈلسبری محل کا کھنڈر۔

(۴)

شب کے دو بجے تھے کہ میزنگ اپنی نیند سے بیدار ہوا۔ چونکہ نیند اچٹ چکی تھی اسوجہ سے اس نے

کپڑے پہنے اور لائبریری میں ٹہلنا کو لوٹتی اور مطالعہ کے نے چلا گیا۔ کمرہ میں اس کو کسی قدر گرمی محسوس ہونے لگی وہ اسی طرح سگرٹ پیتا ہوا کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا سوقت اس کی نگاہوں کے سامنے ڈنسبری محل کا پراسرار کھنڈر تھا جس پر اس ہلکی چاندنی میں شہر خموشاں کی طرح سکوت کا عالم طاری تھا، اس مضبوط محل کا نصف حصہ مسمار ہو چکا تھا اور صدیوں سے وہ اسی شکستہ حالت میں پڑا تھا جس طرح عموماً ہر قدیم عمارت کے متعلق ہوا کرتا ہے۔ ڈنسبری محل کے متعلق بھی عوام میں مشہور تھا کہ یہاں سایہ رہتا ہے۔ اس کی نسبت لوگوں کا خیال تھا کہ وہ ایک سیاہ پوش عورت ہے جو ادھر ادھر کوئی چیز تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اس کی اس حرکت کو واضح کرنے کے لئے ہر قسم کے قصے گھڑ لئے گئے تھے۔ یہی وجوہ تھیں جن کی بنا پر لوگ اس طرف سے رات کو کبھی نہ گذرتے تھے۔ میزنگ بہت دیر تک کھڑا یہ نظارہ دیکھتا رہا۔ وہ کھڑکی سے پلٹنے والا ہی تھا کہ کسی چیز نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔ اور اس نے کھڑکی سے جھک کر سڑک کی طرف دیکھا۔ اس کے سامنے ایک خمیدہ قامت سایہ دوڑتا ہوا اس کے مکان کی طرف چلا آرہا تھا۔ جو لائبریری کی کھڑکی کے نیچے سے گذرتا ہوا نوکروں کے مکانات کی طرف جا کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

میزنگ آن کی آن میں نیچے دروازہ کے پیچھے موجود تھا۔ اس کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص باہر سے چابی لگا کر دروازہ کھول رہا ہے۔ میزنگ دروازہ کی آڑ میں ہوگیا۔ آنے والا دروازہ کھول کر ہانپتا ہوا اندر داخل ہوا میزنگ نے فوراً برقی لمپ کی روشنی اس پر ڈالی اور یہ دیکھ کر اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ آنیوالا اس کا نوکر ایولس تھا۔ میزنگ نے ڈانٹ کر پوچھا۔ "یہ کیا معاملہ ہے تم یہاں اسوقت کیا کرتے ہو۔ ..... تم اس قدر خوف زدہ کیوں ہو"۔ ایولس کا چہرہ بالکل زرد ہوگیا اور اس کی آنکھوں سے خوف و ہراس برس رہا تھا، پھر اس نے بدقت جواب دیا "حضور ... کیا ... آپ ہیں۔ ..... معاف کیجئے ..... اسوقت میری حالت ..... بہت پراگندہ ہے"۔

اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھکر ایولس پھر کہنے لگا "میں آج گارڈنرس آرمس گیا ہوا تھا۔ وہاں مختصر سی دعوت تھی مجھے کچھ زیادہ دیر ہوگئی۔ میں محل کے قریب سے گذر رہا تھا اور جونہی دیوار کی دوسری طرف مڑا مجھے کسی شئے سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ خدا کرے کہ میں اسے پھر نہ دیکھوں"۔ یہ کہہ کر وہ خوف سے بید کی طرح کانپنے لگا۔

میزنگ (تسلی بخش لہجہ میں) "آخر تم نے دیکھا کیا۔ کچھ ہوش میں آؤ۔ اس وقت تو تم مکان کے اندر ہو"۔

ایولس (گھبراہٹ سے) "میں نے اسی سیاہ پوش عورت کو دیکھا میں اس سے پیشتر بھوت پریت کے قصوں کا اعتبار نہ کرتا تھا۔ مگر آج تو میں نے خود اپنی نظروں سے دیکھا ہے وہ میری طرف دیکھ رہی تھی اور اس کا چہرہ بالکل سفید تھا میرے آقا میں وہمی نہیں ہوں مگر میں اپنی نظر کو کیونکر غلط تسلیم کروں"۔

میزنگ۔ "اچھا میرے ساتھ چل کہ مجھے بھی وہ بھوت دکھا دو"۔ یہ کہہ کر وہ دونوں چل پڑے۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ تھا

میزنگ - "ایوس، شاید تمہاری سفید پوش عورت ..... یا خدا ..... یہ کیا چیز ہے۔ کسی چیز سے ٹھوکر کھا کر زمین پر آرہا۔ اس نے اپنے آپ کو بہر حال سنبھالا، اور برقی لیمپ روشن کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک پھاوڑے سے اس کو ٹھوکر لگی تھی،

میزنگ (ایوس سے) اس پھاوڑے کو اٹھا لاؤ، چلو ہم لوگ اس منحوس جگہ سے باہر نکل چلیں۔ یہاں تو میرے حواس پریشان ہو رہے ہیں۔

(۵)

دوسرے روز جب سر چارلس سے ملاقات ہوئی تو میزنگ نے ایوس کا تمام قصہ اسے سنا دیا جسے سنکر وہ خوب ہنسا اور کہنے لگا میں تو اس بھوت کے متعلق گذشتہ بارہ سال سے سن رہا ہوں۔ اس وقت مجھے زیادہ دلچسپی اس بات سے ہے کہ مجھے اپنے مرحوم نوکر کے قتل کے سلسلہ میں لندن جانا ہے۔"

اسی روز سہ پہر کو میزنگ سویرے ہی سے گھر آگیا۔ چونکہ دن بھر شکار میں پہاڑوں اور بیابانوں کی خاک چھانی تھی اسوجہ سے وہ تھکا ماندہ سر شام ہی سے سوگیا مگر کسی نامعلوم اثر کے ماتحت نصف شب کو اس کی آنکھ کھل گئی۔ میزنگ نے ہر چند بستر پر کروٹیں بدل بدل کر سونے کی کوشش کی مگر بے سود۔ آخر وہ اکتا کر بچھونے سے اٹھ کھڑا ہوا اور کھڑکی کے قریب جا کر مناظر کو دیکھنے لگا۔ اسوقت ماہتاب کی ٹھنڈی اور شفاف کرنوں سے تمام عالم بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ سامنے ہی ڈنبری محل کا کھنڈر اپنی تباہی اور بربادی کا ماتم کر رہا تھا اور میزا اس کے شکستہ در و دیوار سے درس عبرت لے رہا تھا۔ وہ ان ہی خیالات میں منہمک تھا کہ اس کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ گویا اس کے قلب کی حرکت یکایک بند ہو گئی ہے عورسے دیکھنے پر اسے معلوم ہوا کہ اس سے کوئی دو گز کے فاصلہ پر ایک سیاہ پوش شکل کسی چیز پر جھکی ہوئی کھڑی ہے۔ گرچہ میزنگ بھوت پریت کا قائل نہ تھا۔ مگر اسوقت وہ تمام افسانے جو اس تاریخی کھنڈر کے متعلق زبان زد عام تھے اس کے دماغ میں چکر لگانے لگے۔ آخر ش تفتیش واقعات کے خیال سے میزنگ اپنا دل کڑا کر کے اس سیاہ پوش کی طرف چل پڑا جو اب تک اسی طرح جھکی ہوئی تھی۔ میزنگ چکر کاٹ کر بالکل اس کے مقابل جا کھڑا ہوا۔ وہ زمین کھودنے میں مشغول تھی اور بدستور جھکی ہوئی اپنا کام کرتی رہی۔ اس کو میزنگ کی موجودگی کا مطلق احساس نہ ہوا۔ اب تک اس سیاہ پوش نے اپنی سعی بلیغ کے باوجود محض تھوڑی سی زمین کھودی تھی، کچھ دیر بعد اس نے اپنا چہرہ کھولا جو بالکل سفید تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ میزنگ کچھ چونکا سا ہوا جب اس نے دیکھا کہ وہ سر چارلس کے گھر کی خادمہ تھی جو عالم خواب میں وہاں آئی تھی۔ عورت نے اب اپنا کام بند کر دیا اور آہستہ آہستہ کروسویز میر کی طرف واپس چلی گئی۔ میزنگ دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ پھر اس نے کھودی ہوئی زمین کو تعجب سے دیکھا اور اسی عالم تحیر میں میزنگ نے بھی اپنے گھر کی راہ لی۔ تمام رات اس کے خیالات پریشان رہے۔ یہ ایک عجیب معمہ تھا جو اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔

صبح کو میزنگ نے بذریعہ ٹیلی فون سر چارلس کو رات کے واقعات کی اطلاع کی جس کے جواب میں اس نے کہا "یہ بہت تعجب خیز بات ہے کہ مجھے یہ آجتک معلوم نہ تھا وہ شب کو باہر جایا کرتی ہے اس سے تمہارے ملازم پیٹس کی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ شاید گاؤں والوں نے اس کو رات کے سناٹے میں دیکھا ہو جس کی وجہ سے یہ تمام قصے مشہور ہیں۔"

میزنگ "وہ اس طرح خواب میں چلتی ہوئی بہت ہی بھیانک شکل کی معلوم ہوتی ہے۔"

(۴)

سہ پہر کو انسپکٹر گریسن میزنگ سے ملنے کے لئے اس کے مکان پر آیا۔ دوران گفتگو میں اسٹیوئس کے پراسرار قتل پر بحث چھڑ گئی۔ میزنگ نے پوچھا "اس معاملہ میں آپ اپنی تحقیقات میں کہاں تک کامیاب ہوئے"

گریسن "یہ نہایت پیچیدہ معاملہ نظر آتا ہے۔ ۔ ۔ مسٹر میزنگ آپ کا مکان بہت ہی خوبصورت ہے کیا آپ یہاں بہت دنوں سے مقیم ہیں"

میزنگ۔ صرف ڈیڑھ سال سے"

گریسن "پھر تو آپ نے لیڈی چارلس کو نہ دیکھا ہوگا

میزنگ "نہیں وہ مر چکی تھیں۔ سر چارلس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ کسی غیر ملک میں فوت ہوئیں"

گریسن "(کچھ سوچکر) اسٹیوئس کے متعلق تو آپ غالباً زیادہ نہ جانتے ہوں گے"

میزنگ "جی نہیں مگر نہ معلوم کیوں مجھے اس شخص سے دلی نفرت تھی، اس کی بیوی تو عجیب انسان معلوم ہوتی ہے" اس نے گذشتہ رات مجھے بہت ہی ڈرا دیا تھا"

گریسن (دلچسپی سے) "کیسے" میزنگ نے شب کا تمام واقعہ انسپکٹر کے سامنے دہرایا جس کے سنتے ہی انسپکٹر اچھل پڑا اور مسرت آمیز اور فاتحانہ لہجہ میں کہنے لگا۔ "آپ برائے مہربانی مجھے اس جگہ لے چلیں اور ایک پھاوڑا بھی ساتھ لیتے چلیں"

چند منٹ کے اندر میزنگ اور انسپکٹر ٹھیک اسی جگہ کھڑے تھے جس جگہ رات کو سیاہ پوش عورت نے زمین کھودی تھی۔ گریسن نے پوری سرگرمی کے ساتھ اس جگہ کو کھودنا شروع کیا اور ایک گھنٹہ تک بدستور کھودتا رہا۔ آخر کار وہ رکا اور ایک ہلکی سی چیخ اس کے منہ سے نکل میزنگ نے بھی وہاں جھک کر نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ انسان کے پاؤں کی ایک ہڈی دستیاب ہوئی ہے۔ گریسن نے پھر اپنا کام اسی سرعت اور سرگرمی سے شروع کیا۔ اس مرتبہ اس کا جوش بہت زیادہ تھا، کیونکہ اس کی توقع پوری ہو رہی تھی، آدھ گھنٹہ کی مزید محنت کے بعد انسانی جسم کا پورا ڈھانچہ برآمد ہوا۔ اس کے بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر اب تک دو انگشتریاں موجود تھیں ایک تو زمرد اور موتی کی تھی اور دوسری شادی کی انگشتری معلوم ہوتی تھی جو دلہن کو دیجاتی ہے۔

میزنگ (بکمال حیرت زدہ ہوکر) "للہ یہ تو بتائیے کہ اس کے کیا معنی ہے"

گریسن "میرے خیال میں اس سے بہت سے معمے حل ہو جائیں گے اول تو یہ کہ آپ کو جو اکثر کوئی نامعلوم شخص ٹیلی فون پر کہا کرتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ڈنبری محل کے کھنڈر میں آپ کے مکان کے سامنے بالکل قریب ہی" اس کا مطلب

اب بالکل صاف ہوگیا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں
پر اس سے روشنی پڑ گئی۔ آخرکار مجھے اس راز کا پتہ لگ گیا۔
جس کے دریافت کرنے کے لیئے میں سرگرداں پھر رہا تھا۔

میلزنگ" وہ کونسی بات تھی

گریسن" قتل کا مقصد۔ اب آپ مہربانی فرما کر مجھے
جلد سے جلد کروسویز میز لے چلیں"

(۷)

میزنگ اور گریسن دونوں ڈنسبری محل کے کھنڈر سے
لوٹے۔ گریسن اسوقت بہت مسرور تھا کیونکہ اس کی محنت بار
آور ہوئی تھی اور وہ قتل کے معمہ کی تہ کو پہونچ چکا تھا۔ وہ
ابھی مکان کے پھاٹک ہی تک آئے تھے کہ دربان نے بڑھکر
میزنگ کے نام کا ایک ملفوف خط یہ کہتے ہوئے دیا۔ سر چارلس
نے یہ خط حضور کے پاس ایک قاصد کے ہاتھ سے بھیجا تھا جو
آپ کے باہر جانے کے چند ہی منٹ بعد یہاں پہونچا۔

میلزنگ (گریسن سے معذرت خواہی کے لہجہ میں)
چند منٹ کی تاخیر کی میں معافی چاہتا ہوں' یہ کہتے ہوئے
اس نے لفافہ چاک کر کے خط پڑھنا شروع کیا جس میں لکھا تھا
میرے پیارے میزنگ! میں اپنی خادمہ کی حرکت سے مجبور
ہو کر یہ خط تم کو لکھ رہا ہوں تمہاری گذشتہ شب کی تحقیق نے
معاملات کا رخ پلٹ کر انجام میں تعجیل کر دی۔ مجھے معلوم ہے
کہ انسپکٹر گریسن کافی ذہین شخص ہے اور وہ اس معاملہ کو ہرگز نظر
انداز نہ کریگا اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہاں کھود
نے پر تم کو کیا ملے گا۔

اسٹیولس کو میں نے قتل کیا اور وہ کمبخت اسی کا مستحق
تھا۔ گریسن کو مجھ پر شروع ہی سے شک تھا وہ بار بار اس
بات پر زور دیکر کہتا تھا کہ قتل کمال ہوشیاری اور چابک
دستی سے کیا گیا ہے۔ اس سے مجھ پر اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ
اس کا نصف شبہ مجھ پر تھا۔ اس کو صرف اس بات کی
تفتیش تھی کہ قتل کا مقصد کیا ہوسکتا تھا،

اسٹیولس سالہا سال سے مجھے لوٹ رہا تھا اس نے
میرے مکان میں ٹیلی فون بھی لے رکھا تھا اور بار بار مجھے
دھمکی دیکر روپے وصول کیا کرتا تھا وہ اکثر مجھکو ٹیلی فون پر بلا کر میرا
راز افشا کرنے کی دھمکیاں دیا کرتا تھا چنانچہ وہ ادہورے نکے
اسی کے ہوا کرتے تھے۔ اسوقت وہ جو کچھ مانگتا مجھے دینا پڑتا

دس سال ہوئے کہ میری بیوی نے مجھ سے سخت بیوفائی
کی۔ خدا ایسی بیوفائی اور بے عزتی سے ہر شخص کو محفوظ رکھے
اس نے ایک مدت سے میری زندگی تلخ کر رکھی تھی اور اس کی
آخری حرکت ایسی تھی کہ میں نے بالکل از خود رفتہ ہو کر اس کو
مار ڈالا۔ میں نے اخبارات میں مشتہر کرا دیا کہ وہ غیر ملک میں
مری تھی۔ میں نے اس کی لاش ڈنسبری محل کے کھنڈر میں
دفن کر دی مجھے یقین تھا کہ چونکہ اس جگہ کے متعلق اتنے قصے
مشہور ہیں اسوجہ سے کوئی شخص بھی خوف کے باعث اس طرف
کا رخ نہ کرے گا اور اس طرح میرا راز پوشیدہ رہے گا۔ بدقسمتی
سے مجھے اپنے ملازم اسٹیولس کو اپنا شریک راز بنانا پڑا کیونکہ
یہ کام ایک شخص کا نہ تھا اس کے بعد جب اس کی شادی میری
خادمہ سے ہو گئی تو اس کو بھی یہ راز معلوم ہو گیا اسوقت سے
اسٹیولس ہمیشہ مجھکو لوٹتا رہا۔

جس روز اسٹیولس کی موت وقوع پذیر ہوئی ہے
اس روز میں نشتر کا ایک چاقو لندن سے خریدنے کے لئے
گیا تھا۔ وہاں اسٹیولس سے میری ملاقات ہو گئی۔ وہ جوئے

(باقی دیکھیئے صفحہ ۸۴ پر)

سید
ابو طاہر داؤد
کے بھانجے

HAFEEZ

جھولا

ازافسرالشعراحضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی

جب کالی گھٹائیں گھرتی ہیں اور برکھا نیر بہاتی ہے
اے پیتم پیارے کہاں ہو تم یہ یاد آ کے ستاتی ہے؟
جن جن کے پتی ہیں گھر پر وہ سکھیاں خوش خوش گاتی ہیں
یاں مجھکو اکیلے پن سے پیا اف نیند نہیں اب آتی ہے
جب مور شور مچاتے ہیں جب بادل گرج دکھاتے ہیں
تم پران پتی جلد آؤ کہیں بجلی بہت ڈراتی ہے
کیا ساون کا مینہ کر کر دن بھادوں بھی تو بیت چلا
تم جان مری کس دیس گئے؟ کیوں کوئی خبر نہیں آتی ہے
جو بانہہ پکڑ کر لائے تھے شاعر وہ اکیلا چھوڑ گئے
یہ دل ہے۔ پتھر اینٹ نہیں اب روح مری گھبراتی ہے

ہاکونے کی سیر

سلسلہ کیلئے عصمت مئی ۱۹۳۳ء ملاحظہ فرمائیے

گورا میں ایک شاندار مشہور جاپانی ہوٹل ہے اس ہوٹل میں سب کے ٹھیرنے کا انتظام تھا جب ہم لوگ ہوٹل کے دروازے پر پہنچے تو ہوٹل کی لڑکیوں نے اپنے دستور کے موافق سلام کیا جس کو ہم سجدہ کی طرح خیال کرتے ہیں اور سب کو فرشی سلیپر دیکر ان کے کمروں میں پہنچایا۔ اس ہوٹل میں قدرتی گرم چشموں کے پانی غسل کرنیکے لئے انتظام تھا اسی طرح ہاکونے میں جہاں جہاں گرم چشمے ہیں ان پر ہوٹل بنے ہوئے ہیں ان ہوٹلوں میں لوگوں کے ٹھیرنے کا مقصد گرم چشموں میں نہانا ہوتا ہے عام طور سے لوگ پبلک حمام میں جہاں ایک بڑا حوض گرم پانی سے بھرا رہتا ہے سب ملکر نہاتے ہیں پرائیویٹ حمام بھی موجود ہیں میں نے پرائیویٹ حمام پسند کیا اسکا چارج ہم کو علیحدہ دینا پڑا۔ ضرورت کا تمام سامان ہوٹل کی طرف سے دیا جاتا تھا یہاں تک کہ پہننے کے کپڑے بھی جاپانی لباس کا نام کیمونو ہے یہ ایک ایک شخص کو دو دو ملے تھے جس میں ایک روئی دار تھا دوسرا بغیر روئی کا ٹھنڈا۔ تمام پروفیسر ایک لباس میں بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ ایک بڑا کمرہ تمام پروفیسروں سے بھرا ہوا تھا تھوڑی دیر میں میٹنگ ختم ہوئی اور کھانا شروع ہوا۔ تب پروفیسروں نے اس کمرہ میں ایک جگہ کھانا کھایا تھا عورتوں نے اپنے اپنے کمروں میں تمام کھانا جاپانی تھا جو میں مطلق نہیں کھا سکی کچھ چاول انڈے

کھا کر کھڑی ہوگئی اب تو جاپانی کھانے کی عادت ہوگئی ہے۔ اسی دوران میں شامی سین باجے کی آواز کان میں آئی۔ شامی سین ایک جاپانی باجے کا نام ہے جو ہندوستان کے ستار کی صورت سے ملتا جلتا ہے فرق یہ ہے کہ ستار میں کئی تار ہوتے ہیں شامی سین میں صرف تین تار ہوتے ہیں اور ان سے ہی نہایت سریلے سُر نکلتے ہیں۔ اس کا بہام عام رواج ہے ہر ادمی میں بھی سکھایا جاتا ہے۔

مسز لین پروفیسر کی بیوی باجے کی آواز سنکر میرے کمرہ میں آئیں اور مجھکو اپنے ہمراہ لے گئیں۔ کمرہ میں سامنے کی طرف اونچی جگہ کئی گیشائیں (طوائفیں) ناچ گا رہی تھیں۔ جاپان کا خاص طریقہ ہے کہ محفلوں میں گیشاؤں کا انتظام ہوتا ہے اور یہی مہمانوں کو کھانے پیش کرتی ہیں۔ اس کے بعد ناچتی گاتی ہیں۔ یہ کیفیت دیکھکر میری حیرت کی کچھ انتہا نہ رہی کہ باوجود گیشاؤں کے محفل میں کوئی بدتمیزی نظر سے نہ گزری۔ تمام پروفیسر اور گیشائیں کس تمیز و تہذیب سے اپنے اپنے فرائض انجام دے رہی تھیں کہ عبرت ہوتی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ شراب کا دور بڑے پیمانہ پر چل رہا تھا کیونکہ تمام جاپانی شراب نوشی کے بڑے شوقین ہیں اور محفلوں میں شراب کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ عجیب تماشہ تھا گیشائیں مہمانوں کو شراب پیش کرتی تھیں اور مہمان گیشاؤں کو۔ بقول شاعر ؎

چھڑکا ؤ کر دیا ہے مے کا گلی گلی میں۔ لیکن کوئی بے عنوانی دیکھنے میں نہ آئی البتہ ہنسی مذاق ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ بعض بعض پروفیسر ایک دوسرے کے ساتھ خود ناچنے گانے لگے۔ ہندوستان میں اگر اس قسم کے جلسے ہوں تو خدا معلوم کیا کیا بدتمیزیاں واقع ہوں۔ اکثر محفلوں میں پروفیسر براس کی بھی شراب سے تواضع کی جاتی ہے اور جب ان کی طرف سے قطعی انکار ہوتا ہے تو جاپانی بڑا تعجب ظاہر کرتے ہیں۔ ہم اپنے گھر کی دعوتوں میں مہمانوں کو کبھی شراب پیش نہیں کرتے۔ ایک مرتبہ میں نے دعوت کے موقع پر ایک جاپانی دوست سے کہدیا تھا کہ جو چیز ہم خود پسند نہیں کرتے وہ اپنے مہمانوں کو بھی نہیں دیتے۔

حقیقت یہ ہے کہ جاپانی لوگ اپنا خوشی کا وقت بہت پُرلطف گزارتے ہیں اور ان کو اس کے صحیح استعمال کرنے کا طریقہ آتا ہے۔ افسوس ہم ہندوستانیوں پر کہ ہم رنج و فکر کو اپنی زندگی کا جزو اعظم سمجھتے ہیں اور خوشی میں بھی ہمیشہ رنج کیا کرتے ہیں۔ انصاف تو یہ ہے کہ انسان اپنے عیب پر خود ہی غور کرے تو اصلاح کی کچھ اُمید ہو سکتی ہے۔ مجھے ہندوستان میں بھی ناچ گانے کی اکثر محفلوں میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ افسوس ہمارے ہاں کے لوگ اس تہذیب سے بہت دُور ہیں اور جاپانی ان سے بہت بالاتر۔ کاش ہمارے ہندوستانی بھائی انکی تقلید کریں اور ہندوستان کو قطعی ایسی بیہودگیوں سے پاک کر دیں۔ ان لوگوں کی ایک ایک بات دل پر نقش ہوتی جاتی ہے۔ اور اپنی زندگی ان کے مقابلہ میں جانوروں کی زندگی سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ یوں اپنے مُنہ میاں مٹھو بنجانا کچھ مشکل نہیں۔ الغرض بڑی رات تک گانے بجانے کی محفل گرم رہی پھر سب نے آرام کیا۔

دوسرے روز صبح ہم نے دوبارہ پرائوٹ حمام میں غسل کیا اور ناشتہ کرکے آشی جھیل دیکھنے روانہ ہوگئے۔ یورپین لوگ اس کو ہاکونے جھیل کہتے ہیں۔ راستہ میں بڑے خوبصورت مناظر دیکھے۔ پہاڑ کے دو طرفہ سرو کے گھنے جنگل کھڑے تھے۔ موٹر برابر پہاڑوں میں ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ یہ راستہ اس قدر خمدار اونچا نیچا اور نازک ہے کہ مجھے خوف معلوم ہوتا تھا کہ خدا نہ کرے ذرا سی چوک سے موٹر کہیں کھڈ کی نذر ہو جائے۔ لیکن خدا کا فضل رہا اور بڑی خوبی سے موٹر منزل مقصود پر پہنچ گئی۔ جاپانی لوگ موٹر بائیسکل چلانے میں کمال رکھتے ہیں۔ ریل کا راستہ بھی بالکل اسی راستہ کی طرح ہے۔ جھیل پر پہنچے تو سب سے پہلے کوہ فوجی کے درشن ہوئے۔ یہ جھیل پہاڑوں کے درمیان واقع ہے اور تقریباً ساڑھے تین میل لمبی ہوگی۔ کوہ فوجی جھیل کے پیچھے واقع ہے جھیل کے ایک مقام سے پہاڑ کا

کہ اس کے پانی میں جوں کا توں دکھائی دیتا ہے گویا ڈبل فوجی دکھائی دیتا ہے لوگ اس کو بڑے شوق سے دیکھتے
ہیں اور واقعی یہ حسین دیکھنے کے قابل ہے ہم نے یہاں بھی کئی فوٹو لئے اور موٹر بوٹ پر سیر کی اس کے بعد درگاہ
کی درگاہ کا دروازہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ دروازے کی سیڑھیاں بسبب پہاڑ کے آثار چڑھاؤ سے بنائی
گئی ہیں اور اس کے دو طرفہ دو دو سو برس کی عمر کے سرو کی قسم کے کریپ ٹومیریا Cryptomeria
درخت لگے ہوئے ہیں۔ یہ درخت سیڑھیوں کے آثار چڑھاؤ کے لحاظ سے لگائے گئے ہیں جو نہایت خوبصورت
معلوم ہوتے ہیں۔ بلا مبالغہ ان درختوں کی لمبائی سو سو فیٹ کی ہوگی جب ان کو دیکھو تو گردن بالکل گدّی سے جا لگتی
ہے۔ چلتے چلتے تھک گئے تھے اور بھوک بھی محسوس ہو رہی تھی آخر جھیل کے کنارے رسٹارنٹ میں کھانا کھایا اور کچھ دیر آرام
کر کے گھر روانہ ہو گئے۔

یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ جاپانی قدرتی طور پر سیر و تفریح کے بہت شائقین ہیں۔ بارہ مہینے مختلف قسموں کی سیروں
کا لطف اٹھاتے ہیں۔ عورتوں کو بھی مردوں کی طرح آزادی ہے تاہم میں نے ہر موقع پر ضعیف العمر جاپانی خاتونیں
صاف ستھری کنگھی چوٹی سے درست دیکھیں جن میں نوجوانوں کی طرح ابھی سیر و تفریح کا شوق موجود ہے اس ملک کی
معاشرت صاف بتا رہی ہے کہ عورتیں کافی سیر و تفریح کر لیتی ہیں۔ ضعیفی کی عمر میں بھی ان میں نوجوانوں کی سی اُمنگ
مجھے حالتِ استغراق میں ڈال دیتی ہے کہ اللہ اکبر یہ سن اور یہ سیر و تفریح۔ میں جب اپنی ہندوستانی بزرگ
بیبیات کا خیال کرتی ہوں تو یقین کیجئے کہ ان کی حالت سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ بہت سی بزرگ ہستیاں سردی میں
ہفتوں کنگھی نہیں کرتیں ان کا سر اقدس رُوئی دُھننے کی دکان معلوم ہوتا ہے۔ سر میں بالوں کی گرہیں اور لحاف و رضائی
کے سینکڑوں پھونسڑے زیب گیسو ہوتے ہیں۔ سیر و تفریح سے تو سروکار ہی نہیں اگر ان سے کہا جائے کہ فلاں مقام پر سیر
کو چلیئے تو فرماتی ہیں کہ اب ہماری عمر نہیں رہی۔ میری محترم بزرگ مائیں مجھے معاف فرمائیں کہ میں نے ان کے متعلق
اپنا ناقص خیال حوالہ قلم کیا لیکن اگر ذرا بھی ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں تو مجھے ہرگز نشانۂ ملامت نہ بنائیں گی۔
حاشا حاشا میرا منشا ہرگز اپنے وطن اور اپنے بزرگوں کی مذمت کرنا نہیں ہے بلکہ یہاں کی عمر دراز عورتوں کی حالت
دیکھ کر مجھے صرف شرم ہی نہیں آتی بلکہ رنج ہوتا ہے۔ دوسری قومیں ہندوستان میں جب ہمارا مطالعہ کرتی ہوں گی تو
ہمارے متعلق ان کا کیا خیال ہوتا ہوگا۔

نکاؤ تو گے سے واپسی پر مدرسہ کی لڑکیوں کو بھی سیر کے لئے جاتے ہوئے دیکھا۔ یہاں عام طور سے مدرسہ کے
بچوں کو مشہور مقامات کی سیر کو ضرور لے جاتے ہیں جو ان کی معلومات میں قابل قدر اضافہ کرتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو ٹریم کار
ریزرو کر کے بازاروں کی سیر بھی کراتے ہیں۔

میں نے اپنی ملنے والیوں سے اور ان کے بچوں سے جن مقامات کی میں نے سیر کی ہے ذکر کیا تو اس وقت تک
ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے ان مقامات کو نہ دیکھا ہو۔

مسز برلاس از ٹوکیو

میں تین سال سے کیوں خاموش ہوں

پروفیسر ستار خیری ایم اے کا گرامی نامہ

عزیزی میاں رازق سلمہ اللہ تعالیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میاں تمہارا بار بار کا تقاضہ بالکل بجا ہے اور یہ کہنا بھی کہ آپ تو جرمنی ہی میں رہتے تو اچھا ہوتا وہاں سے آپ مضمون تو لکھ بھیجتے تھے مگر اب ہندوستان میں آئے ہوئے تین سال ہو گئے اور ایک مضمون بھی نہیں بھیجا بہتر ہو اگر آپ پھر جرمنی ہی چلے جائیں۔

اصل بات یہ ہے اور یہ میں تم سے زبانی کہہ بھی چکا ہوں کہ ستائیس برس کے بعد ہندوستان میں واپس آکر مجکو ایسا صدمہ ہوا ہے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ میں اس بات کا معتقد اور قائل ہوں کہ ہماری تہذیب تمدن اور ترقی کا مستقبل ہماری عورتوں کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے عورتوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر اثرات وغیرہ کے متعلق بہت کچھ چھان بین کی ہے اور قوموں اور ملتوں کے عروج و زوال کے اسباب کے متعلق بھی تحقیقات کرتا رہا ہوں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو ہندوستان کی خاصکر مسلمان عورتوں کی حالت دیکھ کر بہت صدمہ ہوا۔ اب بھلا میں اگر اس مضمون پر عصمت میں لکھوں اور سچ سچ لکھوں کیونکہ میں جو دل میں ہوتا ہے وہی کہتا ہوں مصنوعی اور بناوٹی باتیں مجکو کرنی نہیں آتیں تو پھر سب بہنیں اور بہت سے بھائی میرے دشمن ہو جائیں اور کسی قسم کا کچھ فایدہ بھی نہ ہو۔ میری عادت نہیں کہ میں توڑنے والی یعنی تخریب کن نکتہ چینی کروں۔ کسی چیز کا بگاڑنا جب تک کہ آدمی اوس سے اچھا بنا نہ سکے کچھ اچھی بات نہیں ہے۔ ہماری قوم کو اس بیماری سے بہت نقصان پہنچا ہے۔

چونکہ بہت سوچ بچار کے بعد اب کچھ خیالات آنے لگے ہیں کہ ہندوستانی مسلمان عورتوں کی تعلیم و تربیت وغیرہ کے متعلق کونسا راستہ مناسب ہوگا تو میں نے اب ارادہ کیا ہے کہ عصمت میں پھر کچھ لکھنا شروع کروں چاہے بالعموم میری بہنیں مجکو برا ہی کیوں نہ کہیں۔

اول تو بات یہ ہے کہ جتنے گھروں کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور ان گھروں میں سب ہی قسم کے گھر شامل ہیں بڑے سے بڑے مسلمان عہدہ دار سے لیکر غریب سے غریب تک کے ان میں میں نے یہ پایا کہ چاہے وہ یورپی طرز رہائش کے دلدادہ ہوں اور چاہے نہ ہوں ہمنے ان پچھلے تیس سال میں بہت بڑا تنزل کیا ہے۔ جو یورپی طرز رہائش کے دلدادہ ہیں انہوں نے بس یورپ کی چند سطحی یعنی اوپری باتوں کو لے لیا ہے اس میں بعض وقت ایک بات کو دوسری سے مناسبت تک نہیں۔ کیونکہ اندھی نقل ہے۔ اکثر بڑے سے بڑے نواب کا گھر کیا ہے کہ کسی فرنیچر

میز کرسی وغیرہ) نیلام گھر والے کی دکان ہے بے جوڑ سامان ہے ذوق سلیم کا نام تک نہیں۔ پیسہ تو بیشک خرچ ہو گیا
شعور کا پتہ نہیں۔ یہی حال کپڑوں کا ہے۔ کپڑے تو یورپ کے شہزادوں سے اچھے مگر بات کرنی بھی نہیں آتی۔ کوا چلا ہنس
کی چال اپنی بھی بھولا اور ہنس کی چال بھی نہ آئی۔

اب سے تیس برس پہلے ہماری پرانی تہذیب کے کچھ آثار باقی تھے اور ہماری رہائش اور وضع قطع عادات کا ایک معیار تھا۔ مثلاً بیٹیوں کی شادی میں جو جہیز دیا جاتا تھا وہ ایک خاص وضع قطع کا ہوتا تھا۔ دلی میں ایک پلنگ ایک چھپر کھٹ ایک نماز کی چوکی، ایک نہانے کی چوکی، ایک پاخانہ کی چوکی، دو بڑے بڑے رنگین صندوق جو طرز اور رنگ میں چوکیوں سے ملتے تھے۔ ایک گھڑونچی۔ صراحی کے لئے لگن۔ باورچی خانہ کا سامان بھی معین تھا۔ کپڑے بھی۔ برتن بھانڈے بھی۔ امیر چاہے سونے چاندی کے برتن دیں دلہن کو نیس دو لڑا کر گھوڑا۔ مگر وضع قطع مقرر تھی گو اب سے تیس برس پہلے بھی بعض ایسی چیزیں جہیز میں ہوتی تھیں جو کبھی استعمال نہ ہوتی تھیں مگر پہلے ان کا استعمال ہوتا تھا۔ ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری ایک طرح کی رہائش تھی ہماری ایک تہذیب تھی۔ گرمی ایک سخت تکلیف دہ موسم ہے مگر مجکو یاد ہے کہ گرمی کی بھی اپنی بہار ہوتی تھی۔ تیسرا پہر ہوا انگنائی دھلنی شروع ہوئی۔ تخت چوکیاں دھلیں ان پر دری چاندنی بچھی پلنگ بچھے۔ تخت کے قریب گھڑونچی و لگن لگے کورے گھڑے اور صراحیاں جن پر سفید صافیاں لگی ہوئی ہیں لائی گئیں اس پانی کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ شربت اولے مع تخم میراں اور کیوڑے یا فالودہ کا بھی اکثر انتظام ہوتا تھا۔ بیلے اور چنبیلی کے پھول ہر طرف مہکتے تھے عورتیں بچے بڑے سب صاف صاف کپڑے پہنے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ پلنگوں پر صاف صاف چادریں بچھی ہوئی نظر آتی تھیں۔ عورتیں پھولوں کے ہار پہنے ہوئے ہیں خس کا عطر لگا ہوا ہے۔ بالیوں میں بھی پھول بھرے ہوئے ہیں۔ عمدہ عمدہ پنکھے رکھے ہوئے ہیں۔ اس فضا میں گرمی محسوس تک نہ ہوتی تھی۔ برسات کی عجیب شان تھی۔ جھولے، پکوان۔ گیت سب ہی گھروں میں ہوتے تھے۔ عید، بقرعید، شب برات کی خوشیاں بھی یاد ہیں۔ سب لوگ قریب قریب ایک ہی سا مناتے تھے۔ جمعرات کی ہنڈ کلیا، گڑیوں کی شادیاں بھی عام تھیں۔

اب آج کل جو نقشے ہیں اگر میں ان کو بیان کروں تو وہ لوگ جن کے گھروں میں میں آیا گیا ہوں بگڑ جائیں۔ مجکو خوب یاد ہے کہ پہلے گھروں میں بہت زیادہ صفائی ہوتی تھی۔ انگنائیاں صاف، باورچی خانے صاف، ہر چیز سلیقے سے رکھی ہوئی۔ دالانوں میں بوریا دری جازم چاندنی، پلنگوں پر پلنگ پوش۔ سیج بند۔ اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔ گو گھروں میں جوان جوان بیٹیاں بھتیجیاں بھانجیاں اور دو دو تین تین ماماٸیں لونڈے مگر مکان ہے کہ کتے لوٹتے ہیں ایک طرف دودھ کا کلڑھا ٹوٹا پڑا ہے ایک طرف کسی پرانی جوتی کا ایک پیر گل اور سڑ رہا ہے ایک کونے میں ٹوٹا کاٹھ کباڑ اٹا ہوا ہے۔ بچوں کے کپڑے پھٹے ہوئے، میلے۔ کوئی چیز سلیقے کی ہے ہی نہیں۔

اور میاں اور بیوی اصلاح قوم میں سرگرم۔ "خودرا فضیحت دیگراں رانصیحت" ساری قوم کا یہی حال ہے۔

اصل یہ ہے کہ ہماری کوئی تہذیب نہیں رہی۔ پڑھی لکھی عورتیں جاہلوں سے بدتر۔ اور جنھوں نے پردا چھوڑ دیا ہے وہ تو سبحان اللہ۔ میں اصول میں پردے کا سخت مخالف ہوں اس لئے جب میں ان عورتوں کی حالت دیکھتا ہوں جنھوں نے پردا چھوڑ دیا ہے تو بے حد صدمہ ہوتا ہے۔ میرے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ کھڑا کہاں ہوں۔ میاں رازق کیا مضمون لکھوں۔ کس طرح کہوں کہ پردہ چھوڑنا چاہئے یہ نہایت ہی مضر ہے۔ اور موجودا پردا اسلامی پردا بھی نہیں۔ اسلام ایسے پردہ کا حامی نہیں۔ نہ اِس طرح نہ اُس طرح۔ تو پھر گاڑی کس طرح چلے۔

ہماری پڑھی لکھی عورتیں یورپ کی عورتوں کی نقل کرتی ہیں۔ ذرا ان کی طرح سولہواں حصہ کام تو کریں مگر افسوس کہ یورپ کی عورتیں جو ہندوستان میں آتی ہیں وہ بھی اپنا دبدبہ دپرسٹیج Prestige قایم رکھنے کے لئے کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ ہندوستانیوں کی نظروں میں کام کرنے والے کی عزت نہیں ہوتی اللہ کی شان جس اسلام کا نبی اور رسول کی بیویاں اور لڑکیاں ہر کام کرتے تھے اب وہی مسلمان اور ان کی عورتیں ہیں کہ جن کو کام سے عار و شرم۔ دوسرے لوگ اسلامی خصلتیں اختیار کر رہے ہیں اللہ نے ان کو حاکمیت اور اصلی عزت دی ہے۔ جرمنی میں اب یہ قانون بنگیا ہے کہ کسی شخص کو چاہے وہ نواب کا لڑکا ہو چاہے قیصر کا پوتا ہو کوئی نوکری نہیں ملے گی جب تک وہ ایک خاص مدت (بالعموم چھ مہینے) زمین پر پھاوڑے اور کدال سے کام نہ کرے۔ انگلستان، امریکہ، وغیرہ کے لوگ اور طالبعلم جرمنی میں آکر اس کا مطالعہ کر رہے ہیں اور وہاں بھی یہ قانون بنوانے کا ارادہ ہو رہا ہے۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ مجمع میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ باتیں کرتے کرتے نواب صاحب نے ایک دم گردن پھیر کر پیچھے کا ہونٹھ آگے بڑھا کر منہ کھول دیا اور نوکر نے فوراً بڑھ کر منہ میں پان ٹھونس دیا۔ واہ کیا امیری کی شان ہے۔ گھروں میں بھی عورتوں کا یہی حال ہے گھر میں جتنے نوکر زیادہ بیگم صاحبہ اتنی قابل جتنی ان کو گھر کے کاموں کی خبر نہ ہو اتنی ہی وہ قابل عزت۔ نہ ان کو یہ خبر ہے کہ آج کیا پک رہا ہے نوکر جو چاہے لائے۔ نہ ان کو کسی چیز کے بھاؤ کی خبر۔ یہ جاننا بڑی کسر شان ہے۔ نوکر ایک ایک کے دس دس وصول کرتا ہے گھر لٹتا ہے۔ شام سے پہلے بیگم صاحب موٹر میں بیٹھ کلب ٹینس کھیلنے جاتی ہیں۔ بچے آوارہ۔ گھر لٹا۔ مگر شان نہ گئی۔ مجھے معلوم ہے کہ ایک یورپین عورت کا باورچی ہر قسم کا باورچی خانے کا سامان مثل چاء، کوکو، پوڈنگ، مکھن، دودھ، ایک ہندوستانی آزاد بیگم صاحبہ کے باورچی سے خرید لیتا ہے۔

اب اگر تعلیم اور آزادی کا یہی نتیجہ ہے تو بتاؤ یہاں رازق میں تعلیم اور آزادی کے وعظ کس طرح کہوں۔ گھر میں بند عورت وہ بھی نکمی بھلا وہ گھر کو جس طرح چاہے کس طرح چلا سکتی ہے اوسکو تو گوشت ترکاری کا بھاؤ تک معلوم نہیں نوکر جا ہے جتنے دام وصول کرے۔ اور گھر سے نکلنے والی عورت وہ بھی نکمی اگر اوس نے نکلنے سے یہی سیکھا کہ کلب میں جاوے یا دوسری جگہ غپ شپ کرے ہر گرمی میں پہاڑ پر۔ نہ گھر کی خبر نہ بچوں کی تو یہ بھی نکمی پھر بتاؤ کہ آدمی کیا کرے۔

اصل یہ ہے کہ ہماری عورتوں کی **تعلیم و تربیت بالکل ناقص** ہے ہمارے لیڈروں میں سے اس طرف دل سے کون توجہ کرتا ہے ہاں اگر ذاتی فائدہ کی اُمید ہو تو ہر طرف سے دوڑ پڑ جاتی ہے۔ نوّے فی صدی لیڈر خود غرض ہیں۔ اخلاص اور ایثار کا نام نہیں۔

اب بھلا بتاؤ دل میں تو اس قسم کی باتوں کی بھڑاس ہے۔ کیا یہ بھڑاس نکال کر سب کو دشمن کر لوں۔ دنیا میں رہنا مشکل ہو جاوے۔ اگر عصمتی بہنوں کو میری کھری اور اپنی بُرائیاں سُننے کی تاب ہو تو میں سلسلۂ مضامین جاری رکھوں۔ ورنہ والسلام۔ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ خط عصمت میں چھاپ دو اگر کوئی لفظ میری مخلص قلم سے ایسا نکل گیا ہو جس کی تاب عصمت کے پڑھنے والوں کو نہ ہو تو وہ نکال دینا کیونکہ میرا مطلب کسی کو آزردہ کرنے کا نہیں۔ جتنی مجکو اپنی بہنوں سے محبت ہے اور جتنا میں اون کا خیر خواہ ہوں شاید ہی کوئی ہو۔ سب کے اوجب

ستار خیری از علی گڈھ

اُن کی یاد میں

(از ڈاکٹر سعید احمد صاحب بیلوی)

اک مہینے بعد پھر "عصمت" کا پرچہ آ گیا
کون دیکھے ہے یہاں غم سے خود اپنا جی نڈھال

لیکے بیٹھی ہوں مگر کیا خاک جی بہلے بھلا!
مجھکو تو دو چار سطروں کا بھی پڑھنا ہے وبال

ڈھونڈتی ہے آنکھ اسی صورت کو گھر میں رات دن
دل کو رہتا ہے تو بس آٹھوں پہر انکا خیال

چلتے چلتے آنکھوں آنکھوں میں وہ کیا یہ کہہ گئے؟
ہو گیا کیوں ہائے پھر جینا مجھے امر محال

آہ! وہ مڑ مڑ کے انکا میری جانب دیکھنا
یاد آتا ہے تو ہو جاتا ہے دل بالکل نڈھال

پھر وہی اختر شماری پھر وہی شامِ فراق
پھر وہی ویرانہ حالی، پھر وہی رنج وملال

ہائے کیسی خوش تھی میں سُنکر کہ اب وہ آئیں گے
شوق میں ایک ایک گھڑی میرے لئے تھی ایکسال

آنکھ دروازے پہ رہتی تھی سدا آہٹ پہ کان
سر میں سودا تھا بس انکا، دل میں صرف انکا خیال

پوچھتی پھرتی تھی میں ایک ایک سے تاریخ دن
کوئی کتنا ہی ہنسے لیکن یہاں وہ ہی سوال

انکی تصویریں انکے خط رکھے تھے سب بے دن میں
دن میں سو سو مرتبہ بس اسکو رکھ اسکو نکال

خیر قسمت سے آئی "ان" کے آنے کی گھڑی
آنکھ تھی مشتاق جن کی دل کو تھا جن کا خیال

جانے کیسے ایک دن میں مہینہ ہو گیا!!
دم کے دم میں عیش کی گھڑیاں ہوئیں ختم اب خیال

آ گیا جانے کا دن! لو ہو گئی رخصت تمام
آہ! اب "ان" کا ایک دن رکنا بھی تھا امرِ محال

وقتِ رخصت اُف وہ میرا غم وہ انکا اضطراب
کچھ کہی اپنی نہ سُن پائے وہ میرے دل کا حال

جی بھر آتا تھا "ان" کا بھی، مگر پھر مرد تھے
مسکرا کر میرے چہرے سے ہٹائے میرے بال

چاہتے تھے کچھ کہیں آواز غم سے رک گئی
ہم پہ دو بیجان تصویروں کی صادق تھی مثال

ہوش تو کب تھا، مگر ان کا یہ کہنا یاد ہے
"دیکھنا تم بس خطوں کا اک ذرا رکھنا خیال"
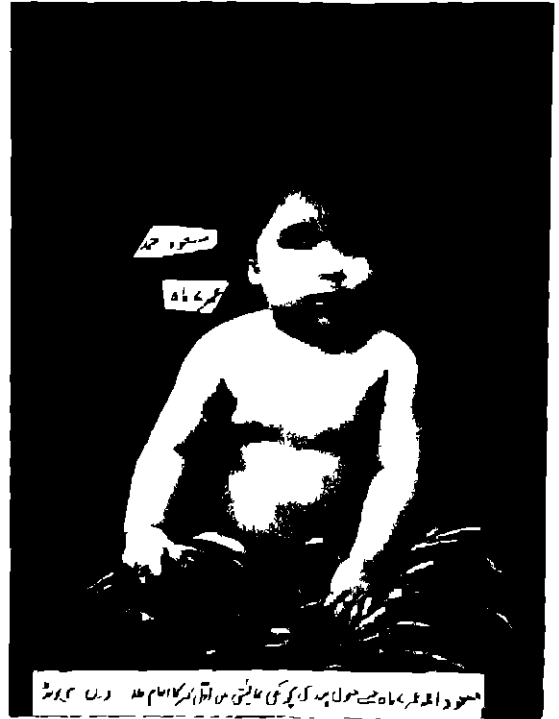
"آں" کی یاد میں

pular Press Delhi

[illegible] (عمر ۴ سال)

مسعود احمد عمر ۷ ماہ [illegible]

شگفتہ بیگم (عمر ۶ ماہ) بنت بیگم سید محمد ہادی بی اے حیدرآباد دکن

ڈاکٹر اور بیگم اے آر لودی کا بچہ سجاد احمد خاں عمر ۲ سال دو ماہ

مِس فلورنس نائٹنگیل

(۱)

نائٹنگیل کا آتا ہے زباں پر جب نام — بُلبلِ خامہ بصد ذوق چہک اُٹھتا ہے
زہے او صاف کہ تحریر سے جب لیجئے کام — مثلِ گُل صفحۂ قرطاس مہک اُٹھتا ہے

(۲)

گرم بازارِ اجل تھا کہ وہ میدانِ[1] وغا — جنسِ جاں تھی خس و خاشاک سو ارزاں اس میں
زخمیوں کا تھا شمار اور نہ کچھ لاشوں کا — مُولی گاجر کی طرح کٹتے تھے انساں اس میں

(۳)

عملِ دستِ قضا زیرِ فلک جاری تھا — جس طرف دیکھئے۔ دم توڑ رہے تھے مجرُوح
جان و تن پر اثرِ وحشت و بیزاری تھا — عالمِ نزع میں سر پھوڑ رہے تھے مجرُوح

(۴)

جل اُٹھا ایسا کہ بیگانۂ ارام ہُوا — سوزِ ابنائے وطن میں دل بیتاب اُس کا
صنف نازک سے بڑا کام سر انجام ہُوا — شاہدِ حال ہے خورشیدِ جہاں تاب اُس کا

(۵)

موت کے مُنھ سے ہزاروں کو بچایا اس نے — مرنیوالوں پہ ہُوئیں [illegible]ع کی گھڑیاں آساں
دوشِ نازک پہ بڑا بوجھ اُٹھایا اُس نے — کر دیا ہمّتِ مردانہ کو یکسر حیراں!

(۶)

ایسے غمخوار کہاں ملتے ہیں غمخواروں میں — درد کا فُور ہوا جب سرِ بالیں آئی
اُس کے آجانے سے جاں آئی تھی بیماروں میں — موت بھی آئی تو باراحت و تسکیں آئی

(۷)

قبر پر پھول عقیدت کے چڑھاتے ہیں ابھی — قوم کی قوم ابھی ممنُون چلی آتی ہے۔
جاں فزا، ولولہ انگیز ہے رُوداد اُس کی — رُوح کو رفعتِ تقدیس پہ لے جاتی ہے

(۸)

خدمتِ خلق میں ہے آبِ بقا کی تاثیر — پا گیا یُوں جو حیاتِ اَبدی نام اُس کا
زندگی میں بھی خدا نے اسے بخشی توقیر — مایۂ نازِ پسِ مرگ بھی ہے کام اِس کا!

تلوک چند محرُوم

[1] حملہ جنگ کریمیا۔

"نوک جھونک"

ایک ایکٹ کا مزاقیہ ڈرامہ

افراد۔ پروفیسر محمود۔ زندگی کی ستم ظریفیوں کے شکار
رہن کی پچاس گردشیں دیکھے ہوئے۔
بیگم روشن آرا۔ چہرے پر حُسنِ ماضی کے شکستہ
آثار۔ پروفیسر سے پانچ برس چھوٹی رشتہ
کے لحاظ سے چچازاد بہن اور قانون کے لحاظ
سے منکوحہ بیوی۔
منصور۔ سات سال کا معصوم بچہ۔
دردانہ } بہنیں۔ آپس میں حقیقی اور پروفیسر اور
ریحانہ } بیگم کی چچازاد۔

سین پہلا۔

تعارف (ایک آراستہ کمرہ ہے جسے ہندوستانی اور
اور انگریزی تہذیب کا کلچر کہنا چاہئے۔ پروفیسر کھڑے
ہوئے ڈاڑھی مونڈھ رہے ہیں۔ منصور کو بیگم چار پلا رہی
ہیں۔ دردانہ وریحانہ میز کے قریب بیٹھی ہوئی "عصمت"
کا سالنامہ پڑھ رہی ہیں۔)

بیگم (پیالی میں چار اُنڈیلتے ہوئے)۔ منصور! (ذرا اتنے زور
سے پکارتی ہیں کہ بچہ گھبرا جاتا ہے اور پیالی کو ہاتھ سے گرا دیتا
ہے)۔ بیکی اُترے تمہارے اوپر۔ قبر میں پیر لٹکائے بیٹھے ہو
اب تو کلّے چھیلے سے باز رہو۔ آخر یہ روز روز شیو کرنے
سے فائدہ کیا۔ پروفیسر (اس طرح جیسے سُنا ہی نہیں)
منصور۔ ا جی پاپا۔ پروفیسر (بیٹا تم نے ہماری قمیص میں رفو
کردیا؟) منصور۔ (خاموش)
بیگم۔ بیٹا منصور! تمہاری قمیص پرانی ہوگئی ہے۔ رفو کی
گنجائش ہی نہیں ہے۔

پروفیسر۔ ہو نہو۔ دل میں نہ ہوگی۔ قمیص میں تو ہے۔ میں
تم سے کہتا ہوں منصور!
بیگم۔ قمیص سوئی کی ایک نوک ہی برداشت نہیں کرسکتی
دل طعنوں اور چٹکیوں کے سینکڑوں نشتر برداشت
کرسکتا ہے۔ میں تم سے کہہ رہی ہوں منصور!
پروفیسر۔ بیٹا لاؤ میں اُس قمیص کو پھاڑ ڈالوں۔
بیگم۔ پُرانی چیزوں کا یہی مصرف ہے۔ منصور۔
پروفیسر۔ کاش کہ پُرانی بیویوں کا بھی یہی مصرف ہوتا۔
بیگم۔ اسی کے ساتھ پُرانے شوہروں کا بھی۔
(پروفیسر۔ خاموشی سے حمام کا رُخ کرتے ہیں۔ دردانہ اور
ریحانہ ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھتی ہیں اور میز پر سے
اُٹھ کر بیگم کے پاس آکر بیٹھ جاتی ہیں۔)
دُردانہ۔ اے باجی۔ ریحانہ۔ اے باجی۔ بیگم۔ کہو!
دُردانہ (مسکرا کر) منصور۔ آپ کا بہت شریر معلوم ہوتا ہے
بیگم۔ کیوں کیا ہوا۔
ریحانہ۔ دولہا بھائی کی قمیص میں رفو نہیں کرتا۔
دردانہ۔ شیو کیے جاتا ہے داڑھی نہیں رکھتا۔
بیگم۔ (کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے) اب میری زندگی کا سہارا
منصور ہی تو ہے۔ ہم دونوں کے درمیان مغائرت اور نفرت
کی ایک دیوار حائل ہوگئی ہے جو گر نہیں سکتی ہاں بڑھ سکتی ہے
تین سال سے یہی عالم ہے۔ البتہ منصور ایک سوراخ کا
کام دیتا ہے جس کے پردہ میں ہم ایک دوسرے سے مطلب
کی بات کہہ لیتے ہیں۔ اگر منصور نہ ہو تو میں خاموشی کا روزہ
رکھ لوں۔

ریحانہ - یہ کشیدگی کس بات پر ہوئی۔
بیگم - بلا وجہ - دردانہ - آپ دونوں کی محبت تو شہر بھر میں مشہور تھی۔
ریحانہ - محبت کی افراط کا یہی حشر ہوتا ہے۔
بیگم - اب دلوں میں گرہ پڑ گئی ہے - ایک دن آ ٹھ کھڑی ہونگی (آنسو گرنے لگتے ہیں اُٹھ کر منہ دھونے جاتی ہے)
دردانہ - چلو ان دونوں میں ملاپ کرا دیں۔
ریحانہ - یوں کہو کہ جنگ کرا دیں - دردانہ - کیوں۔
ریحانہ - تاکہ خود بخود ملاپ ہو جائے - جانتی ہو - سوتی ہوئی محبت کو بیدار کرنے کے لئے اور جاگتی ہوئی دشمنی کو سلانے کے لئے - کس چیز کی ضرورت ہے - جنگ کی - یہ لوگ بہت زیادہ خوددار ہیں - خطاؤں کو دل میں رکھ کر پرورش کرتے ہیں اور پھانس کا بانس بنا دیتے ہیں - دل کھولتا ہے - جس میں ابخرات آتش فشاں پہاڑ کا مادہ بن جاتے ہیں - اُس کو نکلنے کا راستہ ملتا نہیں اس لئے طبیعت میں زلزلے آتے رہتے ہیں - طبیعت اور پانی دو چیزیں ہیں جن کا رکنا طوفان اور سیلاب لاتا ہے - اسلئے دو روٹھے ہوئے دوستوں میں ملاپ کی کوشش نہ کرو بلکہ انکو ایک دوسرے سے ٹکرا دو اور لڑا دو - دل کھول کر - گرم گرم آنسو جلتی ہوئی آہیں اور سلگتی ہوئی سسکیاں محبت کی دبی ہوئی چنگاری کو بھڑکا دیں گی اور یہ سرد مہری چشم زدن میں گرما گرمی میں تبدیل ہو جائے گی - دردانہ - ماشاءاللہ زبان کیا ہے لطافت اور شیرینی کا دریا ہے - اچھا تو سب چھوڑو گی - ریحانہ - سب کی ضرورت نہیں میا پیسے کے چالی بھرتی ہوں اور تم باجی سے بھرو۔
اس کے بعد ہم تم دونوں اس ڈرامہ میں بلا ٹکٹ بیٹھ کر لطف اُٹھائیں گے - دردانہ - سمجھی۔
(بیگم - چاء بنا کر لاتی ہے اور منصور کے ہاتھ میں دیکر پروفیسر کی طرف اشارہ کرتی ہے جسے وہ جا کر میز پر رکھ آتا ہے - پروفیسر حمام میں سے نہا کر کمرہ میں داخل ہوتے ہیں)

دردانہ - (ریحانہ کی طرف دیکھتے ہوئے) باجی کچھ اور بھی سُنا - بیگم - کیا۔
دردانہ - بھائی عرشی کو خان بہادر کا خطاب ملنے والا ہے - کیوں ریحانہ - اگر باجی کی شادی وہاں ہو گئی ہوتی تو -

بیگم (ٹھنڈی سانس لے کر) ہن میری قسمت ہیں تو پھٹی ہوئی قمیصوں کو رفو کرنا لکھا ہوا تھا۔

پروفیسر۔ (چائے کی پیالی کو میز پہ رکھ کر) پھر کیوں اُن کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کیا میں نے خوشامد کی تھی۔

بیگم (کرسی پر سے اُٹھتے ہوئے)۔ کیا اب مجھے مطعون کرنے کا ارادہ ہے۔ یہ جان دینے اور خود کو مٹا دینے کا ثمرہ مل رہا ہے۔ خدا تم سے بدلہ لے

سائبانہ۔ اے کیوں بے کار لڑتے ہیں آپ دونوں۔ جو کچھ ہوا وہ اچھا ہوا۔ دردانہ! (اپنا ولی غصہ میں)۔ تم بڑی وہ ہو۔ تم کو کیا ضرورت تھی کہ بھولے ہوئے افسانے دُہرا کر باجی کے زخموں پر نمک مرچ چھڑکو۔

بیگم۔ ہم بچو دبیٹھی رہتی ہوں۔ بات کرنی ہی چھوڑ دی ہے اُس پر بھی یہ حال ہے کہ گلا دبانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔

دردانہ۔ صبر کیجئے بہن۔ ہم ہندوستانی عورتوں کے لئے دنیا جہنم ہے۔ مردوں کی فرعونیت کی انتہا ہو گئی ہے۔ جس یورپ کی رٹ لگاتے رہتے ہیں اگر وہاں پہونچا دیئے جائیں تو دوسرے ہی دن بلا ٹکٹ وہاں سے واپس آجائیں۔

پروفیسر۔ یہ خاکسار کی طرف اشارہ ہے؟ کیا تم کو علم نہیں کہ میں ”انجمن تحفظ حقوقِ نسواں“ کا صدر ہوں

سائبانہ۔ یہی تو اور بھی رونا ہے۔ بھیڑوں کے گلہ بان بھیڑیئے بنائے گئے ہیں۔ میں آپ کو نوٹس دیتی ہوں کہ میں ایک ایسی ہی دوسری انجمن بناؤں گی اور اُسکا صدر باجی کو کروں گی تاکہ اس کھال کے خول اور ہڈیوں کے مالا کو دیکھ کر۔......

پروفیسر۔ تم کو میرے معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے

دردانہ۔ سچی بات کڑوی معلوم ہوتی ہے۔

بیگم۔ حق کیوں نہیں ہے۔ کیا میرا کوئی اور بیٹھا ہوا ہے اکیلا پاکر شیر ہو گئے ہو۔

دردانہ۔ میں صدقے ہو کر تمہارے اوپر سے مرجاؤں باجی تمہاری فکر میں گھلی جاتی ہوں۔

پروفیسر۔ پھر کیوں نہ خان بہادر سے شادی کرا دی۔ تم ہی پیش پیش رہتی تھیں اور مجھے اُکسایا کرتی تھیں کہ۔

دردانہ۔ یہ بھی بُرائی ہو گئی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ ایسے بدل جائیں گے۔

پروفیسر۔ مجھے پھنسا دیا۔ بیگم۔ یعنی؟

پروفیسر۔ مجھ کو ہندوستانی زبان درازی کا شکار مت بناؤ۔

بیگم۔ میں سمجھی جو تمہارا مطلب ہے۔

پروفیسر۔ پھر کیوں انجان بن کر پوچھ رہی ہو۔

بیگم۔ افسوس۔ میری قربانیاں بے کار گئیں۔ میں نے اس شخص کے لئے جائداد پر لات ماری۔ دولت کو ٹھکرا دیا۔ اور حکومت سے منہ موڑ لیا۔ کاش میرے وہی دن پھر واپس آجائیں۔ آہ مجھ کو کیا معلوم تھا کہ مجھے پھٹی ہوئی قمیصیں سینا پڑیں گی۔

دردانہ۔ ہاہ۔ (آنسو نکالنے کے لئے قریب رکھی ہوئی مرچ آنکھوں میں لگاتی ہے)

(ساجدہ ہنسی کو روکنے کے لئے رومال منہ پر رکھتی ہے۔)

پروفیسر۔ خدا کی قسم تمہاری قربانیوں کی داستان سنتے سنتے عاجز آگیا ہوں۔ (پیالی پٹک کر۔) کیا میں نے تمہارے ساتھ شادی کرکے اپنے پاؤں میں کلہاڑی نہیں ماری۔ ارے میں آج گورنر ہوتا۔ نواب چھتاری سر محمد عثمان اور سر سکندر حیات خاں کی طرح

بیگم۔ شیخ چلی!

پروفیسر۔ میری ذہانت ذکاوت۔ اور عقلمندی کا سکہ سارے خاندان پر بیٹھا ہوا تھا۔ ہر شخص کہتا تھا کہ میں بہت ترقی کروں گا۔ کیوں ساجدہ بولتی کیوں نہیں ہو آج میں گورنر ہوتا یا نہیں۔

ساجدہ۔ اس میں بھی کوئی شک ہے۔ میں کہتی ہوں کہ آپ کی گورنری اس شان کی رہتی کہ لوگ واجد علی شاہ کی حکومت کو بھول جاتے۔ آپ جس وقت بی۔ اے پاس ہوئے ہیں اُس وقت شہر کے بڑے بڑے رئیس آپ کو ایک ہاتھ سے لڑکیاں دینے پر تیار تھے اور دوسرے ہاتھ سے دولت۔ آنریبل سر...... آپ کے پیچھے پیچھے اپنی لڑکی کی تصویر لئے پھرتے تھے۔ (ہنسی کو روکنے کے لئے کھانستی ہے)

پروفیسر۔ ہاں مجھ کو انگلینڈ بھیجنے تھے بیرسٹری کی تعلیم کے لئے۔ ہائے ہائے وہ زمانہ آج کا سا نہیں تھا کہ بی۔ اے پاس کتنے بے ملازمت ہیں۔ اُس وقت میں اگر آئی سی ایس میں بیٹھتا تو ساری سلطنت برطانیہ میں اوّل نمبر آتا۔ شان سے ڈپٹی کمشنری کرتا اور چند سال کے بعد گورنر بنا دیا جاتا۔ تقدیر نے کہاں جا کر دھکا دیا ہے۔ آج ہندوستان کو حقوق مل رہے ہیں۔ اس موقع پر نہ ہوا میں ورنہ ویسرائے ہونے کا نمبر میرا ہی تھا،

ساجدہ۔ آپ کو اُس وقت شادی کا جن سوار تھا۔ بھیا میں تو کتنا چاہتی تھی کہ تم ولایت جاؤ مگر کسی سے کہہ نہ سکتی تھی۔ کیونکہ میری کون سنتا۔ اپنی قسمت ہی میں نہ تھا کہ گورنر کی بہن کہلائے جاتے۔ آہ

بیگم۔ ابھی آنکھ نہیں کھُلی شاید۔ ہز اکسیلنسی سر محمد محمود صاحب بہادر۔ ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ وائی۔ ایکس دام اقبالہم!۔ میاں دن رات قبض کے مرض میں گرفتار رہتے ہیں۔ اسی منہ سے وائسرائے ہوتے

پروفیسر۔ خالی ذہانت کس کام کی۔ جب تندرستی ہی نہ ہوئی۔

بیگم۔ خالی خولی ایک سرٹیفکٹ پر اِترائے جاتے ہیں۔ تمہارے ایسے ہزاروں بی۔ اے پاس سیٹھ بہاری لال کونسلی کے پاس ناک رگڑتے جاتے ہیں۔ اچھا یہ بھی سہی کہ تم گورنر ہو جاتے تو میں عرشی کو دہلی کی اسمبلی کا صدر بناتی جس سے گورنر تو گورنر وائسرائے تک خوف کھاتے۔

پروفیسر۔ عرشی کو!

بیگم۔ ہاں اور کیا تم کو۔ وہ گھر کا رئیس ہے بڑے کارخانہ کا مالک۔ میں اگر پردہ ترک کر دیتی اور پبلک میں کھڑے ہو کر لیکچر دیتی تو کس کی مجال تھی کہ وہ کسی دوسرے کو ووٹ دیتا۔ تم خود اس بات کو مانتے ہو کہ ولایت میں عورتیں ہی اپنے خاوندوں کو پارلیمنٹ میں پہونچا دیتی ہیں

پروفیسر۔ جاہل محض۔ جسے دستخط بھی کرنا نہیں آتا وہ دہلی کی اسمبلی کا صدر ہوتا۔

دردانہ۔ اسے پڑھ لیجئے۔ انگریزی بول لینا لوہے کے چنے تو ہیں نہیں۔

پروفیسر۔ خیر یہ بھی مانا۔ لیکن اگر میں گورنر ہوتا تو ان کو کانگریس پارٹی سے تعلق رکھنے کی بنا پر جیل بھجوا دیتا۔ رہ جاتی سب صدارت۔

بیگم۔ (سر پیٹ کر) ہے ہے اتنا ظلم۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنے سنگ دل ہو۔

پروفیسر۔ خیر اگر تم خوشامد کرتیں تو اُن کو رہا کر دیتا اور محض تمہارے خیال سے کہ چچا بھی چچا کی لڑکی ہے اُن کو آنریری مجسٹریٹ کر دیتا یا کسی دور دراز کے معمولی ضلع میں ڈپٹی کلکٹر

بیگم۔ معمولی ضلع کا اور وہ بھی دور دراز!

پروفیسر۔ اچھا بھئی بریلی کا۔ زیادہ مہربانی کرتا اگر۔

بیگم۔ (آنکھیں پھاڑ کر) بریلی۔ ارے بریلی میں کیا رکھا ہے سوائے ہاشم کے سرمے اور مدّو کے تخت کے بس تو ایسی جگہ کبھی بھی نہ رہتی

پروفیسر۔ خیر پیلی بھیت سہی۔

بیگم۔ فوج۔ کالی پیلی۔ پیلی بھیت۔ وہاں رہنے والوں کے نیلے ہاتھ پیر۔

پروفیسر۔ میں اس سے زیادہ اور کیا کر سکتا تھا۔

بیگم۔ میں تو لکھنؤ کی ڈپٹی کلکٹری لیتی۔ وہاں تعلقہ داروں اور نوابوں کی بیگموں کے ساتھ لطف صحبت رہتا۔ شام اودھ کے نظارے رہتے۔ اور زبان کی شیرینی اور حلاوت کا لطف

پروفیسر۔ (غصہ میں) میں کبھی ہرگز لکھنؤ نہ دیتا۔ وہاں میں خود رہتا۔

بیگم۔ تمہیں لکھنؤ دینا پڑتا۔

پروفیسر۔ میں نے ایک بار کہہ دیا کہ میں لکھنؤ کبھی نہ دیتا زیادہ ضد اچھی نہیں ہوتی ہے

بیگم۔ (سر پیٹ کر) ارے تمہاری زمین دبتی۔ کیا چچیرے بھائی اور بہنوں کا اتنا بھی حق نہ تھا۔ ہے ہے۔ خون سفید ہو گیا۔ خدا کی قسم میں ویسرائے تک پہونچتی اور اُس کی بیگم سے مل کر لکھنؤ کا تبادلہ کرا لیتی۔ ورنہ تمہارے خلاف جلسے کراتی۔ اخباروں میں اشتہار دلواتی۔ اور تمہارے خلاف ایک بم بنانے کا کارخانہ کھلوا دیتی۔

پروفیسر (کھڑے ہو کر) بندہ ان گیدڑ بھپکیوں میں نہیں آتا۔ فرض اور حکومت کے معاملہ میں عزیزداری کا خیال کرنا عبث ہے۔ میں دنیا کے سامنے ایمان داری اور انصاف کی ایک اعلیٰ مثال قائم کر کے عرشی کو کالے پانی بھجوا دیتا۔ جاؤ اور ہو میرے تمام دانت نکل پڑے۔

بیگم۔ (روتے ہوئے) یہ مار آستین ہے۔ بس حد ہو گئی ہم کو کالے پانی بھیجا جا رہا ہے۔ آہ دنیا سے انصاف اُٹھ چکا ہے

(دردانہ اور ریحانہ حایل ہونے کے بجائے کمرے میں سے اُٹھ کر چلی جاتی ہیں لڑائی خوب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ دونوں بے دم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ خوب روتے ہیں اور بغیر کھانا کھائے سو جاتے ہیں۔)

(ڈراپ)

ابوطاہر لک۔ بی۔ ایس۔ سی

دنیا کی سب سے اونچی عمارتیں

"اسکائی سیپکر" یعنے بہت بلند آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتوں کا تعمیر کرنا نیویارک میں ایک معمولی کھیل بن گیا ہے۔ اور فٹ بال۔ بیس بال اور گھونسہ بازی سے بڑھ کر وہاں لطف دیتا ہے۔ تعمیراتی انجنیر ایک دوسرے سے بلند عمارات بنانے میں ہر وقت ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں کرسلر کی عمارت جو ایمپئر اسٹیٹ کی عمارت کا قریب قریب مقابلہ کرتی ہے ۱۰۴۶ فٹ اونچی ہے۔ اس کا بہت کچھ حصہ دھات سے بنا ہوا ہے اور اس کی چوٹی ایک باریک نوک دار شکل میں ختم ہوتی ہے۔ ان عمارتوں کے تعمیر کرنے والوں کی ہمت کو داد دینا ہی ایک بڑا کام ہے۔ سڑک سے اتنی اوپر بے خطر ان عمارتوں کے تعمیر میں منہمک رہتے ہیں۔ حادثات جن میں بہت سے لوگوں کے جان ضائع ہو جاتی ہے ہوتے رہتے ہیں۔

نیویارک کی دوسری نئی اونچی عمارت "ریڈیو سٹی" ہوگی جس کا بنوانے والا جان۔ ڈی۔ راکفلر جونیر ہے اس عمارت کا پورا خرچ ۵ ملین پونڈ تصور کیا گیا ہے۔ اگر نیویارک میں کوئی عمارت تیار کی جاتی ہے تو کوئی دریافت بھی نہیں کرتا کہ وہ کیسی عمارت ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں سب یہ مرض پھیل رہا ہے۔ ان کی تعداد شنگھائی میں ۲۱۔ اور میڈرڈ میں ۱۵۔ اور ایتھنس میں ۱۶۔ اور ٹورانٹو میں ۲۹ ہے۔ تھوڑے شہروں میں عمارتوں کی اونچائی بہ واسطہ قانون مقرر کی گئی ہے۔ ملبورن میں واشنگٹن کے مانند ۱۳ منزلہ عمارتوں کے حدود میں ہے۔ اس لئے ٹورانٹو کی ۲۹ منزلہ ہوٹل سلطنت برطانیہ کی سب سے اونچی عمارت ہے۔

نیویارک اگرچہ کہ بہت سی آسمان سے بات کرنے والی عمارتوں کا شہر ہے۔ مگر وہ نہ ان عمارتوں کی پہلی جگہ ہے۔ اور نہ ۴۰ برس تک دنیا کی سب سے اونچی عمارت رکھتا تھا۔ کرسلر کی عمارت ایفل ٹور ۱۸۸۹ء میں بنی تھی یہ ۹۸۴ فٹ اونچی ہے اس کی فولاد کی قلم کی چوٹی ۴۶ فٹ اونچی ہے۔

شکاگو کا نئی سامان کا بازار دنیا کی سب سے بڑی حاطہ دار عمارت ہونے کی دعویدار ہے۔ اس کا احاطہ قریب ۳۵ ایکٹر ہے۔

انسان کے دل پر جب مذہبی اقتدار اور رُعب چھایا ہوا تھا۔ تو اس نے عراق کا "بیبل ٹور" اور قسطنطنیہ کا "ایاصوفیہ" اور چین کے پھکڑی دار چھت والے پگوڈے" اور برما کے نوک دار سٹوپے" اور روم کا "سینٹ پیٹر" اور لنڈن کا "سینٹ پال" اور کلوں کا ۵۱۲ فٹ اونچا گرجا اور مصر کا اہرام بنا ڈالا۔ جب اپنی فوجی قوت کا خیال تھا تو لنڈن کا ٹور اور دوسرے قلعہ جات تعمیر کئے۔

آج قریب ۴۰۰ عمارتیں ۲۰ منزلوں سے اونچی امریکہ (U-S-A) میں ہیں۔ اس تعداد میں آدھے سے زیادہ نیویارک میں ہیں۔ سب سے پہلی آسمان سے باتیں کرنے والی عمارت شکاگو میں ۱۸۸۳ میں بنی اس عمارت پر برقی لفٹ کے بغیر چڑھنا ناممکن تھا۔ پہلی لفٹ ۱۸۰ میں نیویارک میں بنائی گئی۔ آج کل برقی لفٹوں کی رفتار فی گھنٹہ

-اپیل ہے-

تاریخی دنیا کی سب سے اُونچی عمارات-

عمارات کے نام	اونچائی فٹ میں	۱۳ فٹ کی ایک منزل اُونچائی منزلوں میں
بیبل کا ٹور- - - - - - - -	نامعلوم	نامعلوم
بڑا اہرام-	۴۵۱	۳۴
ٹنگ چو بگوڈا-	قریب ۲۰۰	۱۳
روم کا سینٹ پیٹر گرجا-	۳۳۳	۲۵
خیرو کی سب سے اونچا منار-	۲۸۰	۲۱
کلون کا گرجا-	۵۱۲	۴۰
سینٹ پال گرجا لندن	۳۶۵	۲۸
یادگار واشنگٹن	½ ۵۵۵	۴۲
ایفل ٹور، پیرس	۹۸۴	۶۵
اولورتھ کی عمارت	۷۹۲	۵۸
کرسلر کی عمارت	۱۰۳۱	۷۷
ایمپائر اسٹیٹ کی عمارت جو ابھی زیر تعمیر ہے-	تقریباً ۱۲۰۰	ابھی معلوم نہیں کتنی منزلہ ہو گی-

یہ آخرالذکر عمارت ابھی ابھی تکمیل کو پہنچی ہے- اور دنیا کی سب سے اونچی عمارت ہے- اس کی اونچائی ۱۲۵۲ فٹ ہوئی ہے- اور ۸۵ منزلہ ہے- اور اس کی تعمیر میں ۵ لاکھ پونڈ صرف ہوئے ہیں-

جیسا کہ شہر بڑھتا جاتا ہے یعنے اس کی وسعت تجارت اور دوسری چیزوں میں تو وہاں یہ بڑی اُونچی عمارتیں تعمیر کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے- اور اس طرح دور دراز فاصلہ پر مکان بنانے کی مشکل دور ہو جاتی ہے- اور ایک ہی آسمان سے باتیں کرنے والی عمارت میں ہزار ہا آفس اور گھر بطور فلاٹ بن سکتے ہیں- اور اس میں فائدہ یہ ہے- کہ وہ شہر کے اندر رہ سکتے ہیں اور اپنی سب ضرورتوں کو بہ آسانی پورا کر سکتے ہیں- اور کفایت شعاری کے ساتھ ان تعمیرات کا سلسلہ ہندوستان میں بھی شروع ہوا ہے- کلکتہ جو سلطنت برطانیہ کا دوسرا بڑا شہر ہے اپنی بڑی بڑی عمارتوں کی وجہ سے "محلوں کا شہر" کہا جاتا ہے- کلکتہ کا ٹور ہوس "ہندوستان کا سب سے اُونچا گھر ہے- یہ ۹ منزلہ ہے اس کی اُونچائی تقریباً ۱۵۰ فٹ ہو گی- اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی عمارتیں کلکتہ میں بہت سی ہیں سب سے عالیشان وار وکٹوریہ ہوس ہے جو کلکتہ الکٹرک سپلائی کارپوریشن کے دفاتر ہیں اور دوسری ایک عمارت جو سٹرانڈ روڈ میں کمی نان میکنزی جہاز رانی کے ایجنٹوں کی ہے- بمبئی جو ہندوستان کا بڑا تجارتی مرکز ہے وہاں بھی کئی کئی منزلہ عمارتیں ہیں اور دوسرے بڑے شہروں میں بھی تعمیر ہو رہی ہیں +

(ترجمہ انگریزی)

فاطمہ بیگم انور علی-

افسانۂ زندگی

کہنے کو تو اس واقعہ کو برسوں گذر گئے۔

مگر اب بھی جب کبھی خیال اس طرف جاتا ہے تو بے ساختہ دل سے دعا نکلتی ہے کہ خدا مرنیوالی ناصرہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ وہ تمیزاً تو تھی ہی نہیں کہ ایک ادنیٰ خادمہ سے گھر کی ملکہ بن کر اترا جاتی۔ ایمان طاق پر رکھتی اور خدا سے منحرف ہو کر بن ماکے بچوں کی دشمن ہوجاتی۔ بلکہ ہم تو اگر مسئلہ تناسخ پر یقین رکھتے تو کہدیتے کہ صالحہ نے ناصرہ کی صورت میں دوبارہ جنم لیا

خداوہ وقت دشمن کو بھی نہ دکھلائے۔ جو بدبخت ناصرہ کو دیکھنا پڑا۔ وہ امیر نہیں تو متوسط الحال ماباپ کی لڑکی تھی۔ چونکہ اکلوتی تھی اس لئے جس لاڈ پیارے اس کی پرورش ہوئی اور جس العزآئین سے اس کو پالا پوسا گیا خدا سب لڑکیوں کو نصیب کرے۔ وہ ارمانوں میں کھیلی اور منگوں میں سوئی مگر کس کو خبر تھی کہ قسمت کا ستارہ گردش میں ہے اور ماں کے مرتے ہی ناصرہ حقیقی معنوں میں بے وارثی اور بیکس ہوکر رہجائیگی۔ بھلا تیرہ سال کی عمر ہی کیا، ماں نے اپنے دل کو خوش کرنے یا ارمان پورا کرنے کو اس کا نکاح بڑی دہوم دہام اور چاؤ پیار سے رچایا، لاڈلی بچی ماباپ کی منظور نظر جو ہوتا وہ کم اور جو اٹھتا وہ تھوڑا۔ شہر بھر میں دہوم مچ گئی۔ غرض جس اہتمام سے نکاح ہوا وہ دیکھنے والے ہی خوب جانتے ہیں۔ یہ بدقسمتی تھی کہ سال بھی پورا نہ ہوا تھا کہ بیچاری ماں کا انتقال ہوگیا،

کہتے ہیں بیوی موت اور کہنی کی چوٹ برابر ہے۔ نصیر کی عمر چالیس پنتالیس سال کے لگ بھگ تھی خوراک اچھی جسم تندرست، چہرے پر خون اور رونق اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ تین چار سو روپے کی آمدنی، کوئی وجہ نہ تھی کہ دوسال کے بعد غم دور کرنے کے لئے کہویا گھر آباد کرنے کو نصیر دوسری شادی نہ کرتا۔ ناصرہ پر یہی مصیبت کیا کم تھی کہ پانچ چھ سال تک سوتیلی ماں کی سختیاں جھیلیں مصیبتیں برداشت کیں۔ باتیں سنیں اور خفگیاں اٹھائیں۔ لیکن سمند ناز پر یہ ایک تازیانہ تھا کہ ابھی بیچاری کا گھونگھٹ نہ اٹھنے پایا کہ شہر میں ہیضہ پھیلا اور رات ہی رات میں اس مصیبت زدہ معصوم کا شوہر چٹ پٹ ہوا۔ اس حالت کا اندازہ جو اس پر بیتی مشکل سے لگایا جاسکتا ہے، وہ خون کے آنسو روتی اور موت کی آرزو کرتی۔ زندہ درگور تھی اس نے خودکشی پر آمادہ ہوئی۔ مگر اس کی ہمت نہ پڑتی، جب بیس سال سے زیادہ اس ناشاد ہستی پر جو ناصرہ کے نام سے موسوم تھی گذر گئے تو بدبختی کی تکمیل میں جوایک

۱ و ۲ حضرت علامہ راشد الخیری کے پہلے ادبی شاہ کار (صالحات) کے دو افراد خصوصی۔

کسر رہ گئی تھی وہ بھی پوری ہوئی یعنی باپ بھی اپنی مصیبت زدہ لڑکی کو بے یار و مددگار چھوڑ چل بسا،
اب صرف ایک صورت باقی تھی اور وہ یہ کہ نوکری کرے۔ پیٹ پالے۔

رنج والم کے ژالائے پہاڑ کیسے بھیانک طریقے سے گھیرے ہوئے ہوں اور غم و اندوہ کی بے دردبجلیاں کسی طرح تڑپیں اور گریں، ماوگیتی اپنا سینہ کتنی ہی مرتبہ پھاڑ کر غصے کی آگ سے آباد بستیوں کو نیست و نابود اور جلا کر خاک کردے۔ مگر زندگی کی ندی بہے جائیگی۔ خواہ دشوار گذار گھاٹیوں اور آتش فشاں پہاڑوں سے ہی کیوں نہ گذرنا پڑے مصیبت اور رنج وغم اور افسوس ستم اور ملال لازمہ زندگی ہیں مگر انسان پھر بھی زندہ رہتا ہے،
ناصرہ بھی اپنی زندگی کے دن کسی نہ کسی طرح پورے کررہی تھی

وہ اب نوکر بھی تھی مگر آیا کی حیثیت سے ——————" آہ زندگی کا انقلاب! زمانے نے کیا رنگ پلٹا اور چھوٹی بی" کے بدلے ناصرہ کو انا بنادیا۔

ناصرہ جب مصیبت کی پوٹ بن چکی، اماں کی موت کا قلق، سوتیلی ماں کے ظلم کا ملال، باپ کے رویہ کا افسوس اس کی حسرت ناک موت اور محبت کے مرکز کی بربادی جب اپنا اپنا رنگ دکھا چکے اور ناصرہ محض شاہ بلوط کے ایک خزاں رسیدہ تنہا پتے کی طرح رہ گئی تو اب قسمت کو بھی اس پر رحم آگیا اور تقدیر نے اسے ایسی جگہ پہنچادیا جہاں اس نے وہ کام انجام دیے کہ حیات انسانی اس کو مدتوں فراموش نہیں کرسکتی

گھر کی کل کائنات یہ تھی۔ فائق۔ اس کی بیوی۔ یہ انا اور ایک نوزائیدہ بچہ۔ فائق کی عمر چالیس بیالیس سال سے متجاوز تھی وہ بچہ کی پیدائش سے خوش ضرور رہا مگر کچھ عجب ہی قسم کا انسان تھا۔ پہلے پہل تو خیر لیکن چند ماہ بعد ہی بیوی سے کہدیا کہ بچہ تم سے بالکل الگ رہے اور اس کا واسطہ صرف انا سے ہو۔

وہ دیکھتا تھا اور اسے معلوم تھا کہ ایک شریف اور اونچے گھرانے کی بیگم ہے، جہاں اس نے کبھی راج کیا تھا۔ ناصرہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ سہی مگر پڑھ لکھ سکتی تھی۔ چلتی پرزہ نہ تھی لیکن معاملہ فہم ضرور تھی۔ غرض وہ ان تمام خوبیوں کی حامل تھی۔ اسی طرح پندرہ سال گذر گئے۔ فائق کے ہاں دو لڑکے اور تین لڑکیاں اور پیدا ہوگیا بچے ماں کو جانتے اور پہچانتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اماں سے زیادہ ناصرہ سے مانوس تھے۔ ناصرہ ماں کہلاتی تھی اور اس کا پیٹھ پیچھا ہے اس نے ان کو رکھا بھی اس طرح کہ واقعی وہ اس کی مستحق تھی۔ ہر ضرورت اور ہر حاجت اس سے کہی جاتی اور وہ اس کو پورا کرتی۔ گھر کا تمام خرچ اس کے ہاتھ میں تھا۔ مگر کیا مجال جو ایک پیسہ ؟! ادھر سے ادھر ہوجائے۔ دونوں میاں بیوی اکثر کہتے، کچھ حرج نہیں اس دنیا میں ہم اکیلے ہیں اور ہمارا کوئی رشتہ دار زندہ نہیں۔ شکر ہے کہ اس نے تمام عزیز واقارب کی روحیں ناصرہ میں یکجا کردیں، خدا کرے وہ ہمیشہ ا گھر میں رہے، بھلا جس گھر میں ناصرہ جیسی منتظم عورت موجود ہو وہاں روپیہ کیسے برباد ہوسکتا ہے۔ دولت جمع

ہوتی گئی، یہاں تک کہ آغا بیگم کی یہ رائے قائم ہوگئی کہ اتنا روپیہ ناصرہ کے آنے سے پہلے کبھی جمع نہ ہو سکا۔

یہ پندرہواں سال تھا اور ایک لڑکے کی پیدائش کا دن۔ کہتے ہیں بچہ کی پیدائش ماں کو موت کا مزہ چکھا دیتی ہے اکثر بیبیاں تو اس کی نذر بھی ہو جاتی ہیں۔ لڑکا پیدا ہوا تندرست و توانا مگر ماں غریب چند ہی گھنٹوں بعد رخصت ہوئی بچے نہ معلوم سر پھوڑتے یا پچھاڑیں کھاتے اسوقت قدرت ناصرہ کے ذریعے سے اپنا کام کر رہی تھی۔ اس نے ان کو دوسرے کاموں میں ایسا مصروف و مشغول رکھا کہ دو تین ماہ میں سب مرحومہ کو بھول سے گئے۔ اب گھر کی مالکہ یا خادمہ صرف ناصرہ ہی تھی اور وہ ہی ماں۔

فائق کی ہر تکلیف کا وہ پہلے سے زیادہ خیال رکھتی اور کوشش کرتی کہ کوئی چیز بیوی کی یاد نہ دلائے۔ ننھا بچہ "بیوہ ناصرہ" کی آغوش میں پرورش پا رہا تھا۔ وہ پیار سے اُسے سہیل کہتی تھی۔ بچہ بھی اس سے بہت مانوس تھا، یہ صرف ناصرہ کا ہی دم تھا ورنہ کوئی اور ہوتی تو ایسے موقع پر کبھی نہ چوکتی۔ بن سنور کر رہتی۔ بھڑک دار اور دلکش کپڑے پہنتی، دلفریب بال آراستہ کرتی اور ہر ممکن کوشش سے فائق کا دل مسخر کرنے کی کوشش کرتی۔ یہ بات کچھ ایسی مشکل نہ تھی۔ مگر خدا شاہد ہے اس معصومیت کی پتلی نے اس طرف کبھی توجہ ہی نہ کی اور نہ کبھی ایسا خیال ہی اس کے دل میں آیا۔ اس کی سیاہ زلفیں دلفریب تھیں مگر واقعہ یہ ہے کہ کسی نے اس کے دراز گیسو کبھی پوری طرح نہ دیکھے۔ وہ حسین نہ سہی مگر قبول صورت ضرور تھی لیکن بھلا ایسے خیالات کی عورت ایسی بات کہاں سوچ سکتی تھی؟ بچوں کی نگہداشت سہیل کی پرورش، فائق کی صحت کا خیال بس یہی اس کے خیالات کی دنیا۔ خواہشات کی کائنات اور امیدوں کا مرکز تھے۔ وہ اتنا ہی نہ تھی بلکہ ماں کی طرح ثابت ہوئی، بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا اور تربیت خود ہی کی جس سے وہ لالوں کے لال اور آغوش مادری میں روشن چراغ معلوم ہوتے تھے۔ کوئی غیر آدمی دیکھتا تو اس کے طرز عمل سے ہرگز یقین نہ کرتا کہ ناصرہ اس کی خادمہ ہے ——— سہیل تو اسے ماں ہی سمجھتا۔

سہیل اب دس برس کا تھا اور دوسرے بچے بھول پن اور بچپن سے نہیں لڑکپن اور نادانی کی عمروں سے نکل کر جوانی کی حدود میں داخل ہو چکے تھے اس میں شک نہیں کہ ناصرہ سب سے زیادہ سہیل کو چاہتی تھی لیکن اس کو دل پر پتھر رکھنا پڑا جب باپ کے حکم اور بہن بھائیوں کے اتفاق رائے سے سہیل جہاز رانی کا کام سیکھنے کے لئے کوئی دو سو میل پرے سمندر پار روانہ ہوا۔ پال کی آگ عجب ہی لگن ہوتی ہے اس پر کیا کچھ گذری ناقابل بیان ہے مگر مبادا باپ یا بہن بھائی ناراض ہو اور خود سہیل کے دل کو چوٹ لگے۔ اس نے دم نہ مارا اور جب کبھی وہ آتا یا جاتا تو وہ اُسے لینے اور پہنچانے ساحل تک ضرور جاتی۔ سہیل کی غیر حاضری اسے بے چین اور بے کل کرتی۔ مگر وہ سکوت کی مہر لبوں پر لگائے رکھتی، اس طرح دو مہینے گذر گئے۔

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ناصرہ کی نیت صاف تھی لیکن بچوں پر اس کا الٹا اثر پڑا۔ وہ اب بھی روپیہ نہایت

احتیاط سے اتفاق تاکہ جو کچھ پونجی جمع ہو وہ بعد میں ان ہی بچوں کے کام آئے مگر کچھ زمانے کا اثر اور کچھ جوانی، بچے روپیہ چاہتے تھے اور خواہش تھی کہ خوب اُلٹے تلّلے اڑائیں۔ بھلا ناصرہ اس کو کیسے آسانی سے گوارا کر لیتی۔ نتیجہ یہ کہ بچوں کے دلوں میں اب یہ خیال پیدا ہوا کہ دال میں کچھ کالا ہے اور شاید ناصرہ روپیہ اپنے لئے جمع کر رہی ہے۔ بات کہاں چھپی رہتی ہے کسی نہ کسی طرح پر یہ بات ناصرہ کے کانوں تک پہونچ گئی،

انسان کتنا ہی استقلال رکھتا ہو اور کیسی ہی مضبوط و مستحکم طبیعت کا مالک ہو جس طرح لوہا تپش آتش کی بدولت سے موم ہو جاتا ہے اسی طرح یہ ایسی معمولی بات نہ تھی کہ بغیر اثر کئے رہتی، چنانچہ ناصرہ کو یہ معلوم ہونے کے بعد تاب نہ رہی۔ مگر ضبط سے کام لیا دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے کہ اب ان کو میری ضرورت نہیں ہے اور وہ اللہ رکھے اب جوان ہیں۔ اپنے اچھے بُرے کو خود سمجھتے ہیں۔ یہ روپیہ ان کا ہے اور وہی اس کا بہتر مصرف جانتے ہیں۔ انہی خیالات میں وہ ایسی غلطاں و پیچاں ہوئی کہ اس نے تہیہ کر لیا کہ آج رات وہ اس مکان سے جسے اس نے اپنا گھر سمجھا اور ان بچوں سے جنہیں ماں کی طرح پرورش کیا اور جن کی خادمہ کی طرح خدمت کی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے

دن بھر کا شور و غل، رخصت آفتاب کے ساتھ ختم ہوا اور رات کے پرسکون سائے پُرفضا وادیوں۔ سربفلک چوٹیوں وسیع میدانوں، گاتے ہوئے دریاؤں اور تھکی ہوئی آبادیوں میں پڑنے شروع ہوگئے۔ بیگم مرحومہ کے ہاتھ کا دیا ہوا جوڑا اس نے خاموشی سے پہنا۔ جب سب بچے اور فائق گہری نیند سوگئے، ناصرہ نے فائق کی دوا جو اسے روز صبح دیجاتی تھی پلنگ کے نیچے رکھی کہ صبح اٹھکر ناغہ نہ ہو۔ بچوں کے لئے صبح کا ناشتہ تیار کیا اور دروازے کی طرف بڑھی۔ بڑھی کیا ایک ایک قدم سو سو من کا معلوم ہوتا تھا۔ دل امنڈ آیا اور آنکھیں دل کھول کر برس پڑیں۔ طبیعت ہوئی خراب، بچوں کی نادانی کا ہوا افسوس بے چین ہوگئی، واپس لوٹی کہ ان بچوں کو جن پر اس نے جان چھڑکی ایک دفعہ اور دیکھ لوں۔ آسمانی پھول اپنی چمپئی کرنیں پھیلا رہا تھا اور فضا رلطیف نیند کے جھونکے لے رہی تھی اس نے بچوں پر ایک پرارمان نظر ڈالی نرگس کی آنکھیں معصومیت سے بند تھیں۔ نسترن کے خوشنما لب عفو تقصیر کے ملتجی تھے۔ رفیع کی پیشانی پر پشیمانی رقص کناں تھی۔ وہ جھکی سب کو ایک دفعہ پھر دیکھا اور دل نے کہا۔ یہ روپیہ انہیں مبارک آ کنجیاں رفیع کے سرہانے رکھیں کہ وہی بڑا اور سب سے زیادہ خواہش مند تھا اور باہر کی طرف بڑھی،

مکان ماتم کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا، دیواریں خاموش تھیں اور چھت ساکت۔ آنسو پوچھے اور سہیل کو نہ دیکھنے کی آرزو، اس سے نہ ملنے کی حسرت۔ کلیجہ سے قریب مگر آنکھوں سے دور ہونیکا ملال دل میں لئے ناصرہ ایک طرف کو چلدی،

(۴)

رات کی آخری گھڑی صبح کا آغاز تھی۔ بچے بیدار ہوئے، رفیع کی آنکھ کھلی تو کنجیاں سرہانے دیکھیں بڑا متعجب ہوا پھر خیال آیا کہ شاید ماں یہاں بھول گئی ہو بچے باورچی خانے کی طرف گئے، ناشتہ تیار تھا مگر ٹھنڈا۔ غرض عجیب

سلسلہ تھا جو سمجھ میں نہ آتا تھا۔ فائق بھی اٹھ گیا دیکھا کہ پلنگ کے نیچے دوا رکھی ہے۔ حیرت زدہ ہوگیا کہ آج ناصرہ کیوں نہیں آئی پھر یہ خیال کرکے کہ شاید دوسرے کاموں میں لگ گئی ہوگی۔ خود ہی دوا پی لی۔

بات کب تک چھپی رہتی گھنٹہ بھر کے اندر معلوم ہوگیا کہ ناصرہ لاپتہ ہے۔ فائق کے چہرہ پر پریشانی کے آثار ظاہر ہوگئے۔ مگر بچے کنجیوں کو اپنے قبضہ میں دیکھ کر مسرور تھے کہنے لگے ویسے تو عورت غیرت مند معلوم ہوتی ہے مگر غیرت ہی کیا۔ ڈوب مرنے کی بات ہے کہ دوسرے کے مال پر ہتیا جاکر بیٹھ جائے جانتی ہوگی کہ دوسروں کا مال ہضم کرنے سے عادت بگڑتی ہے۔ خیر جو کچھ بھی ہوا اچھا ہوا چلی گئی خس کم جہاں پاک

وہ تو یہ کہہ کر خاموش ہوگئے اور گویا ان کے دلوں کو تسکین بھی ہوئی مگر بیچارے فائق پر جو گذری وہی جانتا ہے ہاتھ منہ دھونے کے لئے پانی گرم نہیں۔ صابن اور تولیہ اٹھا کر لائے تو کون، بچوں کو اتنی کہاں پڑی کہ باپ کے آگے ناشتہ ہی ٹھیک سے رکھدیں۔ غرض یہ کہ وہ تو اس کی غیر موجودگی کو بُری طرح محسوس کر رہا تھا۔ جانتا تھا کہ ناصرہ اگر واپس نہ آئی تو اس کے آرام و آسایش تو ہوئے ختم اور چونکہ اسکو تکالیف کی برداشت ہے مشکل اس لئے زندگی اب اجیرن ہوجائیگی۔ ان ہی خیالات میں سارا دن ڈھل گیا۔

شام ہوتے ہوتے سہیل ساحل کے قریب آگیا۔ ادہر دیکھا اوہر دیکھا، اچک کر دیکھا۔ دوربین سے دیکھا۔ مگر ماں کا پتہ نہیں۔ پریشان ہوا کہ خدا خیر کرے۔ ماں کا وہاں نہ ہونا بڑا التعجب انگیز ہے۔ ساحل پر گھبرا کر اترا، بھاگا ہوا گھر پہنچا اور پہلی آواز جو دی وہ "ماں" کی تھی، بہن بھائی دیکھ کر مسکرانے لگے، آگے بڑھا تو فائق دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ پریشان ہوا اور متعجب، گھبرا گیا اور رو کر بولا "ماں کہاں ہے؟ باپ نے نہایت خاموشی سے اس کے جانے کا حال اور گھر چھوڑنے کا سبب جس کا اسے اندیشہ تھا بتا دیا۔

سہیل کی عجیب کیفیت تھی ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔

رات ہوگئی اور پھر صبح۔ سہیل اور فائق کو نیند بالکل نہ آئی۔ ماں کے جانے کا سب سے زبردست نقصان تو یہ ہوا کہ تمام دن کی اور پھر رات کی دوائیں ناغہ ہوئیں۔ کھانا بھی خراب ملا اور پھر کھانے کو بھی کیا خاک دل چاہتا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ صرف ناصرہ ہی کا دم تھا جو اب تک زندہ ہوں ورنہ کبھی کا ختم ہوگیا ہوتا۔

⁘

دوسرے روز فائق نے رفیع سے لیکر کنجیاں تو اپنے قبضے میں کیں اور وہ اور سہیل دونوں ناصرہ کی تلاش میں نکلے۔ انسان اگر چاہے تو خدا تک کو پا سکتا ہے۔ پھر ناصرہ کا ملنا کون سا مشکل تھا۔ پندرہ روز کے بعد ایک روز سہیل کی نظر اُس پر پڑگئی بے اختیار ہو کر لپکا اور لپٹ گیا،

"میرا سہیل" اس کے منہ سے نکلا اور آنسو بہہ نکلے۔ فائق اب مسرور تھا اور خوش۔ ناصرہ نے ان دونوں کس

طرح گذارا کیا اسکو وہی لوگ جان سکتے ہیں جن پر ایسی بپتا پڑی ہو، وہ کسی کا کام کاج کر دیتی اور دونوں وقت روٹی مل جاتی، سرائے والی کی خوشامد اور منت کرتی۔ مسافروں کی خدمت کرتی اور اس طرح رات کو ایک کوٹھڑی کے باہر کے حصے میں پڑ رہتی، حالانکہ سردی کا زمانہ تھا اور اس کا پھٹا پرانا جوڑا۔

ناصرہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا "للہ! مجھے نہ لے چلیئے۔ میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے بچوں کو تکلیف ہو، میرا تو بڑھاپا ہے، کسی نہ کسی طرح گذر ہی جائیگی۔ مگر یہ تو اللہ رکھے ابھی بچے ہیں، ان کو کوئی رنج نہ ہونا چاہیئے۔ سہیل کچھ سمجھا تو نہیں مگر یہ دیکھ کر اس کی باتوں سے انکار معلوم ہوتا ہے اس کے قدموں میں گر گیا اور گڑگڑا کر کہا "اماں! کیا گھر نہ چلوگی؟"

کس قدر درد انگیز سماں تھا! یہ فقرہ تیر کی طرح اس کے کلیجہ میں لگا۔ اس کا سر اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ پیار کرنے لگی اور بولی "میرے لال . . . . میں تیرے صدقے! . . . . . فائق کے بھی آنسو نکل آئے کہنے لگا" اس روز سے دوا نہیں پی - کمر میں سخت درد ہونے لگا ہے۔ میری زندگی تو دواؤں پر ہے، ڈاکٹر نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ دوا اگر ایک روز بھی ناغہ ہوگی تو خطرناک ہے۔ میرا سارا کلیجہ جلتا ہے۔ مجھ پر رحم کرو ناصرہ!"

ناصرہ اب بے قابو ہوگئی کھڑی ہوگئی بچہ کے گلے میں باہیں ڈالدیں اور چلنے کے لئے تیار ہوگئی۔

+

فائق اصلی معنوں میں انسان تھا۔ آخر اتنی عمر ہونے کو آئی۔ سب جانتا تھا اور جانتا کیا تھا خوب سمجھتا تھا کہ یہ احسان فراموش بچے اس کو آرام سے نہ رہنے دیں گے اور ان کے گھڑی گھڑی کے طعنے ہمیشہ ہی کچوکے ہوں گے اس کے علاوہ یہ اگر اب کے گھر سے چلی گئی تو پھر آنے والی نہیں۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے ناصرہ سے اسی روز نکاح کر لیا۔ —— بچے کچھ سمجھا اور کچھ نہیں سمجھا —— لاریب اس نکاح میں نفسانیت کو ہرگز دخل نہیں ہو سکتا۔ یہ اس کی خدمات کا بدلہ تھا اور محض ایک طریقہ کہ جب تک زندہ رہے ناصرہ اس کے پاس ہو اور جو کچھ دن باقی ہوں وہ آرام سے گذر جائیں اور بچوں کے ہاتھوں مٹی پلید نہ ہو۔ اتنے دن تک دوا کا ترک کرنا بہت مضر تھا۔ بچے تھے تو جوان کیا ان کو باپ سے اتنا بھی لگاؤ نہ تھا کہ اسکی دوا کا خیال رکھتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ رکھتے تو کیوں! ان کو اپنے باپ سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ وہ صرف روپیہ حاصل کرنا چاہتے تھے، فائق سمجھ رہا تھا کہ میرے بعد ناصرہ کو یہ لڑکے اور لڑکیاں کتے کی موت ماریں گے اور زندگی دھتکارے ہوئے بھکاری کی سی ہوگی۔ ایسی حالت میں اس نے وہ کام کیا کہ اب بھی دل سے دعا نکلتی ہے۔ اس نے خورشید کی معرفت جو شہر کا سب سے بڑا وکیل اور فائق کا بہترین دوست تھا اپنا سارا روپیہ او جائداد ناصرہ کے نام منتقل کر دی۔ اس کو علم تھا کہ میں کوئی احسان نہیں کر رہا۔ کم از کم نقد روپیہ تو اسی کا جمع کیا ہوا ہے جو اس کی عدم موجودگی میں ہرگز بھی نہ ہو سکتا تھا، خورشید نے جو انسانیت اور ہمدردی کا مجسمہ تھا قسم کھائی کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ ناصرہ کی ضرور حمایت کرے گا،

ناصرہ اب کوئی ایسی ویسی خادمہ نہ تھی بلکہ گھر کی ملکہ۔ اور انا نہیں فائق کی بیگم تھی۔ بچے اب اس کو ماما نہیں کہہ سکتے تھے وہ ان کی "ماں" تھی، اگرچہ سوتیلی! جب ناصرہ ماں کی حیثیت سے گھر میں داخل ہوئی ہے تو گویا ان پر بجلی گر پڑی چہروں کے رنگ فق ہو گئے۔ انہیں ہرگز بھی امید تو کیا خیال تک نہ تھا کہ یہ عورت ان کی ماں بن جائیگی۔

سوتیلا پن نام برا ہے ورنہ ناصرہ تو وہ فرشتہ خصلت عورت تھی کہ وہ اس کے پاؤں دھو دھو کر پیتے لیکن احسان فراموشی انسانی خاصہ ہے وہ اب اس سے اور بھی زیادہ جلنے لگے اور ان کے حسد کی آگ روز بروز ترقی کرنے لگی۔ وہ کہتے تھے کہ کم از کم جائداد میں تو ہمارا بھی حصہ ہے مگر باپ کے سامنے منہ سے بھاپ تک نہ نکال سکتے تھے۔

ایک سال تک یونہی گذری۔ بچے فرنٹ تھے البتہ سہیل کو گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت مل گی تھی۔ ناصرہ کی ہر وقت یہی کوشش رہتی کہ وہ بچوں کو منا سکے لیکن اس کی یہ امید بر نہ آتی تھی۔ اس کا برتاؤ پہلے سے بھی زیادہ اچھا تھا۔ مگر وہ تو اسے دیکھ دیکھ کر جلے جاتے تھے۔ وہ اگر چاہتی تو تیمور لنگ کی طرح ان کو وہ ناک چنے چبواتی کہ وہ بھی ساری عمر یاد رکھتے لیکن وہ ماں نہیں اپنے آپ کو ان کی خادمہ سمجھتی تھی،

سال کے اختتام تک فائق کا انتقال ہو گیا۔

(۵)

خود غرض، نفس پرست اور حرص و ہوا کے بندے ایسے ہی موقعوں کے منتظر رہتے ہیں۔ بیچارے سہیل کو تو ناصرہ کی واپسی سے ایک جنت مل گئی۔ مگر ان بدبختوں کے لئے باپ کی موت ہی نعمت غیر مترقبہ تھی، فائق کی موت سے سب سے زیادہ رنج و ملال سہیل اور ناصرہ کو ہوا جو اب بیوہ بھی تھی۔ ناصرہ کو یہ فکر ہوا کہ دیکھئے کیسے نبھتی ہے خدا سے التجا کرتی کہ اے میرے معبود جو کچھ دن زندگی کے باقی ہیں وہ بخیر و عزت بسر ہو جائیں ورنہ اسے تو امید کیا یقین تھا کہ اب بھرم بگڑا اور عزت خاک میں ملنے والی ہے۔ ادھر تو آقا ہی نہیں شوہر کا انتقال دل بٹھائے دیتا تھا اور ادھر یہ کہ معصوم سہیل جو لینے میں نہ دینے میں بیٹھے بٹھائے مفت میں اپنے بہن بھائیوں کا دشمن بنا۔ وہ کہتے نہ معلوم کمبخت نے کونسا جادو کیا ہے کہ وہ تو بالکل اس کا غلام بنا رہتا ہے۔ ناصرہ حتی الوسع کوشش کرتی۔ سہیل اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ رہے مگر وہ ناصرہ سے چپٹا رہتا

چند ماہ گذر جانے کے بعد سہیل کو بمشکل تمام اس نے پھر وہیں بھیج دیا کہ جلدی تعلیم سے فارغ ہو جائے اور بچوں کو وہ سوتیلی ماں بن کر بھی ماں کی طرح ایسی محبت سے رکھتی جس طرح بچپن میں وہ ان کو کھلاتی تھی۔ وہ اگرچہ اب گھر کی مالکہ تھی اور سفید و سیاہ کی مالک لیکن پھر بھی خادمہ کی مانند ادھر سے ادھر پھرتی رہتی، ان کی خدمت کرتی۔

۱ صالحات (از علامہ راشد الخیری) کا تذکرہ کیجئے۔

ہر کام کو مستعد مگر خدا منہ نہ دکھائے ایسی ناہنجار اولاد کا کہ پلٹ کر دیکھتے بھی نہیں۔ ہر کام میں لی اور ہر خدمت میں عیب نکالنا یہی ان کا شیوہ رہ گیا تھا،

چھ سات مہینے تو خیر خون کے سے گھونٹ پی پی کر گذار دئے۔ اب پھر وہی پہلا سا جذبہ رہ رہ کر اٹھنے لگا یعنی کسی طرح روپیہ اور جائداد اپنے قبضے میں کر کے ایسی غاصب عورت کو گھر سے نکال باہر کر دیا جائے،

ناصرہ طبیعت سے مجبور، اس خیال سے کہ شاید روپیہ ان کو دیدینے سے وہ ظالم اپنا سلوک شریفانہ کر سکیں اس بات پر تیار ہو گئی کہ فائق کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستاویز ان کے حوالے کر دے۔ مگر یہ خدا کے کارخانے ہیں جن میں انسان کو دخل نہیں۔ خورشید نے جو اکثر ناصرہ کو ایفاء وعدہ کی غرض سے دیکھنے آجایا کرتے تھے۔ ایک روز دیکھا کہ فائق کے ہاتھ کی تحریریں بالکل بے احتیاطی سے الماری کے ایک خانے میں پڑی ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس نے انکو اپنے قبضہ میں کیا اور اپنے ہاتھ سے اس کی نقل کر کے اس کی جگہ رکھدیا اور چلا گیا۔

ناصرہ دستاویز دینے سے پہلے خورشید کے پاس گئی اور اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ وہ شریف انسان تھا اور رفیع جیسے لوگوں کی ذہنیت کو خوب سمجھتا تھا۔ مسکرایا اور کہنے لگا۔ بہن آپ ایسا کرنے کا ارادہ بھی نہ کریں، یہ محض اسی کا باعث ہے ورنہ وہ آپ کو کبھی کا دور کر چکے ہوتے ہوتے۔ اس کا بھی وقت آنے والا ہے، یہ بات اس کی مرضی کے خلاف تھی۔ مگر جانتی تھی کہ سوائے خورشید کے اور کوئی بھی اس کا مددگار نہیں اس لئے خاموش ہو گئی اور واپس چلی آئی۔

جسوقت ناصرہ خورشید کے ہاں تھی، رفیع ناصرہ کے کمرہ میں گیا تاکہ باپ کی تحریر اگر ملجائے تو اڑا لے، وہ نقلی دستاویز پڑا رہا تھا کہ ناصرہ آگئی۔ دستاویز اٹھانے کی ہمت تو نہ پڑی۔ مگر اتنا سمجھ گیا کہ ناصرہ محض فریب میں رکھ رہی تھی کیونکہ یہ تحریر اس کے باپ کے ہاتھ کی نہیں اور یقینی جعلی ہے۔ دستاویز جلدی میں وہیں رکھدی اور ناصرہ سے دو چار باتیں ادھر ادھر کی بنائیں اور چلا آیا۔ ناصرہ بیچاری کا ایسے حرافوں سے کاہے کو سابقہ پڑا تھا سمجھی کہ ویسے ہی ادھر نکل آیا ہوگا ورنہ مجھ دکھیاری کے پاس وہ کب آتا ہے۔ شاید خدا نے اب بچوں کے دلوں میں محبت ڈالدی ہے۔ خوش ہوئی اور شکرانہ ادا کیا۔ شریف اور شریر النفس میں یہی فرق ہے کہ وہ ہر برے فعل کو بھی اچھا اور نیک خیال کرتا ہے۔ مگر بدمعاش لوگ درگذر کرنے پر بھی فائدہ اٹھا کر اپنے کمینہ پن سے باز نہیں آتے

اب کیا تھا آپس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ میدان مار لیا ہے۔ ناصرہ جھوٹی اور بدمعاش ڈائن ہے۔ ابا نے اس کے نام کوئی روپیہ نہیں چھوڑا۔ یہ محض اس کا ڈھکوسلہ ہے اور جو دستاویز اس کے قبضہ میں ہے وہ اس نے کسی اور سے لکھوالی ہے۔ ہم اس کا مزہ چکھا دیں گے۔ وہ بیچاری اس سازش سے بالکل بے خبر تھی۔

دوسرے روز معاملہ عدالت میں تھا۔

(۶)

وہ سمجھتے تھے کہ ناصرہ عدالت کا نام ہی سن کر ڈر جائیگی۔ اب جو دیکھا کہ خورشید اس کی حمایت میں مقدمے کی پیروی کر رہا ہے تو آنکھیں کھل گئیں۔ ایک بہت عمدہ وکیل ان کی طرف سے مقرر ہوا اور سماعت شروع ہوئی، باوجود اس کے کہ نوبت مقدمے بازی تک پہونچ گئی۔ مگر اسے ایک جذبہ! ناصرہ نے اب بھی یہی چاہا کہ روپیہ بچوں کے حوالے کر دے، لیکن خورشید نے یہ کہہ کر باز رکھا کہ کیا ایسی حالت میں بھی کہ انہوں نے عدالت میں گھسٹوالیا ان کے ساتھ شرافت کا سلوک صحیح ہے؟ وہ چپکی ہو گئی۔ مگر اس کے دل میں مختلف قسم کے خیالات آپس میں متضاد ہو رہے تھے وہ نہیں چاہتی تھی کہ بچوں کو کسی طرح سنگین نقصان پہنچے۔

سماعت جاری تھی، خورشید نہایت جوش و خروش سے پیروی کر رہا تھا دوران بحث میں جب غم و غصے نے اسے بے قابو کر دیا تو اس کی زبان سے نکلا "کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ عورت جس نے انہیں اپنے بچوں کی طرح پرورش کیا اور جن کی خاطر اپنی بڑی سے بڑی مسرت بھی قربان کر دی جس نے ان کی ہر زیادتی کو جائز سمجھا اور پھر بھی سر آنکھوں پر بٹھایا وہ ان کے ساتھ بے ایمانی کرے گی۔ یہ جھوٹے ہیں مکار ہیں، محسن کش۔۔۔۔۔۔"

ناصرہ بہادر نہ سہی مگر بڑی ہمت رکھتی تھی۔ اتنا سنتے ہی کہاں کا لحاظ اور کیسی عدالت، اٹھ کھڑی ہوئی اور غصے میں تھراتی ہوئی بولی "آپ کو ان معصوم بچوں کے لئے ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہیں کرنے چاہئیں، یہ نادان ہیں بات کو نہیں سمجھتے۔ ان کا اس میں کیا قصور مجھے جو چاہے کہنے دیجئے میں بڑھیا ہوں اور یہ ابھی بچے ہیں ان کو زندہ رہنا ہے ان پر کوئی بات نہ آئے۔۔۔۔۔۔۔"

مداخلت کی وجہ سے عدالت کو زبردستی اسے خاموش کرنا پڑا۔

ٛ

سہیل کو مقدمے کی خبر ہو چکی تھی۔ اب پانچ بج رہے تھے مگر وہ روانہ ہو گیا کہ اپنی "ماں" کی حمایت لے۔ یہ بالکل ناممکن تھا کہ وہ سو میل کا سفر شام تک پورا ہو جاتا اس کے علاوہ کام سے ابھی پوری طرح واقف نہیں پھر سمندر میں طوفان، برسات تھی رات ہوتے ہوتے آئی۔ بجلیاں چمک رہی تھیں اور بادل کڑک رہے تھے۔ ادھر سمندر میں تلاطم برپا تھا اور پھر ہوا بھی مخالف۔ ننھی سی جان۔ معصوم کی عمر ہی کیا چند گھنٹہ تو جدوجہد کرتا رہا لیکن کہاں تک، سانس پھول گیا، ہاتھ پاؤں نے جواب دیدیا۔ بھیگ کر چور اور سردی سے کانپ رہا تھا۔ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا کئی میل پرے بجلی گری اس نے دیکھا کہ راستہ بھٹک گیا ہے قریب ہی ایک پہاڑی تھی۔ سمندر میں اور بھی طوفان امنڈ آیا اور بھنور پڑنے شروع ہوئے۔ دل میں ماں کو یاد کر رہا تھا کہ الٰہی اماں کو مصیبت سے بچا تو کہ۔ دفعتاً کشتی پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی اور بیچارا سہیل ڈراؤنی موجوں کے آغوش میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چلا گیا

جس وقت خورشید نے اصل دستاویز پیش کیں تو ان کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور پیشانی پر شرمندگی سے پسینے کے سرد قطرے جمے ہوئے معلوم ہونے لگے۔ مقدمہ ناصرہ کے حق میں فیصل ہوا ...."

رات بھی آگئی ______

سب بہن بھائی انگاروں پر لوٹ رہے تھے اور آپس میں سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ بری طرح زک اٹھانی پڑی اور اب کیا کیا جائے۔ تھوڑی دیر بعد سوتیلی ماں اپنے کمرے سے نکلی۔ اس کے ہاتھ میں اصلی دستاویز تھی، اور آنکھوں میں آنسو۔ وہ بچوں کی طرف بڑھ رہی تھی اور اس کے خیالات ایام گذشتہ کے واقعات پیش کر رہے تھے، اگرچہ بچے بڑے ہو کر جوان ہو گئے مگر اس کے آگے کے تو وہ اب بھی دودھ پیتے بچے تھے اسے یاد آرہا تھا کہ یہ رفیع جو آج اس کو ڈائن کہہ رہا ہے وہی ہے جو اپنی ماں کے ہاتھ سے پٹ کر اس کے سینے سے چمٹ گیا اور گلے میں باہیں ڈال کر سو گیا۔ نرگس جو آج اس کو فریبی کہتی ہے وہی تو ہے جو دودھ کے لئے پھڑک جاتی تھی اور ناصرہ سب کام چھوڑ چھاڑ سب سے پہلے اسے دودھ پلاتی تھی اور یہ نسترن ماں کے مرنے کے بعد ایک روز زینے پر چڑھ رہی تھی کہ تیسری سیڑھی سے پیر پھسل گیا اور نیچے آرہی تو اس کے جسم پر چوٹ لگی اور ناصرہ کے دل پر۔ سوسن جوان ہو گئی تو کیا، ہے تو وہی نا جو ماں سے صرف اس بات پر بگڑ گئی کہ اس نے اوڑھنی تیار نہ کی تھی، لیکن جب ناصرہ کو اس کا علم ہوا تو راتوں رات دھندلی سی روشنی میں اس کے لئے اوڑھنی تیار کر دی۔ واقع پر کس قدر حیرت ہوتی ہے کہ ماں باپ نے گھر کا اور یہ سیدھا اُن کے پاس لپکا مگر آج بہن بھائیوں کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے،

اس کے ہونٹ تھرتھر کانپ رہے تھے وہ آگے بڑھی اور بچوں نے نفرت سے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا مگر وہ پھر بھی ان کے قریب پہونچ گئی اور رفیع کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی "بیٹا کیا اپنی اناں سے خفا ہو، کس بات پر، صرف اس (دستاویز کو اس کی طرف بڑھاتے ہوئے) کی وجہ سے؟ لو اس کو تم اپنے ہاتھ سے چاک کر ڈالو۔ واقعی یہ ملکیت تمہاری ہے اور میں دخل دینے والی کون! کیا میں اس کاغذ کو اپنے پاس رکھوں اور اپنے بچوں کو خفا کروں۔ مجھے تم پہلے سے بتا دیتے تو یہ وقت بھی نہ آتا......"

وہ نہایت تعجب سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے کہ بڑھیا سوتیلی ماں کیا کہہ رہی ہے۔ آنسو پونچھ کر وہ پھر بولی "تمہارا تمام روپیہ اس کمرے میں ہے جس میں میں عارضی طور پر رہتی تھی۔ اب تم ہی لوگ اس مکان اور جائداد کے مالک ہو۔ خدا تمہیں خوش رکھے میں نے تمہاری ملکیت میں سے ایک تار بھی نہیں لیا۔ یہ پھٹے پرانے کپڑے میرے اپنے ہیں، ہاں میری ایک خواہش ہے اور وہ یہ کہ سہیل کو اپنے باپ کی اولاد سمجھ کر خدا کے لئے اس سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ وہ بھی تمہارے حصے میں شریک ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک حسرت بھری نظر مکان پر اور محبت بھری نظریں بچوں پر ڈالیں اور قدم اٹھایا۔

کتنا ہی حاسد، کتنا ہی سنگدل اور کیسا ہی احسان فراموش کیوں نہ ہو انسان کا دل ایسی چیز سے پھٹ جاتا ہے، بچے روئے اور اس کے قدموں پر گر پڑے۔ انہوں نے اپنی خطائیں معاف کرنے کی التجا کی۔ وہ پھوٹ پڑی۔ سب کو سینے سے لگایا اور شکستہ آواز میں یوں گویا ہوئی "خطا کیسی اور قصور کس کا، تم واقعی اپنے ورثہ کے جائز حقدار تھے، بلکہ تم مجھے خدارا معاف کر دینا کہ اتنے عرصہ تک تمہیں پریشان رکھا۔"

وہ ضبط نہ کر سکی اور مکان کے باہر نکل گئی،

طوفان باد و باران اس غمزدہ کی حالت پر گریہ وزاری کر رہا تھا!

"کیا دنیا میں ایسی سوتیلی ماں بھی ہو سکتی ہے؟" ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

ایک روز سہیل کی موت کا بھی اعلان ہو گیا ——— اسوقت سوتیلی ماں کا آخری وقت تھا،

صادق الخیری

ہمارے اخبار رسالے

موجودہ زمانہ میں لوگوں کو بیکاری اور بے روزگاری نے پریشان کر رکھا ہے۔ جو کم تعلیم یافتہ ہوتے ہیں اور ملازمت کا کہیں ٹھکانہ نہیں ملتا انکو زنانہ اخبار یا رسالہ کی اشاعت کی سوجھتی ہے۔ ایسے اخبار یا رسالے مستقل نہیں ہوتے کوئی رسالہ چند ماہ چندہ خریداروں سے وصول کر کے رخصت ہو جاتا ہے اور بعض پرچے دو تین سال کی عمر پا لیتے ہیں۔ گذشتہ تیس چالیس سال کے عرصہ میں کتنے ہی اردو کے زنانہ پرچے جاری ہو چکے ہیں مگر ان میں دو ایک ہی ایسے ہیں جن کا گھر میں آنا فوائد سے خالی نہیں۔ باقاعدہ مطالعہ سے بہت سی لڑکیاں اور عورتیں مضمون نگار ہو گئیں اور بہت سی عورتوں نے اپنی اصلاح کر لی۔ ان زنانہ پرچوں میں ہمارا **عصمت** بھی ہے۔ ہمارے زنانہ رسالے اگر نیک نیتی اور مستورات کی اصلاح کے لئے شائع ہوں تو خوش قسمتی مگر موجودہ ایڈیٹروں کی روش کے مطابق نئے نئے رسالوں کی اشاعت سے فرقہ نسواں کو بجائے فوائد کے نقصانات ہو رہے ہیں بلکہ مستورات کے لئے راہزنی کا کام کر رہے ہیں! ان رسالوں میں چند ایسی باتیں ہیں جن کو ہمارا بھولا بھالا فرقہ نسواں نہیں سمجھتا مثلاً چندہ کی زیادتی غیر موزوں یا غیر ضروری مضامین اخباری قطعے۔ نقصان دہ اشتہارات ایڈیٹری میں عورتوں کے فرضی نام نااہل غیر شریف منیجر وغیرہ وغیرہ

چندہ زنانہ اخباروں کا چندہ مردانہ رسالوں سے زیادہ ہوتا ہے اس وجہ سے ان رسالوں کو باحیثیت امیرزادیاں ہی خرید سکتی ہیں اور ان بہنوں کو اپنے عیش و آرام اور شغل دنیاوی سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ اخبار بینی کریں یا رسالوں کے مضامین سے اپنی معاشرتی اصلاح کریں۔ یا کشیدہ کاری کھانا پکانے کی ترکیبوں میں کچھ دلچسپی لیں۔ ان کے برعکس غریب نادار بہنیں کتاب بینی یا اخبار پڑھنے کا شوق رکھتی ہیں۔ وہ بچاریاں چندہ زیادہ ہونے کی وجہ سے رسالہ نہیں خریدتیں۔

مولوی صاحب کی خداوند کریم عمر دراز کرے۔ انہوں نے عصمت کے دو چندے کر دئے ہیں تاکہ جو بہنیں پانچ روپے کا پرچہ نہ خرید سکیں وہ دوسرے قسم کا تین روپے والا منگا سکیں

مضامین ہمارے رسالوں کے مضامین عام طور پر ایسے نہیں ہوتے جن سے ہماری معاشرتی اصلاح ہو سکے یا ان کے کھانا کھلانا اور ادویات کے نسخے قابل اعتبار نہیں ہوتے ہیں اور ان کی ترکیبوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ غلط کتابوں سے نقل کرکے درج کر دئے جاتے ہیں، بعض مضامین بھی کتابوں سے نقل کرکے دئے جاتے ہیں۔ اکثر ایسے مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جن کے پڑھنے سے کس طرح کا فائدہ حاصل نہ ہو، اکثر ایسے مضامین بھی ہوتے ہیں کہ جن کی بحث مہینوں جاری رہتی ہے لیکن ہر دو طرف سے جوابات مکمل نہیں ہوتے۔ ان بحثوں سے نہ کوئی فائدہ، نہ عمل۔ نہ اصلاح۔ نہ انجام نیک چاہئے یہ کہ اڈیٹر صاحبان ان مضامین کی اصلاح فرمایا کریں اور ہر دو طرف کی غلط فہمیوں کو دور کریں اور عمل کی تاکید فرمائیں تاکہ بحث مباحثہ کا کچھ اثر بھی میسر ہو اور ہم کو وہ سبق دیر تک یاد رہے۔ بعض لڑکیاں محض اخبار میں نام چھپنے کی خاطر مضمون لکھتی ہیں۔ اڈیٹر صاحبان کو لازم ہے کہ ایسے مضامین کو روکیں" نامہ نگار کو بتا دیں کہ زنانہ اخبار یا رسالے محض ناموری اور شہرت حاصل کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ ایسے مضامین لکھے جائیں جن کی کوئی سطر ہماری اصلاح بہبودی اور راہبری سے خالی نہ ہو

فنڈ اکثر زنانہ پرچوں میں فنڈ قائم کئے جاتے ہیں مثلاً میموریل فنڈ۔ خیراتی فنڈ۔ تباہ کن غریبوں کے لئے چندہ جمع کرنا نادار بہنوں کے لئے اخبار جاری کرنا ایسے ایسے فنڈوں کے ذریعے اڈیٹروں کو اخبار کی آمدنی سے زیادہ روپیہ وصول ہوتا ہے۔ اور فنڈوں میں روپے بھیجنے کی کوئی قابل تسلی بخش رسید نہیں ہوتی، بھولی بھالی لڑکیاں مستورات اپنی ناموری کر چندہ بھیجتی ہیں، نہ تو مصیبت زدوں اور یتیموں کی مدد ہوتی ہے نہ مدرسوں کی نہ نادار بہنوں کو اخبار ملنے کا ذریعہ ملتا ہے۔

اخباری اشتہار جو اشتہار کسی اخبار یا رسالہ میں کامیاب نہ ہوں وہ زنانہ رسالوں میں دئے جاتے ہیں۔ اکثر فضول اشیا مستورات کو استعمال کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور ان اشیاء کی تعریفوں سے مستورات کے دل لبھائے جاتے ہیں۔ چار دیواری میں بند مستورات ان جھوٹی تعریفوں کو پڑھ کر اشیا منگواتی اور بعد میں پچھتاتی ہیں۔ رسالہ کے اڈیٹر صاحب رسالہ کے ایک ورق پر تو کفایت شعاری کے مضمون کی تائید کرتے ہیں اور دوسری طرف جھوٹے زیورات کا اشتہار دیتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں اصلی سونا ہے دو روپے میں اصلی سونے کی بارہ چوڑیاں ہیں بہتی ہوئی خوبصورت معلوم ہوتی ہیں منگوائیے۔ جس پرچہ میں شرم حیا شرافت تہذیب کا مضمون ہوگا اس میں مخرب اخلاق بیہودہ اشتہار بھی جو باحیا کنواری لڑکیاں کبھی نہیں پڑھ سکتیں رسالہ کے اڈیٹر صاحب خود ایک لمبا چوڑا مضمون سادگی پر لکھتے ہیں لیکن دوسرے صفحے پر تحریر کرتے ہیں کہ فلاں صابن۔ پوڈر۔ سرخی کا استعمال کرو ایسے ایسے اشتہارات مستورات کی مالی حالت کو تباہ کرتے ہیں، ہمارے زنانہ رسالوں اخباروں میں سوائے ہماری معاشرتی اصلاح۔ کشیدہ کاری، خانہ داری، دینیات۔ سوانح عمریاں تاریخی واقعات کی کتب کے بیہودہ اشتہارات نہونے چاہئیں تاکہ ہمیں اپنے رسالوں سے ہر طرح سے فائدہ حاصل ہو اور ہماری بہنوں کی اصلاح ہو اڈیٹران اخبار کو ہم سے دروغ گوئی سے کام نہ لینا چاہئے بلکہ ہم کو دوسروں کے دھوکہ بازی و دروغ بیانی سے بچایا جائے۔ ایک دفعہ لاہور کے ایک زنانہ رسالہ کے اڈیٹر صاحب نے زنانہ شفاخانہ کا اشتہار اپنے رسالہ میں

بقیہ صفحہ ۱۹۰ پر دیکھئے

عورت کی توہین

پیاری سکھی سوچ لینے دے
اور پھر سوچ کر سمجھ لینے کی مہلت دے!
صرف چند لمحوں کے لئے!

دو چیزیں میرے سامنے ہیں، ایک احسان اور فرمانبرداری — دوسری عورت کی خودداری اور آبرو!

کیا میں پہلی کا خون کر دوں — یا دوسری کو خاک میں ملادوں! ماں باپ نے مجھے پالا پوسا ہر طرح کا آرام دیا، خواہشیں پوری کیں اور نور نظر اور لخت جگر سمجھا اگر میں اس شخص کی زوجیت کو (جس کو میرے ماں باپ نے انتخاب کیا ہے) رفیقہ حیات بننے سے انکار کر دوں۔ تو میں نے احسان اور فرمانبرداری کا خون کیا۔ اگر راضی ہو جاؤں تو میں نے عورت کی خودداری اور آبرو کو خاک میں ملا دیا!

میری ہمدرد سکھی تو جانتی ہے کہ یہ شخص بی اے پاس ہے مگر میرے والد کو مجھے اس کی رفیقہ حیات بنانے کے لئے پانچ ہزار روپیہ جہیز میں دینا ہوگا اور اگر ایک پائی بھی کم ہو جائے تو میں رفیقہ حیات بننے کے —— "ناقابل"!

میرے والد کے لئے یہ ایک معمولی رقم ہے اور وہ خوش ہیں کہ "روشن دماغ" داماد مل رہا ہے مگر میری پیاری سکھی وہ نادانی سے نہیں بلکہ بزور دولت سے "عورت" کی بیش قیمت خودداری اور آبرو کو خاک میں ملا رہے ہیں!

میری سکھی۔ میری بھولی سکھی تو بغیر سوچے سمجھے اس کی سفارش کرتی ہے اپنی اور اپنی کل بہنوں کی قدر و قیمت گھٹانے میں مدد دے رہی ہے! یہ شخص ان بوالہوس مردوں میں سے ہے جو دولت کو حسن، اخلاق اور خوبصورتی پر ترجیح دیتے ہیں، یہ رفیقہ حیات کے نہیں دولت کے متلاشی ہیں۔

اے سکھی کیا تو نہیں دیکھتی کہ میری بہت سی سکھیاں مجھ سے حسن اور اخلاق میں بڑھ کر ہیں۔ مجھ سے زیادہ علم و لیاقت والی ہیں اور مجھ سے زیادہ سلیقہ شعار! کیا ان دولت پرستوں کی آنکھیں ان کی خوبیوں کو نہیں دیکھتیں؟ دیکھتی ہیں! لیکن غربت نے میری باکمال سکھیوں کی خوبیوں پر پردہ ڈال دیا ہے!

اے سکھی وہ غریب ضرور ہیں مگر قناعت اور خودداری کی دیویاں ہیں وہ کبھی دولت کی غلامی قبول نہ کریں گی گو وہ علم و لیاقت میں یکتا و یگانہ ہوں کاش ان دولت پرستوں کو جو شادی کے بہانے روپے کی خواہش کرتے ہیں معلوم ہو جائے کہ وہ دولت لیکر غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیتے ہیں اور داماد نہیں بنتے —— بلکہ زر خرید غلام۔

بہترین رفیقہ حیات عموماً غریبوں ہی میں ملتی ہیں جو اپنی دور اندیشی سے مشکلات کو آسان کرے صبر و تحمل سے زندگی کی کٹھن ترین گھڑیوں کو اطمینان کے ساتھ گذار دے۔ اپنی اطاعت گذاری سے شوہر کے دل پر حکومت کرے اس کے غم میں مونس اور خوشیوں میں سادہ دلی سے حصہ لیکر زندگی کو مسرت خیز بنا دے اور اپنی محنت و مشقت اور سلیقہ شعاری سے زندگی کو سنوارے۔

میری ہمدرد سکھی! میں اس غریب کی رفیقہ حیات بننے کی آرزو مند ہوں جو اپنی پاک کمائی مجھ پر صرف کرنے میں فخر سمجھے اور آزاد رہ کر زندگی بسر کرے نہ کہ دوسروں کی بھیک دی ہوئی دولت سے اپنے آپ کو پالے اور اسی میں اپنی عزت سمجھے۔ میں اس شخص کو قابل پرستش سمجھوں گی جس کے دل میں عورت کے حسن اخلاق اور بے لوث محبت کی عزت ہو نہ کہ اس کی دولت کی!

سکھی میری پیاری سکھی۔ میری بھولی اور نادان سکھی تو سوچ لے! اور پھر سوچ کر سمجھ لینے کی کوشش کر کہ ان لوگوں سے جو رفیقہ حیات کے ساتھ دولت بھی طلب کرتے ہیں یا دولت پر نظر رکھتے ہیں یہ مقدس رشتہ جوڑنا گویا "عورت کی توہین کرنا ہے"

ایم اے شکور۔ شاہ ماہ مدراس

بیگمات مغلیہ پر ٹیکسٹ بک کمیٹی کا حملہ

شیوابا ونی کتاب کی زہریلی رفتار

ہندی کے مشہور ادیب جناب سید قاسم علی صاحب بشارد ساہت النکار کے قلم سے

ہندی میں ایک کتاب "شیوابا ونی" بنارس اور الہ آباد یونیورسٹیوں کے میٹرک اور دوسری کئی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے۔ اس کتاب میں باون چھند (نظم) ہیں جو کہ ہندی شاعر بھوسن نے سیواجی کی تعریف میں لکھے ہیں اس کتاب پر ہم کو زیادہ توجہ دینے کی ضرورت اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ اس میں شہنشاہ اورنگ زیب پر شرمناک حملے کئے گئے ہیں اور دہلی کی شاہی بیگمات کو بدنام کیا گیا ہے۔ مثلاً چھند نمبر ۹ کا ترجمہ

سیواجی کی دہلی میں آمد سن کر بادشاہ کی بیگمات چھاتی پیٹ پیٹ کر بھاگتی پھرتی ہیں۔ تین دفعہ کی کھانے والی جنگلوں میں بیر چن چن کر کھانے لگیں جنکو کبھی باہر کی ہوا بھی نہ لگی تھی وہ لاکھوں کے سامنے سینہ کھولے ہوئے بے تحاشا بھاگ رہی ہیں۔ وہ شہزادیاں جو کہ اچھے سے اچھے میوے کھاتی تھی وہ آج جنگلوں کے پتے کھا رہی ہیں،

چھند نمبر ۶ کا ترجمہ:- اے شیر بہادر سیواجی تو نے اپنی کتا نام کی تلوار سے مغلوں کی بادشاہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اس لئے تینوں جہانوں میں تیری دھاک بندھ گئی دہلی سے ولایت تک سب بھاگ گئے۔ تیرے خوف سے آگرہ کے محل کی بیگمات کھلے بال مرجھائے منہ بے تحاشا محلوں سے کود کود کر بھاگیں،

چھند نمبر ۵ کا ترجمہ:- سیواجی کی تیاری سے دہلی والے خوف میں مبتلا ہو گئے۔ گھبراہٹ سے مغلوں کی بیگمات۔ بغیر کرتے قمیص پاجامہ کے جوتیاں چھوڑ کر مجبوراً دھوپ میں بھاگنے لگیں۔ خوبصورت کمسن شہزادیاں درختوں کا سایہ تلاش کرتی ہیں ان کے منہ پر سر کے بالوں کی لٹیں ایسی بکھر گئی ہیں کہ جیسے کنول پر بھونرا۔ سیواجی کے ڈر سے ان کے حسین چہرے پھیکے اور زرد ہو رہے ہیں۔ چھند ۱۱ کا ترجمہ:- جن کی زندگی خوشبو پر تھی اور جن کا کھانا عمدہ عمدہ میوے تھے جن کی کمر ہندی کے چار کے ہندسے کے موافق تھی (۷) سیواجی کے ڈر سے بھاگتی چلی جاتی تھیں یہاں تک کہ چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ گئے اور وہ درختوں کی جڑیں کھا کھا کر وقت کاٹ رہی ہیں اتنی تیز گرمی میں بھی شاہی بیگمات پیاس کے مارے کنول کی کلیوں کی طرح کملا رہی ہیں اور اپنی چادر کے موتیوں کو توڑ کر منہ میں نچوڑ رہی ہیں لیکن ان سے تسلی نہیں ہوتی اور بیہوش ہو جاتی ہیں

مندرجہ بالا مثالوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب کس قدر دل آزار ہے۔ یہ چھند تاریخ کے بالکل خلاف ہیں سیواجی کا دہلی میں فوج لیکر اورنگ زیب کے مقابلہ میں جانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا اور نہ شہنشاہ اورنگ زیب ایسا بزدل اور جاہل تھا جو ایسی حرکات کرتا تعجب ہے کہ ایسی کتاب کو ٹکسٹ بک کمیٹی نے کیسے منظور کر لیا یونیورسٹیاں تاریخ کے بالکل خلاف ایسی شر انگیز دل آزار کتابیں پڑھا کر ہندو مسلم اتحاد اور ملک میں امن پیدا کر سکتی ہیں یا اس ملک کی قوموں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت پیدا کر رہی ہیں ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر اس

تجربہ کی باتیں

از قلم امت الحفیظ اہلیہ محمد عبدالرحیم صاحب چیف کیمسٹ دوارکا (کاٹھیاواڑ)

(۱) گھی کی پہچان - آج کل مصنوعی گھی کی اس قدر افراط ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں خالص گھی کا ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن سا ہوگیا ہے۔ دوکاندار ہزاروں جھوٹی قسمیں کھا کھا کر مصنوعی گھی کو فروخت کرتے ہیں جس کو بناتے وقت حفظانِ صحت کے کسی بھی اصول کو مدنظر نہیں رکھا جاتا اس لئے عام طور پر مضر صحت ہوتا ہے۔

ہماری مستورات ایسے ہی گھی کو استعمال کرنے کے لئے مجبور ہیں کیونکہ اس کی جانچ بہت مشکل ہے۔ کوئی کیمسٹ ہی اس کے کیمیائی اجزا جدا جدا کر کے بتلا سکتا ہے کہ گھی اصل ہے یا نقل۔ میں ایک نہایت ہی سہل اور کارآمد ترکیب اس کی جانچ کی عصمتی بہنوں کے لئے لکھتی ہوں :-

گھی کے نمونہ کی تھوڑی سی مقدار کو کسی چھوٹی سی شیشی میں ڈالکر گرم پانی کے برتن میں رکھکر پگھلاؤ پھر اس میں تین قطرے شورے کے تیزاب کے ڈالو۔ اگر گھی خالص ہوگا تو اس کا رنگ بدستور رہیگا۔ اگر نباتاتی گھی ہوگا تو اس کا رنگ گہرا زرد ہو جائیگا۔ اگر چربی کی ملاوٹ ہوگی تو اس کا رنگ نارنجی اور اگر موم کی ملاوٹ ہوگی تو سرخی مائل زرد ہو جائیگا۔

(۲) پانی صاف کرنا - بعض مقامات پر پینے کا پانی بہت گندا دستیاب ہوتا ہے خواہ اس کو پکا کر فلٹر بھی کر لیا جائے یہ گندا پن نہیں جاتا ایسی صورت میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا پھٹکری کا پانی کھولانے سے قبل اگر ملا دیا جائے تو تیار شدہ پانی نہایت ہی صاف اور شفاف ہوگا۔

(۳) پیٹرول زیادہ کام کرے - موٹر کار کے پیٹرول ٹینک میں پیٹرول بھرتے وقت ایک گولی اگر نیپتھلین (عام طور پر بازار میں فنائل کی گولیوں کے نام سے فروخت ہوتی ہے) سفید رنگ کی گولیاں گرم کپڑوں میں رکھنے کے لئے استعمال کیجاتی ہیں) کی ملا دیجائے تو پیٹرول جلدی ختم نہیں ہوتا۔ میرا تجربہ ہے کہ اگر عام طور پر ایک موٹر کار ایک گیلن پیٹرول میں تیس میل جاتی ہے تو صرف ایک گولی فنائل کی ملانے سے ۳۵ میل جائیگی۔ یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے۔ جن بہنوں کے ہاں اللہ کے فضل سے موٹر گاڑیاں ہیں وہ آزما دیکھیں۔

(۴) ریشمی کپڑوں کی صفائی ہندوستان کے عام دھوبیوں نے اپنے فن میں کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ وہی پرانے طریقے جو ان کے آباؤ اجداد استعمال کرتے تھے اب بھی رائج ہیں۔ آپ کے بہت سے سفید ریشمی کپڑے ان دھوبیوں کی بے رحمی اور ناقابلیت کی وجہ سے بدرنگ اور کڑکڑے ہوگئے ہونگے ایسے کپڑوں کو استری کرنے سے قبل اوگزیلیٹ ایسڈ (ٹنکر کا تیزاب جو شورہ اور گندھک کے تیزاب کی آمیزش سے بنتا ہے اور جو زہر ہے) کے سلوشن میں

علاوہ سے لیا جائے بعد میں خشک کرکے استری کیا جائے تو اپنا اصلی سفید رنگ اختیار کرلیگا کپڑے میں ایک قسم کی ملاہٹ بھی ہوگی جیسا کہ اس وقت بھی تھی جبکہ آپ کے میاں اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی سے آپ کے لئے دوکاندار سے خریدا تھا، ایک چھٹانک اوگزیلیٹ ایسڈ کو ایک گیلن کھولتے پانی میں ملائیں جب ایسڈ گھل جائے تو آگ سے اتار کر کپڑوں کو اس میں ڈالکر اوپر نیچے کریں زیادہ سے زیادہ دس منٹ بعد کپڑوں کو الگنی وغیرہ پر لٹکا دیں تاکہ پانی ٹپک ٹپک کر بہہ جائے اور کپڑے خشک ہو جائیں۔

(۵) اصلی اور نقلی ہیرے کی پہچان آجکل مصنوعی ہیرا خالص کاربن سے بذریعہ قوت برقی بنایا جاتا ہے۔ نیز مینگنیز بلور۔ اور سوہاگہ کو آگ پر گلاکر بھی بناتے ہیں۔ یہ ہیرے اس قدر خوبصورت اور شاندار بنائے جاتے ہیں کہ اصلی اور نقلی میں تمیز کرنا مشکل ہے، اپنے آگے اندھیرے میں لیمپ رکھکر ہیرے کا عکس دیوار پر ڈالیں اگر اسکی چمک ٹڑپدار ہو تو اصلی ورنہ نقلی اصلی ہیرا بہ نسبت نقلی کے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ دھوپ میں رکھکر اندھیرے میں لیجائیں اگر چمک معلوم ہو تو اصلی ورنہ نقلی۔

(۶) پھولوں کے گلدستوں کو دنوں تک تروتازہ رکھنا۔ ۶ ماشہ نوشادر کو پانی میں حل کرکے گلدستہ اس میں ڈبوکر نکال لو پھر تازہ پانی کے برتن میں رکھ دو، ہر روز شام کو تازہ پانی بدل دو گلدستہ دس بارہ دن تک تروتازہ رہیگا

(۷) ہاتھی دانت کی اشیاء صاف کرنا۔ ہاتھی دانت کی اشیاء اگر بدرنگ ہوگئی ہوں تو انپر کھٹا دہی مل دو۔ گھنٹہ بھر بعد صاف پانی سے دھو ڈالو سفید ہو جائیگا، شورہ کا تیزاب پانچ حصہ آب مقطر پچاس حصہ دونوں ملاکر ہاتھی دانت کی اشیاء پر ملو جب صاف ہو جائے تب ٹھنڈا پانی سے دھو ڈالو۔

(۸) خانگی ٹوٹکے۔ کپڑوں پر اگر کافی کے داغ پڑ گئے ہوں تو وہاں گلیسرین ملو پھر نیم گرم پانی سے دھو ڈالو،

نیز سرکہ میں تھوڑا سا کافور حل کرکے اس لیمپ کی نئی بتی کو چوبیس گھنٹہ تک تر رکھو بعد میں خشک کرکے لیمپ میں چڑھاؤ روشنی تیز اور دھوئیں سے پاک ہوگی، پانی میں تھوڑا سا سوہاگہ اور شورا ڈالکر ملاؤ اب اس میں لیمپ کی چمنی کو رکھکر پانی کو ابالو پھر ٹھنڈا ہونے پر چمنی کو نکال کر لیمپ میں لگاؤ چمنی مضبوط ہو جائیگی،

سرکہ میں کپڑا تر کرکے پنیر اور گوشت کے اوپر اچھی طرح لپیٹ دو کئی دن تک خراب نہ ہوگا،

تھوڑی سی بے احتیاطی سے دودھ جوش کھا کر ابل جاتا ہے۔ اگر اس میں تھوڑا سا گھی ڈال دو تو پھر اسمیں ابال نہیں آتا

گوشت یا دال اگر نہ گلتی ہو تو اس میں تھوڑا سا بازاری سوڈا ڈالدو یا خربوزہ کے چھلکے ڈالدو، سب سے عمدہ چیز ارنڈ خربوزہ ہے اس سے گوشت فوراً گل جاتا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۵۶) دیا مجھکو سٹور دیکھنے کا بہت شوق ہوا اس سٹور کے پتہ پہ چل گئی، اور اسٹور دیکھنے کی اڈیٹر صاحب سے خواہش ظاہر کی انہوں نے مجھے ایک ٹرنک لاکر دکھایا جس میں چند فضول اشیاء اپنی مصنوعی اڈیٹر صاحبہ نے رکھ چھوڑی تھیں اس رسالہ کا اعلان تھا کہ ہمارا دفتر رسالہ سب زنانہ ہو یعنی رسالہ کے دفتر میں سب لیڈیاں مستورات کام کرتی ہیں باہر کے خطوط کا جواب بھی عورتیں ہی لکھتی ہیں اور تحریریں پوشیدہ ہوتی ہیں خاکسار نے دفتر میں جانیکی اجازت چاہی لیکن معلوم ہوا کہ وہاں مرد کام کرتے ہیں اور جنکو اڈیٹر صاحبہ لکھا جاتا تہا وہ بھی اس قابل نہیں کہ کسی مضمون کی اصلاح کرسکیں یا خود دو سطریں تحریر کرسکیں الا ماشاء اللہ

عصمت کی چھبیسویں سالگرہ کی خوشی میں کتابوں کی قیمت میں

رعایت

یہ اعلان ہر سال نہیں ہوتا رسالہ عصمت کی ۲۶ سالہ زندگی میں اس سے پہلے صرف ۷ مرتبہ کتابوں کی قیمتوں میں رعایت کی گئی ہے اس لئے اس موقعہ کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیجئے (۱) تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری نیز دوسری مطبوعات عصمت ۲ ر فی روپیہ رعایت دیجائیگی اور کم سے کم آٹھ روپے کی کتابوں پر ۳ ر فی روپیہ رعایت اور کم از کم پندرہ روپے کی کتابوں پر ۴ ر فی روپیہ رعایت محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

(۲) باہر کی یعنی دوسرے پبلشروں اور مطابع کی کتابوں پر ۲ ر فی روپیہ رعایت ملے گی لیکن اگر یہی دوسرے مطابع کی کتابیں ۱۰ سے کم روپیہ کی ہوں تو ۳ ر فی روپیہ کمیشن دیا جائے گا (۳) دو روپے سے کم کی فرمائش پر کوئی رعایت نہ ہوگی۔ ایک روپے سے کم کی کتابوں کے لئے ٹکٹ بھیجیے مع محصول ڈاک ... اس لئے زیادہ سے زیادہ ایک ساتھ کتابیں منگانے میں بہت کفایت ہے

معنوی حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف

عورتوں اور لڑکیوں کے لئے بیش کتابیں

آمنہ کا لال	۱۰ر	گلدستہ عید	۸ر
سیدہ کا لال	۱۲ر	روداد قفس	۱۲ر
الزہرا	۱۲ر	گرفتار قفس	۴ر
امت کی مائیں	۱۲ر	تعمیر عصمت	۵ر
وداع خاتون	۵ر	انگوٹھی کا راز	۸ر
شام زندگی	۱۰ر	منازل ترقی	۱۲ر
شب زندگی	[illegible]	جوہر عصمت	[illegible]
نوحہ زندگی	۱۲ر	سیلاب اشک	[illegible]
نسوانی زندگی	۸ر	طوفان اشک	۴ر
حیات صالحہ	[illegible]	ماہ عشوہ	۱۰ر
طوفان حیات	[illegible]	ولایتی شفی	۶ر
جوہر قدامت	[illegible]	منازل السائرہ	[illegible]
تمغہ شیطانی	۱۲ر	بنت الوقت	۸ر
سوورہ	۸ر	امیں کا دم واپسیں	۳ر
ستونتی	۷ر	بچہ کا کرتہ	۴ر
غدر کی ماری شہزادیاں	۱۲ر	دنیا کی سرگذشت	۳
وداع ظفر	[illegible]	فسانہ سعید	۸ر
قلب حزیں	۸ر	سراب مغرب	۴ر

اسلامی تاریخ ناول کے طرز پر

کنواری لڑکیاں یہ کتابیں نہ منگائیں

عروس کربلا	[illegible]	اندلس کی شہزادی	۸ر
محبوبہ خداوند	۱۲ر	سودائے نقد	۵ر
شہنشاہ کا فیصلہ	۳ر	شہید مغرب	[illegible]
منظر طرابلس	۵ر	سات روحوں کے اعمالنامے	[illegible]
دُرِّ شہوار	۸ر	محصول ڈاک بذمہ خریدار	

دفتر عصمت کی دوسری مطبوعات

کھانے پکانے کی کتابیں

عصمتی دسترخوان حصہ اول	[illegible]	بچوں کے کھانے	۸ر
عصمتی نعمت کدہ	۸ر	بیماروں کے کھانے	۱۰ر
ناشتہ	۱۰ر	خاقانی کھانے	۶ر

مشرقی مغربی کھانے [illegible] مجلد [illegible]

زنانہ دستکاری کی کتابیں

عصمتی کروشیا	مرتبہ فاطمہ بیگم صاحبہ بنگلوری	[illegible]
عصمتی کشیدہ	مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ	[illegible]
گلدستہ کشیدہ	مرتبہ مدیرہ فاطمہ بیگم صاحبہ	[illegible]
موتیوں کا کام	مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ	[illegible]
خواتین کی دستکاریاں	از آمنہ نازلی صاحبہ	۸ر

تصانیف محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

گلستان خاتون	[illegible]	بچھڑی بیٹی	۶ر
پیکر وفا	۸ر	خیال ہمنشیں	۱۰ر

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

مشیر نسواں یا زہرہ	[illegible]	موہنی	۱۰ر
سرگذشت ہاجرہ	۱۰ر	تحریر النساء	۱۲ر

تصانیف جناب اسمٰعیل		تصانیف محترمہ [illegible]	
نغمات موت	۶ر	خانہ داری کے تجربے	۱۲ر
ادیب زریں	۸ر	مفید نسواں	۸ر

شریف بیگمات کے مطلب کے بہترین اصلاحی ناول، افسانے وغیرہ

انوری بیگم	از محترمہ حبیبہ بیگم منشی نذر جنگ	[illegible]
غیرت کی پتلی	از فاطمہ بیگم صاحبہ مشیر ماحل	۲ر
چار رخ	از امیں فاطمہ ...	۳ر
دوست یہ قرابانیاں	آمنہ نازلی صاحبہ	۸ر
شہپارے	محترمہ امۃ الوحی کے افسانوں کا مجموعہ	[illegible]

لڑکیوں اور عورتوں کے مطلب کی نظمیں

شمع خاموش	از مرحومہ منجو بیگم لکھنوی کی نظمیں	۶ر
آئینہ خیال	از ملمیس خیال خاتون صاحبہ	۱۲ر

بچوں کی زبان میں بچوں کی کتابیں

مرغیار کہانیاں	[illegible]	مختصر دنیا	۵ر
جاپانی کہانیاں	[illegible]	بچوں کی دنیا	۷ر

مفید اور دلچسپ کتابیں

عقل کی باتیں	مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ	۸ر
ہنسی کی باتیں	مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ	۸ر
تاریخی لطیفے	مرتبہ آمنہ نازلی صاحبہ	۶ر
خواتین اندلس	مرتبہ مہر النساء صاحبہ	۶ر
تندرستی ہزار نعمت	مرتبہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی	۴ر

بچوں کی تربیت ۱۰ر پردہ و تعلیم ۱۲ر

روحانی شادی ۶ر آئینہ موثر [illegible]

تاریخی لطیفے

دنیا کے نامور مصنفوں، شاعروں، بادشاہوں، ظریفوں وغیرہ کے لطیفے، جو بہت سی کتابوں سے بڑی محنت سے منتخب کرکے لڑکیوں اور عورتوں کے لئے مشہور اہل قلم خواتین نے لکھے ہیں۔ تمام کوشش کی گئی ہے کہ کوئی ایسا لطیفہ نہ ہو جو شائستہ تہذیب سے باہر یا فرضی یا بناوٹی ہو۔ ہر لطیفہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ حاضر جوابی کا عمدہ نمونہ ہے۔ ہنسی بھی آئے گی معلومات بھی بڑھیں گی ۸؍

ہنسی کی باتیں

عامیانہ اور بازاری لطیفے نہیں جو چھپ چھپ کر چھپتے ہیں یہ کتاب ہندوستان کے معزز گھرانوں کی محترم خواتین کے لئے نئے طبع زاد مہذب لطیفے ہیں جنہیں پڑھ کر سنجیدہ انسان بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکے لطف یہ ہے کہ وقار و تہذیب سے گرا ہوا کوئی لطیفہ نہیں۔ مہذب ظرافت کی یہ بہترین کتاب ہے عورتوں اور مردوں بڑوں اور بچوں سب کو پسند ہے۔ قیمت صرف ۸؍

عقل کی باتیں

دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں، پیغمبروں، بادشاہوں، مصنفوں، شاعروں، ادیبوں اور فلاسفروں کے .... اقوال جو برسوں کے تجربوں پر مبنی ہیں جن میں ہنسی خوشی کامیابی سے زندگی گزارنے کا راز اور جن میں حیات انسانی کی پیچیدہ سے پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کا حل ہے تو دل بہلانے کا بہترین ذریعہ ہیں ان مضمونوں کو سوچنے اور ان پر غور کرنے سے عقل بڑھتی ہے اور انسان زندگی میں انقلاب پیدا کر سکتا ہے ۸؍

تندرستی ہزار نعمت

عصمت کی مایۂ ناز مضمون نگار محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین جن میں صحت قائم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سیاحت امریکہ اور یورپ کے تجربات بھی تحریر فرمائے ہیں آنکھیں، آنکھوں کا تعلق ہاضمہ سے دانت، آلتی پالتی کرنا، غسل، پینے کا پانی، غذا، نیند کتاب کے اہم عنوانات ہیں قیمت صرف ۴؍

کیا آپ کے گھر میں ننھے بچے ہیں

اگر ہیں تو آپ نور

بچوں کی تربیت منگا لیجئے کیونکہ بچوں کی پرورش اور تربیت پر اس قدر آسان پیرایہ پر ایسی مفید کتاب اردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی پہلے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا آج جن بیماریوں پر اشرفیاں خرچ کی جاتی ہیں اور اس وقت بیسیوں میں کام چل جاتا تھا وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں۔ پھر سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر لکھی گئی ہیں اور لائق مربیوں کے بیان کئے گئے ہیں قیمت ۱۰؍

پردہ و تعلیم

اس کتاب سے معلوم ہوگا کہ تعلیم نسواں کی طرف سے غفلت کرنے سے مسلمانوں کو کیسا شدید قومی نقصان پہنچ چکا ہے اور اب اس کی ترقی و بہتری کی کیا صورت ہے اس کتاب سے مسلمان عورت کا تمام راہ یورپ کی عورتوں سے مقابلہ کیا گیا ہے اور پردہ پر مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندوستان کا مروجہ پردہ درست نہیں اس کتاب کے مضامین کی عصمت میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے۔ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے ۱۲؍

آئینہ موٹر

موٹر کے متعلق اردو میں کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں وہ سب مل کر آئینہ موٹر کا پاسنگ بھی نہیں اس کتاب میں موٹر انجن کے ہر حصہ کے اصول سلیس اور عام فہم زبان میں سمجھائے گئے ہیں جن کے مطالعہ کے بعد ہر پرزہ کو کھول کر آپ بآسانی فٹ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس آئینہ موٹر ہے تو ڈرائیور اور درکشاپ کی پریشانیوں کی نوبت نہیں آئی۔ بڑی محنت سے جرمنی کے ایک تعلیم یافتہ شخص نے لکھی ہے۔ بالتصویر ہے۔ قیمت ۲؍

مفید نسواں

خانہ داری کے تجربوں کا دوسرا حصہ جس میں تندرستی اور بیماری کے متعلق نہایت ہی کارآمد مضامین ہیں مثلاً آنکھوں کی قدر و قیمت، نظر کی کمزوری کے اسباب، اختلاج قلب، چیچک، مختلف قسم کے درد، تپش لگنا، کھانسی، زکام، وغیرہ کے اسباب، علاج ہدایات احتیاطیں تفصیل کے ساتھ لکھی گئی ہیں اس کتاب میں ایک مضمون بھی ایسا نہیں جس میں سنی سنائی باتیں لکھی ہوں یا کسی غیر معتبر کتاب سے نقل کیا گیا ہو قیمت ۸؍

بچوں کے لئے بچوں ہی کی زبان میں ۴ کتابیں

بالشتیوں کی دنیا

انگریز سیاح گلیور صاحب

بالشتیوں کی دنیا میں چلے گئے تھے جنہیں بالشتئے دیو سمجھتے تھے سیاح کبھی دو چار بالشتیوں کو ہتھیلی میں اٹھا لیتا تھا اور سینکڑوں بالشتیوں کا جو کھانا اہتمام سے تیار ہوتا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا تھا بڑی مزیدار کہانی ہے۔ بچے بہت پسند کرتے ہیں۔ قیمت ۴؍

بچوں کی دنیا

روس کے مشہور مصنف ٹالسٹائی کی ان کہانیوں میں سے جو خاص طور پر بچوں کے لئے مصنف نے لکھی تھیں پانچ بہترین کہانیوں کا ترجمہ بچوں ہی کی زبان میں کیا گیا ہے علاوہ دلچسپ ہونے کے ان کہانیوں سے بچوں کے اخلاق درست ہوتے ہیں ان میں نیکی محبت، بہادری، حب وطنی، ہمدردی ایثار کے پاکیزہ جذبات پیدا ہوتے ہیں ۲؍

مزیدار کہانیاں

چھوٹے بچوں کے مطلب کی انہیں کی زبان میں لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں ہیں اور جناب سید ابو تمیم صاحب نے لکھی ہیں دلی کی زبان ہے اور پھر سید صاحب کا طرز بیان ایک بھی کہانی ایسی نہیں کہ بغیر ختم کئے بچے چھوڑ سکیں اول تو کہانیوں کی دلچسپی اس پر عمدہ عمدہ تصویریں بچے خوش ہو جائیں گے قیمت ۵؍

جاپانی کہانیاں

مسز فضلی صاحبہ اپنے شوہر کے ساتھ جاپان میں کئی سال رہیں انہوں نے بچوں کے مطلب کی نہایت عمدہ عمدہ سبق آموز کہانیاں جمع کیں اور بڑی قابلیت سے اردو میں لکھیں چند کہانیوں کے عنوانات یہ ہیں: دو چڑے چڑیا کی کہانی، پھول کھلانے والا بڈھا، انگلی کے برابر کا عجیب لڑکا، کیکڑا، اور گڑیا، بچوں کا باغ، شنتو کا رد، بالتصویر اور جاپانی بچوں کی بہترین ۲ کہانیاں ہیں قیمت ۸؍

ملنے کا پتہ: منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

علمی ادبی تاریخی کتابیں

دامن باغباں ملک کے نامور افسانہ نگار ڈاکٹر سعید احمد صاحب بریلوی کے سبق آموز افسانے عہ
پھسلنے قہقہے سید ابوتمیم صاحب کے وہ مضامین جو ہنسانے ہنساتے پیٹ میں بل ڈالدیں عہر
خطوط سرسید اردو کے بہترین خطوط کا بیش بہا مجموعہ سے
سیرۃ محمد علی رئیس الاحرار مولانا محمد علی کی مفصل سوانحعمری صفحات مجلد سے ر
تلاش حق گاندھی جی کی آپ بیتی انگریزی میں گیارہ روپیہ قیمت تھی اردو کی قیمت ۱۲ر
تقاریر محمد علی رئیس الاحرار مرحوم کی وہ تقریریں جن کا ڈنکا بج چکا ہے ۸ر
کلام جوہر مولانا محمد علی مرحوم کے جدید و قدیم کلام کا مجموعہ مع مقدمہ مولانا عبدالماجد ۸ر
دیوان غالب مطبوعہ جرمنی، غالب کا خود نوشتہ مقدمہ سہ رنگی تصویر خوبصورت جلد ۱۲ر
انتخاب میر سرتاج الشعرا حضرت میر تقی میر کے کلام کا انتخاب ۱۲ر
انقلاب دہلی اردو کے ان اساتذہ کی نظمیں جو دہلی کی بربادی پر غدر کے بعد لکھی گئیں عہر
سڑک کے قصے ہمارے گرد روحانی دنیا ہے۔ چشم دید حالات ۱۲ر
سیلاب تبسم جناب شوکت تھانوی کے پرمذاق تفریحی مضامین کا بہترین مجموعہ ۱۲ر
نشاط سخن اردو کے باکمال شعرا نے اپنے شاگردوں کو جو اصلاحیں دیں ان کا مجموعہ عہر
بزم خیال اردو فارسی کے مشہور شعرا کے لطیفے حاضر جوابی برجستہ گوئی کے نمونے عہر
مرقع ادب ملک کے نامور انشاپردازوں کے خطوط کا قابل قدر مجموعہ ۱۲ر
دلگداز افسانے وہ سبق آموز افسانے جن میں معاشرتی پہلو خصوصیت سے دکھائے ہیں صہ
خوان نعمت دلی کے کارخانہ داروں کی بڑی ہی مزیدار زبان ۸ر
آلام حیات انگریزی کے چند بہترین دردناک افسانوں کا بہترین ترجمہ عہر
ایک خطبہ صدارت جس میں بہت سی کام کی باتیں معلوم ہوتی ہیں ۸ر
کولتار از مرزا عظیم بیگ چغتائی نہایت پرلطف اور دردناک قصہ ۱۲ر
روح لطافت از مرزا عظیم بیگ چغتائی۔ نہایت دلآویز پرمذاق دلچسپ افسانے عہر
مرزا جنگی از مرزا عظیم بیگ چغتائی بڑا مزیدار ڈراما۔ لکھنؤ کی معاشرت اور زبان ۲ر
مسدس حالی مسلمانوں کے عروج و زوال کے اسباب مولانا حالی کی بےمثل مثنوی ۱۲ر
شکوہ ہند یہ بھی مولانا حالی کی مشہور قومی نظم ہے ۳ر
خضر راہ ۴ر مکمل ترانہ ۲ر شکوہ ۲ر جواب شکوہ ۳ر
اکبری اقبال ۳ر یہ پانچوں ڈاکٹر سر اقبال کی مشہور نظمیں ہیں
پردۂ غفلت آزادی نسواں اور پردہ پر اعلیٰ درجہ کا اخلاقی ڈراما عہ
نگارستان مولانا نیاز فتح پوری کے افسانوں کا مجموعہ (لڑکیاں نہ منگائیں) ۱۲ر
شباب کی سرگذشت مولانا نیاز فتح پوری کے افسانوں کا بہترین مجموعہ " عہ
دنیا کی حور دلآویز اور دلچسپ پیرایہ میں ایک اصلاحی ناول ۱۰ر
دختر سمرنا خالدہ ادیب وزیر تعلیم ترکی کے چشم دید تسخیر سمرنا کے حالات ناول کے پیرایہ میں عہر
اخبار اندلس یعنی سپین کی ۸۰۰ سالہ مسلم حکومت پر بےمثل کتاب رعایتی قیمت ۱۲ر
تاریخ مغرب شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی مفصل مکمل موثر تاریخ ۱۲ر

موحدین ان مسلمانوں کے دردناک حالات جو اندلس کی اسلامی سلطنت کے بعد عیسائیوں نے بنائے
خلافت موحدین جس کے بانی امام غزالی کے شاگرد تھے جنہوں نے بڑے زور کی حکومت کی تھی ۸ر
تاریخ سپین جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے کس شان کی حکومت سپین میں کی تھی للعہ
فلسفیانہ مضامین از مولانا عبدالماجد بی اے اڈیٹر سچ "مصنف فلسفیانہ جذبات" ۱۲ر
مختصر تاریخ اسلام ۴ حصوں میں حالات سرور کائنات صلعم (۲) تاریخ خلافت راشدہ
(۳) خلافت بنوامیہ (۴) خلافت بنوعباس، علامہ خیاط مصری کی مشہور کتاب کا بہترین ترجمہ ۱۲ر
ترکاریاں ہر طرح کی ترکاریوں کی کاشت کے طریقے ۸ر
پھل ہر قسم کے پھلوں کی کاشت کے طریقے ۸ر
مقالات شرر وہ ہم ادبی خیالی مضامین جو مولانا شرر کی شہرت کا باعث ہوئے ۱۲ر
سفرنامہ ہستی مولانا شرر کی انشاپردازی کا یہ مجموعہ مضامین بھی بہترین نمونہ ہے ۱۲ر
اسلامی سوانحعمریاں دنیا کے نامور مسلمانوں کے سبق آموز حالات از شرر مرحوم ۱۲ر
تذکرہ مشاہیر عالم دنیا کے ہم بڑے بڑے آدمیوں کے حالات زندگی ۱۲ر

تصانیف مولانا شبلی مرحوم

آغاز اسلام سرور کائنات کے مبارک حالات لڑکیوں اور بچوں کے لئے ۸ر
الفاروق خلیفہ دوم حضرت عمر کی بےمثل سوانح حیات اور خلافت کے حالات ۱۲ر
المامون مشہور عباسی خلیفہ مامون الرشید اعظم کے مفصل حالات ۱۲ر
الغزالی جو حضرت امام غزالی کے زمانہ کی جامع تاریخ بھی ہے ۱۲ر
سیرۃ النعمان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی مکمل سوانح عمری صہ
اورنگ زیب عالمگیر شہنشاہ ہند پر جو اعتراضات غیر مسلم کرتے ہیں ان کا جواب ۲ر
سفرنامہ روم و مصر و شام ممالک اسلامی کا بہت مشہور سفرنامہ ہے عہر
مقالات شبلی مولانا کے بہترین علمی ادبی تاریخی مضامین کا مجموعہ عہر
نظم شبلی تاریخی قومی نظموں کا روح پرور مجموعہ ۸ر
حیات سعدی ۶ر حیات خسرو ۵ر حیات حافظ ۶ر

قابل لوگوں کے لکھے ہوئے اعلیٰ درجے کے ڈرامے

مرزا جنگی ۲ر پردۂ غفلت عہ نقش آخر ۱۲ر صید زبوں ۱۰ر

مسلمان بچوں کیلئے وہ کتابیں جو اکثر مدارس میں بطور نصاب پڑھائی جاتی ہیں

ہمارے نبی ۳ر ہمارے رسول ۵ر سرکار کا دربار ۲ر چار یار ۸ر اسلامی عقائد ۱ر ارکان اسلام ۱ر بچوں کا قاعدہ ۳ر رہنمائے قاعدہ ۲ر بچوں کی پہلی کتاب ۳ر

بچوں کے لئے نہایت مفید دلچسپ سبق آموز ڈرامے

اسکول کی زندگی ۳ر بچوں کا انصاف ۳ر محنت ۳ر شریر لڑکا ۳ر بچوں کا انصاف ۳ر قوم پرست طالب علم ۳ر دیانت ۲ر بچوں کی کتاب ۳ر

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تصانیف

مردوں اور عورتوں کیلئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

حیات صالحہ یا صالحات - علامہ محترم کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک گھر کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں۔ عمدہ لکھائی اور چھپائی اعلیٰ کاغذ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ (عہ)

صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی

اردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گذشتہ دس سال میں مقبول نہیں ہوئی۔ اب تک پچھتر ہزار سے زیادہ فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزارہا خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچایا اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھر سنوار دیئے

صبح زندگی لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر موثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی اس میں نسیمہ کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں یہ کتاب ہر لڑکی کو تمام عمر میں کم سے کم ایک بار ضرور پڑھ لینی چاہیے۔ سولھواں ایڈیشن چھپ رہا ہے۔ قیمت عہ/

شام زندگی نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بے مثل چیز ہے۔ یہی وہ کتاب ہے جس نے مصور کو قوم سے مصور غم کا خطاب دلوایا۔ حال میں سولھویں مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ عہ/

شب زندگی یہ علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے۔ اس میں رحلت نسیمہ کے بعد کا بیان ہے جس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ بیگم نے دنیا میں وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں عالم ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار دیکھئے اور معلوم کیجئے کہ وہ کونسی دو عورتیں ہوں گی۔ جن میں ایک دوزخ میں بھی ہنس رہی ہے اور دوسری جنت میں بھی مقید ہے۔ نسیمہ جیسی ہیرا اساس کی بہو نسیم دلہن ایسی پتھر کی کہ الامان الحفیظ نسترن کی سلیقہ شعاری اور انسانیت خدا سب کو نصیب کرے ایک ایک سطر دل کے پار ہوتی ہے۔ ...واں ایڈیشن چھپا ہے قیمت عہ/

شب زندگی حصہ دوم بتائے گی کہ دنیا کی بہترین مخلوق نسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے۔ اور اس کے بچھڑے ہوئے لعل کس طرح اس سے ملتے ہیں۔ کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے ہولناک مظالم سہتی ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ اتنا دلکش پلاٹ ہے کہ کسی کتاب میں نہ ملے گا۔ قیمت عہ/

شب زندگی مکمل دو روپیہ مجلد ... محصولڈاک بذمہ خریدار

منازل السائرہ صالحات کی طرح یہ بھی ایک لڑکی کی پیدائش سے لیکر موت تک کے واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے یہ پہلی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعت کے کورس میں داخل ہے قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ/

تمہارے ایمان پر شرک کی بجلیاں گر رہی ہیں؟

تم اپنے ہاتھوں اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو اور وہ دنیا جسے خدا نے تمہارے لئے جنت بنایا تم نے خود دوزخ بنا رکھا ہے۔ ایک تم ہی نہیں عام طور پر مسلمانوں کی حالت نہایت خوار اور خراب ہے اور خاندان کے خاندان تباہ ہو رہے ہیں۔ محض قبیح رسوم کی پابندی اور شرک و بدعت کی وجہ سے ایک شریف اور معزز خاندان کی بربادی کے حالات مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے **طوفان حیات** میں اس کمال کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں کہ رسوم مروجہ جنہوں نے گھن کی طرح اندر ہی اندر مسلمانوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہے۔ شرک کوسوں دور بھاگ جاتا ہے۔ اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے **طوفان حیات** کی اردو ادب میں دھوم مچ چکی ہے اور پہلے کئی دفعہ چھپ چکی ہے اور علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصانیف میں سے ہے قصہ اس قدر دلچسپ ہے کہ نہایت عدیم الفرصت لوگوں نے کئی کئی بار پڑھا ہے۔ واقعات اس قدر درد انگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ نہایت آب و تاب کے ساتھ دفتر عصمت سے حال میں شائع ہوئی ہے۔ قیمت عہ/

مگر خوانخوں داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا سانحہ بڑی خوبی سے حل کرتا ہے۔ قیمت ۸ر

دلاری ننھی

ناز و عشوہ کی جوڑ کا نہایت پُر لطف باتصویر افسانہ ہے۔ جس کے ہر فقرے پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بل ننھی نے بڑا پاپڑ بیلا وہ سوانگ بھرے ہیں کہ میں پڑھنے سے ہی تعلق رکھتے ہیں باتصویر بار سوم قیمت چھ آنہ ۶ر

منازل ترقی

اس عبرت انگیز افسانہ میں کہا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو بیچ کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔ بار سوم قیمت ۴ر

بچہ کا کرتہ

ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بیٹے کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے ہیں بار سوم قیمت ۴ر

ویڈیا کی سرگذشت

مگر آہ وہ سوتی ہاں کبھی نہ تھا! فیشن و جدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو (بار سوم) قیمت ۴ر

بنت الوقت

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع دستت

کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت آٹھ آنہ ۸ر

سراب مغرب

غیر مسلم مدارس میں لڑکیاں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے۔ اس مبحث پر مشہور کتاب۔ تعلیم مغربی کے دردناک نتائج۔ پارٹیز کا حشر ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ قیمت آٹھ آنہ (۸ر)

فسانہ سعید

بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے۔ مگر جس قابلیت سے حضرت منصور عمر نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے سعید کی جگر خراش داستان جلادے گی سوتیلے بیٹوں پر موثر کتاب قیمت ۸ر

مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے۔ علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا جذبات نسوانی کی دردناک تصویر میں اردو ادب ہوئی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے منصور عمر نے کی ہے۔ زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی نا ممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے

شہنشاہ تریپاڑی کے ۸ معرکۃ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اور جن پر بڑے بڑے ضخیم ناول قربان ہیں اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

جوہر عصمت

۱۳ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ (۲) مجبور کی دلہن (۳) اگلی عصمتیں (۴) عصا تنویر (۵) بے گناہ کا قتل (۶) عبادت کا کرشمہ (۷) ہارون رشید کا دربار اور ایک یتیم عورت (۸) عدل جہانگیری (۹) ملکہ شہزادہ (۱۰) جیل کی شہادت (۱۱) بر تیغ کی مستحق (۱۲) غلط فہمی۔ (۱۳) تماشہ بانغیر۔ ان ۱۳ افسانوں کا مجموعہ جوہر شریف عورت کی نظر سے گزرنا چاہئے۔ بڑے ہی موثر اور دلاویز افسانے ہیں۔ یہ کتاب چھ مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

سیلاب اشک

باتصویر درد انگیز افسانے ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں: ۔ (۱) پرستار محبت (۲) بوڑھی کے تین رنگ (۳) طلاق کا سفید بال (۴) جج اکبر (۵) عدل گلبدن (۶) بے قصور بچی (۷) ثریا کا تخیل۔ ہر افسانے کے ساتھ نو نو بلاک کی تصویر ہے۔ ہر افسانہ بے انتہا دلاویز اور موثر ہے۔
ناممکن ہے کہ انسان بغیر آنسو بہائے اس کتاب کو پڑھ سکے۔ ہر قصہ بے مثل ہے کئی دفعہ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔
قیمت ایک روپیہ چار آنے (۱؍۴)

اردو کا سب سے بہتر مولود شریف آمنہ کا لال حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تازہ تصنیف

جس کا کئی کئی سال سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر طیار ہے اب پڑھی لکھی عورتیں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ بلاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلاف عقل کہا جا سکے۔ نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں
آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے۔ بہت خوبصورت ٹائٹل سہ رنگا مجلد عمدہ لکھائی چھپائی قیمت عہ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ذاتی حضرات نے بتعداد پانچ پانچ اور دس دس جلدیں ایک ساتھ منگائیں دو سال میں ۵ دفعہ چھپی ہے۔ منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

طوفانِ اشک

یعنی رواج کی بھینٹ چڑھ جانے والی مظلوم عورتوں کی قربانیاں وہ موثر سبق آموز کتاب جس میں بارہ دل ہلا دینے والی کہانیاں ہیں۔ رواج کی بھینٹ مرحوم عدالت اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے میں نے کیا دیکھا۔ کلنک کا ٹیکہ، سوتیلی ماں کا آخر وقت، تغسیر عیادت، شہید معاشرت، بیوی کی صحنک، توصیف کا خواب، نئی دلہن، طوفانِ اشک۔ عمر

نانی عشو

آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں ناممکن ہے نانی عشو پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں۔ نانی عشو عرب اور گلشن رنامی، سنجیدہ متانت پر اگر ایک موقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلیں گے۔ تو دوسرے موقع پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی۔ تین سال میں پانچ بار چھپی ہے قیمت ۱۰ر

نسوانی زندگی

یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ نے اپنی ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ماں بیوی بیٹی بہن کی حیثیت دکھائی ہے کہ عورت ایسا ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت میں رہ جائے۔ نسوانی زندگی کا ہر افسانہ بے انتہا دلچسپ ہے قیمت ۸ر

گلدستۂ عید

عید کی دعا۔ عید کی خوشی، ہم جعفری عید، نرگس ماما کی عید، ایسے ایسے ۱۲ سبق آموز افسانے ہیں یہ کتاب ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے۔ باتصویر ہے ۸ر

تاریخ و سیر۔ ادب و انشا

امت کی مائیں

رسول اکرم صلعم کی ازواج مطہرات کے مفصل حالات زندگی۔ کثرتِ ازدواج پر اس قدر معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہیں۔ یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲ر

جوہر قدامت

دو بہنوں کی پر لطف کہانی دو لڑکیوں کی مفصل زندگی۔ دلداؤں کی جگر خراش داستان جس میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ جوہر قدامت بتائے گی عالم نسواں پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا۔ مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گدڑیوں میں چھپے تھے۔ مغربی رو کس سمت لے جا رہی ہے۔ ۲۰۰ صفحے۔ قیمت عہ

قلبِ حزیں

چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف اور دل ہلا دینے والے مضامین کا دلاویز مجموعہ جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی۔ ان مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی ہے اور نظم تا نثر کی یہ بہترین اردو کتاب ہے طرزِ تحریر پر نہایت پیارا اکہ بار بار پڑھئے اور پھر بھی جی نہ بھرے، بار سوم قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

وداعِ خاتون

وہ بے نظیر مضامین جو جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی جواں مرگی پر لکھے گئے تھے جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کر سکتی ہے۔ ناممکن ہے کہ راستے پڑھکر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں۔ قیمت ۵ر

امین کا دم واپسیں

شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لختِ جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قصہ کے دلکش پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات ہیں۔ بار سوم قیمت ۴ر

اسلامی تاریخ افسانہ کے طرز پر

یہ کتابیں مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں یہ اسلامی تاریخ کے افسانے ہیں اور ناول کے طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں ہلال اور صلیب کی لڑائیاں اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کے سرفروشانہ قربانیاں۔ ان کا جوش ایمانی شجاعت اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر دکھائے گئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ محبت کے دلاویز افسانے ہیں

عروسِ کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی افسانوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہیں۔ کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم درد انگیز نہیں۔ اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھائی ہے کہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلاویز افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ قیمت ۱۲ر

مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے

رُوداد قفس حضرت علامہ محترم کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ مظلوم حسینہ روضۂ اقدس پر اسکم کا خط شوہر کے نام۔ ماں کا پیام۔ سرخاب کا دمِ واپسیں۔ التجائے قیصر بیٹیوں کی فریاد۔ بچپن کی یاد۔ عید کا کرتہ۔ سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ معمولی نظمیں نہیں۔ بیکس و مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے ہیں۔ مسلمان گھرانوں کے عبرت انگیز معاشرتی مناظر ہیں۔ علامہ محترم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل ہے وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے۔ یہ وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دل درد مند تڑپ اٹھیں گے۔ چھٹی مرتبہ چھپی ہے قیمت دس آنے (۱۰ر)

گرفتارِ قفس حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کی درد انگیز نظموں کے مشہور مجموعے روداد قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں اس قدر درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں۔ تربیت گاہ کے جشن معراج میں سرور کائنات کی شان میں جو نظم پڑھی گئی تھی وہ بھی اس میں ہے آخر میں تاریخ اسلام کی دلچسپ پہیلیاں ہیں قیمت ۸ر

ملنے کا پتہ:- **مینیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی**

محبوب خداوند قرن اول کے پُرجوش پاکباز مسلمانوں کی ولولہ انگیز جانبازیوں کی تصویر ہے۔ حضرت عثمان کے زمانہ کا اسلام! عیسائیوں اور مسلمانوں کے معرکے اسلام اور نصرانیت کا مقابلہ۔ عیسائی، لاکی سفیریہ کا خداوند کے پیچھے سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح نہایت دلچسپ اور پرلطف ناول ہے عروس کربلا کی طرح کئی مرتبہ چھپا ہے۔ قیمت بارہ آنہ ۱۲؍

شہنشاہ کا فیصلہ عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بگینا۔ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے حصول مقصد کے لئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت چار آنے (۴؍)

منظر طرابلس تسخیر طرابلس کیلئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت محبت کے آتش کدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں ملقیسر اور شہزادی لیبوری کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵؍

دُرِّ شہوار ایران مازندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع بہرام کے شجاعانہ کارنامے شہزادی مسطورہ کی فراست اور بہادری وزیر کی مکاری اور فریب بہت دلچسپ ناول ہے۔ قیمت ۸؍ آٹھ آنہ

سودائے نقد مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے یہ افسانہ بتائے گا کہ جوان بیٹی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست اخلاقی گناہ ہے دو سگی بہنوں کی دلچسپ کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھ جوان بیٹے کا قتل محبت کا جواب غرض نہایت دلچسپ پلاٹ ہے

یاسمین شام حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے عہد ظفر مہد کی اسلامی جنگ، ہلال و صلیب کے معرکے اسلام کی فتح اور تسخیر شام کے حالات، یاسمین شام بھی مقبول و مشہور کتاب ہے اور کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲؍

تیغ کمال غازی اعظم مصطفی کمال کے حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں۔ قسطنطین کی سیاسی چالیں ملکہ کونسٹ کے لئے اتحادی شہزادی کی درخواست ملکہ پر قید اور قتل کا حکم مصطفیٰ کمال کا کمال قیمت ۱۲؍

شہید مغرب طرابلس اور بلقان میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے۔ اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر ۱۰ دلگیر افسانے

دو آسمانی مسافر، شہید مغرب، شہید طرابلس، طرابلس سے صدا، عرب میدانی، سیاہ داغ افراط و تفریط، صدائے دلگداز، کٹھ پتلیاں، میمونہ، ان کے مطالعہ سے حب وطنی، جوش ایمانی، بہادری، شجاعت خودداری۔ حمیت غیرت کے سے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

اندلس کی شہزادی مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دلاویز محبت کا افسانہ جو ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈال دیگا اور پھر رلائے گا اور بتائے گا کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کر چکے ہیں قیمت ۸؍

دِلّی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہان آباد اُجڑ چکا مگر اس کے کھنڈرات اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اس وقت بھی اپنے مکانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی، بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہاریں شاہی جھگڑے، میلے تماشوں کے رنگ، دربار کی کیفیت، قطب صاحب کے مقبرے پر طیب شاہ بڑے اور کونڈے کے جشن، شہر آبادی کی چہل پہل۔ ہندو مسلمانوں کی معاشرت، رمضان، عید، سلونو، سالگرہ کے اہتمام شادی بیاہ کی رسوم غرضکہ دورِ گزشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر

ملاحظہ فرمایئے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلا دینگی پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات انگریزوں کا ظلم مظلوموں کی حالت زار۔ مردوں کی بربادی۔ عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے بیہم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی نادر تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں۔ تیسرا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے قیمت صرف ۱۲؍ علاوہ محصول ڈاک قسم خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے۔ قیمت ۱۲؍

کربلا کے میدان میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں

سیدہ کا لال

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بہترین تصنیف

جس کا عرصہ دراز سے مسلمانوں کو انتظار تھا چھپ کر تیار ہے پہلا حصہ (صفحہ ۱۲۰ تک) شہادت کی نہایت جامع و مفصل تاریخ ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور جناب سیدہ کے اسلام پر احسانات اور فضائل سرور دو عالم کی رحلت، حضرت عثمان و حضرت علی کی شہادتیں اور مرثیے حمل اور صفین کی لڑائیوں کا مفصل بیان، شیعہ سنی اختلاف کی ترقیاں، بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست، حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت اور مرثیہ، یزید کی حکومت غرض معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام ضروری صحیح اور مستند واقعات نہایت تفصیل کے ساتھ علامہ محترم نے اپنے مخصوص پیرائے میں تحریر فرمائے ہیں جن سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتے ہیں صفحہ ۱۲۱ سے دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے۔ **مرائی کربلا** حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت، بی بی زینب کا بے مثل ایثار، حضرت عباس حضرت قاسم حضرت علی اکبر کی شہادتیں۔ کربلا کا ننھا شہید، بیمار صغرا کا قاصد، سیدہ کے لال کی شہادت خانماں برباد سیدانیاں، ابن زیاد اور یزید کے دربار، شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ، قاتلان حسین کا انجام غرض شہادت کا بیان اور مصور غم کا قلم۔ تمام کتاب اس قدر دردانگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی ہے۔ نثر میں جو مرثیے علامہ راشد الخیری مدظلہ نے لکھے ہیں برسوں اور قرنوں ان کا جواب ادب اردو میں نہ مل سکے گا ایک ایک صفحہ پر ہچکی بندھ جاتی ہے۔

شہادت نامہ پڑھنا ہے تو سیدہ کا لال پڑھیے

اس سے زیادہ جامع اور مستند اس سے بڑھ کر دردانگیز اور موثر کوئی شہادت نامہ اردو کیا فارسی عربی میں بھی نہ ملیگا۔ یہ کتاب شیعہ اور سنی دونوں فرقوں میں بے انتہا مقبول ہو رہی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ ہزاروں جلدیں نکل چکیں یقیناً ادب سیدہ کا لال اردو کی چوٹی کی کتابوں میں سے ہے اور آمنہ کے لال کی طرح سیدہ کا لال بھی وہ کتاب ہے جس پر خود مصنف کو فخر ہے ضخامت قریباً ڈھائی سو صفحے قیمت ۱۲/ قسم عام ۱۴/ قسم خاص ۲/ مجلد ۳/

محصولڈاک بذمہ خریدار

شہید کربلا کی ماں

سیدۃ النساء۔ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ کی اردو زبان میں بہترین سوانح عمری از حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی برسوں کی محنت ہے اور اس قدر مقبول ہوئی ہے۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے آخر میں واقعہ کربلا کا مختصر بیان اور بے انتہا دردناک ہے۔ قیمت ۱۲/

عروس کربلا

علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں بجا طور پر دردانگیز کے متعلق ہے۔ کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم دردانگیز نہیں ہیں۔ اس پر مولانا نے قلم گوہر ریز سے قیامت ڈھائی ہے کئی جگہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ اس پر لطف یہ ہے کہ محبت کا دلچسپ افسانہ ہے بہت مشہور کتاب ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے اور آج بھی اسی طرح دھڑا دھڑ نکل رہی ہے۔ عروس کربلا کی طرز پر کئی مصنفوں نے ناول لکھے ہیں مگر عروس کربلا عروس کربلا ہی ہے۔ قیمت ۱۲/ لڑکیاں منگائیں

محرم نامہ

خواجہ حسن نظامی کی مشہور کتاب ہے شہادت حسین علیہ السلام تک تمام حالات بشرح و بسط درج ہیں۔ یہ کتاب شیعہ و سنی ہر دو فرقوں میں یکساں مقبول ہے حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف میں اس کتاب کا بڑا درجہ ہے۔ قیمت ۱۲/

یزید نامہ

یہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے جس میں موصوف نے شہادت حسین کے بعد کے حالات لکھے ہیں اور اسلام کی اس خونی داستان کو جس نے تاریخ اسلام پر بڑا اثر ڈالا ہے۔ بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اس کے ساتھ ہی خلفائے بنی امیہ کے پورے حالات بھی ہیں۔ بہت مقبول کتاب ہے۔ قیمت سوا روپیہ ۱۴/

شہید کربلا

اس کتاب میں سیرت حسین ہے اور ترتیب کے ساتھ شہادت عظمیٰ کے پورے واقعات ہیں جگہ بجگہ میر انیس کے دردناک مراثی بھی لئے گئے ہیں۔

قیمت ۸/ محصول ۵/

محبوبۂ کربلا

مصر کے سب سے بڑے مورخ۔ علامہ جرجی زیدان کا معرکۃ الآرا تاریخی ناول ہے۔ جس سے زیادہ بلاد اسلامیہ میں کوئی کتاب مقبول نہیں۔

اس میں قاتلان حسین کی وہ شقاوتیں کھول کر رکھی ہیں کہ دنیا متحیر رہ جائے۔ یزید کے حالات بھی سب سے زیادہ اسی کتاب میں ملیں گے۔ مگر یہ کتاب لڑکیوں کے مطلب کی نہیں، ضخامت میں تین سو صفحات۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۱۸/

محصولڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

خوبصورتی جوانی اور تندرستی کیلئے

مختلف قسم کے پوڈر سامپو، سرمہ، کریم، مسّی، تیل، صابون، اُبٹنہ، پیسٹ، لیپ اور نسخے، معجون، عرق، اور یورپ کی اشتہاری دواؤں پر ہزاروں روپیہ برباد کرنے اور ڈاکٹروں حکیموں کی طرف رجوع کرنے سے پہلے کتاب

سنگھار خانہ

کا مطالعہ کر لیجئے جس میں تندرست رہنے اور جسم کے ہر حصہ کو خوشنما بنانے اور جوانی قایم رکھنے کے متعلق بے بہا قیمتی مفید غذائیں اور نسخے ہیں۔

خوبصورتی بڑھانے کے راز	افزائش حسن کے نسخے
خوبصورتی بڑھانے کے طریقے	عمر کا بیاڑ
غسل حسن افزوز	کہیں جلد سے پہلے سنگھار
رنگ نکھارنے والی غذائیں	گرمی میں حسن کی حفاظت
موسم گرما میں سنگھار	تھکے ہوئے چہرے پر حسن کی چمک
یورپ میں حسن بڑھانے کے طریقے	کس رنگ پر کس رنگ کا لباس زیب دیتا ہے
گورا رنگ کس طرح قایم رہ سکتا ہے	سانولے رنگ کی خوشنمائی
ادھیڑ عمر میں خوبصورتی	سنگھار کی تکمیل
پُر تکلف غسل	غسل کے مصالحے
خوبصورتی کی ترکیب	خوشنما پوشاکی

یہ صرف پہلے باب کی مختصر فہرست ہے ایک اور باب کی مختصر فہرست :۔

(۱) کامیاب خوبصورتی (۲) جلد (۳) بال (۴) چہرہ خوشنما بنانے کے نسخے (۵) چہرہ کی صفائی (۶) چہرہ کا نکھار (۷) پھول سا کھلا ہوا چہرہ (۸) چہرہ کی جھلی (۹) چہرہ کی شکنیں (۱۰) جھریاں دور کس طرح کی جائیں (۱۱) پیشانی کی خوشنمائی (۱۲) لٹکی ہوئی ٹھوڑی (۱۳) دوہری ٹھوڑی (۱۴) ٹھوڑی اور گردن (۱۵) ٹھوڑی کی درستی کا طریقہ

بال دانت

بالوں کی حفاظت	سرخ بال	بال دھونا	خراب دانت
بالوں میں کنگھی	بالوں کی خرابیاں	بال بڑھانے کے تیل	دانتوں کی مضبوطی
بالوں کی صفائی	بالوں کی مالش	بالوں کی نگہداشت	دانتوں کی خوبصورتی
بالوں کا سنگھار	سفید بال	بال بنانا	منہ کی صفائی
بالوں کی خوشنمائی	بالوں کی تازگی	بالوں کا سنگھار خانہ	پائیوریا یا مسوڑے

آنکھ

آنکھ کا تیارہ	آنکھوں کے حلقے	آنکھوں کی حفاظت	آنکھوں کا بڑھاپا
دلکش نظریں	آنکھوں کی تھکن	خوبصورت آنکھیں	ابروؤں کا سنگھار
آنکھوں کی احتیاط	تھکی ہوئی آنکھ		

عصمتی بہنوں کا زرین کارنامہ

عصمتی دسترخوان کا مکمل سٹ ہے جس کی سارے ہندوستان میں دھوم مچ گئی۔ اور مبالغہ نہیں یہ واقعہ ہے کہ اردو کیا ہندوستان کے کسی زبان میں کھانے پکانے کے موضوع پر عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی۔ شریف معزز خواتین کے سینکڑوں خطوط اس کتاب کی تعریف میں چھپ چکے ہیں۔ لیکن بعض بہنوں کی رائے ہے کہ اس کا دوسرا حصہ مشرقی مغربی کھانے حصہ اول پر بھی فوقیت لے گیا ہے۔ کیونکہ اس میں کھانے پکانے کے متعلق تقریباً سو صفحوں کے ایسے ایسے کارآمد مضامین ہیں کہ آج تک کسی کتاب میں نہیں چھپے۔

چند عنوانات یہ ہیں:۔

کھانے اصول۔ پکانے کے اصول۔ باورچی خانہ کیسا ہو۔ اناج کا صندوق۔ نعمت خانے۔ ترکاریوں کے خواص کون کون سے کھانے ساتھ کھانے چاہئیں کونسی غذا کتنی دیر میں ہضم ہوتی ہے۔ جرمنی باورچی خانہ، ایرانی عورت، آداب طعام وغیرہ پھر ہندوستانی ایرانی، عربی، ترکی، شامی، جرمنی، انگریزی فرانسیسی جاپانی کھانوں کی نئی نئی ترکیبیں جو خاص طور پر اس کتاب کے لئے تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اور ایک چیز کی کئی کئی ترکیبیں مثلاً سالن کی ۳۰ نئی ترکیبیں چاول کی ۲۸ نئی ترکیبیں مشرقی مغربی کھانے کی تیاری میں ہندوستان و بیرون ہند کی ۱۶۰ خواتین نے حصہ لیا ہے اور ایک کثیر رقم صرف کرنے کے بعد یہ کتاب تیار کی گئی ہے۔ قیمت ۴ار مجلد ۱۲

عورت کی سب سے بڑی خوبی

یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری میں ماہر ہو۔ عورت کتنی ہی مہذب کتنی ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ کتنی ہی خوبصورت اور کتنی ہی دولتمند کیوں نہ ہو اگر گھرداری کے کام اچھی طرح نہیں کر سکتی تو اس کی زندگی ہرگز کامیاب نہیں۔ عصمت کی نامور مضمون نگار محترمہ بلقیس بیگم (و۔ا) صاحبہ کی کتاب خانہ داری کے **تجربات** پھوہڑ سے پھوہڑ لڑکیاں بھی اگر مطالعہ کریں تو سلیقہ شعار اور سگھڑ بن جائیں گی۔ کیونکہ اس بیش بہا کتاب میں وہ مضامین ہیں جو ذاتی تجربوں کی بنا پر نہایت محنت اور قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ فصل اول میں ان سو کھانوں کے تیار کرنے کی نہایت مکمل اور بالکل صحیح ترکیبیں ہیں جو طاقت بخش ہیں کسی تکلیف کے رفع کرنے میں مدد دیتے ہیں یا بیماری سے لاغر کمزوری کی حالت میں کھانا نہایت مفید ہے۔ فصل دوم میں مفید صحت توانا اور تندرست رہنے کے بیش بہا مفید مضامین ہیں۔ فصل سوم میں وہ کارآمد باتیں ہیں جن کا جاننا ہر گھردار عورت کے لئے اشد ضروری ہے۔ قیمت ۱۲ار

مفید النسواں۔ دوسرا حصہ ہے قیمت ۸ر

اسی باب میں ناک، کان، لب، رخسار، ٹھوڑی، گلا، کمر، ہاتھ، انگلیاں، پاؤں، غرض ہر حصہ جسم کو خوشنما بنانے کی مفید ہدایتیں صحیح ترکیبیں اور کارآمد نسخے ہیں۔ موزوں بدن کے نمونے بیں کرادئے گئے ہیں اور سارے جسم کے موٹاپے کے دور کرنے اور بدن میں چستی اور پھرتی پیدا کرنے کی ہدایتیں اور مناسب ورزشیں اور ورزشوں کے متعلق تصاویر۔ یہ کتاب سنگھار خانہ ۲ سال کی محنت کے بعد شائع ہوئی ہے قیمت صرف ۲ روپے ۸ار مجلد (عمہ)

کوئل

پھر بہار آئی ہوئی زمزمہ آرا کوئل / پھر اسی لے سے لگی گانے ترانا کوئل
چمن دہر میں ہیں اور بھی چڑیاں لیکن / ساری چڑیوں سے ہے بڑھکر ترا رتبا کوئل
فصل گل آتے ہی آواز تری آتی ہے / رہبری کون تری کرتا ہے بتلا کوئل
گر تری کوک میں رکھی نہیں قدرت نے کشش / کیوں کھنچا جاتا ہے دل آپ ہی میرا کوئل
صبح دم سنتے ہی تیری یہ صدائے دلکش / دل میں کچھ درد عجیب طرح کا اٹھا کوئل
یاد دلواتی ہے تو مجھکو گذشتہ ایام / میں تو ہوں تجھپہ دل و جان سے شیدا کوئل
دل بیتاب تھا پہلے ہی کچھ کم بیتاب / تیری تانوں نے ستم کیسا یہ ڈھایا کوئل
آمد فصل بہار اور یہ تیری کوکو / آگیا یاد مجھے کوئی زمانا کوئل
سونیوالے بھی ہیں اٹھتے ترا کلمہ پڑھتے / تیری آواز موذن کا ہے نعرہ کوئل
بجلیاں کیسی بھری ہیں تری اس کوکو میں / اُف پھنکا جاتا ہے دل سینہ میں میرا کوئل
گھر کے آئی ہے گھٹا چار طرف سے کیسی / بس غضب ہے ترا اس وقت چہکنا کوئل
روتے روتے جو ابھی تھک کے تھا سویا بیمار / تیری تانوں نے ہے پھر اس کو جگایا کوئل
ہائے یہ شام کا عالم یہ شفق کی سرخی / اور رہ رہ کے ترا تانوں کا لینا کوئل
کوک تیری مجھے بیتاب کئے دیتی ہے / تیری آواز ہے یا تیر کمان کا کوئل
تیری آواز جگر سوز کے آگے مطرب / خوشنوائی کا بھلا کیا کرے دعویٰ کوئل
کردیا یاد گذشتہ نے مجھے پھر بیتاب / کیوں نمک زخم جگر پہ میرے چھڑکا کوئل

کہدے شبنم یہ فلک سے کہ کرے بند آنکھیں
جھولتی آم کی ڈال پہ ہے جھولا کوئل

طاہرہ خاتون شبنم لکھنؤ

حیدرآباد کی شادیاں

یہ ایک ایسا عنوان ہے جس پر طویل سے طویل مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ مگر فی الحال عصمتی بہنوں کے لئے اس کا مختصر سا خاکہ پیش کرتی ہوں،

حیدرآباد ایک قدیم اسلامی ریاست ہے اور یہاں اونچے گھرانوں میں اب بھی ایسے تزک و احتشام سے شادیاں ہوتی ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں،

شادی جس کے معنے ہی خوشی کے ہیں، انسان کے لئے اوسکی تمام عمر میں سب سے زیادہ خوشی کی تقریب ہوتی ہے اسوجہ سے ہر شخص حسب مقدور اس موقعہ پر اظہار مسرت کا سامان فراہم کرتا ہے۔

یوں تو شادی کے ہر گھر میں گوناگوں بے شمار رسوم انجام پاتی ہیں اور پھر ہر خاندان اپنے اپنے گھرانے کے خاص خاص رسوم کو اپنے یہاں کی شادی میں انجام دینا ضروری سمجھتا ہے، علاوہ ازیں شہری اور دیہاتی شادیوں اور رسومات میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور ہوتا ہے۔ مگر میں یہاں خاص شہر حیدرآباد کی شادی کا ایک ایسا نقشہ پیش کروں گی جس سے ناظرات عصمت کو اس بات کا اندازہ ہوجائے کہ یہاں یہ تقریب اس طرح انجام پاتی ہے۔

ایک اونچے گھرانے میں شادی کا آغاز ہونے سے ہفتوں اور مہینوں پہلے سے توڑہ بندی شروع ہوجاتی ہے یعنی پر تکلف کھانے کے چند خوان، دوست احباب، عزیز اقارب اور پاس پڑوس کے پاس اُن کے حسب حیثیت بھیجے جاتے ہیں۔ کم از کم پانچ خوان کا توڑہ ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کا ہوا تو سات کا، نو کا۔ گیارہ کا۔ یہاں تک کہ پچیس پچیس خوان کا توڑہ امیر امراء کے پاس بھیجا جاتا ہے جس میں رنگا رنگ کھانے پر تکلف لوازمات کیساتھ ہوتے ہیں۔ مثلاً کئی قسم کی بریانی۔ حلوے میٹھے، کئی قسم کے کباب، روٹیاں وغیرہ وغیرہ۔ ان توڑوں کا سلسلہ مہینوں جاری رہتا ہے۔ باورچی نوکر رکھے جاتے ہیں اور ایک ایک روز ایک ایک عزیز ایک ایک دوست اور ایک ایک ہمسایہ کے پاس اطمینان سے پکوا پکوا کر بھیجا جاتا ہے۔ محلہ کے غریب غربا کھا کھا کر نہال نہال ہوجاتے ہیں اور دولہا دلہن کو دل سے دعائیں دیتے ہیں۔ اس فیاضانہ گھر بیٹھی مہمان نوازی کی محلہ بھر میں اور بعض دفعہ شہر میں دھوم مچ جاتی ہے۔ جب توڑہ بندی کا سلسلہ ختم ہوا تو شادی کا آغاز ہوا اس طرح پر کہ کسی اچھے دن تاریخ نیک شگون کے ساتھ سات سہاگنوں نے مل کر ہلدی پھوڑی اور دولہا دلہن کو لگانے کے لئے پیکر رکھدی پھر چار چھ روز بعد رت جگا ہوا۔ رات بھر ملیدہ بنا اور گلگلے تلے جاتے رہے۔ صبح سویرے دولہا میاں نے ملیدہ گلگلوں سے مسجد کا طاق بھرا اور وہ موذن اور امام کا حصہ ٹھہرا۔ پھر عزیز و اقارب میں حصے تقسیم ہوتے رہے۔

رت جگے کے دوسرے روز دولہا دلہن کو مانجھے بٹھایا یعنی بہ وقت عصر اودھر دولہا کو اور ادھر دلہن کو، مہان آئے ہوئے تمام عزیزوں نے چکسہ اور ہلدی مل مل کے خوب نہلایا دھلایا، عود اگر کی دھونی دی پیلے پیلے کپڑے پہنائے۔ مانجھے کی کوٹھڑی کو خوشبو سے بسایا۔ اب اس کوٹھڑی کی ہر چیز زرد ہے، در و دیوار پر زرد رنگ ہے، دروازوں کے پردے زرد ہیں، پلنگ پر بچھونا ہے تو وہ بھی زرد ہے۔ گویا ہر طرف بسنت ہی بسنت پھولی ہے۔ شام کو پھر چوکی پر بٹھا کر چکسہ ملا، ہلدی ملی، پھول پہنائے۔ گھر کی اور پڑوس کی لڑکیوں نے مل کر ڈھولک پر گیت گائے، یا گانے والیوں کا طائفہ بلالیا، وار پھیر ہوئی اور مجلس برخاست۔

مانجھے کے دوسرے دن ساچق کی رسم کے لئے ابرک کے جو گھڑے تیار رہتے ٹھلیوں پر سنہری روپہلی رنگ ہوا ان میں مصری بادام بھرے گئے اور دلہن کے جوڑوں اور چڑھاوے کے ساتھ یہ بری کا سامان سر شام دلہن کے گھر روانہ ہوا۔ زنانخانہ سے سمدھنوں نے جا کر دلہن کی رسم کی۔ پھول پہنائے اور چڑھاوا چڑھا کر واپس ہوئے تیسرے دن مہندی کی رسم کا اہتمام ہوا جس کی تفصیل طویل ہے کسی کم عمر سالی نے آکر دولہا کی چھنگلیا پر مہندی لگائی پھول پہنائے اور رخصت ہوئی،

چوتھے روز صبح کو برات لیکر دولہا دلہن کے گھر گیا۔ قاضی صاحب نے مہر موجل پر نکاح پڑھایا، دن بھر ناچ گانا ہوتا رہا مجلس جمی رہی۔ بعد مغرب دولہا میاں زنانخانے میں بلائے گئے۔ بڑی رات گئے تمام رسوم کے ساتھ جلوہ ہوا، آرسی مصحف کے ساتھ رونمائی ہوئی اور نوشاہ عروس کو لیکر براتیوں کے جلوس کیساتھ اپنے گھر پہنچے یہاں بھی طرح طرح کی رسمیں انجام پائیں،

نکاح کے دوسرے روز شام کو چوتھی ہوئی حالانکہ نام کے لحاظ سے چوتھے روز ہونی چاہئے تھی مگر ساچق سے (جو شادی کی سب سے بڑی پہلی رسم ہے) اس کا شمار کر کے چوتھی کہتے ہیں دولہا کے عزیز و احباب نے چوتھی کا کھانا دس گیارہ بجے رات کو دلہن کے گھر کھایا۔ رات بھر چوتھی کھیلی اور تھکے ماندے صبح صبح اپنے گھر لوٹے،

اب ہر جمعہ کو جمعگی ہوگی ایک جمعہ دلہن کے گھر اور ایک جمعہ دولہا کے گھر طرفین کے تمام عزیز و اقارب جمع ہوتے رہیں گے اور آپس کا میل ملاپ بڑھتا رہیگا،

پانچویں جمعگی آخری جمعگی ہوتی ہے۔ اس میں دولہا کے گھر ایک بڑی ضیافت کا انتظام ہوتا ہے جس میں طرفین کے تمام عزیز و اقارب جمع ہوتے ہیں۔ اس روز سے دلہن گھر کے کاروبار میں حصہ لینے لگتی ہے اور شادی کا اس خانہ آبادی پر انجام بخیر ہوتا ہے،

اُمّ عاصمہ اہلیہ میر جہانگیر علیخاں گلبرگہ

خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے ۔ منیجر

دہی

دودھ سے زیادہ مفید ہے

میرے مطالعہ میں آج کل بعض طبی کتب ہیں جن سے میں نے دہی کے متعلق ڈاکٹر میکنی کاف" کی تحقیقات و تجربات سے دہی کے فوائد معلوم کرکے ارادہ کیا ہے کہ اپنی عصمتی بہنوں کو اس سے آگاہ کروں اور اس کے استعمال سے فائدے اٹھانے کی ترغیب دوں۔

ڈاکٹر میکنی کاف نے جب بلغاریہ کا دورہ کیا تو وہاں کے باشندوں کی طویل عمریں دیکھ کر انہیں تعجب ہوا۔ عام طور پر انہیں وہاں کے لوگوں کی عمریں زیادہ اور قویٰ بہت مضبوط معلوم ہوئے اس کی تحقیق کرنے سے انہیں معلوم ہوا کہ یہاں دہی زیادہ استعمال کیا جاتا ہے اور اسی میں ان لوگوں کی قوت اور تندرستی کا راز پنہاں ہے۔ چنانچہ انہوں نے دہی کے متعلق علمی تحقیقات اور تجربات شروع کئے، تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ دہی کیوں مفید ہے اور اس کے کیا اجزا ہیں، یہ سمجھنے کے لئے کہ دہی کیوں مفید ہوتا ہے۔ پہلے اس کی ماہیت جاننے کی ضرورت ہے کہ یہ کس طرح بنتا ہے اور اس کے اجزا کیا ہیں۔

دودھ میں مختلف قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں، ان میں سے بعض تو دودھ کے روغنی اجزا کو متفرق کرتے ہیں اور بعض اجزائے جبنیہ کو فاسد کرتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دودھ کے اجزائے شکریہ (دودھ کی شکر) پر عمل کرکے اسے ترشی میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ترشی یا تیزابیت پیدا کرنے والے جراثیم میں سے بعض تو سرکہ پیدا کرتے ہیں اور بعض ایسٹک ایسڈ اور اکثر لیکٹک ایسڈ پیدا کرتے ہیں۔ جب ان کے اثر سے دودھ میں ایک خاص مقدار ترشی کی پیدا ہو جاتی ہے، تو دودھ کے اجزائے جبنیہ جم جاتے ہیں جسے ہم دودھ جمنا یا پھٹنا کہتے ہیں، دودھ کو پھاڑنے یا جمانے والی چیز انہی جراثیم کی ترشی ہے۔ یہ جراثیم چند گھنٹوں کے اندر دودھ کے شکری اجزا پہ عمل کرکے اسے لیکٹک ایسڈ میں تبدیل کر دیتے ہیں،

ان کے عمل سے دودھ میں اتنی ترشی پیدا ہو جاتی ہے کہ دودھ کے اجزائے جبنیہ جم جاتے ہیں،

دہی دودھ سے زیادہ مفید اسی وجہ سے ہے کہ دودھ میں خاص قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں جو عفونت کو روکتے ہیں۔ اگر دودھ کو ترش کر دیا جائے تو ان کیڑوں کی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ کیڑے بدبو پیدا کرنے والے کیڑوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ دہی ترش دودھ ہوتا ہے اور اسی میں صرف ترشی پیدا کرنے والے جراثیم

ہوتے ہیں۔ موذی جراثیم سے یہ بالکل پاک صاف ہوتا ہے۔ اگر دوسرے جراثیم پانی وغیرہ کے ساتھ اس میں مل بھی جائیں تو وہ ترشی کے اثر سے مرجاتے ہیں،

دہی کے جراثیم معدے اور آنتوں میں زندہ رہتے ہیں اور غذا کے شکریہ اور نشاستہ کے اجزار کو ترشی میں تبدیل کرکے دوسری قسم کے جراثیم کو ہلاک کرڈالتے ہیں اور معدے و آنتوں کو ان مضر جراثیم کی مضرت سے بچاتے ہیں بہت سے امراض جو تعفن اور خمیر سے پیدا ہوتے ہیں نیز بدہضمی اور اسہال وغیرہ میں دہی کا فائدہ مسلم ہے

دہی عام جسمانی کمزوری اور کمی خون میں نہایت مفید ثابت ہوا ہے جن لوگوں کو دودھ ہضم نہیں ہوتا ان کے لئے دہی اکثر بہت مفید ہوتا ہے اور آسانی ہضم ہوجاتا ہے اور اس میں دودھ سے دوچند غذائیت ہوتی ہے، بچوں کے اسہال اور مرض سل وضعف اعصاب اور کمی خون اور آنتوں کے امراض میں دہی غذا بھی ہے اور دوا بھی۔ اس سے بدن کی پرورش ہوتی ہے۔ کمزوری اور ضعف رفع ہوتا ہے۔ معدے اور آنتوں کا ورم تحلیل ہوجاتا ہے،

جسم کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ غذا کو تعفن اور سمیت سے بچاتا ہے اس لئے یہ ایک بہترین غذا تسلیم کیا گیا ہے آنتوں کی بیماریوں اور خطرناک بخاروں میں دہی سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ اس سے ادرار بڑھ جاتا ہے جس کے ذریعے خون کے زہریلے مادے خارج ہوجاتے ہیں،

فرانس کے بہت سے ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں کو دہی استعمال کرانا شروع کردیا ہے۔ یورپ میں روز بروز اس کا رواج بڑھتا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ زندگی کے لئے غذا میں ان تین اجزار کا ہونا بہت ضروری ہے۔ (۱) مادہ ہائے ایزوٹ جو کہ جسم کو بنانے اور اس کی مرمت کے کام دیتے ہیں (۲) کوئلہ کے اجزار جن سے بدن میں گرمی پیدا ہوتی اور قائم رہتی ہے، (۳) پانی اور معدنی اجزار جو بدن کی ترکیب میں کیمیاوی تبدیلیوں کا بڑا ذریعہ ہے اور بقائے حیات کے لئے لازمی ہے۔ یہ تینوں قسم کے اجزار دودھ میں موجود ہیں اور دہی جمے ہوئے دودھ کا نام ہے اس میں تمام وکمال وہ خواص موجود ہے، جو جسم انسان کی پرورش کے لئے ضروری ہیں بعض خصوصیات دودھ سے زیادہ پائی جاتی ہیں،

پروفیسر میکنی کاف نے ثابت کیا ہے کہ دہی کے استعمال سے نہ صرف تندرستی قائم رہتی ہے بلکہ اور بہت سے امراض سے نجات مل جاتی ہے بلکہ اس کے استعمال سے انسانی عمر میں بھی اضافہ ہوتا ہے،

وہ کہتے ہیں کہ انسان کی بڑی آنت میں ہر وقت جراثیم موجود رہتے ہیں۔ یہ جراثیم غذا کے صرف شکریہ اور نشاستی اجزار پر عمل کرتے ہیں جس سے ترشی پیدا ہوتی ہے اس ترشی اور جراثیم کی موجودگی میں دوسرے جراثیم پرورش نہیں پاسکتے، لیکن بعض اوقات آنتوں میں ایسے جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں کہ جو خوراک کے لحمی اجزا

کو متفرق اور متعفن کر کے مضر صحت اور زہریلے مواد پیدا کرتے ہیں اس تعفن اور سمیت کے اثر سے اسہال اور بدہضمی وغیرہ کے علاوہ اور بھی متعدد شکایات لاحق ہو جاتی ہیں بھوک کم ہو جاتی ہے۔ کلیجہ میں جلن اور بوجھ رہتا ہے، چہرہ زرد اور پژمردہ ہو جاتا ہے، کام کاج میں دل نہیں لگتا اور پروفیسر مذکور کے خیال میں بڑھاپا بھی انہیں کے اثرات سے آتا ہے اور وہ اسے بھی ایک قسم کا مزمن مرض بتاتے ہیں جو بڑی آنت میں تعفن اور اختمار سے پیدا شدہ جراثیم اور زہریلے مادوں کے متواتر اثر سے پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ بعض پرندے اور کچھوے وگھڑیال (مگرمچھ) وغیرہ جن میں بڑی آنت بمنزلہ نہونے کے ہوتی ہے بڑی طویل عمر حاصل کرتے ہیں آخر عمر تک جوان رہتے ہیں، ان میں بڑھاپے کی علامات پیدا نہیں ہوتیں ان موذی جراثیم سے آنتوں کو پاک صاف رکھنے کے لئے دو تدبیریں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ ایسی غذائیں استعمال کیجائیں جن میں لحمی اجزا مطلق نہوں تاکہ یہ جراثیم اجزائے لحمیہ کے میسر نہ آنے سے خود بخود مرجائیں مگر یہاں ناممکن ہے کیونکہ لحمیہ غذائیں انسان کی پرورش کے لئے ناگزیر ہیں اس کے بغیر گذر دشوار ہے۔

دوسری تدبیر یہ ہے کہ آنتوں میں ترشی کی کیفیت پیدا کیجائے اور ایسے جراثیم داخل کئے جائیں جو ان موذی جراثیم کے دشمن ہوں ترشی سے متعفن مادہ کے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں دہی کے اندر موجود ہیں اس کے استعمال سے آنتوں میں ترشی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے جراثیم آنتوں میں پہنچکر دوسرے موذی جراثیم کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اگر یہ موذی جراثیم کسی وجہ سے نہ مریں تو معدے و آنتوں میں سڑانڈ اور سمیت پیدا کر کے متعدد بیماریاں پیچش اسہال تپ محرقہ۔ ہیضہ وغیرہ پیدا کر دیتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ بڑی آنت میں ترشی کی کیفیت قائم رہے، تاکہ موذی جراثیم ہلاک ہو جائیں۔

قابل استعمال دہی تیار کرنے میں عموماً صفائی اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ دہی خالص دودھ سے بنانا چاہیئے اور جن برتنوں میں دودھ دوہا جائے وہ نہایت پاک وصاف ہوں اور دہی جمانے کے برتن بھی پاکیزہ ہونے چاہئیں اور ذرا دیر کے لئے بھی دودھ یا دہی کے برتنوں کو کھلا نہ رکھنا چاہیئے۔

جوش کئے ہوئے دودھ کا دہی نہایت لذیذ و مفید ہوتا ہے۔ دودھ والا جانور (گائے یا بھینس) بھی تندرست ہونا ضروری ہے،

زیادہ کھٹا دہی بھی مفید نہیں ہوتا اور مکھن جو اس کے اندر موجود ہوتا ہے اسی کی ترکیب میں خرابی آجاتی ہے اور غذا کی صلاحیت جاتی رہتی ہے اس لئے تازہ دہی استعمال کرنا چاہیئے،

گ، ن۔ بیگم شیخ عطاراللہ

برمی خواتین کا لباس اور آرائش

برمی خواتین کا لباس نہایت سادی وضع کا مگر دیدہ زیب ہوتا ہے۔ لنگی باڈی اور انگی ان تین چیزوں پر ان کے لباس کی تکمیل ہے، ان کی لنگی اس طرح کی ہوتی ہے، جیسی ہمارے ہاں بعض مردگھروں میں پہنتے ہیں خاص بات یہ ہے کہ ان کی لنگی کے ایک جانب مختلف رنگ کے کپڑے کا بالشت بھر حاشیہ جُوڑا ہوتا ہے اور لنگی حاشیے کی جانب سے کمر میں اس طرح باندھی جاتی ہے کہ دائیں ہاتھ سے بائیں جانب پیٹ پر ایک تہہ کو تھام کر بائیں ہاتھ سے باقی کو لپیٹ لیتی ہیں۔ سرے کو نیچے کی تہہ میں دبا دیا جاتا ہے

باڈی جاکٹ کی وضع پر بغیر آستین کی ہوتی ہے۔ جو انگی کے نیچے پہنی جاتی ہے، انگی کے لئے بڑے عرض کا ڈیڑھ گز کپڑا کافی ہوتا ہے، اس کی وضع قطع اس طرح پر ہوتی ہے، کپڑا مع آستین اور آگا پیچھا کے درمیان سے کھڑے دو حصوں میں پورا تراشا جاتا ہے، پشت کے عین وسط سے دونوں حصوں کو جوڑا اور آستین اور گریبان کو ایک ہی سلسلہ میں سیا جاتا ہے۔ سامنے کی سمت پٹ پر دونوں طرف کپڑے کی چند دھیوں کو باریک موندہ کرا کے بٹن کے لئے پانچ عدد تین چار انچ کا فاصلہ درمیان میں چھوڑ کر بالترتیب سی لیا جاتا ہے، اور ان میں آئرنگ یا بندوں کی طرح کا نچ کے رنگ برنگی اور قسم قسم کے خوبصورت بٹن لگائے جاتے ہیں، ان کی انگی عموماً سفید سادی ململ کی ہوتی ہے لیکن لنگی ان کی بڑی پر تکلف اور بیش قیمت ہوتی ہے۔ کوئی امیر طبقے کی خاتون خواہ کیسی ہی گراں قیمت لنگی باندھے کیوں نہ ہو۔ مگر انگی تو اس کی وہی معمولی یعنی ململ یا وائل کی ہوگی،

یہ خواتین ہماری طرح پوشاک پر گوٹ کنارے نہیں ٹانکتیں، ان کے لباس کشیدہ کے کام سے مزین ہوتے ہیں نہایت نفیس اور اعلیٰ درجہ کے گل بوٹے ان کی لنگی اور انگی کے کناروں پر کڑھے ہوتے ہیں۔ البتہ گہنوں سے دلچسپی رکھتی ہیں، یہ اپنے ملکی رسم کے موافق سونے اور جواہرات کے گہنوں سے جسم اور سر کو زینت دیتی ہیں، ان خواتین کے بالوں کی آرائش ایک علیحدہ نوعیت رکھتی ہے، ان کے بالوں کی سجاوٹ ان کے لباس کی مناسبت سے خوشنما ہوتی ہے، سر پر بالوں کو اکٹھا کر کے باریک دندانے کی کنگھی کے ذریعہ ان کی آدھی بالشت بہت چکنی دیوار بنا لیتی ہیں۔ پھر دو چار چھوٹی چھوٹی کنگھیاں بطور بنیاد لگا کر ان کے گرد بالوں کی اس دیوار کو لپیٹ لیتی ہیں ان کا جوڑا بجائے خود ایک خوشنما ٹوپی معلوم ہوتا ہے۔ کنواری لڑکیاں جوڑے کے ساتھ دائیں بازو بالوں کا بالشت بھر لمبا اور کافی گھنا پھندنا ہیر پنوں کے ذریعہ لگاتی ہیں جس سے خوشنمائی میں اور اضافہ ہوتا ہے، ان خواتین کو پھولوں سے بڑی دلچسپی ہوتی ہے، موسمی پھول خواہ کتنے ہی مہنگے کیوں نہ ہوں بڑی خوشی سے خرید کر ان سے اپنے جوڑے کو

سجاتی ہیں۔ انہیں بالوں سے بڑی محبت ہوتی ہے۔ ایک خاص قسم کی لعاب دار لکڑی (جو شاید برما کی خاص پیداوار ہے) اس کے کاٹی کی پھیلیوں کے سوا کسی اور شے سے بالوں کو صاف کرنا پسند کرتی ہیں نہ روغن ناریل کے سوا کوئی اور تیل استعمال کرتی ہیں، ان کے بال بہت لمبے خوب گھنے اور بیحد خوبصورت چمکیلے ہوتے ہیں جسم کی صفائی اور زینت کا انہیں بڑا خیال ہوتا ہے۔ روزانہ بلا لحاظ موسم سر دیانی سے نہاتی اور سارے جسم پر سناکھا ملتی ہیں، پوڈر اور ویسلین غازے بکثرت استعمال کرتی ہیں۔ ان لوگوں میں عورتوں اور خصوصاً کنواری لڑکیوں کا سنگھار نہ کرنا بڑے عیب کی بات سمجھی جاتی ہے، ایک مرتبہ ایک خاتون اپنی نوجوان لڑکی کو زدوکوب کر رہی تھی۔ وجہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ لڑکی سنگھار کرنے سے جی چراتی ہے، کوئی خاتون گھر سے باہر قدم نہیں دھرتی جب تک کہ وہ بن سنور نہ لے پان اور سگرٹ کا بہت شوق رکھتی ہیں مسی اور کاجل کا ان کے ہاں دستور نہیں، البتہ ابرو ئیں سنواری جاتی ہیں،

ح-۱ ابر رنگون

پُراسرار پیغامات (صفحہ ۱۲۸ کا بقایا)

میں بہت سا روپیہ ہار گیا تھا اور اس کو روپوں کی سخت ضرورت تھی اس نے مجھ سے طلب کیا مگر میں نے روپے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس نے حسب معمول پھر افشار راز کی دھمکی دی اور قریب کے ڈاک خانہ میں داخل ہو کر ٹیلی فون کے کمرہ میں چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا۔ اس نے تحکمانہ انداز سے تمکو ٹیلی فون پر بلایا مگر ابھی وہ اپنا جملہ ختم کرنے نہ پایا تھا کہ میں نے کمال سرعت سے نشتر والا چاقو اس کے دل میں پیوست کر دیا اور وہ اسی جگہ ڈھیر ہو گیا میں کمرہ سے نکل کر اطمینان سے اپنے کام پر چلا گیا کسی نے بھی مجھے داخل ہوتے یا باہر نکلتے نہ دیکھا تھا،"

چارلس

میزنگ نے یہ خط پڑھکر ایک آہ سرد بھری اور اسے انسپکٹر گریسن کے حوالے کیا جس نے پڑھ کر واپس کرتے ہوئے کہا "یہ تو مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ سر چارلس قاتل ہے"

میزنگ (تعجب سے) "یہ کیسے"؟

گریسن "میں تو صرف قتل کرنے کا مقصد دریافت کرنے کی فکر میں تھا۔ سر چارلس جرائم پیشہ لوگوں میں نہ تھا اس کو ہر وقت اپنے اصول کے مطابق صفائی کا خیال رہا کرتا تھا قتل کرنے کے بعد اس نے جو کاغذ اپنی جیب میں پایا اسی سے چاقو صاف کر لیا اور اسے وہیں پھینک کر چلتا بنا وہ کاغذ قاتل کا سراغ زبان حال سے دے رہا تھا کیونکہ وہ معمولی کاغذ کا ٹکڑا نہ تھا بلکہ اس پر اس دوکان کا نام اور پتہ درج تھا۔ جہاں سے سر چارلس نے چاقو خریدا تھا، چنانچہ جب میں تفتیش کی غرض سے اس دوکان پر گیا تو مجھکو معلوم ہو گیا کہ وہ چاقو سر چارلس نے اسی روز خریدا تھا، مگر افسوس اب بہت دیر ہو گئی۔ سر چارلس نے اسوقت تک اپنا کام تمام کر لیا ہوگا"

(ترجمہ از انگریزی)

Popular Press Delhi

(۱۴) بجلی سے غسل دینے کا حمام
(۱۵) ایکس رے مشین سے پھیپھڑوں اور دل کا فوٹو لیا جا رہا ہے
(۱۶) ایکس رے سے پیٹ کے اعضا جگر دل وغیرہ دیکھے جا رہے ہیں

غسل حسن افزا۔ عورت خوبصورت ہو اور قدرت نے جلد نہایت عمدہ دی ہو اگر وہ نہاتی نہ ہو ساری خوبیاں جاتی رہیں گی، جلد کی دلفریبی چھپ جائیگی بلکہ میل اور گندگی سے گھن آنے لگے گی، جو نہاتی رہتی ہیں اور جلد کو صاف رکھتی ہیں ان پر عجیب نکھار آجاتا ہے جو نظر کو اپنی طرف کھینچنے لگتا ہے نہ نہانے سے میل ہی جلد پر نہیں تھپ جاتا بالکہ پھوڑے پھنسیاں مختلف طرح کے دانے نمودار ہو جاتے ہیں کھلی ہونے سے جلد پھیل جاتی ہے اور یہی نہیں اکثر جلد پر ایسے نشان پڑ جاتے ہیں کہ مرتے مرتے نہیں جاتے۔ جراثیم مساموں میں پیدا ہو کے پلتے رہتے اور صحت کے لئے دیمک ثابت ہو جاتے ہیں، گرم پانی میں نہاتے ہی مسام کھل جاتے ہیں صابن یا کھلی کے پانی سے ان کے منہ میں سے میل الگ ہو کے دُھل جاتا ہے۔ جلد میں تازگی اور صفائی آجاتی ہے جن کے مزاجوں میں تکلف نہیں وہ سادہ پانی سے بھی وہی فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو تکلف پسند طبائع بڑے بڑے مصالحوں سے حاصل کرتی ہیں۔ یہ رنگین اور نفاست بیویاں اپنے غسلخانہ کو ایک دلکش چیز بنا دیتی ہیں۔ جب عرق اور مصالحے پانی میں ملا دئے جاتے ہیں تو غسل خانہ کی ہوا دل و دماغ کو عرش بریں پر پہنچا دیتی ہے، پانی بھاری ہو تو اس میں کپڑے دھونے کا سوڈا و میٹھی ڈال کے اسے ملائم کیا جاتا سکتا ہے رنگ دار اور خوشبودار غسل کی قلمیں Bath Crystals بھی پانی کو ہلکا کر دیتی ہیں۔ پوٹ پوری Pot Pourri اور سہاگہ کی قلمیں Borax Crystals مساوی مقدار میں ململ کی تھیلی میں باندھ کے حمام کی ٹونٹی سے اس طرح لٹکا دیں کہ نلکی سے گرم پانی اسی میں سے گذر گذر کے لوٹے میں آئے تو پانی ملائم ہو جائیگا اور کمرہ بھی نفیس اور خوشبودار باغ کا تختہ معلوم ہوگا۔ جئی کا آٹا یا بادام کا آٹا اور نشاستہ بھی پانی کو خوشگوار بنا دیتے ہیں گو ان سے پانی ملائم نہیں ہو جاتا ان سے صابن میں جلد سے جلد میل دور کرنے کی قوت آتی ہے۔ اگر آپ کو جئی کے آٹے کے پانی سے نہانے کا شوق ہو تو بہتر ہوگا کہ جئی کا آٹا اور سفید صابن کا سفوف ساوی مقدار میں کپڑے کی چھوٹی تھیلیوں میں باندھ کے پوٹلیاں بنائیں، کپڑے کی پوٹلی پانی میں ڈبو ڈبو کے بدن پر ملیں اور جلد پر ملائی سی پیدا ہونے دیں، پوٹلی استعمال کرنے کے بعد پھینک دیں۔

مختلف کپڑوں کی دھلائی جن کو اچھے کپڑوں کا شوق ہو انہیں کپڑے خود دھونا سیکھنا چاہیے ورنہ دھوبی اچھا نہ ہونے کی وجہ سے ان ملائم اور قیمتی کپڑوں کو خراب کردیگا یا اچھے بھی دھوئیگا تو ہر مہینے ایک رقم کی رقم اجرت میں لیجایا کرے گا،

باریک ململ کو پہلے شیر گرم پانی میں ڈبودیں تاکہ پہلا کلپ ملائم پڑجائے پھر صابن دار گرم پانی سے دھوڈالیں اور دھوتے وقت رگڑنے کی جگہ کپڑے کو مٹھیائیں پھر گرم پانی میں سے نکالدیں۔ اس کے بعد یا تو اسے ابالیں یا اُسے کسی برتن میں پھیلا کر اسپر کھولتا ہوا پانی ڈالیں اور ڈھک کے ٹھنڈا ہونے تک چھوڑدیں پھر ٹھنڈے پانی میں سے نکال کر کلپ میں نیل بجزبی ملا کر کپڑے اس میں سے نکال نکال کے نچوڑیں اور سکھادیں۔ جب تھوڑی نمی رہجائے یا کپڑا بالکل سوکھ گیا ہو تو اسے یکساں گیلا کرکے اسپر الٹی طرف استری کردیں اس کا خیال رکھیں کہ تاگے مڑنے توڑنے نہ پائیں،

وائل VoiLE کو بھی اسی طرح دھوئیں البتہ کلپ کی جگہ اسے گوند کے پانی میں سخت کریں۔ ایک سے تین چمچہ گوند اِلم پاؤ پانی میں ملائیں۔ آخر میں تولیہ میں گول لپیٹ کے بیس منٹ پڑا رہنے دیں پھر الٹی طرف استری کریں گوند کا پانی بنانے کا طریقہ یہ کہ چھٹانک بھر گوند اِلم پاؤ پانی گرم میں ڈال کے آگ پر رکھدیں حتی کہ وہ گھل جائے ململ میں سے چھان کے بوتل میں بھردیں، جیسی ضرورت ہو اسے پتلا کرکے استعمال کرنا چاہیئے،

آرگنڈی کو ململ کی طرح ہی دھونا چاہیئے اسے سخت کرنے کی ضرورت نہیں اگر زیادہ ملائم ہوجائے اسوقت گوند کا پانی استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں تولیہ میں لپیٹ کے رکھدینے کے بعد آخر میں سیدھی طرف استری کریں۔ البتہ اس کا خیال رکھیں کہ کپڑا کافی گیلا ہو، سفید ریشمی کپڑے کو تھوڑی دیر ٹھنڈے پانی میں بھیگا رہنے دیں۔ پھر گرم صابن دار پانی میں دھوئیں سلنے دھونے کی جگہ اسے گوندھتے جائیں۔ گرم پانی میں سے نکالیں تاکہ صابن نکلجائے۔ پھر ٹھنڈے پانی میں سے نکالیں تاکہ تازگی آجائے، اگر کپڑا بالکل سفید ہے تو نیل بھی اس آخری پانی میں ملادیں۔ اگر کسی باریک حصہ میں کام میں ہوا ہے وہاں گوند کا پانی لگادیں۔ اور اس مرکب میں میتھلیٹڈ سپرٹ کا ایک چمچہ ملائیں اس سے ریشم کی چمک دمک لوٹ آئے گی کسی خشک تولیہ میں پھیلا کے خوب کس کے لپیٹ دینا چاہیئے اور پاؤ گھنٹے بعد نکال کے سیدھی طرف معمولی گرم استری کردینی چاہیئے۔

کریپ ڈی چین Crepe de chine کو ریشمی کپڑے کی طرح دھوئیں۔ البتہ گوند یا میتھی لیٹڈ سپرٹ نہ استعمال کریں۔ ساٹن کو بھی اسی طرح دھوئیں میتھی لیٹڈ سپرٹ اور پانی میں سے آخر میں نکالیں سپرٹ کا ایک چمچہ اِلم پاؤ پانی میں ملائیں۔ کپڑا کسی ملائم سطح پر پھیلا کے الٹی طرف استری کریں،

شفون Chiffon کو دھونے سے پہلے ڈھیلے طور سے گول مول کرکے بھگوئیں۔ پھر ریشم کی طرح دھوئیں اور اِلم پاؤ پانی میں گوند کے پانی کی ایک چمچہ ملا کے کپڑا اس میں سخت کریں کھول کے تولیہ میں لپیٹ دیں اور سوکھ جانے دیں جب تھوڑی نمی رہجائے تو الٹی طرف کناروں کے رخ استری کردیں۔ کالے ریشم کا کپڑا تیار کرنا منظور ہو تو گرم پانی میں امونیا اور تیل ملائیں اور اس میں اسفنج ڈبو ڈبو کے کپڑے پر پھیریں۔ الٹی طرف استری کردیں،

ناخنوں کی صفائی ناخنوں کی خوشنمائی کا ہر ملک میں لحاظ کیا جاتا ہے، ایشیا میں ناخنوں کی زیبائش کچھ اور طرز کی ہے۔ مغرب نے اور ہی طریقے اختیار کئے ہیں۔ جلد کی طرح اس کے لئے بھی کریمیں اور تیل ایجاد کئے گئے ہیں۔ اگر صحت بہا

ناخنوں میں چمک دمک اور گلابی رنگ ہوتا ہے۔ کریم اور پالش لگانے کی وجہ سے یہ قدرتی خوبی جاتی رہتی ہے جن کو قدرتی خوبصورتی کے مقابلہ میں مصنوعی زیبائش کا شوق ہوا نہیں ناخنوں کے صاف کرنے کے لئے گرم پانی صابن اور ناخن کا برش استعمال کرنا چاہئے، ہاتھ خوب مل دل کے صاف کرنے چاہئیں اور تولیہ سے بالکل خشک کر دئے جائیں اس کے بعد ناخنوں کو کتر کر چاہئے ریگ مال کاغذ سے انہیں ہر ناخن کے کونے سے اوپر کیطرف رگڑ کے کناروں کو صاف کر لینا چاہئے اب ناخن کے پاس کی نرم جلد کو درست کرنا چاہئے۔ سلائی (Orange stick) جٹیں دور کرتے اور ناخن صاف کرنے والے تیل Cuticle and Nail cream میں ڈبو کے اس کے سرے پر جذب کرنیوالی روئی کی پھریری بنائی جائے اور تیل میں پھر ڈبو یا جائے اسے ناخن کے پاس کی جلد پر تینوں طرف پھیرو مردہ چٹیوں کو صاف کر دو جلد کے جو تراشے کسی ملائم تولیہ سے نرمی سے ہٹا دو اور جلد کو ہلکے سے پیچھے کو سرکا دو، اور ہر دفعہ کوشش کر کے کناروں کو بیضوی بنا دو، سلائی کو اسی تیل میں ڈبو کے ناخنوں کے اندر لگاؤ۔ پھر خشک روئی سے میل کچیل نکالو اس کے بعد صاف پانی سے ناخن دھو ڈالو ناخنوں کے پالش ایسے اعلیٰ طیار ہونے لگے ہیں کہ پانی اور صابن اور نمکین پانی کا اثر مطلق اثر نہیں ہوتے برش پر تھوڑا سا پالش لگا کے ناخنوں کی مدور تہ سے اوپر کیطرف مالش کرو، نہایت خوشنما چمک آ جائیگی دوسری دفعہ لگاتے وقت پہلی پالش بالکل دور کر دینی چاہئے اس کا بھی تیل ملتا ہے جسے Liquid polish remove کہتے ہیں ناخن بالکل خشک ہونے چاہئے اور ان پر تیل یا چکنائی مطلق نہ ہو پرانا پالش اتارنے کے بعد ناخن بھدے معلوم ہوں گے کیونکہ پالش انکو روزمرہ کی رگڑ سے بچاتا ہے، پالش لگانے سے پہلے ناخن ہتھیلی پر استرے کی طرح رگڑے یا کسی صافی کی رگڑ سے ان میں چمک پیدا کرے ناخن کے پاس والی کھال اور ناخن کے کناروں پر پالش کرے، کسی کل کریم یا آئل Cuticle cream or oil اس جلد یا ناخن پر اور ناخن کے کناروں پر لگاؤ اس سے جلد اور ناخن کے کنارے ملائم ہو جاتے ہیں اگر ناخن کے پاس والی جلد کھردری رہتی ہو اور اس میں خشکی جلد نمودار ہو جاتی ہو تو رات کو روزانہ کٹی کل کریم یا تیل لگایا کرو۔

خانگی ٹوٹکے

طالبعلم پر دھبے پڑ جائیں تو انڈے کی زردی اور گلیسرین مساوی لے کے دھبوں پر لگالیں اور آدھ گھنٹے کے بعد دھو ڈالیں۔ تھوڑا سا بائی کاربونیٹ آف سوڈا پانی میں لئی کے مانند بنا کے بھڑ کے کاٹے پہ لگائیں فوراً آرام آجائیگا اس طریقہ سے کمرہ پیت موتیا سیتلا کے دانوں کی جلن بھی جاتی رہتی ہے،

کپڑے میں تھیمی لیٹیڈ سپرٹ لگا کے چاندی کے برتن پر پھیریں اور ایک منٹ تک لگی رہنے دیں پھر کسی ملائم خشک کپڑے سے رگڑ دیں، چمک آجائے گی اور برتن صاف ہو جائے گا۔ اسی طرح آئینہ صاف کیا جا سکتا ہے۔

بوریک کرسٹل ایک چمچہ چھٹانک گرم پانی میں گھول کے بند آنکھوں کے پپوٹوں پر سپنج لگائیں گرمیوں میں گرد و غبار سے جو کھجلی اور سرخی ہو جاتی ہے اس کے لئے موثر دوا ہے۔

محمد ظفر

ضیا تاب
گلکاری

ضیاتاب گلکاری

جدید سنگارے
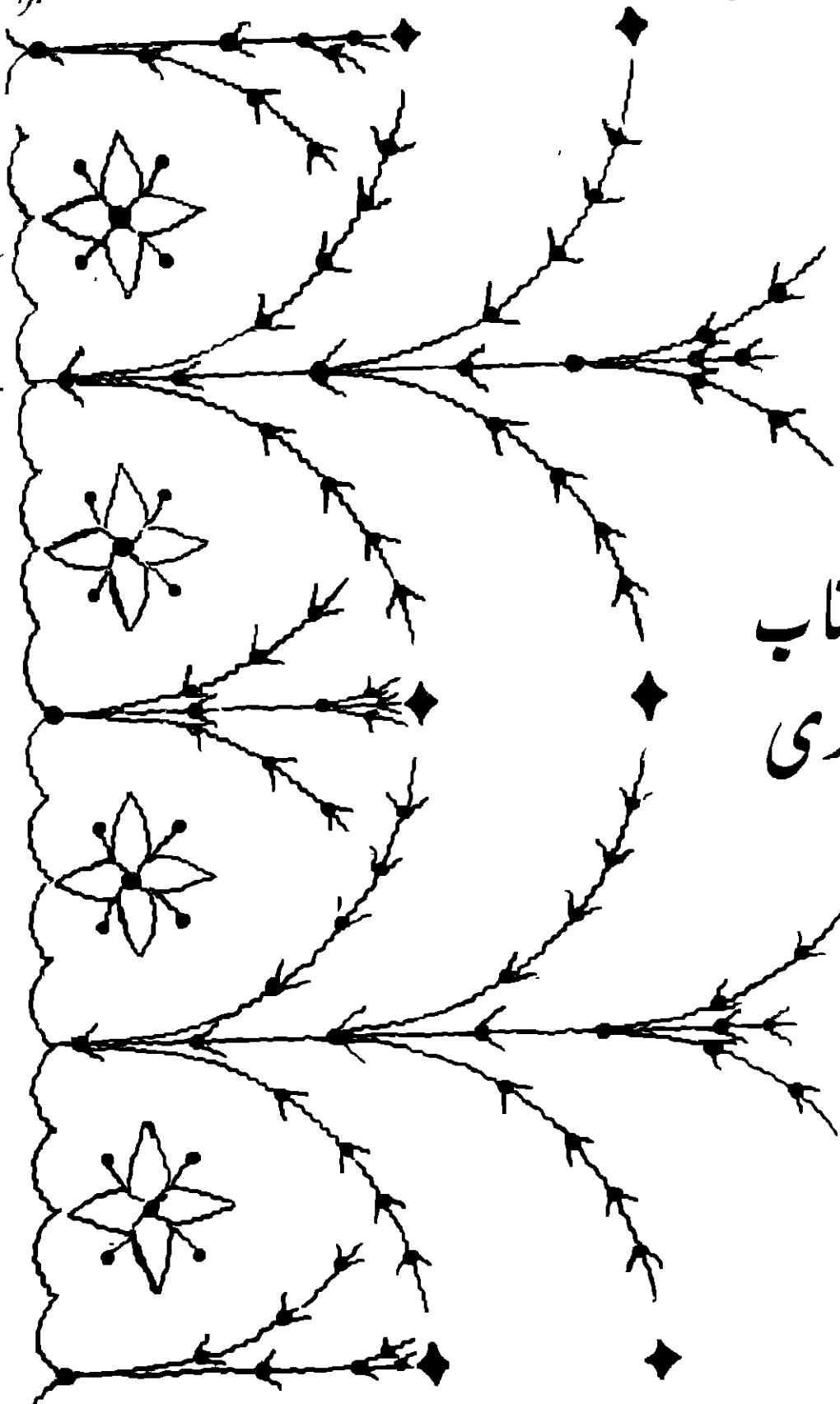
جو نمونہ پیارے عصمت کی سالگرہ نمبر کی خوشی میں آج پیش کر رہی ہوں اس کی ضیار پاشی چمک دمک اصل زر دوزی سلمہ ستارے کو مات کردے گی اس پر نہ خرچ زیادہ ہے نہ وقت بہت صرف ہوتا ہے اور پھر یہ لباس سینکڑوں کی مالیت کے قیمتی ملبوسات پر فوقیت لیجا سکتا ہے۔

ضروری اشیاء حسب ذیل ہیں

(۱) ضیارتاب سفوف پاکٹ	۴	(۵) شکوئیں مربع گلابی	۱۱ لچھ
(۲) روغنی نلیاں	۶	(۶) جاذب تقطیع (بلاٹر)	۲
(۳) مہین سوراخدار پیچ	۲	(۷) دفتی موٹی طول عرض	۱۲ × ۲۴
(۴) شکوئیں سبز سرخ ستارے تولہ	۱	(۸) ڈرائنگ پن	۶

اس خاکے کا نقشہ آپ جاذب پر ڈرائنگ یا کاربن سے نقل کریں۔ پھر نقش شدہ جاذب کو دفتی پر رکھکر (دھانی - فیروزی خواہ گلابی مگر قدرے شوخ رنگ ہو) اسپر ساڑی کا کنارہ پھیلا سلوٹ نکال ڈرائنگ پن سے مستحکم کر دیجئے۔ تاکہ مقام معین سے نہ سرک سکے۔ نچلا خاکہ ساڑی پر بخوبی نظر آئے گا۔ بشرطیکہ ریشم مہین ہو، پیسٹ ٹیوب کا پیچ کھول کر فوزل لگا دیں۔ قلم کی طرح انگلیوں میں تھام کر خفیف دباتے رہیں نوزل کے سوراخ سے روغنی سفید تار نکلتی جائیگی خاکے کی ڈالیوں پر لگائے جانے سے۔ یہ خیال رکھئے کہ روغنی تار کا رخ آپ کے ہاتھ کی طرف ہو اور ٹیوب قلم کی طرح آڑا ہی پکڑا جائے کچھ حصہ پر روغن لگا چکو تو گول نشانوں پر سرخ سبز ستارے اور مربع نشان پر مربع ستارہ خفیف تر دیا سلائی سے اٹھا کر آہستہ آہستہ رکھو پھر اسپر آخر کار سفوف ضیا تاب چھڑک دو اب ایک کنارہ اٹھا کر کسی صاف اخباری کاغذ پر الٹ لیں ساتھ میں خفیف سا جھٹکا دیں۔ کہ زاید از ضرورت سفوف الگ ہو جائے، پہلا جاذب جسپر کچھ کچھ روغن لگ چکا ہے خشک ہو نے پر رکھ دیجئے

نوٹ سوراخ دار پیچ کو کام ختم کرنے کے بعد پرانی دہی مٹی کے تیل میں ترکرکے اندر سے خوب صاف کردیا کریں ورنہ خشک ہونے کے بعد بیکار ہو جائیگا۔ سوئی یا کوئی تنکا نہ لگائیں سوراخ موٹا ہو جانیکا اندیشہ ہے۔

خدیجہ بائی

موتیوں کا خوشنما نیکلس

عذرا مظاہر جعفری اکبرآبادی
دہلی

ضروری چیزیں

موتی سنہری اصلی یعنی پوتھین ½ ۱ لچھی = ٹیوب سنہری اصلی ½ ۱ لچھی = موتی سرخ بہت خوش رنگ ۲ لڑی = صراحی دار سفید موتی میٹیشن ۱۴ عدد

ہک مادی ایک جوڑ = دھاگا سفید ریلی نمبر ۳۰ سوئی باریک نمبر ۱۰ شیشہ کا سرخ بڑا موتی ایک عدد
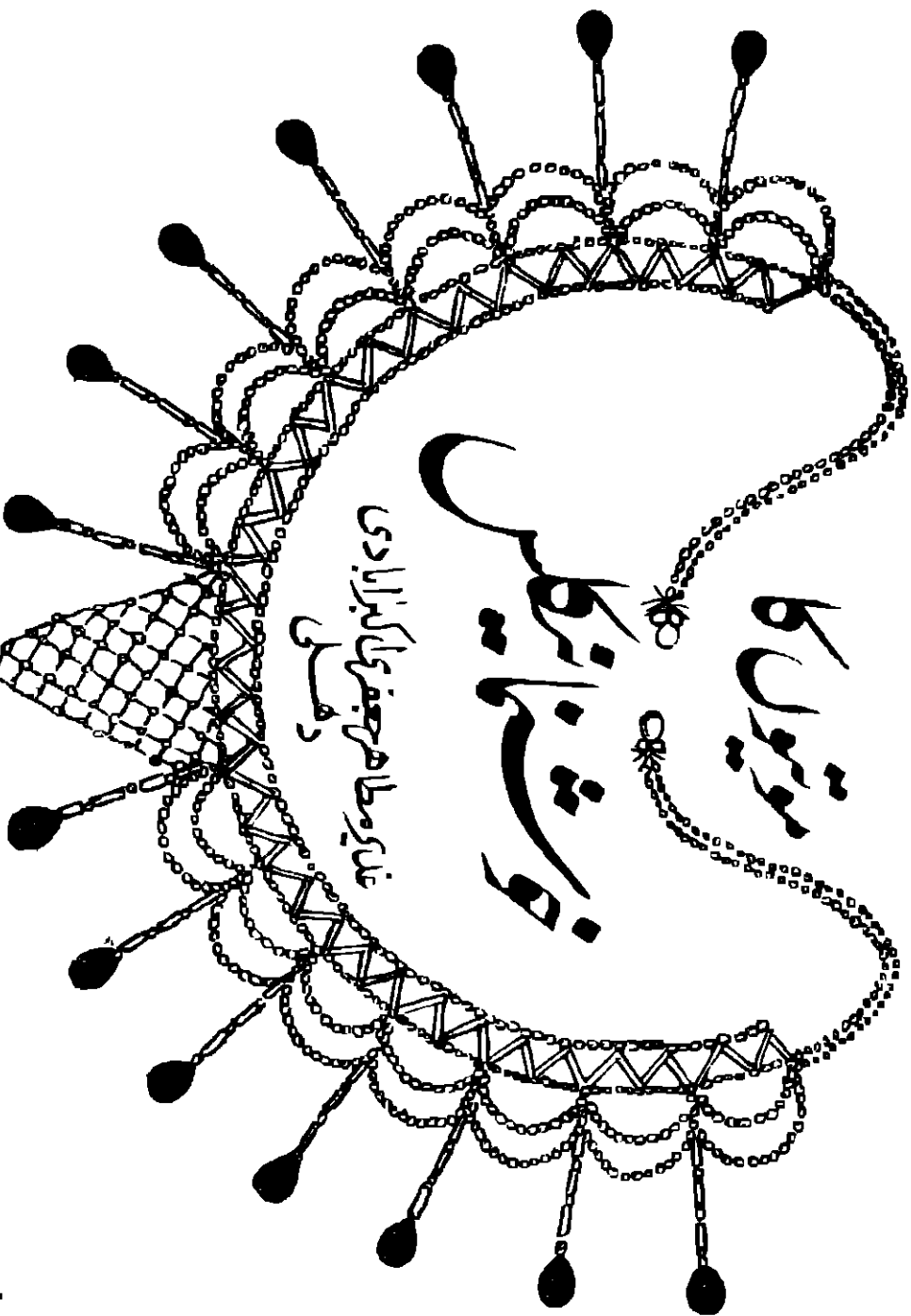
ترکیب خوشنا نیکلس

ایک سے لیکر بارہ تک شمار کرکے سنہری موتی پرو لیجئے پھر دوسرا چکر ٹیوب اور موتیوں سے بھر لیجئے اور ایک وبارہ تک موتیوں کی لڑی دوہری کرکے ایک جانب تک دوسری جانب بارہ ٹانک لیجئے۔ پھر نیچے لٹکنے والے حلقے سنہری موتیوں سے بنائے اور لمبی لڑ میں تین تین ٹیوب اصل اور ایک ایک سرخ پوتھ ڈالکر صراحی دار موتی لٹکا لیجئے بیچ کا حصہ بھی سنہری ٹیوب اور سنہری موتیوں سے بنے گا اس کے نیچے ایک سرخ رنگ کا بڑا موتی ڈالکر مضبوطی سے دھاگا نکال لیجئے۔ نہایت آسان اور خوبصورت ہار تیار ہو جائے گا۔

ادبیات

ھمدردی

اے اگر نہیں ہمدردی کا شیوا ہیں | کیا دیگا جواب اس کا بتا! محشر میں
ہمسایہ ترا آہ و بکا کرتا ہو | اور چین سے تو بیٹھا ہوا ہو گھر میں

حیا

کعبہ ہے وہ دل خوف خدا جس میں ہیں | اور جذبۂ تسلیم و رضا جس میں ہیں
تنویر مہ و مہر کو شرماتی ہے | وہ چشم زمیں بوس حیا جس میں ہیں

انصاف

ظالم جو کوئی کار زبوں کرتا ہے | خاموش رہ پوچھتی ہی کیوں کرتا ہے
اور یہ بھی نہیں ہوتا تو آنکھیں کھولے | کیوں دیکھ کے انصاف کا خون کرتا ہے

خان ادیب

فریم پر گنگا جمنی انگیٹھی
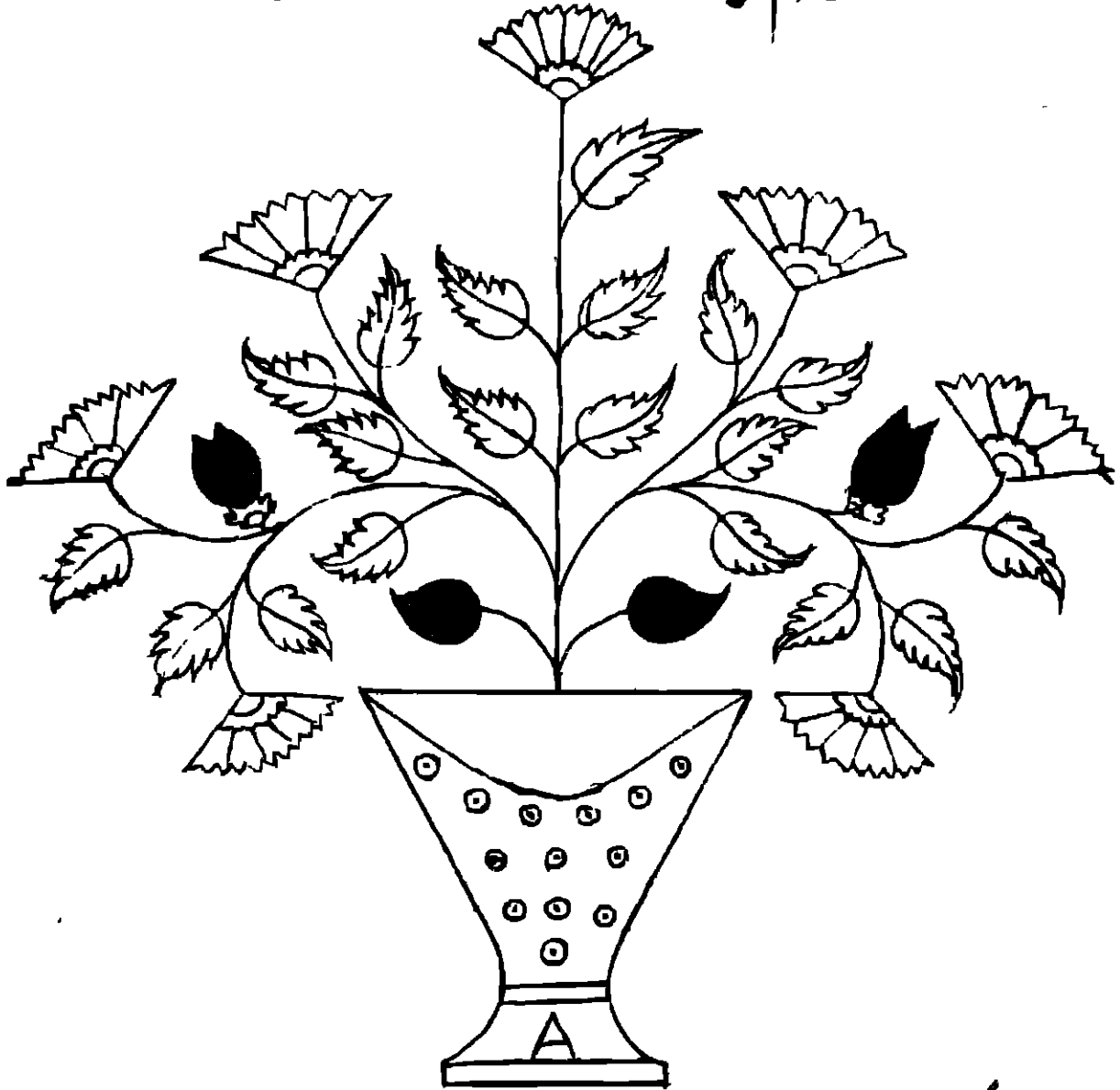
اس انگیٹھی کو آسمانی مخمل پر بنائیں کلیوں اور پھولوں کو سنہری پہل دار سلمہ سے بنائیں اور پتیاں روپہلی پہل دار سلمہ سے بنینگی ڈنڈیاں اور انگیٹھی سنہری سخت سلمہ کی ہونگی۔ انگیٹھی کے درمیان روپہلی ستارہ لگا کر مکمل کرلیں۔ پھر فریم لگواکر کمرے کی زینت کو دوبالا کریں۔ نہایت ہی خوبصورت ہوگا۔ بشرطیکہ صفائی ملحوظ خاطر رہے،

عالم آرا بیگم کلکتہ

عورت اور اسلام

اپریل کے عصمت میں بہن صالحہ بیگم پانی پتی کا مضمون "ہندوستانی مسلمان عورتوں کی حالت" دیکھکر دل یہی چاہتا ہے کہ اس پر کچھ لکھوں۔ گو مضمون مجموعی طور پر رفتار زمانہ کے لحاظ سے حقیقت حال پر روشنی ڈال رہا ہے۔ لیکن مضمون میں جو روایت لکھی گئی ہے اور اس پر اپنے خیال کے جس رو میں سوءظنی کا اظہار فرمایا گیا ہے اس کے متعلق ہی میں لکھنا چاہتی ہوں کہ "لکڑ ہارے کی بی بی والی حدیث" ہمارے ہادی برحق پیغمبر آخرالزماں سے منسوب کرکے بتایا جا رہا ہے کہ آنحضرت صلعم نے عورت کے متعلق ایسے خیالات ظاہر فرمائے ہیں جو پستی و ذلت کی طرف عورت کو دھکیل رہے ہیں۔ حالانکہ اسی بزرگ و بالا ہستی نے عورت کی حمایت و ہمدردی میں ایسے ایسے درافشانیاں کی ہیں جس کی مثال اس دنیا میں ڈھونڈے سے بھی نہیں مل سکتی۔ ایک وہ زمانہ تھا جبکہ عرب تو کیا تمام دنیا مفاسد اور لہو لعب کی شدت میں مبتلا تھی۔ جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔ جنگ و جدل کا بازار گرم تھا۔ عورتوں کو حیوانوں سے بدتر سمجھکر طرح طرح کے مظالم ان پر توڑے جاتے۔ ایک مرد جتنی عورتیں چاہتا کر لیتا اور اس کے مرنے پر یہ عورتیں مال اسباب کی طرح بیٹوں پر تقسیم ہوتیں۔ ذرا ذرا سے تصور پر انہیں بری طرح مارتے۔ گھر سے نکال دیتے۔ فروخت کرتے۔ سختی کے ساتھ کام لیتے۔ لڑکیوں کی پیدایش سے سخت نفرت تھی یہاں تک کہ بیدرد باپ اپنے جگر گوشہ کو ابا ابا پکارتی ہوئی بچی گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دیتا تھا۔ جب یہ حال تھا تو وراثت کا ذکر ہی کیا اور والدین و شوہر کی جایداد میں عورت کی حصہ داری کیسی بلکہ اندوہ و آلام کی زندگی بسر کرنے کے لئے یہ مجبور تھی۔ دنیا میں ان کا مددگار و معاون کوئی نہ تھا۔ اور تمام کرۂ عرض پر عورت کی ذات سخت سے سخت تذلیل و حقارت کی مستحق تھی۔ شیطان کی خالہ۔ شیطان کا آلۂ کار سانپ بچھو سے زیادہ زہریلی۔ مکار، بے وفا، دغاباز، طوفان، اندھی، آگ اور موت سے انہیں تشبیہ دی جاتی۔ اور تو اور یورپ جیسے عقل و فراست کے دعویدار ملک نے بھی ۵۸۶ء میں مختلف ممالک کے فلاسفروں کی ایک کانفرنس اس امر پر غور کرنے کے لئے منعقد کی تھی۔ کہ آیا "عورت میں روح بھی ہے یا نہیں۔ اور یہ پیدا کی گئی ہے تو کس مقصد کے لئے۔" آخر بڑے بڑے فاضل عقلا و حکما نے اس بحث کو یوں طے کیا کہ "عورت ہے تو انسان مگر پیدا اس لئے کی گئی ہے کہ وہ مرد کی خدمت کرتی رہے۔" کیونکہ پہلے عورت کو انسان بھی نہ سمجھا جاتا تھا۔ ستی کی رسم سے صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان میں تو شوہر کی مردہ لاش کے ساتھ عورت کو زندہ

جلنے اور جل بھن کر خاک ہو جانے کا دستور تھا۔ اُف! اس صنف لطیف کو بیجان گھاس پھوس سے بھی بدتر سمجھ کر کیسے کیسے مظالم روا رکھے گئے تھے۔ جو خدائے رب العالمین کو پسند نہ آئے۔ اسکا دریائے رحمت جوش میں آیا اور اپنا محبوب رسول رحمت اللعالمین بنا کر دُنیا کی اصلاح کے لیے پیدا کر دیا۔ جسکا مقدس دل عورت جیسی مظلوم اور ذلیل و خوار کی ہوئی صنف کی ہمدردی و حمایت میں ڈوبا ہوا تھا ؎

مس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ تھا جہل قرنوں سے چھایا پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

آپ نے اسی عورت کو جو شیطان کی خالہ یا آلہ کار کہی جاتی تھی شیطان سے بچنے کا تعویذ قرار دیا۔ ایک حدیث ہے کہ "آنحضرت صلعم نے اپنے ایک نوجوان صحابی سے ایک بار پوچھا کہ معاذ بن جبل تمہاری شادی ہوئی۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں چاہیئے تھا کہ شیطان سے بچنے کے لیے کسی عورت سے شادی کر لیتے۔"

آپ کے ارشادات ہیں کہ "عورت انسانیت کا وہ جزو اہم ہے جس کے بغیر کسی طرح کی تکمیل نہیں ہو سکتی" "جنت ماں کے (عورت کے) قدموں تلے ہے" اسی طرح "بیوی کی دعا قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔" "تم میں وہ اچھا ہے جو عورتوں کے حق میں اچھا ہے۔" "ان کے ساتھ بہتر سلوک کرو۔" "جو خود کھاؤ انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو وہ انہیں پہناؤ۔" "انھیں تکلیف نہ دو۔" "عورت کی تحقیر ہرگز نہ کرو کہ عورت شوہر کے گھر کی ملکہ اور اولاد پر حکمراں ہے۔ اور اس بات کی مستحق ہے کہ اسے آرام سے رکھا جائے۔ اس کے پہلو میں بھی ایک ایسا دل ہے جو اچھے سلوک سے خوش ہوتا ہے اور بُرے سلوک سے ناخوش۔" "عورتوں کی عزت وہ لوگ کرتے ہیں جو شریف ہیں اور توہین وہ لوگ کرتے ہیں جو رذیل ہیں۔" "شوہر کا اپنے ہاتھ سے بی بی کو کھلانا نیکی ہے۔" "ایمان اسکا کامل ہے جس کی عادت اچھی ہو اور اپنی بی بی پر انتہائی درجہ مہربان ہو۔" اتنا ہی نہیں بلکہ آنحضرت صلعم نے عورتوں کو خلع و طلاق لینے کا حق دیا۔ بیواؤں کی دوسری شادی کو کار ثواب فرمایا۔ باپ بھائی اور شوہر کی جائداد میں عورت کو پہلی مرتبہ شرکت کی بشارت ملی۔ مہر اسکا حق ٹھہرا۔ ان پر بھی علم فرض کر دیا گیا۔ مذہبی اصول ان پر بھی ویسے ہی عاید کر دیے گئے جیسے مردوں پر۔

غرض عورت جو مظلومیت و ذلت کے گزشتہ شدید تری زندگی کے منازل طے کرنے پر مجبور تھی۔ رحمت مجسم رسول کریم صلعم کے عہد رسالت میں سب سے پہلی بار مساوات و برتری کے درجہ میں ذمہ دار و آزاد بنا کر دنیا کے

شمار کر دی گئی۔ یہ اتنا بڑا احسان رسول مقبول صلعم کا عورت پر ہے۔ جس کی نظیر دنیا اس وقت تک باوجود ہزارہا دعویٰ کاوششوں اور ترقیوں کے بھی پیش نہ کر سکی اور نہ کر سکتی ہے۔ یہ اسلام اور بانیٔ اسلام کا ہی عظیم الشان کارنامہ ہے جو آج سے تیرہ سو سال قبل ہی ظہور میں آیا تھا۔ اور کیوں نہ ہو کہ اسلام آخری آفاقی مذہب ہے۔ جس کا مقابلہ اور مذاہب ہرگز نہیں کر سکتے۔ اسکا ہر ہر حکم و ارشاد مسلمانوں کے حق میں فیض یکساں کا فلسفہ رکھتا ہے۔

میرا مطلب اسوقت صرف عورت کے متعلق وہ احکام الٰہی اور احکام رسول صلعم بتانا ہے۔ جس نے عورت کی مظلومیت و ذلت کا خاتمہ کر کے بہتری و برابری کے درجہ میں لا کر کھڑا کر دیا۔ ارشادات رسول کریم صلعم جو احادیث کی صورت میں جمع شدہ ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے اوپر ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ جو احکام خداوندی کے زیر اثر ہیں۔ کیونکہ خالق ارض و سماء نے اسوقت عورت کی حالت پر ترس کھا کر جو احکام صادر فرمائے وہ قرآن پاک جیسی مقدس کتاب میں ہماری ہدایت کے لئے ہمیشہ موجود و محفوظ ہیں۔ عورت کے متعلق خداوند کریم نے قرآن مجید میں جو ارشادات فرمائے ہیں ان کا ذکر یہاں ضروری ہے۔

(۱) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ "عورتیں مردوں کا اور مرد عورتوں کا لباس ہیں" سورۂ بقرہ ۱۸۷

دیکھئے لباس کے استعارے میں کتنی بڑی عزت و عظمت اور ضرورت کا راز ظاہر فرما دیا گیا کہ اس کے بغیر ہر فرد تن عریاں کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۲) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً۔
"اُسکی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تمہیں تسکین حاصل ہو۔ اور تمہارے درمیان محبت و شفقت پیدا کر دی" سورۂ روم ۲۱

تسکین کے معنے راحت قلب اور سکون دل ہے یعنے وہ راحت جو سارے غم و فکر کو بھلا دے اور پھر جو راحت محبت و شفقت سے پیدا ہو وہ تو ایک نعمت الٰہی ہے۔ ایسی نعمت الٰہی کی تحقیر و تذلیل کفران نعمت کا درجہ رکھتی ہے۔ جنکا ایمان اس آیت رحمانی پر ہوگا وہ ہرگز عورت کی تحقیر گوارا نہیں کر سکتے۔

(۳) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ "وہ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اگر وہ تمہیں ناپسند ہیں (تب بھی صبر کرو) اس لئے کہ کوئی بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں تمہارے لئے بہت بہتری کر دی" سورۂ نساء ۱۹

(۴) "نیکی کرو نیکی کرو برابر کے رفیق سے (یعنے بی بی سے)

(۵) "وہ لے چکی ہے تم سے عہد پکا" یعنے نکاح سے پہلے جو عہد کئے گئے ہیں انہیں یاد رکھو۔

قرآن حکیم میں عورتوں کے حقوق و ترکہ کا بیان بالکل صاف و صریح طور پہ سورۂ نساء میں فرما دیا گیا ہے۔ بلا [illegible]

فرق کو ایک میدان میں لاکھڑا کر دیا۔ اور اسی عورت کو جس کے اہل دنیا پر کوئی حقوق ہی نہ تھے۔ ایک سخت عزت کے ساتھ مساوات کے عرش پر پہنچا دیا۔ اور فرمایا کہ عورتوں کے مردوں پر اتنے ہی حقوق ہیں جتنے مردوں کے عورتوں پر"

غرض یہ وہ حقوق و مراتب ہیں جو اسلام سے پیشتر تو کیا آجتک بھی کسی قوم، کسی ملک اور کسی مذہب نے عورتوں کو نہیں دیئے۔ یورپ کی عورت آج جو اسقدر ترقی یافتہ اور آزاد منش ہے اور جو ہر شعبۂ حیات میں مردوں کے دوش بدوش رہنے کی دعویدار ہے۔ شتر بے مہار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ نہ مذہب اس کی رعایت کرتا ہے نہ قانون اس کی مدد کر رہا ہے دائرۂ نسوانیت سے باہر نکلکر سب کچھ چاہتی ہے۔

اسلام و بانئ اسلام کی نکتہ رس نگاہ نے عورت کو دینے کو سب کچھ حقوق و مراتب دیئے۔ آزادی، مساوات کا درجہ عطا کیا کہ وہ میدان کارزار میں جان باز سپاہی۔ مساجد کی عبادت گزار۔ مجلس علم کی عالمہ و فاضلہ اور مفتی۔ کاروباری دُنیا میں معاملہ فہم و یکتائے روزگار بن گئی۔ کہ بڑے بڑے عالم و فاضل اور جوانمردان کے سامنے زانوئے ادب ٹیکنے پر مجبور تھے۔ لیکن ساتھ ہی انہیں مرکز نسوانی سے ہٹنے نہیں دیا۔ تاکہ نظام معاشری میں رخنے پیدا نہ ہو جائیں اور عورت اپنے نسوانی جوہروں سے محروم نہ ہو جائے۔ جیسے آج مغرب میں ہو رہا ہے۔

خلاق عالم انسانی فطرت کی گہرائیوں سے بخوبی واقف ہے اس نے عورتوں کو ہر طرح کی آسانیاں، آزادی دینے کے بعد بھی مردوں کو عورتوں پر فضیلت و اختیارات عطا کئے۔ اگر وہ بالکل ہی آزاد کر دی جاتی اور مردوں کو کچھ ان پر اختیارات نہ دیئے جاتے تو یہ ہندوستانی عورت بالکل مغربی عورت کی طرح تباہ حال ہو جاتی۔ نبی کریم صلعم تو یہ بھی پسند نہ فرماتے تھے کہ عورت اپنے اندر مردانہ خصائل پیدا کریں۔ بلکہ منع فرماتے۔ آپ عورتوں کو مہندی لگانے اور چوڑیاں پہننے کی تلقین فرماتے تھے۔ اور نہ ہونے پر ناراضگی ظاہر فرماتے۔ اسی طرح عورتوں کو مردانہ وضع قطع کی مشابہت سے بھی منع فرمایا گیا۔ کہ نسائیت کو کھو کر برباد نہ ہو جائیں۔ اور جس طرح عورت کو مرد سے وابستہ کر کے سردار بنا کر ذمہ دار کر دیا۔ اسی طرح عورت کو مرد کی فرماں برداری کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ ایک حدیث ہے کہ اگر خدا کے بعد کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ مردوں کو سجدہ کریں"

پس اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہوگی جسے بہن صالحہ بیگم صاحبہ نے اپریل کے عصمت میں اپنے مضمون "ہندستانی عورتوں کی حالت" میں لکھا ہے۔ جس میں خاوند کی اطاعت کا انتہائی درجہ بتایا گیا ہے۔ اسقدر فرمانبرداری و نفس کشی کے صلہ میں وہ لکھتی ہیں کہ ہمارے کی بی بی سیدۃ النساء بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی مہار پکڑ کے سب سے پہلے اگر جنت میں داخل ہو تو اس سے عورت کی پستی و تذلیل اور اسے بہکانے والی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے تو عورت کی فرمانبرداری و ادائگی فرض میں کامل ہونے کا بین ثبوت ملتا ہے اور اسی طرح

جہاں عورتوں کے حقوق و عزت اور دلداری کے متعلق کئی احکام خدا و رسول صادر ہیں۔ وہاں ہر دلہا کی فضیلت و برتری کے احکامات کا ہونا بھی لازم ملزوم ہے۔ اس میں ہمیں چراغ پا ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ منصف حقیقی کے عدل و انصاف کے گُر اور معاشری اُصول کے نکتے ہیں۔ جس میں ہر جنس کے اپنے اپنے دائرے میں رہنے کے الگ الگ طریقے بتائے گئے ہیں۔ یہی دیکھئے کہ والدین کی محبت و شفقت بے مثل مانی جاتی ہے۔ مگر جب وہ اپنی بچی کو بیاہ کر داماد کے سپرد کرتے ہیں تو اسلئے کہ نظام معاشرت خوش اسلوبی سے انجام پائے داماد سے کس سوز و گداز اور محبت سے کہا جاتا ہے کہ یہ لونڈی اب تمہارے حوالے کی جاتی ہے اس کی دلداری و ذمہ داریوں کو اب تم سنبھالو وغیرہ خوب چڑھا بڑھا کر اس جگر گوشہ کو جدا کیا جاتا ہے۔ جس کی نازبرداری میں والدین سو جان سے قربان تھے۔ تو کیا اس کے معنی یہ ہوئے کہ واقعی وہ بچی لونڈی بنا کر ہی دی گئی ؟ بلکہ خادم ہو کر مخدومیت کا تاج حاصل کرنے کا اس میں سبق ہے۔

سردار محمدی بیگم بنت نواب آفتاق

(بقایا صفحہ ۱۰۵)

پیالی جراثیم کش دوا پڑی ہوئی تھوکنے کے لئے رکھی رہتی ہے ہر صبح ایک لنٹ کا ٹکڑا کسی ایسی ہی دوا میں ڈبویا ہوا خشک کر کے مریضوں کو کھانسی کے وقت بطور رومال کے استعمال کرنے کو دیا جاتا ہے جسے دوسرے دن پیالیوں وغیرہ کے ساتھ لے جا کر جلا دیتے ہیں صبح و شام ڈاکٹر آتے اور ہر مریض کو دیکھتے ہیں اس کے علاوہ جس وقت ضرورت ہو بلا کر دکھا سکتے ہیں نرسیں ہر تیسرے گھنٹے ٹمپریچر لیتی ہیں۔ ڈاکٹر اچھے لائق خوش خلق اور ہمدرد ہیں۔ بالخصوص یہاں کے افسر اعلیٰ ڈاکٹر جیرام صاحب میرا تو ان کے گھر میں بھی آنا جانا اور ملاقات ہو گئی تھی۔ یہیں سینا ٹوریم میں لیڈی سر مرزا محمد اسمٰعیل صاحب دیوان آف میسور سے بھی شرف نیاز حاصل ہوا۔ نیز ہماری مشہور دستکار بہن محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ کی بھتیجیوں محترمات آنسہ محمد سیٹھ صاحبہ آنسہ ستار سیٹھ صاحبہ اور ان کی والدہ ماجدہ و دادی صاحبہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان لوگوں کا اپنی ایک عزیزہ کی علالت کے سلسلہ میں سینا ٹوریم آنا جانا تھا۔ میرا آنا اسقدر عجلت میں ہوا کہ میں ان محترم خواتین سے آتے وقت نہ مل سکی جسکا بے حد افسوس ہے۔ آپ بہنوں کے ہاں بھی عصمت آتا ہے۔ اس لئے آنسہ زہرہ محمد سیٹھ صاحبہ اور آنسہ صوفیہ ستار سیٹھ صاحبہ اور انکی والدہ صاحبہ کی خدمت میں بذریعہ عصمت تسلیمات عرض ہے۔ محترمہ حمیدہ خانم صاحبہ ایم اے سے ملاقات نہ ہو سکی جسکا افسوس ہے۔ ایک مرتبہ وہ معہ چند خواتین کے سینا ٹوریم تشریف لائی تھیں مگر بدقسمتی سے مجھے اسکا علم بعد میں ہوا۔

ایم بانو حیدر آباد دکن

بی۔کے۔ٹی سیناٹوریم میسور

تپ دق ایسا مہلک مرض ہے جس سے ہندوستان میں بیشتر اموات ہوتی رہتی ہیں۔ اس موذی مرض سے انسان کو سب سے زیادہ خائف ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کا مریض ہیضہ طاعون کی طرح آناً فاناً نہیں ختم ہوجاتا بلکہ یہ بتدریج ترقی کرنے والی اور اندر ہی اندر گھن کی طرح کھا جانے والی بیماری ہے۔ اس کے مریض سالہا سال تک ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور برسوں بستر پر پڑے پڑے زندگی کے دن پورے کرتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ تپ دق کے جراثیم ہر تندرست شخص کے جسم میں کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ جسم کسی بیماری یا ناقص غذا غیر معمولی محنت یا کسی دیگر وجوہ سے کمزور ہوجاتا ہے تو یہ نشوونما پاتے۔ اور بیماری زور پکڑتی ہے۔ چونکہ اس وقت خون میں ان جرمز کے ہلاک کر دینے کی قوت باقی نہیں رہتی ہے۔ اس موذی مرض کا بہترین علاج دھوپ، تازہ ہوا، طاقتور غذا، مفید ورزش اور کامل آرام ہے۔ اگر گھروں میں ان باتوں کا خیال رکھا جائے تو بہت کچھ اس خطرناک مرض کا انسداد ہوجائے۔ اگرچہ ان امور کی پابندی گھروں میں بالالتزام ناممکن ہے۔ اس لئے خدانخواستہ اگر کوئی اس مرض میں گرفتار ہوجائے تو اُسے فوراً سیناٹوریم میں رجوع کرنا چاہیئے تاکہ اپنے ذاتی مفاد کے علاوہ دیگر تندرست اشخاص اس مرض متعدی سے محفوظ رہیں۔

سال گزشتہ مجھے اپنی خرابیٔ صحت کے سلسلے میں "پرنسس کرشنا جمانی بڑر کولوسز سیناٹوریم میسور" میں پانچ ماہ قیام کرنا پڑا۔ وہاں کے کچھ حالات بہنوں کی واقفیت اور دلچسپی کے لئے حوالۂ قلم ہیں۔ یہ سیناٹوریم سابق مہاراجہ میسور کی صاحبزادی کے نام سے جنھوں نے اسی مرض میں انتقال کیا موسوم ہے اور شہر سے تقریباً دو تین میل کے فاصلہ پر ایک بلند اور پُرفضا مقام پر واقع ہے جسے میسور کی قدرتی سنہری اور مخصوص طرز چمن بندی نے اور خوشنما بنا دیا ہے۔ بلندی کے وسط میں اسپیشل وارڈز بنے ہوئے ہیں۔ اور ذرا ہٹ کر داہنے بائیں مردانہ اور زنانہ جنرل وارڈز ہیں۔ ان کے سامنے ایک ایک خوبصورت "پویلین" بنے ہوتے ہیں جن میں اکثر شام کے وقت مریض ہوا کھانے کے لئے بیٹھا کرتے ہیں۔ اکثر اتوار کو وہاں سرکاری طور پر بینڈ بھی بجتا ہے۔ اوپر کی طرف ایک بڑا اور خوبصورت "ریکریشن ہال" بنا ہوا ہے۔ جہاں کھیل کے اوقات میں وہ مریض جن کی حالت بہتر ہو۔ اور جنھیں چہل قدمی کی اجازت مل گئی ہو تاش، فنگر بلیرڈ وغیرہ وغیرہ کھیلا کرتے ہیں۔ نیچے کی طرف آفس روم۔ ڈسپنسری۔ ایکسرے روم۔ اپریشن روم۔ لیڈی تیماردار اور مریضوں کے بیٹھنے کے کمرے

بنے ہوئے ہیں۔ اور فاصلہ پر نرسز وغیرہ کے کوارٹرس بنے ہوئے ہیں۔ اور سامنے داہنے بائیں ڈاکٹروں کے گھر ہیں۔ آب وہوا یہاں کی نہایت خوشگوار اور معتدل ہے بالخصوص گرمیوں میں موسم بہت ہی اچھا رہتا ہے۔ گو یہ سینا ٹوریم بہت بڑا نہیں ہے۔ تاہم تقریباً دو سو مریض اس وقت وہاں زیر علاج تھے فرسٹ کلاس اسپیشل وارڈز صرف نو ہیں۔ جن میں زیادہ تر حیدرآبادی مریض رہتے ہیں۔ جنکا کرایہ پہلے کم تھا مگر اب چار روپے روزانہ معہ خوراک ہے۔ صرف باشندگان میسور کے لئے ڈھائی روپے روز ہے۔ سکنڈ کلاس میں دو دو مریض رہتے ہیں۔ ان کا کرایہ غالباً دو روپے روز ہے۔ اور جنرل وارڈ ہیں۔ جو مفت بلا کرایہ چارج کیے ہوئے غریب اور کم حیثیت مریضوں کے لئے ہیں۔ جنہیں علاوہ خوراک بستر وغیرہ کے پوشاک بھی سینا ٹوریم سے ملتی ہے۔ کھانا اگرچہ یہیں تو پکا پکایا بھی ملتا ہے جو عموماً معمولی ہوتا اور ہم لوگوں سے کھایا نہیں جاتا ہے۔ اسپیشل وارڈ والے بالعموم مسکہ انڈے دودھ ڈبل روٹی چاول گوشت ترکاری وغیرہ ویسا ہی لے لیتے اور خود پکوا لیا کرتے ہیں۔ سینا ٹوریم سے کچھ فاصلہ پر ایک مسافر بنگلہ بنا ہوا ہے۔ جہاں ایک کمرہ پندرہ روپے ماہوار پر مل جاتا ہے۔ میرے والد صاحب قبلہ نے ایک کمرہ لے رکھا تھا جس میں خود رہتے اور کھانا وغیرہ بھی وہیں پکا کرتا تھا۔ یہاں کے مخصوص طریق علاج میں سب سے اہم کھلی ہوا ہے تمام وارڈز وغیرہ نہایت کھلے ہوئے ہیں۔ دوسرا ریسٹ کا ہے ہر مریض کو مہینہ دو مہینے تک کامل آرام کا حکم ہوتا ہے۔ اس مرض میں شفا یابی زیادہ تر مرض کی مدت اور حالت پر منحصر ہے۔ ابتدائی درجہ میں لوگ عموماً جلد صحتیاب ہو جاتے۔ اور چار پانچ ماہ رہکر انجکشن کا کورس پورا کر کے واپس ہو جاتے ہیں بعض غریب سال دو سال سے مقیم ہیں۔ بعض کو چھ سات مہینہ ہو چکے ہیں مگر بستر سے اٹھنے کی اجازت نہیں۔ خوش قسمتی سے میری بیماری جلد نوٹس کرلی گئی تھی۔ اس لیے مجھے زیادہ دنوں بستر کی پابندی نہ کرنی پڑی بیس پچیس دن "ریسٹ ان بیڈ" کے بعد چہل قدمی کی اجازت مل گئی جو ابتداءً دو فرلانگ سے شروع کی تھی اور جب میں واپس ہوئی ہوں۔ اس وقت میں بفضلہ چار میل روزانہ بلا کسی تکان کے چل لیتی تھی۔ سوائے کاڈلیور آئیل کے کوئی اور خاص دوا بھی استعمال میں نہ تھی۔ کھلی ہوا۔ عمدہ غذا ورزش اور آرام کے علاوہ سورج کی روشنی سے بھی علاج کیا جاتا ہے۔ مختلف مریضوں کے "سن باتھ" کی میعاد ان کے حالات کے لحاظ سے جداگانہ تھی۔ پندرہ منٹ سے شروع ہو کر ایک گھنٹہ تک "سن باتھ" کا وقت مقرر کیا جاتا ہے۔ بعض حالتوں میں "الٹرا وایلیٹ ریز" بھی جسم پر ڈالی جاتی ہیں۔ انجکشن بھی ہوتے ہیں۔ اے پی یعنی ہوا کی پچکاری کے ذریعہ سے علاج ہوتا ہے۔ بعض حالتوں میں اپریشن بھی ہوتا ہے۔ تندرست آدمی کا خون مریض کے جسم میں پہونچانے کے بھی دو ایک کیس اس زمانے میں تھے۔ ہر ہفتہ وزن کیا جاتا ہے۔ میرے وزن میں پانچ ماہ میں تقریباً اٹھارہ پاؤنڈ اضافہ ہوا۔ صفائی ستھرائی کا بھی خاص اہتمام ہوتا ہے دونوں وقت وارڈ فینائل سے دھوئے جاتے ہیں ہر پلنگ کے پاس ایک بند

بیت المال

مئی کے عصمت میں بیگم محمد سمیع اللہ صاحب کا مضمون ۔اسلام بغور پڑھا۔بہن موصوفہ نے ایک نکتہ ایسا حل کیا ہے جس کی جانب اب تک کسی نے توجہ نہ کی۔مسلمانوں کی مفلسی کی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے قدیم اصولوں کو بھلا دیا۔آج نہ مسلمانوں میں بیت المال ہے جس سے وہ مفلس مسلمانوں کی مدد کر سکیں نہ مساوات و ہمدردی۔اس دوران میں یہ معلوم ہو کر بہت خوشی ہوئی کہ لاہور میں مسلمانان پنجاب کا بیت المال قایم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے نیز اس سلسلے میں یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسرے حلقے کی بہت سی مسلمان بہنوں نے تجویز پیش کی ہے کہ مسلمان غریب اور بیوہ عورتوں کیلئے ایک زنانہ بیت المال قایم کیا جائے۔تجویز تو بہت اچھی ہے مگر یہاں سوال یہ ہے کہ بیت المال کس طرح قایم کیا جائے چندوں اور زکوٰۃ کے روپیہ سے اس کی بنیاد رکھی جائے تو یہ مستحکم نہ ہوگی کام ایسا ہو کہ خیرات بھی جاری رہے اور عوام کو بار بار چندوں کے لیے تکلیف میں نہ ڈالا جائے۔یوں تو اب تک مسلمان مرد و عورتیں لاکھوں کروڑہا روپیہ اپنی قوم کے لئے چندہ کی صورت میں دے چکے ہیں اور آجکل بھی دے رہے ہیں باوجود اس کے بھی ہماری قوم سے مفلسی دور نہ ہو سکی مفلسی کیسے دور ہو جب کہ یہ کروڑوں کی تعداد ایک جگہ جمع ہو کر منظم صورت میں اور موقعہ پر خرچ نہ ہو اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ایک بیت المال ایسا کھولا جائے جس میں یہ خیرات کی رقم چندہ زکوٰۃ وغیرہ کا روپیہ جمع ہو اور اس میں سے ان لوگوں کی جو واقعی مستحق ہیں امداد کی جائے۔مگر اس سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ صرف چندہ وغیرہ پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ بیت المال کو اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونے کے قابل کریں جس سے عوام کو بار بار تکلیف نہ ہوگی۔وہ یوں کہ ان رقوم سے جو خیرات اور زکوٰۃ اور چندوں کے نام تمام ہندوستان سے جمع ہو کر کوئی منتظم ہو کر اس رقم کو جمع کر کے ایک کثیر رقم ہونے پر ایک عمارت خرید لی جائے یہ ملکیت بیت المال ہوگی اس کے کرایہ میں سے ٹیکس نکال کر جو رقم بچے وہ خیراتی کاموں حاجتمندوں کی ضرورتوں پر کام میں لائی جائے۔اور سارے ہندوستان کے مسلمان متفق ہو کر خیرات زکوٰۃ کی رقوم بیت المال ہی میں جمع کریں جس سے بدستور ملکیت خرید ہوتی رہیں جسے انگریزی میں ان کلیمڈ پراپرٹی [illegible] کہا جاتا ہے اسکا کرایہ بدستور بیت المال ہوگا اور تمام مسلمانوں کی رائے سے جہاں جہاں ضرورت ہوگی وہاں خرچ کیا جائیگا۔گو کہ یہ دیکھنے میں بہت مشکل امر معلوم ہوتا ہے جس کیلئے ہمت و استقلال کی ضرورت ہے۔مگر قوم کا سچا درد رکھنے والے چند اصحاب کمر ہمت باندھیں اور نیک نیتی سے اس کام کو چلانیکا ذمہ لیں تو یہی قوم جو مفلس ہے ایک نہ ایک دن دوسرے قوموں کی صف میں نظر آئیگی اگر عورتیں اس میں حصہ لیں اور اسکی بنیاد انہی کے ہاتھوں سے ہو تو سارے ہندوستان میں مسلمان عورتوں کا یہ ایک زریں کارنامہ ہوگا۔یہ رقم جمع ہونا اور اس سے بیت المال کیلئے ملکیت خریدنا کوئی دشوار امر نہیں ہے جبکہ ہندوستان میں ایسی مخیر خواتین بہ تعداد کثیر موجود ہیں۔بیگم صاحبہ ہز ہائینس سر آغا خاں اور ولیعہد سلطنت حیدرآباد کی بیگم صاحبہ دُرِّ شہوار بیگم نیز نیلوفر بیگم صاحبہ ہی اگر اسطرف توجہ فرمائیں تو تھوڑے ہی عرصہ میں ایک عمارت بیت المال کھڑی کیجا سکتی ہے جس کی بنیاد کا زریں سہرا ان خواتین کے سر ہوگا اور قوم ان ہمدرد خواتین کی ہمیشہ احسان مند رہیگی۔

([illegible])

سیر بین
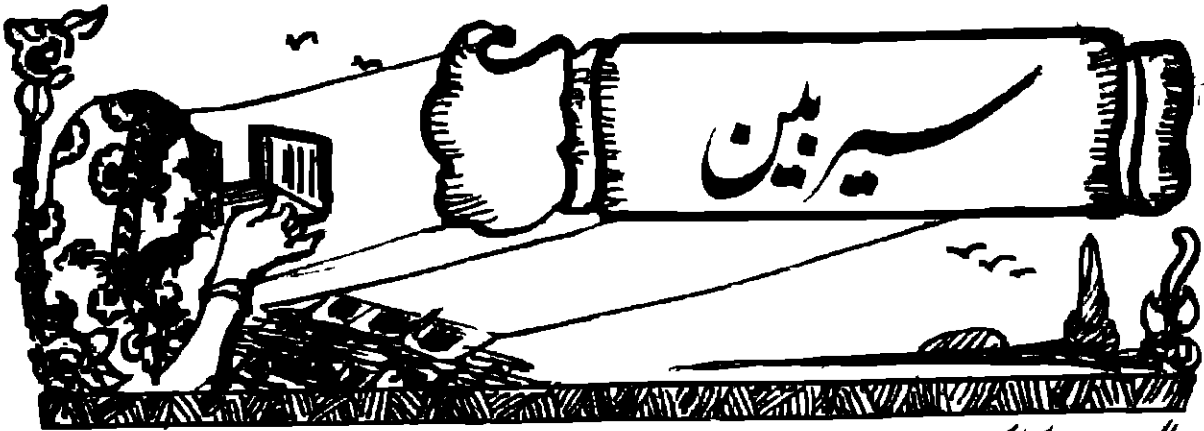
انگلستان کی گوری سانولی انگلستان میں سینکڑوں لڑکیوں کی دیکھ بھال کے بعد یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ اس ملک میں ایسی گوری لڑکیاں جن کے بال بھی نقرئی ہوں، نایاب ہیں ۱۹۳۲ء کی اوسط لڑکی کا حلیہ یہ ہے۔ بھورے بال بھوری آنکھیں اور ملائی سی خوب ملائم سفید کھال۔ لڑائی سے پہلے لڑکیوں کی اوسط بلندی سے زیادہ اونچا قد بڑے بڑے ہاتھ پاؤں اس کے اعضا کا پیمانہ یہ ہے قد ۵ فٹ ۵ انچ۔ وزن ایک من ۲۲ سیر۔ چوتڑ ۳۸ انچ۔ کمر ۲۷ انچ۔ جوتوں کا پیمانہ ۵½ دستانے ۶¾

مسخرے پن کا مدرسہ لندن میں ایک مسخرے نے ظرافت کا مدرسہ قائم کیا ہے۔ وہاں مردوں اور عورتوں کو مسخرا پن سکھایا جائیگا۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بہت سے آدمی ظرافت کی خوبی اپنے اندر پوشیدہ رکھتے ہیں لیکن انہیں اس لیاقت کو کام میں لانا نہیں آتا ورنہ موقع پر اُن کی اس خوبی سے زندگی کی بے رونقی اور بے لطفی جاتی رہے۔ تھیٹروں اور بولتی تصویروں کے مسخرے اس مدرسہ کی تربیت سے کہیں بہتر لیاقت حاصل کرکے دنیا کی تعریفوں کے مستحق ہوں گے۔

بچپن کی شادی۔ انسداد شادی صغر سنی کے قانون کے نفاذ کے باوجود ہزاروں شادیاں روز ہوتی ہیں اور کوئی نہیں دیکھتا کہ یہ جرم ہے۔ قانون کی منظوری کے بعد ڈھائی سال کے عرصہ میں ۴۷۳ مقدمات چلے جن میں صرف ۱۶۷ کامیاب ہوئے ان میں بھی صرف ۷۱ مقدمات میں قید کی سزا دی گئی باقیوں میں جرمانہ پر ٹل گئی اس قانون کے بے اثر ہونے کی وجوہ یہ ہیں کہ مقدمہ چلانے والے کو سو روپے جمع کرنے پڑتے ہیں مقدمہ ناکام ہو تو وہ رقم ضبط کرلی جاتی ہے اسکے علاوہ برادری میں وہ نکو بن جاتا ہے مقدمہ کے بعد نکاح ٹوٹ نہیں جاتا بیوی برابر شوہر کی ملکیت ہوتی ہے علاوہ ازیں لڑکی کی صحیح عمر کا پتہ لگانا بڑا مشکل کام ہے قانون کے بننے کے بعد چھ ماہ کی لوگوں کو مہلت مل گئی پھر وہ نافذ ہوا اس چھ ماہ کے عرصہ میں لوگوں نے نابالغوں کی اس قدر شادیاں کیں کہ خدا کی پناہ! مردم شماری ۱۹۳۱ء کی روئداد سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے کم کے شوہروں کی تعداد ۳۲½ لاکھ سے ۵۵ لاکھ اور بیویوں کی تعداد ۸۵ لاکھ سے ایک کروڑ ۲ لاکھ ہوگئی۔

بڑی عمر کے آدمی کرنیل لکسمور کا اب انگلستان میں ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا ہے وہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں کمپنی کی ملازمت میں تھا اور محاصرہ لکھنؤ میں موجود تھا وہ ۱۸۵۸ء کی چھوٹی چھوٹی جنگوں میں بھی شریک ہوا، کہا جاتا ہے کہ وہ

کمپنی کے ملازموں میں آخری شخص ہے۔ جو اب فوت ہوا ہے اس کا ایک وارث اور لڑ پوتا ۱۵۲ برس کی عمر میں مرا جس کا بیٹا ۱۲۳ پوتا ۱۱۹ اور پڑپوتا ۱۴۳ سال کی عمر میں مرا۔

روشن جسم کی عورت سنورا منیرو ایک اطالوی عورت کو ٹریسٹ سے رومۃ الکبریٰ میں ایک بند موٹر میں چھپ چھپا کے ایک شفاخانہ میں داخل کردیا گیا ہے اس کا شوہر راضی نہ ہوتا تھا بڑی مشکل سے اسے اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ اس کی بیوی کے جسم کا محققانہ معائنہ کیا جائے تاکہ علم کو تقویت پہنچے اور ملک و قوم کی معلومات میں اضافہ ہو۔

اس عورت کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ اس کے جسم سے بجلی کی سی روشنی نکلنے لگتی ہے اور چاروں طرف روشنی ہو جاتی ہے وہ برقی عورت کے نام سے مشہور ہو گئی ہے اس کو اس شفاخانہ میں اعصابی اور دماغی اختلال کے ماہر ڈاکٹر کی نگرانی میں رکھا گیا ہے اور اس کے کمرہ کے گرد زبردست پہرہ لگا دیا گیا ہے۔ تاکہ وہاں کوئی جانے نہ پائے۔ ڈاکٹر اپنے آلات کے ساتھ مستعد رہتے تھے تاکہ جس وقت یہ بجلی کی کیفیت اس کے جسم سے نمودار ہو وہ فوراً آلات کی مدد سے تحقیقات شروع کر دے

لڑکی کی پرواز مس جین بیٹن نیوزیلینڈ کی نوجوان ہوائی لڑکی نے کئی دفعہ انگلستان سے آسٹریلیا جلد سے جلد اڑ کے پہلوں سے بازی لیجانے کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ سفر میں ایسی بات پیش آگئی کہ اسے اپنی پرواز پھر سے شروع کرنی پڑی، انگریزی اخباروں نے اس کا نام "کوشش کے جانے لڑکی" رکھدیا اس نے اپنے اس نام کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ اس دفعہ اڑتی راستہ میں اس زور شور سے ریت کے طوفان آئے کہ اس کا جہاز راستہ سے بار بار دور ہٹ کے جا پڑا اس کشمکش میں ۲½ دن زیادہ لگ گئے۔ اس پر بھی وہ آسٹریلیا میں رات کے تین بجے پہنچگئی اور مسٹر ایمی جالسین کے مقابلہ میں ۴½ دن کی کمی سے جیت گئی ایمی مالسین نے یہ راستہ ۱۹½ دن میں طے کیا تھا اس نے ۱۵ دن ۲۲ گھنٹے اور ۲۵ منٹ میں طے کیا۔ آسٹریلیا میں پہنچتے ہی اس نے پوچھا کہ مجھے چائے کی ایک پیالی کہاں دستیاب ہوگی اس کی ماں رات بھر جاگتی رہی اور ٹیلیفون کے پیام کا انتظار کرتی رہی آخر جب گھنٹی بج کے اسکے پہنچنے کا پیام پہنچا تو وہ خوشی سے چلا اٹھی۔ شاباش۔ شاباش۔ جین۔ کاش میں تمہیں گلے سے لگا سکتی،

عقلائے یونان یونان کے سات عقلاء اپنی دانائی کے لئے مشہور تھے اور ہر ایک کا ایک خاص مقولہ تھا ان کا زمانہ ایک ہی تھا۔ سولن ایتھنز زبردست قانون ساز کا مقولہ تھا "اپنے آپ کو پہچانو" پیری انڈر کا مقولہ "محنت کے سامنے کوئی چیز ناممکن نہیں" پٹاکس کا مقولہ "اپنے موقع کا خیال رکھو" یعنی وقت کو رائگاں نہ جانے دو" تھیلس پیائش علم نجوم اور فلسفہ کے ماہر کا مقولہ تھا۔ ضمانت بربادی کا پیش خیمہ ہے" بیاس کا قول تھا کہ اکثر آدمی خراب ہوتے ہیں، کلیوبلس کا قول تھا" زرین اعتدال یعنی انتہا پسندی سے بچو" چلو کا مقولہ "انجام سوچ لو"

سنگھاری کاروبار۔ دنیا کے سب کام ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔ ایک طرف بولتی تصویریں بڑی کمائی کا باعث ہیں دوسری طرف سنگھاری کاروبار زوروں پر ہے اس میں کسی وقت کمی یا گھاٹا نہیں شراب اور تمباکو بھی پرے بٹھا دیئے گئے ہیں۔ اکیلے برطانیہ کو دیکھو جو سنگھار کے معاملہ میں امریکہ سے بہت پیچھے ہے آنکھیں کھلی کی کھلی رہجائیں گی۔ انگلستان میں ایک

کروڑ ۳ لاکھ اور امریکہ میں ۳ ½ کروڑ پندرہ اور ساٹھ سال کے درمیان عمر والی عورتیں ہیں، بالوں کے سنگھار پر آج کل انگلستان میں ایک کروڑ ۱۳ لاکھ ۴۴ ہزار ۳۴۴ روپے سالانہ خرچ آتا ہے صرف بالوں میں لہریں بنانے پر ۔۔۔۔۔۔ ۴ لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں لبوں کی سرخیاں مختلف کریمیں پوڈر اور بالوں کے عرق ۔۔۔۔۔۔ ۴۴۴ روپے سالانہ کے بکتے ہیں اس قسم کے سنگھار کی لوازمات سات ہزار کے قریب ہیں۔ یہ ایک کروڑ ۳ لاکھ پندرہ اور ۶۰ سال کے درمیانی عمر کی عورتیں ۶ کروڑ لبوں کی سرخی کی قلمیں استعمال کرتی رہتی ہیں یہ سنگھاری رقوم موٹروں کے سالانہ اخراجات سے دگنی ہیں ابروں کے بال نوچنے اور چہرے اور دیگر اعضا کی مالشوں حسن افزائی کی دوسری تدبیروں کیچڑ کے لیپوں جلد کی جلا جھول خوشبوؤں اور ناخنوں کی آرائشوں کے اخراجات علیحدہ ہیں

اب امریکہ کو لیجئے۔ امریکہ کی ۱۲ سال سے اوپر عمر کی تین کروڑ عورتوں نے پچھلے سال ۷ لاکھ روپیہ روزانہ صرف ابٹنوں پر خرچ کیا، بالوں کی مستقل لہروں کا سالانہ خرچ دو کروڑ روپیہ ہوا، بالوں کے خضاب صرف ۱۴ لاکھ روپے کے بکے، بالوں کے کترنے وغیرہ کا خرچ چار کروڑ ہوا گالوں کی سرخی کے دو کروڑ اور کولڈ کریم اور پوڈروں کے پانچ چھ کروڑ کے درمیان فروخت ہوئے،

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ۳۰ ہزار دوکانیں چہرہ کو عمل جراحی سے درست کرنے کی ہیں اور تین کروڑ مشاطہ ہیں انگلستان میں پانچ سو دکانیں ہیں امریکہ میں ان مشاطوں کو اب امتحان دے کر لائسنس لینا پڑتا ہے۔

دھوبی مدرسہ۔ لندن میں ایک بین الاقوامی دھلائی کی نمائش ہوئی جس میں دھوبیوں کے دقیانوسی طریقے دکھائے گئے، دھلائی ایک مشکل کام ہے اور اس میں عقل اور اسکے ذریعہ تحقیقات کے لئے چوڑا میدان ہے۔ انگلستان میں دھلائی کے کام کے پندرہ کالج ہیں جہاں دھلائی کے کیمیائی طریقوں انجنیری کے اصولوں کے نظاموں اور خرید و فروخت کی تعلیم جماعت بندی کے ذریعہ دیجاتی ہے۔ دھلائی کا علم طبیعیات اور علم کیمیا کپڑوں کے اقسام انکی رنگائی اور صابنوں کی تفصیلات وہاں کھول کر بتائی جاتی ہیں

برطانیہ میں ایک سے زائد بیوی ڈنڈی میں سکاٹ لینڈ کے قاضیوں کی مجلس کے سالانہ جلسہ میں مسٹر ڈبلیو پیچ فلپ ہٹنے والے صدر نے تقریر کی کہ شرح پیدائش روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔ اکثر عورتیں شادی اور مادریت کو شوق سے شغل زندگی کے طور پر اختیار کرتی ہیں اور تندرست اور ہوشیار بچوں کے کنبہ کی پیدائش اور پرورش انتہائی تمدنی خدمت ہے جو ایک اوسط درجہ کی عورت انجام دے سکتی ہے لیکن اگر کسی اتفاق سے آئندہ آبادی بقدر نصف کے کم ہو جائے تو گو یہ افسوسناک ضرور ہے لیکن رائے عامہ ایک سے زائد بیوی کے مسئلہ کو نہ صرف پسند بلکہ اصرار کریگی کہ کسی نہ کسی شکل میں اسے جاری کر دیا جائے حتیٰ کہ آبادی کی کمی کی جاتی ہے، اسپر انگریزی عورتوں نے اظہار ناخوشی نہیں کیا بلکہ اسے ناقابل عمل بتایا کہ انگریز مردوں سے ایک بیوی تو سنبھلتی ہی نہیں زیادہ کیا کرینگے۔ ایک سے زیادہ بیوی کرکے وہ اپنی زندگی کو مصیبت بنالیں گے،

۶ سال میں ۱۲ بچے میڈم ڈی ملڈی میر فرانس کے ایک گاؤں میں ایک ذی عزت آدمی کی بیوی تھی اس کے پہلے سال ایک بچہ ہوا۔ دوسرے سال اور تیسرے سال تین چوتھے سال چار پانچویں سال پانچ اور چھٹے سال ۶ بچے ہوئے۔ آخر زچگی میں وہ جانبر نہ ہو سکی اس طرح وہ ۶ سال میں ۲۱ بچوں کی ماں بنی۔

جاندار بارش اٹلی میں سمندر سے ۳۰ میل پرے ایک شہر میں سرخ رنگ کی بارش ہوئی اور اس میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں بھی زمین پر برسیں۔ ایک امریکی مصنف نے دنیا بھر کی ایسی ۲۹۴ مثالیں اکھٹی کی ہیں جن میں مینہ کے ساتھ جاندار چیزیں برسیں۔ اگست ۱۹۲۱ء شمالی لندن میں مینڈک برسے دس سال ہوئے ہیمسٹیڈ (سویڈن) میں ہزاروں سرخ سرخ کیڑے جن کی لمبائی ایک انچ سے چار انچ تھی برف باری کے وقت برسے۔

پھلجھڑیاں شمع اہی شمالی امریکہ کے بحرالکاہل ساحل سے پرے ملتی ہے۔ اس کا گوشت نرا تیل ہوتا ہے باشندے اس کے بدن میں بتی پرو کے اسے جلاتے ہیں۔

دنیا میں سب سے بڑی مکڑی سماٹرا میں پائی جاتی ہے اس کے جسم کا محیط ۹۔ انچ اور ٹانگیں ۱۷۔ انچ ہیں۔

مڈغاسکر کے ایک پرندہ کے انڈے کا قطر ایک گز اور طول ایک فٹ ہوتا ہے اس میں مرغی کے ۱۴۴ انڈے آسکتے ہیں۔ یہ انڈا ریت میں وہ جانور دبا دیتا ہے۔

مچھر گورے رنگ کے آدمی کو سیاہ رنگ والے کے مقابلہ میں زیادہ کاٹتا ہے اور مادہ مچھر کو کاٹتی ہے۔ نر پتوں کے رس اور دیگر مائع خوراکوں پر گذارہ کرتا ہے۔ فرانس کے ایک ڈاکٹر نے اعلان کیا ہے کہ وہ آنکھوں پر عمل جراحی کئے بغیر محض ٹیکہ لگا دینے سے موتیا بند دور کرسکتا ہے اس نے یہ بتایا ہے کہ یہ مرض گٹھیا والوں کی آنکھوں میں جلدی پیدا ہو جایا کرتا ہے۔

ایک ۸۰ سال کا ترک مٹی ریت اور پتھر کھا کے زندگی بسر کرتا ہے وہ اسی خوراک سے خوش ہوتا ہے۔

چین میں ۵ کروڑ ۸ جزائر شرق الہند میں ۶ کروڑ یورپ میں ۷۰ لاکھ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ڈھائی لاکھ مسلمان رہتے ہیں۔

عربی میں سطر کے لئے ۴۰۵۔ اونٹ کے لئے ۴۲۲ اور تلوار کے لئے ۱۰۳۷۔ الفاظ ہیں۔ حیدر آباد میں حسین ساگر ایک لمبا تالاب ہے اور اس میں جھاڑ جھنکاڑ بہت ہے جس کی وجہ سے ہر سال کئی جانیں تیرنے میں ضائع ہو جاتی ہیں اس سال ایک ہندو لڑکی سوشیلا دیوی نے اس تالاب کے چاروں طرف ۶ میل کا فاصلہ تین گھنٹے سے کم میں تیر کے طے کر کے ایک نام پیدا کرلیا۔ پرگنہ اکبر پور میں ۴۰ بیگہ زمین پر خون کی بارش ہوئی۔

انگلستان میں ایک شخص کسی ایسی بیماری سے مرگیا جسکی وجہ سے اس کا خون تارکول جیسا سیاہ ہوگیا اس کے دل بھی سیاہ سیاہ دھبے پڑگئے۔ ریاست بھاؤنگر نے دو موٹریں خریدی ہیں وہ شہر میں گھومیں گی پھر اسکی برقی روشنی کی طرح اسکے دھوئیں کش میں گر کے مرجایا کرینگے۔

جس زمانہ میں یورپ کے گھروں میں پرالوں اور چٹائیوں کا فرش ہوا کرتا تھا مشرق میں طرح طرح کے قالین ... جب رومی شہنشاہوں کو فتوحات کے سلسلہ میں ایشیائیوں سے سابقہ پڑا اس وقت دریاں قالین اور غالیچے دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

محمد ظفر

عصمت کو نقصان پہنچانے کی کوشش

دہلی سے ایک صاحب نے جو آج سے چھ روز قبل تک آٹھ سال سے دفتر عصمت میں کاتب کی حیثیت سے کام کر رہے تھے ایک ماہوار زنانہ رسالہ جاری کیا ہے۔ نئے نئے زنانہ پرچوں کا جاری ہونا ہمارے لئے باعث مسرت ہو سکتا ہے بشرطیکہ کسی قومی ضرورت کو محسوس کر کے جاری کئے جائیں اور ان میں کوئی نئی نئی بات پیدا کی جائے جو موجودہ زنانہ پرچوں میں نہیں ہے لیکن یہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے کہ بجائے اس کے کہ ان میں کوئی جدت ہو اعصمت کی نقالی کی کوشش کی جاتی ہے۔ دہلی سے جو نیا زنانہ پرچہ نکلا ہے اس نے تو حد ہی کر دی کہ نہ صرف مضامین کی ترتیب۔ عنوانات کی تقسیم اور ٹائیٹل کی عبارت ہی میں عصمت کا چربہ اتارنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ کتابت بھی عصمت ہی کے طرز کی عصمت ہی کے کاتب سے کرائی گئی ہے اور پرچے کے مقاصد اور مضمون نگاری اور خریداری رسالہ کے قواعد اور اشتہارات کی شرائط لفظ بلفظ عصمت سے نقل کی گئی ہیں اور دفتر عصمت کی کتابوں کے اشتہارات بھی اسی طرح درج کئے گئے ہیں جس طرح عصمت میں شائع کئے جاتے ہیں۔

اس پرچے کے شائع ہونے پر عام طور پر یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ یہ رسالہ دفتر عصمت یا عصمت بکڈپو سے شائع ہوا ہے اور لوگوں کا اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہونا ناممکن نہیں کہ عصمت نے ۳۴ سال بعد اب اس رسالہ کی صورت میں جنم لیا ہے چنانچہ عصمت کے نامہ نگار خصوصی مولوی اقبال احمد صاحب بھوپالی اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "خدا آپ کو اس نئی کوشش میں کامیاب کرے کیا یہ پرچہ بجائے عصمت کے تو نہیں شائع ہونے لگا"۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ جس جماعت نے اپنے فائدہ کے لالچ میں مجھکو اور عصمت کو نقصان پہنچانے کی قانون اور اخلاق کی رُو سے ناجائز اور نامناسب حرکتیں کی ہیں اس کے خلاف سالگرہ نمبر سے فراغت پانے سے قبل کوئی کارروائی کروں یا عصمت و بنات میں ایک حرف بھی لکھوں لیکن تین چار روز سے اس رسالہ کے سلسلہ میں جو خطوط میرے پاس آ رہے ہیں اُنھوں نے فی الحال کم سے کم یہ اعلان کر دینے پر مجھے مجبور کر دیا ہے کہ **دہلی سے جو نیا زنانہ ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے اس کا رازق الخیری سے یا عصمت یا عصمت بک ڈپو سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔**

میں نہایت افسوس کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ یہ زمانہ شرافت اور ایمانداری کا نہیں بے ایمانی اور محسن کشی کا ہے اور بعض حضرات میری طبیعت سے نہایت نامناسب فائدہ اٹھائے چلے جا رہے ہیں اس لئے میں اس سلسلہ میں اور دو تین باتیں عصمتی بہنوں سے کہہ دینی چاہتا ہوں۔

اخبارات اور رسالے اپنے خریداروں کے پتے نہایت حفاظت سے رکھتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی اور موت کا انحصار انہیں پتوں پر ہے۔ عصمت چونکہ زنانہ پرچہ ہے اور اس کے خریدار ہماری ذات پر اعتماد رکھتے ہیں اس لئے عصمت کے ایک ایک خریدار کا پتہ راز میں رکھا جاتا ہے یہاں تک کہ کوئی بہن کسی دوسری بہن کا پتہ دریافت کرتی ہیں تو ان کو بھی یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہم کسی خاتون کا پتہ بغیر اُن کی اجازت کے کسی کو نہیں بتا سکتے۔ برسوں میں نے دوگنا تگنا خرچ برداشت کیا اور رسالہ کے ماہوار پتے اپنے سامنے ہاتھ سے لکھوائے اور جب رسالہ کے خریداروں کی تعداد چار ہزار سے اوپر پہنچ گئی اور بنات جاری ہونے کے بعد کتابوں کا کام بھی بہت بڑھ گیا تو خاص اہتمام کے ساتھ خریداران عصمت کے پتے چھپوائے گئے چونکہ یہ پتے صرف عصمت کے لئے ہوتے ہیں ہم نے یہ تک درست نہ سمجھا کہ رسالہ بنات تک کو جو سات سال سے میری ہی ادارت میں

مسلمان لڑکیوں کے لئے ماہوار شائع ہو رہا ہے بطور نمونہ عصمتی بہنوں کو بھیجوں، اب اگر عصمت کے پتوں پر کوئی اور اخبار یا رسالہ یا کوئی فہرست بھیجی جائے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہ پتے ناجائز طریقہ سے دفتر عصمت سے اُڑائے بلکہ چرائے گئے ہیں اس لئے اس پتہ پر جو دفتر عصمت میں درج ہے عصمت کے کسی مضمون نگار یا خریدار کو کسی اور دفتر سے کوئی رسالہ یا کوئی فہرست ملے تو وہ لفافہ یا ریپر جس پر پتہ لکھا ہو اور جس میں فہرست یا رسالہ بھیج کر روانہ کیا گیا ہے فوراً ہمیں بھیجدیں۔

دفتر عصمت کی کتابوں میں حضرت علامہ راشد الخیری کی تصانیف کا معاملہ ہمارا صرف نظام المشائخ۔ ساقی۔ مولوی۔ اور پیشوا ان چار رسالوں اور کتب خانہ علم و ادب، سنٹرل بک ڈپو۔ کتب خانہ رشیدیہ اور جامعہ ملیہ ان چار کتب خانوں سے ہے ان کے علاوہ اگر کوئی اور رسالہ یا کتب خانہ دفتر عصمت کی کتابیں فراہم کرے یا جو خط دفتر عصمت یا دفتر بنات کے پتہ پر بھیجا گیا ہے اس کی تعمیل دہلی کے کسی اور اخبار یا رسالہ یا کتب خانہ کے دفتر سے کی جائے تو فوراً ہمیں مطلع کر دیا جائے تاکہ روپیہ کمانے کے ناجائز طریقے استعمال کرنے، دوسروں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے اور قانون و اخلاق کے قوانین توڑنے والے اپنی غیر معقول حرکتوں کا اچھی طرح مزہ چکھ سکیں۔

رازق الخیری

معاصرین سے

ہم اس سے پہلے دو تین مرتبہ اپنے معاصرین سے گذارش کر چکے ہیں کہ وہ عصمت کے مضامین بڑی خوشی سے نقل کر سکتے ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا مگر براہ کرم عصمت کا حوالہ ضرور دیدیا کریں افسوس ہے ہمارے بعض معاصرین عصمت کے مضامین دھڑا دھڑ نقل کئے جاتے ہیں مگر عصمت کا حوالہ نہیں دیتے۔ اس سلسلہ میں ہمیں سب سے زیادہ شکایت ہفت روزہ رسالہ سہیلی سے ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً عصمت کے مضامین جو خاص طور پر عصمت کے لئے لکھوائے جاتے ہیں اور جن پر ہر سال انعامات اور معاوضہ کی صورت میں قریباً ڈیڑھ ہزار روپے کی رقم صرف ہوتی ہے بغیر عصمت کا حوالہ دئے دھڑا نقل کرتا رہتا ہے مثال کے طور پر فروری مارچ کی چار اشاعتوں کا یکجائی نمبر جو آج ۱۹ جون کو ہمیں موصول ہوا ہے۔ اس میں عصمت کے ایک نہ دو اکٹھے چار مضمون اس طرح نقل کئے گئے ہیں گویا وہ سہیلی ہی کے لئے تو خاص طور پر لکھے گئے تھے صفحہ ۳۶-۳۷ کا مضمون "سبزیاں" عصمت جنوری میں شائع ہوا تھا مضمون نگار یعنی محترمہ ح-ا ابو کا نام تک مضمون کے بعد درج نہیں کیا گیا۔ صرف فہرست مضامین میں ہے مضمون کی آخری سطریں جو عصمت کے مضامین کے بارے میں تھیں اڑا دی گئی ہیں، صفحہ ۴۶ پر محترمہ صغرا ہمایوں مرزا کا مضمون "دستی نقل کیا گیا ہے، یہ بھی جنوری کے عصمت میں شائع ہوا تھا۔ ہم اڈیٹر صاحبہ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے عصمت کے مضمون کی جگہ جگہ اصلاح بھی فرمائی ہے، فروری مارچ کی اس یکجائی اشاعت میں ازدواجی زندگی کی کشمکش کے عنوان سے جو مضمون درج ہے وہ عصمت مارچ میں نیا ہے کے عنوان سے شائع ہوا تھا نہ صرف یہ کہ یہ تیسرا مضمون بھی بغیر عصمت کا حوالہ دئے نقل کیا گیا ہے بلکہ اس کا آخری پیرے گراف بھی کم کر دیا گیا ہے ایک ورق الٹنے کے بعد آنکھ اور اس کی ورزش حفیظہ جمال صاحبہ کا وہ مضمون ہے جو جنوری ہی کے پرچہ میں شائع ہوا تھا مضمون نگار کا نام اس مضمون کے بعد بھی درج نہیں کیا گیا صرف فہرست مضامین میں ہے، ہم پھر ایک دفعہ معزز معاصرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ شوق سے عصمت کے مضامین نقل کریں مگر مضمون نگار کا نام

سیاحت

از حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

جولائی اگست ستمبر میں جب تربیت گاہ بنات تشکیل کلاں کے لئے بند ہوتی ہے تو ڈیڑھ ماہ کے لئے میں ملک کے کسی حصہ کا دورہ کرکے عصمت بنات کے خریداروں کو جن کے مطالعہ سے وقتاً فوقتاً مدرسہ کے حالات گذرتے رہتے ہیں تربیت گاہ پر متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ گو میری اور بیگم راشد الخیری کی صحت اب دور دراز کے سفر کے قابل نہیں رہی مگر مدرسہ کی ضروریات سے مجبور ہو کر ہر سال گھر سے نکلنا پڑتا ہے۔ امسال مشرقی دانگ کا قصد ہوا تو میاں رازق کی تجویز ہوئی کہ بجائے ریل کے انکی کار میں سفر کیا جائے۔ انکی اس تجویز کی معقولیت میں میرے حقیقی بھانجے سید محمد میاں کی شخصیت بھی شامل تھی جو نہایت ہوشیار موٹر میکینک ہیں اور چھ سات سال سے عربستان کے ریگستان اور پہاڑوں پر کار چلانے میں نام پیدا کر چکے ہیں۔ ۱۱ اگست کو ہم لوگ کلکتہ کے لئے کار سے روانہ ہوئے اور پہلے روز ۹۰ میل کا سفر کرکے رات علی گڈھ میں بسر کی اور علی الصباح کانپور کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ سفر پہلے روز سے طویل تھا مگر موسم خوشگوار تھا بادل گھر گھر کر آرہے تھے اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں گیارہ بجے تک نہایت آرام سے تقریباً سوا سو میل کی مسافت طے کرنے کے بعد ایک گاؤں کے پاس کھلے میدان میں نیم کے درختوں کے سایہ میں ہم ٹھیر گئے۔ صبح میاں رازق اور حاجی صاحب نے جو پرند شکار کئے تھے اسوقت پکائے گئے کھانا کھا کر اور ڈیڑھ دو گھنٹہ آرام لے کر روانہ ہوگئے اور عصر کے لئے ده آدہ گھنٹہ بعد پھر روانہ ہوئے اور ہلکی ہلکی بارش میں آٹھ بجے کے قریب کانپور پہنچے اور کانپور ہوٹل میں قیام کیا۔ یہاں ٹھہرنے اور کھانے کا نہایت معقول انتظام ہے ہوٹل کے منیجر بہت خلیق آدمی ہیں انہوں نے کوشش کی کہ ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ صبح سب سے پہلے حافظ میاں محمد ند صاحب سے ملنے گیا جو تربیت گاہ کے قدیمی محسن ہیں اور ہمیشہ غیر معمولی خلق اور قدردانی سے پیش آتے ہیں انکی بیگم صاحبہ کو بھی تعلیم نسواں کا پوری طرح احساس ہے۔ میاں محمد لطیف صاحب اور بابو محمد حمزہ صاحب قدیمی کرم فرما ہیں دونوں حضرات نے فراخ حوصلگی سے تربیت گاہ کی صدا پر لبیک کہی۔ مولوی سید ضیاء الحسن صاحب جج۔ اور میاں محمد سعید صاحب کوتوال ملیٹن کی عنایتوں کا شکر گذار ہوں۔ دوروز کانپور رہ کر ہم لکھنؤ روانہ ہوگئے۔ خیال تھا کہ ۲ بجے سہ پہر تک پہنچ جائیں گے مگر اس روز موسم گرم تھا تین چار مرتبہ راستہ میں ٹھیرنے کی ضرورت پڑی شام تک لکھنؤ پہنچے اور یہی مناسب سمجھا کہ کسی ہوٹل میں قیام کریں چنانچہ امین آباد پارک کے ایک ہوٹل میں ٹھیر گئے جس کے مالک شیخ محمود علی صاحب ہیں یہاں بھی کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی اور شیخ صاحب نے ہمیں آرام پہنچانے کا نہایت معقول انتظام فرمایا۔ محترمہ بیگم صاحبہ سید اصغر حسین صاحب ایڈوکیٹ وقتاً فوقتاً تربیت گاہ کو یاد فرماتی رہی ہیں لکھنؤ پہنچ کر سب سے پہلے میں انہیں کے ہاں گیا اور جیسی کہ توقع تھی انہوں نے میرے مقاصد کی کامیابی میں دلی ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ خان بہادر سید احمد حسین صاحب رئیس سے پہلے ملاقات نہ ہوئی تھی لیکن انکے خلق نے اس قدر گرویدہ کر لیا کہ آئندہ کبھی لکھنؤ جانا ہوا تو ان سے ضرور ملونگا۔ آنریبل جسٹس سید محمد رضا صاحب سے مل کر جس قدر دل خوش ہوا بیان نہیں کر سکتا۔ سینہ دردِ اسلام میں ڈوبا ہوا تھا نہایت وضعدار کریم النفس مہمان نواز بزرگ تھے۔ مسلمانوں کے لئے انکے خیالات قابل قدر تھے چونکہ دوسرے ہی روز ہمیں لکھنؤ سے روانہ ہو جانا تھا اسلئے میں انکے اس ارشاد کی تعمیل نہ کر سکا کہ انکے ہاں قیام ہوتا۔ انکی بچی عزیزہ عقیلہ فاطمہ نے جس ہمدردی اور قدردانی کا اظہار کیا اب تک میرے قلب پر اسکا اثر ہے۔ افسوس ہے پچھلے دنوں سید صاحب کا انتقال ہو گیا۔ خدا غریق رحمت کرے۔ مسٹر خلیق الزماں یوپی کے مشہور قوم پرست لیڈر ہیں انکی بیگم صاحبہ نے تربیت گاہ میں جو دلچسپی لی اور جس عقیدت و محبت سے چار پر بلایا اور بیگم صاحبہ مسٹر احمد حسین منیجر ہیپرلز نے اپنے ہاں ٹھیرانے کا جو شدید اصرار فرمایا اس کے لئے میں ان دونوں

کا ممنون ہوں۔ بیگم صاحبہ مولوی حامد علی صاحب ڈپٹی کلکٹر اور بیگم ملک انتظار ولی خانصاحب مولوی محمد کامل صاحب مولوی محمد عتیق صاحب فرنگی محل اور یوسف انصاری صاحب تحصیلدار نے نہایت گرم جوشی فراخ دلی اور مسرت سے میرا استقبال کیا۔ مولوی حکیم سید احمد صاحب سیتاپوری سے آج سے پچاس سال پہلے کی ملاقات ہے۔ وہ میرا نام سنکر فوراً قیام گاہ پر آئے اور نہایت محبت سے ملے میں پچیس سال بعد انکی ملاقات سے نہایت مسرت ہوئی۔ میں ممنون ہوں کہ حکیم صاحب نے اپنے وقت کا بڑا حصہ جب تک میں لکھنؤ ٹھیرا میرے ساتھ بسر کیا اور میرے مقصد کو کامیاب بنانے میں سرگرمی سے حصہ لیا۔

لکھنؤ سے بنارس کا سفر نہایت پُر لطف رہا کبھی مطلع ابر آلود ہوتا کبھی پھویاں پھویاں بارش ہوتی۔ بنارس جب دس بارہ میل رہ گیا تو سڑک آدمیوں سے پٹی ہوئی تھی اس دن سورج گرہن تھا اور ڈیڑھ دو لاکھ ہندو دور دور سے اشنان کے لئے آئے تھے۔ ہمیں دال منڈی جانا تھا مگر راستے بند تھے جہاں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی وہاں چھ سات میل تک کار چلانا حاجی محمد میاں ہی کا کام تھا ہر لمحہ پر حادثہ پیش آجانے کا دھڑکا لگا ہوا تھا شہر کے ہوٹل بھی سب رُکے ہوئے تھے اور کسی قیمت پر قیام کی کوئی معقول جگہ میسر نہ آتی تھی۔ بالآخر انگریزوں کے ناچ گھر میں قیام کیا۔ یہ بہت پُر فضا جگہ تھی۔ منیجر نے ہمیں آرام پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا دوپہر کو مولوی منصور عالم صاحب کی کوٹھی پر گیا۔ افسوس انکا انتقال ہو چکا تھا مگر انکی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی پانچ سال قبل جب دو روز کے لیے میں بنارس ٹھیرا تھا تو سب سے پہلے جس شخص نے میری ناچیز خدمات کی قدر کی تھی وہ مولوی مقبول عالم کی ذات تھی۔ خدا نے مرحوم کو دل درد مند عطا فرمایا تھا اور وقتاً فوقتاً تربیت گاہ کو یاد فرماتے رہتے تھے۔ انکے انتقال سے مسلمانان بنارس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مولوی مقبول عالم کی بہو عزیزہ بیگم منصور عالم مرحوم کی صاحبزادی اور چھوٹے صاحبزادہ نے جیسی کہ مجھے اس گھرانے سے اُمید تھی میری آمد پر دلی مسرت کا اظہار کیا اور میں اس خاندان کی اس قدر دانی کا ممنون ہوں کہ ہمیں اپنے ہاں ٹھہرانے اور سامان وغیرہ منگوانے کا بہت اصرار کیا۔ مولوی اکبر علی صاحب بی اے۔ انسپکٹر مدارس بنارس سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تھی۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ ہیں۔ باوجود پیرانہ سالی اور بارش کے دو تین جگہ میرے ساتھ جانے کی تکلیف گوارا فرمائی۔ مولوی صاحب نے اپنی مرحومہ بیگم صاحبہ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے ایک وظیفہ یتیم بچیوں کے لیے جاری فرمایا ہے۔ بیگم صاحبہ صاحبزادہ عبدالجلیل خانصاحب ڈپٹی کلکٹر اور حاجی عبدالرحمن صاحب منہورہ کی عنایتیں بھی میرے دلی شکریہ کی مستحق ہیں۔ بنارس میں ایک دن اور دو راتیں گذار کر علی الصباح ہم ۱۰ بجے روانہ ہوگئے۔ بارش کی وجہ سے سڑک کے دونوں طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا ادھر بارش تھی اُدھر سڑکوں کی مرمت اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جو لوگ سورج گرہن کی وجہ سے بنارس آئے تھے واپس جا رہے تھے اور پچاس ساٹھ میل تک سڑک ان لوگوں نے گھیر رکھی تھی باوجودیکہ حاجی محمد میاں دو روز قبل اپنے فن کا کمال دکھا چکے تھے تاہم سہسرام تک اس تخیل سے پریشانی ہی رہی کہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آجائے۔ دوپہر کے قریب جب دریائے سون نظر آیا تو معلوم ہوا کہ آگے کار کا راستہ نہیں ہے ریل کے ذریعہ دریا پار کرنا پڑے گا۔ ہماری کار ریل کے ڈبہ میں رکھی جا رہی تھی کہ ایک انگریز نے جو اسیوقت دریا پار کرکے آیا تھا اپنی کار سے اُتر کر ہمسے کہا کہ "آپ لوگوں کا اسوقت اُدھر جانا خطرہ سے خالی نہیں تین چار میل جا کر ایک ندی آتی ہے۔ پانی میرے سامنے پل پر آچکا تھا اور میری کار ٹیلہ پر پھنس گئی تھی" ہم لوگوں کا قصد وہیں ٹھیر جانیکا ہوا مگر حاجی صاحب نے کہا "مجھے عرب میں ٹیلوں ہی پر کار چلانیکا اتفاق ہوا ہے انشاء اللہ آپ اس انگریز کی باتوں میں نہ آئیے یہ اناڑی ہوگا" دریا پار کرکے جو ہم روانہ ہوئے تو پل اور ٹیلہ کا اندیشہ تھا تقریباً دس منٹ بعد پل سامنے تھا۔ حاجی صاحب نے اسوقت ہی کار چلانیکا کمال دکھایا اور ٹیلہ پر سے فراٹے سے اسطرح کار نکال کر لیگئے کہ معلوم بھی نہ ہوا۔ ۳ بجے کے قریب بارش ذرا رکی آگئی اسوقت کار پہاڑوں پر ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی جا رہی تھی مناظر نہایت دلکش تھے مگر بارش نے سب لطف کرکرا کر دیا تھا پناہ کی کوئی جگہ نہ تھی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اسطرح گذرا اور چوپارن کے ڈاک بنگلہ میں رات گذار کر علی الصباح روانہ ہوگئے ۹ بجے تک سفر نہایت پُر لطف رہا میاں رازق اور حاجی صاحب نے کچھ شکار بھی کیا۔ موسم نہایت خوشگوار تھا مگر ۹ بجے کے بعد بارش کا طوفان آگیا۔۔

۔۔ اور گھنٹہ بھر تک بڑی ہی بے لطف رہی۔ آخر خدا خدا کرکے بدبدے ڈاک بنگلہ میں اُترے اور پھر دوسرے دن علی الصباح روانہ ہوگئے اور سہ پہر کے قریب کلکتہ پہنچے۔

بزمِ عصمت

ایک بہن صاحبہ کے استفسار عصمت جون نمبر کے جواب میں عرض ہے کہ ہائیڈروجن پر آکسائیڈ دو دوائیں نہیں بلکہ ایک ہی دوا کا نام ہے۔ اور اسی نام سے انگریزی دوا خانوں سے بند بوتل دستیاب ہوتی ہے۔ کان میں بھی میل کچیل تحلیل کرنے کی غرض سے چند قطرے اسی دوا کے ڈالے جاتے ہیں۔ اسی کی کلیاں گرم اور سرد دونوں قسم کے پانی سے کی جا سکتی ہیں مقدار ایک ٹی سپون کلیاں کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

جن بہن صاحبہ کے مسوڑے متورم اور درد کی شکایت رکھتے ہیں وہ گل حقہ اور سیاہ مرچ مساوی الوزن پیس کر دن میں تین چار مرتبہ استعمال کیا کریں۔ جلد فائدہ محسوس کریں گی۔

ایک بہن صاحبہ اپنے ہاتھ پاؤں شدت سے پھٹنے کی شکایت لکھتی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل مرہم بنا کر استعمال کریں۔ یہ پر تاثیر نسخہ ہے ترکیب۔ موم دو تولہ۔ رال ایک تولہ۔ تلوں کا تیل ۲ تولہ۔ رال کو پیس کر موم و تیل میں ملا کر آگ پر رکھ کر پگھلائیں۔ کسی ناند یا تسلے میں پہلے سے ٹھنڈا پانی بھر کر تیار رکھنا چاہئے۔ اب اسی پگھلی ہوئی دوا کو اسی پانی میں الٹ دیں۔ پانی کی سطح پر گھی کے مانند یہ دوا جم جائے گی اسے اتار کر کسی شیشی میں ڈال رکھیں۔ اور ہر روز رات کو ہاتھ پاؤں پر ملکر کے سوئیں صبح گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ انشاء اللہ تیر بہدف ثابت ہو۔

گ۔ ن۔ بیگم شیخ عطاء اللہ۔

ہمشیرہ صاحبہ حمیدالنساء نے جون کے پرچہ میں دانتوں کی درد، مسوڑوں کی شکایت کے متعلق نسخہ طلب فرمایا ہے میں یہ نسخہ لکھتی ہوں اکسیر ہے لگاتار تریباً ۲۱ یوم استعمال کریں تو خداوند تعالیٰ شفا کلی فرمائے گا۔ فائدہ ہونے کے بعد بھی اسے استعمال میں لائیں تو بہتر ہے کبھی شکایت نہ ہوگی۔ ریٹھے آٹھ عدد ان میں سے سیاہ رنگ کے مغز نکالیں جس کو لاہور میں چدے کہتے ہیں کام میں لاویں اور اوپر والا چھلکا پھینک دیں۔ دو سرا تولہ نھوتھا ایک ماشہ تیسرا پھٹکری دو ماشہ چدے کو کوئلوں پر جلا کر کوٹ لیں اور تولہ نھوتھا و پھٹکری بھی ملا دیں جب خوب باریک ہو جاویں تو چھان کر کسی ڈبیہ میں رکھ لیں

میری ایک عزیزہ کے چہرے پر ہائیڈروجن لگانے سے وانے تو سب مرجھا گئے لیکن چہرے پر روئیں حد سے زیادہ نکل آئے ہیں جو ظاہر ہے بہت بدنما معلوم ہوتے ہیں۔ سب بہنوں خصوصاً محترمہ الحفیظ بیگم اہلیہ عبدالرحیم کمیٹ دوار کرانے سے التجا ہے کہ جلد اپنے مشورے سے مستفید فرمائیں تا ممنون احسان مندر ہوں گی

خریدار نمبر ۸۰۵۷

میری بڑی بھاوج جان کی والدہ صاحبہ اور میرے شوہر کی نانی جان جو کہ بہت سخی اور دیندار پابند صوم صلوٰۃ صابر خلیق و ہر دل عزیز بزرگ تھیں افسوس اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئیں کوئی شاعر بہن قطعہ تاریخ وفات لکھ دیں مرحومہ کے فدیہ نمازمیں دس روپے بذریعہ منی آرڈر دار رسال ہیں نزہت گاہ بنات یتیم بچیوں کی تعلیم کلام پاک کی مد میں صرف کریں صدمے کی وجہ سے بھاوج جان کے دانت ہلنے لگے ہیں اور نزلہ زکام ملتی کھانسی ہمیشہ رہتی ہے عصمتی بہنوں سے التجا ہے کوئی آزمودہ نسخہ درج عصمت فرمائیں جس سے دانت جم جائیں اور کھانسی نزلے کے لئے بھی مفید ہو۔

دختر منشی محمد اسمٰعیل صاحب رئیس بجنور۔

بہن سعیدہ شریف النساء از دارو سلطنت سے التماس ہے کہ براہ مہربانی وہ بذریعہ بزم عصمت مطلع فرمائیں کہ ملکاسٹرائل بالوں کی کمزوریوں اور خامیوں کے لئے کسی دوسرے تیل مثلاً تل وغیرہ میں ملا کر لگایا جا سکتا ہے یا نہیں نیز ملکاسرائیل کا رنگ کیسا ہوتا ہے اور شیشی کی ساخت کیسی ہوتی ہے تاکہ نقل و اصل میں تمیز کی جا سکے۔

شہربانو محمد نقوی۔ اورنگ آباد ضلع گیا۔

(۱) سالگرہ عصمت میں محترمہ عظمت بانو صاحبہ امرتسر نے اپنی سہیلی کے لئے موٹاپے کو دور کرنے کی دوا یا ورزش کے متعلق دریافت کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ آپ اپنی سہیلی کو علی الصباح نہار منہ ایک گلاس پانی میں ایک ترش لیموں کا عرق ملا کر پلایا کریں پانی ذرا نیم گرم ہو۔ چند روز کے استعمال سے

سب چربی گھل گھلاکر کم ہونی شروع ہوجاوے گی۔ کھانا صرف ایک وقت کھائے مرغن چیزوں سے پرہیز کرئے ایک گھنٹہ ہر روز دوڑا کیجئے دن کو سونے سے پرہیز کرے انشاء اللہ تعالےٰ جسم بہت کچھ ہلکا پھلکا ہوجائے گا۔

مسز رحیم۔ از دوارکہ۔ کاٹھیاوار

(۲) خریدار نمبر ۸۲۸ دہلی۔ سر کے بال نرم اور ملائم کرنے کے لئے لائم جوس گلسرین بجائے تیل کے استعمال کیا کریں۔ اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے۔ سفید موم دو حصہ۔ بادام روغن ۲ حصہ دونوں کو ملاکر گرم کریں جب پگھل جاوے تو لائم واٹر ۴ حصہ ملاکر خوب ہلائیں۔ پھر گلسرین چار حصہ۔ تیل لیموں ۱ حصہ ملائیں سب مل کر گاڑھے دودھ کی طرح معلوم ہوگا۔ سر میں لگانے کے لئے لاجواب چیز ہے۔ بالوں کو ملائم۔ نرم اور لمبے کرتا ہے

(ب) آپ کی سہیلی جس کے چہرہ سے تیل بہتا رہتا ہے۔ یا چکناہٹ رہتی ہے ان کو چاہئے کہ رات کو سوتے وقت پاؤڈر لگایا کریں۔ یہ پاؤڈر سب چکناہٹ کو جذب کرلیگا۔ پاؤڈر بنانے کی ترکیب۔ میرے مضمون صنعت وحرفت میں جو سالگرہ نمبر ۳۵ء میں چھپا ہے ملاحظہ فرماویں۔

(۳) خریدار نمبر ۳۳۷۳ بجنور۔ فوٹوگرافی کے متعلق میں مضمون لکھ رہی ہوں جوکہ امید ہے کہ آپ کے لئے بہت سودمند ہوگا صنعت وحرفت کا سلسلہ میں نے عصمت میں شروع کر رکھا اسی میں یہ بھی چھپے گا۔ آپ وہاں ملاحظہ فرمائے گا۔

میرے خیال میں آپ کے فلم دھوتے وقت روشنی لگ جاتی ہے فلموں کو بہت مدہم سرخ رنگ کی یا زرد رنگ کی مصنوعی روشنی میں دھوئیں۔ اگر آپ کے فلم بہت جلد سیاہ ہوجاتے ہیں اور کوئی نقش یا تصویر ان پر نہیں آتی تو بس یہی نقص ہے۔ فلم چڑھاتے وقت بھی خیال رکھیں۔ قدرتی روشنی ہرگز نہ لگے۔ جب آپ تصویر کو اکسپوز کرتی ہیں تو بہت زیادہ دیر تک شٹر کو کھلا رکھتی ہیں جس سے روشنی فلم پر پڑجاتی ہے۔ تھوڑا اکسپوز کرکے دیکھیں۔ یہ ایک ایسا ہنر ہے جوکہ صرف پرکٹس سے حاصل ہوتا ہے

اگر آپ کو زیادہ معلومات حاصل کرنی ہوں تو اپنے شدہ فلم (ایک آدھ) مجھے بھیجیں۔ شاید آپ کی غلطی معلوم ہو گی۔ اور میں کچھ امداد کرسکوں۔

امۃ الحفیظ

محترمہ ا۔ ن بنت مولوی نعیم الدین صاحب یا دیگر کی میں عرض ہے کہ ایسی ادویات مندرجہ ذیل پتوں پر مل سکتی ہیں ان سے خط وکتابت کریں۔

کے آر۔ پٹواردہن ۲۰ کیننگ سٹریٹ کلکتہ۔
رنگ وغیرہ اور موم وغیرہ۔ فضل حسین اینڈ برادرز ۴۴ سٹریٹ کلکتہ کو لکھئے۔

امۃ الحفیظ از دوارکہ۔

جون کے پرچہ میں ایک بہن نے مسٹر منشیر حسن صاحب کوئی کے نوزائیدہ بچے کا تاریخی نام دریافت کیا ہے لہذا اس بچے کا نام تاریخی حیثیت سے بھی اور معنویت کے لحاظ سے بھی محمد ظہور الحسن مناسب ہوگا اس کے ۱۳۵۲ عدد نکلتے ہیں

بنت عبدالواحد صاحب فتح پور۔

ماہ اپریل نمبر ۱۹۳۳ء کے عصمت میں حسن آرا بیگم بدایوں نے اپنے معدہ کی شکایت کی ہے جس کا لاجواب اور تجربہ شدہ نسخہ تحریر کرتی ہوں استعمال کرکے ساری خیر سے یاد فرمائیں۔

نسخہ:۔ ہلیلہ۔ بلیلہ۔ آملہ۔ ہلیلہ زرد۔ نمک سیاہ۔ نمک لاہوری سونف۔ سنا۔ سوڈا بائی کارب۔ تمام ادویات ہم وزن لے سفوف تیار کرکے ۲ ماشہ ہر روز سوتے وقت (اڈیل واٹر) پیپرمنٹ واٹر کے ہمراہ کھالیا کریں غذا زود ہضم اور کم کھایا کریں ثقیل اور ثقیل غذا سے پرہیز لازم ہے۔

سارہ بی بی۔ جی ایس بیگم معلمہ مدرسہ نسوانیہ رانا

مُعزّز بہنو!

بالکل صحیح ہے کہ آج کل اشتہاری دنیا کافی بدنام ہو چکی ہے اور کسی چیز کے متعلق بذریعہ اشتہار اطمینان دلانا سخت مشکل ہو گیا ہے۔ مگر مجبوراً اور کوئی ذریعہ گوش گذاری کا نہ دیکھکر خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ میرا تیار کردہ

شمسی آملہ ہیر آئل

کو ایک عرصہ سے لوگ برابر استعمال کر کے فائدہ اُٹھا رہے ہیں اپنی خوبیوں میں بینظیر ہے۔ یہ تیل خالص سفید دُھلے ہوئے تل کے تیل پر طبی اصول سے تیار کیا جاتا ہے اس میں بہت مفید اور قیمتی ادویات بھی شامل کی جاتی ہیں۔ یہ تیل درد سر۔ بھران سر۔ چکر کو رفع کرتا ہے۔ دماغ کو طاقت اور ٹھنڈک پہونچاتا ہے۔ قوت حافظہ کو بڑھاتا اور آنکھوں میں طراوٹ پیدا کرتا ہے ضعف بصارت کو زائل کرتا ہے۔ بالوں کو بہت جلد بڑھا کر مثل ریشم کے ملائم اور چکدار بناتا ہے۔ کمزوری دماغ کی وجہ یا بیماری سے صحتیاب ہونے کے بعد جن بہنوں کے بال گر گئے ہوں اُنکے واسطے بہت مفید ہے دماغ کو قوت پہونچا کر بالوں کو جلد بڑھا دیتا ہے۔ اسکا دائمی استعمال بالوں کو ہمیشہ سیاہ رکھتا ہے۔ دماغی کام کرنیوالی بہنیں ضرور اسکے استعمال سے فایدہ حاصل کریں کیونکہ یہ سب اشتہاری تعریف نہیں بلکہ اظہار حقیقت ہے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت بھی بہت کم ہے

قیمت فی بوتل وزن ۱۰ آونس ۱۴؎ علاوہ محصولڈاک وغیرہ
" " ۶ " ۸؎ حوالہ رسالہ ضروری

المشتہر

قمر الدین بدر الدین پرفیومرز ۵۹ چوک الہ آباد

نااُمید مریضوں کی اُمیدگاہ

امر مسلمہ ہے کہ ہومیوپیتھک علاج نے جس قلیل مدت میں عالمگیر شہرت کرلی ہے اس کی نظیر دنیا کا کوئی علاج پیش نہیں کر سکتا۔ بے ضرر۔ کم خرچ اور اکسیر اثر وغیرہ میں خوبیاں ہیں جن سے اس کو تمام قسم کے علاجوں پر فوقیت حاصل ہے خصوصاً عورتوں اور بچوں کی بیماریوں میں بے مثل علاج ثابت ہوا ہے + اگر آپ یا آپ کے کوئی عزیز خدانخواستہ کسی پوشیدہ یا مہلک بیماری میں مبتلا ہیں اور آپ علاج کراتے کراتے مایوس ہو چکے ہیں تو ایک دفعہ ہمیں بھی خدمت کا موقع دیجئے۔ ہمارے دواخانہ کو نہایت لائق اور مستند یافتہ ڈاکٹروں کی خدمات حاصل ہیں۔ جنھوں نے اپنی خداداد قابلیت سے اکثر ایسے مایوس العلاج مریضوں کا علاج کامیاب کیا ہے جن کو بڑے بڑے انگریزی اور یونانی معالجوں نے جواب دیدیا تھا اب وہ ہمارے حق میں دعاگو ہیں۔

دواؤں کی قیمت ہمارے یہاں نصف کم لی جاتی ہے پورے آدمیوں سے ار اور بچوں سے دو پیسہ فی خوراک۔ بذریعہ ڈاک علاج نہایت توجہ سے کیا جاتا ہے تمام خط و کتابت اور مریضوں کا ریکارڈ بالکل مخفی رکھا جاتا ہے۔ جواب کے لئے ٹکٹ ارکا آنا لازمی ہے۔

منیجر سرفراز ہومیوپیتھک دواخانہ۔ چار لی گنج سیپری بازار جھانسی

بیگمات کے لئے

نایاب تحفہ یعنی

الیکٹرک سنگار بکس

یہ سنگار بکس نہایت خوبصورت پائدار بنا ہوا ہے۔ باہر نفیس پالش اور اندر مخمل و شیشہ فٹ کیا ہوا ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بجلی لگی ہوئی ہے۔ ضرورت کے وقت بٹن دبائیں فوراً نہایت عمدہ صاف روشنی ہو جائے گی۔ نہایت نفیس قابل خرید چیز ہے۔ قیمت درجہ خاص معہ سامان عمدہ ولایتی ؏؎۔ دیسی ؎۔ دوم بلا سامان ؎۔

نوٹ:۔ اس کے علاوہ الیکٹرک شیونگ بکس۔ الیکٹرک بکس اور ہر قسم کے الیکٹرک لیمپ۔ ٹارچ۔ بیٹریاں وغیرہ اور مقابلتہً ارزاں ہم سے طلب کیجئے

حقانی الکٹرک کمپنی۔ شاہپور روڈ۔ لودیانہ پنجاب

مجربات قاسمی

منجن سفید۔ دانتوں کو مضبوط مصفا اور سفید کر کے ان کی تمام خرابیٔ سوڑھوں کو دور کرتا ہے جراثیم کش اور اعلیٰ درجہ کا خوشبودار ہے ۸؍

منجن سرخ۔ دانتوں اور مسوڑوں کی بیماریوں کے لیے مفید ہے دانتوں کو مصفا مجلا اور مسوڑوں کو مضبوط کرنے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کا جراثیم کش اور خوشبودار ہے۔ قیمت فی شیشی چھ آنے۔ ۶؍

زمرد۔ تقریباً تمام اقسام کے دردوں پھوڑے پھنسیوں اور زخموں کے لئے مفید اور مسکن درد اکسیر ہے قیمت فی شیشی ۵؍

سرمہ بادیانی۔ مجلا اور دافع رطوبات چشم و خارش وغیرہ۔ قیمت فی شیشی ۵؍

کحل کافوری مقوی بصارت و دافع نزول خارش چشم وغیرہ قیمت فی شیشی ۸؍

سرمہ قاسمی تقریباً تمام معمولی بیماریاں زائل کر کے آنکھ کی بینائی کو قوت دیتا ہے

دواخانہ قاسمی تکیہ توکل شاہ سنگھاڑہ قطب روڈ دہلی

ایک منٹ میں برف جمالو

برف جمانے کی جس قدر مشینیں اب تک ایجاد ہوئی ہیں ان میں امریکن مشین سب سے اچھی سمجھی جاتی ہے لیکن اس کی قیمت زیادہ ہے اور برف دیر میں جمتی ہے۔ اس مشین کی خوبی یہ ہے کہ ایک منٹ میں برف جم جاتی ہے اور تین سیر دودھ کے لئے صرف چھ سیر برف کی ضرورت ہوتی ہے **حضرت علامہ راشد الخیری** صاحب نے بھی اس مشین کو پسند فرمایا ہے۔

اس سے جلدی دنیا میں برف جمانے کی کوئی مشین نہیں

دس دس روپیہ میں ہزاروں مشینیں ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں لیکن اب قیمت مع پیکنگ صرف سات روپیہ چھ آنہ ہے (۷؍۶) ایک مشین ضرور منگائیے۔ محصول بذمہ خریدار۔

سہیلیوں کا اسٹور کوچہ چیلاں دہلی

پدمنی ہیئر واش

اس سے سر دھونے سے کھجلی اور جلن دور ہو کر طراوت اور راحت حاصل ہوتی ہے۔ خون کا دورہ سر کی جلد کے اندر تیزی سے ہونے لگتا ہے۔ جس سے بالوں کو غذا بہم پہونچتی ہے۔ اس کے سحر نما اثر سے ہلکے بال گھنے اور چھوٹے بال بڑے بنتے بڑھتے کمر تک نیچے لٹکنے لگتے ہیں اور ریشم کی طرح ملائم اور اطلس کی مانند چمکتے ہیں جو مونے بھدے ہیں اور خوب صورت ہو جاتے ہیں۔ اگر تپ محرقہ یا کسی اور بیماری سے یا بچے کی ولادت کے بعد بال جھڑ گئے ہوں تو پدمنی ہیئر واش سے لگاتار سر دھونے سے لمبے لمبے گھنے بال پھر سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مردوں کے تالو یا چوٹی کے اترے ہوئے بال نئے سرے سے اُگ آتے ہیں۔ اگر اس سے برابر سر دھوتے رہیں تو بال ہر قسم کی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

پدمنی ہیئر واش گرمی کے موسم کے لئے سر دھونے کے لئے اچھا چیز ہے۔ اس سے سر دھونے کی تمام چیزیں جیسے صابن سجی۔ سوڈا دہی ریٹھے۔ ملتانی مٹی بے کار ہو گئی ہیں۔ کہ پدمنی ہیئر واش **ڈاکٹری قاعدہ** کے مطابق بنایا گیا ہے۔

(۱) جناب ٹھاکر مہر چند صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پلیڈر۔ ہوشیارپور لکھتے ہیں "میری استری پدمنی ہیئر واش استعمال کر کے بڑی خوش ہوتی ہیں۔ کہ اس سے بال خوب نکھرتے اور چمکیلے ہو جاتے۔ سر کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ یہ حسن گرمی کا بہت عمدہ ٹوٹکا ہے۔ پدمنی ہیئر واش کا ایک ڈبہ ارسال کر دیجئے گا۔

(۲) مسز بنیرجی معرفت جناب سی۔ ایل۔ بنیرجی صاحب بی۔ اے ریٹائرڈ سب جج۔ سانڈہ روڈ لاہور رقم طراز ہیں" لگاتار تین مہینے تک پدمنی ہیئر واش سے سر دھونے کے بعد میں بلا تامل کہہ سکتی ہوں کہ سر دھونے کے لئے یہ بہت عمدہ چیز ہے۔

تیس ۳۰ کے عرصہ میں جتنی چیزوں سے میں نے سر دھویا ہے پدمنی ہیئر واش ان سب سے بہتر ثابت ہوا ہے"

ایک سیر ڈبہ کی قیمت پانچ روپے اور آدھ سیر والے ڈبہ کے ڈھائی روپے ہیں۔ محصول ڈاک اس کے علاوہ ہے

ملنے کا پتہ

ڈائرکٹر۔ پدمنی ٹائے لیٹری۔ گوال منڈی۔ لاہور

دُوربین

درۂ دانیال پر ترکی اقتدار۔ جنگ عظیم میں اتحادی درۂ دانیال میں سخت جدوجہد کے باوجود داخل نہ ہو سکے جب جرمن نے ہتھیار ڈالے تو ترکوں کو بھی شرکت جنگ کا خمیازہ اٹھانا پڑا ۱۹۱۸ء میں مدروس میں جو صلحنامہ مرتب ہوا اُس کی رُو سے درۂ دانیال اتحادی بیڑے کے لئے کھول دیا جانا ضروری قرار دیا گیا۔ اس میں سے نہ صرف سوداگری کے جہاز گذرنے کی اجازت ہو جاتی تھی بلکہ امن و جنگ کے ایام میں جنگی جہاز بھی جا سکتے تھے پہلے برطانوی تدبیر یہ رہی تھی کہ درۂ مذکور سوائے ترکی جہازوں کے ہر ایک ملک کے جنگی جہاز کے لئے بند ہونا ضروری تھا مقصد یہ تھا کہ بحیرۂ اسود کا رُوسی بیڑہ بحیرۂ روم میں آ کے برطانوی جہازوں کو دھمکی نہ دے سکے۔ عہدنامہ سیورے کی رُو سے جو اگست ۱۹۲۰ء میں ہوا یہ قرار پایا کہ درہ کے دونوں طرف کے سواحل جو پہلے ترکی قبضہ میں تھے یونان اور ترکی کے درمیان اس طرح بانٹ دئے گئے کہ گیلی پولی کا جزیرہ مع اور تمام مشرقی تھریس شتلجہ کے محاذ تک یونانیوں کے قبضہ میں اور درہ کا صرف ایشیائی ساحل ترکوں کے قبضہ میں دیا جاتا تھا۔ یہ اس لئے کہ اگر ترکی کبھی سرکشی کرے تو یونان فوراً اپنے حلیف اتحادیوں کو اپنے مقبوضہ ساحل پر بلا کے ترکی کی گوشمالی کرا سکے۔ اسی طرح اور بھی سخت شرائط عاید کی گئی تھیں۔ درہ کے ساحلی حلقوں سے فوجیں ہٹائی جاتی تھیں اور قلعوں کو غیر مستحکم رکھنا ضروری تھا لیکن ترکوں نے بعد میں یونانیوں کو شکست دے کے درہ کے متعلق شرائط نرم کرا لیں۔ سخت شرائط پر عمل نہ کیا گیا حتے کہ ۱۲ ہزار سپاہی بھی ترکوں نے اس علاقہ میں برابر رکھے۔ اب ترکوں نے اعلان کر دیا ہے کہ ہم کسی قید کے پابند نہیں۔ ہم درۂ دانیال کو بدستور سابق مستحکم و قلعبند کرینگے۔

بڈھلاڈا کے قتل عام کی سزا۔ اکتوبر ۳۲ء میں بڈھلاڈا ضلع حصار کے قریب کے ایک گاؤں کے چمار کی گائے جاتی رہی پتہ چلا کہ وہ بڈھلاڈا کے قصابوں نے چرا کے یا خرید کے ذبح کر دی ہے اس پر سکھوں نے جلسہ کیا جس میں سخت اشتعال انگیز تقریروں میں کہا گیا کہ ہندو اور سکھ دھرموں کی ہتک کی گئی ہے سنتا سنگھ زورا سنگھ اور بلدیو جو چند قتلوں اور ڈکیتیوں کے سلسلہ میں مفرور تھے اور پولیس اُن کی تلاش میں تھی اپنے ہم مذہبوں کو خوش کرنے کے لئے انتقام کے لئے چل پڑے اور بڈھلاڈا میں جاتے ہی بیگناہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ جو سامنے آیا اُسے ختم کر دیا اس طرح اُنہوں نے ۱۵ ار مسلمان مرد عورت اور بچے مار ڈالے اور دس زخمی کر دئے اور بعد میں روپوش ہو گئے۔ چھ ماہ بعد زورا پولس سے مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا۔ بلدیو اپر پہلے کسی اور قتل کا مقدمہ چلایا گیا اور اس میں اُسے پھانسی مل گئی۔ سنتا سنگھ بعد میں گرفتار کیا گیا اور اس پر ۱۵ میں سے صرف تین قتلوں کے مقدمے چلے جن میں سے ہر ایک میں اسے پھانسی کی سزا ملی۔ عدالت عالیہ لاہور نے اسکا اپیل خارج کر کے پھانسی کی سزا برقرار رکھی۔

سیاسی حالت کانگریس نے پٹنہ کے اجلاس میں قانونی نافرمانی کی تحریک کو واپس لے لیا اور کونسلوں میں داخلہ کی اجازت دیدی۔ اس پر حکومت ہند اسقدر خوش ہوئی کہ اس نے وہ قوانین جنکی رو سے کانگریس ناجایز جماعت قرار دیدی تھی واپس لے لے ہیں البتہ تنبیہ کر دی ہے کہ اگر کانگریس نے پھر قانونی نافرمانی کی تو یہ سب احکام پھر جاری ہو جائیں گے۔ صُوبہ سرحد میں سرخ قمیص والوں کی جماعت بدستور ناجایز شمار کی جائے گی۔ ہنگامی قوانین کے ماتحت جو لوگ قید کیے گئے ہیں رہا کیے جا رہے ہیں۔

کپورتھلہ میں کشت و خون ۲۵ر اپریل کو محرم کے موقع پر تعزیوں کے جلوس کے راستہ پر جھگڑا ہوا اور گولیاں چلائے جانے کی وجہ سے ۹ مارے گئے اور ۴۳ زخمی ہوئے۔ ایک تحقیقاتی کمیٹی بیٹھی جس میں سر عبدالحمید وزیر اعظم ریاست اور مسٹر گریفن سکرٹری ایجنٹ گورنر جنرل ممبر تھے۔ انہوں نے شہادتیں لے کے رپورٹ شائع کر دی ہے انہوں نے قرار دیا کہ موقع پر عقل سے کام نہیں لیا گیا۔ اگر موقع اور محل پر کام کیا جاتا تو جھگڑا ہی نہ بڑھتا اور جب جوش بڑھا تو گھبراہٹ میں گولیاں زیادہ چلا دی گئیں چنانچہ میجر کوٹھا والا انسپکٹر جنرل پولیس ریاست اور کپتان روپ سنگھ فوج کے سردار کی خدمات ختم کر دیے جانے کی سفارش کی گئی۔ زخمیوں اور مقتولوں کے رشتہ داروں کے لئے وظیفے مقرر کیے جانے کی سفارش کی گئی۔

یورپ کی جنگی طیاریاں آج کل یورپ میں ہر سلطنت جنگ آیندہ کے لیے کیل کانٹے سے خوب مسلح ہو رہی ہے اور اندیشہ ہے کہ جنگ کسی نہ کسی بہانہ سے زمانۂ قریب میں چھڑ جائے۔ انگریزوں نے ہوائی جہازوں کے ۵ دستے یعنی چھ سو نئے ہوائی جہازوں کی طیاری کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس وقت فرانس کے پاس سب سے زیادہ ہوائی جہاز ہیں۔ اس کے بعد ریاست ہائے متحدہ امریکہ۔ جاپان۔ اطالیہ اور سوویٹ کے نمبر ہے۔ ان کے بعد برطانیہ اور اس کے بعد رومانیا اور یگوسلویہ کا نمبر ہے۔ ہٹلر اور مسولینی بھی اس سلسلہ میں باہم گفت و شنید کر رہے ہیں۔

اولوں سے سر ٹوٹے ضلع شیخوپورہ کے دو گاؤں میں اس زور کی ژالہ باری ہوئی کہ چار آدمیوں کی کھوپریوں کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں چند آدمیوں کے اتنی سخت چوٹیں آئیں کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ بہت سے مویشیوں کا بھی یہی حال ہوا۔ کھیتوں کو سخت نقصان پہنچا۔ میدانوں میں مرے ہوئے جانوروں کے ڈھیر پڑے ہیں۔ زمین میں گڑھے پڑ گئے اور درختوں کے پتے جھڑ گئے۔

نئے نوٹ اب چھوٹے چھوٹے باریک نوٹوں کا رواج ہے جو اچھے نہیں معلوم ہوتے اور لوگ لیتے ہوئے بھی کتراتے ہیں۔ حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ زمانۂ قریب میں پانچ اور دس کے نوٹ مضبوط کاغذ پر جاری کیے جائیں گے گو ان کے نقش و نگار اور قد و قامت قایم رکھی جائے گی۔

مرد دُلھن ہگلی میں ایک شخص نے جس کی عمر ۶۰ سال تھی ایک بدمعاش کی مدد سے شادی کی اور ۲۵ روپیہ نقد اور دو سو روپیہ کے زیورات کے بدلہ میں ایک ۲۲ سالہ دُلھن اس کے حوالہ کر دی گئی۔ جب وہ اپنی دولھن کو گھر لئے جا رہا تھا تو راستہ میں سے وہ غائب ہو گئی۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ بڈھے کے ساتھ سخت دھوکہ کیا گیا اور دُلھن کے بھیس میں ایک مرد تھا۔ عدالت نے ایک بدمعاش اور فرضی دُلھن اور ایک اور شخص کے خلاف سمن جاری کر دیے ہیں۔

انسدادِ گداگری شملہ سے فقیروں کو نکالا جا رہا ہے۔ ایک بڈھا فقیر عدالت میں پیش کیا گیا جس کے پاس سے سو روپیہ کے منی آرڈروں کی رسیدیں برآمد ہوئیں۔ یہ روپیہ اس نے اس موسم میں گھر بھیجا تھا۔ عدالت میں بیان کیا گیا کہ اس کا بنیا بال لے پاس ہے۔

ناروں کا جھرمٹ صوبجات متحدہ نے بعض اضلاع میں جبریہ تعلیم کے اجرا کے لئے ایک لاکھ روپیہ کے مصارف منظور کیے ہیں۔ بعض مقامات میں نو برس کی عمر تک لڑکے لڑکیوں کو یکجا جبریہ تعلیم دی جائے گی اور دیگر مقامات میں بالخصوص ان جہاں مسلمان زیادہ رہتے ہیں گیارہ برس کی عمر تک کے لڑکے لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ مدرسے جاری کیے جائیں گے۔

بادشاہ ظاہر شاہ والئے کابل نے دو ہزار روپیہ اور اُن کے چچاؤں سردار ہاشم خاں اور سردار شاہ محمود نے ہزار ہزار روپے بہار کے مصیبت زدوں کی امداد میں عطا کیے ہیں۔

آگرہ کے قریب ایک گاؤں میں تقریباً ۴۰ ڈاکوؤں کے گروہ نے ایک برہمن کا گھر گھیر لیا۔ اس کے گھر میں گھس کے اُس کے زیورات نکالنے اور گھر والوں کے ہاتھوں کی انگلیوں کے گرد کپڑے تیل میں ڈبو ڈبو کے لپیٹ دیئے اور اُن میں آگ لگا دی اور بھی طرح طرح کی بےرحمیاں کیں۔ گاؤں کے سردار نے موقع پر پہنچ کے بندوق سے دو ڈاکو مار ڈالے۔ پولیس بھی آگئی اور کئی ڈاکو زخمی ہوئے اور اکثر گولیاں چلاتے ہوئے گرفتار کرلئے گئے۔

والیٔ یمن اور سلطان ابن سعود میں صلح ہوگئی ہے جو ۲۰ سال تک رہیگی۔ اور یہی کہ کسی غیر جانبدار ملک یا حصہ بھیجا جائیگا۔ نجران دونوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔ سعودی فوجیں تہامی خالی کردینگی۔ کسی قسم کا تاوان ادا نہ کیا جائے گا اور عام معافی دی جائے گی۔

ایک ہندو مدراس کے ساحل پر پانی میں بیٹھا پوجا کر رہا تھا کہ لہر اُسے بہالے گئی۔ اسکی عورت اپنے بچہ کو گود میں لئے اسکی مدد کو دوڑی لیکن وہ بھی لہر کی لپیٹ میں آگئی۔ خوش قسمتی سے لہر کے زور سے ساحل پر آپڑی اور بچہ اور خاوند ڈوب گیا۔

جہلم میں ایک لڑکے نے اپنے آپ کو یتیم بتا کے ایک وکیل کو اتنا ترس دلایا کہ اس نے اُسے اپنے پاس نوکر رکھ لیا۔ تین ہفتے کے بعد وہ اس کے ۹۵ روپیہ لے کے چمپت بنا۔ معلوم ہوا کہ وہ پیشہ ور چور ہے اور اسی طرح ایک سپاہی کو بھی دھوکا دے چکا ہے۔ اب تک اسکا پتہ نہیں چلا ہے۔

۱۳ مئی کو بھاگلپور میں ایسا سخت طوفان آیا کہ پہلے تو بالکل اندھیرا چھا گیا اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا پھر ایسی ہوا چلی کہ کہا جاتا ہے کہ گذشتہ چالیس سال میں کبھی نہ چلی تھی۔ چار ریل گاڑیاں ۱۰ منٹ دوڑی چلی گئیں۔ آخر پٹری سے اُتر گئیں۔ درخت جڑ سے اُکھڑ گئے اور کچھ آدمی بھی مرگئے۔

قصور میں چند مسلمان عورتیں آپس میں لڑ پڑیں۔ اُن کے مرد غل سن کے اُنکی طرف دوڑے گئے ایک آدمی مارا گیا۔

شاہ ایران رضا شاہ پہلوی انگورہ پہنچ گئے غازی مصطفےٰ کمال پاشا اسٹیشن پر استقبال کے لیے موجود تھے۔

نیپال کے سابقہ سپہ سالار کی ڈلائی لامہ کے مرنے کے بعد سزا کے طور پر آنکھیں نکال ڈالی گئیں۔

افسوس ہے کہ قاری سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی کا انتقال ہوگیا جو مشہور مبلغ اسلام اور کئی اصلاحی معاشرتی کتابوں کے مصنف تھے۔ دہلی میں ایک منیب میز کے برقی پنکھے کی رسی بجلی کی رو کے سوراخ میں لگا رہا تھا کہ بجلی کے جھٹکے سے اس کی جان نکل گئی۔ اس کی رسی کو چھونا نہیں چاہیئے خواہ اس کے گرد ڈوراہی لپٹا ہوا کیوں نہ ہو۔

ضلع تنجور کے ایک گاؤں میں ایک مندر کے میلے کے موقع پر بعض آدمی آنکڑوں سے لٹک جاتے اور طرح طرح سے بدن کو تکلیفیں دینے کے مظاہرے کرتے تھے۔ ایک مجسٹریٹ نے ان میں جان کا اندیشہ دیکھ کے انکی ممانعت کا حکم جاری کیا جس سے ہندو بگڑ گئے اور اُنہوں نے بلوہ کرکے ایک نائب ڈپٹی ایک تھانیدار اور ہیڈ کانسٹبل کو زخمی کردیا۔ پولیس کو گولیاں چلانی پڑیں۔ ۴۵ آدمیوں کا چالان کردیا گیا ہے۔ کلکتہ یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس میں ایک نابینا لڑکے نے تین مضمونوں میں ۸۰ فی صدی اور کل مضامین میں مجموعی تیرہ ۷۰ فی صدی حاصل کیے۔ اُس نے تعلیم نابیناؤں کی طرز تحریر میں پائی اور اسی میں امتحان دیا۔

بنگال میں دو ہندو بھائی بی اے اپنی بہن اور والدین سمیت مسلمان ہوگئے۔ بہن کی شادی مسلمان سے ہوگئی۔ کراچی میں ایک مجسٹریٹ نے عدالت میں ایک آنے والے پر جوتوں کے چرچرانے پر پانچ روپیہ ورنہ ایک ہفتہ قید محض کی سزا دیدی۔

مضمون نگاران عصمت اور اُن کے مضامین

چھبیسواں ۲۶ سال از جولائی ۱۹۳۳ء تا جون ۱۹۳۴ء

۲۲- ایچ احمدی بیگم دل پورم مدراس
بدگمانی (افسانہ) جون

۲۳- بلقیس جمال خاتون میرٹھ
نوروز عصمت نظم سالگرہ نمبر
قربان گاہ وفا نظم سالگرہ نمبر
بارگاہ خاتون میں نظم نومبر
ماہ صیام سے چند باتیں نظم جنوری

۲۴- بلقیس ضوفی اکولہ برار
منحرور کارہے (افسانہ) اپریل

۲۵- بیگم ایس ایچ آغا
اپنے بچے کی یاد میں جنوری

۲۶- بیگم اصغر حسین لکھنؤ
بے لطف دعوت مارچ

۲۷- بیگم خان عبدالرشید جالندھر
سالگرہ عصمت (نظم) سالگرہ نمبر
بڑا آگت چینی کی جنگ دسمبر
عورت اور تعلیم خانہ داری اپریل

۲۸- بیگم عبدالرحمن خاں
ماما اکتوبر
خان صاحب نومبر

۲۹- بیگم عبدالغفار خاں جالون
توجہ کے لیے عمل کی ضرورت جون

۳۰- بیگم سمیع اللہ لاہور
ایلومینیم کے برتن ستمبر
گراموفون ریکارڈ اکتوبر
ناک اور نتھ نومبر

کپڑے فروری
اسلام مئی
انگریزی کیسی ادبیات جون

۳۱- بیگم لطیف احمد
گنگا جمنی بیل فروری

۳۲- بیگم میر جعفر دیوبانی
سوتی پائیں باتصویر سالگرہ نمبر

۳۳- بیگم محمد مجتبیٰ گوہاٹی
اخبار بینی دسمبر

۳۴- بیگم محمد مجیب دہلی
سیرت کا ایک نقطہ سالگرہ نمبر
چند وال شیرینی باتصویر مارچ

۳۵- بیگم محمد رفیق علی شاہ آباد
دنیا کی ایجادیں اور ان کے موجد سالگرہ
بچوں کا ہومیوپیتھک علاج ستمبر
خواتین جاپان دسمبر
بچوں کا ہومیوپیتھک علاج فروری

۳۶- بیگم کپتان نصیر الدین ٹونڈلہ
یعقوب حسا سالگرہ نمبر

۳۷- ب-ن ابراہیم مدراس
کرسنیا میں گابجیس سالگرہ نمبر
تاریخ ہند کی ابتری دسمبر
فنگر ملیرڈ مارچ
کراس اسٹیچ ورک جون

۳۸- جمیلہ بیگم کلکتہ
مشاہیر عالم کی وہم پرستی سالگرہ نمبر
درزی کی معاملہ فہمی ستمبر

بچوں کی غذا نومبر
ہم بچوں کو کیا کھلائیں جون

۳۹- جلیلہ خاتون بدایوں
نشان رسالت (نظم) اپریل

۴۰- ح-ا-انجو رنگون
بچوں کی پرورش سالگرہ نمبر
بزم خواتین ستمبر
اردو اخبار، رسائل اکتوبر
ساس کا برتاؤ داماد کے ساتھ نومبر
نوکروں کے خصائل دسمبر
سبز ترکاریوں کے فائدے جنوری
مذہب سے غفلت کی وجہ فروری
نباہ مارچ
آنحضرت صلعم کا لطف و کرم مئی
ایک ضروری اپیل جون

۴۱- حسن النساء حیدرآباد دکن
جوہر شرافت (افسانہ) جنوری

۴۲- حسن آرا بیگم سینئر اے حکم کلکتہ
ام اے او گرلز اسکول کا جلسہ مارچ

۴۳- حفیظہ جمال حیدرآباد دکن
برقع دسمبر
آنکھ اور اس کی حفاظت جنوری
آنکھ اپریل

۴۴- حنیفہ سلطان علی گڑھ
وادی خوف فروری

۴۵- حمیدہ خانم ایم اے
انگریزی تعلیم کی ضرورت جون

۴۶- حمیدہ نذیر کانپور
دکھیا کی بیتا فروری
صبر اپریل

۴۷- خدیجہ بائی (بمبئی)
دستی بیگ سالگرہ نمبر
شکوئیں ستاروں کی بیل مئی
ایک خوبصورت کرتہ جون

۴۸- خورشید آرا بیگم منشی فاضل امراؤتی
مزار خاتون پر عالم تخیل میں نظم نومبر
صورت نظم فروری
زندگی نظم مارچ

۴۹- خورشید بیگم حیدرآباد دکن
دلہن اور سنگھار سالگرہ نمبر

۵۰- رابعہ خاتون پنہاں امرتسر
نوید سالگرہ نظم سالگرہ نمبر
شب ماہ (نظم) "
موسم برسات (نظم) ستمبر
بہن خاتون اکرم کی یاد میں نظم نومبر
ہلال ماہ صیام نظم جنوری

۵۱- ر-س
موٹاپا اور اس کا علاج نومبر
میری دعا دسمبر
اعتقادات مارچ
گانا اپریل
لاغری دور مئی
آواز جون

۵۲- زہرہ بیگم فیضی بمبئی
کتے کی قبر اپریل
داغ کی صفائی جون

۵۳- سردار محمدی بیگم

سین جولی میں اصلاح طلب باتیں — سالگرہ نمبر
پان کا اثر صحت پر — ستمبر
قیاس الموسم — اکتوبر
مطالعہ و مشاہدہ — دسمبر
قوت طبعی — جنوری
دماغی کمزوری — فروری
تبدیلِ موسم کے اشارے — مارچ
عورت کا رعب — اپریل
التجائے درد — جون

۵۴- سرور جہاں عنایا کوٹ

قسمت (افسانہ) — نومبر
تعلیم خانہ داری — دسمبر
بچوں کے دانت — دسمبر
مطالعہ — جنوری

۵۵- سعیدہ فاطمہ بلیا

کس پاداش میں — ستمبر

۵۶- سکندر زاہد بیگم ناگپور

سی پی کے دیہاتی باشندے — جون

۵۷- سلمہ بیگم بنت سر محمد سلیمان الہ آباد

میز پوش کا کونہ — اکتوبر

۵۸- سعیدہ بیگم گوالیار

دعا — فروری
حضور رایزدی میں (نظم) — مارچ
ہماری حالت (نظم) — جون

۵۹- شرافت بیگم سیہری

تارکشی کا کونہ — دسمبر
شاخ انگور پر چڑیاں — جنوری
تارکشی میں آڑے تار — فروری

۶۰- شکیلہ اختر ارول گیا

دوستوں کا انتخاب — سالگرہ نمبر
کارپٹ کا کام — نومبر
نئی زندگی افسانہ — اپریل

۶۱- شمس النساء بانو کلکتہ

ترکاریاں اور ان کے خواص — اکتوبر
بھوت افسانہ — نومبر

۶۲- شمیم

ایک صدی کے بعد — نومبر
انجام — مئی

۶۳- شمیم بلوچستان

کھاد — مئی

۶۴- شہر آرا بیگم لینسڈاؤن

بسم کی اولاد — سالگرہ نمبر
خاتون ہندی سے (نظم) — دسمبر
ڈاکٹر جیر کا احسان — فروری
بچوں کی نگہداشت — مارچ
بنی وارث (افسانہ) — اپریل
دیباچہ قدیم کے سات عجائبات — جون

۶۵- شہر بانو ضلع گیا

چوڑی والی (مزاحیہ افسانہ) — سالگرہ نمبر
جستجو زندگی (افسانہ) — ستمبر
سائنس و مشنری کی ترقی — ستمبر
صحت کی حفاظت — اکتوبر
ہندوستانی عورت کی اقتصادی حیثیت — نومبر
مرحومہ خاتون اکرم اور رسالہ صحابیات — نومبر
عورت کی معاشی زندگی پر شادی کا اثر — دسمبر
عورتوں کے حقوق کا ارتقا — فروری
تبت میں شادی کی رسمیں — مارچ
مرد کی معاشی زندگی پر شادی کا اثر — مئی
اسماء بنت شہاب — جون

۶۶- صالحہ خاتون دہلی

مسلمان عورتوں کی حالت — اپریل

۶۷- صغرا ہمایوں مرزا

ام۔ آر۔ اے۔ ایس حیدرآباد
مدراسی پکوان — سالگرہ نمبر
جرمنی پولیس کا کتا (تصویر) — "

بچوں کی امدادی انجمن — ستمبر
دوستی — جنوری
پریشانیوں سے نجات — مارچ
تقریر — مئی

۶۸- طاہرہ خاتون شبنم بہرائچ

خزاں کی رُت — سالگرہ نمبر

۶۹- طیبہ خاتون لاہور

سیونگ بنک — دسمبر
جنس ناقص یا کامل — فروری
جدید ترکی — مئی

۷۰- عالم آرا بیگم کلکتہ

موتیوں کے جوتے — اکتوبر
موتیوں کے جوتے — مارچ

۷۱- عائشہ بیگم لاہور

دعوت عمل — مئی

۷۲- عتیقہ خاتون کچہری مراد آباد

تارکشی میں بیل — فروری

۷۳- غدیر فاطمہ بیگم دہلی

سکندر اعظم — سالگرہ نمبر
پرانی باتیں — فروری
زچہ خانہ — مئی
سر کا سنگھار — مئی
سنگھار خانہ — مئی
دستکاری کا رسالہ — جون
چولہے میں ڈالنے کا فیتہ — جون

۷۴- فاطمہ انور علی بیگم بنگلور

مسولینی کی بیوی — فروری
راستے — مارچ
دیاسلائی — جون

۷۵- فاطمہ بیگم منشی کھیم پور

امداد اول — فروری
امداد اول — مارچ، اپریل

گدوانہ — مئی

۷۶- فاطمہ بیگم منشی فاضل بمبئی

چار دن پونا میں — سالگرہ نمبر
چار دن پونا میں — ستمبر
تعلیم نسواں منزل مقصود سے دور — اکتوبر
چار دن پونا میں — نومبر
مشن سکولوں کی تعلیم رنگ لائیگی — دسمبر
چار دن پونا میں — جنوری

۷۷- فاطمہ طاہرہ بیگم بمبئی

کردستان میں السرشن — فروری
خوبصورت بیل — مارچ

۷۸- قدسیہ خاتون نجیب آباد

تم نہیں آئے — مئی

۷۹- قمر النساء سیالکوٹ

قوم کی طاقت — جنوری

۸۰- نواب قمر جہاں بیگم لکھنؤ

عصمت (نظم) — سالگرہ نمبر
عذر واقعی (نظم) — اپریل

۸۱- قیصرہ بیگم کلکتہ

ارشادات مقدس — ستمبر
۱۹۳۳ء کی نامور خواتین — فروری
اعتراف شکست (افسانہ) — مارچ
لڑکی پیٹیکس — مئی

۸۲- کنیز فاطمہ لکھنؤ

اچھے مرزا کا انجام — جنوری

۸۳- کنیز محمد بیگم منشی فاضل کشمیر

ساس بہو کے جھگڑے — سالگرہ نمبر
دردمند بہنوں سے — جنوری
بحث خفیہ — مارچ
شاعر — اپریل
کشمیری کبت — مئی

۸۳۔ گ۔ن عطار السر کوئٹہ
چند مجرب نسخے — اپریل
تعاقی عادتوں کا علاج — جون

۸۵۔ لطف النساء حیدرآباد دکن
عورت — نظم — اپریل

۸۶۔ لطیفہ باقی کلکتہ
آخر لڑکیاں کیا کریں — سالگرہ نمبر

۸۷۔ محمدی بیگم بی اے حیدرآباد دکن
انڈوں کا اچار — اکتوبر

۸۸۔ مخفی
آپنی مقصد ہستی حصول ہو گا نظم — ستمبر

۸۹۔ مسز اشرف حسین دہلی
یتیم بچیوں کی افطاری میں شرکت — جنوری

۹۰۔ مسز ام الحلیمہ مریم جمیل کلکتہ
ہماری خیرات کا طریقہ — اپریل

۹۱۔ مسز برلاس ٹوکیو جاپان
ٹالوں کی سیر — اپریل

۹۲۔ مسز حمید لکھنؤ
فتح دروازہ (باتصویر) — سالگرہ نمبر
خدا کی احکام پر نیاوی فائدے — جون

۹۳۔ مسز سید نواب شاہ سندھ
آتش بازی — دسمبر

۹۴۔ مسز فضلی دہلی
جاپانی خواتین کا لباس باتصویر — سالگرہ نمبر

۹۵۔ مسز لطافت النساء
آگرہ کی ہوائی رصدگاہ — فروری

۹۶۔ مسز غلام حسین رنگون
مسلمانوں کا مستقبل — مارچ

۹۷۔ مس معتصمۃ الرحمن حیدرآباد دکن
ڈاک خانہ — سالگرہ نمبر
ہنساک دیوار (افسانہ) — دسمبر
مٹی — اپریل

۹۸۔ منظور مبارک علی
سنہرا پان سکھانا — سالگرہ نمبر
سلطان اور ترک — ستمبر
تربیت میں ایک نقص — جنوری
روحانی جراثیم — فروری
کروشیا میں شگوفہ — اپریل

۹۹۔ مہر النساء مدراس
ست الملک ملکہ مصر — سالگرہ نمبر
نومسلم (افسانہ) — اکتوبر
خوفناک جزیرے — نومبر
اخلاق و عادات — فروری
شہنشاہ بابر کی زندگی کا ایک ورق — مارچ
سلطانہ صفیہ — مئی
بجولی (افسانہ) — جون
ناصح — جون

۱۰۰۔ نادر جہاں بیگم سیول
لباس شب خوابی — اکتوبر
بیڈ منٹن — نومبر
ہم ٹھنڈے موسم میں آتے ہیں — جنوری

۱۰۱۔ ناصرہ بیگم دہلی
پچاس سال پہلے کی عورتیں — مارچ

۱۰۲۔ فاطمہ نامعلوم
آلو کی میٹھی کڑھی — مئی

۱۰۳۔ نزہت افضل لاہور
طبیعت کی موافقت — نومبر

۱۰۴۔ نشاط افزا کلکتہ
کراس سٹیچ کا جو کور — سالگرہ نمبر
نفیس اور نوا کا فراک — نومبر

سنگھانا تھالی کورٹ — دسمبر
کپڑوں کے پھولوں کی انگیٹھی — اپریل

۱۰۵۔ نورجہاں بیگم
تیتیوں اور ... کا کھڑج — دسمبر

۱۰۶۔ نو تنابہ خاتون قریشی
بی اے۔ حیدرآباد دکن
بی اے کری — نظم — سالگرہ نمبر

۱۰۷۔ و۔ ابلقیس بیگم آگرہ
... — سالگرہ نمبر
... افسانہ — اکتوبر
جدات — فروری
... عورت — مئی

۱۰۸۔ وزیر النساء
کروشیا میں کلنگ

ب مرد

۱۰۹۔ ابو طاہر داؤد بی ایس سی
دھلائی — سالگرہ نمبر
دھلائی — ستمبر
" — نومبر
ہل چل (ڈراما) — دسمبر
کپڑوں کی دھلائی — جنوری

۱۱۰۔ سید اختر احمد
کال (نظم) — اکتوبر

۱۱۱۔ افسر الشعراء آغا شاعر قزلباش دہلوی
ماں کی گود (نظم) — ستمبر
بیٹی کی رخصت (نظم) — اکتوبر
ضعیف ارکی تاجدار (نظم) — نومبر
جیوتی (نظم) — دسمبر
ڈاکیہ (نظم) — اپریل

۱۱۲۔ اقبال احمد بھوپال
کپڑے کی چھپائی — سالگرہ نمبر
کپڑے کی چھپائی — ستمبر
کپڑے کی چھپائی — اکتوبر
کپڑے کی چھپائی — دسمبر
کپڑے کی چھپائی — اپریل
" — جون

۱۱۳۔ ڈاکٹر اعظم کریوی
فریبی — افسانہ — سالگرہ نمبر

۱۱۴۔ امام اکبرآبادی
اسلامی پردہ — سالگرہ نمبر

۱۱۵۔ بشیر احمد آزاد (انبالہ)
شمشیر اسلام — نظم — سالگرہ نمبر
خاتون مشرق سے — نظم — ستمبر

۱۱۶۔ پریم چند بی اے
عیدگاہ (افسانہ) — سالگرہ نمبر
سکون قلب (افسانہ) — فروری

۱۱۷۔ تلوک چند محروم بی اے
ایلیہ باگی — نظم — دسمبر
خوا مین ہند (نظم) — جنوری
حرماں نصیب بیوہ — جون

۱۱۸۔ تقی علی ہاشمی ناگپور
چشم دل (افسانہ) — ستمبر
محبت کی قیمت (افسانہ) — جنوری
سیاہی (افسانہ) — مارچ
آپ اپنے دام میں صیاد آگیا — مئی

۱۱۹۔ خواجہ احمد
روس و جاپان میں نسوانی ترقی — نومبر

۱۲۰۔ خان ادیب
دور باعیاں — جون

۱۲۱۔ خلیل الرحمن ام اے کلکتہ
حقوق نسواں — مئی

بلاک کی تصاویر
رنگین و سادہ ۱۶۴

جملہ حقوق محفوظ
THE ISMAT DELHI
رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۰۲
عصمت
اکتوبر
۱۹۳۴ء
HAFEZ 34
شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے
پاکیزہ خیالات علمی وادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ جو زیر سرپرستی
حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ
ہر انگریزی مہینہ کی ٹھیک ۳۰ تاریخ کو کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے
ایڈیٹر رازق الخیری

ایران کے قدیمانہ مدارس میں چھوٹی اور بڑی عمر کی عورتیں یکجا تعلیم پا رہی ہیں ۔

☛

بحر قلزم کے کنارے مصوعہ کی بندرگاہ جو آجکل اٹلی حکومت کے قبضہ میں ہے ۔

عصمت دہلی

نمبر ۴	بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ عیسوی	جلد ۵۳

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ

قسم خاص۔ جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس پر تصاویر چھپتی ہیں۔ ۱۰ر
(رئیسانہ) سے پچیس روپے (والیان ریاست سے) سوا روپیہ فی پرچہ ایک روپیہ ممالک غیر سے ایک پونڈ

قسم اوّل۔ جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے پانچ روپے فی پرچہ ۷ر ممالک غیر سے دس شلنگ سالانہ

قسم دوم۔ جس کے مضامین تصاویر ٹائٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہوتا ہے تین روپے فی پرچہ ۵ر

رسالہ عصمت۔ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے ریلوے اسٹیشنوں پر اے ایچ وہیلر کے بک سٹال پر بھی ملتا ہے

(باہتمام ابوامین مولوی محمد ان الرحمٰن پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا)

لکھنؤ اور علی گڈھ کے مسلمان توجہ فرمائیں

تربیت گاہ بنات کے قایم کرنے کے بعد مسلمان مردوں کے جو جگر خراش واقعات میرے سامنے آئے ہیں ان کو میں ہی اچھی طرح سمجھتا ہوں اور جب تک میں مجبور نہیں ہو جاتا ہمیشہ یہی کوشش کرتا ہوں کہ دوسرے مسلمانوں کو یہ حالات سنا کر تکلیف نہ دوں مگر بعض حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں کہ ان واقعات کو طشت از بام کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا، ہماری لڑکی کنیز فاطمہ جس کو مظفر نگر کے حکام نے میرے پاس بھیجا ابھی عصمتی بناتی بچیوں کو بھولی نہ ہوگی۔ اس کے بعد الہ آباد کے ایک معزز خاندان کی لڑکی جس کو شوہر سے اس لئے اختلاف تھا کہ وہ تعلیم نسواں کے خلاف تھا اور وہ خود تعلیم کی مشتاق تربیت گاہ میں دفعتاً بغیر کسی اطلاع کے خاموشی کے ساتھ تن تنہا آگئی اور چند روز کے بعد ان کے شوہر صاحب بھی بیوی کو ڈھونڈھتے ہوئے تشریف لے آئے۔ خدا کا شکر ہے وہ معاملہ طے ہو گیا۔ مجھے جہاں تک یاد ہے میں اس کے متعلق عصمت یا بنات میں مختصر طور پر کچھ لکھ چکا ہوں اب پھر ایک تازہ واقعہ رونما ہوا ہے جس کا اظہار میرے واسطے ضروری ہے اور وہ یہ کہ ۹-۱۱ اگست کی صبح کو پندرہ سولہ برس کی ایک مسلمان لڑکی جو اپنا نام جمیلہ خاتون بتاتی ہے تربیت گاہ میں آئی ہے لباس گفتگو اور صورت ظاہری سے وہ کسی شریف خاندان کی خاتون معلوم ہوتی ہے۔ اس کے حالات خود آپ ہی کے قلم کے لکھے ہوئے میں اسی پرچہ میں شائع کر رہا ہوں۔ اس کا بیان ہے کہ میں لکھنؤ سے علی گڈھ آئی اور علی گڈھ سے دہلی میں تربیت گاہ کے قواعد کے مطابق بارہ سال سے زیادہ عمر کی لڑکیوں کے داخلہ پر مجبور نہیں ہوں لیکن اس لڑکی کی درخواست کو ٹھکرا دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ آغوش اسلام اس کو اغیار کے منہ میں پھینک دے۔ اس لیے میں نے اس کو تربیت گاہ میں قیام کی اجازت دے دی ہے تاکہ میں اس اعلان کے بعد اس کے متعلق کوئی فیصلہ کر سکوں۔

جمیلہ خاتون صاحبہ کا بیان ہے کہ ان کے بھائی لکھنؤ میں ریل کے محکمہ میں ڈیڑھ سو چالیس روپے ماہوار کے ملازم ہیں انہوں نے اپنے بھائی کا نام بھی مجھے اس شرط پر بتا دیا ہے کہ میں سال میں اس کا اعلان نہ کروں۔ تاکہ ان کی توہین نہ ہو۔ یہ ایک ایسا پاکیزہ جذبہ ہے جو قدرت نے صرف عورت ہی کی طینت میں ودیعت کیا ہے۔ میں نے جمیلہ خاتون کے اس نیک اور پاک خیال کی دل سے قدر کی اور میں ان کا نام شائع کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اور ان سے نیز علی گڈھ اور لکھنؤ کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو متوجہ کرنے کے بعد اپنی عصمتی اور بناتی بچیوں سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اگر اس معاملہ سے واقف ہوں یا کسی طرح سے بھی ہو سکتی ہوں تو جس قدر جلد ممکن ہو مجھے آگاہ کریں۔ ایک شقی القلب بھاوج کی یہ فتنہ پردازی جو جمیلہ خاتون کے بیان سے معلوم ہو رہی ہے ایسا سنگین جرم ہے جو کسی حالت میں بھی قابل معافی نہیں ہے۔ جمیلہ خاتون، میری چھوٹی بچی راحدہ خیریہ کے پاس مقیم ہے اور اس وقت تک قیام سے بیگم راشد الخیری صاحبہ اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ جمیلہ خاتون نہایت سیدھی اور نیک لڑکی ہے۔ اس کے خلاف ایسا گمان اگر کیا گیا ہے تو بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

راشد الخیری

جمیلہ خاتون کا بیان

عرصہ گیارہ سال کا ہوا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا اور سات سال بعد میرے والد کا جس وقت میرے والد کا انتقال ہوا ہے اس وقت ہم تین بھائی بہن تھے میں اپنی والدہ کے مرنے کے بعد اپنی بڑی بہن کے پاس چلی گئی جن کی شادی ہو چکی تھی چھ برس تک میں اپنی بہن کے پاس رہی جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے میرا ہاتھ بھائی کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ میرے مرنے کے بعد اس کا کوئی نہیں ہے تم اس کا خیال رکھنا۔ میرے بھائی نے کہا آپ اس بات کا خیال نہ کریں میں ان کو بہت اچھی طرح رکھوں گا اب میں اپنے بھائی کے ساتھ چلی آئی میری بھاوج مجھے بہت اچھی طرح رکھتی تھیں کسی قسم کی تکلیف نہیں تھی مگر تین سال کے بعد ان کا بھی

انتقال ہوگیا اب میں اکیلی اپنے بھائی کے پاس رہنے لگی وہ لکھنؤ میں ملازم تھے وہاں پر اُنھوں نے شادی کر لی وہ بھاوج میرے ساتھ بہت بُرا سلوک کرتی تھیں اُنھوں نے میرے بھائی کے کان بھرنا شروع کئے پہلے تو میرے بھائی نے کوئی خیال نہ کیا اور روز کے کہنے سننے سے وہ بھی الگ الگ رہنے لگے اب وہ مجھ سے بات بھی نہیں کرتے تھے اگر میں کوئی بات کہتی تو منہ پھیر کر چلے جاتے اب وہ یہ چاہنے لگیں کہ میں اس گھر سے چلی جاؤں جھوٹ جھوٹ عیب لگائے یہاں تک کہ ہمارے مکان کے پاس ایک مکان دارو غہ کا تھا جن سے کہ میں بالکل ناواقف تھی تو انھوں نے یہ چال چل کر ایک پرچہ میرے نام کا میرے بچھونے پر رکھ دیا جب میں سو کر اُٹھی تو میں نے دیکھا کہ میرے نام کا ایک لفافہ میرے پلنگ پر ہے میں نے کھولا تو وہ دارو غہ کے لڑکے کی طرف سے تھا غرض جتنا میں پڑھتی تھی اُتنا ہی میں پریشان ہوتی تھی میں پورا پڑھنے نہیں پائی تھی کہ وہ آگئیں اس میں اس قسم کے الفاظ تھے کہ خدا کی پناہ میں ڈری کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ خط لے کر مجھے بُرا کہنا شروع کیا اتنے میں میرے بھائی آگئے اُنھوں نے پوچھا کیا ہوا۔ تو کہنے لگیں ہوا کیا میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ یہ لڑکی گھر میں رکھنے کے لائق نہیں ہے میں خاموشی سے یہ سب سُن رہی تھی اور اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی تھی میرے بھائی نے مجھ سے پوچھا کیا یہ سب سچ کہہ رہی ہیں میں نے کہا کہ مجھے اسکا بالکل علم نہیں کہ کیا بات ہے یہ لفافہ صبح کو میرے پلنگ پر لا میں پڑھ رہی تھی کہ بھابی جان آگئیں یہ سُن کر وہ بولیں ہاں تمہیں کیا خبر مجھے خبر ہے۔ میرے سامنے لگی باتیں بنانے یہ سُن کر میرے بھائی بُرا بھلا کہنے لگے غرض وہ دونوں بکتے رہے تھے اور میں خاموشی سے سُن رہی تھی اور کہنے لگیں اب میں اس لڑکی کو ایک منٹ بھی نہیں رکھوں گی میرے بھائی نے کہا اب رہنے دو اگر اب ایسا کرے تو نکال دینا ورنہ لیں تم ہی ہمیشہ اس کی طرف بولتے ہو جب ہی تو یہ ہوا۔ غرض اب روز طرح طرح کی باتیں کہنے لگیں اب گھر کا سب کام میں کرتی سینا پرونا کھانا وغیرہ اگر سلائی میں کچھ غلطی ہوتی تو ہاتھوں میں سوئیاں چبھو دیتی تھیں غرض طرح طرح کے مظالم کرتی تھیں۔ اب انھوں نے کہا میں نے اس کے پاس لڑکوں کو آتے جاتے دیکھا ہے اس پر میرے بھائی بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے اسے ابھی نکال دو غرض اس روز مجھے میری بھاوج نے نکال دیا میں اپنے کچھ کپڑے جو کہ میرے پاس تھے لے کر نکل آئی میں نے اُن کی بڑی خوشامد کی کہ اے بھائی میں کہاں جاؤں گی میرا دُنیا میں کون ہے مگر اُنھوں نے ایک نہ سنی مجھے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں ایک شریف خاندان سے ہوں وہاں سے نکل کر میں سڑک پر ایک طرف کھڑی ہو کر سوچنے لگی کہ کہاں جاؤں اتنے میں مجھے خیال آیا کہ میں نے حضرت مولانا راشد الخیری کا رسالہ عصمت دیکھا تھا جس میں درج تھا کہ تربیت گاہ بنات میں یتیم لڑکیوں کو داخل کرتے ہیں یہ سوچ کر میں وہاں سے اسٹیشن کی طرف چل گر میرے پاؤں زمین پکڑے لیتی تھی۔ نہ مجھے اسٹیشن کا راستہ معلوم تھا غرض ایک شخص سے راستہ پوچھ کر اسٹیشن گئی جس وقت میں چلی ہوں تو میرے پاس صرف ایک روپیہ چھ آنہ تھے میں وہاں سے دہلی کا ٹکٹ لے کر دہلی آئی یہاں پر مجھے ایک صاحب نے مولانا کا پتہ بتا کر تانگہ میں بٹھا کر ان کے مکان پر بھیج دیا یہاں پر میں آئی تو انہوں نے مجھے اچھی طرح رکھا اب وہ یہ کہتے ہیں کہ میں تحقیقات کروں تاکہ بعد میں کوئی قصہ ہو اے بھائیو! اگر اب وہ بھی میرے سر پر دست شفقت نہ پھیریں گے تو میں کہاں جاؤں گی اور اگر چلی گئی تو میری آئندہ زندگی بالکل برباد ہو جائے گی۔ میں ان کی تمام عمر احسان مند ہوں گی ان کے گھر والے سب بہت خوش مزاج ملنسار ہیں۔ خدا سب کو ان کا سا رحم دل اور ہمدرد بنائے۔ آمین۔ اور ان کے گھر پر اپنی رحمت نازل کرے۔

(بنات)

پھر وہی خلع کا رونا

ہندوستان سے باہر کی تو خبر نہیں مگر یہاں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک وہ قوم جو مسلمان کہلاتی ہے ماشاءاللہ کس قدر غیور واقع ہوئی کہ جہاں کسی عورت کے ارتداد اور تنسیخ نکاح کی خبر سنی اور رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اصغری کے ارتداد پر کچھ کم واویلا نہ مچا تھا اب پھر جب پنجاب ہائی کورٹ نے کسی مرتدہ کے نکاح کی تنسیخ کی ہے، غل غپاڑہ مچ رہا ہے۔ کہیں اسمبلی کے ممبروں کے نام چٹھیاں شائع ہو رہی ہیں، کہیں قانون تجویز ہو رہا ہے، غرض چند روز کی شورشوں کے بعد یہ غیرت اور حمیت ختم، وہی مسلمان عورت وہی مرد کا ظلم اور وہی ارتداد!

سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر مسلمان مرد اپنی عقل گنوا کر کیوں اس طرح عورت کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہے۔ اسکو جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا اور اسلام کے صریح احکام کے خلاف جس عورت کا پردہ نص قرآنی سے بھی ثابت نہیں ہوتا، جو فریضۂ حج مرد کے دوش بدوش ادا کرتی ہے اسکو توڑ کر نارا اس کی آواز تک کو بند کر دیا اور فیصلہ فرما دیا کہ عورت کی آواز غیر مرد کو سننی حرام ہے۔ قربان جایئے اس عقل کے اس ایمان کے اس علم کے اور اس اسلام کے جو داہت کے خلاف محض ہٹ دھرمی کے واسطے وضعی احادیث سامنے لاکر مذہب مقدس کی ایسی توہین کرے کہ سننے والے بھی دنگ رہ جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عامۃ المسلمین عورت کو کچلنے اور اس کے حقوق پامال کرنے میں صرف اپنے علماء کی بدولت کامیاب ہوئے۔ میری آنکھوں نے ایسے ایسے علمائے کے جو بہ علماء اپنا جواب نہیں رکھتے ایسے لچر فتوے دیکھے ہیں کہ اگر خدانخواستہ یہ صحیح ہوتے تو میں پہلا شخص ہوتا جو اسلام کو دونوں ہاتھوں سے سلام کرتا مگر نہ اور خدا اس ہادی برحق پر جو زمین میں دھنسی ہوئی ایک شے کو معراج کمال پر پہنچا گیا اور حدیث صحیح کے موافق عورت کو نماز کے برابر درجہ دیکر اس جگہ لے گیا جہاں مرد کا گذر بھی نہیں ہے۔ مسلمان اگر اب تک نہیں سمجھے تو اب سمجھ لیں کہ آج کی عورت ۱۸۰۰ء کی عورت نہیں ہے وہ ۱۹۳۴ء کی عورت ہے اور آگے چلکر وہ سولھویں اور سترھویں صدی کی عورت نہ ہوگی بلکہ اکیسویں اور بائیسویں صدی کی عورت ہوگی اگر اسوقت بھی مسلمانوں نے ٹھنڈے دل سے اُسکے وہ حقوق نہ واپس کئے جو اسلام اسکو دے چکا ہے تو ارتداد کیسا وہ اسلام ہی سے کنارہ کش ہو جائے گی اور اسکا بار مسلمانوں پر اور اسکے علماء کی گردن پر ہوگا۔ جو رفتار مسلمان عورت کی اس وقت پیش نظر ہے اسکو دیکھ کر میں یہ پیشین گوئی کرتا ہوں اور جس طرح عورت کے سلسلے میں میں نے جو کچھ کہا ہے وہ لفظ بہ لفظ پورا ہوا ہے اسی طرح آج علی رؤس الاشہاد کہتا ہوں کہ کہاں کا ارتداد اور کیسے عدالت العالیہ کے فیصلے مسلمان عورت نصف صدی کے بعد نکاح ہی کو خیرباد کہے گی اور اسکی ذمہ داری اس پر اور یقیناً اس پر نہ ہوگی بلکہ اسکا بار مسلمانوں پر کم اور اسکے علماء پر بہت زیادہ ہوگا جو وقت اور موقعہ کو بغیر دیکھے بھالے اور بلا جانے بوجھے صرف گردن کی رگیں پھلا کر قال اللہ و قال الرسول فرمانے کے لئے اُٹھ جاتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ انکا ارشاد کس حد تک مذہب مقدس کی اہانت کا سبب ہوگا اسکے اس تخاطب اور ارشاد کے نتائج کس قدر مضحکہ خیز اور درد انگیز ہونگے اور محض بات کی پچ نفس پروری یا جہل و نادانی کی وجہ سے وہ خدا اور اس کے رسول پر کیسا سخت ظلم فرما رہے ہیں۔

اسوقت عورت کے حقوق پر بحث نہیں ہے ہاں ان حضرات سے جو عامۃ المسلمین ہوں یا رئیس الملت صرف ایک بات عرض کرنی ہے اور وہ یہ کہ حقوق کی تقسیم میں سب سے پہلے فطری حق ہے جس طرح ماں پر بچہ کو دودھ پلانے کا حق ہے اس کے بعد جو حقوق ہیں اُن میں ایک حق الخدمت بھی ہے۔ ایک شخص اپنی تمام عمر ایک رئیس کی خدمت میں بسر کرتا ہے اور مرجاتا ہے۔ اس کی خدمت اُس رئیس کی ذات پر ایک حق پیدا کرتی ہے۔ جس سے خدمتگار کی موت کے بعد اس کے بچے مستفید ہوتے ہیں۔ اب اس حق میں جا کر

دیکھنا پڑے گا کہ اسلام کی خدمت مرد نے کتنی کی اور عورت نے کس قدر؟ شیخین رضی اللہ علیہم کی خدمات سے کس شخص کو انکار ہو سکتا ہے مگر کیا یہ کہنا غلط ہو گا کہ اگر اُنکی مقدس خدمات کے جھنڈے قصرِ اسلام پر لہلہا رہے ہیں تو اس کی بُنیادیں اُم المومنین بی بی خدیجہ کی دولت پر رکھی ہوئی ہیں۔ عورت نے اسلام کی جو خدمت کی ہے وہ یقیناً مرد سے افضل ہے۔ میدانِ جنگ میں مرد خود جا کر شہید ہوا ہے اور عورت نے اپنے بچے قربان کئے ہیں یا عورت کی یہ قربانیاں اس کے ایسے زریں کارنامے ہیں جہاں عقلِ سلیم کو اور اسلام کو عورت کے آگے سر جھکا دینا پڑے گا!

کیا اُم المومنین بی بی سلمہ کے ایثار کے جواب میں مسلمان کسی مرد کو سامنے لا سکتے ہیں؟ حاشا و کلا میرا مقصد اس سے خلفا اور صحابہ کی توہین نہیں ہے ان کی بیش بہا خدمات روزِ روشن کی طرح چمک رہی ہیں، مگر مسلمان مردوں کی اور بعض ایسے حضرات کی جو علمائے کے لباس میں جلوہ گر ہو کر عورت کی تحقیر و تذلیل سے خدا اور اس کے رسول پر ستم ڈھا رہے ہیں، انکو اس سنتے سنتے کلیجہ پک گیا ہے۔ اس لئے یہ الفاظ لکھنے پڑے۔

عورت کو جو کچھ ملا اس میں حق الخدمت بھی شامل ہے اگر اسکو یہ یقین ہو جاتا کہ اسلام اس کے احسانات کو صرف فراموش کر دے گا بلکہ اسکو انسانیت سے خارج کر کے دورِ جہالت کا سماں دکھا دے گا تو شاید وہ اسلام کی طرف رُخ بھی نہیں کرتی مگر یہ جو کچھ ہو رہا ہے مرد کی فطرت ہے جو کر رہا اور بد عہدی میں عورت کے مقابلے میرا مقصد بڑھا ہوا ہے کہ خود خدا کو اس کی بد عہدی کو نمایاں کرنا پڑا اور کلامِ الٰہی میں اُن گاڑھے معاہدوں کو جو وہ قبل از نکاح کرتا ہے اور بعدِ نکاح ایفا سے بھاگتا ہے خصوصیت کے ساتھ تنبیہ کرنی پڑی اور میثاقِ غلیظ کی طرف متوجہ کرنا پڑا۔

میرا مقصد ان مختصر واقعات سے صرف یہ ہے کہ جس عورت کی تذلیل و تحقیر میں مسلمانوں نے اپنے علما کی مدد سے کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا وہ بارگاہِ رسالت سے اس قدر زبردست حقوق لیکر آئی تھی کہ دُنیا دنگ رہ گئی تھی۔ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے عورت کی شخصیت کو جداگانہ تسلیم کر لیا اور آج اسلام ہی وہ مذہب ہے جس سے زیادہ احسان فراموش مذہب دُنیا میں کوئی نہیں۔ اصغری کے ارتداد میں بظاہر وہ خود کتنی ہی قابلِ ملامت کیوں نہ ہو گر چشم دور بیں اس کی ذمہ داری دورِ حاضرہ کے اسلام اور اس کے علما پر رکھے گی۔ غلط فہمی نہ ہو جائے میرا روئے سخن اُن حضرات کی طرف ہے جنھوں نے عالم واعظ اور مفتی بن کر اپنی تصنیف وعظ یا فتوؤں سے عورت کے حقوق کو فنا کیا ہے۔ میں اس موقعہ پر ایک اور بات کہنی چاہتا ہوں اُمید ہے کہ علما کا یہ خود ساختہ گروہ ٹھنڈے دل سے سُن لے گا اور جھوٹی تاویلوں اور غلط حدیثوں سے چرب زبانی نہ کرے گا۔

کیا فرحت کا کوئی ممکن موقع ایسا تھا جو میسّر آیا اور اُمہات المومنین اُس سے لُطف اندوز نہیں ہوئیں۔ حبشیوں کے گانے کے واقعہ میں اُم المومنین عایشہ صدیقہ کی شرکت ہر مسلمان کو معلوم ہے لیکن یہ شاید عام مسلمانوں کو معلوم نہ ہو کہ ریس یعنی دوڑ میں اُم المومنین اور ان کے ساتھ حضورِ اکرم نے شرکت فرمائی ہے۔

اور وہ فوراً ایک خاص نشان زدہ مقام پر دوڑے ہیں اور جس وقت سرور دو عالم آگے بڑھ گئے تو فرمایا "عائشہ یہ اُس روز کا بدلا ہے جب تم آگے نکل گئی تھیں"

عورت کے ارتداد پر یہ شور و غوغا اور قانون کی کوشش بھی مرد کا اگر ایمان سے دیکھا جائے تو ایک قسم کا ظلم ہے کہ یہ بدبخت ہستی کس طرح اس کے خونخوار پنجوں سے چھٹکارا نہ پاسکے اسمبلی میں اس قانون کا جو حشر ہوگا وہ تو ہم جانتے ہیں اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ بہت ہی کم ایسے اللہ کے بندے ہونگے جو یہ فرمائیں کہ مسلمان عورت کے ارتداد کا انتظام شرع اسلام کر چکی ہے اگر حقیقتہً مسلمان اس سے متاثر ہوئے ہیں اور اسکا ارتداد ان پر بجلی بنکر گرتا ہے تو وہ خلع جو حق غصب شدہ ہے واپس کریں۔ اور پھر دیکھ لیں کہ ارتداد کا یہ نسخہ جو مذہب مقدس پہلے ہی تجویز کر چکا ہے کس قدر تیر بہدف ہے۔

مَیں ممبران اسمبلی سے اِلتجا کرتا ہوں کہ وہ بجائے اس تضیع اوقات کے اس قانون کی طرف بھی توجہ فرمائیں جس نے خدائی احکام کے خلاف مسلمان لڑکی کو ترکہ پدری سے محروم کیا اور رواج کو ایمان سمجھا۔

ہے کوئی اللہ کا بندہ جو اِس التجا پر متوجہ ہو

راشد الخیری

چند باتیں

جوہر نسواں جاری ہوگیا محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی یادگار یں زنانہ دستکاری کے اہوار رسالہ جوہر نسواں کا پہلا پرچہ ۱۰ ستمبر کو شائع ہوگیا جن خواتین کو دستکاری کا شوق ہو وہ پہلا پرچہ ۱۵ اکتوبر تک مفت بطور نمونہ منگا سکتی ہیں۔ دوسرا پرچہ ۱۰ اکتوبر کو شائع ہوگا سالانہ چندہ ۱؎ کا منی آرڈر وصول ہوتے پر یا وی پی کی فرمائش آنے پر بھیجا جائے گا۔

ترقی اشاعت اور قسم دوم کا کاغذ عصمت کے صفحات اگر بجائے ۸۰ کے صرف ۶۴ ہوتے یہ رسالہ رجسٹری بجائے دو پیسہ کے صرف ایک پیسہ کا لگتا اور تین روپیہ سالانہ چندہ میں محصولڈاک اور فیس رجسٹری وی پی شامل نہ ہوتی تو قسم دوم میں بھی ہم سفید چکنا کاغذ لگا سکتے تھے اس دفعہ سالگرہ نمبر کے وی پی کی واپسیاں خدا کا شکر ہے بے انتہا اچھی ہوئیں۔ جولائی اگست میں جو نئے خریدار ہوئے ہیں انکی تعداد بھی توقع سے بڑھکر ہے اگر اسی رفتار سے دسمبر تک عصمت کی اشاعت بڑھتی رہی تو اُمید ہے جنوری ۳۰ء سے قسم دوم بھی سفید چکنے کاغذ پر چھپنے لگے گا۔

ستمبر کا پرچہ بالکل ختم ہوگیا اس دفعہ کچھ تو حضرت والد قبلہ کی صحت درست نہ ہونے کے سبب اور کچھ جوہر نسواں کے انتظامات کی وجہ سے پُورا اگست اور نصف ستمبر دِلّی ہی میں ختم ہوگیا۔ گذشتہ سات آٹھ سال سے خاکسار اڈیٹر اگست ستمبر کا ڈیڑھ مہینہ دِلّی سے باہر گذارتا تھا اس خیال سے کہ اپنے سامنے ہی پرچہ شائع کردیا جائے تو اچھا ہے ستمبر کا رسالہ اگست میں تمام خریداروں کی خدمت میں روانہ کردیا گیا تھا بعض بہنوں کو خیال نہ رہا کہ سالگرہ نمبر جولائی اگست دو ماہ کا مشترکہ پرچہ تھا ستمبر میں جب انہیں رسالہ نہیں ملا تو انہوں نے یہ سمجھکر کہ اگست میں جو پرچہ آیا تھا وہ اگست کا تھا ستمبر کا پرچہ نہ ملنے کی شکایتیں روانہ فرمائیں حالانکہ ستمبر کا پرچہ انہیں اگست میں مل چکا تھا۔ اُمید ہے دفتر سے جواب ملنے پر ان بہنوں کی غلط فہمی دور ہوگئی ہوگی عصمت کے ہر ماہ ضرورت سے صرف دو سو پرچے زیادہ چھپوائے جاتے ہیں۔ اس مرتبہ جولائی اگست میں نئے خریدار غیر معمولی طور پر زیادہ ہوجانے کی وجہ سے ستمبر کا رسالہ بالکل ختم ہوگیا اور اب ستمبر میں جو نئے خریدار ہورہے ہیں اور وہ اگر سالگرہ نمبر نہیں منگاتے ہیں تو انکا سال اکتوبر سے شروع کیا جارہا ہے۔ چونکہ ستمبر کا پرچہ دوبارہ نہیں چھاپا جائیگا اسلئے جن بہنوں کو اگست میں ستمبر کا پرچہ نہیں ملا وہ براہ کرم مطلع فرمادیں تاکہ

آئینہ مشرق

بیٹے کا خطاب ماں سے

(چشم دید)

دیکھی بھی تم نے اماں، ابا کی فتنہ کاری
حد سے گزر چکی ہے اُن کی جفا شعاری
وہ کونسی ہے سختی گزری نہیں جو ہم پر
پیسہ نہیں لگایا آئی ہے جب سے گوہر
سب حالتیں تمہاری آنکھوں سے میں نے دیکھیں
کپڑا نہ چیتھڑا ہے کھانا نہ اُن کے سر ہے
کتنا نہیں ستایا کتنا نہیں جلایا
لے لے کے قرض میں نے کس کس طرح پڑھا ہے
بھوکے پڑے رہے ہیں پیاسے پڑے رہے ہیں
ڈالا ہے کتنا کتنا دھکے تمہیں دئے ہیں
یہ آج آخری ہے اُن کی ستم شعاری
اب صبر کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے
مانا کہ ہیں وہ مالک چاہیں گے جو کریں گے
محتاج آپ ہوں گی گوہر بنے گی ملکہ
بس اب تو کر چکا ہوں پختہ میں یہ ارادہ
اور حق نان و نفقہ اُن سے وصول ہوگا
اتنی سی عرض میری اماں اب آپ مانیں
خود پیروی کروں گا اللہ نے جو چاہا

گوہر کے نام کرتے ہیں جائیداد ساری
برداشت سے ہے باہر یہ ذلت اور خواری
انیس ۱۹ سال گزرے بیٹھی ہے گھر میں گوہر
کس کو خبر نہیں ہے گزرے جو وقت ہم پر
جتنی مصیبتیں ہیں انیس سال جھیلیں
پھرتے ہیں مارے مارے گھر ہے نہ کوئی در ہے
انیس سال گزرے مجکو نہیں پڑھایا
سی کر سلائیاں اُف تم نے یہ تن ڈھکا ہے
فاقوں سے دن گزارے جاڑے میں ہم مرے ہیں
ظلم آہ اُن کے سارے آنکھوں میں پھر رہے ہیں
گوہر کے نام کر دی ہے جائیداد ساری
دل میں نہیں ہے طاقت اللہ جانتا ہے
کیا آپ کا مہر بھی اس میں سے وہ نہ دیں گے؟
رکھ لیں گے وہ مہر بھی کیا ذکر نان و نفقہ
انشاء اللہ کروں گا آن پر مہر کا دعوے
دیکھوں گا میں بھی کیسے گوہر بنے گی ملکہ
لکھا ہے میں نے دعوے دستخط اب آپ کر دیں
فیصلہ ہمارے موافق انشاء اللہ یہ ہوگا

ماں کا جواب

خورشید خوش رہو تم آباد ہو جہاں میں — پھولو پھلو ہمیشہ سرسبز گلستاں میں
اماں تمہارے واری لے لال میرے پیارے — زخمی دل حزیں کی اُمید کے سہارے
جو کچھ کہا ہے تم نے سب کچھ قبول مجھکو — سچ ہے کریں مہر تو ہوگا وصول مجھکو
افسوس آہ لیکن دل میں نہیں ہے طاقت — کس طرح کر سکوں گی شوہر سے میں عدالت
میری وجہ سے اُن کی تذلیل اس قدر ہو — مرجاؤں آہ اس سے لازم یہی ہے مجکو
کونے میں سر چھپا کر میں اس سے پڑ رہوں گی — اُن سے مگر عدالت ہرگز نہ کر سکوں گی
سر کاٹ دیں اگر وہ اُف بھی نہ کر سکوں گی — آنکھیں کجا ملانا! قدموں پہ گر پڑوں گی
شوہر سے موڑنا منہ میں نے نہیں ہے سیکھا — ہندوستان کی مٹی سے میں ہوئی ہوں پیدا
مشرق کا خوں ابھی تو رگ رگ میں موج زن ہے — شوہر پہ ہوں تصدق اپنا تو وہ چلن ہے
ہندوستان کی مٹی میرے خمیر میں ہے — قربانی و صداقت میرے ضمیر میں ہے
یہ ٹھوکریں ہیں مجکو تاج شہی سے بہتر — میری خوشی یہی ہے راضی ہو جس میں شوہر
کھانے کو دیں نہ دیں وہ مجکو نہیں شکایت — اتنی سی بات پر میں کرنے لگوں عدالت
اُن کے لئے پہنتی اچھا لباس و زیور — وہ گھر نہیں جب آتے پھر کیا کروں گی سج کر
مرحوم باپ کی ہیں کیا لاج اب گنواؤں — اب اُن کی آبرو کو بٹہ میں کیا لگاؤں
ان باپ کی شرافت اولاد سے ہے کھلتی — اولاد کے چلن ہیں دنیا میں سرخ روئی
جس کو دیا اُنہوں نے ہیرا ہو یا وہ پتھر — ہے حشر تک وہی اب اپنا رفیق و رہبر
پلہ میں جس کے باندھا اُس کے بندھے رہیں گے — جس راہ وہ چلائے اُس راستہ چلیں گے
دو دن کی زندگی ہے عیش و نشاط کیسا — کے دن کے واسطے اب میں یہ کروں بکھیڑا
جب کٹ چکی جوانی اور آگیا بڑھاپا — لڑتی پھروں اب اُن سے مجھ پر ہنسے گی دنیا
اللہ تم کو رکھے آباد ہو چکے ہو — شادی بھی ہو گئی ہے پاؤں پہ خود کھڑے ہو
جس جس طرح پڑھا ہے جیسے ہوئی ہے شادی — تم دل میں یوں سمجھ لو اللہ کی تھی مرضی
اب میں رہی تو میرا ہے ایک دم اکیلا — دولت کی کچھ ضرورت مجکو نہیں ہے اصلا
ہو جائے خواہ کچھ ہی دعوے نہ میں کروں گی — تم ضد اگر کروگے کچھ کھا کے سو رہوں گی"

بلقیس جمال بریلوی

پُرانا نقطہ نگاہ

پہلے زمانہ کی خوبیوں کا خیال رکھنے والے دُنیا سے اُٹھتے جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اُصول و خیالات کا بھی خاتمہ ہو رہا ہے۔ پُرانی باتیں عام طور پر مانع ترقی سمجھی جاتی ہیں اس لئے ان کو جاننے یا ان پر عمل کرنے کی طرف بے توجہی برتی جاتی ہے۔ لیکن اگلے وقتوں کی تمام باتیں اور تمام خیالات "فرسودہ" اور "دقیانوسی" کہکر بھلا دینے کے قابل نہیں ہیں پہلے زمانہ کے لوگوں کا نقطہ نگاہ شرافت کی جان ہے اور ان لوگوں کے اُصول وہ ہیں جن پر کاربند ہوکر ہندوستانی عورت نے وفا کی پتلی اور صبر کی دیوی کا لقب پایا تھا شادی ہی پر غور فرمایئے پُرانے لوگوں کا ایثار و قربانی خود فراموشی اور وفاداری سے متعلق کس قدر بلند معیار تھا۔

شادی اس زمانے میں ایک قربانی تھی۔ عمر بھر کا فیصلہ قطعی تھا۔ خلع طلاق۔ علیحدگی۔ طلب۔ مہر یہ خیالات ان لوگوں کے دلوں میں آتے ہی نہ تھے۔ شرافت کا تقاضہ یہ تھا کہ پالکی جائے اور چارپائی نکلے۔ بیٹی کو بیاہ دینے کے بعد آرزو یہ ہوتی کہ وہ اُس گھر سے مرکر نکلے۔ وہ لڑکیوں کے خوب اچھی طرح ذہن نشین کر دیتے تھے کہ خاندان کی لاج اور باپ دادا کی عزت اسے کہتے ہیں کہ ع

محفل میں انکی آہ کا شعلہ عیاں نہ ہو   جل بجھئے اس طرح سے کہ مطلق دُھواں نہ ہو

اور اس تعلیم کا اثر تھا کہ پُرانے زمانے کی لڑکی مصیبتیں جھیلتی ظلم اُٹھاتی سختیاں سہتی تھی پر اس شخص کا ساتھ چھوڑنے کا خیال بھی کبھی اس کے دل میں نہ آتا تھا جس کے سپرد ماں باپ کرچکے تھے وہ شخص جس کے ہاتھ میں ماں باپ نے ہاتھ دیا تھا انکا مالک مجازی تھا اور اس کی خوشنودی اسکا مقصد زندگی۔ باپ رخصت کے وقت بیٹیوں سے یہ کہتے تھے "بیٹا جس گھر میں تم جا رہی ہو اس کے چار کونوں میں سے ہی ایک میں مر رہنا میرے گھر واپس مت آنا"

ایک طرف بیاہی لڑکیاں اگر اس خیال کو بھی گناہ کبیرہ سمجھتی تھیں کہ شوہر سے علیحدگی اختیار کریں تو دوسری طرف کنواری لڑکیوں کا یہ نظریہ تھا "جل جائے وہ دل اور کٹ جائے وہ زبان جو باپ کی مرضی اور دادا کے فیصلہ کے خلاف خیال لائے اور زبان کھولے"

ماں باپ مختار تھے انکی تقدیر کا فیصلہ کریں چاہے جاہل سے بیاہیں چاہے مریض سے۔ انکا انتخاب بدصورت شخص کا ہو یا بدچلن کا۔ لڑکی کا کام سر تسلیم جھکا دینا تھا۔

والدین بے انصافی کرتے اور بزرگ حق تلفی لیکن اس تعلیم کا نتیجہ اس تربیت کا اثر جو اس کے ذہن نشین کیا گیا یہ ہوتا تھا کہ ہندوستان کی لڑکی اطاعت و قربانی کے راہ میں ثابت قدم رہتی تھی۔

اس کی وفا کا جذبہ صرف زندہ ہستیوں کے لیئے محدود نہ تھا وہ ایسی پروانہ تھی کہ نہ صرف جلتی ہوئی شمع پر نثار ہوتی تھی بلکہ بجھی ہوئی شمع پر بھی خود کو قربان کر دیتی تھی۔ اگر موت کا ظالم ہاتھ اس کے رفیق حیات کو چھین لیتا تھا تو یہ باقی زندگی اس کے نام اور اس کی یاد میں بسر کر دیتی۔ ایک کی کہلانے اور ایک کی ہو جانے کے بعد پھر دوسرے شخص کا خیال بھی اس کے وفاپرست دل میں بھول کر بھی نہ آتا تھا۔ اس زمانہ کی لڑکی کا محض اطاعت ایثار و وفاداری کا معیار ہی بلند نہ تھا بلکہ قدیم خیالات کے مطابق شرم و حیا عورت کا اصلی زیور تھا۔ جو عورت اس سے محروم تھی وہ شرافت اور نسوانیت سے خارج سمجھی جاتی تھی۔ اس لئے اگلے زمانے کی بیبیاں غیرت کی پتلیاں اور حیا کی تصویریں تھیں۔ آج پبلک کی ستایش سے ہندوستانی عورتیں محظوظ ہوتی ہیں۔ پرانے زمانے میں انکی غیرت و خودداری کا یہ عالم تھا کہ اردو کے ایک انشاپرداز نے ہندوستانی عورت کو اس موتی گڑیا سے تشبیہ دی ہے "جسکو غیر مرد کی نگاہ مہر و محبت تیر و نشتر بنکر لگتی ہے"

وہ کمزور تھی لیکن اپنے عزت کی حفاظت میں ایک خشمناک شیرنی سے کم نہ تھی۔

اس کے حسن کی برق پاش نگاہیں اس کے دلربائی کے جادو بھرے کرشمے ایک اور صرف ایک شخص کی نگاہ کے لیئے وقف تھے۔ انکی طبیع غیور دوسروں کو اپنی آواز تک سُننا گوارا نہ کرتی تھی۔ انکا گوہر عصمت وہ انمول موتی تھا جس کے آگے شاہوں کے تاج ناموروں کی شہرت اور عزت والوں کی عزت کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی۔ اگر انکو کبھی شبہ بھی ہوتا تھا کہ انکی یہ بے بہا دولت خطرے میں ہے تو وہ خوشی سے یہ کہتی ہوئی جلتی آگ میں کود جاتی تھیں۔

اے موت الدد کہ مصیبت کا وقت ہے عصمت بچی رہے نہ بچے جان غم نہیں

مذہب پرانے خیال والوں کے پاس دنیا میں سب سے زیادہ پیاری چیز تھی۔ اس کی محبت کے آگے اولاد بھی قربان تھی۔ اس نظریہ کے مطابق سب کچھ چھوٹ سکتا تھا پر مذہب جز جاں روح رواں اور زندگی کا سہارا تھا۔ مذہب کا نام ان سے بڑی سے بڑی قربانی کرا سکتا تھا ہر وہ چیز جو دین سے نسبت رکھتی تھی ان کو جان سے زیادہ عزیز تھی۔

بہنو! کیا ہم ان زریں اصولوں کو فراموش کر دینگے ؟ کیا ہم اس بات کو روا رکھیں گے کہ نئے خیالات اور جدید اصولوں کا سیلاب پرانے خس و خاشاک کے ساتھ ان انمول بے بہا موتیوں کو بھی بہا کر لیجائے ؟ کیا ہم مغربی تہذیب کے زیر اثر ہو کر اور آزادی کے غلط راستہ پر پڑ کر ایثار و وفا اور شرم و حیا کے متعلق اپنے نقطہ نظر کو بدل ڈالیں گے ؟ کیا وفا اور اطاعت کا ہمارا اعلیٰ معیار اور غیرت و خودداری کا بلند نظریہ [illegible] اصول [illegible] دوسری قوموں کی عورتوں میں ایک مخصوص و ممتاز درجہ حاصل ہے

اگر ہم ان اصولوں کو چراغ راہ بنائے رکھیں تو
یقینا ہماری مشرقی نسوانیت سیلاب مغربی میں
غرق ہو جانے سے محفوظ رہے گی اور دوسری
باتوں میں طرز جدید کی پیروی ہمیں کوئی نقصان
نہ پہنچا سکے گی۔

ہندوستان کے اونچے گھرانوں کی شریف
لڑکیوں! زمانہ بدلے خیالات پلٹے معاشرتی اصول
تبدیل ہوں لیکن تم اس طوفان تغیر میں اپنے طرہ
امتیاز اپنے تمغہ اعزاز اپنی مشرقی نسوانی
خوبیوں کو ہرگز نہ جانے دو۔ عہد ماضی میں تمہاری
وفا دنیا میں بے مثل تھی تمہاری حیا کا عالم میں
ڈنکا تھا تمہاری اطاعت زمانہ میں مشہور تھی
کیا یہ تمہاری تمنا نہیں کہ دورِ جدید کی مادہ پرستی
سے آلودہ فضا میں بھی تمہاری ایثار قربانی حیا اور
وفاداری خورشیدِ درخشاں کی طرح چمکے اور
دوسری قوموں کی رہنمائی کرے ؟

شائستہ اختر سہروردیہ (بی اے آنرس)

عبادت

خداوند کریم کی فرمانبرداری۔ اوراس کے
احکام کی پابندی ہی کا نام عبادت ہے۔ دنیا
میں ہمارا ہر فعل خدا ورسول کے نزدیک
پسندیدہ ہو وہ بھی عبادت کہلانے کا مستحق
ہے عبادت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا
کہ ہم دن رات مصلے بچھائے۔ نوافل پڑھتے
یا تسبیح جپتے رہیں۔ دُنیا کے کاموں کو ترک
کر دیں۔ حق العباد سے غافل ہوجائیں۔ ہاں بچوں
کی نگہداشت یا خاطرخواہ انکی تربیت نہ کریں۔ کہ
یہ دُنیا کے جھگڑے ہیں۔ یا سرے سے شادی بیاہ
سے ہی دست بردار ہو جائیں کاروبار یا نوکری
سے نفع حاصل نہ کریں۔ کہ مال و دولت سے خدا
سے غفلت برتنے کی ترغیب ہوگی۔

بلکہ برخلاف اس کے ہمارے رسول مقبول
حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں
لوگوں کو سب پر فضیلت عطا کی ہے۔ جو ہر طرح
سے دُنیا داری میں بھی مصروف ہیں اور احکام الٰہی
کی بھی پابندی کر رہے ہیں۔ ہمارے مذہب میں
رہبانیت نہیں ہے۔ اور نہ یہ عبادت میں داخل
ہے۔ اب تک جتنے اسلام کے سچے نام لیوا بزرگ
گزرے ہیں۔ انکی زندگی کے واقعات کا مطالعہ کیجے
اور تاریخ میں ان کے کارناموں پر نظر ڈالئے

تو معلوم ہوگا کہ سب کے سب دُنیا کے کاروبار میں بھی مشغول رہتے تھے اور ان کو بحسن و خوبی انجام دیکر عبادت کا حق ادا کرتے تھے۔ یوں تو اللہ جل شانہٗ طاعت خلق سے بے نیاز ہے۔ لیکن اس میں خلق اللہ کی بھلائی چونکہ مدنظر ہوتی ہے۔ اس لیئے یہ ہم پر لازمی ہے۔

ہر وہ کار نیک جس میں احکام الٰہی کی پابندی مدِنظر ہو عبادت ہے۔ کسی کی خوشنودی و رضا جوئی حاصل کرنا بھی نیکی ہے بھوکوں کو کھلانا سالہا سال روزہ رکھنے اور فاقہ کشی کرنے کی ریاضت سے بڑھکر ہے۔

کسی محتاج نیم برہنہ شخص کو پھٹے پُرانے کپڑوں سے بھی مدد کرنا اندھا دھند کپڑوں کے نئے تھان بانٹنے سے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔ اور ایسے موقع پر ان حاجتمندوں کی مدد سے نہ صرف ان کو ہی خوشی ہوتی ہے۔ بلکہ مالک حقیقی کو بھی ان پر ناز ہوتا ہے اور ان دردمند لوگوں کو ایسی ادنےٰ سی خدمت کا اعلےٰ انعام مرحمت فرماتا ہے۔

قوم کی خدمت کرنی۔ ان کو غلطی سے متنبہ کرنا۔ اور ان کی اصلاح کا بیڑا اُٹھانا بھی عبادت ہے۔ یوں تو خدا کارساز ہے لیکن دنیا مسبب الاسباب ہے۔ انسان کا کام انسان ہی سے نکلتا ہے۔ چنانچہ یہ بھی ایک کارِ خیر ہے کہ ہم اپنی قوم کو گمراہی اور تنزلی سے نکال کر راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ اور ان کے واسطے بہترین ذرائع وضع کریں۔ جن میں ان کی بھلائی مقصود ہو۔

علم حاصل کرنا ہر عورت و مرد پر فرض ہے۔ لہذا ہمارا اس کی توسیع میں کوشش کرنا بھی عبادت میں داخل ہے۔ اگر ہم اس کی اشاعت میں سعی نہ کرینگے۔ تو یقینی اس کی طرف سے لاپروائی بڑھتے بڑھتے یہ فریضہ پس پشت ڈال دیا جائے گا۔ پھر اس کے ذمہ وار ہم ہونگے۔ کسی کو خلاف تہذیب و شرع کسی بات میں مصروف دیکھکر اسکو بہ حسن وجوہ اسے باز رکھنے کی تدبیر کرنا بھی نیکی ہے۔ کمزور غریب عورتوں بچوں اور بے زبان جانوروں کو کسی آفت میں مبتلا دیکھکر ان کی مدد کرنا بھی عبادت ہے لیکن برخلاف اس کے ہمارے پرواز تخئیل کی رسائی فقط یہیں تک محدود ہے کہ ہم نماز پڑھکر روزے رکھکر۔ اور تہواروں میں بلا تفریق و امتیاز بیکار رہنے کے مسٹنڈے پیشہ ور فقیروں کو کھلا کر عبادت گزار اور جنت کے حقدار بن جاتے ہیں۔

جمیلہ بیگم کلکتہ

موٹاپے کا بہترین علاج

عورتوں کی خوبصورتی اور حسن کا انحصار جسم کی موزونیت پر ہے۔ اگر اعضا میں بھدا پن پیدا ہو جائے۔ تو نہایت ہی بدنما معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ چلنے پھرتے اُٹھنے بیٹھنے میں نہایت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اس بھدے پن کو موٹاپے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

موٹاپے کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً زیادہ مرغن غذاؤں کا استعمال کرنا (۲) ورزش نہ کرنا۔ بعض بیماریوں کے دوران میں بھی موٹاپا پیدا ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اس کے کئی اسباب ہیں جن کے متعلق چند ماہ ہوئے "عصمت" میں نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا جا چکا ہے۔

آج کل موٹاپے کے دور کرنے کے لیے سینکڑوں دواؤں اور ورزشوں کا استعمال ہوتا ہے! و تقریباً دس فی صدی عورتیں اس مرض میں مبتلا ہیں۔ ایک یورپین ڈاکٹر نے ایک نہایت ہی عمدہ اور تیر بہدف نسخہ ایجاد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "آج کل یورپ میں صدہا عورتیں اس مرض کا شکار ہیں۔ مگر آج تک کوئی ایسا نسخہ نہیں بنا۔ جو ایک موٹی اور بھدی عورت کو پھر پتلی دُبلی بنا سکے۔ میں نے نہایت غور و غوض کے بعد ایک نسخہ بنایا ہے۔ اور اسکا تجربہ کئی عورتوں پر کر چکا ہوں۔ اور یہ نہایت ہی مجرب ثابت ہوا ہے"

جو بہنیں اس مرض میں مبتلا ہیں۔ انہیں ان ہدایات پر عمل کرنا چاہیے ۔

(۱) دو ہفتے کے لئے سوائے دودھ (جس میں سے ملائی نکال لی جائے) اور کیلوں کے کچھ نہیں کھانا چاہیے۔ اس غذا سے بھوک بالکل محسوس نہیں ہوتی۔ اور نہ کوئی دوسری غذا کھانے کو دل چاہتا ہے۔

(۲) ان دو ہفتوں کے بعد دوسرے دو ہفتے ہلکی اور زود ہضم غذائیں کھانی چاہئیں۔ جیسے دودھ۔ مچھلی پھل۔ پتلا شوربہ اور روٹی وغیرہ۔ نشاستہ دار اور مرغن غذا بالکل نہیں کھانی چاہیے۔

(۳) دوسرے مہینے پھر دو ہفتے کیلا اور دودھ کے سوا کچھ نہیں کھانا چاہیے۔

(۴) پھر دو ہفتے لطیف اور سریع الہضم غذاؤں کا استعمال کریں۔

اگر اس عرصہ میں فربہی پورے طور پر رفع نہ ہو۔ تو ایک مہینہ اور مندرجہ بالا ہدایات پر عمل کریں۔ آپکے وزن میں حیرت انگیز کمی پیدا ہو جائے گی۔ اس علاج میں زیادہ سے زیادہ تین مہینے لگتے ہیں۔ ورنہ اس سے بھی کم۔ مگر اس کے ساتھ باقاعدہ ورزش اور ہوا خوری کرنی چاہیے۔ میرے خیال میں یہ نسخہ نہایت ہی سہل اور کم خرچ بالانشین کا مصداق ہے۔

کلثوم سلطانہ بیگم کراچی

قوم پارسی

Dawar College of Commerce

ڈاور کالج آف کامرس ایک نہایت معقول انسٹی ٹیوشن ہے۔ جہاں ہزارہا لڑکے اور لڑکیاں حساب کتاب کی بہترین تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بمبئی کے بنکوں میں اسی کالج کے سند یافتہ بڑی بڑی تنخواہیں پاتے ہیں۔ پروفیسر ڈاور نے اپنی ذات خاص سے یہ کالج بڑی محنت اور کوشش سے قایم کیا ہے اور آج اس سے بڑھکر کوئی کالج نہیں ہے۔ ڈاور ایک غریب گر بہت ہوشیار طالب علم تھے خصوصیت کے ساتھ حساب غیرہ کا حد سے زیادہ شوق تھا۔ طالب علمی ہی میں اوروں کو سکھاتے تھے گو کہ خود بچہ تھے گر سیکھنے والوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک کلاس کھولدی۔ انکے سکھائے ہوئے بچے بہت ہوشیار ثابت ہوئے اور لوگ شوق سے انکو اپنے کارخانوں میں رکھتے تھے آج داور کالج آف کامرس اتنی بڑی انسٹیٹیوشن ہے کہ اسکا ثانی نہیں۔ یہاں کے پاس شدہ لڑکے یا لڑکی کو بہت جلد نوکری ملجاتی ہے۔ کوئی ۵۰۰ طلبا ہیں جن میں ایک تہائی لڑکیاں ہیں۔ معیار تعلیم اسقدر بلند ہے کہ اب یہاں کے پاس شدہ کو ولایت جاکے ڈگری لینے کی ضرورت نہیں رہی اور وہاں والے ان کے کام کے معترف ہیں۔ پروفیسر ڈاور نے یہ کالج تنہا اپنی کوشش سے قایم کرکے یہ بہت بڑا کام کیا ہے۔ انکی بیٹی جو ابھی ۱۸ برس کی ہیں۔ اعلیٰ امتحانات پاس کرکے اب اس درسگاہ میں معلمہ ہیں۔ ہر قوم کے بچے اس کالج میں تعلیم پاتے ہیں جو صرف ایک پارسی کی کوشش سے قایم ہوا ہے اور ہر جگہ جس کی تعریف کی جاتی ہے۔ (باقی آئندہ)

عطیہ بیگم فیضی

اُس کا جوگ

وہ گھبرا جاتی اور اُکتا کر بانسری بجاتی ہوئی جنگل میں نکل جاتی —— جب کالی اور ڈراؤنی رات تمام عالم پر چھا جاتی —— خوفناک چیتے اور خونخوار ریچھوں کی بھیانک آوازوں سے تمام جنگل لرزنے لگتا۔ کبھی کبھی ہاتھی کی چنگھاڑ اور شیر کی دہاڑ سے زمین بھی ہل جاتی، اس خوفناک وقت میں وہ چٹان پر بیٹھکر نہایت اطمینان سے بانسری بجاتی رہتی اس ڈراؤنی رات میں وہ کسی چیز سے پریشان نہ ہوتی البتہ بانسری بجاتے بجاتے اس کے نرم و نازک رخساروں پر آنسوؤں کے چند قطرے ڈھلک جاتے، جب وہ تھک کر گھر کی طرف رخ کرتی تو چند قدم چلتی دفعتاً اسکو خیال آتا کہ آہ میری سیج پر ایک دوسری ہستی قبضہ کر چکی ہیں یہیں سو جاؤں۔ جنگل کی جھاڑیاں اسکو اپنی آغوش میں لے لیتیں اور وہ نکیلے پتھروں پر سر رکھکر لیٹ جاتی، لیکن اس تکلیف میں بھی اسکو خاص لطف آتا، کیونکہ یہ جوگ اس نے اپنے پیارے پتی کے لیے لیا تھا۔

آمنہ نازلی

ریاست کا دیوان

مسٹر مہتہ ان بدنصیبوں میں تھے جو اپنے آقا کو خوش نہیں رکھ سکتے۔ وہ دل سے اپنا کام کرتے تھے، بڑی یکسوئی اور ذمہ داری کے ساتھ، اور یہ بھول جاتے تھے کہ وہ کام کے نوکر تو ہیں ہی اپنے آقا کے نوکر بھی ہیں۔ جب ان کے دیگر بھائی دربار میں بیٹھے خوش گپیاں کرتے، وہ دفتر میں بیٹھے کاغذوں سے سر مارتے۔ اور اس کا نتیجہ تھا کہ جو آقاپرور تھے ان کی ترقیاں ہوتی تھیں انعام واکرام پاتے تھے، اور یہ حضرت جو فرض پرور تھے راندۂ درگاہ سمجھے جاتے تھے، اور کسی نہ کسی الزام میں نکال دیے جاتے تھے زندگی میں ایسے تلخ تجربے انھیں کئی بار ہوئے تھے۔ اس لئے جب اکی راجہ صاحب ستیانے انھیں اپنے یہاں ایک معزز عہدہ دیدیا تو انھوں نے عہد کر لیا کہ اب میں بھی آقا کا رخ دیکھ کر کام کروں گا اور انکی مزاج داری کو اپنا شعار بناؤنگا لگن کے ساتھ کام کرنے کا پھل پا چکا۔ اب ایسی غلطی نہ کرونگا۔ دو سال بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ راجہ صاحب نے انھیں اپنا دیوان بنالیا۔

ایک مختار ریاست کی دیوانی کا کیا کہنا۔ تنخواہ تو بہت کم تھی مگر اختیارات غیر محدود۔ راجہ صاحب اپنے سیر وشکار اور عیش ونشاط میں مصروف رہتے تھے۔ ساری ذمہ داری مسٹر مہتہ پر تھی ریاست کے حکام ان کے سامنے فرق نیاز خم کرتے۔ رؤسا نذرانے دیتے، تجار سجدے بجالاتے۔ یہانتک کہ رانیاں بھی انکی خوشامد کرتی تھیں۔ راجہ صاحب بدمزاج آدمی تھے اور بدزبان بھی۔ کبھی کبھی سخت سست کہہ بیٹھتے۔ مگر مسٹر مہتہ نے اپنا ڈھیرہ بنالیا تھا کہ صفائی یا عذر میں ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالتے۔ سب کچھ سر جھکا کر سن لیتے۔ راجہ صاحب کا غصہ فرد ہو جاتا۔

گرمیوں کے دن تھے۔ پولیٹکل ایجنٹ کا دورہ تھا۔ ریاست میں ان کے خیر مقدم کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ راجہ صاحب نے مسٹر مہتہ کو بلا کر کہا۔ میں چاہتا ہوں صاحب بہادر یہاں سے میرا کلمہ پڑھتے ہوئے جائیں۔

مہتہ نے سر جھکا کر کہا۔ "کوشش تو ایسی ہی کر رہا ہوں اندادتا۔"

"میں کوشش نہیں چاہتا۔ جس میں ناکامی کا پہلو بھی شامل ہے۔ تصفیہ چاہتا ہوں"

"ایسا ہی ہوگا۔"

"روپے کی پرواہ مت کیجئے۔"

"جو حکم"

"کسی کی فریاد یا شکایت پر کان نہ دیجئے۔"

"جو حکم"

"ریاست میں جو چیز ہے وہ ریاست کی ہے۔ آپ اسکا بے دریغ استعمال کر سکتے ہیں"

"جو حکم"

(۲)

ادھر تو پولیٹکل ایجنٹ کی آمد تھی۔ ادھر مسٹر مہتہ کا لڑکا جے کرشنا گرمیوں کی تعطیل میں گھر آیا۔ الہ آباد یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ ایکبار ۱۹۳۲ء میں کوئی تقریر کرنے کے جرم میں چھ مہینے جیل ہو آیا تھا۔ اور تب سے کسی قدر خودسر ہو گیا تھا مسٹر مہتہ کے تقرر کے بعد سے وہ ریاست میں پہلی بار آیا تھا تو راجہ صاحب نے بڑی بے تکلفی سے باتیں کی تھیں۔ اسے اپنے ساتھ شکار کھیلنے کے لیے لے گئے تھے اور روزانہ اس کے ساتھ ٹینس کھیلتے تھے۔ جے کرشن راجہ صاحب کے قوم پرورانہ خیالات سے بہت متاثر ہوا تھا۔

اُسے معلوم ہوا تھا راجہ صاحب سچے محب وطن ہی نہیں، انقلاب کے حامیوں میں ہیں۔ روس اور فرانس کے انقلاب پر دونوں میں خوب مباحثے ہوئے۔ لیکن ابکی یہاں اس نے کچھ اور ہی رنگ دیکھا علاقہ کے ہر ایک کاشتکار اور زمیندار سے اس تقریب کے لیئے جبراً چندہ وصول کیا جا رہا تھا۔ رقم کا تعین دیوان صاحب کرتے۔ وصول کرنا پولیس کا کام تھا۔ فریاد اور احتجاج کی مطلق شنوائی نہ ہوتی تھی۔ ہزاروں مزدور سرکاری عمارتوں کی صفائی اور سجاوٹ اور سڑکوں کی مرمت میں بیگار پھر رہے تھے۔ بنیوں سے رسد جمع کی جا رہی تھی۔ ساری ریاست میں واویلا مچا ہوا تھا۔ جے کرشن کو حیرت ہو رہی تھی یہ کیا ہو رہا ہے۔ راجہ صاحب کے مزاج میں اتنا تغیر کیسے ہو گیا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ راجہ صاحب کو ان زبردستیوں کی خبر نہ ہو۔ اور انہوں نے جن تیاریوں کا حکم دیا ہو اس کی تعمیل میں کارپردازوں کی جانب سے اس گرمی کا اظہار کیا جا رہا ہو۔ رات بھر تو اُس نے ضبط کیا۔ دوسرے دن صبح ہی اس نے دیوان صاحب سے پوچھا۔ آپنے راجہ صاحب کو ان زیادتیوں کی اطلاع نہیں دی؟

مسٹر مہتہ رعایا پرور آدمی تھے۔ انھیں خود ان بے عنوانیوں سے کوفت ہو رہی تھی۔ مگر حالات سے مجبور تھے۔ بیکسانہ انداز سے بولے۔ راجہ صاحب کا یہی حکم ہے تو کیا کیا جائے۔" "تو آپ کو ایسی حالت میں کنارہ کش ہو جانا چاہیئے تھا۔ آپ جانتے ہیں یہ جو کچھ ہو رہا ہے اسکی ذمہ داری آپ کے اوپر عاید ہو رہی ہے رعایا آپ ہی کو مجرم سمجھتی ہے۔"

"میں مجبور ہوں۔ میں نے اہلکاروں سے کنایۃً بار بار کہا ہے کہ ضرورت سے زیادہ سختی نہ کی جائے۔ لیکن ہر ایک موقعہ پر میں موجود تو نہیں رہ سکتا۔ اگر زیادہ مداخلت کروں تو شاید اہلکار میری شکایت راجہ صاحب سے کر دیں۔ اہلکار ایسے ہی موقعوں کے منتظر رہتے ہیں۔ انھیں تو عوام کے لوٹنے کا کوئی بہانہ چاہیئے۔ جتنا سرکاری خزانہ میں داخل کرتے ہیں اس سے زیادہ اپنے گھر میں رکھتے ہیں۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔

جے کرشن کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ بولا "تو آپ استعفےٰ کیوں نہیں دیدیتے؟"

مسٹر مہتہ ہمدردانہ لہجہ میں بولے۔ "بیشک میرے لیئے مناسب تو یہی تھا۔ لیکن زندگی میں اتنے دھکے کھا چکا ہوں کہ اب برداشت کی طاقت نہیں رہی۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ ملازمت کرکے میں اپنے ضمیر کو بے داغ نہیں رکھ سکتا۔ نیک و بد اور فرض اور ایمانداری کے جھمیلوں میں پڑ کر میں نے بہت سے تلخ تجربات حاصل کیئے۔ میں نے دیکھا کہ دنیا دنیا داروں کے لئے ہے جو موقع و محل دیکھکر کام کرتے ہیں۔ اُصول پرستوں کے لیئے دنیا مناسب جگہ نہیں ہے۔"

جے کرشن نے پوچھا۔ "میں راجہ صاحب کے پاس جاؤں؟"

مہتہ نے اس سوال کا جواب نہ دیکر پوچھا "کیا تمہارا خیال ہے کہ راجہ صاحب کو ان واقعات کا علم نہیں ہے؟"

"کم سے کم ان پر حقیقت تو روشن ہو جائے گی"

"مجھے خوف ہے تمہارے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکل آئے جو مہاراج کی ناراضگی کا باعث ہو، جے کرشن نے انہیں یقین دلایا۔ کہ اس کی جانب سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوگی۔ مگر اسے کیا خبر تھی کہ آج کے مہاراجہ صاحب وہ نہیں ہیں جو ایک سال قبل تھے۔ یا ممکن ہے پولیٹیکل ایجنٹ کے رخصت ہو جانے کے بعد ہو جائیں۔ ان کے لیئے آزادی اور انقلاب کی گفتگو بھی اس طرح تفریح کا باعث تھی جیسے قتل اور جال کی وارداتیں۔ یا بازار حسن کی دلآویز خبریں۔ اس لیئے جب اُس نے مہاراج کی خدمت اپنی اطلاع کرائی تو معلوم ہوا کہ انکی طبیعت اس وقت ناساز ہے۔ لیکن وہ لوٹ ہی رہا تھا کہ مہاراج کو خیال آیا شاید اس سے قلمی دنیا

ں تازہ ترین خبریں معلوم ہو جائیں۔ آپ نے بلایا اور مسکرا کر بولے۔ تم لوٹ آئے بھی۔ کہو تم نے ایم سی سی کا میچ دیکھا یا نہیں؟ یں تو ان پریشانیوں میں کچھ ایسا گرفتار ہوا کہ بل ہی نہ سکا۔ ب تو یہی دعا کر رہا ہوں کہ کسی طرح ایجنٹ صاحب خوش خوش رخصت ہو جائیں۔ میں نے جو تقریر تیار کروائی ہے وہ تم بھی دیکھ لو۔ میں نے ان قومی تحریکوں کی خوب خبر لی ہے۔ ور ہری جن تحریک پر بھی چھینٹے اڑا دیے ہیں۔

جے کرشن نے اعتراض کیا۔ "لیکن ہری جن تحریک سے سرکار کو ہی اتفاق ہے اسی لئے اُس نے مہاتما جی کو رہا کر دیا اور جیل میں بھی انھیں اس تحریک کے متعلق لکھنے پڑھنے کی کامل آزادی دے رکھی تھی۔"

راجہ صاحب نے عارفانہ تبسم کے ساتھ کہا۔ "تم ان رموز سے واقف نہیں ہو۔ یہ بھی سرکار کی ایک مصلحت ہے۔ دل میں گورمنٹ خوب سمجھتی ہے کہ بالآخر یہ تحریک بھی قوم میں ہیجان پیدا کرے گی اور ایسی تحریکوں سے اسے فطرتاً کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ سرکار اس کیفیت کو بڑے غور سے دیکھ رہی ہے۔ لائلٹی میں جتنی سرگرمی کا اظہار کرو، چاہے وہ حماقت کے درجہ تک ہی کیوں نہ پہونچ جائے، سرکار کبھی بُرا نہ مانے گی۔ اسی طرح جیسے شعرا کی مبالغہ آمیز مدح سرائیاں ہماری خوشی کا باعث ہوتی ہیں چاہے اُن میں تضحیک کا پہلو کیوں نہ ہو۔ ہم ایسے شاعر کو خوشامدی سمجھیں، احمق بھی سمجھ سکتے ہیں، مگر اُس سے ناراض نہیں ہو سکتے۔ وہ جتنا ہی مبالغہ کرے اتنا ہی ہمارے قریب آجاتا ہے۔"

راجہ صاحب نے اپنے خطبہ کی ایک خوبصورت کاپی میز کے درازے نکال کر جے کرشن کے ہاتھ میں رکھدی۔ مگر جے کرشن کے لئے اب اس تقریر میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اگر وہ موقعہ شناس ہوتا تو ظاہرداری کے لئے ہی اس تقریر کو بڑے غور سے دیکھتا۔ اس کی عبارت آرائیوں کی داد دیتا، اسکا موازنہ مہاراجہ صاحب بیکانیر یا پٹیالہ کی تقریروں سے کرتا۔ مگر ابھی وہ اس کوچے ناآشنا تھا۔ جس چیز کو بُرا سمجھتا تھا اُسے بُرا کہتا تھا۔ جس چیز کو اچھا اُسے اچھا۔ بُرے کو اچھا اور اچھے کو بُرا کہنا ابھی اُسے نہ آیا تھا۔ اس نے تقریر پر سرسری نظر ڈال کر میز پر رکھدیا اور اپنی آزادی کا بگل پھونکتا ہوا بولا۔ "میں ان عقیدوں کو کیا سمجھوں گا لیکن میرا خیال ہے کہ حکام پکے نبض شناس ہوتے ہیں اور تصنع سے مطلق متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے انسان انکی نظروں میں اور بھی گر جاتا ہے۔ اگر پولیٹیکل ایجنٹ کو معلوم ہو جائے کہ اس خیر مقدم کے لئے رعایا پر کتنے ستم کئے جا رہے ہیں تو شاید وہ یہاں سے خوش ہو کر نہ جائے گا۔ پھر ایجنٹ کی خوشنودی آپکے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ رعایا کو تو اس سے الٹا نقصان ہی ہوگا۔"

راجہ صاحب دیگر فرمانرواؤں کی طرح اپنے سے زیادہ طاقتوروں کے سامنے تو انکسار کے پتلے تھے۔ لیکن کمزوروں کی جانب سے نکتہ چینی کی انہیں مطلق برداشت نہ تھی۔ اُن کے غصے کی ابتدائی صورت برح ہوتی تھی، پھر استدلال کا درجہ آتا تھا جو فوراً تردید کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ اس کے بعد وہ زلزلے کی حرکتوں میں نمودار ہوتا رہتا تھا۔

سُرخ ترچھی آنکھوں سے بولے۔ "کیا نقصان ہوگا، ذرا سنوں۔"

جے کرشن سمجھ گیا کہ غصہ کی مشین گن گردش میں آگئی۔ سنبھل کر بولے۔ "اسے آپ مجھ سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔"

"نہیں میں اتنا ذود فہم نہیں ہوں۔"

"آپ بُرا مان جائیں گے۔"

"کیا تم سمجھتے ہو میں بارود کا ڈھیر ہوں۔"

"بہتر ہو آپ مجھ سے یہ سوال نہ کریں۔"

"تمھیں بتلانا پڑے گا۔"

اور اضطراری طور پر آنکی مٹھیاں بند ہو گئیں۔

"فوراً۔ اسی وقت"

جے کرشن پر رعب کیوں طاری ہونے لگا۔ بولا "آپ ابھی پولیٹیکل ایجنٹ سے ڈرتے ہیں۔ جب وہ آپ کا ممنون ہو جائے گا تب آپ مطلق العنان ہو جائیں گے۔ اور رعایا کی فریاد سُننے والا کوئی نہ رہے گا"

راجہ صاحب شعلہ بار آنکھوں سے تاکتے ہوئے بولے "میں ایجنٹ کا غلام نہیں ہوں کہ اس سے ڈروں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں اس سے ڈروں۔ بالکل کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں ایجنٹ کی محض اس لیئے خاطر کرتا ہوں کہ وہ شہنشاہ کا قایم مقام ہے۔ میرے اور شہنشاہ کے درمیان برادرانہ تعلقات ہیں میں محض آئین سلطنت کی پابندی کر رہا ہوں۔ میں ولایت جاؤں تو اسی طرح ہز میجسٹی بھی میری تو ضیع و تکریم کریں گے۔ میں ڈروں کیوں؟ میں اپنی ریاست کا خود مختار راجہ ہوں۔ جسے چاہوں پھانسی دے سکتا ہوں۔ میں کسی سے کیوں ڈرنے لگا۔ ڈرنا بزدلوں کا کام ہے۔ میں خدا سے بھی نہیں ڈرتا۔ ڈر کیا چیز ہے۔ یہ میں آج تک نہ جان سکا۔ میں تمہاری طرح غیر ذمہ دار کالج کا طالب علم نہیں ہوں کہ انقلاب اور آزادی کی صدا لگاتا پھروں۔ حالانکہ تم نے ابھی ان چیزوں کا محض نام سُنا ہے۔ اُس کے خونیں مناظر آنکھوں سے نہیں دیکھے۔ تم خوش ہوگے اگر میں ایجنٹ سے پنجہ آزمائی کروں۔ میں اتنا احمق نہیں ہوں۔ میں اندھا نہیں ہوں۔ رعایا کی حالت کا مجھے تم سے کہیں زیادہ علم ہے۔ میں شادی و غم میں انکا شریک اور ہمدرد رہا ہوں۔ اُن سے جو محبت مجھے ہو سکتی ہے وہ تمہیں کبھی نہیں ہو سکتی۔ تم میری رعایا کو انقلاب کے خواب دکھا کر گمراہ نہیں کر سکتے۔ تم میری ریاست میں فساد اور شورش کے بیج نہیں بو سکتے ہو تمہیں اپنی زبان پر خموشی کی مُہر لگانی ہوگی"

آفتاب مغرب میں ڈوب رہا تھا اور اُس کی کرنیں محراب کے رنگین شیشوں سے گذر کر راجہ کے چہرہ کو اور غضبناک بنا رہی تھیں۔ انکے بال بِکھرے ہوئے تھے، آنکھیں زرد تھیں چہرہ سرخ اور جسم سبز ہو گیا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی دوسری دنیا کا ہیبتناک مخلوق ہے۔ جے کرشن کی ساری انقلاب پسندی غائب ہو گئی۔ راجہ صاحب کو اتنے طیش میں اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اُسکا مردانہ وقار اُس للکار کا جواب دینے کے لئے بیتاب ہو رہا تھا۔ جیسے علم کا جواب علم ہے ویسے ہی غصہ کا جواب غصہ ہے جب وہ رعب اور خوف اور لحاظ و ادب کی بندشوں کو توڑ کر بدمست ہو کر باہر نکلتا ہے پھر چاہے اس بدمستی میں وہ سرنگوں ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اُس نے بھی راجہ صاحب کو بیدرد نظروں سے دیکھکر کہا "میں اپنی آنکھوں سے یہ ظلم و ستم دیکھکر خاموش نہیں رہ سکتا"

راجہ صاحب نے دانت پیسکر کہا "تمہیں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے"

"ہر ایک ذی ہوش انسان کو ظلم کے خلاف آواز اُٹھانے کا حق ہے۔ آپ مجھے اس سے محروم نہیں کر سکتے"

"میں سب کچھ کر سکتا ہوں"

"آپ کچھ نہیں کر سکتے"

"میں تمہیں ابھی جیل میں بند کر سکتا ہوں"

"آپ کو اس کا خمیازہ اُٹھانا پڑے گا۔ میں آپ کی رعایا نہیں ہوں"

اسی وقت مسٹر مہتہ نے ایک وحشت کے عالم میں کمرہ میں قدم رکھا اور جے کرشن کی طرف قہر کی آنکھوں سے دیکھکر بولے "کرشنا نکل جا یہاں سے۔ نا خلف۔ تجھے خبر ہے تو کس سے زباندرازی کر رہا ہے۔ ابھی میری نظروں سے دور ہو جا۔ احسان فراموش کہیں کا۔ جس تھال میں کھاتا ہے اسی میں

سرتاج کرتا ہے۔ دیوانہ! اگر اب زبان کھولی ہوگی تو میں تیرا خون پی جاؤنگا۔"

جے کرشن ایک لمحہ تک مہتہ کے غضبناک چہرے کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھتا رہا اور تب فاتحانہ غرور سے اکڑتا ہوا دیوانخانے کے باہر نکل گیا۔

راجہ صاحب نے کوچ پر لیٹ کر کہا "مفسد آدمی ہے۔ انتہا درجہ کا مفسد۔ میں نہیں چاہتا کہ ایسا خطرناک آدمی میری ریاست میں ایک لمحہ بھی رہے۔ تم اس سے جا کر کہدو اسی وقت یہاں سے چلا جائے ورنہ اُس کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ میں خود ہی اس کی گوشمالی کرنا جانتا ہوں۔ میں محض آپ کی مروت سے اتنا تحمل کر گیا۔ ورنہ اسی وقت اس کی فتنہ انگیزیوں کا خاتمہ کر سکتا تھا۔ آپ کو اسی وقت فیصلہ کرنا ہوگا۔ یہاں رہتا ہے یا نہیں۔ اگر رہنا منظور ہے تو طلوع سحر کے قبل اُسے میرے قلمرو سے باہر نکل جانا چاہئے۔ ورنہ آپ حراست میں ہونگے اور آپ کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیا جائے گا۔"

مسٹر مہتہ نے خطاوارانہ انداز سے کہا "آج ہی ارشاد کی تعمیل کر دونگا حضور۔"

راجہ صاحب نے آنکھیں نکالکر کہا "آج نہیں۔ اسی وقت۔"

مہتہ نے ذلت کو نگل کر جواب دیا "اسی وقت نکال دونگا۔ دین بندھو۔"

راجہ صاحب بولے "اچھی بات ہے تشریف لے جایئے اور آدھ گھنٹہ کے اندر آکر مجھے اطلاع دیجئے۔"

مسٹر مہتہ گھر چلے تو انہیں جے کرشن پر بے انتہا طیش آرہا تھا۔ احمق! چلا ہے یہاں آزادی کا راگ الاپنے۔ اب بچہ کو معلوم ہوگا یہ راجے کس آب و گل کے بنے ہوتے ہیں۔ میں اس کے پیچھے دُنیا میں رُسوا اور ذلیل نہیں ہو سکتا۔ وہ خود اپنے فعل کا خمیازہ اٹھائے۔ یہ بے عنوانیاں مجھے بھی بُری لگتی ہیں۔ جب کسی بات کا علاج میرے امکان میں نہیں تو اسی ایک معاملہ کے پیچھے کیوں اپنی زندگی خراب کروں۔

گھر میں قدم رکھتے ہی انہوں نے کرخت لہجہ میں پکارا "جے کرشن!"

جے کرشن ابھی تک گھر نہ آیا تھا۔ شیاما نے کہا "وہ تو تمہارے سے پہلے ہی راجہ صاحب سے ملنے گیا تھا۔ تب سے کب آیا۔ بیٹھا گپ شپ کر رہا ہوگا۔"

اسی وقت ایک سپاہی نے ایک رقعہ لاکر اُن کے ہاتھ پر رکھدیا۔ مہتہ نے پڑھا۔ "اس ذلت کے بعد میں اس ریاست میں ایک لمحہ رہنا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ میں جاتا ہوں۔ آپ کو اپنا عہدہ اور اعزاز اپنے ضمیر سے زیادہ عزیز ہے۔ آپ شوق سے رہیں۔ میں پھر اس ریاست میں قدم نہ رکھوں گا۔ اماں جی سے میرا پرنام کہئے گا۔"

مسٹر مہتہ نے پرزہ بیوی کے ہاتھ میں رکھدیا اور مایوسانہ انداز سے بولے "اس لونڈے کو نہ جانے کب عقل آئے گی۔ جاکر جہاں راجہ صاحب سے اُلجھ پڑا۔ وہ تو کہو میں پہونچ گیا۔ ورنہ راجہ صاحب اسی وقت اسے حراست میں لے لیتے۔ یہ مختار راجے ہیں انہیں کس کا خوف۔ انگریزی سرکار بھی تو انہیں کی سُنتی ہے۔ مگر بہت اچھا ہوا۔ بچہ کو سبق مل گیا۔ اب معلوم ہو گیا ہوگا۔ دُنیا میں کس طرح رہنا چاہئے۔ اور اپنے جذبات پر قابو نہ رکھنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ میں یہ تماشے بہت دیکھ چکا۔ اور ان خرافات کے پیچھے اپنی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا۔" اور اسی وقت وہ راجہ صاحب سے اس واقعہ کی اطلاع کرنے چلے۔

(۳)

ایک لمحہ میں ساری ریاست میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ جے کرشن اپنی غریب دوستی کے باعث عوام میں بہت مقبول تھا۔ لوگ بازاروں میں اور چورستوں پر کھڑے ہو کر اس واقعہ پر رائے زنی کرنے لگے۔ "اجی، وہ آدمی نہیں تھا بھائی میرے، کسی دیوتا کا اوتار سمجھ لو۔ بچارا راجہ صاحب سے جاکر بولا "آپ بیگار بند کیجئے

ورنہ شہر میں آفت آجائے گی۔ راجہ صاحب کی تو اس کے سامنے زبان بند ہوگئی صاحب بغلیں جھانکنے لگے۔ شہر سے شہر اور بیگار بند کر کے رہتا۔ راجہ صاحب کو بھاگنے کی راہ نہ ملتی۔ سٹ گھٹیانے لگے تھے۔ مگر اسی بیچ میں دیوان صاحب لے جاکر اُس کے دیس نکالے کا حکم دیدیا۔ یہ حکم سنکر اسکی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ لیکن باپ کی بے عزتی کیسے کرتا۔

"ایسے باپ کو تو گولی مار دینی چاہئے جی۔ یہ باپ ہے یا دشمن"

"وہ کچھ بھی ہے ہے تو باپ ہی"

جے کرشن کی ماں کا نام سجاتا تھا۔ بیٹے کی جلا وطنی اُس کے جگر میں برچھیاں چبھونے لگی۔ ابھی تو اُس سے جی کھول کر باتیں بھی کرنے پائی تھی۔ سوچا تھا اس سال اُسکا بیاہ رچائیں گے۔ چُھنی منی بہو گھر میں آئے گی۔ ادھر یہ بجلی گر پڑی۔ نہ جانے بچارہ کہاں گیا۔ رات کو کہاں رہے گا۔ اس کے پاس روپے بھی تو نہیں ہیں۔ غریب پاؤں پاؤں بھاگا چلا جاتا ہوگا۔ دل میں ایسا طوفان اُٹھا کہ گھر اور شہر چھوڑ چھاڑ کر ریاست سے نکل جائے اُنہیں اپنا عہدہ پیارا ہے۔ لے کر رہیں۔ وہ اپنے لختِ جگر کے ساتھ فاقے کرے گی۔ اُسے آنکھوں سے دیکھتی تو رہے گی۔ لیکن نہیں۔ وہ جاکر رانی صاحبہ سے فریاد کرے گی۔ اُنہیں بھی ایشور نے بچے دیئے ہیں۔ ان کا درد ماں ہی سمجھ سکتی ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی بار مہارانی کی قدم بوس ہو چکی تھی۔ فوراً سواری منگوائی اور مہارانی کے پاس جا پہونچی۔

مہارانی کے تیور آج بدلے ہوئے تھے۔ منہ پھلا ہوا تھا۔

راجہ صاحب کے اقلیمِ دل پر تو انکا راج نہ تھا۔ مگر وہ ولی عہد کی ماں تھیں۔ اور یہ غرور انہیں مہاراجہ صاحب سے بے نیاز رکھنے کے لئے کافی تھا۔ بولیں "بہن تمہارا لڑکا بڑا بدزبان ہے ذرا بھی ادب نہیں۔ کس سے کس طرح بات چیت کرنی چاہئے اسکا اُسے ذرا بھی سلیقہ نہیں۔ مہاراج نے پہلی بار ذرا اُسے منہ لگالیا تو اُن کی سر چڑھ گیا۔ کہنے لگا بیگار بند کر دیجئے اور ایجنٹ صاحب کے استقبال اور مہمانداری کی کوئی تیاری نہ کیجئے۔ اتنی سمجھ بھی اُسے نہیں ہے کہ اس طرح بیکڑی جتا کر ہم کے گھنٹہ گدی پر رہ سکتے ہیں۔ پھر یہ خیال بھی تو ہونا چاہئے کہ ایجنٹ کا رتبہ کیا ہے۔ ایجنٹ بادشاہ سلامت کا قائم مقام ہے اس کی خاطر و تواضع کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ بیگار آخر کس دن کام آئیں گے۔ اسی موقع کے لئے ریاست سے اُنکی جاگیریں مقرر ہیں۔ رعایا میں ایسی بغاوت پھیلانا کوئی بھلے آدمی کا کام ہے۔ جس تھال میں کھاؤ اُسی میں سوراخ کرو! مہاراجہ صاحب نے دیوان صاحب کا لحاظ کیا ورنہ اسی وقت اُسے حراست میں ڈال دیتے۔ وہ اب کوئی بچہ نہیں ہے۔ خاصا جوان ہے سب کچھ دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ سوچ حاکموں سے بیر کریں تو کے دن ہمارا نباہ ہو۔ اسکا کیا بگڑتا ہے۔ کہیں سو پچاس کی نوکری پا ہی جائے گا۔ یہاں تو ریاست تباہ ہو جائے گی"

سجاتا نے آنچل پھیلا کر کہا "مہارانی بجا فرماتی ہیں۔ مگر اب تو اُس کی خطا معاف کیجئے۔ بچارہ شرم اور خوف کے گھر نہیں گیا۔ نہ جانے کدھر نکل گیا۔ ہماری زندگی کا یہی ایک سہارا ہے۔ ہلاتی ہم دونوں رو رو کر مر جائیں گے۔ آنچل پھیلا کر آپ سے بھیک مانگتی ہوں۔ اُس کی خطا معاف کیجئے۔ ماں کے درد کو آپ سے زیادہ کون سمجھے گا۔ آپ ہی میرے رنج کا اندازہ کرسکتی ہیں۔ آپ مہاراج سے سفارش کردیں تو . . . "

مہارانی نے بات کاٹ کر کہا۔ "کیا کہتی ہو سجاتا دیوی۔ مہاراج سے اسکی سفارش کر دوں! آستین میں سانپ پالوں۔ تم کس منہ سے مجھ سے ایسی درخواست کرتی ہو۔ اور مہاراج مجھے کیا کہیں گے میں تو ایسے لڑکے کا منہ نہ دیکھتی۔ اور تم اپنے کپوت بیٹے کی سفارش لے کر آئی ہو"

"ایک بدنصیب ماں کیا مہارانی کے دربار سے مایوس ہو کر جائے گی!"

یہ کہتے کہتے سجاتا کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ مہارانی کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا۔ مگر وہ مہاراج کے مزاج سے واقف تھیں۔ اس وقت وہ کوئی سفارش نہ سنیں گے۔ اس لئے مہارانی کوئی وعدہ کرکے شرمندگی کی ذلت نہ اُٹھانا چاہتی تھیں۔

"میں کچھ نہیں کرسکتی سجاتا دیوی"

"سفارش کا ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکال سکتیں؟"

"میں مجبور ہوں"

سجاتا آنکھوں میں غصہ کے آنسو لاکر بولی۔ "تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں مظلوموں کے لئے فریاد کی کوئی جگہ نہیں ہے"۔

مہارانی کو رحم دیر میں آتا تھا غصہ ناک پر رہتا تھا۔ گرم ہوکر بولیں اگر تم نے سوچا تھا کہ میں تمہارا آنسو پونچھوں گی تو تم نے غلطی کی تھی۔ جو قاتل ہماری جان لینے پر آمادہ ہو۔ اس کی سفارش لے کر آنا اس کے سوا اور کیا کہتا ہے کہ تم اس جرم کو خفیف سمجھتی ہو۔ اگر تم نے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا ہوتا تو ہرگز میرے پاس نہ آتیں۔ جس نے ریاست کا نمک کھایا ہے وہ ریاست کے ایک بدخواہ سے ہمدردی کرے یہ خود بہت بڑا جرم ہے"۔

سجاتا بھی گرم ہوئی۔ جذبہ مادری مصلحت پر غالب آگئی۔ بولی "راجہ کا کام محض اپنے حکام کو خوش کرنا نہیں ہے۔ رعایا پروری کی ذمہ داری بھی اس کے سر ہے اور یہ اسکا مقدم فرض ہے"

اسی وقت مہاراج نے کمرہ میں قدم رکھا۔ رانی نے اُٹھکر انکی تعظیم کی اور سجاتا گھونگھٹ نکالکر سر جھکائے دم بخود کھڑی رہ گئی۔ کہیں مہاراجہ صاحب نے تو اس کی بات نہیں سُن لی؟

راجہ نے پوچھا۔ "یہ کون عورت تمہیں راجوں کے فرائض کی تعلیم دے رہی تھی؟"

رانی نے کہا۔ "یہ دیوان صاحب کی بیوی ہیں"

راجہ نے مضحکہ اُڑاتے ہوئے کہا۔ "جب ان ایسی زبان دراز ہے تو لڑکا کیوں نہ گستاخ اور باغی ہو۔ دیوی جی میں تم سے یہ تعلیم نہیں لینا چاہتا کہ راجہ کے اپنی رعایا کے ساتھ کیا فرائض ہیں۔ مجھے یہ تعلیم کئی پشتوں سے ملتی چلی آئی ہے۔ بہتر ہو کہ تم کسی سے یہ تعلیم حاصل کرلو کہ آقا کی جانب اس کے نمک خواروں کے کیا فرائض ہیں اور جو نمک حرام ہیں اُن کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیے"۔

راجہ صاحب طیش کے عالم میں باہر چلے گئے۔ مسٹر مہتہ جا ہی رہے تھے کہ راجہ صاحب نے تند لہجہ میں پکارا۔ "سنئے مسٹر مہتہ۔ آپ کے صاحبزادے تو رخصت ہو گئے لیکن مجھے ابھی معلوم ہوا کہ غداری کے میدان میں آپ کی دیوی جی اُن سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ وہ محض ریکارڈ ہے جس میں دیوی جی کی آواز بول رہی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ جو شخص ریاست کی ساری ذمہ داریوں کا مرکز ہے اس کے سایہ میں ریاست کے بدخواہوں کو پناہ ملے۔ آپ خود اس ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتے۔ یہ ہرگز میری بے انصافی نہ ہوگی اگر میں خیال کروں کہ آپ کی چشم پوشی نے ہی یہ حالات پیدا کئے ہیں۔ میں یہ خیال کرنے میں بھی حق بجانب ہوں کہ آپ نے اگر صریحاً نہیں تو کنایتہ ضرور ان خیالات کی تحریک کی ہے"۔

مسٹر مہتہ اپنی ذمہ داری اور آقا پروری پر یہ حملہ برداشت نہ کرسکے۔ فوراً مردانہ تردید کی۔

"یہ تو میں کس زبان سے کہوں کہ اس معاملہ میں حضور بے انصافی کررہے ہیں۔ لیکن میں بالکل بے قصور ہوں اور مجھے یہ دیکھکر ملال ہوتا ہے کہ میری وفاداری پر یوں شبہ کیا جائے۔

مہاراج نے تحکمانہ لہجہ میں کہا۔ اس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے دیوانصاحب!

"کیا ابھی ثبوت کی ضرورت باقی ہے؟ میرا خیال ہے میں ثبوت دے چکا"

"نہیں۔ نئے انکشافات کے لئے نئے ثبوت کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ اپنی دیوی جی کو ہمیشہ کے لئے ریاست سے رخصت کر دیں۔ میں اس میں کسی طرح کا عذر نہیں سننا چاہتا۔"

"لیکن مہاراج۔ . . . . . . "

"میں ایک حرف نہیں سننا چاہتا"

"میں کچھ عرض نہیں کر سکتا؟"

"ایک لفظ بھی نہیں"

مسٹر مہتہ یہاں سے چلے تو انہیں سجاتا پر بے حد غصہ آرہا تھا ان سب کے دماغ میں نہ جانے کیوں یہ خبط سا گیا ہے۔ سچے شخص تو بیٹا لڑکا ہے۔ ناآزمودہ کار ہے۔ اس بڑھیا کو کیا حماقت سوجھی نہ جانے رانی سے کیا کیا کہہ آئی۔ میرے ہی گھر میں کسی کو مجھ سے ہمدردی نہیں۔ سب اپنی اپنی دھن میں مست ہیں۔ کس مصیبت سے میں اپنی زندگی کے دن کاٹ رہا ہوں۔ یہ کوئی نہیں سوچتا، کتنی پریشانیوں اور ناکامیوں کے بعد ذرا اطمینان سے سانس لینے پایا تھا کہ ان سب نے یہ نئی مصیبت کھڑی کر دی حق اور انصاف کا ٹھیکہ کیا ہمیں نے لیا ہے۔ یہاں بھی وہی ہو رہا ہے جو ساری دنیا میں ہو رہا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں ہے دنیا میں غریب اور کمزور ہونا جرم ہے۔ اس کی سزا سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ باز کبوتر پر کبھی رحم نہیں کرتا۔ حق اور انصاف کی حمایت انسان کی شرافت کا ایک جزو ہے۔ بیشک۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن جس طرح اور سب لوگ صرف زبان سے اس کی حمایت کرتے ہیں۔ کیا اسی طرح ہم بھی نہیں کر سکتے۔ اور جن لوگوں کی حمایت کی جاتے، اُن کی نگاہ میں کچھ اس حمایت کی قدر بھی تو ہو۔ آج راجہ صاحب انہیں مظلوم مزدوروں سے ذرا ہنس کر باتیں کر لیں تو یہ لوگ اپنی ساری شکایتیں بھول جائیں گے اور ہماری ہی گردن کشی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ سجاتا کی تیوریں چڑھی ہوئی تھیں۔ ضرور اس نے مہارانی صاحب سے بد زبانی کی ہوگی۔ خوب اپنے دل کا غبار نکالا ہوگا۔ یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں کسی طرح عزت اور آبرو کے ساتھ بیٹھ جائے، اس کے سوا ہمیں اور کیا چاہئے۔ اگر تقدیر میں نیکنامی لکھی ہوتی تو اس طرح دوسروں کی غلامی کیوں کرتا۔ لیکن سوال یہ ہے، سجاتا کو بھیجوں کہاں؟ میکے میں کوئی نہیں ہے۔ میرے گھر میں کوئی نہیں۔ اونہہ!! اب میں اس کی کہاں تک فکر کروں۔ جہاں جی چاہے جائے۔

وہ اس غم و غصہ کی حالت میں گھر میں داخل ہوئے۔ سجاتا ابھی ابھی آئی تھی کہ مہتہ نے پہونچکر دلشکن انداز سے کہا "آخر تمہیں بھی وہی حماقت سوجھی جو اس لونڈے کو سوجھی تھی۔ میں کہتا ہوں آخر تم لوگوں کو کبھی عقل آئے گی یا نہیں۔ کیا ساری دُنیا کی اصلاح کا بیڑا ہمیں نے اٹھایا ہے؟ کون راجہ ہے جو اپنی رعایا پر ظلم نہ کرتا ہو؟ اُن کے حقوق نہ پامال کرتا ہو۔ راجہ ہی کیوں؟ ہم تم دوسروں کے حقوق پر دست درازی کر رہے ہیں۔ تمہیں کیا حق ہے کہ تم درجنوں خدمتگار رکھو اور انہیں ذرا ذرا سے قصور پر سزائیں دو۔ حق اور انصاف مہمل الفاظ ہیں جنکا مصرف اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ چند عقلمندوں کو شہادت کا درجہ ملے اور بہت سے احمقوں کو ذلت اور رسوائی کا۔ تم اپنے ساتھ مجھے ڈبائے دیتی ہو۔ حالانکہ میں تم سے بارہا کہہ چکا کہ میں اپنی زندگی میں مہاراجہ صاحب پر خاش نہ کرونگا حق کی حمایت کر کے دیکھ لیا۔ پشیمانی اور بربادی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ میں صاف کہتا ہوں کہ میں تمہاری حماقتوں کا خمیازہ اُٹھانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

سجاتا نے خود داری کی شان سے کہا "میں یہاں سے چلی جاؤں یہی تو تمہارا منشا ہے؟ میں بڑی خوشی سے جانے کو تیار ہوں میں ایسے ظالم کی عملداری میں پانی پینا بھی گناہ سمجھتی ہوں۔"

"تمہارے سوا مجھے اور کوئی صورت نہیں نظر آتی۔ میں پوشیدہ طور پر تمہارے اخراجات کے لیے روپیہ بھیجتا رہونگا۔"

"نہیں۔ مجھے تمہارے روپیوں کی مطلق ضرورت نہیں ہے تم اپنے روپے جمع کرتا اور بینک کا اکاؤنٹ دیکھ دیکھ کر خوش ہونا۔ کون جانے کہیں راز فاش ہوجائے تو آقار نامدار کا قہر تمہارے اوپر نازل ہوجائے۔ میرا لڑکا اور کچھ نہ کرسکے گا تو شام تک نمک روٹی لے ہی آئے گا۔ میں اسی میں خوش رہونگی۔ میں بھی دیکھوں گی کہ تمہاری آقا پروری کب تک نبھتی ہے، اور تم کہاں تک اپنے ضمیر کا خون کرتے ہو۔"

مہتہ نے ماتھ ملکر کہا۔ "تم کیا چاہتی ہو کہ پھر اسی طرح چاروں طرف ٹھوکریں کھاتا پھروں؟"

سجاتا نے طنز کے ساتھ کہا۔ "ہرگز نہیں۔ اب تک میرا خیال تھا کہ عہدے اور روپے سے عزیز تر بھی تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس کے لئے تم ٹھوکریں کھانا اچھا سمجھتے ہو۔ اب معلوم ہوا تمہیں عہدہ اور مروت اپنے ضمیر سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ پھر کیوں ٹھوکریں کھاؤ۔ کبھی کبھی اپنی خیریت کا خط بھیجتے رہنا۔ یا اس کے لئے بھی راجہ صاحب کی اجازت لینی پڑیگی؟"

مہتا نے آقا پروری کے جوش کے ساتھ کہا۔ "راجہ صاحب اتنے ظالم نہیں ہیں کہ میرے جائز حقوق میں دست اندازی کریں۔"

"اچھا راجہ صاحب میں اتنی انسانیت ہے! مجھے تو اعتبار نہیں آتا۔"

"تم نے کہاں جانے کا ارادہ کیا ہے؟"

"جہنم میں"

(۴)

جس وقت سجاتا گھر سے رخصت ہونے لگی تو میاں بیوی دونوں خوب روئے۔ اور ایک طرح سے سجاتا نے اپنی غلطی تسلیم کرلی۔ واقعی اس بیکاری کے زمانہ میں مہتہ کا یہی طرزعمل مناسب تھا۔ پانچ پانچ بچارے کہاں کہاں مارے پھرتے۔"

اس طرح شوہر سے علحدہ ہونے سے اسے روحانی صدمہ ہورہا تھا اور اگر مہتہ نے جھوٹوں اصرار کیا ہوتا تو وہ گھر سے باہر پاؤں نہ نکالتی۔ مگر ادھر راجہ صاحب پل پل پر دریافت کررہے تھے کہ دیوی جی گئیں یا نہیں اور اب قدم پیچھے ہٹانے کے لیے کوئی بہانہ نہ تھا۔

پولیٹیکل ایجنٹ صاحب تشریف لائے۔ خوب دعوتیں کھائیں، خوب شکار کھیلے، اور خوب سیریں کیں۔ مہاراجہ صاحب نے انکی تعریف کی۔ انہوں نے مہاراجہ صاحب کی تعریف کی۔ اور انکے انصاف اور رعایا پروری اور تنظیم کی خوب دل کھول کر داد دی۔ مسٹر مہتا کی کارگذاری نے بھی تحسین کا خراج وصول کیا۔ ایسا وفاشعار اور کارگذار افسر اس ریاست میں کبھی نہ آیا تھا۔ ایجنٹ صاحب نے ایک گھڑی انہیں انعام دی۔

اب راجہ صاحب کو کم سے کم تین سال کے لئے فراغت تھی۔ ایجنٹ ان سے خوش تھا۔ اب کس بات کا غم اور کس کا خوف! عیاشی کا دور دورہ چندا نہماک کے ساتھ شروع ہوا۔ شت نے حسینوں کی بہم رسانی کے لیے خفیہ خبر رسانی کا ایک محکمہ قایم ہوگیا اور اسے زنانہ تعلیم کا نام دیا گیا۔ نئی نئی چڑیاں آنے لگیں۔ کہیں تخویف کام کرتی تھی، کہیں تحریص، کہیں تالیف۔ لیکن ایک ایسا موقع بھی آیا جب اس تثلیث کی ساری انفرادی اور اجتماعی کوششیں ناکام ہوئیں اور خفیہ محکمہ نے فیصلہ کیا کہ اس نازنین کو اس کے گھر سے بہ جبر اٹھا لایا جائے۔ اور اس خدمت کے لیے مہتہ صاحب کا انتخاب ہوا جس سے زیادہ جاں نثار خادم ریاست میں دوسرا نہ تھا۔ ان کی جانب سے مہاراجہ صاحب کو کامل اطمینان تھا۔ کمتر درجہ کے اہلکار ممکن ہے رشوت لے کر شکار چھوڑ دیں،

یا انتشار راز کر بیٹھیں۔ یا امانت میں خیانت۔ مہتا کی جانب سے
کسی قسم کی بے عنوانی کا اندیشہ نہ تھا۔ رات کو نو بجے چوبدار
نے ان کو اطلاع دی۔ "اَنداتا نے یاد کیا ہے"۔

مہتہ صاحب جب ڈیوڑھی پر پہونچے تو راجہ صاحب
باغیچے میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ مہتا کو دیکھتے ہی بولے۔ آیئے
مسٹر مہتا۔ آپ سے ایک اہم معاملے میں مشورہ لینا ہے۔ کچھ لوگوں
کی رائے ہے کہ آپ کا ایک مجسمہ اسی باغ کے وسط میں نصب
کیا جائے جس سے آپ کی یادگار ہمیشہ قایم رہے۔ آپ کو تو
غالباً اس میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

مہتا نے بڑے انکسار کے ساتھ کہا۔ "یہ اَنداتا کی غلام نوازی
ہے میں تو ایک ذرہ ناچیز ہوں"۔

"میں نے لوگوں سے کہدیا ہے کہ اس کے لئے فنڈ جمع
کریں۔ ایجنٹ صاحب نے ایک جو خط لکھا ہے اس میں آپ کو خاص
طور سے سلام لکھا ہے۔"

"یہ اُنکی غریب پروری ہے۔ میں تو ادنےٰ خادم ہوں"۔

راجہ صاحب ایک لمحہ تک سگار پیتے رہے۔ تب اس
انداز سے بولے۔ گویا کوئی بھولی ہوئی بات یاد آگئی "ہے تحصیل
خاص میں ایک موضع چکن پور ہے۔ آپ وہاں کبھی گئے ہیں"۔

مہتا نے مستعدی سے جواب دیا۔ "ہاں اَنداتا۔ ایک بار
گیا ہوں۔ وہاں ایک متمول ساہوکار ہے، اُسی کے دیوانخانے
میں ٹھہرا تھا۔ معقول آدمی ہے"۔

"ہاں ظاہر میں بہت اچھا آدمی ہے۔ مگر دل کا نہایت
خبیث۔ آپ کو معلوم ہے ہماری رانی صاحب کی صحت روز
بروز خراب ہوتی جاتی ہے اور اب میرے لئے اس کے سوا
کوئی چارہ نہیں ہے کہ اپنی دوسری شادی کروں۔ راجاؤں کا
یہ عام وطیرہ ہے کہ کسی نہ کسی حیلہ سے روز نئی نئی شادیاں کرتے
رہتے ہیں میں نے اس ہوس پروری سے ہمیشہ احتراز کیا ہے۔
اور اب تک بڑی تندہی سے رانی صاحب کا علاج کرتا رہا۔ لیکن
اُن کی حالت روز بروز گرتی جاتی ہے۔ اور اب میں مجبور
ہو گیا ہوں۔ ایک لڑکی بھی تجویز کر لی ہے جو ہر اعتبار سے
رانی بننے کے قابل ہے۔ اسی ساہوکار کی لڑکی ہے۔ میں
ایکبار ادھر سے گذر رہا تھا تو میں نے اسے کھڑکی سے جھانکتے
دیکھا۔ مجھے معاً خیال آیا کہ اگر یہ حسینہ رنواس میں آجائے تو
میری عمر دراز ہو جائے۔ میں نے خاندان کے آدمیوں سے اس
بارے میں صلاح کی اور اس ساہوکار کے پاس پیغام بھیجدیا۔
مگر اسے مفسدوں نے کچھ ایسی پٹی پڑھائی ہے کہ وہ کسی
طرح راضی نہیں ہوتا۔ کہتا ہے کہ لڑکی کی شادی ہو چکی ہے۔
مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے یہ اس کی بہانہ بازی ہے۔ لیکن
بالفرض اس کی شادی ہو بھی چکی ہو تو راجہ کی حیثیت سے میرا
حق فائق ہے۔ اور پھر میں ہر قسم کا تاوان برداشت کرنے کو
تیار ہوں۔ لیکن وہ مفسد برابر انکار کئے جاتا ہے۔ مجھے اس
لڑکی کا ہر وقت خیال رہتا ہے مجھے ایسا اندیشہ ہو رہا ہے
کہ اگر نا کام رہا تو شاید جانبر نہ ہو سکوں۔ اندیشہ ہی نہیں۔ یہ
اس قسم کا ایک یقینی امر ہے۔ آپ کو بھی شاید اس قسم کا کبھی
تجربہ ہوا ہو۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ خواب و خور حرام ہے۔ ہمیشہ اسی
کی یاد میں محو رہتا ہوں۔ اور ایسی حالت میں مجھے آپ کے سوا
کوئی دوسرا ایسا آدمی نظر نہیں آتا جو اس مسئلے کو حل کر سکے۔
آپ جانتے ہیں محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ میں
چاہتا ہوں آپ تھوڑے سے معتبر آدمیوں کو لے کر جائیں اور
اس حسینہ کو راضی کر کے لائیں۔ خوشی سے آئے خوشی سے،
جبر سے آئے جبر سے۔ اس کی پرواہ نہیں۔ میں اپنی ریاست
کا مالک ہوں۔ اس میں جس چیز پر میری نظر ہو اُس پر کسی دوسرے

شخص کا کوئی قانونی یا اخلاقی حق نہیں ہو سکتا بس یہ سمجھ لیجئے کہ میری زندگی آپکے ہاتھ میں ہے۔ اور آپکی خوش تدبیری سے میری جان بچ گئی تو آپ ہمیشہ ریاست کے محسنوں میں شمار کیے جائیں گے۔ اور "

مسٹر مہتا کے مدت سے منجمد خون میں یکایک اُبال آیا۔ بولے "آپ کا منشا ہے میں اُسے کڈنیپ کر لاؤں؟

راجہ صاحب نے اُن کے تیور دیکھکر تبسم کے ساتھ کہا "ہرگز نہیں میں تو آپ کو اپنا معتمد سفیر بنا کر بھیجتا ہوں۔ حصول مقصد کے لئے آپ کو ہر ممکن تدبیر سے کام لینے کا اختیار ہے۔

مسٹر مہتا کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ مجھ سے یہ کمینہ فعل نہیں ہو سکتا۔

"کسی حسینہ سے شادی کی درخواست کمینہ فعل ہے!"

"جبری اغوا بیشک کمینہ فعل ہے"۔

"آپ اپنے ہوش میں ہیں؟"

"خوب اچھی طرح"

"میں آپ کو خاک میں ملا سکتا ہوں"۔

"اگر آپ مجھے خاک میں ملا سکتے ہیں تو میں بھی آپ کو خاک میں ملا سکتا ہوں"۔

"میری نیکیوں کا یہی صلہ ہے نمک حرام . . ."

"آپ اب احترام کی حد سے آگے بڑھے جاتے ہیں۔ راجہ صاحب میں نے اب تک اپنے ضمیر کا خون کیا ہے اور آپ کے ہر ایک جا اور بے جا حکم کی تعمیل کی ہے۔ لیکن ضمیر فروشی کی بھی حد ہوتی ہے جس کے آگے کوئی بھی ذی ہوش آدمی نہیں جا سکتا۔ آپ کا فعل ایک راجہ کے شایان شان نہیں۔ اور اس میں جو شخص اعانت کرے وہ گردن زدنی ہے۔ میں ایسے فعل پر لعنت بھیجتا ہوں"۔

یہ کہہ کر وہ گھر آئے اور راتوں رات سامان سفر درست کر کے ریاست سے نکل گئے۔ مگر اس سے قبل اس معاملہ کا کچا چٹھا ایجنٹ کے نام بھیجدیا۔

(خاص عصمت کے لئے) پریم چند

تیمارداری کے اصول

از محترمہ حمیدہ خانم ایم اے

دوا کتنی ہی زود اثر اور مفید کیوں نہ ہو لیکن اس سے کسی سمجھدار انسان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ تیمارداری کے اصول کا پوری طرح خیال رکھنا بھی مریض کے لیے نہایت ضروری ہے۔ افسوس ہے ہماری بہت سی بہنیں جانتی ہی نہیں کہ تیمارداری کس طرح کرنی چاہئے۔ اس لئے میں اس موضوع پر انگریزی کی چند بہترین کتابوں کے چند ضروری حصوں کا ترجمہ عصمتی بہنوں کے لئے کرتی ہوں۔

پروفیسر سٹرال اپنی کتاب "رات کی نگرانی" میں لکھتا ہے کہ رات کو بیمار کی نگرانی عام طور پر نہایت غلط طریقہ سے کی جاتی ہے۔ مریض خواہ بخار زدہ ہے یا کسی اور سخت تکلیف نے پریشان کر رکھا ہے اسکو پورے آرام کی ضرورت ہے۔ کمرہ میں اگر چراغ جل رہا ہے اور تیماردار بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں یا کتاب پڑھ رہے ہیں تو اسے آرام ملنا ناممکن ہے۔ ضرورت یہ ہے کہ کمرہ میں اندھیرا ہو اور تیماردار خاموش بیٹھا یا لیٹا ہوا ہو بلکہ اگر ممکن ہو تو قریب کے کمرہ میں ہو۔ تاکہ بیمار کی ضرورت کے وقت فوراً آسکے۔ روشنی اس وقت کرے جب ضرورت ہو۔ اگر مریض بے خبر سو رہا ہے تو تیماردار کو ہرگز اسے جگانا نہیں چاہئے اگر مریض کو سانس لینے میں کچھ تکلیف محسوس ہوتی ہے تو وہ خود

بخود جاگ اُٹھے گا۔

(۲) معمول کے علاوہ کسی اور وقت دوا کا دینا بھی خلاف اصول ہے۔ بیمار کو گھڑی گھڑی پریشان نہ کرنا چاہئے ورنہ وہ پوری نیند نہ لے سکیگا۔ یاد رکھئے مریض کے واسطے شفا پانے کے لئے نیند قدرت کا بہترین طریقہ ہے

(۳) مریض کے کمرہ کا ٹمپریچر ۶۰ سے ۶۶ فارن ہیٹ ہونا چاہئے۔

(۴) دن کی روشنی افراط سے اور سورج کی روشنی جس قدر مریض برداشت کر سکے۔ اس کے کمرہ میں آنی چاہئے۔

(۵) بچھونا نہایت صاف ستھرا ہو۔ اوڑھنے کا کپڑا ہلکا پھلکا ہو تکیہ گھوڑے کے بالوں یا مرغی کے پروں کا ہو تو اچھا ہے۔

۶۔ جسم کے کپڑے بدلتے رہیں اور بعض مرتبہ پہننے سے پہلے ذرا گرم کر لینے چاہئیں۔

۷ ہر شئے جس سے بدبو آتی ہو ہٹا دینی چاہئے مثلاً غلیظ کپڑے۔ کوڑ وغیرہ۔

تیمار داری کے اصول جاننے کے لئے فلارنس نائٹ انگیل کے مشورے اور ہدایتیں "گھر پر بیمار کی تیمارداری" یا "ہسپتال میں" کا مطالعہ نہایت ضروری ہے پروفیسر ملبروٹ نائٹ انگیل اف ویانہ کی کتاب سے ترجمہ کر کے مس فلارنس کی قیمتی ہدایتیں پیش کرتی ہوں۔

تیمار داری کے اصول کچھ حد تک کتاب سے سیکھ سکتے ہیں پر ہر کام کو سوچنے کے لئے کتاب سے فایدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اب تھوڑے آدمی اور بہت کم عورتیں سمجھ سکتی ہیں کہ مریض کی تیمار داری کے لئے کیسی فہمیدگی کی ضرورت ہے

تیمار داری کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ مریض سو رہا اور میٹھی نیند لے رہا ہے تو اسے ہرگز نہ جگاؤ۔ اگر وہ اپنی پہلی نیند سے جگا دیا گیا ہو تو وہ غالباً اس کے بعد جلدی نہ سوئیگا۔ لیکن جب خودبخود اس کی آنکھ کھل گئی ہے تو وہ تھوڑی دیر بعد پھر آسانی سے سو جاتا ہے

تندرست آدمی جو دن کو سوتا ہے رات کو پوری نیند نہیں لے سکتا۔ پر مریض کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ جتنا زیادہ تم ان کو سونے دوگے۔ اتنا ہی زیادہ سوئیگا۔

بیمار کے کمرہ میں کبھی آہستہ لہجہ میں بھی بات نہ کرنی چاہئے مریض کو بہت ناگوار لگتا ہے کہ کوئی اُس کے کمرہ میں پنجوں پر چلے یا اپنی آواز بدل کر بات کرے۔

بعض تیمار دار دروازہ کھولتے یا بند کرتے وقت شور کرتے ہیں یا بلا وجہ بار بار دروازہ کھولتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی وقت میں ضرورت کی سب چیزیں نہیں لاتیں۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایک مریض کے چہرہ پر دہشت نمودار ہوتی تھی۔ کیونکہ نرس ہر دفعہ کمرہ میں آتے وقت انگیٹھی سے ٹکراتی تھی۔

لایق تیمار دار خیال رکھے کہ مریض کے کمرہ کے دروازہ کی آواز ہو نہ کھڑکی کی۔ اور نہ پردہ یا چلمن کے ہوا سے اُڑنے کی۔ سمجھدار تیمار دار ان سب باتوں کا خیال مریض کو رات کے وقت اکیلا چھوڑنے سے پیشتر کرے گی۔

جب کبھی ضرورت ہو تو مریض کے روبرو بیٹھے تاکہ مریض کو اپنا سر اطراف کی طرف پھیرنے کی ضرورت نہ ہو۔

جہاں تک ممکن ہو کھڑی ہو کر بات نہ کرو۔ کیونکہ مریض کو
اس حالت میں آنکھ اوپر اٹھانے کی ضرورت پڑتی
ہے۔ جہاں تک ممکن ہو خاموشی سے بیٹھنے کی کوشش
کرو۔ اور جہاں تک ممکن ہو اپنے جسم کو ادھر اُدھر حرکت
نہ دو۔ مریض جب چہل قدمی میں مصروف ہو تو اُسکو
بات کرنے کے لئے نہ ٹھہراؤ۔ اور نہ اُس کے پیچھے بھاگو۔

مریض کے پلنگ پر نہ بیٹھو نہ پلنگ سے لگ کر کھڑی
ہو۔ خیال رکھو کہ مریض کا پلنگ نہ ہلے۔ اور کوئی ایسی حرکت
نہ ہو جس سے اس کے قلب پر اثر پڑے۔ تیماردار کو ہر کام
اور ہر بات میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ مریض پر اس کا
ناگوار اثر نہ پڑے۔ تیماردار کی طرف سے کسی کام یا کسی
بات کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہ ہونا چاہئے۔

جن عورتوں کو بولنے کا بہت شوق ہوتا ہے بات
بات پر بحث کرتے ہیں وہ لائق تیماردار نہیں بن سکتیں
تیماردار کو کسی معاملہ میں پس و پیش نہ کرنا چاہیئے مریض
کے دماغ پر اسکا بہت اثر پڑتا ہے جب وہ دیکھتے
ہیں کہ تیماردار غیر مستقل مزاج ہیں تو وہ خود کوئی بات
مقرر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیر تک مریض کو کوئی
چیز لانے کے لئے نہ ٹھہراؤ۔ خیال رکھنا چاہیے کہ ہر کام
ذرا چستی سے کیا جائے۔ لیکن تیزی اور بھاگ دوڑ
سے بچنا چاہیے۔ بیمار اگر خود پڑھنے کے قابل نہیں تو
اکثر وہ سننا نہیں چاہتا لیکن جب تم کسی بیمار کو
پڑھکر سناتی ہو تو آہستہ آہستہ پڑھو۔ جلد کتاب ختم کرنے
کی ہرگز کوشش نہ کرو

صرف تجربہ کار تیماردار یا وہ شخص جو خود اس مرض
میں گرفتار رہ چکا ہے۔ صحیح اندازہ کر سکتا ہے کہ بیماری
میں [illegible] چیزوں پڑا۔ ہتا ہے کہتے ہیں۔ میں کبھی نہیں بھول
سکتی کہ ایک مریض کو گلاب کا گلدستہ دیکھکر کس قدر
خوشی حاصل ہوئی۔ اور مجھکو اچھی طرح یاد ہے کہ خود میں نے
پھولوں کا گلدستہ حاصل کرنے پر خوشی کے مارے بیماری
سے بہت جلد شفا حاصل کر لی۔

مریض اکثر افسردہ خیالات میں ڈوبے رہتے ہیں
ان کو خوش و خرم رکھنے کی کتنی ہی کوشش کی جائے پھر
بھی ان کے دل سے مایوسی دور نہیں ہوتی۔ جس طرح ایک
مریض اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ نہیں ہلا سکتا اسی طرح اس کے
پژمردہ خیالات بھی ہیں کہ جب تک بیرونی ذرائع سے
اُن خیالات کو ہٹانے کی کوشش نہ کی جائے اسی طرح
رہتے ہیں۔

مریض کو صرف احتیاجی خوراک دے دینا کافی نہیں
ہے۔ اسکا دل خوش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ پھولوں
کے ذریعہ سے یا کسی اور خوبصورت چیز سے روشنی
اس سلسلہ میں بہت مدد دیتی ہے۔ کم از کم سورج
طلوع ہوتے کا وہ آرزومند رہتا ہے۔

تندرست آدمی ہر وقت کسی نہ کسی کام میں لگا رہتا
ہے۔ سوائے اُن عیش طلب خواتین کے جن کی رگیں
مریض کی طرح سست ہو جاتی ہیں۔ جس طرح ہم کو
کاموں میں دلچسپی اور خوشی معلوم ہوتی ہے اسی طرح
مریض بغیر کام کے افسردہ ہو جاتا ہے۔ تھوڑا سا ہاتھ کا
کام۔ لکھنا یا ڈرائنگ بیمار کے لئے بہت مفید ہے
اگر انکا دل بھی چاہے پڑھنا بہت مفید نہیں ہے گو کہ

اکثر بیمار صرف پڑھنے سے ہی اپنا وقت گزار سکتا ہے۔ خیال رکھو کہ مریض کو وقت گزارنے میں کچھ نہ کچھ تفریح ضرور ہو۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ مریض جس طرح بغیر کسی تفریح کے اُکتا جاتا ہے اُسی طرح ایک ہی کام سے بھی اس کی طبیعت بہت گھبراتی ہے پُوری توجہ اور دھیان کرنا دماغ سے کام لینا اور استقلال یہ باتیں ایک عمدہ نرس کے لیے نہایت ہی ضروری ہیں جن کے ذریعہ سے زیادہ مریض کی جانیں بچ سکتی ہیں۔ مریض کو نیند نہ آنے کا نتیجہ وہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ بغیر خوراک کے بھوکا مارنا مریض کے پلنگ کے پاس یہ سمجھ کر کہ بعد میں کھائے گا وہ کھانا جس کی طرف اس کی طبیعت رغبت نہیں کرتی اگر رکھ دیا جائے تو مریض کی بھوک مر جاتی ہے۔ کھانا مریض کے سامنے وقت پر رکھنا چاہئے۔ اور چاہے وہ کھائے یا نہ کھائے کچھ دیر کے بعد واپس لے جانا چاہئے۔ رکابی میں کبھی کچھ نہ گراؤ اور ہمیشہ صاف رکھنے کی کوشش کرو۔ مریض کے لئے بہت تکلیف دہ ہے اگر پیالی منہ میں لگاتے وقت اُسکو ہر دفعہ رکابی اُٹھانی پڑے تاکہ کپڑے خراب نہ ہوں۔

ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ مریض کی شفا دوا سے زیادہ بہترین تیمارداری پر منحصر ہے۔

صبح خیزی

صبح خیزی ہے نشاط راز کی بین دلیل
آزما دیکھو، نہیں کچھ احتیاج قال و قیل

صبح خیزی پر چمن کی زینتوں کا ہے مدار
نغمے ہیں منقار بلبل میں، رخ گل پر نکھار

صبح خیزی سے ملی ہے مہر کو تابندگی
سبزۂ گیتی نے پائی ہے اسی سے زندگی

صبح خیزی سے ہوا ہے برگ و بر کا رنگ تیز
اور ہوئی باد بیاباں بھی نسیم عطر بیز

صبح خیزی ہے حصول کامرانی کا نشاں
شادمانی کی علامت، زندگانی کا نشاں

صبح خیزی جن کی عادت ہے ہمیشہ شاد ہیں
بخت ہیں اُنکے کشادہ، اُنکے گھر آباد ہیں

صبح خیزی کے اثر سے روح نے پائی جِلا
اور اسی سے ہے قوائے جسم کی نشو و نما

صبح خیزی دادِ حق ہے خوش نصیبوں کے لئے
ہر مرض کا یہ مداوا ہے غریبوں کے لئے

صبح خیزی نے جسے بخشی حیاتِ تازہ ہے
کچھ اُسی کو اس کے احسانات کا اندازہ ہے

اس میں پوشیدہ دوامِ زندگی کا راز ہے
صبح خیزی الغرض اعجاز ہے اعجاز ہے

ابو المظہر ادیب

تنہائی اور بیکاری

یہ دونوں دُنیا میں عجیب غریب چیزیں ہیں اکثر اوقات آدمی ان کی تمنا کرتا ہے لیکن اگر میسّر آجائیں اور چند روز قایم رہیں تو انسان کو اگر پورا نہیں تو آدھا پاگل ضرور بنا دینگی۔ اگر صرف تنہائی ہو اور بیکاری نہ ہو تو بھی وقت اچھا خاصہ گزر جاتا ہے بلکہ کام تنہائی ہی میں خوب ہوتا ہے۔ مگر بیکار آدمی کا وقت پہاڑ ہوجاتا ہے جو کسی طرح کاٹے نہیں کٹتا۔ ہاں اگر باتیں کرنے کو کوئی مل جائے تو طبیعت بہل جاتی ہے لیکن جہاں اکیلا ہوا وحشت شروع ہوئی۔ کچھ دیر وہ خیالی پلاؤ پکائے گا ہوائی قلعہ بنائیگا لیکن پھر آخر گھبرا کر طبیعت کسی نہ کسی شغل کو ڈھونڈے گی نیند ایسے وقت میں رحمت الٰہی ہے لیکن آخر وہ بھی کہاں تک ساتھ دے گی بیکار آدمی جو ہر وقت لیٹا بیٹھا رہے اس کی نیند خود بخود اُڑ جاتی ہے اور رات کو بھی مشکل سے آتی ہے ایسے وقتوں میں کوئی کیسا ہی چپ چاپ طبیعت کا آدمی کیوں نہ ہو اسے اُلجھن ہونے لگتی ہے خواہ مخواہ غصہ آتا ہے اپنے آپ سے طبیعت بیزار ہونے لگتی ہے اور آخر یہی کیفیت بڑھکر اختلاج قلب کا مرض بن جاتی ہے مجھے ان جاڑوں میں اسکا تجربہ ہوا۔ بیماری سے اُٹھکر سخت کمزور ہو رہی تھی دماغ کو خصوصیت سے آرام کی ضرورت تھی اس لئے پڑھنے لکھنے سے معذور تھی بچوں کا میری بیماری کے زمانے میں بہت حرج ہو چکا تھا اس لئے وہ سب اپنا ایک ایک لمحہ پڑھنے میں لگائے ہوئے تھے غرض میرے لئے سوائے چپ چاپ پڑے رہنے یا کسی وقت اُٹھکر تھوڑا بہت ٹہلنے کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ اگر کچھ جسمانی کام کرنا چاہتی تو کمزوری اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ چھالیہ کترنا یا پاندان کی صفائی کرنا جو عام طور پر ہلکے پھلکے اور بیگماتی کام سمجھے جاتے ہیں میرے یہاں ہیں نہیں۔ سینا پرونا نظر کا کام تھا۔ ترکاری بنانے سے ہاتھ ٹھنڈے ہوتے تھے۔ غرض ایک عجیب آفت میں گرفتار تھی اور گویا یہ میری سزا تھی کہ بس پلنگ پر بیٹھی ہوئی ایک ایک کا منہ دیکھا کروں۔ لاکھ چاہتی تھی کہ چپ چاپ لیٹ کر اپنے اگلے پچھلے حالات یاد کروں جس فرصت کو کبھی دل ڈھونڈھتا تھا وہ اب حاصل ہے لیکن ایک مہینے سے زیادہ اس دھندے میں گذر چکا تھا اور اب اس میں بالکل دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ ایسی حالت میں مجھے معلوم ہوا کہ عیادت درحقیقت ایک طرح کی عبادت ہے۔ جو کوئی میرے پاس آجاتا تھا مجھے غنیمت معلوم ہوتا تھا۔ اور اصرار کرکے گھنٹوں بٹھائی تھی کبھی بچوں سے کہتی تھی کہ تم لوگ زور سے پڑھو اسی سے ذرا میرا دل بہلے۔ مگر اس میں ان کا حرج ہوتا تھا۔ کبھی مجبوراً کوئی کتاب خود لے لیتی تھی اور خیال کرتی تھی کہ ذرا دیکھ کر رکھ دونگی مگر پھر وہ کہاں ہاتھ سے چھٹتی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ کئی گھنٹے بعد جب ختم ہوتی یا میں ہی خود تھک کر اسے چھوڑتی تو پھر اس بدپرہیزی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا کہ آنکھوں کے نیچے اندھیرا آجاتا اور چکر آنے لگتے بعض وقت تو میں گھبرا کر یہ کہتی تھی کہ یا اللہ میں کیا کروں اس سے تو میں بیماری کے زمانے میں اچھی تھی کہ دُکھ کی تکلیف میں ہائے ہائے کرنا ہی ایک مشغلہ تھا اب کیا کروں۔ کچھ نہیں کر سکتی تو اب کیا اپنا سر دیواروں سے پھوڑوں کیا کروں اس طرح سے تو میں زندہ نہیں رہ سکتی پھر

تھی اس ناشکری پر توبہ کرتی تھی۔ غرض اس کی صداقت مجھپر اچھی طرح ظاہر ہوگئی کہ ؎

خبر بھی ہے آدم سے جنت چھٹی کیوں ۔ خلافِ جبلّت تھا بیکار رہنا
اگر آدمی کو نہو مشغلہ کچھ ۔ بہشت بریں میں ہو دشوار رہنا

آخر جب ذرا ہاتھ پاؤں میں سکت آگئی تو میں نے خود ہمسائے میں آنا جانا شروع کر دیا اور اس سے میری طبیعت اچھی خاصی بہل گئی۔ اسوقت مجھے محسوس ہوا کہ اب مجھ میں توانائی بھی جلد جلد آرہی ہے۔ اور چند ہی روز میں ٹھیک ہوگئی۔ غرض بیکاری اور تنہائی میں انسان کسی طرح زندگی بسر نہیں کر سکتا اور اسے چار و ناچار کوئی نہ کوئی مشغلہ اختیار کرنا ہی پڑتا ہے۔ پڑھے لکھے اور کام جاننے والے لوگوں کو سوائے اس قسم کی مجبوری کے جیسی میری حالت تھی اور کوئی بات ایسی پریشانی میں نہیں ڈال سکتی مگر جو لوگ نہ تو پڑھے ہوئے ہوں نہ کوئی ایسا کام جانتے ہوں جس میں دل لگے ان بچاروں کے لیے تنہائی سے بڑی کوئی مصیبت نہیں وہ صرف دوسروں سے باتیں کر کے اپنا دل بہلا سکتے ہیں جب انھیں اسکا موقع نہ ملے تو آخر کیا کریں۔ مجبوراً وہ اپنا دل بہلانیکے لیئے یا تو ادھر اُدھر پھرنا شروع کرتے ہیں یا پھر سینما کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جب تک اسے دیکھتے ہیں اسکے دیکھنے میں دل بہلا رہتا ہے۔ اور پھر جب واپس آتے ہیں تو اسکا تصور کر کے اس سے لطف اُٹھاتے رہتے ہیں اس طرح یہ شوق بھی بڑھتا جاتا ہے اور ایک بُری لت پڑ جاتی ہے جس سے نہ دین کا فایدہ نہ دنیا کا بلکہ بدنامی ہوتی ہے اور روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ اسلئے یہ بہت ضروری ہے کہ بچوں کو کچھ نہ کچھ ایسے ہنر سکھائے جائیں جن میں انھیں دلچسپی بھی ہو اور کوئی نہ کوئی فایدہ بھی حاصل ہو مثلاً کاڑھنا۔ بُننا۔ سینا۔ چھاپنا۔ خوشنویسی۔ نقشہ کشی وغیرہ۔ جو لوگ ایسے کاموں میں مصروف رہتے ہیں انھیں وقت کا ایسا خیال ہوتا ہے کہ اکثر باتیں کرتے وقت بھی کام انکے ہاتھوں میں رہتا ہے اور وہ یہ سنکر تعجب کرتے ہیں کہ وقت کا کاٹنا مشکل ہے کیونکہ انھیں ہمیشہ کام زیادہ اور وقت تھوڑا نظر آتا ہے۔

بڑوں سے زیادہ بچوں کے لیے شغل کی ضرورت ہے آج کل بیٹھے بیٹھے کھیلنے کے ہزاروں کھیل ایجاد ہوگئے ہیں اور بچے اپنا سارا فرصت کا وقت کیرم بورڈ۔ شطرنج۔ کروکونل لوڈو وغیرہ کھیلنے میں گزار دیتے ہیں مگر یہ کچھ اچھی بات نہیں۔ آخر اسکی کیا ضرورت ہو کہ پڑھنے اور کھیلنے کے سوا وہ اور کوئی کام نہ کریں۔ فرصت کے وقت میں انھیں کچھ گھر کے کاموں میں بھی دلچسپی لینی چاہئے اور پھر اسی قسم کی کارآمد تفریح کریں میں نے ایک گھر میں دیکھا ہے کہ وہاں کے لڑکے لڑکیوں سب کو کاڑھنے سے دلچسپی ہے نفیس سے نفیس عربی فارسی کے قطعے خوش خط لکھکر کاڑھتے ہیں پھول اور سبزیاں ایسی اعلیٰ درجے کی بناتے ہیں کہ ذرا فاصلے سے ان پر فوٹو کا دھوکہ ہوتا ہے ایک شکار گاہ کے نظارہ میں تو کمال کیا کہ دیکھکر ایک محویت طاری ہوتی ہے جنگل اور ہری ہری گھاس میں ایک شکاری بیٹھا ہوا ہے ٹوپی اور بندوق پاس پڑی ہوئی ہے دوسرا بندوق لئے کھڑا ہے اور ایک طرف اشارہ کر کے کوئی جانور دکھا رہا ہے۔ پھولوں اور ترکاریوں کے بونے کا شوق بھی اچھی چیز ہے اسمیں ورزش بھی ہے اور فائدہ بھی۔ پھر اگر خدا توفیق دے تو میکینو (لیسے اوزاروں اور پرزوں کا بکس جس سے بندوق۔ بائیسکل موٹر ہوائی جہاز وغیرہ بنالیتے ہیں) اور بک آف نالج انھیں منگوا کر دیں جس سے انھیں ہر طرح نفع ہی نفع ہے۔ غرض آجکل دنیا نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ کارآمد شغلوں کی کوئی کمی نہیں ہی بلکہ اتنی افراط ہے کہ انمیں سے اپنے حسب مرضی چھانٹنا مشکل ہے۔ پھر یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ فضولیات میں اپنے

حیات انسانی کا مقصد عالمگیر اخوت و سکون کی تخلیق ہے۔ قسمت آزما کے لیے قسمت ساز وقت بھی آجاتا ہے۔ سلطنت کسی کی ملکیت ہے نہ مذہب کسی کی وراثت۔ سچے و دائمی سلطنت تو اس معبود حقیقی کی ہے۔

یہ جو تمام پیداوار ہے انسان کے لیئے عام تحایف ہیں۔ حاصل کرنے کے لیئے شجاعت، عدل اور انصاف کے ساتھ فقط ہمت و کوشش کی ضرورت ہے۔

تخت و تاج عارضی چیزیں ہیں۔ سامانِ تسکین بیوقوف لوگوں کے لیے۔ یہ آرے چالاک انسانوں نے خود ہی اپنے لیئے ایجاد کیئے ہیں۔ دنیا تخت و تاج کے بغیر بھی زندہ و مسرور رہ سکتی ہے۔ شاہی خوشنما کنگن یا گدائی کی کٹھن زنجیریں انسان اپنے ہاتھوں میں پہن لیتا ہے۔ قدرت نے تو سب مخلوق کو آزاد رہنے کیلیئے آزاد پیدا کیا ہے، مگر افسوس، انسان کس قدر پابند ہے اور کس قدر گرفتار۔

سچی تسکین و مسرت کے متلاشیوں کے لیے قدرت ہر وقت اپنے پوشیدہ خزانے دینے کے لئے تیار رہتی ہے ان قدرتی خزانوں سے ہر انسان ملکہ اور بادشاہ بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ قسمت کی باگ مضبوط پکڑ لی جائے۔ کیونکہ تقدیر تو قدرت کے ہاتھ ہے۔ بعقلی و بدقسمتی ناکارہ لوگوں کا حصہ ہے۔ ہمت و کوشش سے اپنے لیئے جنت تعمیر ہو سکتی ہے۔

"عمل سے زندگی بنتی ہے۔ جنت بھی جہنم بھی" صداقت، محبت، معصومیت، سادگی اور پاکیزگی کے ساتھ زندہ راہِ عمل رہنا۔ قابل ستائش وہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگی بدترین آلائشوں سے آلودہ ہونے سے پہلے بچالی ہو۔

کیا یہ کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں۔ اُسی کا ثمرہ ہمیں مل جاتا ہے۔ ہمارے حال کی خوشگواری اچھے استعمال پر موقوف ہے۔ خدا کی بخشی ہوئی جبلت کی پیروی کرنے سے ہی کامرانی حاصل ہو سکتی ہے۔ حریتِ عمل اور آزادی ضمیر کا سبق روحوں میں ارتعاش پیدا کر دیتا ہے۔ انسان اپنی بصیرت کی روشنی میں دنیا کے ہر ذرے کو اُچھلتے اور اُبھرنے کے لیے بیقرار دیکھتا ہے ہر فرد بیدار رہنے کے ساتھ ہی اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بیقراری ہی منزلِ مقصود تک جانیکا پہلا زینہ ہے

جس طرح ہر ذرہ کائنات دعوت عمل دے رہا ہے۔ اسی طرح ہر انسان دنیا میں آتے ہی ایک نئی تعمیر کی بنیاد ڈال دیتا ہے۔ عقیدے کی پختگی ہر خطرے سے بے خوف کر دیتی ہے۔ ڈوبنے والے جب اُبھرتے ہیں تو پھر اپنی پوشیدہ طاقت سے دُنیا میں درسِ عبرت اور درسِ عمل بن جاتے ہیں۔ ہر جانباز اصلاح و ترقی کی راہ میں ہر چیز کو قربان کر سکتا ہے۔ انسان کو اچھے راستے پر چلنے کے لیئے لازمی ہے۔ سچائی کی پاسبانی کرے۔

ایس۔ بی طاہرہ

گھر کی ملکہ

(شریمتی راجکماری جینگن)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابتک مردوں نے عورتوں پر جو سختیاں کی ہیں اور انکے حقوق ہضم کر لیے ہیں۔ عورتیں اسکا بدلہ چاہتی ہیں۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ عورتیں پوری آزادی کی خواہشمند ہیں۔ بعض لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ عورتیں روپیہ پیسہ زیورات اور مردوں کی خوشامد کی بھوکی ہیں۔ مگر میں ان سے کسی خیال سے متفق نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ باوجود بیشمار تکالیف برداشت کرنے کے عورتیں خاوند کے قدموں کو ہی اپنا دینی اور دنیاوی سرمایہ خیال کرتی ہیں۔ اور ایسی بھی عورتیں ہیں جو گھر کی حکمراں ہیں۔ خاوند انکی ہر طرح سے دلجوئی کرتا ہے مگر پھر بھی وہ گھر کو ایک قیدخانے سے کم نہیں سمجھتیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ عورتیں آخر کیا چاہتی ہیں۔ میری رائے میں عورتیں نہ زر چاہتی ہیں نہ جاگیر اور نہ وہ حکومت کی خواہشمند ہیں نہ خوشامد کی۔ ایک عورت کی سب سے بڑی جاگیر سب سے بڑی دولت خاوند کی سچی اور پاک محبت ہے اس سرمایہ لافانی کے مقابلے میں ایک عورت کے لیے سب کچھ ہیچ ہے۔

اہل ہنود کی مذہبی تعلیم کے مطابق عورتوں کو گرہہ لکشمی کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یعنی گھر کی ملکہ، بس عورت یہی چاہتی ہے کہ وہ اپنے گھر کی ملکہ ہو اور اسکا شوہر اسکا سچا قدر دان۔ امور خانہ داری کی تمام ذمہ داری عورت کے اوپر عاید ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنی ذمہ داریوں کو اسی وقت بخوبی سمجھ سکتی ہیں اور خوب اچھی طرح انجام دے سکتی ہے جبکہ وہ تعلیم یافتہ ہو لیکن عورتوں کو وکیل اور بیرسٹر بنانا قانون قدرت کی کھلے طور پر توہین کرنا ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ عورتیں جتنی بھی دیکھنے میں آئی ہیں ان میں ۹۰ فیصدی شادی سے گریز کرتی ہیں۔ انکا اگر کہیں [illegible] بھی ہے۔ بعد شادی کے کوئی ہندوستانی اپنی بیوی کو بالکل آزاد نہیں چھوڑ سکتا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مغربیت کی پرستار کب یہ گوارہ کر سکتی ہے کہ اس پر کسی قسم کی بندش لگائی جائے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میاں کے لیے بیوی اور بیوی کے لیے میاں عذاب جان ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسی شادی سے فایدہ ہی کیا جس میں باہمی الفت محبت نہ ہو۔

شاستر کے مطابق شادی کرنے کا منشا نسل کی ترقی ہے۔ اور شادی کے بعد اولاد کا ہونا بھی لازمی ہے۔ اس طرح ایک آزادی اور مغربیت کی پرستار شادی کرکے بجائے راحت کے مصیبت میں پھنس جاتی ہے۔ بچوں کی پیدائش اور انکی پرورش کے جھگڑوں میں وکیل اور بیرسٹر صاحبہ بھلا کس طرح گرفتار ہونا پسند کر سکتی ہیں۔ انکو شام کو ٹینس اور انکو دوستوں کے ساتھ برج چاہیئے۔ قدرتی طور پر بھی دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں گھر کی زینت ہیں بازار کی آرائش نہیں انکی فطرت ہی قدرت نے ایسی بنائی ہے۔ کہ وہ گھر ہی کے کام کاج کے لیے موزوں ہیں۔

خواتین ہند سے

کدھر ہو تم ہے کہاں دھیان بیگمات ہند ؟ — کہاں سے اب یہ کہاں ہے۔ اردو۔ بہار و سندھ؟

ذرا۔ حضور۔ توجہ۔ کہاں گیا۔ پنجاب ؟ — اڑیسہ۔ سی پی۔ و بنگال پر ہے کیسی آب ؟

دکن کہاں ہے ؟ یہ کس اوج پر ہے آج برار ؟ — خدا کے واسطے اے بیگمات ہند۔ ہشیار!

معاشرت کا ہے کیا رنگ کیا ہیں کسب کمال ؟ — یہ۔ اور تو ہیں کہاں پہونچیں۔ کچھ تو کیجے خیال ؟

حضور نے بھی کبھی کی ہے شادرے کی سیر ؟ — حضور کونے ، نقطے پہ ہیں الٰہی خیر؟

ہیں شوق کیا یہ امنگیں ہیں کیا زمانے میں ؟ — کسے عروج ہے قدرت کے کارخانے میں ؟

نہیں ہے۔ مردوں کا کچھ ذکر صنف نازک نے — ترقیوں کے کہاں تک کئے ہیں درجے طے ؟

تمام ملک میں اک جذر و مد سا پیدا ہے — یہ جوشش دیس کی بہنوں کا صرف حصہ ہے

مقام شرم ہے انصاف سے کوئی دیکھے — ہیں آج۔ دیس نواسی بہن کے کیا رتبے ؟

ہزاروں ، ہوگئیں میٹرک تو سینکڑوں بی اے — مگر ہماری بہن بیٹیاں پڑھیں بے تے

بہت سی ایم اے ہیں۔ پی ایچ ڈی ہیں خدا رکھے — مگر یہاں ہیں ابھی پھیر چار بیس کے

بہت وکیل بہت ڈاکٹر۔ ہیں شوالی سیٹر — کوئی ہیں کورٹ کی جج اور کوئی ہیں بیرسٹر

پولیس میں ڈاک میں بھی۔ تار گھر۔ انہیں کے ہیں — ہوا پہ اڑتی ہیں یہ دل جگر انہیں کے ہیں

تھیٹر اور سینما کا جان و زیور ہیں — ادب نگار ہیں۔ شاعر ہیں اور ایڈیٹر ہیں

تمام شعبوں میں اعلیٰ مقام پایا ہے — یہ تم بتاؤ کہ کیا تم نے نام پایا ہے ؟

ترقیوں پہ نظر کیجے ملکی بہنوں کی — مقابلے میں صفر آپ ہی کی قسمت تھی ؟

تمھارے یہی وتیرے جہاں تہاں ہو گے — تم ہی بتاؤ مسلمان پھر کہاں ہونگے ؟

ہم اپنے حال پہ رو رو کے جان دیں شاعر
کہ ایک حصہ ہے مفلوج کیا کریں شاعر

[illegible]

حقوقِ نسواں

(از محترمہ مسز بلاس (اشرف جہاں بیگم دہلوی مصنفہ فغان اشرف) از ٹوکیو جاپان)

۱۱ مئی ۱۹۱۲ء کے عصمت میں ایک بھائی کا مضمون اس عنوان سے شایع ہوا ہے۔ فاضل مضمون نگار صاحب یونیورسٹی کے ایک قابل گریجویٹ ہیں اور بی ایل کی ڈگری ثابت کرتی ہے کہ وکالت کا معزز پیشہ اختیار کر رکھا ہے مضمون سے ان کے تاریخی مطالعہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ان کی سوشل معلومات بھی وسیع ہیں۔ اور مضمون بہت قابلیت سے لکھا گیا ہے۔ زبان ماشاء اللہ بہت صاف ہے۔ اور خیالات میں خوب روانی ہے۔

اس مضمون کی بنیاد عورتوں کے شرعی حقوق پر رکھی گئی ہے۔ اس سے غالباً مسٹر خلیل الرحمن کا مطلب یہ ہے کہ پہلے عورتوں کو نکاح۔ خلع۔ مہر۔ طلاق وغیرہ کی بابت شرعی حقوق لیں۔ بعد ازاں وہ اس صلاحیت کا ثبوت دیں کہ تصنیف و تالیف کے شعبوں میں مردوں کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ پھر میدانِ جنگ میں صف آرائی کی آمادگی ظاہر کریں۔ اس کے بعد یہ ثابت کریں کہ نئی روشنی اور نئی تہذیب نے ان میں اعلیٰ صفات حاصل کرنے کے حوصلے پیدا کر دیے ہیں۔ پھر وہ یہ جتائیں کہ چند مشہور خواتین کی زندہ مثالیں قایم کرنے کے حقوق انھیں مل گئے ہیں۔

مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو عورتوں کو انگریزی تعلیم دی جائے نہ ان کو سوسائٹی میں ملنے جلنے دیا جائے۔ اور نہ ان کو تفریح ہی کے کوئی مواقع دیے جائیں۔

مجھے یہ مضمون پڑھ کر سخت افسوس ہی نہیں بلکہ نہایت تعجب ہوا کہ اس زمانہ میں بھی ان خیالات کے تعلیم یافتہ مسلمان موجود ہیں اور وہ بھی یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگری یافتہ جو اپنی عورتوں کو رفتارِ زمانہ کے مطابق چلتا ہوا دیکھ کر چراغ پا ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی تعلیم کی مخالفت کرنے لگتے ہیں جب ہمارے تعلیم یافتہ بھائیوں کی یہ کیفیت ہے تو عام لوگوں سے کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ ہر سوسائٹی میں تعلیم یافتہ طبقہ ہی عام روشن خیالی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ گر مسلمانوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ ہماری تو بڑی بڑی اُمیدیں تعلیم یافتہ نوجوانوں سے وابستہ ہیں۔ جب ہم انھی کے در سے پھٹکارے جائیں گے تو کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ مگر مجھے یقین ہے کہ فاضل مضمون نگار صاحب مستثنیات میں سے ہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ہر کلیہ کا مستثنیٰ ہوتا ہے۔

آپ استفسار فرماتے ہیں کہ کیا عورتوں کو نکاح۔ خلع۔ مہر۔ طلاق وراثت وغیرہ کے حقوق ملنے لگے؟ سو عرض ہے کہ ان حقوق سے عورتوں کو ہنوز محروم رکھنا مردوں ہی کی مہربانی ہے۔ بھلا جب تک مردوں کی نظرِ عنایت ہم

غریبوں پہ نہ ہو تو حقوق کے کیا معنی۔ کیونکہ مردوں نے ہمارے حقوق ہی غصب نہیں کئے بلکہ حقوق طلب کرنے کی قابلیت سے ہی محروم کر دیا۔ مسلمان مرد تعلیم اور سوسائٹی میں خاص ترقی کر چکے ہیں بھلا وہ تو اسکا جواب دیں۔ کہ کیا انہوں نے چوروں کے قطع ید کرنے اور عورتوں کی بے حرمتی کرنے والوں کو سنگسار کرنے کے شرعی حقوق حاصل کرنے کے بعد انگریزی تعلیم کے حصول اور دوسرے شعبہ جات زندگی میں شرکت کا مطالبہ کیا تھا؟۔ ہرگز ایسا نہیں ہوا۔

پھر یہ طنزیہ سوالات کیسے کہ ہم نے فلاں فلاں قابلیت بہم پہنچالی ہے یا نہیں جو ہم سوسائٹی میں شریک ہونے کی جرأت کریں۔ بھلا ہم اس قابل کہاں کہ عزم و استقلال۔ صبر و عصمت۔ حیا۔ ایثار۔ خودداری۔ جاں نثاری جاں بازی۔ بلند ہمتی وغیرہ الفاظ کے معنی بھی سمجھ سکیں۔ ہم کو تو اپنے شوہروں کی خدمت گزاری، گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی پرورش اور مکان کی چار دیواری کے اندر قید با مشقت سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ ہمیں اسکول کالج۔ یونیورسٹیاں کھولنے کا حوصلہ کیسے ہو۔ وہ تو مردوں کے ہی کرم پر منحصر ہے۔ جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے کہ اسکول کالج وغیرہ کھولنے کے بارے میں لفظ حق کا استعمال ہی بے معنی ہے۔ یہ بات نئی نہیں بلکہ زمانہ سلف سے مسلمان آستانہاں مکتب چلاتی آئی ہیں جن میں لڑکے لڑکیاں دونوں ساتھ ساتھ پڑھتے آئے ہیں اور اب بھی پڑھتے ہیں۔

رہا تصنیف و تالیف اور میدان جنگ میں حریف کے مقابلہ کا سوال۔ سو اس کی ذمہ داری بھی مردوں ہی پر عاید ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ یہ سوالات اس وقت زیبا تھے جب آپ نے فراخ دلی سے ہم کو خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق علم کی دولت سے مالا مال کر دیا ہوتا۔ اسلام کا حکم ہے کہ علم حاصل کرنا مرد عورت دونوں کے لئے فرض ہے۔ علم کی تخصیص قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں کہیں نہیں فرمائی گئی کہ خدا و رسولؐ کا علم عورتیں حاصل کریں اور ایم اے" ایل ایل بی کی تعلیم مرد حاصل کریں۔

سوال کیا جاتا ہے کہ کیا عورتوں نے عزم و استقلال۔ جاں نثاری۔ جاں بازی وغیرہ کی صفات حاصل کرلی ہیں جو انگریزی تعلیم کے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔ میں مضمون نگار صاحب سے سوال کرتی ہوں کہ کیا ہندوستان کے مسلمان مردوں نے ان صفات میں اپنا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھانے کے بعد انگریزی تعلیم کا شوق کیا ہے؟ نہیں بلکہ انہوں نے نہایت پست ہمتی۔ بزدلی۔ بدنظمی۔ اور بیسیوں مذموم صفات کا قابل دید نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ ان کی پستی ہی ان کا حق ثابت کرتی تھی کہ یہ انگریزی تعلیم پائیں۔

مسٹر خلیل الرحمن کو معلوم ہوگا کہ جب مسلمانوں نے ہندوستان فتح کیا ہے ان کی عورتیں ان کے ساتھ تھیں۔ ہندوستان ہی پر کیا منحصر ہے زمانہ سابق میں مسلمانوں نے جس ملک پر چڑھائی کی عورتوں نے ان کا ساتھ دیا۔ آس

زمانہ میں فرلو کا قاعدہ نہیں تھا۔ کہ صاحب بہادر اپنے بال بچوں کو عرب۔ ترکستان۔ افغانستان۔ ایران میں چھوڑ کر ہندوستان تشریف لائیں اور چند سال فوج میں خدمت بجالانے کے بعد چھ مہینے کی فرلو لیکر اپنے بال بچوں کو لینے ولایت جائیں۔ پھر کیا انھیں یہ معلوم نہیں کہ ان دوش بدوش چلنے والی عورتوں کو مردوں نے اچھی طرح گھر کی چار دیواری میں مقید کر دیا۔ جب مردوں کو راہ راست پر چلانے والی قوت اس طرح بے دست وپا کر دی گئی تو مسلمانوں نے اخلاق ذمیمہ میں روز افزوں ترقی کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سلطنت ہاتھ سے کھو بیٹھے اور سلطنت کے ساتھ اپنے کمالات۔ مسلمانوں کی پستی کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی نصف سوسائٹی کو مفلوج کر رکھا ہے۔ جس سوسائٹی میں مرد عورت ملکر کام کرتے ہیں اس میں مردوں کو جادۂ اعتدال پر چلانے والی اور بے راہ روی سے بچانے والی عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ جب عورتوں کی قوت توڑ دی جاتی ہے تو مرد بے لگام ہوکر ہر قسم کی نازیبا حرکت کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی سوسائٹی کا یہی حال ہو رہا ہے۔

زمانہ حال میں انہی عورتوں کا حال دیکھ لیجئے جو کبھی فوجی مہموں میں مردوں کے دوش بدوش رہا کرتی تھیں اب ریل کے پرامن سفر میں مرد از راہ عنایت انھیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں تو وہ وبال جان ہو جاتی ہیں۔ بچاریوں کو برقع اور چادر میں لپیٹ کر پلندا بنا دیا جاتا ہے۔ اور ان سے توقع کی جاتی ہے کہ مشاق چلنے والوں کی طرح شوہروں کے ساتھ ساتھ بھیڑ بھاڑ میں چلیں۔

ماشاء اللہ کیا خوب سوال ہے کہ کیا عورتیں تصنیف وتالیف میں مردوں کے برابر ہیں؟ یہ تو اسی قسم اعتراض ہے جو غیر مسلم مسلمانوں پر کرتے ہیں کہ کیا مسلمان سول ملازمتوں کے امتحان میں ان کے مقابلہ پر کامیاب ہوتے ہیں جو مسلمانوں کو ان کے برابر تنخواہ اور عزت کی ملازمتیں دیجائیں۔ بلکہ ان دونوں حیثیتوں میں بھی فرق ہے۔ مسلمان عورتیں مردوں کے ہاتھ مردہ بدست زندہ ہیں۔ اور غیر مسلم اور مسلمان دونوں ایک سلطنت کی برابر کی رعایا ہیں۔ آپنے عورتوں کو تعلیم کب دلائی۔ جو آپ کو اس سوال کے کرنے کا حق پیدا ہوا۔ آپ تو یہ چاہتے ہیں کہ پہلے عورتیں اعلیٰ علمی قابلیت کا ثبوت دیں پھر معمولی تعلیم دلائی جائے گی۔ کیسا معقول منطقی استدلال ہے۔

اس گئی گزری حالت میں بھی مسلمان خواتین میں ممتاز ہستیاں موجود ہیں جو ملک و قوم کی خدمت کر رہی ہیں۔ محترمہ بی اماں صاحبہ مرحومہ اپنے قابل فخر فرزند مولانا محمد علی صاحب مرحوم کے ساتھ میدان سیاست میں آنے والی ایک معظم ہستی تھیں۔ بیگم محمد علی صاحبہ نے اپنے نامور شوہر اور مسلمانوں کے واحد لیڈر کے ساتھ برسوں قومی خدمت انجام دی ہے اور ہنوز مولانا کی وفات کے بعد انجام دے رہی ہیں۔ بیگم شاہ نواز مسلمان خواتین کی نیابت راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں کر چکی ہیں۔ اور برطانوی وزرا ان کی قابلیت کے مداح ہیں۔ مس صفیہ صوبہ بمبئی میں اور مسز آصف علی دہلی میں جنگ آزادی میں جیل تک کے مصائب برداشت کر چکی ہیں۔ بیگم عطیہ فیضی۔ اور بیگم زہرہ فیضی بمبئی میں۔

لیڈی عبدالقادر پنجاب میں۔ بیگم صغرا ہمایوں مرزا حیدر آباد میں عورتوں کے سوشل کاموں میں قوم کی بہت خدمت کر رہی ہیں۔ ٹھوس کام کرنے والی عورتوں میں بیگم عبداللہ نے اپنے شوہر کے ساتھ ساتھ کام کرتے ہوئے مسلمان لڑکیوں کا کالج تک علی گڑھ میں قایم کر دیا ہے۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی خواتین ہیں۔ جن کی تفصیل مضمون کی طوالت کے خوف سے نظر انداز کرتی ہوں۔

مسٹر خلیل الرحمن نے جن مایۂ ناز خواتین کا ذکر اپنے مضمون میں کیا ہے وہ مختلف زمانوں کی ممتاز ترین ہستیاں تھیں۔ آج زمانہ میں جب عورتوں کے "ہاؤ ڈیر یو ڈو" پوچھنے پر اعتراض ہوتا ہے۔ تو ایک ہی زمانہ میں اتنی ممتاز ہستیاں ہندوستان میں موجود ہیں۔ ان کے کارناموں سے چشم پوشی کرنے والے مردوں پر صد حیف ہے۔ اگر قابلیت کا ثبوت ہی ہمارے حقوق کے حصول کے لیے درکار ہے تو کیا یہ کافی نہیں ہے ؟

یہ اظہر من الشمس ہے کہ آبادیٔ نسواں کی محض قلیل تعداد کو تعلیم حاصل کرنے اور اپنی قابلیت بڑھانے کا موقع مل سکا ہے۔ اگر مسلمان عورتوں میں تعلیم عام ہو جائے تو یہ کیا کچھ کر نہ دکھائیں گی۔ یہ یقینی بات ہے کہ یہ تارہ بن کر چمکیں گی اور کور چشم مردوں کی آنکھیں چندھیا دینگی۔ آجکل عام طور سے مرد ہمیں بچھو کے کاٹے کا منتر تو سکھاتے نہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ ہم سانپ کے کاٹے کا علاج کریں سو یہ کیسے ممکن ہے۔

مسلمان مردوں کی کوتاہ اندیشی کہوں یا خود غرضی، جہاں کہیں بچوں کی جبریہ تعلیم کا مسئلہ اٹھا اور انھوں نے لڑکیوں کی تعلیم کی دل کھول کے مخالفت کی۔ چنانچہ دوسرے فرقوں کی لڑکیاں تعلیم کے فیضِ عام سے استفادہ کرنے لگیں۔ مگر محروم رہیں تو مسلمانوں کی بدقسمت بچیاں۔ یہ ہے غلام اپنے منافقین کو اپنے سے بھی زیادہ ذلیل غلام بنانا چاہتا ہے۔ لیکن مسلمان یاد رکھیں کہ اس ظلم کا انہیں خود بہت سخت خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اب تک تو غیر مسلم مردوں سے مقابلہ تھا اور اب ان کے ساتھ ان کی عورتیں بھی شامل ہونگی۔ اور مسلمان نہتے ہونگے۔ اس وقت کے بیسی کا ساٹھ ہو گا۔ بھلا ہماری کیا مجال ہے جو اپنے مردوں سے نبرد آزمائی کریں۔ ہم کو تو اسی طرح چلنا پڑے گا۔ جس طرح ہمارے مرد چلائیں گے۔ لیکن بقول شخصے۔

ہم تو ڈوبے ہیں تجھے بھی لے ڈوبیں گے

مسٹر خلیل الرحمن نے حقوقِ نسواں کا مذاق اڑایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ گھر کے ملازمین بیگم صاحبہ کے سامنے آنے لگے اور ان سے گفتگو کرنے لگے۔ تو گویا حقوقِ نسواں مل گئے۔ ان کے خیالات کی بلند پروازی قابلِ داد ہے۔ ذرا وہ یہ تو بتائیں کہ مردوں کو اپنے ملازمین کے سامنے آنے کا اور ان سے باتیں کرنے کا حق کیسے حاصل ہوا۔ حصولِ حق کا جو منبع ہے اس منبع سے مردوں اور عورتوں کو مساوی حقوق ملے ہیں۔ نہ زمانے عورتوں کو ان حقوق سے محروم رکھا نہ پیغمبر صاحب نے عورتوں سے یہ حقوق چھینے۔ مسلمان جو اس حبس بے جا کو مذہب کی آڑ

میں جایز بتاتے ہیں یہ ان کی محض ہٹ دھرمی ہے۔ ان کی ذہنی پستی نے حقوقِ متعلقین کے تسلیم کرنے کی قابلیت سے انہیں محروم کر دیا۔ رسم و رواج نے پردہ کی قید بڑھا دی ہے۔ مگر رسم و رواج ہر زمانہ میں بدلتا رہتا ہے۔ فاضل مضمون نگار اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر خود محسوس کرتے ہونگے کہ جو سختیاں اب سے بیس برس پہلے عورتوں پر عاید تھیں وہ آجکل نہ صرف تکلیف دہ ہوگئی ہیں بلکہ نا ممکن العمل ہیں۔ اگر آپ عورتوں کو گھر کے ملازمین سے بھی حسبِ سابق گفتگو کرنے سے منع کرینگے تو گھر کا انتظام ایک گورکھ دھندا ہو جائے گا۔ اسی طرح سیر و تفریح اب لازمۂ زندگی ہے۔ اگر مرد سینما۔ تھیٹر میں جائیں یا ہاکی۔ فٹ بال۔ کرکٹ کے میچ دیکھیں تو عورتیں کیوں نہ ان کے ساتھ شریک ہوں۔ آپ نے اپنے پندار میں ایک بڑا چبھتا ہوا اعتراض کیا ہے کہ عورتیں نفیس ساڑیاں پہنکر اور خوشبو سے معطر ہوکر چہل قدمی میں آنے جانے والے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ سو یہ مردوں کی ذہنیت پر منحصر ہے۔ یہ واضح کر یہ اُلٹا اعتراض مردوں پر ہے۔ کیوں وہ اپنی آنکھیں نیچی نہیں رکھتے۔ افسوس ہے کہ ہندوستانی مردوں کے اخلاق اسقدر گرے ہوئے ہیں کہ وہ ہر جگہ عورتوں کا پیچھا کرتے انھیں تاکتے گھورتے اور گورنمنٹ کی دی ہوئی شخصی آزادی سے بہت ناجایز فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ لیکن ان بے غیرت مردوں کے کان اگر کوئی عورت کھولتی ہے تو وہی مغربی تعلیم کی دلدادہ۔ اگر عورتوں کی خوش پوشاکی پر اعتراض ہے تو مرد کیوں نئی نئی شیروانیاں اور سوٹ بوٹ پر ملبس ہوکر بالوں کو ڈریس کرکے باہر نکلتے ہیں۔ وہ ایسے اچھے کپڑے پہننا ترک کر دیں تو عورتیں بھی ان تقلید میں لٹھیں بکھیر کے میلے کچیلے کپڑوں سے نکلنے لگیں۔ لیکن عورتوں کی نفاست طبع اس کو کراہیت سے ہی دیکھے گی۔

فاضل مضمون نگار صاحب نے ایک مزیدار چٹکلہ لکھکر۔ اخلاق کے تمام نظریوں کو خاک میں ملا دیا۔ اگر بیگم صاحب دوست احباب کا استقبال اور ان کی مزاج پرسی نہ کریں تو کیا اُنہیں منہ چڑائیں یا ساڑھی کا آنچل منہ پر ڈال یوں گویا ہوں "اوئی مُوئے میرے سامنے تو کیسے چلا آیا" اور اس کے بعد بجائے تبسم کے بسور دیں۔ تو غالباً اس صورت میں عورتوں کے اخلاق اور قابلیت کی داد دیجائے گی۔ مرد عورتوں کو ایسا بد اخلاق بنانا چاہتے ہیں۔ مگر خود اپنے لئے الگ راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کو اپنے دوست احباب سے بہ خندہ پیشانی ملنے جلنے کا حق جس طرح حاصل ہے اسی طرح عورتوں کو ہے۔ اور جیسے وہ دائرہ ملاقات میں وسیع کر سکتے ہیں ویسے ہی عورتیں۔ مردوں میں کیا سرخاب کا پر لگا ہوا ہے کہ وہ دُنیا کی تمام خوبیاں اپنے لئے مخصوص کریں اور عورتیں ان خوبیوں سے متمتع ہونا چاہیں تو ان پر طرح طرح کے الزام تھوپیں۔ وائے بریں ذہنیت!

افسوس ہے کہ فاضل مضمون نگار صاحب کو جس بیجا کی وجہ سے انگریزی تعلیم یافتہ اور راہِ نجات بہشتی زیور کی پڑھی ہوئی عورتوں کی معاشرت کا موازنہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ ورنہ وہ دونوں معاشرتوں کی متوالیوں

مرزبوم دیکھکر خود قائل ہوجائے کہ مغربی تعلیم اور سوشل آزادی ہی عورتوں کی نجات کا باعث بن سکتی ہے۔ مگر بقول مسٹر چغتائی فتنہ مولویت غالب ہے۔ اور مذہب اسلام کو جو تمام دنیا کے لئے شمع ہدایت ہے، مخصوص طرز معاشرت تک محدود کر دیا گیا ہے۔ اس تنگ خیالی کی مثالیں بہت دیکھی ہیں۔ عام طور سے یہ مشہور ہے کہ حاجی بے ایمان ہوتے ہیں کبھی اس پر غور بھی کیا گیا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہندوستان کے عام مسلمان مولویوں کی بتائی ہوئی ہر بات کو مذہب اسلام سمجھنے لگے ہیں۔ جب وہ عرب میں جاتے ہیں تو وہاں دوسری معاشرت انہیں نظر آتی ہے۔ قدرتی طور سے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ لوگ دین اسلام سے پھرے ہوئے ہیں۔ جب ان کا یہ خیال اس خطہ زمین کی بابت ہو جہاں اسلام پیدا ہوا اور جہاں سے اس زمین پر پھیلا (وہیں بے دینی ہے) تو ان کے اعتقادات متزلزل ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر اپنا ایمان کھو کر واپس آتے ہیں۔ حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ وہاں سے فیضان روح حاصل کر کے واپس آتے۔ لیکن رواداری کی ماہیت ان کے دماغ سے سلب ہو چکی ہے۔ اور ان میں جلب منفعت کا مادہ مفقود ہے۔

فاضل مضمون نگار صاحب نے اپنے مضمون کے آخر میں بھی چٹکی لی ہے۔ کہ بیویوں کی تقلید صفات جمیلہ میں بیویاں نہیں کرتیں۔ لیکن شروع سے آخر تک انہوں نے یہ فرض کر لیا ہے کہ مسلمانوں کی محبوس عورتوں کو تمام دنیا کی خوبیوں کا علم حاصل ہے۔ ان کا یہ مفروضہ سرے سے بے بنیاد ہے۔ آپ انہیں ہر قسم کے علم سے محروم رکھتے ہیں۔ گھر کی چار دیواری سے نکلنے کے روادار نہیں۔ اور توقع یہ کرتے ہیں کہ تمام دنیا کی اچھی باتوں کا مظاہرہ مسلمان عورتیں کریں۔ یہ تو اسی طرح ممکن ہے کہ انہیں نہ صرف کتابی علوم حاصل ہوں۔ بلکہ دنیا کی عملی زندگی میں شریک ہو کر اس دنیا کا تجربہ حاصل کریں۔ اگر آپ نے عورتوں کو کتابی علوم حاصل کرنے کا حق دیدیا اور سوشل آزادی سے محروم رکھا تو بمصداق ع چارپا یہ بر و کتابے چند۔ جانور کی جانور رہیں گی۔ حقوق نسواں آپ کے نزدیک ایک بے معنی لفظ ہے۔ لیکن اس لفظ میں وہ تمام باتیں آجاتی ہیں جن پر ایک فرد واحد بہ حیثیت انسان ہونے کے حق رکھتا ہے۔

زمانہ نے آج تک کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ جس نے زمانہ سے اختلاف کیا اس کو زمانہ نے مٹا دیا۔ اس کو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز۔ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس میں یہ مصلحت پوشیدہ ہے اور جسے رحمتہ اللعالمین تمام دنیا کے لئے لائے تھے۔ یہ بات کسی شخص کے ذہن میں نہیں آسکتی کہ دنیا کے تمام ملکوں میں ایک قسم کی معاشرت ہو۔ اگر مذہب اسلام تمام دنیا کے لیے ہے تو اس میں قابلیت ہونی چاہیئے کہ ہر قسم کی معاشرت اپنے میں جذب کر سکے۔ اگر ہم ہندوستان کے مولویوں کا اسلام دنیا کے سامنے پیش کریں۔ تو اسے کوئی قوم قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ اور دوسرے ملکوں کے مسلمان ہندوستانی مولویوں کے

سامنے مسلمان نہیں ٹھیرینگے۔ اس بارے میں اپنا ذاتی تجربہ پیش کرتی ہوں۔

یہاں جاپان میں چند روسی مسلمان مہاجرین موجود ہیں۔ جنکو بعض مجبوریوں کی وجہ سے اپنا وطن ترک کرنا پڑا۔ یہ قوم سے تاتاری ہیں۔ اور ان کی معاشرت بالکل مغربی ہے۔ مجھے ان کے ساتھ عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے علاوہ ان کے قومی جلسوں میں بھی شرکت کرنے کا موقع ملا ہے۔ مجھے یہ دیکھکر بیحد خوشی ہوتی ہے کہ ان کی عورتوں کو پوری آزادی ہے اور وہ اس آزادی سے متمتع ہوکر مردوں کے دوش بدوش کام کرتی ہیں۔ خواہ وہ کام مذہبی ہو یا سیاسی یا سوشل۔ بلکہ ان میں سے بعض عورتیں تو اس قدر قابل ہیں کہ ان کی انجمن کی سکریٹری کی خدمت انجام دے رہی ہیں۔ اور ان کی جماعت کی نمایندہ بنکر دوسرے شہروں میں جاکر جلسوں میں شرکت کرتی ہیں۔ اور اپنی قومی تنظیم میں بہت بڑا کام کر رہی ہیں۔ ان کے ایک جلسہ کی تصویر اس مضمون کے ساتھ شایع ہورہی ہے۔ اُسے ہندوستان کے مسلمان دیکھیں اور سبق سیکھیں۔ یہ بھی مسلمان ہیں۔ کیا اسلام صرف ہندوستان ہی کے لیے رہ گیا ہے۔

آخر میں میں اپنی بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ تنگ خیال مسلمانوں کے پروپگنڈے سے مرعوب نہ ہوجائیں۔ بلکہ اپنی رفتار ترقی جاری رکھیں۔ اور دنیا کو دکھادیں کہ ہم میں بھی ہر کام کی اہلیت ہے۔ ہمارے لئے تعلیم اور سوشل آزادی صرف اس لئے ضروری نہیں ہے کہ ہمیں اپنی اہلیت ثابت کرنے کا موقع ملے۔ بلکہ اس لئے کہ اسلام کی گاڑی صرف مردوں کے کندھا لگانے سے نہیں چل سکتی جب تک کہ عورتیں دوسری طرف سے کندھا نہ لگائیں۔

مسز براکس از ٹوکیو

ممبران انجمن مہاجرین روس (جاپان)

خواتین ممبران انجمن ترک ٹوکیو جاپان
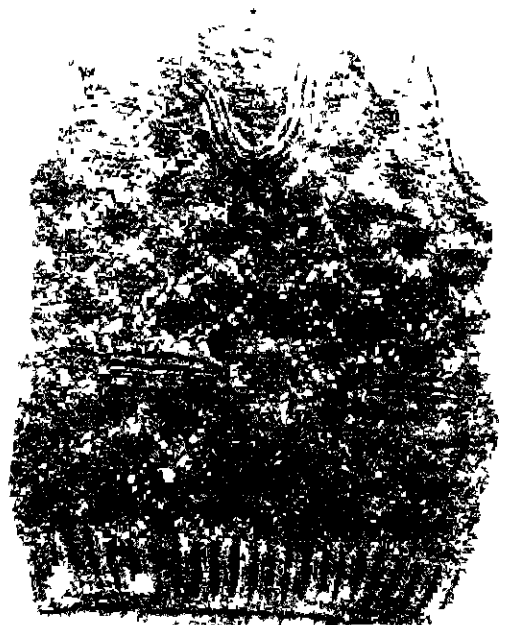
سوئٹر

Calcutta Art Press, Delhi.

دیہاتی گیت

چکی کے گیت ایک زمانہ تھا جب دیہاتوں یہ رواج تھا اور چکی کے بغیر کوئی گھر خالی نہ تھا۔ چکی چلانے سے چھوٹی بی تو چرخہ پر سوت کات لیا عورتیں چکی پیستی تھیں اس سے ان کی تندرستی بہت اچھی رہتی تھی ان کے بچے تندرست مضبوط اور جفاکش ہوتے تھے مگر اب تو انگریزی تہذیب و معاشرت نے صرف شہروں ہی میں نہیں بلکہ دیہاتوں میں بھی کایا پلٹ دی ہے۔ ہاتھ کی چکی کے بجائے اب مشین کا پسا ہوا آٹا استعمال کیا جاتا ہے جب گاؤں میں چکی نہ رہی تو چکی کے گیت ان گائے۔ جو بہت غریب ہیں وہ اب بھی گھر کی چکی کا آٹا استعمال کرتے ہیں چکی پیسنے کا وقت عموماً رات کا تیسرا پہر ہوتا ہے سرشام ہی سے پیسنے کے لئے اناج الگ رکھ دیا جاتا ہے اور پچھلے پہر سے اٹھکر عورتیں چکی پیسنے بیٹھ جاتی ہیں۔ گیت گانے میں تھکاوٹ کم معلوم ہوتی ہے۔ جاڑوں کی سرد اور طویل رات کے سناٹے میں جب دیہاتی عورتیں اپنی زبان میں گیت کے پردے میں اپنی دکھ سکھ کی آہیں سناتی ہیں تو سننے والے کے دل پر خاص اثر ہوتا ہے۔

دیہات میں کہیں کہیں زمینداروں کے گھروں میں آٹا پیسنے کا کام "چمارنیں" یا "پاسنیں" کرتی ہیں اور انھیں اقوام کی عورتیں کھیت کی "نرائی" (صاف کرنے) کا کام بھی کرتی ہیں اس کی وجہ سے "چکی" اور "نرائی" کے گیتوں میں کوئی خاص فرق نہیں معلوم ہوتا۔

(۱۶) پیار بہیلا پرویانہ سنکیانہ ڈولے ہورام۔ اہوراما! میرا پربھو گیئں بدیسوا کیسے جیرا بودھب ہورام
انگرن منگیا لکر بیون نین بھری کاجر ہورام۔ اہوراما! اس کے جیرا بچھیون کہ جس ہری گھر با ردن ہورام
ہوئے نتوں میں جل کی مچھریا جل ہی بیچون رہیتون ہورام لہڑا! مورا ہری آتیں اسنواچرن چوم لیتون ہو رام
سٹھیا کٹائے بھات رہنیتون منگیا دری دلیا ہورام۔ اہوراما! مورا پر بھو آئیتون بھو جنوا نجر بھر دیکھ لیتون ہا رام
ہوئیتون میں گھر کی لونڈیا گھر بیچ رہ جاتیون ہورام۔ اہوراما! مورا پربھو آئیتون۔ دیکھانہ سیجیا بچھائے دیتون ہو رام

مطلب۔ آہ میں کیا کروں ہوا اتنی آہستہ آہستہ چل رہی ہے کہ نیم کی ایک سینک بھی نہیں ہلتی (اور اس عالم میں) میرے سوامی پردیس جا رہے ہیں میں اپنے دل کو کیسے بہلاؤں گی۔

انگلیوں سے مانگ بناؤں گی اور آنکھوں میں کاجل لگا کر دل کو ایسا بہلاؤں گی گویا میرے بھگوان (شوہر) گھر ہی میں ہیں۔

ہائے رام! میں پانی کی مچھلی کیوں نہ ہوئی جو پانی میں رہتی اور جب میرے پران ناتھ نہانے آتے تو میں اُن کے چرن (قدم) چوم لیتی۔

ساٹھی چاول کوٹ کر بھات پکاتی اور مونگ کی دال بناتی اور جب میرے پربھو بھوجن کرنے آتے تو میں ان کو نظر بھر کر دیکھتی۔

ہائے میں گھر کی خادمہ کیوں نہ ہوئی میں گھر میں رہتی اور جب سوامی خوابگاہ میں آتے تو میں ان کا پلنگ بچھا دیا کرتی۔

(۱۷) ایک شدہ آلی گیلی جینوں کے رے۔ مورا ڈھل جینون بسیا گیلو ہو۔ شدہ آگئی سانورو سیپیا کی
ایک شدہ آگئی پنیا بھرت کے۔ ارے ہٹے گھرلی ڈوب جاتی رے۔ شدہ " " "
ایک شدہ آگئی بروا جورت کا رے۔ ارے کیبر سپاری میں بھول گئی رے۔ شدہ " " "
ایک شدہ آگئی سجیا سوت کے رے۔ اری ڈستی ناگن سور جاتی رے۔ شدہ " "

مطلب۔ میں جیسے ہی کھانا کھانے بیٹھی تو مجھے اپنے سانولے سپاہی کی یاد آگئی میرا بھوجن رکھا باسی ہو گیا اور میں کھا نہ سکی۔
پانی بھرتے وقت یکایک مجھے اپنے سوامی کی یاد آگئی میں اس کی یاد میں اتنی محو ہو گئی کہ قریب تھا کہ گھڑا چھوٹ کر کنوئیں میں جا پڑتا
پان کا بیڑا بنا رہی تھی کہ مجھے اس کی یاد آگئی میں پان میں کتھا لگانا اور چھالیہ ڈالنا بھول گئی۔
پلنگ پر سونے کے لیے بیٹی تو وہ مجھے یاد آ گئے مجھے ایسا معلوم ہونے لگا گویا مجھے کالی ناگن نے ڈس لیا ہے اور میں مری جا رہی ہوں

(۱۸) بدریا جھکت آوے مورے راجہ

سانجھ بھئی دیا باتی کی بریا۔ راجہ دھاون لاگے گیا میں جیرتا بناؤں۔ مورے راجہ
آدھی رات چیرسیا کا پھیرا۔ راجہ پھاریں سکھ سیجا میں جھنتوا بہار رتی مورے راجہ
بھور بھئے چھو چھیا جو بولے راجہ سنوارین۔ سرپا گامیں جاتے پر جھن لاگیوں۔ مورے راجہ

مطلب۔ بدریاں جھومتی آ رہی ہیں۔ شام ہو گئی۔ دیپک جلانے کا وقت ہے۔ میرے سوامی گائے کا دودھ دُہنے لگے اور میں کھانا پکانے لگی
آدھی رات کو جب سپاہی گشت کو نکلے تو میرے راجہ پلنگ پر سونے کی تیاری کرنے لگے اور میں چکی کا گھر صاف کرنے لگی۔ علی الصبح جب
چھُو چھُیا (ایک چھوٹی چڑیا) بولنے لگی تو میرے راجہ اُٹھے اور باہر جانے کے لئے سر پر پگڑی سنوارنے لگے اور میں چکی پر جھکنے لگی۔

اس گیت میں دن اور رات کی پوری داستان ہے۔ غریب دیہاتیوں کے دن کس طرح سے بسر ہوتے ہیں اُسی کو
دیہاتی شاعرہ نے اپنی گنواری زبان میں نظم کر دیا ہے۔

(۱۹) گھری ندیا ری ہری جی اگم بہے رام پنیا — پیا جو چلے مورنگ دیوا بھریلا کر جوا
یو ہم جنتوں رے ہری جی جیسے پردیوا — کس کے بندھیتوں لے ہر مہ پیا پریم کیبر لے ڈوریا
منھ تورا دیکھوں لے میری جی نہی نہی رکھیا — آنکھ تورا دیکھوں لے ہری جی امرا کیبر پھنکیا
ہونٹ تورا دیکھوں لے ہری جی پو کلا رتنا دیا — ہاتھ تورا دیکھوں اے ہری جی لبی ریسوا
گھر میں روئے دھرتی لے ہری جی جنگل میں روئے ہرنا — بن میں روئے چکوا چکیا۔ بچھوا گئے رام رتیا

یہ بہاری گیت ہے۔ بہاری گیتوں میں "مورنگ" کا نام بہت آیا ہے یہ مقام بہار میں سارن اور چمپارن ضلعوں کا
وہ حصہ تھا جو ہمالیہ کی ترائی میں دور تک چلا گیا ہے۔ پرانے زمانے میں نوکری کے لئے لوگ مورنگ جاتے رہے ہونگے
لیکن اب تو دیہاتی گیتوں کے سوا مورنگ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔

مطلب، نوکری کے لئے نوجوان شوہر "مورنگ" جا رہا ہے اسکی بیوی کہتی ہے "گہری ندی ہے جس کی تھاہ نہیں ملتی ہائے میرے
پران ناتھ (جان کے مالک) تم مورنگ دیس کو کیوں جا رہے ہو درد جدائی سے میرا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے۔

پردیشور اگر مجھے اس کی خبر پہلے سے ہو جاتی کہ تم پردیس جاؤگے تو اے سنگدل میں تم کو محبت کی رسی سے ایسا کس کر باندھتی کہ تمھارا ہلنا دشوار ہو جاتا۔
اے پران ایشور! (کیا بتاؤں) تمہارا دلکش چہرہ جس پر سبزہ کا آغاز ہے۔ آم کی پھانکیں جیسی تمہاری آنکھیں دیکھتی ہوں تو دل تڑپ جاتا ہے۔
ہونٹ دیکھتی ہوں تو ایسا گمان ہوتا ہے جیسے کوئی لعل ہے اور اس سے رس ٹپک رہا ہے بانہیں کیا ہیں گویا ریشم کے لچھے
راف تم کو تو کسی بات کی پرواہ نہیں تم تو میرا کہنا نہیں مانتے اور پردیس چلے جا رہے ہو۔
جس طرح جنگل کی ہرنی ہرن کی یاد میں۔ چکئی چکوا کی یاد میں جن کو پر! تارات میں جدا کر دیتا ہے آنسو بہاتی ہیں اسی طرح اے پریتم گھر میں تمہاری عورت بھی تمھاری یاد میں رو رہی ہے۔

(۲۰)

جھکل بہلا بیار پون ہل ڈول رہی	ڈوے تو رنگیا کی ڈار کوکلیا کوک رہی
باگئے پردیوا بڑا سکھ دے کے گئے	انگنا چنوا کے گاچھ ہنڈیرا وا کے گئے
سیان گئے پردیوا بڑا دکھ دے کے گئے	چھتیا بجر کیوڑیا جنجریا لگا کے گئے
بات توراجو ہلا بوہیا کاہے دھن نیر ڈھری	کیا تورا نیہر دور کیا گھر ساسو لڑی
نا ہین مور نیہر دور نا ہین گھر ساسو لڑی	ہمرا بلما پردیس وہ ہی ہم سوچ کھڑی
گکرا ہیں دیہون گلہار موتیں انگ بھری	چھوڑ پردیس کی آس ہمری سنگ ساتھ چلی
اگیا لگے گلہار بجر پڑے موتی لڑی	تہورو سے پیا مورا سندر گلا کا پھول چھڑی
دھن ستونتی ناری دھرم کے جوت کھڑی	بھیس بدل پیا ٹھاڑ دیکھہ دھن مورچھ پڑی

مطلب۔ (جدائی کی ماری عورت کہہ رہی ہے) ہوا آہستہ آہستہ چل رہی ہے۔ نارنگی کی شاخیں ہل رہی ہیں کوئل کوک رہی ہے کتنا اچھا سماں ہے۔
میرے آپ پردیس گئے تو میرے آرام کا سامان بھی کر گئے۔ صحن میں جو چندن کا درخت ہے اس میں میرے لئے جھولا ڈال گئے
سوامی پردیس کیا گئے میرے سینہ پر (جدائی کا) سنگی کیواڑ لگا کر (فراموشی کی) زنجیر لگا گئے۔
رہگیر نے پوچھا اے عورت! میں تمہاری آنکھوں سے آنسو گرتے دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے۔ کیا تمہارا میکہ بہت دور ہے یا ساس سے کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔
عورت نے کہا۔ نہ میرا میکہ دور ہے اور نہ میری ساس ہی نے مجھے کچھ کہا ہے اصل بات یہ ہے کہ میرے سوامی پردیس میں ہیں اور میں کھڑی ہوئی انہیں کی یاد میں آنسو بہا رہی ہوں۔
رہگیر نے کہا۔ اے سندری! (تم کسی بات کی فکر نہ کرو) میں تمھارے گلے میں پہننے کے لئے ہار بنواؤں گا موتیوں سے تمہاری مانگ بھر دوں گا تم اپنے شوہر کو جو پردیس میں ہے بھول جاؤ اور میرے ساتھ چلی چلو۔

عورت نے کہا۔ (خاموش) تیرے ہاریں آگ گے۔ موتی کی لڑی پر بجلی گرے۔ میرے پران ناتھ تجھ سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں وہ تو گلاب کے پھول کی چھڑی ہیں۔ اتنا سنتے ہی رگیر نے بھیس بدل ڈالا وہ تو اُس عورت کا شوہر تھا اس نے کہا اے ستونتی (عصمت مآب) عورت تو قابل عزت و فخر ہے تجھے قوم کا نام روشن

ہے۔ عورت اپنے شوہر کو پہچانتے ہی فرط مسرت سے بیہوش ہوگئی۔

بے تکی شاعری سے یہ دیہاتی "بلینک ورس" قابل تعریف ہے۔

(۳۱) بھاری بھیلے رام انکھیا۔ امورن مرجری گیلے بھوا
کت دن بٹیا جو ہے رے بھیا۔ بھاری۔۔۔۔۔۔۔

باٹ بٹوہیا اے ترہن مور بھیا اے نر موہیا — ہمری سندیس لے جاؤ اے لوبھیا۔ بھاری۔۔۔
ہمری سندیسوا رے پربھو سمجھاؤ نر موہیا — توری دھن الپ بیس کماری ہو بھیا۔ بھاری۔۔۔
نہ ہرا بلموا کی چینہوت نہ جانوں نر موہیا — کہے کیسے سمجھائے لے بوبھیا۔ بھاری۔۔۔
ہرا بلموں کی ٹیڑھی ٹیڑھی پگیا نر موہیا — زلفیں جھریا ٹیڑھی گڑی ہو بھیا۔ بھاری۔۔
ہرا بلموان لال لال انکھیان نر موہیا — گھوم گھوم دونوں آنکھیں سے لوبھیا۔ بھاری۔۔۔
ہرے بلمان کے گھٹی بھر دھوتیا نر موہیا — جیسے چلے لہر امراؤ رے لوبھیا۔ بھاری۔۔۔
چٹیلا جے بہلن سن مسکائے نر موہیا — باجے لگے برہو بیگوار رے لوبھیا۔ بھاری۔۔۔
باٹ بٹوہیا رے ترہن مورا بھیا رے نر موہیا — ہمرو سندیوا جائی رے نر موہیا۔ بھاری۔۔۔
ہمرو سندیوا رے دھن سمجھاتے نر موہیا — چرخا کت ہیو کل راکھیو اے لوبھیا۔ بھاری۔۔

مطلب۔ اے رام (انتظار کرتے کرتے) میری آنکھیں تھک گئیں۔ آموں میں بور آ گئے ہوا چلنے لگا۔ اے سنگدل لے دولت کے پجاری پرتیم میں تمہارا کب تک انتظار کروں کب تک راہ دیکھوں تم پردیس سے کب آؤ گے (ایک رگیر کو مخاطب کرکے عورت کہتی ہے) اے راہ چلنے والے (تم میرے بھائی ہو میرے اس سنگدل اور لالچی شوہر کو میرا ایک پیغام پہنچا دو۔ ان سے کہنا کہ تمہاری عورت کمسن ہے۔

رگیر نے کہا "اے بہن! نہ تو میں تمہارے شوہر سے واقف ہوں اور نہ اسکو پہچانتا ہوں بس اسلئے تمہارا پیغام کیسے پہنچاؤں گا"

عورت نے کہا "اے رگیر! ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ ترچھی پگڑی باندھتے ہیں اور زلفیں رکھتے ہیں میرے پران ناتھ گھٹنوں تک دھوتی باندھتے ہیں۔ بڑی بڑی اور سرگیں آنکھیں ہیں۔ وہ اس شان سے چلتے ہیں گویا کوئی بڑا راجہ چلتا ہے۔

رگیر نے پردیس میں جاکر عورت کے شوہر کو خط دیا۔ خط میں عورت کی جدائی کا حال پڑھکر شوہر مسکرایا اور اُس نے رگیر سے کہا۔ اے مسافر بھائی۔ میرا بھی سندیس لیتے جاؤ۔ میری عورت کو سمجھا کر کہدینا کہ چرخا کات کات کر خاندان کی عزت کو قایم رکھے۔

(۲۱) کون پھول پھولے گھری رے پھروا اور کون پھول پھولے آدھی رات۔ نہ بھونرا بھائی

الاحل پھول پھولے گھری رے پھروا اور چمپا پھول پھولے آدھی رات۔ " "
تو کا دیبون بھونرا دودھ بھات بھر دان ھری ھرے آگے کھیر جتا ؤ کہ پھاگن آلی
آؤ آؤ گئے بھونرا داہی دیسوا ارے جائے بیٹھے ہری جی کے پاگ کہ " "
پاگ سے آتارکے ہری بانکھ بٹھا دیں ارے پوچھن لاگے وحن کُسلات
توری دھنا اے ہری بیدن بیاکل ارے اوہی گن بھونرا بھیجے
کوٹھوا اوپر کوٹھری رے جھرکوا چتی۔ آھورا جہ اوہے نرکیا کا پیا تمھرن ناپن دیکھا ہو کہ پھاگن آئی

اُردو ہندی کے شعرا بلبل۔ کبوتر۔ ہوا اور کوا سے قاصد کا کام لیتے ہیں لیکن یہاں دیہاتی شاعر نے بھونرے کو قاصد بنایا ہے۔

مطلب۔ کون پھول پہر گھڑی رات رہے اور کون پھول آدھی رات میں پھولتا ہے جس پر بھونرا فریفتہ رہتا ہے۔
الاحل (۹) پہر رات رہے پھولتا ہے اور چمپا آدھی رات کو پھولتی ہے۔ اے بھونرے میں تم کو کٹورے میں دودھ بھات کھانے کو دونگی تم ذرا پردیس جاکر میرے پران ناتھ سے کہہ آؤ کہ پھاگن کا مہینہ آگیا۔

بھونرا اُڑتے اُڑتے اس دیس میں پہنچا جہاں عورت کا شوہر مقیم تھا اور اس کی پگڑی پر بیٹھ گیا۔ شوہر نے بھونرے کو پگڑی سے اُتار کر اپنے زانو پر بٹھا لیا اور اس سے اپنی عورت کا حال پوچھا۔

بھونرے نے کہا:" تمہاری پران پیاری صورت تمہاری جدائی کی آگ میں جل رہی ہے۔ اُس نے مجھے اس پیغام کے ساتھ کہ" پھاگن آگیا ہے" تمھارے پاس بھیجا ہے اس نے کہا کہ اے سوامی کوٹھے پر جو کوٹھری ہے اور اس میں جو کھڑکی ہے میں اس سے جھانک کر تمہاری راہ دیکھا کرتی ہوں لیکن اے میرے راجہ! تم سا کوئی رگھبیر مجھے نہیں دکھائی دیتا۔"

اعظم کریوی

ایک دُعا

مجھ کو خطروں سے پناہ مانگنے سے بچا۔ اس کی بجائے مجھ کو نڈر طریقے سے اُنکا سامنا کرنے کی توفیق دے۔
مجھ کو تکلیف ختم ہو جانے کی التجا سے بچا اور مجھ کو اتنی طاقت عطا کر کہ میں اُسے برداشت کرسکوں۔
مجھ کو زندگی کی جنگ عظیم میں مددگار نہ ڈھونڈنے دے بلکہ مجھے صرف ذاتی محنت پر بھروسہ کرنے کی توفیق دے۔
مجھ کو اس آرزو سے بچا کہ کوئی مجھ کو آزاد کرے۔ بلکہ مجھے صبر اور اُمید عطا کر تاکہ میں انکے ذریعے آزادی حاصل کریں۔
مجھ کو بزدلی سے دور رکھ اور توفیق دے کہ میں اتنا سمجھ سکوں کہ میری کامیابی صرف تیرے رحم پر منحصر ہے۔
اور ناکامی کے وقت کو اپنے ہاتھ کا سہارا ڈھونڈنے میں مدد دے۔ آمین

(ترجمہ از ٹیگور)

قمر النسا

غلط فہمی

پندرہ سال کا طویل عرصہ۔ قید بامشقت۔ اور وہ بھی وطنِ مالوف سے کوسوں دور۔ ایک غیر مہذب جزیرہ جہاں غم خواری کے لئے نہ دوست احباب تھے۔ نہ ہمدردی کے لئے عزیز و اقارب۔ پھر اس تمام دوران میں یہ حقیقت اس کے لئے سوہانِ روح بنی رہی کہ جس جرم کی پاداش میں اسکو جلا وطن کیا گیا وہ محض الزام ہے۔ وہ بالکل بے قصور تھا صرف واقعات نے ایسی صورت اختیار کی کہ عدالت اس کے خلاف فیصلہ کرنے کے لئے مجبور ہوگئی۔ قید و بند کی طویل مدت میں اس نے بارہا ارادہ کیا کہ خودکشی کرلے۔ کیونکہ ایسی بدرنگ و بے لطف زندگی سے مرجانا بہتر ہے۔ لیکن اُمید کی ایک ہلکی سی جھلک اس کو اپنے ارادوں سے باز رکھتی رہی۔ اسے یقین تھا کہ معینہ وقت گذر جانے کے بعد وہ پھر اپنے عزیز و اقارب میں جا ملے گا۔ مسلسل غم واندوہ نے اس کے خدوخال کو بالکل مضمحل کر دیا تھا۔ ناموافق آب و ہوا سے اس کی صحت بھی خراب ہو چکی تھی۔ بالوں کا سفید ہو جانا لازمی تھا۔ آنکھوں کی بصارت بھی کسی قدر کم ہوگئی تھی۔ دو چار دانت شکستہ ہو چکے تھے۔ کمزوری کا یہ عالم کہ قدم اُٹھاتے ہوئے ٹانگیں لڑکھڑاتی تھیں۔

قید سے رہائی حاصل کرنے کے بعد وہ سیدھا اپنے وطن گیا۔ اسے گلی کوچے یاد تھے۔ اپنا مکان بھی یاد تھا لیکن تلاش کرنے کی زحمت اُٹھانی پڑی کیونکہ شہر کا نقشہ ہی بدل چکا تھا۔ بہت سی تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ عمارتیں نئی شان کی تھیں۔ بازاروں کی رونق بڑھ گئی تھی۔ کسی کسی گلی کا نام بھی تبدیل ہو چکا تھا۔ تاہم وہ دریافت کرتے کرتے منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔ سڑک پر کھڑے ہو کر اس نے اپنے مکان پر نگاہ ڈالی۔ دیواروں کی شکستگی اور دروازوں کی بوسیدگی میں اسے سینکڑوں افسانے پنہاں نظر آئے۔ اس نے زینہ کی سیڑھیوں کو دیکھا۔ جس پر اپنے مضبوط قدم رکھ کر وہ ہزاروں بار اترا چڑھا تھا۔ لیکن آج اوپر جاتے ہوئے اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اب بھی اسکی شریکِ حیات اسی چار دیواری میں زندگی کے دن پورے کرتی ہے یا نہیں۔ وہ جھجک رہا تھا کہ کہیں غیر کا گھر نہ ہو وہ کھڑا سوچتا رہا۔ آواز دے تو کس کو دے۔ وطن کو خیرباد کہتے وقت اس نے اپنی آرزوؤں کا ثمرہ صرف ایک شیر خوار لڑکی کی شکل میں چھوڑا تھا۔ چند راہگیروں سے کچھ دریافت بھی کیا۔ مگر مطلب برآری نہ ہو سکی۔ کسی نے ٹال دیا۔ اور کسی نے غیر تسلی بخش جواب دیا۔ مایوس ہو کر اسے کہیں اور چلا جانا چاہئے تھا مگر ایک نہ معلوم کشش اسے کھینچ رہی تھی آخر وہ جرات کرکے زینہ پر چڑھ گیا۔ اس خیال سے کہ اگر جگہ غلط بھی ہوئی تو زیادہ سے زیادہ معافی مانگ لے گا۔ اس کی حالت قابلِ رحم تھی۔ کوئی سختی کے ساتھ اس سے بازپرس نہ کرتا۔

اوپر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ ایک تو مکروہ صورت اور پھر مداخلت بے جا۔

شخص کو تھوڑی دیر کے واسطے خوفزدہ کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس نے دیکھا کہ ایک عورت سہم کر ایک مرد سے چپٹ گئی ہے۔ گھر میں تیسرا شخص کوئی نہیں تھا۔ وہ زیادہ قریب پہنچ گیا اور خوب غور سے دیکھنے کے بعد پہچان لیا کہ عورت سوائے کملا کے کوئی نہیں۔ لیکن وہ حیران تھا کہ اس کے خد و خال میں فرق کیوں نہیں آیا۔ وہ اسی طرح شگفتہ و شاداب اور خرم و شاد تھی۔ عہد شباب کی رنگینیاں ابھی تک اس کے اعضا سے نمایاں تھیں۔ برخلاف اس کے وہ خود بوڑھا ہو چکا تھا۔ اپنی بیوی کو ایک غیر شخص کے ساتھ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مگر انتقام لینے کی قوت اس کے اعضا سے مفقود ہو چکی تھی۔ وہ فوراً چکرا کر گر پڑا۔

اس کی نگاہیں عورت پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ ایک فلسفی کی طرح گذشتہ واقعات زندگی پر غور کرنے لگا۔ وہ کملا کو الفت و محبت کی دیوی سمجھتا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ تصنع سے کام لیتی تھی۔ عورت بہت زیادہ بے وفا ہوتی ہے۔ اور ہرجائی ہونا اس کی فطرت میں داخل ہے۔ بسا اوقات وہ اپنے جذبات کے سامنے مذہبی عقاید کی بھی قدر نہیں کرتی۔ اسے تعجب ہو رہا تھا۔ کہ ہندو دھرم کی پیرو ہوتے ہوئے اس نے کس طرح گوارا کر لیا کہ ایک شخص کی ہو جانے پر کسی دوسرے شخص کی ہو جائے۔

دل ہی دل میں وہ اس کو برا بھلا کہتا رہا۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ اٹھ کر اس کے بال نوچ لے۔ اور مارتے مارتے اس کا تمام جسم سوجا دے۔ وہ خود بھی پشیمان تھا۔ کہ مسلسل پندرہ برس تک سموم نصایب تکالیف برداشت کرنے کے بعد رہائی حاصل کی تو ایسی جگہ کیوں آیا۔ جہاں اس کی روح کے لیئے مزید سامان رنج و الم موجود تھا۔

اس پر بے ہوشی طاری ہونے لگی۔

عورت نے اپنے ساتھی سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا "یہ کوئی بدمعاش ہے۔ نشہ کی حالت میں۔ اسے باہر نکال دو"

مرد نے جواب دیا "نہیں کچھ بیمار معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں سخت دل نہ بننا چاہیئے" اور یہ کہکر وہ بڈھے کی طرف چلا تاکہ اسے ہوش میں لے آئے۔

کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھول دیں اور غصہ کے ساتھ عورت کو گھورتے ہوئے کہا: "مجھے پہچان۔ میں کون ہوں۔ بے وفا عورت! تو اتنے جلدی بھول گئی۔ دیکھ میں تیرا شوہر ہوں"

عورت نے حیرت و استعجاب میں کہا "شوہر! نہیں۔ بالکل غلط۔ میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو۔ میں نے اس سے پہلے تم کو کبھی نہیں دیکھا"

بوڑھے کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اچھا تو بتا کہ اگر تو کملا نہیں ہے۔ تو پھر کون ہے؟"

"کملا۔ کملا۔ نہیں۔ نہیں میں کملا نہیں ہوں لیکن تم کون ہو۔ جلدی بتاؤ۔ کیا تم قیدی تھے۔ پندرہ برس بعد

واپس آئے ہو۔"

"ہاں! پندرہ برس بعد۔ آخر کار تم نے مجھے پہچان لیا۔ اب سے پندرہ برس پہلے یہ مکان میرا مکان تھا۔ یہاں کی ہر چیز میری ملکیت تھی۔ میرا ہر حکم یہاں ایک اٹل قانون تھا۔ میں یہاں کے درودیوار سے مانوس ہوں۔ سامنے کے برآمدہ میں ہر صبح میں گیتا پڑھتا تھا۔ اور تم قریب بیٹھ کر سنتی تھیں۔ اسی کمرے کے اندر میں نے اور تم نے پریم کا پہلا گیت گایا۔ اور آج تم مجھ سے ناواقفیت کا اظہار کر رہی ہو۔ میری ایک چھوٹی بچی تھی۔ بتاؤ کملا وہ کہاں ہے؟"

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ دوڑ کر بڈھے سے لپٹ گئی۔

"پتا جی! ــــ میرے پتا جی۔ وہ چھوٹی بچی خود میں ہوں!"

وہ کملا نہیں تھی۔ کملا اس کی ماں کا نام تھا۔ جو مر چکی تھی۔ دونوں کے خدوخال میں بے حد مشابہت تھی۔ یکساں آنکھ ناک۔ ہونٹ۔ اور تمام چہرہ ایک دوسرے سے ملتا جلتا تھا۔ سر مو فرق نہیں تھا۔ رہا عمر کا سوال۔ سو بصارت کے ساتھ بڈھے کی قوتِ امتیاز میں بھی کچھ فرق آگیا تھا۔ کملا کو وہ شباب کے عالم میں چھوڑ گیا تھا وہی صورت اس کی آنکھوں میں پھر رہی تھی۔ اس لئے اگر وہ ہر نوجوان خوبصورت عورت کو کملا کہہ اٹھتا تو کوئی تعجب کی نہ تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس طویل عرصہ میں بیٹی نے ماں کی جگہ لے لی ہوگی۔

آخر کار بڈھے نے اطمینان کے ساتھ تین سسکیاں لیتے ہوئے اپنی بیٹی کی آغوش میں جان دیدی۔ اس بیٹی کی آغوش میں جس کو چند لمحے پیشتر خود اپنی شریکِ حیات سمجھ رہا تھا۔ اور برہم تھا کہ وہ ایک غیر شخص کے ساتھ کیوں زندگی بسر کر رہی ہو۔ حالانکہ وہ غیر شخص نہیں اس کا شوہر تھا۔

طاہرہ دیوی شیرازی

وہ دِل ہی کیا جو واقفِ دردِ نہاں نہ ہو

"محفل میں میری آہ کا شعلہ عیاں نہ ہو
اس طرح جل بجھوں کہ ذرا بھی دھواں نہ ہو"

شیوہ یہی ہر حال میں اہلِ رضا کا ہے
دِل بیقرار ہو مگر لب پر فغاں نہ ہو

مثلِ نسیم میری گزر جائے زندگی
میرا وجود دہر پہ یارب گراں نہ ہو

وہ آنکھ کیا ہے غم میں کسی کے جو نم نہ ہو
وہ دِل ہی کیا جو واقفِ دردِ نہاں نہ ہو

بے فایدہ ہے حسن و جوانی پہ یہ غرور
وہ چیز چیز کیا ہے جو جاوداں نہ ہو

کیا کیجئے آہ سُن کے میرا دردِ دل کہیں
ٹکڑے جگر ہو آنکھ تری خونچکاں نہ ہو

بیت اللہ

تاریخ عالم کی ایک اہم داستان

بیت اللہ یا خانہ کعبہ کی تاریخ عظمت کے متعلق کسی قسم کی بحث بیکار ہے کیونکہ اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کیا یہ دُنیا کی ان چند تاریخی عمارتوں میں ہے جنکو ابتدائے انسانیت سے شرف شہرت و عظمت حاصل ہے۔ تاریخ کی شہادت موجود ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدم ؑ نے اس عمارت کو تعمیر کیا اور گو اس روایت پر زور نہیں دیا جا سکتا لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس قطعہ زمین کو جس پر کعبہ کی عمارت کھڑی ہے زمانہ دراز سے اہمیت حاصل ہے۔ آدمؑ کی بنائی ہوئی عمارت بیت المعمور کے نام سے مشہور ہے اور یہ طوفان نوحؑ کے وقت تک قائم تھی اور حجر اسود جو خانہ کعبہ کا سب سے اہم جزو ہے۔ آدمؑ ہی نے نصب کیا تھا۔ طوفان نوحؑ میں حجر اسود بہہ کر کوہ ابو قبیس پر پہونچ گیا اور یہیں سے حضرت خلیلؑ نے اٹھا کر از سر نو خانہ کعبہ میں نصب کیا یہ واقعات چونکہ غیر تاریخی زمانہ کے ہیں اس لیے بیت اللہ کی تعمیر پہلی دفعہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے منسوب کی جاتی ہے

حضرت ابراہیمؑ حضرت حاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو حجاز کے میدان بے آب گیاہ میں بحکم خدا چھوڑ کر جب شام چلے گئے تو شدت پیاس سے مجبور ہو کر حضرت حاجرہ نے پانی کی تلاش شروع کی تاکہ اپنی پیاس بجھائیں اور حضرت اسمٰعیلؑ کی جان بچائیں۔ وہ تلاش آب میں سات دفعہ صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے گرد دوڑیں اور آخری دفعہ خود حضرت اسمٰعیلؑ کے پیروں کے نیچے آب شفاف کا چشمہ ابلتے ہوئے پایا۔ پانی کو اس طرح بہتے ہوئے دیکھ کر وہ "زمزم" "زمزم" پکار اٹھیں جس کے معنی "ٹھہر" "ٹھہر" کے ہیں بعد میں اس چشمہ کے گرد بند بنایا گیا اور اسکا نام زمزم پڑ گیا۔ چشمہ کی وجہ سے بنو جرہم اور بنو قطورہ نامی دو یمنی قبائل جو کہ تم ہی تھے تلاش آب میں سرگرداں پھرتے ہوئے یہاں آ پہونچے اور حضرت حاجرہ کی اجازت سے یہیں آباد ہو گئے۔ حضرت حاجرہ تا زندگی اس نو آبادی پر حکمراں رہیں اور حضرت اسمٰعیلؑ کی شادی بھی بنو جرہم کے سردار کی لڑکی سے ہوئی۔ اس قطعہ زمین پر جہاں کعبہ ہے حضرت اسمٰعیلؑ نے بکریاں رکھنے کے لیے ایک مکان تعمیر کیا تھا۔

زمزم کے واقعہ کے چودہ برس بعد حضرت ابراہیمؑ بحکم خدا شام سے واپس آئے اور بیت اللہ کی تعمیر شروع کی۔ حضرت اسمٰعیلؑ پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ انہیں چنتے تھے۔ سیڑھی کی جگہ پر ایک بلند پتھر استعمال کیا گیا تھا اور جس جگہ وہ پتھر تھا وہ مقام ابراہیمؑ کے نام سے مشہور ہے۔ عمارت تیار ہونے پر حجر اسود کو کوہ ابو قبیس سے لا کر نصب کیا گیا اور حضرت ابراہیمؑ نے تمام قبائل عرب کو حج بیت اللہ کی دعوت دی اور سب سے پہلے خود

اس سعادت سے شرف یاب ہوئے۔ اس کے بعد پھر وہ پھر شام واپس چلے گئے اور پھر واپس نہ آئے۔ شام جانے کے قبل حضرت اسمٰعیل کے قربانی کا واقعہ بھی پیش آیا جس سے ہر خاص و عام واقف ہے اور جس کی یادگار آج تک عید قربان کی شکل میں منائی جاتی ہے۔ حضرت ہاجرہ کے بعد اس نوآبادی پر حضرت اسمٰعیل حکمراں رہے اور کعبہ کی تولیت بھی انہیں سے متعلق رہی۔ حضرت اسمٰعیل کے جانشین انکے صاحبزادہ حضرت نابت ہوئے اور انکے بعد کعبہ کی تولیت حضرت نابت کے ماموں مضاض بن عمر کے ذریعہ بنوجرہم میں منتقل ہوگئی اور وہی کعبہ اور اس کے نواح پر ایک عرصہ تک حکمراں کرتے رہے۔ عرصہ کے بعد حضرت ابراہیم کی عمارت گر گئی اور بنوجرہم نے اسی نقشہ پر دوسری عمارت تیار کی۔

کعبہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت اس زمانہ میں دولت و ثروت کا اہم ذریعہ تھی اور مندل کی وہی حیثیت تھی جو ہندوستان میں مہنتوں کی ہوتی ہے اس لئے قبائل عرب بنوجرہم کی ثروت کو رشک کی نظر دیکھتے تھے اور بالآخر وہ انہیں حکومت مکہ سے بے دخل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور بنوحمیر کی ایک شاخ عمالقہ نے کعبہ کی تولیت پر قبضہ کرلیا۔ تیسری دفعہ کعبہ کی عمارت جو کمزور اور منہدم ہوگئی تھی عمالقہ نے تیار کی۔ عمالقہ کے بعد ایک عرصہ تک تولیت پر امرائے یمن قابض رہے اور اس کے بعد تولیت اہل فارس کے ہاتھ میں پہونچ گئی۔ اس درمیان میں بنوجرہم نے پھر قوت پکڑی اور ایک عرصہ کی جنگ و جدل کے بعد پھر اپنی گذری ہوئی حکومت و تولیت کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے لیکن فتح و حکومت نے انکا دماغ بدل ڈالا تھا اسکا ظلم و جور بہت بڑھ گیا اور کعبہ کے مذہبی خزائن کو وہ علانیہ طور پر اپنے تصرف میں لانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گرد و نواح کے قبائل اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تولیت کعبہ بنوخزاعہ کو تفویض کی گئی۔

کعبہ میں بت پرستی کی ابتدا اسی زمانہ سے ہوئی اور رفتہ رفتہ پھیلتی گئی یہانتک کہ سرور عالم محمد مصطفےٰ کی بعثت نے ظلم و کفر کی تاریکی دُور کرکے نور اسلام و وحدانیت کی روشنی سے دنیا کو منور کردیا۔ قبائل عرب دوران سفر و تجارت میں اہل شام و ایران سے ملتے جلتے رہتے تھے اور چونکہ انکا اپنا کوئی خاص مذہب باقی نہ رہا تھا اور جہالت کی تاریکی میں گرفتار تھے اس لیے وہ اہل عجم کی آتش پرستی اور اہل شام کی بت پرستی سے بہت متاثر ہوئے اور رفتہ رفتہ یہ رنگ ان پر گہری طرح چھا گیا۔ اسی دوران میں بنوخزاعہ کا مشہور سردار عمر بن حی خزاعی سخت بیمار ہوا اور زندگی سے نا امید ہوگیا۔ قبیلہ کے چند بزرگوں نے رائے دی کہ وہ اگر شام سے ایک پرانی سانڈنی جو بتوں کے نام پر آزاد کردی گئی ہے کہ میں منگائے تو صحیح و تندرست ہوجائیگا۔ عمر کو اسی ترکیب سے صحت ہوئی اور وہ شامیوں کے دین کا معتقد ہوگیا اور وہاں سے بت منگا کر کعبہ میں نصب کیے۔ رفتہ رفتہ دیگر قبائل عرب بھی بت پرستی قبول کرتے گئے۔ مکہ میں جب قبائل نے افزائش نسل کی وجہ سے جب جگہ میں کمی پائی تو وہ دور و دراز نخلستانوں کی طرف ہجرت کرنے لگے اور کعبہ کے آس پاس سے پتھر اٹھا کر اپنے ساتھ بطور تحفہ لیتے گئے۔

اور جب مسافت کی وجہ سے حج کے لیے آنے سے قاصر ہوئے تو انہیں پتھروں کا طواف کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ انہیں پوجنے ہی لگے تھوڑے دنوں میں بت پرستی عرب میں عام ہوگئی۔
اس درمیان میں بنو اسمٰعیل کافی قوی ہوگئے تھے اور کثرت تعداد کے لحاظ سے انکی دو شاخیں قریش اور بنی کنانہ ہوگئیں تھیں قریش نے بنی خزاعہ کو کعبہ کی حکومت سے نکالکر تولیت پر خود قبضہ کر لیا۔ بیت اللہ کا نام اسی زمانہ سے کعبہ ہوا۔ کعب بن لوی بن غالب قریش ایک بہت بڑا سردار تھا اور اس کی نیکی، دریا دلی اور خدا پرستی کا بڑا شہرہ تھا وہ موحد تھا اور لوگوں کو دین ابراہیم کی پیروی کی دعوت دیتا تھا بیت اللہ اسی کے نام سے منسوب ہو کر کعبہ کہلایا۔ قریش کے ایک دوسرے سردار قصیٰ بن کلاب نے کعبہ کی چوتھی عمارت تعمیر کی۔ قصیٰ بڑا مدبر سردار تھا اور اس نے مکہ کی حکومت میں تنظیم و ترتیب اور قواعد کو رواج دیا۔ اسی نے دار الندوہ تعمیر کیا۔ جہاں وہ قبیلے کے مقدمات فیصل کیا کرتا تھا۔ ۵۳ھ قبل ہجرت میں حبشہ کے فرمانروا ابرہہ نے مکہ پر فوج کشی کی اور ساتھیوں کی ایک جماعت کعبہ کو مسمار کرنے کے ارادہ سے لایا۔ طیور کے دل بادل چونچ میں پتھر لیکر چھا گئے اور پتھروں کی ایسی بارش ہوئی کہ ابرہہ کی فوج پسپا ہو گئی۔ اس زمانہ میں حضرت عبد المطلب کعبہ کے متولی تھے اور سردار قریش تھے۔ جناب سرور کائنات کی ولادت بھی اسی سال ہوئی کعبہ کی پانچویں عمارت پھر قریش ہی نے بنائی۔ ایک عورت غلاف کعبہ کے پاس بخورات جلا رہی تھی کہ کعبہ کی عمارت میں آگ لگ گئی اور عمارت برباد ہوگئی۔ قریش نے یہ عمارت چندہ سے بنائی۔ عمارت کے نقشہ میں تغیر و تبدل ہوا۔ حجر اسود کے نصب کرنے کے وقت مختلف شاخوں میں جھگڑا ہوا کہ کون نصب کرے جناب سرور کائنات اسوقت کوئی دس بارہ برس کے تھے سرداران قبیلہ نے فیصلہ آپ ہی پر چھوڑا۔ آنحضرتؐ نے فیصلہ کیا کہ ایک چادر میں جس کے چاروں کونے چاروں شاخوں کے سردار پکڑے ہوئے تھے حجر اسود کو اٹھاکر رکھا اور پھر آپ ہی نے کعبہ میں نصب کیا۔ ۲۳ھ قبل ہجرت حضرت علیؑ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ ۸ھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد کعبہ کے بت حضرت علیؑ نے جناب سرور کائنات کے کاندھوں پر چڑھکر توڑ ڈالے اور بیت اللہ بتوں سے پاک و صاف ہوگیا۔ ۱۷ھ میں حضرت عمرؓ نے کعبہ کے احاطہ میں توسیع کی۔

خلافت راشدہ کے بعد جب عبد اللہ ابن زبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا اور مکہ میں محصور ہو کر یزیدی فوجوں کا مقابلہ کیا تو فوج شام کی گولہ باریوں سے کعبہ کی عمارت میں آگ لگ گئی اور عمارت مسمار ہوگئی۔ اسی وقت اس گوسفند کی سینگ جو بجائے حضرت اسمٰعیل حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کیا تھا جل گئے۔ عبد اللہ بن زبیر نے کعبہ کی چھٹی عمارت نئے نقشہ پر تعمیر کی اور اسکو مستحکم اور خوشنما بنایا۔ اکثر جگہوں پر سونا اور چاندی سے اندرون عمارت کو مزین کیا گیا۔ قفل بھی سونے کا بنایا گیا۔ عبد الملک بن مروان نے جب عبد اللہ ابن زبیر کے خلاف دوسری دفعہ حجاج بن یوسف کی سرکردگی میں فوج بھیجی تو پھر عمارت تباہ ہوگئی اور ساتویں دفعہ یہ عمارت عبد الملک کے

حکم سے حجاج بن یوسف نے از سر نو تیار کی اور ابن زبیر کی عمارت کو مسمار کر کے پہلے نقشہ پر عمارت تیار ہوئی۔ خلفائے بنی عباس رفتہ رفتہ اس کے احاطہ کو وسعت دیتے رہے۔ فرش زمین کو آراستہ اندرون کعبہ کو مزین اور سقف کعبہ کو منقش کرتے رہے۔ ابو جعفر منصور۔ معتضد باللہ۔ متوکل باللہ اور معتمد باللہ اس سلسلہ میں قابل ذکر نام ہیں۔ باب الزیادہ اور باب الابراہیم اسی زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ سنہ ... میں فرح بن برقوق چرکسی نے چار حصے تعمیر کیے تاکہ آپس میں لڑائی جھگڑا بند ہو۔ عباسی خلفاء نے کعبہ کے گرد کے مکانات جو رباطات کے نام سے موسوم ہیں تعمیر کئے مراد خاں سلطان روم کے عہد میں کعبہ میں پھر آگ لگ گئی اور عمارت منہدم ہو گئی۔ سلطان مراد خاں نے کعبہ کی آخری عمارت سنہ ... میں تعمیر کی اور وہ آج تک موجود ہے۔ مراد خاں نے دیواروں پر سنگ مرمر اور سنگ سیاہ و سرخ میں آیات قرآنی منقوش کرائیں اور اپنا نام بھی کتبہ میں داخل کر دیا۔

تاریخی شہادت موجود ہے کہ کعبہ پر سب سے پہلے غلاف حضرت اسمٰعیل نے چڑھایا۔ شاہان تبابعہ (اہل فارس) کے زمانہ میں بھی کعبہ پر غلاف چڑھانے کا ثبوت ملتا ہے۔ اہل فارس اور بنو جرہم و بنو خزاعہ کے زمانہ میں کعبہ پر جو چیزیں چڑھائی جاتی تھیں وہ زمزم میں ڈال دی جاتی تھیں تاکہ محفوظ رہیں چنانچہ حضرت عبد المطلب نے جب زمزم کو پھر سے کھود کر صاف کیا ہے تو انہیں زمزم میں سے کافی دولت حاصل ہوئی تھی۔ فتح مکہ کے بعد خود جناب سرور کائنات نے زمزم سے ساڑھے ۲۵ من سونا اور چاندی کے ظروف زمزم سے برآمد کرائے تھے۔

قصی بن کلاب نے کعبہ پر تیسری دفعہ غلاف چڑھایا تھا۔ غلاف سیاہ رنگ کا تھا۔ اس کے بعد پھر جناب سرور کائنات نے غلاف چڑھایا اور اس کے بعد یہ رسم برابر جاری رہی۔ عبد اللہ ابن زبیر نے کعبہ پر پہلی دفعہ ریشمی غلاف چڑھایا۔ مامون الرشید نے غلاف کا رنگ سفید کر دیا۔ ناصر باللہ نے سبز رنگ کا غلاف چڑھایا اور پھر محمود غزنوی نے زرد رنگ کا غلاف چڑھایا۔ اس کے بعد پھر غلاف کعبہ کا رنگ برابر سیاہ رہا۔ صالح بن اسمٰعیل نے سنہ ۳۳ھ میں اس صرف کے لیے جایداد نواح قاہرہ میں وقف کر دی۔ خلفائے عباسیہ کے بعد سلاطین ترکی غلاف پوشی کی خدمت کو انجام دیتے رہے۔ سنہ ۱۲۹۷ھ میں یہ خدمت خدیو مصر سے جو سلطان ترکی کے ماتحت تھا متعلق کر دی گئی اور سالانہ غلاف پوشی کی رسم جاری رہی یہاں تک خدیو مصر اور سلطان ابن سعود کے سپاہیوں میں تنازعہ کی وجہ سے غلاف مصر سے آنا بند ہو گیا اور اب یہ خدمت حکومت حجاز سے متعلق ہے۔

فیضِ مادری

تیری ہستی دہر میں مملوِ تعریف ہے
حق تو یہ ہے ختم تیری ذات پر توصیف ہے

تیری ہستی پر نچھاور فطرتی رعنائیاں
تیری ہستی پر تصدق قدرتی زیبائیاں

تیری ہر آواز پہ قرباں ہے طوفانِ حیات
ہر اشارے پہ فدا خوشبوئے ریحانِ حیات

تیری لوری میں نہاں سیلاب جوششِ زندگی
تیری خاموشی میں پنہاں ہیں خروشِ زندگی

جب کیا دعوئے خدائی کا یہاں نمرود نے
نائبِ شیطان کی لی سرکشی مردود نے

جلوہ دکھلایا ترے پہلوئے ابراہیم نے
زور پکڑا جن کے باعث حق نما تعلیم نے

سب سے پہلے دہر میں تعمیر کعبہ اس نے کی
خالقِ ارض و سماں کی دل سے پوجا اس نے کی

جب ہوئے فرعون و ہامان جانشینِ ظلم دور
بلکہ آیا دہر میں فسق و فسادِ نو کا دور

پھر تیری آغوش سے موسیٰ اٹھے ہارون اُٹھے
لیلیٰ توحید کے دیوانہ و مجنون اُٹھے

نیل کی موجیں نہنگِ موت کی ہمسر ہوئیں
کفر کی فوجیں انھیں کے دم سے خاکستر ہوئیں

جب گھٹائیں چھائیں دنیا پہ استبداد کی
یعنی کشتِ آدمیت چرخ نے برباد کی

پھر مسیحِ ناصری اُٹھے تری آغوش سے
چونکے خلقت لگی خوابِ فریبِ ہوش سے

پھر ہوا حقانیت کا بول بالا دہر میں
پھر نظر آیا ان آنکھوں کو اُجالا دہر میں

آدمی گزرا جب ایسے تیرگی کے دور سے
کام لینا سب نے چھوڑا چشمِ فکر و غور سے

پھر نئے سر سے زمانہ غرقِ ذلت ہو گیا
مشرق و مغرب بتوں کا رہنِ منت ہو گیا

تب محمد مصطفیٰ تشریف لائے دہر میں
رحمت اللعالمین کہلا کے آئے دہر میں

وہ ہوا جس کے نہ ہونے کی یہاں اُمید تھی
بت گروں کے گھر یاں فوجِ بت شکن کی عید تھی

آسماں سے ابر برسانے لگے آبِ حیات
مرگِ مطلق سے بشر نے دائمی پائی نجات

لیکن اب حیوانیت کی انتہا ہونے لگی
مرقدِ تہذیب میں انسانیت سونے لگی

مختصر یہ علم مغلوبِ جہالت ہو گیا
جاگ کر ہر عالمِ کوتاہ قسمت سو گیا

وقت ہے دوبارہ اپنے فرض کو محسوس کر
ساعدِ نازک سے حفظِ عزت و ناموس کر

دولتِ اولاد سے پُر دامنِ اُمید ہے
ارتقائے ملک و ملت کی تو ہی تمہید ہے

عہدِ فاروقی کے افسانوں کی تازہ یاد ہو
عالمِ نو میں پرانے طرز کی ایجاد ہو

شیخ محمد بشیر آزاد جرنلسٹ

وفا

(ترجمہ از ہندی)

"خان جہاں" بنگال کے اعلیٰ درجے کے ڈراموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مسٹر پانڈے نے اسے ہندی میں ترجمہ کرکے ہندی داں لوگوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ یہاں اس کے صرف وہ چند سین ترجمہ کیے گئے ہیں جو گلنار کے کیرکٹر سے تعلق رکھتے ہیں گلنار کی وفاداری، اور جرأت اور بہادری کو جس قدر بھی سراہا جائے کم ہے۔ جب تک دنیا قایم ہے۔ خاندان لودی کا یہ ماہتاب اپنی ضیا پاشیوں سے آنے والی نسلوں کے لئے مشعلِ ہدایت کا کام دے گا۔ (کنیز محمد بیگم)

(گلنار۔ بیگم خان جہاں صبح بیدار ہوکر) باندی۔ ذرا ادھر تو آ۔

باندی۔ کیا حکم ہے۔ بیگم صاحبہ۔

گلنار۔ ذرا معلوم تو کر کہ نواب صاحب اس وقت کہاں ہیں۔ جب سے میں آگرہ آئی ہوں۔ صرف ایک دفعہ ان کو دیکھا ہے۔ شام ہونے آئی۔ مگر زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ آگرہ میں کونسی ایسی جاذبیت ہے۔ کہ دن بھر میں ایک بار بھی ان کو مجھے دیکھنے کی فرصت نہیں ملی۔

باندی۔ وہ ضرور کسی خاص کام میں مصروف ہوں گے اس لئے نہیں آسکے۔

گلنار۔ ایسا کونسا خاص کام ہے۔ مالوے میں تو درباری کاروبار چھوڑ کر بھی دن میں متعدد بار میرے پاس آیا کرتے تھے۔ اور یہاں ایسے کون سے ضروری کام میں مصروف ہیں۔ کہ دن بھر میں ایک بار بھی مجھے دیکھنے کی فرصت انہیں نہیں ملی۔

باندی۔ تو بیگم صاحبہ کیا خبر لاؤں۔

گلنار۔ خبر لادے گی— نہیں جانے دے دیکھوں تو کب تک مجھے دیکھے بغیر وہ رہ سکتے ہیں۔

باندی۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو امراء اور شرفا انکی ملاقات کے لئے آتے ہوئے ہیں۔ انہیں چھوڑ کر وہ آپ کے پاس نہیں آسکے۔

گلنار۔ یہ ممکن ہوسکتا ہے۔ مگر پھر بھی گھڑی بھر کے لئے ہی انہیں میرے پاس آنا چاہیئے تھا۔

باندی۔ بیگم صاحبہ۔ اپنی حالت سے آپ انکا اندازہ لگا سکتی ہیں۔ کہ بیگمات کی ملاقات کی وجہ سے آپ کو اپنی لونڈیوں تک سے بات چیت کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ وہاں تو خیر کارخانہ ہی اور ہے۔

گلنار۔ گو دن بھر میں بیگمات کی ملاقات میں مصروف رہی ہوں۔ مگر خیال اسی طرف رہا ہے۔ باندی جب سے میں آگرہ آئی ہوں۔ خدا جانے کیوں دل اندر ہی اندر بیٹھا جا رہا ہے۔

باندی۔ کیوں بیگم صاحبہ!

گلنار۔ میں جانتی ہوں۔ کہ میرے نواب صاحب انتہائی خوددار ہیں۔ مگر شومئی قسمت کہ بادشاہ کا سلوک ان کے ساتھ اچھا نہیں اندیشہ ہے۔ کہ اگر انکی خاطر تواضع میں اس طرف سے ذرا بھی کمی ہوئی تو وہ اسے سختی سے محسوس کرینگے۔ ہاں ان کو قلبی صدمہ ہوگا۔

ا میرے سوا نہ کوئی سمجھ سکے گا۔ نہ ان کی دیکھ بھال
کر سکے گا۔ یہی خیال مجھے یہاں تک لایا ہے۔ ورنہ
ضرورت تھی۔ کہ تمام خاندان کو ساتھ لیکر میں یہاں
آتی۔ اور ان کے لئے باعث اذیت ہوتی۔

باندی۔ بادشاہ سلامت نے ان کو خود مدعو کیا ہے
بیگم صاحبہ۔ بے مرضی کو کیا دخل!

گلنار۔ اُمید تو ایسی ہی ہے۔ مگر پھر بھی دل نہیں مانتا
بھلا عظمت تو آکر مل سکتا تھا۔ وہ بھی نہیں آیا۔ وہ بچہ
کس کام میں مصروف ہے؟ کیا امرائے آگرہ کی ملاقات
نے اسکو بھی والدہ کے پاس نہ آنے دیا۔

عظمت۔ آتی میں حاضر ہوں۔

گلنار۔ دن بھر کہاں تھے؟

عظمت۔ یہیں تھا۔ گر یہ بتانے کے لئے بہت
وقت چاہئے۔ دن بھر آگرے کی سیر کرتا رہا ہوں امی
دنیا بھر میں ایسا شہر غالباً اور کوئی نہ ہوگا۔ نیلگون جمنا
کے کنارے خوش نما محلات سے آراستہ آگرہ
آسمانی رنگ کی ساڑھی پہنے جنت کی پری کی طرح چپ
چاپ بیٹھا تمام دنیا کے مالک کی خدمت کر رہا ہے۔
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا کے قیمتی جواہرات
سے اپنے آپ کو سجا کر بھی اس کی تمنا پوری نہیں ہوئی تو ایسے
آگرہ راجدھانی نے اپنے گلے میں نیلے رنگ کے پھولوں
کی مالا پہن رکھی ہے۔ اس شہر کی ایک ایک چیز کا بنظر
غائر مطالعہ میرے خیال میں زندگی بھر میں پورا نہیں
ہوسکتا۔ اس لئے سرسری نظر سے دیکھ آیا ہوں۔
مگر پھر بھی شام ہوگئی۔

گلنار۔ عظمت کیا صرف شہر کی ہی سیر کرآئے۔ اور
یہاں کے لوگوں کو نہیں دیکھا۔

عظمت۔ اماں لوگوں کو اور کس طرح دیکھتا؟

گلنار۔ عظمت تم ایسے باپ کے بیٹے ہو۔ کہ شہر کی
دلآویزی سے قطع نظر شہر والوں کی حالت کا مطالعہ تمہارا
فرض اولین تھا پس تم نے کیوں اسے پورا نہ کیا!

عظمت۔ اماں میں ابھی لڑکا ہوں۔ آدمیوں میں
کون کس طرح کا ہے۔ یہ بھلا کیسے سمجھ سکتا ہوں۔
تمام دُنیا کے آدمی آگرے میں موجود ہیں۔

گلنار۔ لڑکے تم ضرور ہو۔ لیکن تم کو اس عمر میں اور اس
شہر میں بادشاہ کی فوج کی منصبداری کرنی ہوگی کیا تم
یہ جانتے ہو؟

عظمت۔ منصبداری! مجھے؟ میں کیوں منصبداری
کروں گا؟

گلنار۔ تمہارے والد کی یہی مرضی ہے۔

عظمت۔ والد کی مرضی ہے؟

گلنار۔ ہاں تمہارے والد بھی کسی وقت یہاں رہ کر
منصبداری کر گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہاں رہنے سے
بہادروں کی لڑائی کے ڈھنگ اور لڑنے کے فن کی بہت
سی باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔

عظمت۔ اماں یہ آپ کیا کہتی ہیں۔ جس نے میرے
والد کی لڑائی کے ڈھنگ اور لڑنے کے فن دیکھے ہیں اُسے
دوسرے بہادروں سے سیکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

نواب خان جہاں کا آنا

(باقی آئندہ) کنیز محمد بیگم منشی فاضل

معیارِ انسانیت

ایک بہت پُرانی مثل ہے کہ "سونا جانئے کسے۔ اور آدمی جانئے بسے"۔ جس طرح کسوٹی پر کسنے سے کھوٹا کھرا سونا معلوم ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ انسان کے ساتھ رہنے سہنے سے اس کی عادات و خصائل اطوار و اخلاق کا صحیح علم ہو جاتا ہے۔ بھلائی بُرائی خوخصلت جانچنے اور آدمی کو پہچاننے کا درحقیقت اس سے بہتر کوئی معیار نہیں۔ گو انسان کی شکل و شمائل اور ظاہری وضع قطع کو بھی ایک حد تک اس میں دخل ہے مگر ساتھ رہ کر جس عمدگی سے تمام اسکا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور کسی طرح ممکن نہیں۔ برسوں کی میل ملاقات محبت و اتحاد میں بھی اسکا ٹھیک تجربہ نہیں ہوتا اور انسان ظاہری حالات میں فریب کھاتا رہتا ہے مگر سابقہ کی کسوٹی اس دھوکے کی ٹٹی کو دور کر دیتی۔ اور ... روشن ہو جاتا ہے کہ "ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہے"۔ بہت سے لوگ جو خوش خلق خندہ رو اور نیک دل ہوتے ہیں۔ اپنی خانگی زندگی میں بدمزاج کینہ ور اور نہایت بدطینت ثابت ہوتے ہیں۔ اور بعض سیدھی سادی نیک سیرت بزرگ ہستیاں جن پر بُرائی کا گمان کرنا بھی گناہ کے مترادف ہے فتنہ پردازی۔ تفرقہ اندازی حسد اور خود پسندی جیسی برائیوں میں گرفتار نظر آتی ہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو بظاہر کسی عمدہ صفت اور خوبی کا حامل نظر نہیں آتا۔ بہت ممکن ہے کہ اپنی گھریلو زندگی میں کشادہ دل متحمل اور ہمدرد ثابت ہو۔ ملنے جلنے اور برتاؤ سے بسا اوقات اسقدر عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر۔ ہماری طرزِ معاشرت کے لحاظ سے تقریباً ہر بہن کو ان اتفاقات کے تجربے اکثر ہوتے رہتے ہونگے نیز ان تجربوں میں محبت و نفرت کے جو اثرات دلوں پر نقش ہو جاتے وہ بھی بالعموم آسانی نہیں مٹ سکتے۔ پس گھر کے ہر فرد کیلئے لازم ہے کہ اپنے حالات کو بہتر بنانے اور مشترکہ زندگی کو خوشگوار بسر کرنے کی سعی کرے اس کے لئے سب میں پہلے رشک اور خود غرضی سے اجتناب ہمدردی رواداری اور خوش خلقی کی صفت اپنے میں پیدا کرنی لازمی ہے تاکہ اپنی اور ساتھ ہی دوسروں کی زندگی تلخ نہ ہو جائے! خداوند تعالیٰ ہم سب کو ان مذموم عادات سے محفوظ رکھے اور اپنے کلام پاک پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم معیارِ انسانیت اور شرافت پر پورے اتریں۔

ام بانو بیگم حیدر آباد دکن

کپڑوں کی دُھلائی

لباس۔ جس طرح انسان اور حیوان میں زبان کا امتیاز ہے اسی طرح مہذب اور وحشی انسانوں کا فرق لباس سے ہے۔ گو مہذب یورپ میں آج کل زنانہ لباس کے خلاف زبردست پروپاگنڈا ہو رہا ہے لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ تہذیب اور لباس کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لباس نہ صرف موسمی تغیرات سے جسم کو محفوظ رکھتا ہے بلکہ انسان سوسائٹی کے مختلف درجوں کی شناخت کا اہم ذریعہ بھی۔ عمدہ لباس حسب ذیل اسباب پر مبنی ہے۔

(۱) اس امر کا تعین کہ ہر سال اس ضروری مد پر کس قدر روپیہ صرف کیا جا سکتا ہے۔

(۲) مارکیٹ میں جس قدر کپڑوں کی اقسام فروخت کے لئے آتی ہیں اُن کا علم۔ بہتر قسم کے کپڑے دیرپا ثابت ہوتے ہیں۔

(۳) ہر شخص کے لیے اُس کے قد، رنگ اور ڈیل ڈول کے لحاظ سے کپڑوں کے مختلف رنگ اور وضع و تراش کے مختلف طریقے مناسب معلوم ہوتے ہیں اور جسم کو زیب و زینت بخشتے ہیں۔ اس لیے اس بات کا علم از حد ضروری ہے۔ ایک شخص جس کی جسمانی ساخت میں بظاہر کوئی عیب نہیں معلوم ہوتا اگر غلط طریقہ سے کپڑوں کا استعمال کرے تو یقیناً ایک کارٹون معلوم ہو گا۔ اس کے برخلاف اگر ایک بدصورت اور بدقوام شخص کپڑوں کا صحیح استعمال جانتا ہے تو اسکا یہ عیب ایک حد تک چھپ جائے گا۔

(الف) مضبوط نرپہ اور پست قد انسان کو ایسا لباس کبھی نہ استعمال کرنا چاہیے جس کی دھاریاں جسم کے عرض سے ہو کر گذرتی ہوں۔ بلکہ اُن دھاریوں کو کھڑا ہوا ہونا چاہیے یعنی جسم کے طول سے متوازی تاکہ قد اونچا اور جسم دُبلا معلوم ہو۔ متذکرہ بالا قسم کے شخص کو گہرے رنگ کے کپڑے پہننا چاہئیں لیکن وہ زیادہ چمکدار اور بھڑکیلے نہ ہوں۔

(ب) طویل القد اور نحیف جسم کے انسان کو وہ دھاری دار کپڑا استعمال کرنا چاہیے جس کی دھاریاں جسم کے عرض سے ہو کر گذرتی ہوں۔

(س) سانولے اور سیاہ رنگ کے انسان کو سبز بھورا اور سرخ لباس پہننا چاہیے۔ لیکن سیاہ اور نارنگی رنگ سے اجتناب کرنا چاہیے۔ گورے رنگ کے انسان کو اور خصوصیت سے اُس شخص کو جس کے بال بھی بھورے یا سنہری ہوں۔ سُرخ ارغوانی۔ زرد اور زمردیں لباس استعمال کرنا چاہیے۔

۴۔ فیشن کی آنکھیں بند کر کے تقلید نہ کرنی چاہیے بلکہ اپنی ضروریات اور پوزیشن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے لباس کو پسند کیا جائے۔ وہ لباس جو موجب زحمت ہو کبھی استعمال نہ کرنا چاہیے۔

۵۔ موسم سرما میں کپڑے اس قسم کے ہوں جو گرم بھی ہوں اور ہلکے بھی تاکہ جسم پر بار نہ ہوں۔

(الف) بنیائن موسم سرا کے استعمال کے لیے گرم اور ہلکی ہو۔ اون یا اون اور سلک کا مکسچر۔ یا اون نما سوت کے کپڑے گو سستے ہوتے ہیں لیکن اس قدر گرم نہیں۔ لیکن ہندوستان کی فضا کے لئے مفید ہیں۔ جسم پر پہلے سوتی بنیان ہو اور اس کے بعد اونی تاکہ ہر دوسرے تیسرے اس سوتی بنیان کو اُبال کر میل نکالا جا سکے۔

(ب) موسم گرما میں بنیائن بہت ہلکی ہو تاکہ پسینہ آنے کے بعد فوراً تبدیل کی جا سکے۔ پسینے سے تر اور کپڑے پہنے رہنے سے بہت نقصان ہوتا ہے

(س) تنگ کپڑے بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں کیونکہ اُن سے دوران خون میں دقت ہوتی ہے۔ عورتوں کے تنگ پائے جامے ہندوستان کے مختلف اضلاع میں مروج ہیں۔ معلوم نہیں کیوں؟

لباس کی حفاظت

(۱) بکسوں میں رکھنے سے قبل

(۱) کوٹ کھونٹیوں پر لٹکائے جائیں۔ اور ڈھیلے پائجامے سوتی تھیلیوں میں۔

(۲) اونی سوئٹروں کو دن بھر پہننے کے بعد رات کو تہ کرکے رکھا جائے ورنہ اس کے تار کھنچ جائیں گے۔

(۴) ہیٹ اور ٹوپیاں گرد سے پاک کی جائیں اور اس کے بعد ڈبوں میں رکھدی جائیں فلسٹ کی ٹوپیوں پر برش کیا جائے۔

(۵) دستانوں کو ہاتھوں سے اتارنے کے بعد کھینچا جائے تاکہ اس کی انگلیاں تن جائیں۔

(۶) بھیگے ہوئے جوتے پہلو کے بل رکھدیے جائیں اور ان کو آہستہ آہستہ خشک کیا جائے دھوپ میں اور آگ کے قریب نہ رکھنا چاہیے جوتے کے بعد ان میں فرمے رکھدیے جائیں تاکہ ان کی قایم رہے۔

(۷) موزوں میں اگر ایک سوراخ بھی ہو گیا ہو تو فوراً رفو کر لینا چاہئے۔

لباس کو تہ کرنا

(۱) اونی کپڑوں کو تہ کرکے نیم یا نفتالی کی گولیوں کو رکھکر کاغذ میں لپیٹ کر بکس میں رکھدینا چاہیے۔

(۲) سوتی اور ریشمی کپڑوں کو دھو کر ہوا اور دھوپ میں پھیلا کر رکھنا چاہیے۔ یہ خیال رہے کہ ان میں نم نہ لگا ہو ورنہ پھپھوندی لگ جائے گی۔

(۳) ساڑھیاں اور فراک وغیرہ احتیاط سے تہ کرکے ٹیشو کاغذ میں باندھکر بکس میں رکھنا چاہئیں

(۴) اونی کوٹ چسٹر سوئیٹر وغیرہ کھونٹیوں پر چاہئیں۔ اگر ان کو زیادہ عرصہ تک رکھنا ہو تو احتیاط سے تہ کرکے سوتی تھیلیوں میں حفاظت سے رکھیں کپڑوں کو تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد نکال کر دیکھنا چاہیے اور دھوپ اور ہوا میں پھیلانا چاہیے۔

بکس میں رکھنا

سوٹ کیس یا بکس کو برش سے صاف کرو۔ اور اس کے اندر سفید کاغذ کی تہیں دو۔

(۲) تمام بھاری لباس نیچے رکھنا چاہیے۔ اگر جو۔

چاہوں تو اُن کو پُرانے اور بے کار موزوں میں بھر دینا چاہئے کپڑوں کے بیچ میں اور کناروں پر جگہ خالی رہ جاتی ہے اُس کو موزے اور رومال وغیرہ رکھ کر پُر کیا جائے۔

(۳) ساڑھیاں اور ریشمی لباس جن کے مسل جانے کا اندیشہ ہو اُن کو بکس کے اوپر کی کشتی میں رکھنا چاہئے۔

(۴) بکس کو اس طرح پیک کیا جائے کہ خالی جگہ باقی نہ رہے ورنہ ترتیب بگڑ جائے گی۔

(۵) سفری بکس پر اپنا نام ضرور لکھا ہوا ہو۔

لباس کی کایا پلٹ

کپڑے عرصۂ دراز تک اصلی حالت میں رہ سکتے ہیں بشرطیکہ اُن کی احتیاط کی جائے۔ یوں تو ہر شخص لباس پہنتا ہے لیکن تمیزدار پُرانے لباس کو بھی اس طرح استعمال کرتا ہے کہ نیا معلوم ہوتا ہے۔ اس مقصد کے لئے حسب ذیل ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔

کوٹ۔ (۱) تمام دھبے اور میلے کے داغ برش سے صاف کرکے دُور کیجئے۔ کوٹ کے کف اور کالر اُلٹ کر اُن کے اندر کی مٹی وغیرہ نکال دیجئے۔

(۲) سمور اور قاقم اور فر کے کپڑوں کو برش کیجئے اور خوب جھاڑیئے۔ اگر اُن کا رنگ سفید ہے تو ان آٹے یا Fullers earth یا magnesia میگنیشیا سے رگڑیئے اگر ان کا رنگ گہرا ہے تو Bran سے رگڑیئے۔

(۳) اگر کوئی داغ خالی برش سے نہ صاف ہو تو اسپنج کو گرم پانی اور سرکہ میں بھگو کر اس مقام پر رگڑیئے۔ سرکہ اور پانی کا تناسب ایک پائنٹ پانی اور ایک چمچہ سرکہ ہو۔ تیل یا گھی یا چربی کے نشانات اس طرح دور کیے جائیں کہ داغ پر بلاٹنگ پیپر (جاذب) رکھا جائے اور اُس پر سے گرم لوہا پھرایا جائے۔ یا اُس کو پیٹرول یا بنیزولین Benzoline میں دھوئیے۔

(۴) ٹوٹے ہوئے بٹن بدل دیئے جائیں۔

(۵) شیروانیوں کے کالر پسینہ سے خراب ہو کر پھٹ جاتے ہیں اس لئے دوسرا کالر لگا دینا چاہئے۔

قیمتی لباس

(۱) ڈھیلے پائجامے۔ ساڑھیاں اور جمپر وغیرہ چونکہ قیمتی ہوتے ہیں اس لیئے بار بار نہیں دھلوائے جا سکتے۔ اس لئے جس وقت اُن پر کوئی داغ یا دھبہ آجائے اُسی وقت اُس کو دُور کر دینا چاہئے۔

(۲) ساٹن کے کپڑوں پر اگر چربی یا تیل کا داغ آجائے تو اُس مقام پر Fullers earth (فلر کی مٹی) ملکر دو تین گھنٹہ تک رہنے دی جائے اور اُس کے بعد اُس کو برش کر دیا جائے۔

مخمل (۱) مخمل کے رنگ کو نکھارنے کے لیئے یہ صورت بہترین ہے کہ اُس کو بھاپ کے سامنے تھوڑی دیر تک رکھا جائے۔

(۲) اس کے بعد مخمل کو اُلٹ کر ایک موٹے کپڑے

تجربہ کی باتیں

(۱) رنگین ریشمی کپڑے دھونے سے قبل انکو ٹھنڈے پانی میں جس میں کہ تھوڑا سا نمک ملا ہوا ہو بھگو رکھو تاکہ رنگ پختہ ہو جاوے پھر صابن سے دھو کر سب سے آخری پانی میں ایک چمچہ نمک اور ایک چمچہ سرکہ ملا کر خشک ہونے کے لئے الگنی پر لٹکا دو۔

(۲) کپڑوں سے سیاہی کے داغ دھبے دور کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ترش لیموں کا رس اور نمک اس جگہ پر مل دو جب یہ کپڑا دھوبی کے ہاں سے دُھل کر آئے گا تو بالکل صاف ہو گا۔

(۳) پانی، مٹی کا تیل، اور میتھیلیٹڈ سپرٹ تینوں کو برابر برابر لیکر ایک بوتل میں محفوظ رکھو جب کھڑکیاں یا دروازوں کے شیشے اور آئینے وغیرہ صاف کرنے ہوں تو اس سلوشن کو کپڑے سے ان پر ملو بعد میں دوسرے صاف کپڑے سے صاف کر ڈالو۔ یہ سب سے آسان اور سستا نسخہ ہے۔

(۴) کھانے کی پالش شدہ میزوں پر جب گرم گرم کھانے کی تشتریاں رکھی جاویں تو اس جگہ سے پالش خراب ہو جاتا ہے۔ ایسے داغ دھبے مٹانے کے لیے السی کا پکا یا ہوا تیل لیکر گرم کرو پھر اس میں اسی قدر تارپین کا تیل شامل کر کے بوتل میں محفوظ رکھو۔ یہ سلوشن نرم کپڑے سے ایسے داغ دھبوں پر ملنے سے داغ دُور ہو جاتے ہیں۔

(۵) بعض اوقات جب نئی سڑک بن رہی ہو تو اس جگہ سے قیمتی جوتوں پر تارکول کے داغ دھبے لگ کر خراب ہو جاتے ہیں انکو مٹانے کے لئے تھوڑا تازہ مکھن اس جگہ پر ملو بعد میں پیٹرول سے صاف کر ڈالو۔

(۶) سلک کے پارچات دھونے کا سنہری طریقہ یہ ہے کہ ان کو دھوتے وقت نہ بھٹی رکھو نہ اُبالو اور نہ سوڈا ڈال کر ملو۔ بلکہ صرف تھوڑے سے صابن کو گرم پانی میں پھانٹ کر جھاگ کر لو۔ اب اس میں دھونے والے ریشمی کپڑے نرم نرم ملو۔ اگر اچھی طرح صاف نہ ہوئے ہوں تو یہی عمل دوبارہ کرو۔ جب صاف ہو جاویں تو ٹھنڈے پانی میں کھنگال ڈالو اور جب تھوڑے سے خشک ہو جاویں تو گرم استری پھیر کر خشک کرو۔

(۷) اُونی کپڑے دھونے کا بھی ایک خاص طریقہ ہے۔ بالکل سفید سا سادہ یعنی صابن کے باریک ٹکڑے کاٹ کر ان کو نیم گرم پانی میں حل کر لو۔ اور پانی کو پھانٹ کر سب جھاگ جھاگ کر لو اب جس کپڑے کو دھونا ہو اس میں ملو۔ زیادہ مروڑو تڑو نہیں بعد میں دوسرے صاف پانی میں جس میں تھوڑا سا نرم صابن ملا ہوا ہو دھو ڈالو۔ اونی کپڑے دھونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو سکے خشک کرنے کی کوشش کرو۔ ایسا کرنے سے سکڑیں گے نہیں۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ ان کو صاف چادر پر جو کہ گرم زمین پر دھوپ میں بچھائی ہوئی ہو پر سیدھے پھیلا دو۔ اور اگر کسی جگہ سے

سکڑے ہوئے معلوم ہوں تو انکو تھوڑا کھینچ کھینچ کر اصلی حالت پر لے آؤ جب خشک ہو جاویں تو الٹ کر اندر کی طرف سے استری کرو۔

(۲) امونیا کا استعمال۔ خانہ داری میں امونیا کے بہت سے استعمال ہیں مثلاً:۔

(۱) بلیک لیڈ میں تھوڑا سا امونیا ملا کر اس سے لوہے کی اشیا کو رنگ کرنے سے خشک ہونے پر ان میں ایک خاص انداز کی چمک پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) چاندی اور شیشے کے برتن جس پانی دھوئیں اس میں تھوڑا امونیا ملا کر صاف کرنے سے نہ صرف اچھی طرح صاف ہی ہو جاتے ہیں بلکہ خشک ہونے پر ان میں چمک و دمک پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳) قلعی یا چونہ میں تھوڑا امونیا ملا کر اس کی رگڑ ہی سے نالو یہ چاندی کا سامان صاف کرنیکے لئے بہت عمدہ درست پاؤڈر ہے

(۴) اگر گرم پانی بھرنے والی ربڑ کی بوتلیں گاہے بگاہے امونیا لے ہوئے پانی سے دھوئیں تو کبھی سخت نہ ہوں گی اور خشک ہو کر پھٹیں گی بھی نہیں۔

(۵) سرخ روشنائی کے داغ اور دھبے اگر میز پوش پر سے نکالنے ہوں تو امونیا اور پانی سے پونچھ کرنیکے بعد اسکو دودھ سے دھو ڈالو

(۶) سفید فلالین کے کپڑے دھو کر خشک کرنے سے قبل امونیا لے پانی میں تھوڑی دیر بھگو دو بعد میں ان کو سایہ میں لٹکا کر خشک کرو۔ اس عمل سے زیادہ نہیں سکڑتے۔

(۳) بورکس (سہاگہ) کا استعمال۔ صفائی کے لئے بورکس ایک بڑی کار آمد اور ضروری چیز ہے۔

(۱) بالوں کو صاف کرنے کے برش یا دار اغسل خانہ کے برش اگر بورکس لے پانی سے صاف کئے جاویں تو نہ صرف انکی چکناہٹ ہی صاف ہو جائے گی بلکہ انکی شکل و صورت بھی بالکل نئے کی سی ہو جاوے گی۔ اس مقصد کے لئے ایک چمچہ (ٹیبل سپون) دو بوتل پانی میں حل کیا ہوا کافی ہے۔

(۲) چینی کے برتن اگر اس پانی میں دھوئے جاویں جس میں کہ ایک چمچہ بورکس کا ملایا ہوا ہو تو وہ بھی دھونے کے بعد بالکل نئے معلوم ہونگے یعنی ان میں ایک خاص قسم کی چمک جو صرف نئے برتنوں ہی میں ہوتی ہے عود کر آئے گی۔

(۳) متواتر استعمال کی وجہ سے چائے پکانے کی کیتلی میں سفید سفید چونہ جمع ہو جاتا ہے اسکو صاف کرنا بہت تکلیف دہ ہے اگر اس کیتلی میں دو چمچے بورکس کے ڈال کر اس میں ابلتا ہوا پانی ڈال دیں پھر اسکو دو تین گھنٹہ اسی طرح پڑا رہنے دیں تو یہ بڑی آسانی سے صاف ہو جائے گی۔

(۴) قالیچے اور دریاں جن پر داغ دھبے کے نشان پڑ گئے ہوں بورکس لے پانی سے خوب اچھی طرح صاف ہو جاتے ہیں صاف کرنے کے بعد دوبارہ صاف پانی سے دھو ڈالو۔

امت الحفیظ اہلیہ محمد عبدالرحیم صاحب کاٹھیاواڑ

قرض

ازحضرتِ دعا ڈبائیوی

جب خدا نے عالمِ اسباب کو پیدا کیا | اور یُوں اظہار اپنی شانِ قدرت کا کیا
کس کی ہمت تھی جو کہتا کس لیئے اَیسا کیا | اپنی مرضی کے مطابق اوس نے جو چاہا کیا
منتخب کر کے خلافت حضرتِ آدمؑ کو دی
خلق میں اپنی امانت حضرتِ آدمؑ کو دی

اشرف المخلوق کیوں انسان کہلایا گیا | آپ نے دل میں کبھی سوچا کبھی سمجھا ذرا
کونسی خوبی ہے اس میں ساری دُنیا سے سوا | کچھ تو ہوگا راز جو اتنا اِسے رُتبا ملا
عقل کی ساری کرامت عقل کا اعجاز ہے
فرش پر مسکن ہے لیکن عرش تک پرواز ہے

عقل سے اِنسان کو یہ رتبۂ عالی ملا | عقل ہی نے اِسکا دُنیا میں بڑھایا مرتبہ
عقل اگر اس میں نہ ہوتی کون اسکو پوچھتا | جس قدر عزت ہے گویا فیض ہے سب عقل کا
مرتبہ ایسا فرشتوں کے بھی ہاتھ آیا نہیں
اس نے باتیں کیں خدا سے اور گھبرایا نہیں

عقل سے احساس ہوتا ہے زیان و سود کا | فیض سے اس کے سمجھ سکتے ہیں ہم اچھا بُرا
کر دیا اس نے طریقِ جُز رسی کو آشنا | نیک و بد سے ساری دُنیا کے ہیں واقف کیا
یعنی دُنیا میں رہیں خورسند شکم پاتے رہیں
اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلاتے رہیں

جو میسر آگیا کرتے رہے اوس میں گذر | عقل والوں کا یہی دیکھا ہے شیوہ عمر بھر
لیکن اس سے دُور رہتے ہیں بنے گو جان پر | پیٹ بھر لیں دوسرے لوگوں سے ٹکڑا مانگ کر
خلق میں اہلِ شرافت غم سے گھبراتے نہیں
دوسروں کے سامنے ہاتھ اپنا پھیلاتے نہیں

قرض سے بدتر نہیں دُنیا میں کوئی کام بھی
سچ ہے اس کی خوشی بے لطف ہے آرام بھی
اہلِ غیرت تو نہیں لیتے ہیں اسکا نام بھی
اسکا ہوتا ہے بُرا آغاز بھی انجام بھی

وجہِ بربادی ہے یہ سارے زمانے کے لئے
کر دیا محتاج اس نے دانے دانے کے لئے

قرض لینے کا بُرا ہوتا ہے جسکا بالیقیں
اس کے لیتے وقت انساں کچھ سمجھتا ہی نہیں
اہلِ غیرت جانتے ہیں کب اسے فعلِ حسیں
عزت و رفعت کو کر دیتا ہے پیوندِ زمیں

کچھ تو اپنی آبرو کا پاس کرنا چاہئے
ڈوب مرنے کی جگہ ہے ڈوب مرنا چاہئے

اونچے اونچے تھے مکاں جنکے بڑی توقیر تھی
دیکھتے تھے جنکو عزت کی نظر سے آدمی
جن کی راحت سے بسر ہوتی تھی پہلے زندگی
عیش تھا حاصل جنھیں آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی

قرض کے ہاتھوں وہی برباد ہیں تاراج ہیں
آج اک نانِ جویں کے واسطے محتاج ہیں

چاہتے ہیں آپ اگر احباب سے ہو دشمنی
جاکر اُن کے پاس خواہش کیجئے کچھ قرض کی
اتفاقاً ہوگئی دینے میں کچھ پہلو تہی
پھر رہ سکتا نہیں آپس میں قایم دو گھڑی

قرض کہتے ہیں جسے قاتل ہے وہ انسان کا
دوستوں کو بھی بنا دیتا ہے دشمن جان کا

عورتوں کو سب سے بڑھکر چاہئے اس کا خیال
سوچ لیں آغاز سے پہلے ہر اک شئے کا مآل
اپنے گھر کے خرچ و آمد کی ہو پوری دیکھ بھال
قرض کے پیسے کو اپنے واسطے سمجھیں وبال

ہو اگر ان میں سلیقہ کام آسکتی ہیں وہ
اس بلا سے اپنے مردوں کو بچا سکتی ہیں وہ

مرسلہ بیگم دعا ڈبائیوی

(بقیہ صفحہ ۳۲۹) کی تہ رکھی جائے اور اس پر سے ربا پھرایا جائے۔ **برساتی** - (۱) برُش کرو۔ (۲) صابن کے گرم پانی سے اسپنج کرو۔ (۳) تیل وغیرہ کے داغ دور کرو۔ (۴) بھیگی ہوئی برساتی کے اپہال کی سنوار دھار چھوڑ دیجئے اور اس کے بعد کھونٹی پر لٹکا دیجئے پانی خود بخود نکل جائے گا۔ بشرطیکہ وہ مقام ہوا دار ہو۔ **ابوطاہر بی ایس سی**

خوشنما سوئیٹر

ذیل میں ایک سوئیٹر کا نمونہ ہے جسکا فوٹو ملاحظہ فرماکر اس کی وضع کا اندازہ ہو سکتا ہے جتنا بڑا سوئیٹر بننا ہو اسی کے مطابق خانہ لینے چاہئیں مگر یہ خیال رہے کہ خانے تنتے لئے جائیں کہ ۱۴ سے پورے پورے تقسیم ہو جائیں پھر حسب ذیل طریقہ سے بنا جائے۔

پہلی قطار۔ ایک سادا۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ۵ سادے۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے ایک بل اسی طرح قطار ختم کرو۔ دوسری قطار۔ سادہ بنو۔ تیسری قطار ۲ سادے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ایک بل۔ ۵ سادے۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل ایک سادہ اسی طرح قطار ختم کرو۔ چوتھی قطار۔ سادی بنو۔ پانچویں قطار۔ ۳ سادے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل دو سادے بنو۔ اسی طرح قطار ختم کرو۔ چھٹی قطار۔ سادی بنو۔ ساتویں قطار۔ ۴ سادے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ایک بل۔ ۳ سادے اکٹھے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل۔ ۳ سادے۔ اسی طرح قطار ختم کرو۔ آٹھویں قطار۔ سادی بنو۔ نویں قطار۔ ۲ سادے۔ ۲ سادے اکٹھے ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل۔ ایک سادا۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ایک بل۔ ۴ سادے بنو اسی طرح قطار ختم کرو۔ دسویں قطار۔ سادی بنو۔ گیارھویں قطار۔ ۲ سادے۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے ایک بل۔ ۲ سادے ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے ۲ سادے اکٹھے اسی طرح قطار ختم۔ بارھویں قطار۔ سادی بنو۔ تیرھویں قطار۔ ایک سادہ۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل۔ دو سادے اکٹھے ایک بل ۵ سادے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ اسی طرح قطار ختم کرو۔ چودھویں قطار سادی بنو۔ پندرھویں قطار۔ ۲ سادے اکٹھے۔ ایک بل۔ ایک بل۔ ایک سادا۔ ایک بل۔ ایک سادا۔ ایک بل۔ ۷ سادے۔ ایک بل۔ ۲ سادے اکٹھے بنو۔ ایک بل۔ ایک بل۔ ایک سادا۔ اسی طرح قطار ختم کرو۔ سولھویں قطار۔ سادی بنو

پھر پہلی قطار سے شروع کر کے جب تک مزاج چاہے بنیئے۔

شروع کرتے وقت حسب منشا نیچے کا حصہ و آستینوں یا کندھے کے پاس کا حصہ یا کالر وغیرہ بنا لیجئے۔

نوٹ۔ اسی قسم کا ایک نمونہ "بننے کی کتاب" مصنفہ مس سیٹھنا صاحبہ لاہور میں بھی ہے لیکن اس کے خانوں میں غلطی ہو گئی ہے لہذا کہ یہ سوئیٹر اسی نمونہ پر بعد تصحیح بنایا گیا ہے۔

مسز شفیع۔ تتاوی ضلع مظفر نگر

کراس اسٹیچ کی تیرتی ہوئی بطخ

ایک خوبصورت نمونہ

عصمتی بہنوں کے لئے کراس اسٹیچ کے ایک عمدہ نمونہ ارسال کر رہی ہوں۔ امید ہے بہنیں پسند فرمائیں گی گو کہ یہ کام کروشیا میں کیا جا سکتا ہے مگر کراس اسٹیچ ورک میں یہ جدت ہے کہ ہم جو رنگ چاہیں استعمال کر سکتے ہیں کروشیا میں یہ بات ناممکن ہے۔ لہذا ہر دو نقشے حسب پسند رنگوں سے یا ذیل کے لکھے ہوئے رنگوں سے ٹی کلوتھ پر ڈی۔ یم۔ سی سے تکیے کے غلاف یا ٹیبل کور پر بنائے گا بہت خوشنما ہوں گے۔
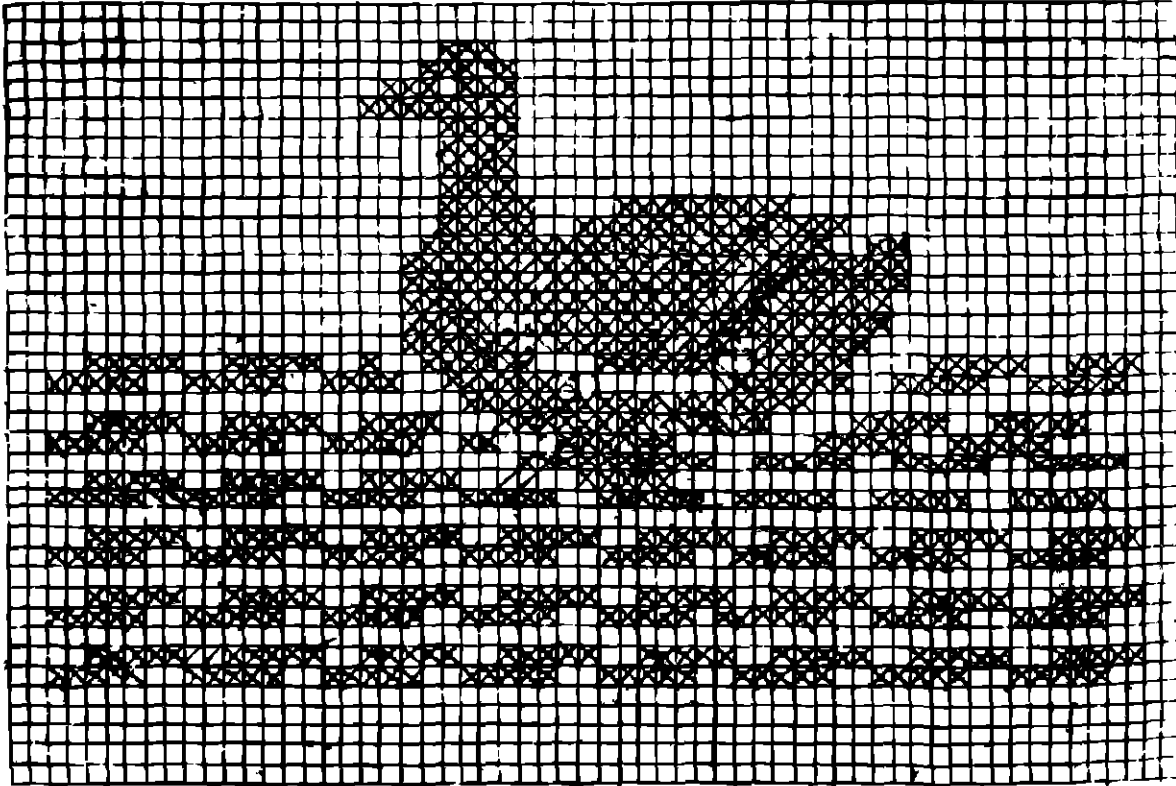
پانی کے لیے گہرا آسمانی اور پھیکا آسمانی استعمال کریں۔ بطخ کے لئے گو کہ سفید ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مگر چونکہ سفید کپڑا ہوتا ہے اسلئے سفید پر سفید تاگے کا کام نمایاں نہ ہوگا۔ اس لئے اسکو بھورا رنگ یا پھیکا چاکلیٹ رنگ اور چونچ سرخ آنکھ بھی سرخ بنائے گا۔

آمنہ ن۔ ب۔ ابراہیم مدراس

خوشنما رومال

یہ رومال سلک یا ریشم کا بنائیں کنگورے
کاٹ کر بٹن ہول اور بیچ بیچ میں دھاگہ دے کر
جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے۔ پھول بھی حسب
پسند رنگوں سے کاڑھ لیں۔

سنجیدہ اشرف
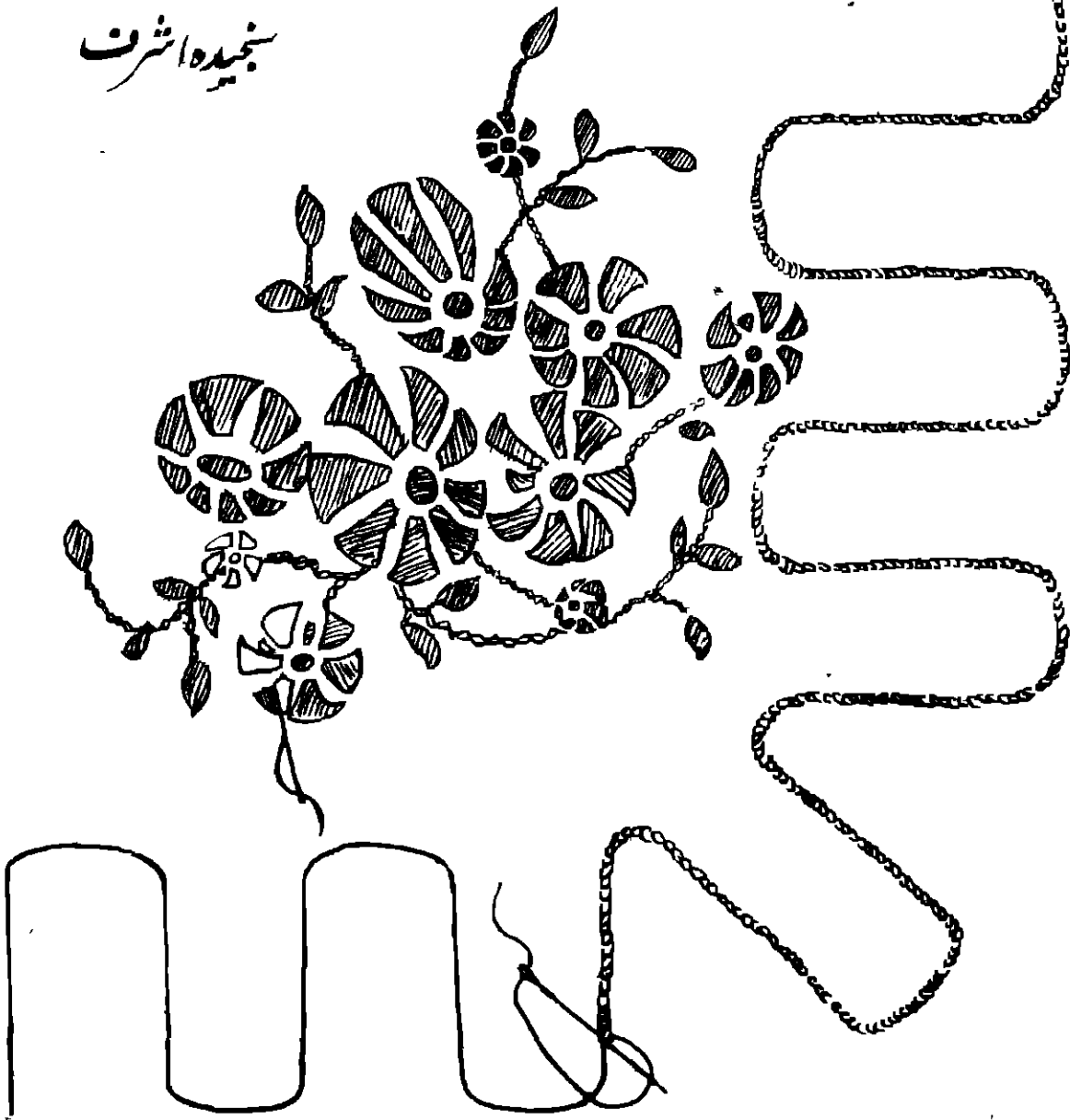
خشک جلد کا لیپ۔ آج کل خشک جلد پر جن لیپوں کے استعمال کا مشورہ دیا جاتا ہے وہ اکثر ناخوشگوار سے ہیں۔ اور حساس جلدوں کو مضر ثابت ہو جاتے ہیں مت ۔ جو ذیل لیپ زیادہ اچھا ہے اور اس میں فوائد زیادہ ہیں۔ ایک انڈے کی زردی میں روغن زیتون کی ایک چمچہ ڈال کے پھینٹیں۔ چہرہ پر چپڑیں اور آدھ گھنٹہ لگا رہنے دیں۔ بعد میں ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالیں۔ جلد کنے والے لوشن احتیاط سے استعمال کئے جائیں۔ رنگ نکھارنے والا دودھ اس سے اچھا ہے۔ دوا فروشوں سے کمپلکشن ملک Complexion milk منگالیں۔ ایلڈر فلاور کا پانی Elderflower water یا وچ ہیزل Witch - hazel اور روز واٹر مساوی الوزن بھی مفید ہیں۔

جلد کا رنگ نکھارنے کے لئے اچھا ہے۔ ککڑی کا رس یا کھیرا کا دودھ بھی موزوں ہیں گو ان کا اثر ذرا دیر میں ظاہر ہوتا ہے لیکن کریم اور لوشن کے مقابلہ میں جن میں سفید کرنے والے تیز کیمیائی اجزا ہوتے ہیں زیادہ محفوظ ہیں۔

جلد کی دلکشی۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے خدوخال کی دلکشی کے ساتھ ساتھ جلد بھی نرم اور خوشنما دی ہے ان کا کیا ہی کہنا ہے لیکن دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جن کی آنکھیں چھوٹی ہیں دہانہ بڑا ہے اور ناک بھدی ہے لیکن ان سب نقصوں پر آدمی کی ایک چیز غالب آسکتی ہے وہ ہے کھال کی خوشنمائی ہے۔ اگر جسم سے صحت اور رعنائی ٹپکتی ہے دیکھنے والے کے منہ سے ضرور تعریف کے الفاظ نکل جائیں گے۔ اس لئے اپنے جسم کے نقص سے دل شکستہ نہیں ہونا چاہئے۔ جو کچھ قدرت نے دیا ہے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے۔ ساری خوبیاں ایک شخص کو نہیں ملیں۔ ایک شخص میں ایک خوبی ہے تو دوسرے میں وہ نہیں لیکن اس سے جداگانہ اور خوبی ہے۔ اس لئے تمہیں کسی بات پر غمگین اور پژمردہ نہ ہونا چاہئے۔

تقریباً سب عورتوں کی کھال لڑکپن میں اچھی ہوتی ہے لیکن غفلت اور بے پروائی سے اس میں ایسے نقص پڑ جاتے ہیں جو ساری عمر قایم رہتے ہیں۔ اگر شروع ہی سے کھال کی احتیاط کی جائے تو قدرت کی خوبی جو صنف نازک کو عطا ہوئی ہے ہمیشہ قایم رہے بہت سی جوان ہوکے اچھی بھلی کھال ہوتے ہوئے فیشن سے مرعوب ہوکے غلط سنگھاری چیزیں استعمال کرکے اس کی تازگی اور دلفریبی دور کر دیتی ہیں۔ جلد کی خوبی محض صحت اور صفائی کا نتیجہ ہے۔ جلد کو درست رکھنے کے لئے باہر کی بجائے اندر سے اپنی کوشش شروع کرنی چاہئے۔ خون کا اچھا دوران اور موزوں غذا خوبصورتی کی کنجی ہیں۔ غذا کے اجزاء موزوں ہوں جیسے نشاستہ زیادہ ہو یا نشاستہ دار چیزیں کی جائے تو ان کا اثر فوراً جلد پر ظاہر ہوگا۔ اگر خوراک کم طاقتور کھائی جائے تو اس کا بھی اثر جلد پر ہوتا ہے۔ جلد خشک ہو جائے گی اور بڑھاپے کے آثار جلد نمایاں ہو جائیں گے۔ نشاستہ دار غذاؤں کے ساتھ ترکاری اور میووں کا توازن قائم رکھنا چاہئے۔ حسن قائم کئے

کے لئے ورزش نہایت ضروری چیز ہے۔ جنہیں باقاعدہ ورزش نصیب نہیں گھر کا کام کاج اور روزانہ یہ بہت کچھ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ سیر سے تازہ ہوا اور منظر کی تبدیلی حاصل ہوتی ہے۔ بارش میں سر بلند رکھ کے چلنے سے جسم میں تحریک پیدا ہوگی اور جلد کا ڈھیلا پن دور ہو جائے گا۔ تحریک سے خون کا دوران اچھا ہو کے خوبصورتی پیدا کرنے والے غدودوں کو کام کرنے کا موقع ملے گا۔

خشک جلد کے علاوہ بعض جلدیں بہت چکنی ہوتی ہیں۔ زیادہ چکنائی بھی بری ہے۔ ایسے موقع پر بھی غذا کی طرف توجہ کرو۔ زیادہ نشاستہ دار مرغن غذاؤں کو چھوڑنا ضروری ہے۔ جلد کو کسی عمدہ صابن سے دھو ڈالو۔ بہتر ہے کہ کھلی سے دھو ڈالو۔ ہلکی قسم کی صاف کرنے والی کریم یعنی جو بھاری نہ ہو لگا کے ملائم کاغذ سے پونچھ ڈالو۔ روز واٹر اور یوڈی کولون مساوی مقدار میں ملا کے لگائیں۔ یہ جلد کسنے والی دوا ہے جو کریم صاف کرنے کے بعد لگا لینی چاہئے۔

ہفتہ میں دو بار چہرہ کو پانی کا بھپارہ دو۔ اس پانی میں ذرا سا سرکہ ملا دینا چاہئے۔ پھر کسی کپڑے کی گدی سے جلد کسنے والا عرق تھپک کے لگاؤ۔ مسام پڑے ہوگئے ہوں تو اس کا خاص لوشن انگریزی دوافروش سے لگاؤ۔ اس سے مساموں میں سے میل اور ذرے ہواؤں کے نکھانے کا باعث ہوتے ہیں دور ہو جائیں گے اور چکنائی بھی جلد رہے گی۔

چکنی جلد کے لئے لیپ بھی مفید ہوتے ہیں۔ خاصکر وہ جن میں کارس ارتھ ملا ہو۔ دوا فروشوں سے طرح طرح کے چہرہ کے لیپ Face Pack مل سکتے ہیں اپنے لئے موزوں لیپ لے کے لگاؤ اور اسے ہفتہ میں ایک دو دفعہ استعمال کرو۔

خوشنما بال - آدمی کی خوبصورتی میں اچھے بالوں کو بھی بڑا دخل ہے۔ بعضوں کے سر زیادہ چکنے اور بعض کے خشک ہوتے ہیں۔ اگر آدمی کی صحت اچھی ہے اور دورانِ خون تسلی بخش ہے تو چندیا بالوں کی جڑوں کو طاقت ہوگی اور اسکا اثر یہ ہوگا کہ وہ چمکدار رہیں گے اور ان میں بدرنگی اور سفیدی پیدا نہ ہونے پائے گی۔

جو لوگ چڑچڑے اور متفکر ہوتے ہیں یا اکثر بیمار ہوتے رہتے ہیں انکے بال جلد سفید ہو جاتے ہیں جو کام زیادہ کرتے ہیں لیکن سوتے کم ہیں۔ جو ایسی غذائیں کھاتے اور ایسی چیزیں پیتے ہیں جو ان کے لئے موزوں نہیں۔ جو منشیات استعمال کرتے ہیں جیسے تمباکو کا پان کھانا حقہ پینا چا پینا۔ ان سب کے بال خراب ہو جاتے ہیں اور جلد سفید ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ آدمی اپنے ہاتھ سے بالوں کو خوشنما کر سکتا ہے اور اپنے ہی ہاتھوں سے انہیں بگاڑ سکتا ہے۔

ہر رات کو یا ہر تیسری رات کو تیل سر میں ملنا چاہئے۔ سرسوں کا تیل سب سے زیادہ مفید ہے جن کے بال جلد سفید ہو جانے کا میلان رکھتے ہیں انہیں مصالحہ دار یا خوشبودار تیل ہرگز نہ لگانے چاہئے۔ تیل لگاتے وقت انگلیوں کو حرکت نہ دیں بلکہ کھوپڑی کو ہلائیں اور اس حرکت کو دائرہ کی شکل میں رکھیں۔ بعض تیل کی بجائے بے رم Bay rum اور ذرا سا روزمیری کا تیل اور گلیسرین ملا کے لگاتے ہیں۔ تیل لگانے کے بعد باریک دانتوں کی کنگھی سے بالوں کی لٹیں کر کے میل نکال ڈالیں اس کے بعد مانگ نکال لیں۔

گر بال سفید ہوتے ہوں یا ان میں خشکی یا بفا ہو تو تیل گرم کر کے لگائیں۔ زیتون یا بادام یا اسنڈی کا تیل زیادہ مفید ہوگا۔ سر پر رومال لپیٹ لیں۔ صبح کو سرسوں کی کھل سے بالوں کو مل مل کے اور جھاگ اٹھا اٹھا کے دھو ڈالیں۔

دلفریب نظریں۔ یہ کیا بات ہے کہ بعض آدمیوں کی نظریں دوسرے کے دل میں بیٹھ جاتی ہیں۔ آنکھیں ایسی چیز ہیں جن سے آدمی کی رعنائی گھٹ بڑھ جاتی ہے۔ جو لوگ زیادہ دیر تک کام کرتے ہیں انکی آنکھیں دباؤ اور زور پڑنے سے بے رونق ہو جاتی ہیں۔ ان کے لئے بہترین نسخہ یہ ہے کہ کام کرتے ہوتے اکثر نظریں ہٹا کے آنکھیں کئی کئی منٹ تک بند رکھیں۔ اس ترکیب سے آنکھوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

آنکھوں کے گرد شکنیں پڑ جاتی ہیں۔ آنکھوں میں کیچل ہوا کرتی ہے۔ آنکھوں کی خوبصورتی کی سب سے بڑی دشمن ہیں۔ آنکھوں کو گرد و غبار سے بچائیں۔ صحت درست رکھیں۔ خون کی گردش کا خیال رکھیں۔ ورزش کریں۔ غذا میں توازن پیدا کریں۔ جلد اور بال کی طرح آنکھوں پر بھی اچھا اثر پڑے گا۔ رات کو سوتے وقت سرمہ لگایا کریں۔ دن میں دو مرتبہ پہلے سے ابلے ہوئے پانی میں تھوڑا سا بورک لوشن ملا کے آنکھیں دھویا کریں۔ کسی اندھیرے کمرہ میں روئی گالا بورک لوشن میں ڈبو کے اور نچوڑ کے آنکھوں کے پپوٹوں پر دس منٹ تک رکھیں آنکھوں میں تازگی اور چمک پیدا ہوگی۔

آنکھوں کو تھکن معلوم ہو۔ کتاب پڑھتے وقت ماتھے پر شکن پڑتی ہو سمجھ لیں کہ عینک کی ضرورت ہے ذرا رنج نہ کریں کہ عینک لگانی پڑ گئی بلکہ خوشدلی سے عینک موزوں کرا کے لگائیں۔ آنکھوں کو بڑا آرام حاصل ہوگا اور آنکھیں خراب ہونے سے بچ جائیں گی۔

دوا فروشوں سے مختلف بوٹیوں سے تیار کئے ہوئے روئی کے پھوئے ملتے ہیں۔ اگر ایسے پھوئے وچ ہیزل میں ڈبو کے اور نچوڑ کے پپوٹوں کو لگائیں تو بڑی راحت معلوم ہوگی۔ اس کے علاوہ ان میں تازگی اور جوانی پیدا ہوگی۔

آنکھوں کے گرد کے شکن پیدا ہو جائیں جو بعض اوقات بیس سال کی عمر میں نمودار ہو جایا کرتے ہیں شکن دور کرنے والی کریم ہر رات نرمی سے لگائیں۔ وہ شکن برسوں کے لئے غائب ہو جائیں گے۔

خانگی ٹوٹکے

سرکہ میں تھوڑی سی ریہ ابال لیں۔ داغوں پر اسے لگائیں۔ دور ہو جائیں گے۔

جاذب کے ٹکڑے تارپین کے تیل میں ڈبو کے کپڑوں میں رکھنے سے کیڑا نہیں لگتا۔

سیاہ ریشمی کپڑے کا رنگ خراب ہو جائے تو قہوہ کا صاف پانی اس پر لگائیں اور الٹی طرف استری کریں۔

کھڑکیوں اور دروازوں پر سرکہ مل دینے سے مکھیاں اور مچھر اندر نہیں آتے۔

بھورے جوتوں کو سیاہ کرنا ہو تو آلو سے مل کے صاف کر لو۔ پھر سیاہ پالش لگاؤ۔ بھورے بوٹ کیلے کے چھلکے سے نہایت عمدہ صاف ہوتے ہیں۔

آلو پرانے ہوں تو ابالتے وقت پانی میں ذرا سی کھانڈ ملا لیں وہ تازہ معلوم ہونگے۔

محمد ظفر

ٹراونکور میں مخلوط تعلیم ریاست ٹراونکور میں باہر سے آئے ہوئے مسلمانوں اور نام بتری مالاباری برہمنوں کے کسی قوم میں پردہ کا رواج نہیں۔ وہاں عورتوں کو اتنی کافی آزادی حاصل ہے کہ وہ اُمور عامہ میں عملی دلچسپی لیتی ہیں۔ تمام لڑکوں کے مدرسوں میں لڑکیوں کی تعلیم کی اجازت ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ زنانہ مدرسوں کے مقابلہ میں لڑکوں کے مدرسوں میں لڑکیاں زیادہ تعداد میں تعلیم پا رہی ہیں۔ ترونڈرم کے کالجوں میں صرف ان مضامین میں مخلوط تعلیم دی جاتی ہے جو زنانہ کالج میں نہیں پڑھائے جاتے۔ دس سال ہوئے لڑکوں کے انگریزی کے مدرسوں میں لڑکیوں کی تعداد ۱۹۱۲ تھی اور دیسی زبان کے مدرسوں میں ۲۲۔۔ تھی۔ پچھلے سال ان کی تعداد ۶۳۲۰ اور ۱۵۶۹۷۰ بالترتیب ہوگئی۔ مسلمانوں کا دیسی زبان کے مدرسوں میں بھی مخلوط تعلیم جاری ہو چکی ہے۔ اگر مخلوط تعلیم کا ٹراونکور میں رواج نہ ہوتا تو ۲۴۶۶۰۰ لڑکیوں کی تعلیم جو اسوقت پڑھ لکھ رہی ہیں علٰحدہ انتظام سخت دشوار ہوتا۔

گریہ ماہی - زلزلے اچانک آکے تباہی پھیلا دیتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا آلہ ایجاد ہو جائے جس سے زلزلہ کا وقت سے پہلے پتہ چل جایا کرے تو بہت سی تباہی روکی جاسکتی ہے۔ تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ جس جگہ زلزلہ آنے والا ہوتا ہے وہاں کی زمین کچھ اُبھر جاتی ہے۔ اسکا اندازہ سال بھر میں پون انچ ہوتا ہے۔ آنکھ کو یہ اُبھار نظر نہیں آتا لیکن جدید پیمائشی آلوں سے اسکا پتہ چل جاتا ہے۔ یہ اُبھار قدرت کی طرف سے ایک قسم کی تنبیہ ہوتی ہے کہ مصیبت آرہی ہے سنبھل جاؤ۔ بہار میں وہیں زلزلہ زور سے آیا جہاں کی زمین کچھ عرصہ سے مسلسل بلند ہوتی جا رہی تھی۔

جاپان میں یہ مصیبت ہر وقت آتی رہتی ہے۔ وہ قبل از وقت تنبیہوں کی تحقیقات میں مصروف ہیں اُنہیں زمین کے اُٹھنے کا حال معلوم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ زمین کے پیٹ میں مروڑ ہونے سے پہلے زمین اُبھرتی ہے۔ پھر چند گھنٹوں میں کھنچاؤ ٹوٹ جاتا ہے اور زمین ہلنے لگتی ہے اور چاروں طرف تباہی پھیلنے لگتی ہے۔ اُبھار آخری مروڑ ہے جو بطن زمین کے گنبدوں کے شق ہونے سے پہلے واقع ہوتا ہے۔

زلزلہ کے ساتھ ساتھ برقی علامات نمودار ہوتی ہیں۔ جہاں زلزلہ کا زور ہوتا ہے بجلی کی عجیب روشنی کی چمک نظر آیا کرتی ہے لیکن اب تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کیوں پیدا ہوتی ہے اور اسکا مطلب کیا ہے۔ گو ابتک کوئی آلہ ایسا ایجاد نہیں ہوا لیکن بعض

...وروں کو زلزلے سے پہلے خبر ہو جاتی ہے۔ وہ برقی رو سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں گربہ ماہی بدشکل مچھلی ہے۔ اس کے منہ پر چھوٹے
...ٹے کیڑے کی شکل کے نرم نرم مسے ہوتے ہیں اور اسکا رنگ سیسہ کا سا ہوتا ہے دور سے مچھلی کی بجائے ایک کیڑا معلوم ہوتا ہے
...س سے معلوم ہو جاتا ہے کہ زلزلہ آنے والا ہے۔ بعض دیگر پرندوں کو بھی زلزلہ کا قبل از وقت علم ہو جاتا ہے۔ کیلی فورنیا میں
...یک خاص قسم کے پرندوں نے درخت چھوڑ کے جہاں وہ بسیرا لے رہے تھے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ وہ طلوع کا وقت
...تھا آدھ گھنٹہ بعد زلزلہ آگیا۔ گربہ ماہی کی یہ خصوصیت جاپانیوں نے دریافت کی ہے۔ مچھلی ایک تالاب میں رکھی جاتی ہے
...ہ میز پر وہ مصنوعی تالاب رکھا ہوتا ہے ہر چھ گھنٹے کے بعد آدمی اس پر تھپ تھپ کرتا ہے۔ اگر کوئی اندیشہ کی بات نہ ہو
...مچھلیوں پر اس تھپ تھپی کا ذرا اثر نہ ہوگا۔ اگر مچھلیاں فوراً پانی کے اندر غوطہ لگا جائیں فوراً خبردار ہو جاؤ۔ یقین کر لو کہ چھ
...گھنٹے کے اندر اندر زلزلہ آنے والا ہے۔ پانچ میں سے چار صورتوں میں ان کی حرکات زلزلہ کی صحیح پیشینگوئی کرتی ہیں۔

جانوروں کی نیند۔ نیند کا مسئلہ نہایت وسیع ہے۔ انسان و حیوان دونوں کے حالات اس معاملہ میں نہایت دلچسپ
ہیں آدمی کو کس قدر نیند ضروری ہے اس کے متعلق اختلاف ہے۔ کوئی بارہ گھنٹے ضروری بتاتا ہے کوئی پانچ گھنٹے سے زیادہ
بعض اوقات سمجھتا ہے۔

جانوروں میں نیند کی مقدار مختلف ہے۔ بندر اور بن مانس اوسطاً آٹھ گھنٹے سوتے ہیں۔ چڑیا گھر رات کو جب دیر تک
...ظار کیا جاتا تو بندر صبح کو دیر میں اٹھتے تھے۔ آدمی کی طرح بہت سے چڑیا گھر کے بندر دوپہر کو کھانا کھا کے سو جاتے ہیں۔ مشاہدہ
...ے پایا گیا کہ دودھ پلانے والے جانور، پرندے اور رینگنے والے کیڑے سب کھانا کھانے کے بعد کی نیند کے عادی ہیں۔

شیر دن میں سویا کرتا ہے اور رات کو شکار کی تلاش میں جنگل میں گھومتا پھرتا ہے۔ چونکہ چڑیا گھر میں اسے دن میں کھانا دیا جاتا
ہے اس لئے وہاں یہ ترتیب بدل جاتی ہے۔ وہ دن بھر جاگتا ہے اور رات کو سوتا ہے۔

ہرن جیسے جانوروں کی نیند تھوڑی اور چوکنی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے دشمنوں کے ان تک پہنچنے سے بہت ہوشیار رہتے
ہیں۔ ہاتھی کے متعلق خیال ہوگا کہ اپنی جسامت اور طاقت کے لحاظ سے دس گھنٹے سوتا ہوگا۔ ایسا نہیں ہے۔ وہ ایک مرتبہ
میں دو تین گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتا۔ وہ شاذونادر ہی زمین پر لیٹتا ہے۔ رات کا زیادہ حصہ بے چینی سے جگہ بدلنے اور ہلنے
جلنے میں گزارتا ہے۔

بھنبھنانے والے جانور اپنی طاقت اپنی بھنبھناہٹ میں زیادہ خرچ کر جاتے ہیں اس لئے انہیں نیند کی زیادہ ضرورت
ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ دیر تک سوتے ہیں۔ پانی کے جانوروں میں آسٹریلیا کا غوک ٹوڈ (پوڈارگس یا فراگ اؤتھ) دن میں اس قدر
بے خبر سویا کرتا ہے کہ اگر اسے ہاتھ میں اٹھا لیا جائے تو اس کی آنکھ نہیں کھلتی چنانچہ مشہور ہے کہ اس کے ساتھی کو بندوق
سے مار دیا جائے تو بھی اس کی آنکھ نہیں کھلتی۔

مچھلی تہ میں بیٹھ کے کسی چٹان یا آبی پودہ کے سہارے کروٹ سے نیند کا مزا لیتی ہے۔

مداری کا کرتب۔ انگریزی اخباروں میں ہندوستانی مداری کے رسی کے کرتب پر عرصہ دراز سے بحث ہو رہی ہے۔ اس کرتب کا جہانگیر نے اپنی تزک میں ذکر کیا ہے کہ رسی ہوا میں ڈالی گئی جو رک گئی۔ پھر اس پر ایک عورت چڑھی اور وہ غائب ہوگئی۔ بعد میں ہوا میں سے لانے جھگڑنے کی آواز آئی اور اوپر سے جسم کے ٹکڑے گرنے شروع ہوئے جسے مداری نے جوڑ کے جلا دیا۔ پھر شاہنشاہ سے اُس نے معلوم کر کے کہا کہ میری عورت حضور کے پاس ہے۔ اس نے انکار کیا۔ آواز دینے پر وہ تخت کے نیچے سے نکل آئی، اور بادشاہ کو سلام کیا۔ کچھ اسی قسم کا کرتب بعض مداریوں نے اس زمانہ میں بھی دکھایا ہے۔ بعض انگریز انکار کرتے ہیں اور جن انگریزوں نے اسے بچشم خود دیکھا ہے وہ ان یقین نہ کرنے والوں پر تعجب کرتے ہیں۔

اب ایک انگریز نے لندن کے ٹائمز میں لکھا ہے کہ رسہ کا یہ کرتب فرضی نہیں ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر چلتے پھرتے مداری ایسے کرتب دکھا جاتے ہیں کہ موجودہ سائنس سمجھنے سے قاصر ہے۔ کرنل جیمس کہتے ہیں کہ بہت عرصہ ہوا کہ میں دو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنگال میں اپنے احاطہ میں بیٹھا تھا کہ مداریوں کی ایک جماعت میرے پاس آئی۔ ان کے سردار نے کہا کہ بیس روپیہ کے بدلہ میں اپنا سب سے بڑھیا کھیل دکھاؤنگا جو کسی نے نہ دکھایا ہوگا۔ کھیل کے لئے اُس نے ایک چھکڑا اور ایک سور کے شکار کا برچھا منگایا۔ چھکڑا وزنی اور قابو میں نہ آسکنے والی گاڑی تھا۔ اسکا وزن ۲۸ من ہوگا۔ برچھا اسقدر تیز تھا کہ وہ سور کے بدن میں سے اس طرح نکل جاتا تھا جیسے مکھن میں سے۔ چھکڑے کے بم میں وہ برچھا اُس نے اس طرح باندھ دیا کہ اس کی انی باہر کو رہی۔ برچھا خوب کس کے باندھ دیا گیا۔ اُس نے پھر ہمارے سب کے سب نوکروں کو چھکڑے میں بیٹھ جانے کو کہا۔ جب سب بیٹھ گئے اور چھکڑا بھر گیا اُس نے اپنے ہاتھ اپنی کمر پر بندھوائے۔ چھکڑے کا وزن اس طرح رکھا گیا کہ بم زمین سے اُٹھ کے تراند ہوگیا۔ اب مداری نے اپنا ماتھا برچھے کی انی سے لگایا اور ہم سب سخت حیران و پریشان تھے۔ ہمنے دیکھا کہ اُس نے اپنے ماتھے سے اس نہایت تیز انی کو دبا کے چھکڑا دو دفعہ ہمارے اس چبوترہ کے گرد پھرایا جس پر ہم بیٹھے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ چھکڑے میں وزن اسقدر تھا کہ کوئی آدمی اپنے کھلے ہاتھوں سے بھی نہ دھکیل سکتا تھا۔ انی کی نوک اسقدر تیز تھی کہ ذرا چھونے سے دماغ کے پار ہو جاتی۔ بایںہمہ اس شخص نے صرف اپنے ماتھے کے زور سے اتنے وزنی اور باردار چھکڑے کو دھکیل کے چلایا۔ بعد میں دیکھا گیا تو اس کے ماتھے پر ذرا سا بھی نشان نہ تھا کیا یہ ہپناٹزم تھا؟ اگر تھا تو یہ تمام مجمع پر تھا جس میں تین یورپین اور ایک درجن دیسی تھے۔ اس مداری نے یہی کرتب نواح میں کئی جگہ دکھایا اور مدتوں اسکا بڑا چرچا تھا۔

سستی موٹریں۔ جاپان عنقریب چھ سو ساڑھے چھ سو میں یہی موٹر کار بازاروں میں بھیجدے گا۔ اس کی شکل آسٹن سیون سے ملتی جلتی ہے۔ اس میں سات گھوڑوں کی طاقت ہے۔ دونوں کے انجن بھی ملتے جلتے ہیں۔ ایک گیلن پٹرول میں ۵۴ میل جائے گی اور رفتار ۵۴ میل فی گھنٹہ تک ہوگی۔

جرمنی بھی ایسی ہی موٹر کار طیار کرنے میں مصروف ہے جو ۱۵ میل فی گھنٹہ رفتار والی ہوگی۔ اس میں چار آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہیں ہوں گی۔ اور قیمت بھی چھ ساڑھے چھ سو ہوگی۔

جانوروں کی عمریں۔ جانوروں کی صحیح عمر کا درست طور سے پتہ نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ انکی عمر کا اندازہ ان کی قید کی ساعت میں کیا جاتا ہے حالانکہ اگر وہ آزاد رہیں تو انکی عمر زیادہ ہو۔

کچھوے کی عمر سب سے بڑی ہوتی ہے۔ اگر حالات موافق ہوں تو وہ تین چار سو برس تک زندہ رہ سکتا ہے۔ گرمچھ ڈھائی سو سے تین سو برس تک رہ سکتا ہے لیکن یہ عمر اس وقت ہے جب وہ آزاد ہو۔

ہاتھی کو سب سے زیادہ طویل العمر کہا جاتا ہے لیکن وہ بہت کم سو سال تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد بڑا لمبا وقفہ پڑتا ہے کیونکہ شیر کی عمر ۴۰ سال کے قریب ہوتی ہے اور یہی عمر اونٹ کی ہے۔ گھوڑا سور اور گائے ۲۵ سال تک زندہ رہ جاتے ہیں۔ گو اس سے زیادہ بھی عمریں ہوتی ہیں۔ کتوں اور بکریوں کی عمر ۱۵ سال۔ بلی کی گاہے گاہے ۱۲ سال ہوتی ہے۔ بھیڑ شاذ ہی ۱۲ سال کی عمر تک پہنچتی ہے خرگوش ۵ سال تک زندہ رہتا ہے۔

کرگدھ۔ بطخ بڑی عمروں تک پہنچتے ہیں۔ موافق حالات میں سو سو سال زندہ رہے ہیں۔ بگلا ۶۰ سال تک زندہ رہتا ہے طوطا بھی اسی قدر زندہ رہ سکتا ہے گو ساٹھ سال اس کی عمر غیر معمولی ہے۔ ماہی خور (پیلی کن) اور راج ہنس ۵۰ سال اور چڑیا ۴۰ سال تک پہنچ جاتے ہیں۔ کبوتر کبھی ۲۰ سال تک جیا رہتا ہے۔ معمولی مرغی ۱۴ سال تک زندہ جاتی ہے۔ چیل کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ۵۰۰ سال رہتی ہے اور ایک ہزار برس تک بھی زندہ رہ جاتی ہے گو اسکا اعتبار نہیں۔

تین انگلیوں والا تیتر۔ اسکی آواز کسی بڑے سانپ کی سی معلوم ہوا کرتی ہے۔ چھوٹا سا سرخی مائل زرد رنگ تیتر کی شکل کا پرندہ ہے۔ اس کے پنجے میں تین انگلیاں ہوتی ہیں پچھلی انگلی نہیں ہوتی۔ ہندوستان کے اکثر علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ ہمالیہ پر آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر بھی ملا ہے۔ اسکی متعدد قسمیں ہیں گو ان سب کی عادات ملتی جلتی ہیں۔ اکیلا اکیلا یا اپنے جوڑے سمیت کثرت سے نظر نہیں آتا۔ شام کو دیر سے جھاڑ جھنکاڑ سے نکلتا ہے۔ ذرا سے کھٹکے سے چھپ جاتا ہے۔ پھر وہ سر کو باہر نکال کے آدمی کو غور سے دیکھتا ہے اور ذرا سی حرکت سے فوراً غائب ہو جاتا ہے۔ اسکی عادت عجیب ہے اس کی مادہ کی عادت ہے زمین میں گڈھا کھود کے چار انڈے دیتی ہے۔ نر ان انڈوں پر بیٹھ جاتا ہے تاکہ بچے نکالے اور پھر چوگا دے کے پالے پھر وہ اپنے پروں کو سنوار کے اپنی پہلی جگہ پر واپس آ جاتی ہے جہاں وہ پہلے چہک رہی تھی۔ وہاں پھر ایک نر آ جاتا ہے اس نئے شوہر کو لے جاکے پھر گڈھا کھودتی اور چار انڈے دے کے اسے بٹھا جاتی ہے۔ اسکا شغل جاری رہتا ہے جب تک نئے شوہر دستیاب نہیں ہوتے۔ مادہ نر سے بڑی ہوتی ہے۔ نر ڈھونڈنے میں وہی پیشقدمی کرتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے اس میں مادری محبت نہیں پائی جاتی۔ ممکن ہے کسی وقت میں یہ کام اس پر اس وجہ سے عاید کیا گیا ہو کہ مادہ پرندے کم تھے اور نر زیادہ۔

حمیدہ خانم ایم اے کا انتقال

عصمتی بہنیں یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنیں گی کہ عصمت کی مخصوص مضمون نگار مس حمیدہ یوسف علی ایم اے کا ۲۲ سال کی عمر میں ۱۳ر اگست کو انتقال ہوگیا۔

محترمہ حمیدہ خانم کو مرحومہ لکھتے ہوئے قلم رُکتا ہے اور دل نہیں مانتا کہ وہ اسقدر جلد دنیا سے رخصت ہو جائینگی ابھی سال بھر بھی نہیں ہوا کہ صرف ایک سال کی محنت سے ایم اے کے امتحان میں انھوں نے شاندار کامیابی حاصل کی تھی اور مزید تعلیم کے لئے ولایت جانے کا ابھی فیصلہ نہ کرنے پائی تھیں کہ صحت جس پر ناز تھا گرتی ہوئی معلوم ہوئی۔ علاج کے لئے بمبئی گئیں۔ ڈاکٹروں نے کینسر یعنی پیٹ میں پھوڑا تشخیص کیا۔ اوپریشن ہوا مگر اس منحوس گھڑی کا کہ جانبر نہ ہوسکیں۔

محترمہ حمیدہ خانم کی ذات سے جنوبی ہند کی خواتین کی بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ انکی علمی قابلیت قابل رشک تھی۔ اقتصادیات انکا خاص مضمون تھا۔ لیکن ادب انگریزی کا مطالعہ حیرت انگیز۔ انگریزی میں بے تکلف تقریر کرتی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا کہ انگریزی انکی مادری زبان ہے۔ اُردو لکھنے کا زیادہ اتفاق نہ ہوتا تھا مگر میرے اصرار پر وہ ڈھائی سال سے عصمت کے مضامین لکھ رہی تھیں اور مجھے یقین تھا کہ اور دو ایک سال کی مشق کے بعد وہ اُردو میں بھی اپنے خیالات کا اسی روانی کے ساتھ اظہار کرنے لگیں گی جس طرح انگریزی میں کرتی ہیں اور بہت جلد انکا شمار اُردو کے بہترین مضمون نگاروں میں ہونے لگے گا۔

میری انسے کئی سال سے خط وکتابت تھی مگر جب [illegible]ء میں انسے ملاقات ہوئی تو انکی سیرت کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ اس علم وفضل پر انکی طبیعت میں انتہا درجہ کی سادگی تھی۔ بناوٹی باتیں کرنی گویا وہ جانتی ہی نہ تھیں۔ خلوص کوٹ کوٹ کر انکے دل میں بھرا ہوا تھا۔ [illegible]ء کے سالگرہ نمبر میں انکے متعلق میں نے لکھا تھا "انکی معاشرت ٹھیٹ ہندوستانی ہے خودنمائی غرور۔ فیشن پسندی اور فضول خرچی سے انھیں نفرت ہے۔" حقیقت یہ ہے کہ جانثار حمیدہ میں بہت سی مشرقی نسوانی خوبیاں جمع تھیں۔ مزاج میں حد درجہ کی عاجزی اور انکساری۔ زبان کی سچی۔ اُصولوں کی پکی۔ ہنس مکھ۔ خلیق۔ متواضع۔ اور سونے پر سہاگہ یہ کہ پابند مذہب۔ ہنرمند۔ سلیقہ شعار! گھر کا ہر کام وہ اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں!

اس قابلیت پر اس طبیعت کی لڑکیاں مسلمانوں میں بہت کم ہونگی۔ انکی جوانمرگی پر جسقدر رنج کیا جائے کم ہے افسوس انکی عمر نے بھی وفا نہ کی اور وہ دُنیا کی کوئی بہار نہ دیکھ سکیں۔ انکے دل میں خواتین کی اصلاح وترقی کا درد اور اپنی بہنوں کی خدمت کی تڑپ موجود تھی لیکن سینکڑوں ارمانوں کی طرح یہ جذبہ بھی دل کا دل ہی میں رہا اور انکے ساتھ ہی قبر میں دفن ہوگیا۔

حمیدہ خانم مرحومہ نے گذشتہ دو سال میں عصمت کی قیمتی قلمی امانت کی تھی انتقال سے تین ماہ پہلے ایک نہ دو اکھٹے دس مضمون بھیجے تھے۔ یہ تمام مضامین میں چاہتا ہوں کتابی صورت میں شائع کر دئے جائیں۔ اگر ہمشیرہ محترمہ مریم یوسف علی بی اے اور مرحومہ کی سہیلیاں محترمات بیگم نذیر حسین (مدراس) مس سلیمہ مرتضٰی (میسور) مس کرپا ولنکر (لندن) مس للی (حیدرآباد دکن) مرحومہ کی زندگی کے مختصر واقعات لکھ کر آخر دسمبر تک بھیجیں تو یہ مجموعہ مضامین میں شامل ہو سکیں گے اور یہ حمیدہ خانم کی ایک اچھی یادگار ہو جائیگی۔
محترمہ حمیدہ خانم کی والدہ صاحبہ اور ہمشیرہ محترمہ مریم یوسف علی کی کیفیت ناقابل بیان ہے خدا اس صدمہ کی برداشت کی انھیں توفیق عطا اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں بہترین مقام عطا فرمائے۔ مجھے اُمید ہے عصمتی بہنیں نماز کے بعد دو رکعت نفل پڑھ کر حمیدہ مرحومہ کی روح کو ثواب پہنچائینگی۔ عصمت کی طرف سے سال بسال [illegible]

زنانہ اخبارات اور رسالے

(الف) ہفتہ وار

۱۔ تہذیب نسواں لاہور۔ ہندوستان کا سب سے پرانا زنانہ اخبار ہے جسے محترمہ محمدی بیگم مرحومہ نے آج سے چھتیس سال قبل جاری کیا تھا۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں تعلیم نسواں آج بھی ابتدائی حالت میں ہے کسی زنانہ اخبار کا اتنی مدت سے کامیابی کے ساتھ جاری رہنا اور اپنی شان میں کبھی فرق نہ آنے دینا معمولی بات نہیں ہے ایک قسم کا معجزہ ہے جسے ہم مرحومہ محمدی بیگم کی نیک نیتی سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہندوستانی عورتوں میں جو تھوڑی بہت بیداری گذشتہ تہائی صدی میں پیدا ہوئی ہے وہ ایک حد تک تہذیب کے ان کی مخلصانہ کوششوں کی رہین منت ہے۔ مرحومہ محمدی بیگم کے بعد ان کے شوہر جناب مولوی سید ممتاز علی صاحب قبلہ نے جس محنت اور ایثار سے اس اخبار کو جاری رکھا ہے اور خواتین ہند کی اصلاح اور ترقی کے لئے جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں انکا شکریہ آسانی ادا نہیں کیا جا سکتا۔ مولوی صاحب موصوف مظلوم عورتوں کی حمایت میں کام کرتے کرتے اب بہت ضعیف ہو گئے ہیں اور گذشتہ چار پانچ سال سے اس اخبار کا کام اپنے لائق فرزند میر امتیاز علی صاحب تاج کے سپرد کر چکے ہیں اور تاج صاحب بھی جیسی کہ انسے امید تھی سلیقہ اور قابلیت سے اپنے فرائض کو انجام دے رہے ہیں۔ عصمت کی طرح تہذیب نسواں بھی بجا طور پر فخر کر سکتا ہے کہ اسنے بیشمار لکھنے والیاں ہندوستان میں پیدا کی ہیں۔ اس کی بعض مخصوص مضمون نگار خواتین کے مضامین بے انتہا قابل تعریف ہوتے ہیں۔ ہمیں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ تہذیب نسواں کے مضامین کا معیار کافی بلند ہے۔ سطحی نظروں سے دلچسپ مضامین کم ہوتے ہیں مگر سنجیدہ و ٹھوس کارآمد مضامین معقول تعداد میں ہر ماہ کے پہلے ہفتہ کا پرچہ باتصویر ہوتا ہے اور تصویریں بھی اچھی ہوتی ہیں۔ تہذیب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اخبار نہایت پابند وقت ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی کے لحاظ سے بھی ہندوستان بھر میں تو نکا بہترین اخبار ہے۔ سائز عصمت سے کچھ چھوٹا ہے مضامین عموماً ۱۲ صفحے کے ہوتے سالانہ چندہ پانچ روپیہ۔

۲۔ اصلاحات بھوپال سید محمود الحسن صاحب صدیقی بی اے علیگ آن حضرات میں سے ہیں جنکے دل میں خواتین ہند کا حقیقی درد موجود ہے۔ بھوپال کا مشہور رسالہ ظل السلطان اپنے آخری دور میں صدیقی صاحب کی ادارت میں کئی سال تک شائع ہوتا رہا مگر جب ظل السلطان بند ہو گیا تو صدیقی صاحب کو فرقہ نسواں سے جو ہمدردی ہے اسنے ہفتہ وار اصلاحات جاری کرنے پر مجبور کر دیا۔ محترمہ قمر النسا بیگم یعنی صدیقی صاحب کی اہلیہ محترمہ اس اخبار کی اڈیٹر ہیں۔ اصلاحات کی اڈیٹری سے پہلے بھی ایک ہونہار مضمون نگار کی حیثیت سے خواتین بھوپال انسے واقف تھیں۔ محترمہ بیگم سعد الدین حیدر، شوکت جہاں بیگم۔ تہذیب فاطمہ عباسی۔ زہیدہ سلام الدین وغیرہ اصلاحات کی مخصوص لکھنے والیاں ہیں۔ ایس۔ آر کراتیہ صاحبہ کے مضامین بھی اکثر اصلاحات میں چھپتے رہتے ہیں۔ اصلاحات قریباً ڈیڑھ سال سے شائع ہو رہا ہے اور اس تھوڑے ہی عرصہ میں اسنے حقوق نسواں کی حمایت اور حفاظت میں نیز اصلاح معاشرت کے متعلق بہت کافی مضامین شائع کئے ہیں۔ سائز عصمت سے بڑا $\frac{18 \times 22}{4}$ مضامین بالعموم ۱۲ صفحوں کے ہوتے ہیں۔ لکھائی چھپائی خاصی۔ کاغذ اوسط درجہ کا۔ سالانہ چندہ صرف تین روپیہ۔

۳۔ خاتون ہائی گل سٹریٹ بمبئی پنجاب کی جن خواتین نے تحریر اور تقریر میں نام پیدا کیا ہے ان میں مولوی محبوب عالم کی صاحبزادی محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل خاص طور پر ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں محترمہ موصوفہ اب کئی کئی سال سے بمبئی میں مقیم ہیں اور وہاں کی خواتین کی تعلیمی و معاشرتی حالت کا کافی مطالعہ کر چکی ہیں۔ انہیں کی کوشش سے انکی ہمشیرہ محترمہ زینب بیگم ام اے نے سال گذشتہ یہ ہفتہ وار اخبار جاری کیا ہے۔ بمبئی میں عورتوں کا کوئی اخبار نہیں تھا، خاتون نے خواتین بمبئی کی ایک اشد ضرورت بخوبی پوری کر دی ہے اور ہمیں اُمید ہے جس خوش اسلوبی کے ساتھ پرچہ مرتب کیا جاتا ہے ایسی ہی اس کی قدر افزائی بھی ہوئی تو خواتین بمبئی کے لئے خاتون نہایت مفید ثابت ہو گا۔ احکام اسلام کے خلاف ہندوستان کے مسلمانوں نے عورت کا جو حق خلع غصب کر رکھا ہے اس پر خاتون نے خصوصیت کیساتھ توجہ کی ہے اور اکتوبر میں اس کا خلع نمبر خاص اہتمام سے شائع ہوگا کچھ شک نہیں خاتون عورتوں کی قابل قدر خدمات انجام دے رہا ہے

اور حق رکھتا ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس اخبار کی ہر اشاعت میں تصویریں بھی ہوتی ہیں۔ سائز عصمت سے ڈبل لکھائی چھپائی کاغذ خاصا اچھا سالانہ چندہ پانچ روپیہ۔

(ب) پندرہ روزہ

۴۔ سہیلی لاہور۔ پہلے جو ماہوار رسالہ سہیلی کئی سال سے شائع ہو رہا تھا وہ اب لاہور سے پندرہ روزہ شائع ہوتا ہے۔ محترمہ زہرہ بتول جن کے دلچسپ مضامین ماہوار سہیلی میں بھی شائع ہوتے تھے پندرہ روزہ سہیلی کی اڈیٹر ہیں۔ سہیلی کے مضامین عام دلچسپی کے ہوتے ہیں۔ ایسے مضامین جن سے لڑکیوں کی معلومات میں اضافہ ہو ہر نمبر میں درج کئے جاتے ہیں۔ محترمات رقیہ بیگم ستی۔ ممتاز رفیعہ بیگم ش تسنیم۔ مہر آرا۔ منظور ہزاروی۔ مس ناز نسیم۔ سہیلی کی مخصوص مضمون نگار خواتین ہیں۔ مضامین زیادہ تر اصلاح معاشرت خانہ داری حفظان صحت کے متعلق ہوتے ہیں۔ خواتین کے خطوط بھی اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں۔ پرچہ بہ حیثیت مجموعی دلچسپ ہے سائز اہمات کا۔ پندرہ روزہ اشاعت کے صفحے کم و بیش ۲۴۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب اوسط درجہ سے بہتر سالانہ چندہ پانچ روپیہ۔

۵۔ مصباح قادیان (پنجاب) قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی اڈیٹری میں ہر ماہ کی یکم اور پندرہ کو شائع ہوتا ہے یہ اخبار احمدی جماعت کا ہے لیکن عام معلومات کے مضامین اور نوٹ بھی ہوتے ہیں جو خواتین احمدی عقائد کی ہیں انہیں ضرور اس پرچہ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ سائز تہذیب نسواں کا۔ ضخامت ۲۰ صفحے۔ کاغذ معمولی۔ لکھائی چھپائی خاصی سالانہ چندہ دو روپیہ آٹھ آنے۔

۶۔ مستورات۔ سول لائنز کانپور۔ نواب فخر یار جنگ بہادر حیدرآباد دکن کی سرپرستی میں یہ رسالہ سنہ ۳۲ء سے جاری ہوا ہے۔ اڈیٹر محترمہ بلقیس بیگم۔ اس پرچہ کے مقاصد وہی ہیں جو بالعموم زنانہ رسالوں کے ہوتے ہیں۔ پرچہ سلیقہ اور محنت سے مرتب کیا جاتا ہے۔ اور ہر اشاعت میں لڑکیوں کی دلچسپی کے کافی مضامین درج کئے جاتے ہیں۔ مستورات کی ابھی ابتدائی حالت ہے لیکن امید ہے یہ پرچہ جلد ترقی کرے گا۔ سائز عصمت کے برابر ہے۔ مضامین کے صفحے ۳۲ کاغذ سفید۔ لکھائی چھپائی اچھی۔ سالانہ چندہ تین روپیہ چار آنہ۔

(ج) ماہوار

۷۔ عصمت دہلی۔

۸۔ بنات کوچہ چیلاں دہلی یہ رسالہ حضرت علامہ راشد الخیری کی سرپرستی اور خاکسار اڈیٹر عصمت ہی کی ادارت میں ۷ سال سے شائع ہو رہا ہے لیکن ہم نے آج تک اس کے متعلق عصمت میں کچھ نہیں لکھا۔ بنات تربیت گاہ بنات کا ماہوار آرگن ہے اور مسلمان بچیوں میں مذہبیت پیدا کرنے کی غرض سے ۱۹۲۸ء میں جاری کیا گیا تھا۔ بنات کی اشاعت میں کبھی دیر نہیں ہوتی نہایت پابند وقت پرچہ ہے۔ مذہبی مضامین کے علاوہ دلچسپ کہانیاں۔ سبق آموز نقلیں اور مفید مضامین لڑکیوں اور بچیوں کے مطلب کے شائع کرتا ہے۔ مضامین کی زبان بہت آسان ہوتی ہے کاغذ معمولی۔ لکھائی چھپائی اوسط درجہ کی۔ مضامین کے صفحے ۲۴ لیکن اکتوبر سے ۳۲ ہوں گے۔ سالانہ چندہ ایک روپیہ۔

۹۔ سفینہ نسواں۔ حیدرآباد دکن تقریباً ڈیڑھ سال سے شائع ہو رہا ہے اڈیٹر محترمہ صادقہ قریشی۔ مضمون نگار زیادہ تر حیدرآبادی خواتین ہیں جن میں محترمات صغرا ہمایوں مرزا۔ محمدی بیگم بی۔ اے بشیر النسا بیگم۔ اور بہت ڈاکٹر عبد الرب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ مضامین کے اعتبار سے یہ رسالہ کامیاب کہا جا سکتا ہے۔ پچھلے دنوں میں سفینہ نسواں نے محرم نمبر خاص اہتمام سے شائع کیا تھا۔ خواتین دکن کو سفینہ نسواں کی اشاعت بڑھانے میں ضرور حصہ لینا چاہئے۔ سائز تہذیب نسواں کا کاغذ سفید لکھائی چھپائی اوسط درجہ کی۔ مضامین کے صفحے ۴۸۔ سالانہ چندہ للعہ

۱۰۔ مسلمہ۔ جالندھر (پنجاب) انجمن اشاعت الاسلام جالندھر کا ماہوار رسالہ ہے۔ اس انجمن کے زیر اہتمام مدرسۃ البنات بہت مفید کام کر رہا ہے مسلمہ میں ۸ صفحے اس قابل قدر درسگاہ کے متعلق ہوتے ہیں اور ۲۴ صفحوں کے کار آمد مضامین۔ زنانہ پرچوں میں عام طور پر مذہبی مضامین کی شکایت رہتی ہے

سلسلہ اس اعتبار سے تمام زنانہ پرچوں میں امتیاز رکھتا ہے کہ
اس کے مضامین زیادہ تر مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوتے ہیں
کاغذ سفید لکھائی چھپائی عمدہ سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ۔

۱۱۔ **زیب النساء** لاہور اڈیٹر محترمہ صغرا ہمایوں مرزا معاون
مدیرہ محترمہ رشیدہ عصمت اردو زبان کے اخبارات اور
رسالے سب سے زیادہ صوبہ پنجاب سے شائع ہو رہے ہیں
لیکن ایک ماہوار زنانہ رسالہ کی جگہ خالی تھی جو زیب النساء نے
پُر کر دی۔ اس پرچہ کے ابھی تین چار نمبر ہی شائع ہوئے ہیں مگر
بہت ہونہار نظر آتا ہے۔ اُمید ہے جلد اسکا شمار ملک کے مقتدر
رسائل میں ہونے لگے گا۔ پنجاب کے مشہور اہل قلم کے علاوہ اعلیٰ
تعلیم یافتہ خواتین کے مضامین بھی درج رسالہ ہوتے رہتے ہیں
زیب النساء نے تصویروں کا بھی معقول انتظام کیا ہے۔ سائز
عصمت کا مضامین کے صفحے ۴۴ کاغذ سفید لکھائی چھپائی عمدہ

سالانہ چندہ صرف تین روپیہ۔

۱۲۔ **جوہر نسواں** دفتر عصمت دہلی۔ محترمہ خاتون اکرم جنت
مکانی کی یادگار ہیں زنانہ دستکاری کا ماہوار رسالہ ہے جس کی
تجویز اپریل کے عصمت میں شائع ہوئی تھی۔ پہلے پرچہ میں تقریباً
ہر قسم کی زنانہ دستکاری کے مضامین اور نمونے ہیں۔ نمونے
خوب صاف اور واضح ہیں نمونوں اور مضمونوں کے صفحے ۴۰۔
سائز عصمت کا ۔ کاغذ سفید دبیز مصوری اور کتابت اور
چھپائی عصمت جیسی۔ ٹائیٹل دو رنگ کا خوبصورت۔ اور چندہ
چندہ دو روپیہ چار آنے سالانہ۔

ان تمام اخباروں اور رسالوں کے علاوہ دو تین اور زنانہ پرچے
غالباً اب بھی شائع ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہمارے پاس نہیں آتے
اس لئے ہم ان کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرنے سے مجبور ہیں

رازق الخیری

خط وکتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے۔
مینیجر

عصمت کی لاج

جن خواتین و حضرات نے جولائی اور اگست میں عصمت کی اشاعت
بڑھانے میں حصہ لیا اور اپنے پرچہ کو نئے خریدار دیئے انکے اسمائے گرامی
مع شکریہ کے ساتھ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

بیگم حافظ محمد اسحٰق صاحب انصاری سہارنپور	۲
مولوی عیسیٰ خاں صاحب وکیل دیگلور دکن	۲
سیدہ جمیلہ خاتون صاحبہ اٹاوہ	۲
قاضی محمد عبد العلی صاحب صدیقی فیض آباد	۴

ایک ایک خریدار دینے والوں کے نام

مولوی عبد القادر صاحب اجنٹہ گاؤں۔ مسز عبد الجلیل صاحب بہار
بیگم صاحبہ آغا مرزا محمد یعقوب علی صاحب لدھیانہ۔ عبد الکریم صاحب
سیٹھ اڈاکنٹ۔ محترمہ ہمشیرہ صاحبہ آغا حسن صاحب لکھنؤ۔ محترمہ زاہدہ ناز صاحبہ
گونڈہ۔ محمد ظہیر الدین صاحب گورکھپور۔ بنت افتخار حسین صاحب لکھنؤ۔
اہلیہ میاں محمد یعقوب صاحب فیروٹ۔ مسز معشوق حسین صاحب بریلی
مسز انوار احمد صاحب ایم اے کنٹر۔ غلام خواجہ صاحب سورت
اہلیہ سردار علی صاحب محبوب نگر۔ حاجی ابوبکر آدم صاحب ڈاکٹر
محترمہ فاطمہ جمال صاحبہ زبیری نانڈیر۔ ہمشیرہ کفیل احمد صاحب لشکر گوالیار
اہلیہ حاجی محمد حسن خانصاحب بشر دکن۔ محترمہ آرائیس بیگم صاحبہ رٹے پورہ
غلام حسن صاحب چشتی حیدرآباد دکن۔ محمد علی طیب علی صاحب بھرائی سورت
سید مظہر علی صاحب سکندرہ دکن۔ محسن علی صاحب بیتول۔
عبد الکافی خاں صاحب الہ آباد۔ بلقیس جہاں بیگم صاحبہ کلکتہ۔
مولوی محمد حسین صاحب تلین۔ مسز احمد صاحب انجنیر الہ آباد۔
عبد الحکیم صاحب ریواڑی۔ شیخ محمد عطاء اللہ صاحب لائل پور
ایس آر بنت عزیز الحسن صاحب جعفری آگرہ۔ سید اکرام الحق صاحب لکھنؤ
ایم اے وحید صاحب اٹے پورہ۔ خیر النساء بیگم صاحبہ نانڈیر۔
سید معراج الدین صاحب گوڑوا فریقہ۔ مرزا حسین علی بیگ صاحب مومن آباد
رضیہ ریاض صاحب سہارنپور۔ ممتاز عبد الحق صاحب امرتسر۔
محترمہ ہمشیرہ کنور محمد عمار احمد خاں صاحب رامپور۔

نئی کتابیں

سوئی کا کام

دستکاری عورت کا جوہر ہے۔ وہ عورت ہی کیا جس کے ہاتھ میں کوئی ہنر نہ ہو۔ خوشی کی بات ہے کہ کروشیا۔ ننگ۔ کارپٹ۔ جالی۔ ستارکشی وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کا شوق خواتین میں ترقی کر رہا ہے گر سن خیالی ان سب سے مقدم اور سب سے اہم ہے۔ مختلف وضع کے کپڑوں کی کٹائی اور سلائی ہر عورت اور ہر لڑکی کو ضروری جاننی چاہئے۔ خواتین کو حلقہ عصمت کی مشہور دستکار محترمہ فاطمہ بیگم منشی کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ انھوں نے قریباً ڈیڑھ درجن خواتین کی مدد سے اس اشد ضروری موضوع پر ایک سال کی محنت کے بعد یہ قابل قدر کتاب مرتب کی ہے۔ شروع میں سلائی کی مشین کے متعلق ضروری ہدایات اور کپڑوں کی کٹائی اور انکی سلائی کے بارے میں نہایت کارآمد مشورے ہیں جن سے لڑکیاں بہت فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ پھر نمونوں کے متعلق نہایت مفصل اور مکمل ہدایتیں اور ترکیبیں ہیں۔ باب اول میں بچوں کے کپڑوں شلاً باڈی۔ جانگیہ۔ پاجامہ۔ کلوٹ۔ سوٹ۔ سینہ بند۔ نیکر وغیرہ کے ۱۹ نمونے ہیں۔ باب دوم میں بچوں کے فراک قمیص وغیرہ کے ۳۴ نمونے۔ باب سوم میں وضع وضع کے ۲۵ جمپر۔ باب چہارم میں ۱۵ قسم کی زنانہ مردانہ قمیصیں اس کے بعد کے باب میں ۶ بلاؤز پھر ۴۴ قسم کے کالر اس کے بعد طرح طرح کے ۹ کفلیں۔ آٹھویں باب میں لباس شب خوابی۔ باڈی وغیرہ کے ۷ نمونے اور نویں باب میں شلوار پاجاموں کے ۹ نمونے ہیں دسویں باب میں مختلف چیزوں شلاً دیوارگیری کی جھالریں۔ میز پوش۔ آئینہ پوش الماری پوش۔ پلنگ پوش۔ کشتی پوش۔ دسترخوان تکیے کے غلاف۔ جگ کور ڈش کور۔ نیپکن۔ وغیرہ کے خوبصورت نمونے ہیں۔ کل نمونے ۱۹۰ ہیں اور بہت واضح اور صاف کاغذ سفید دبیز چھپائی عمدہ۔ عصمت سائز کے ۱۴۰ صفحے۔ قیمت ؏ ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی۔ کتاب نہایت کامیاب ہے اور ہمارے خیال میں لڑکیوں کے پاس سوئی کا کام ہونا ضروریات میں سے ہے۔

جاپانی کہانیاں

عصمت کی مضمون نگار محترمہ مسز فضلی جب جاپان میں مقیم تھیں تو انھوں نے جاپانی بچوں کی چند بہترین کہانیاں جمع کر کے سلیس عام فہم اردو میں ترجمہ کی تھیں، بعض کہانیاں رسالہ بنات میں شائع ہو کر بہت پسند کی گئی تھیں اب یہ سب کہانیاں جو تعداد میں ۱۲ ہیں کتابی صورت میں شائع کی گئی ہیں۔ چند عنوانات یہ ہیں۔ پھول کھلانے والا بڈھا انگلی کے برابر بچہ۔ چڑے چڑیا کی کہانی۔ آئینہ یشفلنتوکا اردو۔ یہ کہانیاں نہ صرف دلچسپ ہیں بلکہ سبق آموز بھی ہیں اور ہر کہانی سے کچھ نہ کچھ مفید نتیجہ نکلتا ہے۔ جاپانی کہانیاں بچوں کے لئے ہیں اور بچوں ہی کی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ہر کہانی کے ساتھ دو چار قلمی تصویریں بھی ہیں لکھائی چھپائی خاصی۔ کاغذ عمدہ ضخامت پونے دو سو صفحے۔ قیمت ۱۲؍ ملنے کا پتہ :۔ دفتر عصمت دہلی

کشیدہ کاری

(حصہ اول) یہ کتاب س۔ خ۔ حامد بیگم صاحبہ مرتب کی ہے $\frac{۲۲ \times ۱۸}{۴}$ سائز کے ۴۰ صفحوں پر خوب واضح اور صاف نئے پھول پتیوں بیلوں میز پوش کے کونوں غیرہ کے دیئے گئے ہیں کشیدہ کاری کی جسقدر کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں یہ کتاب سب سے آسان ہے اور بہت محنت و سلیقہ سے مرتب کی گئی ہے کاغذ معمولی قیمت صرف ۳؍ ملنے کا پتہ :۔ قاضی حامد علی صاحب مسلم یونیورسٹی اسکول علی گڈھ۔

بزمِ عصمت

عصمت میں صرف وہی خطوط شائع کئے جاتے ہیں (۱) جن میں خریداری درج ہو (۲) خط بہت مختصر ہو (۳) وہ استفسار نہ ہوں جن کے جوابات عصمت میں بیسیوں مرتبہ شائع ہو چکے ہیں (۴) جن میں رسالہ کے انتظامی امور یا مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو۔ (اڈیٹر)

میں نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ امسال میری بھانجیاں سلطان جہاں و آمنہ بی بی (دختران خان بہادر منہاج الدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سرگودھا) نے میٹرک کا امتحان نہایت کامیابی کے ساتھ پاس کیا سلطان جہاں نے علی گڈھ یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں اور آمنہ بی بی نے پنجاب یونیورسٹی سے سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا اور اب دونوں امسال ایف اے کے لئے لکھنؤ کالج میں داخل ہو گئی ہیں۔ خاکسار اس خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ بنات کی یتیم بچیوں کے لئے روانہ کرتی ہے۔

بیگم مبین احمد - چاند در (ہرار)

میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے دیور ڈاکٹر شیخ عبدالباقی ولد مرحوم شیخ محمد سلیمان صاحب ایم - ایس - سی - پی - ایچ - ڈی - اے - آئی - سی - ڈی - آئی - سی - لنڈن جو اس وقت محکمہ زراعات سکرنڈ سندھ میں تعینات ہیں ان کی منگنی فخر قوم خان بہادر شیخ محمد یعقوب وزیر محمد صاحب کلکٹر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لٹھانہ (بمبئی) کی بڑی دختر نیک اختر کے ساتھ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۳۴ء کو بخیر و خوبی ہو گئی - اس تقریب خوشی میں دو روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ بنات کی یتیم بچیوں کے لئے ارسال خدمت ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف

زینت سلطان بیگم عبدالحکیم از سکھر سندھ

میں نہایت مسرت کے ساتھ مطلع کرتی ہوں کہ میرے چچا صاحب مولوی نسیم الدین صاحب کے یہاں ۱۱ جولائی ۱۹۳۴ء روز جہار شنبہ کو فرزند ارجمند تولد ہوا ہے۔ اللہ تعالے عمر دراز کرے۔ آپ عصمتی بہنوں سے نہایت ادب سے ملتجی ہوں کہ کوئی پیارا تاریخی نام تجویز کر کے بزم عصمت کے ذریعہ سے مطلع کریں۔ نام اس زمانے کا سا ہو۔

ا - ن ابنت مولوی شمیم الدین صاحب کاکوری

صد ہزار افسوس کہ میری چھوٹی خالہ جان محترمہ فاطمہ صغرا بیگم عبدالحفیظ صاحب کا لخت جگر سجاد حسن عمر کی ستائیسویں منزل میں ماں اور باپ کو بلا تا چھوڑ کر صرف ایک ہفتہ اپنڈکس درد شکم میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا دل گرفتہ ماں اور وارفتہ باپ کی حالت قابل عبرت ہے خدا ان کو صبر عطا کرے۔

غمزدہ زیب النساء مکی

تقریبًا ایک سال سے مجھے درد سر کی شکایت ہو گئی ہے جس سے بڑی تشویش ہے۔ کبھی سر کے پیچھے کی جانب اور کبھی آگے کو درد ہوتا ہے اور درد کے ساتھ ٹیس سی ہوتی ہے۔ زینے پر چڑھنے اترنے یا کسی کتاب کا مطالعہ کرنے سے اور خاص کر رات کے وقت درد شروع ہوتا ہے۔ درد کی شدت جب بے حد ہوتی ہے تو خوب پسینہ آتا ہے صفراوی قے ہوتی ہے اور دانت پر دانت جم جاتے ہیں۔ آنکھ امتحان کروائی عینک میں بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی - ڈاکٹر کہتے ہیں کہ دماغی محنت زیادہ ہوئی ہے جس سے Nerves کمزور ہو گئی ہیں۔ ڈاکٹر علاج سے درد میں تخفیف تو ضرور ہو جاتی ہے لیکن بالکل اچھا نہیں ہوتا۔ برائے کرم کوئی دردمند بہن بھائی آزمودہ یا مجرب نسخہ سے جلد از جلد بذریعہ بزم عصمت مطلع کریں۔

د - ب - کلکتہ

مکاسر آئل کس قیمت پر اور کہاں سے ملتا ہے کوئی بہن بذریعہ بزم عصمت اطلاع دیں۔

نور افروز عتیقہ خاتون بدایوں

بہن حمیدالنساء بیگم مہر کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ بال سفید صرف جسم کی کمزوری سے نہیں بلکہ چند بے احتیاطیوں سے جلد بہت جلد سفید ہو جاتے ہیں۔ مثلاً انگلش ایجاد کردہ لونڈر جو کثرت سے رائج ہو گئے ہیں اور مختلف اقسام کے صابون۔ جن کو کہ خواتین بہت شوق سے استعمال کرتی ہیں۔ جو کہ بالوں کو قبل از وقت سفید کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ ان چیزوں سے علیحدہ رہیں

بالوں کو ہمیشہ آنولوں سے دھولی رہیں۔ ایک ہندوستانی آزمودہ نسخہ حسب ذیل ہے۔ انشاء اللہ اس کے استعمال سے بال ۵۰ سال تک سفید نہ ہونگے۔ اگر آپ کو شک ہو تو پہلے کسی دوسرے کو استعمال کرا کے دیکھ لیں لیں۔ پھر خود کھائیں۔ اسی طرح پھر کسی موقعہ پہ اگر کوئی بہن صاحبہ یاد فرمائیں گی تو چند اور ضروری نسخے عصمتی بہنوں کی خدمت پیش کروں گی

(نسخہ برائے بال سیاہ) تخم بنولہ ۴ تولہ۔ ہلیلہ سیاہ ۰ انولہ۔ بیج چینہ ۴ تولہ۔ بھنگرہ سیاہ خشک کردہ ۲۲ تولہ ۶ ماشہ۔ قند سیاہ کہنہ اسا ۲ سیر۔ اس کی ۶۰ گولیاں تیار کرلیں۔ اور ایک سال تک روزانہ صبح کو ہمراہ آب شبینہ استعمال کریں۔ پرہیز تیل۔ مرچ سرخ ترشی دہی۔ چاول۔ ہرگز نہ کھائیں۔

دختر عزیز الدین سب پوسٹ ماسٹر

(۱) جون کے عصمت میں بہن ایم خاتون نے۔ تمباکو کو خوشبودار بنانیکی ترکیب دریافت کی ہے ترکیب:۔ ایک سیر عمدہ کھانے کے تمباکو کو خوب جوش دے کر اتارلیں۔ پھر لونگ الائچی۔ جائفل ہر ایک آدھی چھٹانک زعفران تین ماشہ۔ مشک۔ دو رتی۔ عرق کیوڑہ۔ کھرل کرکے اس میں ملا کر کچھ خشک ہونے پر گولی بنالیں۔ (۲) خریدار نمبر ۴۰۴۸ نے مسز منیر حسن صاحبہ کے فرزند کے لئے تاریخی نام دریافت کیا چند نام لکھتی ہوں۔ سید مظہر عباس۔ سید نظیر حسن۔ محمد نظر علی

محمد نظر علی	سید نظیر حسن	سید مظہر عباس
۱۳۵۲	۱۳۵۲	۱۳۵۲

محمد مشتاق رضا	محمد فاخر کاظم
۱۹۳۴	۱۹۳۴

مس سکینہ سہیل علی امر کٹک

بہن حمید النساء بیگم صاحبہ جہرانی سہیلی کی چھائیوں پر فیسرین ملا۔ استعمال کرائیں یہ ایک بہترین ہندوستانی کریم ہے میری اپنی اور کئی عزیز بہنوں کی آزمودہ ہے چھائیوں اور مہاسوں کے لئے اکسیر ہے چہرے کی رنگت صاف اور خوبصورت کردیتی ہے میرے نزدیک تو فیسرین ایک بے مثال شئے ہے کیونکہ اس کے استعمال سے میرے عرصہ نو سال کے مہاسے اور سیاہ داغ بالکل زائل ہوگئے

خریداری نمبر ۶۳ ۹۱۔

میری گردن و ہاتھوں میں کہنیوں تک پیٹ پیٹھ میں سفید سفید چٹے قریب چار سال سے ہیں جو بہت ہی بدنما معلوم ہوتے ہیں ہاتھ پھیرنے یا کھجلانے سے بھوسی سی جھڑتی ہے میری ایک سہیلی نے کہا یہ سیم سے ہیں نیم کے پتوں کا عرق وغیرہ لگاؤ۔ مگر اس سے میرا بدن ہرا ہوجائے گا اور بدنما لگے گا۔ اگر کوئی عصمتی بہن یا بھائی مہربانی کرکے کوئی تجربہ کیا ہوا نسخہ بذریعہ عصمت مطلع کریں اور کوئی نقصان کا ڈر نہ ہو عمر بھر احسان مند رہوں گی۔

ا۔ ب چنڈوارہ۔

بہن ایس آر کے صاحبہ ایک عرصہ سے خاموش ہیں۔ معلوم وہ آج کل کہاں ہیں امید بہن صاحبہ اپنے پتہ او خیریت سے مطلع فرمائیں گی۔

شوکت جہاں بھوپال

میری ایک سہیلی کے منہ پر ٹھوڑی کے نیچے بہت بال آئے ہیں جن کی وجہ سے چہرہ بہت بدنما معلوم ہوتا ہے۔ براہ کرم کوئی بہن بھائی کوئی مجرب نسخہ بذریعہ عصمت مطلع فرماکر ممنون ہونے کا موقع دیں۔

ایک ضرورت مند نمبر خریداری ۱۴۰۴

جون ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں بہن بنت محمد حسن صاحبہ لاہور نے بال بڑھانے کے لئے بنگرہ بوٹی کے پانی کا استعمال بتایا کیا مہربانی فرماکر بہن موصوفہ بتاسکتی ہیں کہ بوٹی کہاں مل سکے ناریل کے تیل کے علاوہ دوسرے تیل کے استعمال سے بال گرنے لگتے ہیں میں نے گورکھپور میں بوٹی بہت تلاش کرا لیکن نہ مل سکی۔

ہمشیر سید نثار احمد

میرے منہ پے مہاسے نکلتے ہیں اور ان میں کھجلی پڑتی ہے میں نے سلمہ کریم لگایا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا کوئی بہن یا بھائی برائے مہربانی کوئی دوا یا کریم اپنی آزمودہ بتائیں کہ جس سے فائدہ ہو میں بہت شکرگزار ہوں گی اور نیز میرے سر کے بال دو سال ہوے سر کے درد سے

جوہر نسواں کے اجرا پر خواتین کا اظہار مسرت

جوہر نسواں کا پہلا پرچہ شائع ہوئے ابھی دو ہفتے بھی پورے نہیں ہوئے کہ ۶۰ سے اوپر خطوط اس پرچہ کی پسندیدگی کے متعلق کر چکے ہیں۔ چند خطوط درج ذیل ہیں۔

مینجر جوہر نسواں دفتر عصمت دہلی

جوہر نسواں دیکھ کر از حد خوشی ہوئی واقعی اس رسالہ کی خواتین کو اشد ضرورت تھی خدا کرے اسے ہر طرح کامیابی نصیب ہو (آمین) فی الحال ۳ خریدار جوہر نسواں کے خیر مقدم کے لئے تحفۃً پیش کرتی ہوں۔

سردار جہاں بنت خان بہادر چودھری نبی احمد

رسالہ جوہر نسواں میری نظر سے گذرا۔ بہت دلچسپ ہے براہ مہربانی دو پرچے بذریعہ وی پی میری سہیلیوں کے نام اور ایک میرے نام بھیجئے۔

صفیہ بیگم بنت مولوی غلام حیدر وکیل شیخوپورہ

دستکاری کا اتنا عمدہ رسالہ نکالنا آپ ہی کا حصہ ہے مجھے اُمید ہے دفتر عصمت کا یہ خوبصورت رسالہ علاوہ اپنی بیشمار خوبیوں کے پابندی اشاعت کے ساتھ شائع ہوا کرے گا براہ مہربانی اکتوبر کا جوہر نسواں وی پی ارسال فرمائیے۔

بیگم خانصاحب شیخ محمد حسن بی سی ایس لاہور

واقعی جوہر نسواں کو تمام دستکاریوں سے مزین پایا اگلا پرچہ بذریعہ وی پی میرے نام بھیجئے۔ کشور اقبال محلہ عالی جالندھر

آپنے جوہر نسواں جاری کر کے طبقہ نسواں پر احسان عظیم کیا ہے میرے نام بھی وی پی بھیجئے۔

اے ایس حیات بتوسط خانصاحب محمد حیات ہری پور

جوہر نسواں محترمہ بہن خاتون اکرم صاحبہ مرحومہ کی نہایت مناسب یادگار ہے مجھے اُمید ہے یہ رسالہ ضرور کامیاب ہوگا بہت عمدہ پرچہ آپنے نکالا ہے صفیہ سلطانہ قیصر گنج اجمیر

جوہر نسواں وصول ہوا۔ پرچہ ماشاء اللہ نہایت اچھا ہے۔ خدا ترقی دے۔ دو خریدار اور دیتی ہوں انہیں وی پی بھیجئے

ہمشیرہ محمد عتیق دینبدر الک سٹریٹ کلکتہ

حیران ہوں کہ جوہر نسواں کی تعریف کن الفاظ میں ادا کروں یہ پرچہ عورتوں اور لڑکیوں کے لئے نہایت کارآمد ہے اسکے نمونے آسان اور خوبصورت ہیں میں حضرت مولانا رازق الخیری صاحب کی نہایت احسان مند ہوں کہ انھوں نے ہماری ایک اہم ضرورت پوری کی۔ ایچ احمدی بیگم دولپورم

آج جوہر نسواں کا وی پی وصول ہوا۔ پرچہ دیکھ کر دل بے حد خوش ہوا۔ میری جانب سے مبارکباد قبول فرمائیے۔ یہ رسالہ مستورات ہندوں کے واسطے قابل فخر ہے۔ آمید ہے کہ تمام بہنوں کو پسند آئے گا۔ مس الیاس ابراہیم پولک سٹریٹ کلکتہ

رسالہ جوہر نسواں جسکا انتظار نہایت بے چینی سے ہو رہا تھا موصول ہوا دل فرط مسرت سے باغ باغ ہوگیا انشاء اللہ اُمید سے زیادہ اور توقع سے بڑھکر شاندار نکلا ہے ظاہری اور معنوی خوبیوں کیا لاجواب بہترا اور بد سلیقہ خواتین کو سگھڑ اور سلیقہ مند بنانے والا اپنے وقت کا واحد اور نایاب پرچہ ہے یہ رسالہ جاری کر کے اپنے ملک اور قوم کی بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے ہم لوگ آپ کا جسقدر شکریہ ادا کریں کم ہے میں اس مفید رسالہ کے اجراء پر آپکی و بہالی جان محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتی ہوں اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو زندگی دائمی عطا فرمائے اور پیارے عصمت کی طرح یہ عزیز رسالہ خواتین ہند کے لئے مشعل ہدایت ثابت ہو آمین۔ کوشش کرونگی کہ میری دوسری بہنیں اور سہیلیاں بھی یہ مفید رسالہ خریدنے لگیں۔

ہمشیرہ ضیاء الدین قانونگو تھانہ بھون

میرا مطلوبہ پرچہ جوہر نسواں کا آپکا بھیجا ہوا وی پی کل موصول ہوا دیکھکر جسقدر مسرت ہوئی وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے پرچہ کو میں نے اُمید سے بڑھکر بہتر پایا حیران ہوں کہ اسکی تعریف کن

الفاظ میں کروں خدا سے دست بدعا ہوں کہ وہ اس پرچے کی عمر دراز کرے اور اسکی دلچسپیوں میں اور بھی ترقی دے آمین مولانا راشد الخیری مدظلہ کے کن کن احسانات کا اعتراف کروں حق یہ ہے کہ خدا نے انہیں طبقۂ نسواں کے لئے فرشتۂ رحمت ثابت کیا۔ میں انشاء اللہ اس پرچے کے خریدار فراہم کرنیکے لئے ہمیشہ کوشاں رہونگی دعا کیجئے کہ خدا مجھے اس ارادے میں کامیاب کرے۔ آمین۔

نہیدہ خاتون

رسالہ جوہر نسواں کا پڑھکر دل باغ باغ ہوگیا۔ جس قدر مسرت ہوئی بیان نہیں کرسکتی اپنے ہندوستانی خواتین پر ایک زبردست احسان کیا اسکی جسقدر بھی تعریف کی جائے کم ہے پرچہ کے لحاظ سے قیمت دوگنی بھی رکھی جاتی تو زیادہ نہ تھی لہٰذا میں بھی کچھ خریدار بڑھانے کی کوشش کرونگی اُمید ہے کہ ہماری اور بہنیں بھی خریدار بڑھانے کی کوشش کرینگی۔

آمنہ بیگم سینا ٹوریم پنڈرا روڈ ضلع بلاسپور

جوہر نسواں میرے نام جاری کردیجے۔ ہم لوگوں کو اس پرچہ کی واقعی اشد ضرورت تھی۔ عصمت و بنات میں یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ ہمیشہ وقت مقررہ پر شائع ہوتے ہیں۔ اُمید ہے جوہر نسواں بھی ہمیشہ وقت پر شایع ہوگا۔ قمر مہدی سعادت گنج لکھنو

جوہر نسواں میں نے دیکھا بہت پسند آیا۔ ہم لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ آپنے ایک ایسا پرچہ نکالا جو بہت سی ضرورتوں کو پورا کریگا۔ میری والدہ صاحبہ ۱۹۱۳ء سے "عصمت" کی خریدار ہیں اور ہم لوگوں کو عصمت سے عشق ہے۔ جوہر نسواں کا اگلا نمبر وی پی بھیجکر ممنون کیجے۔

بنت خلیل الرحمن صاحب سابق صدر قانون گو گورکھپور

رسالہ جوہر نسواں دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ جتنی تعریف اشتہار میں دیکھی تھی اس سے درجہا بہتر پایا۔ میرے نام جاری فرما دیجے۔ بنت خانصاحب حافظ عبدالعزیز ایس ڈی او

جناب کا رسالہ جوہر نسواں بہت پسند آیا۔ جناب نے و نیز مولانا راشد الخیری قبلہ مدظلہ نے ہم لوگوں پر وہ احسان کیا ہے جسکا شکریہ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ رسالہ میرے نام جاری کردیجئے۔ منی آرڈر روانہ کررہی ہوں ایک اور خریدار بھی دیتی ہوں۔ بنت سید قاسم رضا

تصنیفات مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

کتاب	کیفیت	قیمت
آمنہ کا لال	اُردو زبان میں مولود شریف کی بے نظیر کتاب صحیح اور مستند قصہ	[illegible]
سیدہ کا لال	شہادت کی مفصل و مکمل تاریخ اور واقعات کربلا تمام و کمال محرم میں پڑھنے کے لائق	[illegible]
صالحات	اُردو میں بہترین اصلاحی اور اخلاقی ناول ایک نیک لڑکی کے حالات	[illegible]
منازل السائرہ / سات روحوں کے سلسلہ میں	اصلاح نسواں کے سلسلہ میں مشہور و معروف کتاب قیمت ہر دو	[illegible]
نسوانی زندگی	۴ سبق آموز و نتیجہ خیز افسانے	۸
نوحۂ زندگی	بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق نہایت درد انگیز مشہور تصنیف	۱۲
جوہر قدامت	دو بہنوں کی جگر خراش کہانی پچاس سال پہلے کا تمدن دکھایا گیا ہے	عہ
طوفان حیات	سرکاری رسمی سرسی رسوم کی پابندی کے خلاف معرکۃ الآرا تصنیف	۶
شمع و پروانہ	سات نہایت دلچسپ کرکٹر صد درجہ دلاویز نتیجہ خیز افسانہ	۱۲
ستونتی	ایک شریف بیوی کا قصہ جو اپنی کارناموں سے حیرت میں ڈال دیگی	۸
موؤدہ	محروم وراثت لڑکی کا درد و غم بھرا سبق آموز قصہ	۸
انگوٹھی کا راز	مختلف الحال لڑکیوں کی دلچسپ کہانی۔	۲
نغمۂ عصمت	خلیع وارندا و بیرحمی مثل افسانہ پر مذاق اور نصیحت خیز	۵ر
مبارک موتی	ترقی کی دوڑ میں لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں انسان کیا کر بیٹھتا ہے	۴ر
بچہ کا کڑہ	ایک عاشق زار بدنصیب ماں کی ناکام محبت دکھائی گئی ہے	۴
دلی کی آخری بہار	اس میں میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو کھینچ دیا ہے۔	۴ر
بلبل مدینہ	غدر کی ماری شہزادیوں کے جگر دوز تانے (باتصویر)	۱۰
جوہر عصمت	۱۳ سبق آموز درد انگیز نتیجہ خیز افسانے	عہ
سدا بہار	۸ نہایت دلاویز سبق آموز عبرتناک نتیجہ خیز افسانہ باتصویر	۱۲
طوفان اشک	۱۲ دل ہلادینے والے نہایت موثر افسانے	عہ
درد دل	وہ درد انگیز نظمیں جن کا ایک ایک شعر کلیجے کے پار ہو	[illegible]
گرفتار قفس	اس وقت تک باقی نظموں کا مجموعہ	۴ر
نوبت پنج روزہ	یادگار ظفر بہادر شاہ دہلی کے پانچ حسن اور غدر کے حالات	عہ
ولایتی سہیلی	نہایت ہی پر لطف قصہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجائیں	۶ر
تالی عشق	اس قدر دلچسپ مذاقیہ افسانہ کہ ختم کئے بغیر چھوڑا جائے	۱۰ر
قلب حزین	۲۴ دلاویز مختصر مضامین نظم نما نثر کا بہترین نمونہ	۸ر
امین کا دم واپسیں	زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل	۴ر
وداع خاتون	مخدومہ خاتون اکرم کی جواں مرگی پر علامہ مخزوم کے آنسو	۵ر
گلدستۂ عید	سبق آموز افسانوں اور مضامین کا مجموعہ بالخصوص عید کے متعلق	۸ر
بہار عالم	ایک نہایت دلچسپ سبق آموز عبرتناک افسانہ	۴ر

اسلامی تاریخ کے افسانے (لڑکیاں ضرور منگائیں)

کتاب	کیفیت	قیمت
شہید مغرب	طرابلس مراکش اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں	عہ
عروس کربلا	میدان کربلا کے دردناک حالات ناول کے پیرایہ میں اس سے بہتر نہیں لکھا گیا	عہ ۴ر
دُر شہوار	ایران سیستان مازندران کی لڑائیوں کا ہولناک مرقع	۸ر
عصویہ صالحہ	تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش یا عیسائی راہب کی سیاہ کاریاں	۲ر
منظر طرابلس	مذہبی پیشوا کے سیاہ اعمال نامے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں مسلمانوں کی فتوحات	۸ر
شہنشاہ کا فیصلہ	عہد عباسی کے بغداد کا دلاویز افسانہ نہایت دلچسپ پر لطف	۴ر
سودائے نقد	جوان لڑکیوں کی شادی نہ کرنے کے دردناک نتائج۔	۵ر

والیٔ ٹونک کی والدہ کا اِنتقال۔ افسوس ہے کہ ہر ہائینس نواب خالق زمانی بیگم جو مرحوم نواب ابراہیم علی خان صاحب سابق والی ٹونک کی بیوہ تھیں انتقال فرماگئیں۔ آپ کی عمر ۹۰ سال تھی۔ اور آپ بڑی فراخ حوصلہ اور مخیر خاتون تھیں اور اپنی ذاتی جاگیر سے نادار لڑکیوں اور بیواؤں کی اِمداد کرتی رہتی تھیں۔ آپکے جنازہ میں ہز ہائینس نواب صاحب ٹونک اور ریاست کے تمام انگریز اور ہندوستانی افسر شریک تھے۔ خدا مرحومہ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی رہائی کی درخواست نا منظور۔ پنڈت جواہر لال نہرو کی بیگم صاحبہ عرصہ سے سخت علیل ہیں گذشتہ ایام میں جب آپکی حالت تشویشناک ہوگئی تھی تو حکومت نے چند دن کے لئے پنڈت جی کو چھوڑ دیا تھا۔ جب مسز کملا نہرو کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو آپ کو پھر گرفتار کرکے قید کر دیا گیا۔ لیکن پھر طبیعت خراب ہونے پر جو کہ پنڈت جواہر لال کو تین گھنٹے کے لئے بیوی کو دیکھنے کے لئے پولیس کی نگرانی میں لایا گیا۔ پنڈت جی کے رہا کئے جانے اور گرفتار ہونے کے سلسلہ میں ایک وکیل نے ہائی کورٹ میں درخواست دی تھی کہ انکی دوبارہ گرفتاری بے قاعدہ ہے۔ اور انہیں رہا کیا جائے۔ اس درخواست کو نامنظور کرتے ہوئے فیصلہ میں لکھا گیا ہے کہ اسکو منظور کرنے کے معنی یہ ہیں کہ حکومت کے رحم سے ناجائز فایدہ اُٹھایا جائے۔

جمعیت اقوام میں۔ ترکی اور افغانستان کی شرکت۔ جمعیۃ الاقوام میں ترکی کو ایک نشست مل گئی ہے اور افغانستان نے شرکت کی جو درخواست کی تھی وہ بھی منظور ہوگئی ہے۔

اخبار ریاست کے مقدمہ کا فیصلہ۔ اخبار ریاست کے خلاف نواب صاحب بھوپال کی توہین کرنے کے الزام میں جو مقدمہ چل رہا تھا۔ اسکا فیصلہ سُنا دیا گیا۔ عدالت نے ایڈیٹر ریاست کو رہا کرتے ہوئے مقدمہ کی دوبارہ سماعت کا حکم دیا ہے۔

کیا گاندھی جی کانگریس سے الگ ہوجائیں گے۔ گاندھی جی نے ایک طویل بیان اخبارات میں شایع کرایا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ اگر کانگریس کے ممبر ایمانداری کے ساتھ میری تجویزوں پر چلنے کے لیے تیار نہ ہونگے تو میں کانگریس سے الگ ہو جاؤنگا۔ معلوم ہوا ہے کہ گاندھی جی نے پنڈت جواہر لال کے کسی خط کی بنا پر یہ بیان دیا ہے۔

نواب فخر الملک بہادر کا اِنتقال۔ یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سُنی جائے گی کہ حیدرآباد دکن کے مشہور رئیس نواب فخر الملک بہادر ۱۹ ستمبر کو انتقال فرماگئے۔ آپ تربیت گاہ بنات کی کئی سال سے سرپرستی فرمارہے تھے۔ خدا مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

بہار کا زلزلہ فنڈ بند۔ حکومت کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ ویسرائے نے بہار کے مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کی غرض سے جو فنڈ جاری کیا تھا۔ اسے یکم اکتوبر سے بند کر دیا جائے گا۔ اس وقت تک اس فنڈ میں تقریباً ساڑھے ۹۹ لاکھ روپیہ وصول ہو چکا ہے۔

پایہ تخت یونان میں مسجد بنانے کی تجویز۔ یونان کی حکومت نے پائے تخت میں ایک مسجد بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ شاہ مصر اپنی سیاحت کے وقت اس کا سنگ بنیاد رکھیں گے۔

میکسیکو میں زلزلہ۔ میکسیکو میں ۲۰ ستمبر کو زلزلہ آیا جس میں ۲ گاؤں تباہ ہو گئے۔

جسٹس شادی لال کے ایک بھائی کا قبول اسلام۔ نائب صدر مسلم ایسوسی ایشن ریواڑی مطلع کرتے ہیں ۱۴ ستمبر کو لالہ دیبی سہائے جو سر شادی لال سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کے ایک بھائی ہیں مسلمان ہو گئے۔

اسلام کی توہین کرنے والے ہندو کا قتل۔ لاہور کے قریب ایک ہندو ساہو کار بالا پرشاد جس نے اسلام کی توہین کی تھی قتل کر دیا گیا۔

جاپان میں عظیم الشان مسجد۔ جاپان کے مرکز میں ایک مسجد کی تعمیر کے لئے ایک ہندوستانی تاجر نے ایک لاکھ روپیہ دیا تھا۔ اس مسجد کے لئے انجمن اسلامیہ نے بھی چندہ جمع کیا ہے۔ اس عظیم الشان مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے۔

مدراس میں ایک سال میں ساڑھے سات ہزار بچے مرے۔ مدراس کے محکمہ حفظان صحت کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک سال میں ایک سال سے کم عمر کے ۷۵۴۰ بچے فوت ہوئے۔

کانگریس کی صدارت۔ بہار کے لیڈر بابو راجندر پرشاد آئندہ اجلاس کانگریس کے صدر مقرر ہوئے ہیں۔ انہوں نے چاہا تھا کہ سرحد کے مشہور لیڈر خان عبدالغفار خاں اس عہدے کو قبول کر لیں مگر انہوں نے اسے منظور نہیں کیا۔

مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر شفاعت احمد کا مقابلہ۔ مولانا شوکت علی سر محمد یعقوب کے مقابلہ پر اسمبلی کی ممبری کے امیدوار تھے مگر عدالت کے ایک فیصلہ کے ماتحت وہ مراد آباد کے حلقے سے کھڑے نہیں ہو سکے اب وہ الہ آباد وغیرہ حلقہ سے امیدوار ہیں۔ اور ڈاکٹر شفاعت احمد خاں سے ان کا مقابلہ ہے۔

ہندوؤں کی ایک مذموم رسم قانوناً بند۔ جنوبی ہند کے ہندوؤں میں ایک رسم تھی کہ اپنی منت پوری کرنے کے لئے جسم کے کسی حصہ میں کیل گاڑھ کر لٹک جاتے تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت مدراس نے اس رسم کی قانوناً ممانعت کر دی ہے۔

ملک معظم کے چھوٹے صاحبزادے شہزادہ جارج کی شادی سابق یونان کی پہلی شہزادی میرینا سے آخر نومبر میں ہوگی۔

دہلی کے تحصیلدار پر حملہ۔ ظہیر الحسن رجس نے سفیر اللہ کا لقب اختیار کیا ہے جو اپنے آپ کو مہدی بتاتا ہے) دہلی کے تحصیلدار خانصاحب میر محمد حسین صاحب پر جب وہ انکم ٹیکس ادا نہ کرنے کے سلسلہ میں انکی عدالت میں آیا تھا چھرے سے حملہ کیا۔ تحصیلدار صاحب بال بال بچ گئے۔ ملزم گرفتار ہو گیا۔ اور حوالات میں ہے۔

ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے یہ مضامین عصمت میں شائع نہیں ہو سکے

۱۵ اکتوبر تک ۱؍ کے ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس کئے جا سکتے ہیں۔ ۱۵ اکتوبر کے بعد ضائع کر دیئے جائیں گے۔

مغربی تعلیم کا اثر ہندوستانی لڑکیوں پر (از سندیلہ) بچوں کو سزا دینا (از اٹاوہ) مسلمانوں کی غفلت (ایک مزاحیہ ڈرامہ) ایک سبق آموز کہانی۔ شادی مرگ (از بلند شہر) ایک فلک زدہ بیوہ کی فریاد۔ حبش یہودی اور ترکی کا عرق۔ ناکام تمنا (افسانہ) تربیت عمل۔ بلی دبستک سرگذشت۔ حصول علم۔ بچہ کے کاٹے کا علاج (از میسور) گلغزش۔ جلدی کرنیکا برا نتیجہ (از کلکتہ) سونے کی چڑیا اڑ گئی۔ مسلم خواتین اور ترقی اسلام خواتین ایران۔ زندگی کو جیا کہتے ہیں۔ احکام الٰہی سے انحراف ہند مسلم مناقشت (از مدراس) ترکیب غلافی ردٹ۔ محبت بشری قسمت (از رنگون) آرام سے رہتا دل نالاں کوئی دن اور۔ سہیلی کی یاد (از نسیم مسکین سائرہ۔ بد اندیش (از فیض آباد) ہماری مماثی۔ ثریا کی شادی۔ ولیم شیکسپیر۔ انعای کرن ہار۔ جدائی۔ برسات کی بہار نیل اور فسری (افسانہ) مجسمۂ ہمدردی۔ برسات۔ صحت نفس کی حفاظت اثر محبت (افسانہ) ایک آواز۔ اخلاق کی دولت (از کمنتر) صدائے بازگشت (نظم) رسی لا حاصل۔ ایک یتیم لڑکی۔ ملک عرب میں قیام کعبہ کی حکمت یا میں (نظم) ڈشمن کا قتل۔ ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا تاریک پہلو ایام فردوس کی یاد میں (نظم) نفس کی حفاظت۔ فرمائش شادی عصمت کا منظر دیکھ کر (نظم از راندھیر) پیارے عصمت کا سالگرہ نمبر (نظم) زجلپور۔ کفایت شعاری از جالنہ۔ اقبال کی سیر۔ کرہ علم ہے مختصر تماشا بیانات سی (نظم) موسد آپی (افسانہ) شریعت کی پابندی۔ آفتاب بعد خودکشی۔ میری ڈائری کا ایک ورق۔ دلکشی۔ بیجا ہیم از پورنہ پٹنہ دو (نظم) زندہ قربانی۔ تعلیم نسواں کی ضرورت۔ جنگل کی شہزادی۔ شاعر کا انجام

فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کی یادگار میں

جوہرِ نسواں

زنانہ دستکاری کا ماہوار رسالہ جاری ہوگیا

پہلا پرچہ

۱۰ ستمبر کو شائع ہوچکا ہے

معضونوں اور نمونوں کی فہرست

جوہرِ نسواں	رازق الخیری
مضمون نگاری کے قواعد	ادارہ
ضروری ہدایات	ادارہ
کشیدہ کاری	حامد بیگم
کاڑھنا	انور عنایت اللہ
فراک کی سلائی کٹائی	نشاط افزا
جمپر	بنت فاطمہ
کروشیا میں گلدستہ	غدیر فاطمہ
بیل اور میں شکرپارا	عالم آرا بیگم
کارچوب کا بیگ	بنت فاطمہ
انگوری بیل سلمہ ستارہ کی	نشاط افزا
بچے کا کٹاؤ	زہرہ سلطان
میز پوش کا کونہ	خدیجہ بائی
تارکشی کا میز پوش	سجیدہ اشرف
تارکشی کی بیل	بنت فاطمہ
کشیدہ کی ڈالی	مس انور
تکیہ کا غلاف	ادارہ
مخمل پر موتیوں کا بٹوہ	رباب طاہر
کشیدہ کا خاکہ موتیوں سے	فاطمہ
کمر کی زنجیر موتیوں کی	امیر فاطمہ
زنانہ کرتہ پر پتی کا سکھارہ	ادارہ
موٹا کراس اسٹیچ میں	ف - ک
ربن سے ٹیکوزی	غدیر فاطمہ
کترنوں کا کشن	انصار فاطمہ
جالی کی لیس	ادارہ
دس چراغ — افسانہ	رازق الخیری
کاریگر پرند — نظم	آغا شاعر دہلوی
دستکار بہنوں کی محفل	متفرق

دفتر عصمت دہلی

کے اس نئے ماہوار رسالہ میں کشیدہ کروشیا، جالی۔ تارکشی۔ سکارپٹ۔ کینوس۔ کراس اسٹیچ۔ سلمہ ستارہ۔ ربن پتی۔ کٹاؤ۔ اور کپڑوں کی سلائی کٹائی وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کی زنانہ دستکاریوں کے عمدہ عمدہ نمونے اور مفصل ترکیبیں اور کارآمد ہدایتیں شائع ہوتی ہیں جوہر نسواں کا بڑا مقصد لڑکیوں اور عورتوں میں دستکاری ہی کا شوق پیدا کرنا ہے۔ جوہر نسواں کے مضامین پھوہڑ لڑکیوں کو بھی سگھڑ اور ہنرمند بنا دیں گے جوہر نسواں کی قلمی معاونین ہندوستان کی مشہور دستکار خواتین ہیں۔

اڈیٹرز

(۱) محترمہ خدیجہ بائی مؤلفہ سلمہ ستارہ کا کام
(۲) محترمہ غدیر فاطمہ مؤلفہ گلدستہ کشیدہ
(۳) محترمہ آمنہ نازلی مؤلفہ موتیوں کا کام

ٹائیٹل نہایت خوبصورت۔ کاغذ سفید چکنا دبیز۔ لکھائی چھپائی مصوری۔ اعلیٰ درجہ کی۔ سالانہ چندہ مع محصول دو روپیہ چار آنہ بذریعہ منی آڈر صرف دو روپے

دوسرا پرچہ

۱۰ اکتوبر کو شائع ہوگا

مضمونوں اور نمونوں کی فہرست

بنگالی مس	رباب طاہر
فراک	غدیر فاطمہ
کروشیا میں خوشنما جالی	مس رسالدار
تکیہ کے غلاف کا کونہ	نشاط افزا
آئینہ پوش	غ - س
میز پوش کا کونہ	مدیر
گلدستہ	خدیجہ بائی
رونی سوئٹر	آمنہ
کراس اسٹیچ قمیص کا گریبان	مس صبیحہ احمد
ٹیبل کور کا کونا	ف - ہ -
تارکشی کی پتلی بیل	ایس - کے صغرا سبزواری
" خوبصورت کونہ	سجیدہ اشرف
" بیل سادہ	حمیدہ الماس
موتیوں کا بیگ	اصغری یوسف
" دست بند	بنت فاطمہ
" پھولدار تورن	شرافت بیگم
سلمہ کی بیل	نشاط افزا
سلمہ کی چادر کی بیل	غ - س
کٹاؤ میں کنگورے	اے بی عنایت
پلیٹ پتی کا ڈوپٹہ	بیگم محمد علی
ربن میں فوٹو فریم	امیر حامد رضا
پردہ	ادارہ
آ سو کا فلاور ویس	نشاط افزا
کترنوں سے میز پوش	بنت فاطمہ
ستارہ جمانے کا مصالحہ	آمنہ نازلی

افسانہ، نظم، دیگر مضامین ان کے علاوہ ہیں دو روپیہ کا منی آڈر یا چاہے وی پی کی فرمائش مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجئے۔ منیجر جوہر نسواں - دہلی

ahbub-ul-Matabe Electric Press Delhi

تصانیف فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم

گلستان خاتون

چھوٹی بہن

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تصانیف

مردوں اور عورتوں کیلئے اصلاحی و معاشرتی کتابیں

حیات صالحہ یا صالحات علامہ محترم کی سب سے پہلی تصنیف جس نے حاذق نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کی ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک شوہر کی لڑکیاں مصائب کا کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کرکے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت۔ رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اس قدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں۔ عمدہ لکھائی اور چھپائی اعلیٰ کاغذ قیمت ڈیڑھ روپیہ (لعہ)

صبح زندگی شام زندگی شب زندگی اردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گزشتہ بارہ سال میں مقبول نہیں ہوئی۔ اب تک پچیس ہزار سے زیادہ فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی یہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزارہا خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچایا اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنور گئے۔

صبح زندگی۔ لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر مؤثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی اس میں لڑکی کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں۔ قیمت عمر

شام زندگی نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کیلئے بیمثل چیز ہے قیمت ایک روپیہ عہ

شب زندگی۔ یہ علامہ محترم کا شہرۂ آفاق سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے۔ اس میں رحلت نسیمہ کے بعد کا بیان ہے جس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ بیگم نے دنیا میں کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کریں عالم ارواح کی سیر ان عورتوں کا مقابلہ جو دوزخ میں بھی بس رہی ہے اور دوسری جنت میں بھی مقید ہے۔ نسیمہ کی ہمراہی میں بہو کہ دلہن ایسی پھڑ نکلی کہ الامان الحفیظ اختری کی سلیقہ شعاری اور انسانیت زیب کو نصیب کرے ایک ایک سطر دل کے پار ہوتی ہے۔ بارہواں ایڈیشن عہ

شب زندگی حصہ دوم۔ بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق بدزبان دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے اور اس کے بگڑے ہوئے لعل کس طرح سنبھلتے ہیں کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے ہولناک مظالم سہتی ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جاتے ہیں۔ ایسا دلکش پلاٹ ہے کہ کسی کتاب میں نہ ملے گا۔ قیمت عہ

شب زندگی مکمل مجلد ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

منازل السائرہ۔ صالحات کی طرح اس میں بھی ایک لڑکی کی پیدائش سے لیکر موت تک کے واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعت کے کورس میں شامل ہے۔ قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

جوہر قدامت دو بہنوں کی پرلطف کہانی دو لڑکیوں کی مستی زندگی دو عورتوں کی جگر خراش داستان گویا ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر ہے۔ دوسری طرف جدید کی دلدادہ جوہر قدامت بتائے گی عالم نسواں پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا مسلمان گھرانوں میں اس وقت کیسے کیسے لعل گدڑیوں میں چھپے تھے۔ مغربی رو کس سمت لے جا رہی ہے۔ دو حصے قیمت عمر

تمہارے ایمان پر شرک کی بجلیاں گر رہی ہیں؟

تمہاری عاقبت خراب ہو رہی ہے اور وہ دنیا جسے خدا نے تمہارے لئے جنت بنایا تم نے اسے خود دوزخ بنا رکھا ہے۔ ایک تم ہی نہیں عام طور پر مسلمانوں کی حالت نہایت خوار و خراب ہے خاندان کے خاندان تباہ ہو رہے ہیں محض قبیح رسوم کی پابندی اور شرک و بدعت کی وجہ سے ایک شریف اور معزز خاندان کی بربادی کے حالات مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے

طوفان حیات میں اس کمال کے ساتھ تحریر فرمائے ہیں کہ رسوم مروجہ جنہوں نے گھن کی طرح اندر ہی اندر مسلمانوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ خوفناک اژدہے کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں شرک کوسوں دور بھاگ جاتا ہے اور انسان خدائے واحد کی عظمت کے آگے سر جھکا دیتا ہے طوفان حیات کی اردو دنیا میں دھوم مچ چکی ہے اور تیسرے ایڈیشن کی نوبت پہنچ چکی ہے اور علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصانیف میں سے ہے قصہ اس قدر دلچسپ ہے کہ نہایت قدیم النوعیت لوگوں نے کئی کئی بار پڑھا ہے واقعات اس قدر دردانگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جاتی ہے نہایت آب و تاب کے ساتھ دفتر عصمت سے حال میں شائع ہوئی ہے۔ قیمت عمر

تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

اصلاحی و معاشرتی افسانے

تمغہ شیطانی حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جن سائنٹفک اصولوں پر تحریر فرمایا ہے اردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا صحیح اسلام اُن کے ذہن نشین ہوگیا اور ہزاروں گھر تباہی سے بچ گئے۔ تمغہ شیطانی میں امت شیطانی کے آٹھ کیرکٹر دکھائے گئے ہیں اُن لوگوں کے جو نیک سمجھے جاتے تھے مگر وہ صرف ایک نمبر کے خراب تھا بہت معمولی بات تھی حلقہ شیطانی میں داخل ہوئے جہاں ناکڑے والی بہری۔ ملا جی خانصاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں وہاں شمس پیرجی شیرازی کے واقعات آنکھوں کو آنسو گرادیتے ہیں۔ بحد موثر سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے۔ قیمت ۱۲ ار

سات روحوں کے اعمالنامے جسے تمغہ شیطانی کی جوڑ کہا جاتا ہے دنیا کی سات عجیب و غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کیلئے پیش کی جاتی ہیں جن کے مطالعہ سے کہیں ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑیں کہیں آنسو نکل پڑیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ چھ دفعہ چھپی ہے قیمت ۸ ر

غدر کی ماری شہزادیاں یعنی بیلہ میں میلہ قلعہ کی رہنے والی شہزادیوں کی آپ بیتی۔ وہ دل ہلا دینے والی کہانیاں کہ جن کے رونگٹے کھڑے ہوں ہیں رنگین مالی کی لقدریں۔ قیمت ۱۲ **وداع ظفر** کی ستمگیاں جس میں بادشاہ کے دکھ میں قیمت ۴ ر

ستونتی نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کرکے اور وفاداری و ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو متحیر کردیتی ہے۔ قیمت ۸ ر چوتھی بار چھپی ہے۔

مودودہ ہندوستان کے بعض صوبوں میں شرع اسلام کا فیصلہ پس پشت ڈال کر مسلمان لڑکیوں کو کلام الٰہی کے خلاف ترکہ پدری سے محروم کرکے رواج کو ترجیح دیتے ہیں علامہ محترم نے یہ قصہ اسی خرابی کے انسداد پر لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ بہت خوب لکھا ہے اور ایسے درد درد سوز و گداز سے کہ پتھر سے پتھر دل بھی اس کو پڑھ کر سنبھلتے ہی نہیں بلکہ موم ہو جاتے ہیں قیمت ۸ ر یہ کتاب بھی کئی بار چھپ چکی ہے۔

تعمیر عصمت ایک دلآویز افسانہ جس کا کیرکٹر اس قدر پرلطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں اور انجام اس قدر دردانگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں خلع ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا۔ بار سوم قیمت ۵

انگوٹھی کا راز جدید ایڈیشن حضرت مصنف نے نظرثانی اور بہت کچھ اضافہ کرکے شائع کیا گیا ہے جس میں مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے۔ راجہ کا عبرت انگیز انجام۔ اسلامی کی جگرخراش داستان اور صحیح

معاشرت کی قربان گاہ پر ایک ماں اور دو بچوں کی قربانی

غیرت دار خاتون اپنے دونوں بچوں کو لیکر پیوند خاک ہوگئی مگر دنیا آج تک اس بدنصیب ہستی کا ماتم کررہی ہے جس کی آہ کا دھواں عالم بالا پر دھواں دھار گھٹ بن کر پہونچا۔ اور بارگاہ رب العزت میں انتقام کا ملتجی ہوا سنگدل باپ بیٹی کو بھرے بچپن میں اس گناہ پر کہ نکاح ثانی کیا عدالت تک گھسیٹتا ہے۔ کنڑ ماں نے گناہ بچی کو جیل خانہ پہنچاتی ہے۔ نظام قدرت اپنا ہاتھ بلند کرتا ہے اور کیا کرتا ہے اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا۔ جو حضرت علامہ راشد الخیری کی بے مثل تصنیف **نوحہ زندگی** ہے یہاں آپ کو ایسا قبرستان ملے گا جس میں ایک عصمت کی لاج رکھنے والی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لئے گہری نیند سو رہی ہے **نوحہ زندگی** باطل پرستوں کو حق پرستی کا سبق سکھائے گی اور مسلمانوں کو بتائے گی کہ بیوہ اور اس کی زندگی نے اسلام میں کیا صورت اختیار کی۔ ایک مسلمان کے لئے رسم و رواج بجائے مذہب اور صرف مذہب ہی سب سے ضروری چیز ہے۔ **نوحہ زندگی** بے درد مردوں کے لئے غیرت کا دروازہ کھول دے گی۔ **نوحہ زندگی** ظالموں کے دل موم کردے گی اور جابروں کو انسانیت کا جامہ پہنائے گی۔ **نوحہ زندگی** کی بدولت سینکڑوں گھر جنت کا نمونہ بن گئے۔ مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے تھوڑے سے عرصہ میں پندرہ ہزار نسخے قریب ہاتھوں ہاتھ نکل گئے اور اب آٹھویں مرتبہ خاص اہتمام کے ساتھ شائع ہوئی ہے قیمت ۱۲ ر

ملنے کا پتہ:۔ منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

طوفانِ اشک یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں

وہ مؤثر سبق آموز کتاب جس میں یہ بارہ دل ہلادینے والی کہانیاں ہیں۔ رواج کی بھینٹ محروم وراثت اس ماتھ سے اس ہاتھ لے اس سے گیا دیکھا **کلنگ کا ٹیکا** سوتیلی ماں کا آخر وقت تعزیہ لیا وت شبیہ معاشرت بیوی کی سہاگ توصیف کا جواب بی دلہن طوفان اشک۔ قیمت ایک روپیہ

نالۂ عشو آپ کہتے ہیں سنجیدہ کیوں۔ ہوں نا مگر ہے نالۂ عشو پڑھئے یا سنئے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑجائیں نقل عشو عرب اور گلش رفاعی سجدہ ندامت پڑھکر ایک موقع پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلیں گے تو دوسرے موقعہ پر ہنسی ضبط نہ ہوسکے گی تین سال میں پانچ بار چھپی ہے قیمت دس آنہ (۱۰/)

نسوانی زندگی یوں تو حضرت علامہ راشد الخیری کی تقریباً ایک ہر تصنیف میں عورت کی مختلف حیثیتیں دکھائی ہیں مگر اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ماں بیوی بیٹی بہن کی حیثیت دکھائی ہے کہ عورت ایسا ایسا ایثار اور قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ مرد حیرت زدہ رہ جائے نسوانی زندگی کا ہر افسانہ بے انتہا دلچسپ قیمت ۸/

گلدستہ عید عید کی دعا عید کی خوشی ام جعفر کی عید اور کن ماما کی عید ایسے ایسے بارہ سبق آموز افسانے ہیں۔ یہ کتاب ہر وقت پڑھنے اور روزانہ زندگی میں بہت سے مفید نتائج اخذ کرنے کی چیز ہے بالتصویر ہے قیمت ۸/

تاریخ وسیر۔ ادب و انشا

سیدہ کا لال حصہ اول شہادت کی مفصل و مکمل تاریخ حصہ دوم مراثی کربلا۔ اس موضوع پر اس سے زیادہ درد انگیز اور مؤثر کتاب کسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔ قیمت قسم اول عہ/ قسم دوم ۱۲/

امت کی مائیں رسول کریم صلعم کی ازواج مطہرات کے مقدس حالات زندگی۔ کثرت ازدواج پر اس قدر معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہیں یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے قیمت ۱۲/

الزہرا خاتون جنت بی بی فاطمۃ الزہرا کی زندگی کے حالات۔ قیمت ۱۲/

قلبِ حزیں چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ جذبات نسوانی کی پُردرد انگیز ترجمانی۔ ان مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ بہترین کتاب ہے طرز تحریر نہایت پیارا کہ بار بار پڑھئے اور پھر بھی جی نہ بھرے بار سوم قیمت صرف آٹھ آنے۔

وداعِ خاتون وہ بے نظیر مضامین جو جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی جواں مرگی پر لکھے گئے تھے جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کرسکتی ہے ناممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں قیمت پانچ آنے ۵/

امین کا دم واپسیں شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قصہ کے پیرایہ میں عبرت انگیز واقعات۔ بار سوم قیمت چار آنہ ۴/

اسلامی تاریخ افسانے کے طرز پر

یہ کتابیں مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں یہ اسلامی تاریخ کے افسانے ہیں اور ناول کے طرز پر لکھے گئے ہیں ان کتابوں میں ہلال اور صلیب کی لڑائیاں اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں ان کا جوش انسانی ہمدردی اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر دکھائے گئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ محبت کے دلآویز افسانے ہیں۔

عروس کربلا علامہ محترم کے تمام تاریخی ناولوں میں بلحاظ درد و اثر کے ممتاز ہے کربلا کے تاریخی واقعات پہلے ہی کچھ کم دردناک نہیں اس پر مولانا کے قلم گوہر ریز نے قیامت ڈھائی ہے کہ ہچکی بندھ جاتی ہے اس پر یہ ہے کہ محبت کا دلآویز افسانہ ہے نہایت مشہور کتاب ہے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے قیمت عہ/

مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے

رودادِ قفس حضرت علامہ محترم کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ مظلوم حسینہ روضہ اقدس پر اسلم کا خط شوہر کے نام ماں کا پیار سرخاب کا دم واپسیں۔ التجائے قیصر۔ بیٹیوں کی زیادتی بچپن کی یاد۔ عید کا کرتہ۔ سہیلی کا خط دہیرہ وغیرہ معمولی نظمیں نہیں بلکہ مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے ہیں مسلمان گھرانوں کے عبرت انگیز معاشرتی مناظر ہیں۔ علامہ محترم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل ہے وہ پورے پیرائے نظموں میں نمایاں ہے یہی وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دردمند دل تڑپ اٹھیں گے۔ چھٹی مرتبہ چھپی ہے۔ قیمت دس آنے (۱۰/)

گرفتارِ قفس حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کی درد انگیز نظموں کے مشہور مجموعے رودادِ قفس کا دوسرا حصہ یہ نظمیں اس قدر درد و اثر میں ڈوبی ہیں کہ سنگدل سے سنگدل انسان کی آنکھ سے بھی آنسو نکل پڑیں۔ تربیت گاہ کے جشن میلاد میں سرور کائنات کی شان میں جو نظم پڑھی گئی تھی وہ اس میں ہے آخر میں تاریخ اسلام کی عجب پہیلیاں ہیں۔ قیمت ۴/

ملنے کا پتہ:۔ منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

محبوبۂ خداوند قرن اولیٰ کے پرجوش پاکباز مسلمانوں کی ولولہ انگیز داستان کی تصویر ہے حضرت عثمان کے ... اسلام، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ... کے اسلام اور نصرانیت کا مقابلہ، عیسائی ... سفیر یہ کا خداوند کے پنجے سے چھوٹ کر ایک پاکباز مسلمان سے نکاح نہایت عجیب ... لطف ناول ہے عروس کربلا کی طرح کئی بار چھپا ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲)

شہنشاہ کا فیصلہ عہد عباسی کے بغداد کا دلچسپ افسانہ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کی بنا پر ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے۔ ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے مقصد کیلئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے یہ ایسے ابواب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت چار آنے (۴)

منظر طرابلس تسخیر طرابلس کیلئے مسلمانوں کا جوش ایمانی حضرت زبیرین عوام کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت محبت کے آتش کدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل مذہبی پیشوائی سیاہ کاریاں سعید اور شہزادی بیوی کی کہانی اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵/

دُرِّ شہوار ایران مازندران سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع بہرام کے شجاعانہ کارنامے شہزادی مطلوبہ کی فراست اور بہادری وزیر کی مکاریاں غرض بہت دلچسپ ناول ہے۔ قیمت ۸/

سوداے نقد مرد کا نکاح ثانی اور اسلام میں عورت کی حیثیت کیا ہے یہ افسانہ بتائیگا کہ جوان لڑکی کی شادی نہ کرنا سوسائٹی کا کیسا زبردست اخلاقی گناہ ہے دو سگی بہنوں کی دلچسپ کوششیں حقیقی ماں کے ہاتھوں دو بیٹے کا قتل محبت کا جواب عرض نہایت دلچسپ ناول ہے ۵/

یاسمین شام حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی کے عہد ظفر عہد کی اسلامی جنگ ہلال وصلیب کے معرکے اسلام کی فتح اور تسخیر شام کے حالات یاسمین شام بھی مقبول و مشہور کتاب ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲/

تیغ کمال غازی اعظم مصطفیٰ کمال کے حالات یونان کے برخلاف مسلمانوں کی کوشش اور فتح یورپ کی سازشوں کے راز افشا کئے گئے ہیں۔ شاہ قسطنطین کی سیاسی چالیں ملکہ کونسٹنس کے لئے اتحادی شہزادی کی درخواست ملکہ پر قبضہ اور قتل کا حکم مصطفیٰ کمال کا کمال قیمت ۱۲/

شہید مغرب طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی موجودہ اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شاعری اور تبلیغ کا اثر ۱۰ دردانگیز افسانے

دو آسمانی مسافر، شہید مغرب، شہید طرابلس، صدائے عرب، سیدانی، آہ، داغ، افراط و تفریط، صدائے دلگداز، گلوخیاں، نمونہ۔ ان کے مطالعہ سے حب وطنی، جوش ایمانی، بہادری، شجاعت، خودداری، حمیت، غیرت کے سے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ (۱/۴)

اندلس کی شہزادی مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا دردانگیز محبت کا افسانہ جو ہنساتے ہنساتے پیٹ میں بل ڈالدے گا اور پھر رلائے گا اور بتائے گا کہ مسلمان سرزمین اندلس پر کیا کر چکے ہیں قیمت ۸/

دلّی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد اجڑ چکا مگر اس کے کھنڈرات اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے درودیوار اس وقت بھی اپنے مہمانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی، بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہاریں شاہی جھگڑے میلے تماشوں کے رنگ دربار کی کیفیت قطب صاحب کے مقبرے پیر غیب شاہ بڑے اور کوٹلہ کے جشن شہر آبادی کی چہل پہل ہندو مسلمانوں کی معاشرت رمضان عید سلونو سالگرہ کے اہتمام شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گزشتہ کی بہار دیکھنی ہو تو

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی معرکۃ الآرا تصنیف

نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر

ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر دردانگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلاوینگی۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات، مجبوروں کا ظلم مظلوموں کی حالت زار، مردوں کی بربادی، عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں بادشاہ کی تصویر اور تین عکسی نادر تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ ہزاروں جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکیں تیسرا ایڈیشن بھی قریب الختم ہے قیمت صرف عہ علاوہ محصول ڈاک۔ قسم خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنے (۲/۸)

شہید وفا

سلمیٰ کی محبت کی یہ داستان دنیا فراموش نہیں کر سکتی اس نے سعید کی محبت میں فنا ہو کر وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کو شاید ہی کوئی انسان اٹھا سکے ہلانے دہر کے سامنے محبت اور وفا کا جو دردناک نمونہ پیش کیا ہے وہ محبت اور قربانی کی لاجواب تصویر ہے ہندوستان کی مشہور افسانہ نگار راحت آراء صاحبہ کے اس کامیاب افسانہ کے ساتھ ۹ نہایت سبق آموز افسانے اور بھی ہیں جو افسانہ درد اور جذبات کی سچی تصویر ہے اخبارات نے شاندار ریویو کئے ہیں قیمت ایک روپیہ (عہ)

انوری بیگم

اردو کی نامور انشاء پرداز محترمہ صغریٰ بیگم مسز نواب نذر یار جنگ بہادر کا وہ مشہور و مقبول افسانہ بیکاری اور تیمارداری جسے لائق مصنفہ نے دلچسپ ناول کی شکل دیکر خواتین کے لئے بہت ہی مفید بنا دیا ہے اس ناول میں جس میں حیدر آباد کے ایک شریف متوسط طبقہ کے گھرانے کی بعض معاشرت دکھائی گئی ہے انوری بیگم کا جو قصہ کی ہیروئن ہے بیماری اور تیمارداری اور منگنی اور شادی کے حالات دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ نیز خرابیوں اور بعض پرانے رسم و رواج کی پابندیوں کے نقصانات خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں پلاٹ نہایت دلکش اور طرز بیان میں بے تکلفی اور سادگی حیدر آبادی ماماؤں کی زبان بھی خوب لکھی گئی ہے کہیں کہیں ظرافت کی بھی چاشنی ہے اردو میں خواتین کے لکھے ہوئے ایسے مفید مشرقی ناول بہت کم نکلیں گے قیمت صرف (عہ)

دولت پر قربانیاں

تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کا اس کو غیر کفو میں شادی کرنے سے ترک پڑھا لکھا لڑکے سے جو لڑکی کے لئے ہر لحاظ سے موزوں نہیں اور مذاق و خیال کا نہ رکھتا ہے شادی کرنے سے دردناک نتائج اور دولت کے لالچ میں موت سے جا ملتے ہیں عبرتناک انجام ہر سال بے زبان لڑکیاں رواج اور دولت کی بر قربان کی جا رہی ہیں یہ کتاب نہایت دردانگیز سبق آموز افسانوں کا مجموعہ ہے قیمت

چار رُخ

عصمت کی مشہور انشاء پرداز محترمہ امیر فاطمہ بیگم صاحبہ مرحوم کا لکھا ہوا ایک حیرت انگیز افسانہ جس میں چار عورتوں کی عبرت انگیز اور سبق آموز اور آپ بیتی ہے مغربی تمدن کی اندھا دھند تقلید عیسائی مشنریوں کی صحبت رواج کی پابندی کے دردناک نتائج ہیں

بعض بڑے بڑے ضخیم ناولوں سے اس قدر سبق نہیں ملتا جو اس دلچسپ افسانہ سے ملتا ہے قیمت چار آنہ (۴؍)

۶

خواتین کیلئے نظموں کے دو دلآویز مجموعے

آئینۂ جمال

جن دو حاضرہ کی نامور شاعرہ محترمہ ملقبیس جمال صاحبہ کی یہ نظمیں اسلام کے دور اولین کی سبق آموز منظوم کہانیاں تمدنی کامرانی معاشرت کی حقیقی جذبات نسواں کی صحیح ترجمانی سوسائٹی کی عکاسی کا حق ہے جو آئینۂ جمال میں ہے حب قوم خدا پرستی مذہب حب الوطنی انسانیت ہمدردی کے جذبات اسکے مطالعہ سے پیدا ہوتے ہیں قومی اخلاقی تاریخی نیچرل نظموں کا مجموعہ ۱۲؍

شمع خاموش

اردو کی مشہور شاعرہ مرحومہ محمودہ بیگم لکھنوی کی دردانگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ جس پر ایڈیٹر عصمت و بنات نے دیباچہ لکھکر مرتب کیا ہے یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کے صحیح ترین نمونے ہیں اردو رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھکر آنسو نکل آتے ہیں کسی خاتون کے کلام کا ایسا دردانگیز مجموعہ ابتک نہیں چھپا۔ ملک آسمان اور اعلیٰ قیمت ۱۲؍

غیرت کی پتلی

محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ مستی ناظم سابق ایڈیٹر شریف بی بی کا لکھا ہوا ایک سبق آموز دلچسپ قصہ جس میں مختلف الخیال عورتوں کے حالات ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ اولوالعزمی اور ہمت سے عورت کس طرح بگڑا ہوا گھر بنا سکتی ہے دولت کے لالچ میں اور غیر حیثیت کے لوگوں میں شادی کرنے کے کیا نتائج ہوتے ہیں۔ قابل دید اور نہایت پر تاثیر سبق آموز قصہ ہے قیمت چھ آنے (۶؍)

خواتین اندلس

اندلس یعنی اسپین میں مسلمانوں نے ۸۰۰ سال تک جس شان سے حکومت کی ہے تاریخ کے سنہری اوراق ہمیشہ اس کا ذکر کرتے رہیں گے مسلمانوں کے زمانہ میں سرزمین اندلس نے ایسی ایسی باکمال خواتین پیدا کی تھیں جنہوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے تھے محترمہ مہر النساء صاحبہ نے بہت سی کتابوں سے بڑی تلاش اور جستجو اور محنت و جانکاہی سے ان خواتین کے حالات اخذ کرکے نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبقہ نسواں کیسی کیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ ادیب مصورہ لطیفہ گو حاضر جواب خواتین رکھتا تھا

قیمت ۶؍

تصانیف محترمہ حجاب امتیاز علی

نغمات موت

محترمہ حجاب اسمٰعیل کے ان دلآویز مضامین کا مجموعہ جو انھوں نے اپنی والدہ مرحومہ کی یاد میں لکھے تھے۔ اور جو اردو کے مشہور رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں یہ مضامین مصنفہ کے دلی جذبات کا آئینہ اور نثر شاعری کا بہترین نمونہ ہیں محترمہ حجاب کے انداز بیان کی دلکشی اور ان کے شاعرانہ خیالات کی نزاکت پورے طور پر نغمات موت میں نمایاں ہیں قیمت ۶؍

ادب زرّین

محترمہ حجاب اسمٰعیل کا طرز تحریر ملک کی دوسری مشہور انشاء پرداز خواتین سے بالکل جدا نہایت دلچسپ ہے وہ نثر میں خوب شاعری کرتی ہیں انکے چھوٹے چھوٹے لطیف مضامین لطف تخیل عبارت کی رنگینی اور جذبات کی ترجمانی کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ اس مجموعہ میں پچاس مضامین ہیں جن میں سے اکثر مختلف رسائل میں شائع ہو کر خراج تحسین وصول کر چکے ہیں

قیمت آٹھ آنہ (۸؍)

روحانی شادی

یہ اصلاحی ڈراما ملک کے مشہور افسانہ نگار جناب منشی پریم چند صاحب بی اے نے عصمت کے لئے لکھا تھا عصمت میں شائع ہو کر خوب مقبول ہو چکا ہے اب کتابی صورت میں شائع ہو گیا ہے پلاٹ مکالمہ کیرکٹر ہر اعتبار سے کامیاب ہے اور نتیجہ خیز اور سبق آموز ہے دلچسپ اور دلآویز ہے عبرتناک بھی ہے اور کافی تفریحی مزاحیہ بھی اصلاح معاشرت پر ایسے موثر اور بلند پایہ مختصر ڈرامے بہت کم نکلیں گے پہلے ایڈیشن کی قیمت بارہ آنے ہے مگر اردو ایڈیشن کی قیمت ۶؍

ملنے کا پتہ: مینیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

THE "ISMAT, DELHI Vol. 53 No 5 NOVEMBER, 1934

یورپ میں اب شکار [illegible]
[illegible]

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہیں ۔

ملکہ [illegible] فلسطین میں

یونانی کلیسا کا اسقف اعظم ملکہ کا خیر مقدم کر رہا ہے ۔

جن گاؤں میں نل اور بجلی وغیرہ مفید عناصر نہیں ہیں ۔ یا ان کی قلت ہے
وہاں آبپاشی کا کام اونٹ سے لیا جاتا ہے ۔

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لئے مضامین بھیجنے سے
قبل ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہئے

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر روشن سیاہی سے، نظرثانی اور مناسب ترمیم و اصلاح و اضافہ کے لئے ایک ایک سطر چھوڑ کر خوشخط لکھنے چاہئیں

(۲) اڈیٹر کے نام خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا اشد ضروری ہے۔

(۳) طویل مضمون کے لئے تین تین چار چار ماہ بعد بھی ممکن ہے جگہ نہ نکل سکے لیکن چھوٹے چھوٹے مضامین جلد درج رسالہ ہو سکتے ہیں اس لئے مضمون نگار جہاں تک ممکن ہو مضمون بہت مختصر لکھیں۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو مصنف کا نام اور کتاب یا رسالہ کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

(۵) عصمت کے لئے صرف وہ مضامین بھیجے جائیں جو عصمت ہی کے لئے لکھے جائیں وہ مضمون ہرگز نہ بھیجا جائے جو کسی اور پرچہ کو بھیجا جا چکا ہے۔

(۶) عصمت کے مضامین کے لئے پامال اور پرانے عنوانات بن پر بارہا عصمت میں مضامین نکل چکے ہیں مناسب نہیں۔ نئے نئے موضوعات پر ایسے مضامین جو اسلوب بیان ندرت خیال اور مواد کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہئے جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہو سکتی ہے ردی کر دیئے جاتے ہیں عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑا نہیں ہے عصمت کے لئے ایسے مضامین بھیجنے چاہئے جو ہندو مسلمان عیسائی سکھ سب کے لئے مفید ہوں۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہئے رنگین بے معنی عبارت میں اور بے ضرورت فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے۔

(۹) جو مضامین عصمت میں شائع ہوتے ہیں ان کا دائمی حق اشاعت "بحق عصمت" محفوظ ہوتا ہے۔

عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں تقریباً چار سو روپے کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے اگر استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیا جاتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شائع کئے جاتے ہیں۔

عصمتی بہنیں

اگر ان قواعد کی پابندی کریں
تو ان کو کبھی ہم سے شکایت کا موقعہ نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۳۰ تاریخ کو شائع ہو کر دوسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار بہنوں کو پہنچ جاتا ہے اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی لیکن اگر ڈاک خانہ کی غلطی سے کسی بہن کو پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۰ تاریخ تک کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگا لیں اس کے بعد قیمتاً ملیگا۔

(۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہو جائے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیل پتہ کی اطلاع دیدی جائے کیونکہ اطلاع دیئے بغیر پتہ بدلوانا دفتر کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو ۳۰ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے۔ ہر بہن کا فرض ہے کہ جب پتہ تبدیل ہو تو فوراً دفتر کو اطلاع دے دیں۔

(۳) جب ہمیں خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا آپ نے نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیجکر دفتر سے معلوم کر لیجئے کیونکہ بغیر خریداری نمبر لکھے آپ کے خط کی تعمیل فوراً نہ ہو سکے گی۔

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا تین پیسے کا ٹکٹ بھیجئے۔

(۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ ضرور درج فرمائیے۔

(۶) خریداروں کو چندہ کی میعاد یا اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے۔ اگر کسی بہن کو آئندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کر دیں اور اگر پرچہ بدستور جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر کے ذریعہ آئندہ سال کا چندہ بھیج دیں انکاری اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی پی بھیجا جاتا ہے۔

وی پی واپس کر کے عصمت کو شدید نقصان پہنچانا تعلیم یافتہ بیبیوں کے لئے زیبا نہیں۔ اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی ضرور وصول کر لینا چاہئے۔

مینیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

خاتون اکرم

ایک گویا قوم کی بھولیں گی کب وہ ہستیاں
کارنامے ہر اک گھڑی جن کے ہیں تازہ داستاں

آج بھی طلعت نما ہے جن کا خورشیدِ کمال
چھوڑ کر دنیا [illegible] ہو گئی لازوال

اشک ریزاں آج بھی ہے جن پہ دنیائے ادب
[illegible] جن کو تھا ان کو قومی ترقی کا سبب

یعنی وہ خاتونِ اکرم مفخرِ ملک و وطن
اُٹھ گیا دنیا [illegible] جن کی ہستی کا چمن

پیش رو اپنی جماعت میں تھیں یہ عالی نسب
خیر اچھی طرح [illegible] جن سے دنیائے ادب

پاک طینت پاک دل دریا دلے جنت مکاں
[illegible]

موت نے کچھ لے لیا اس طرح سے مہلت سے کام
کام کتنے رہ گئے اس محترمہ کے ناتمام

قوم میں ہستی تھی ان کی ایک فردِ انتخاب
[illegible] اہلِ قلم تھیں اور ادیب لاجواب

ان کی تصنیفوں کو دیکھو جن سے چلتا ہے پتا
دستِ قدرت نے انھیں بخشا تھا کیا ذہن و ذکا

فطرتِ عالی دماغی جن سے ہوتی ہے عیاں
[illegible] باتوں میں کب ممکن ہیں ایسی خوبیاں

اقتصادی [illegible] اخلاقی ہو طرزِ زندگی
تھی ہر اک مسئلے پہ نظر ہر اک پہ فکر و غور تھی

ان کو قومی زندگی کا ہر طرح احساس تھا
رہتا تھا آٹھوں پہر مدِنظر خیالِ اصلاح کا

ان کی ہستی ہم سبھوں کو مایۂ صد ناز تھی
با اثر تھی قوم میں اور ملک میں ممتاز تھی

ان کے جس مضمون کو دیکھو وہ سبق آموز ہے
پند ہر تخیل سے ان کی شرف اندوز ہے

طبقۂ نسوانِ ملکی کو تھا ان پہ افتخار
ان سے انشاء و ادب کا تھا گلستاں پُربہار

تھی ہزار افسوس ان کی عمر کی مدت قلیل
پھر بھی ہیں ان کے مضامین بے مثال و بے عدیل

جو بھی افسانے لکھے ہیں وہ نتائج خیز ہیں
طرزِ انشاء و ادب دلچسپ و دل انگیز ہیں

کچھ دنوں گر اور کرتی زندگی اُن کی وفا
قوم کو کیا کچھ پہونچ جاتا نہ ان سے فائدہ

قبل از وقت ہو گیا ان کا جو دُنیا سے سفر
قوم کا گھاٹا ہوا حق تو یہ ہے المختصر

خاک بھی ان کی نہیں ہرچند اب زیرِ مزار
صفحۂ ہستی پہ تاباں ان کے ہیں نقش و نگار

ان کے ماتم میں نہ کیوں گریاں ہو دنیائے ادب
کیوں نہ افسردہ ہو غم سے روئے زیبائے ادب

معرفت آگیں تھا دل اس محترم مرحومہ کا
کرنے استقبال خود جنت میں رضواں آ گیا

بارگاہِ حق میں ہے اپنی دُعا اب صبح و شام
جنت الماویٰ میں ہو خاتونِ اکرم کا مقام

اے خوشا خاتونِ اکرم جن کی حوریں ہیں جلیس
ہیں جناں کی اور خاتونیں بھی سب ان کی انیس

پاک باطن تھیں جو یہ رحمت کا گنجینہ تھا دل
قربِ حق ان کو ملا گو ہم ہیں غم سے جاں گسل

عالمِ ہستی میں عقبیٰ بھی سنواری آپ نے
یادِ حق میں زندگی اپنی گزاری آپ نے

تھیں مخیر طاعتِ داور کا تھا بے حد خیال
ترک کوئی فرض ہو جائے یہ تھا ان سے محال

کم سنی میں آپ نے پائے یہ اوصاف جمیل
کیوں نہ ہوں دار جناں آپ کے رتبے جلیل

باس دیتی ہے کبھی گلہائے جنت کی شمیم
ہے کبھی پہلو میں آکر مروحہ جنباں نسیم

اے خوشا وہ موت جس سے دل کو آجائے قرار
حبذا وہ مرگ جو ہو زندگی خوش گوار

اے زہے وہ مرنے والی خلد میں جس کی ہو جا
سایہ افگن رحمتِ حق جس پہ ہو صبح و مسا

بانوئے خاتون اکرم کیسی خوش انجام تھیں
زندگی میں اہلِ طاعت وہ صبح و شام تھیں

کیا تقرب حق سے اس طاعت نے پیدا کر دیا
جتنے تھے حسنِ عمل ان کو مہیا کر دیا

ہر غم دُنیا سے لی ہے جہاں جا کے پناہ
اب وہ ہے خاتون اکرم ہے تمہاری خوابگاہ

ہے فضائے باغِ جنت ہر گھڑی پیشِ نظر
خواب میں مرحومہ ہیں بستر پہ با تاباں قمر

میری بہنوں جس گھڑی یہ نظم تم میری پڑھو
تم بھی مرحومہ کو پڑھ کر فاتحہ اک بخش دو

ملتجی امداد ہے بہنوں سے با عجز و نیاز
قابلیت آئے تم میں علم سے ہو سرفراز

قومی اصلاحیں ہوں جن سے ایسے مضمون تم لکھو
قوم کی ہمدردیوں سے ہر گھڑی تم کام لو

پُرخطر آئندہ نسلوں کے بہت ہیں راستے
ایک پاکیزہ نمونہ تم بنو ان کے لئے

ان کی تعلیموں کی تم ہر طرح سے ہو ذمہ دار
تم پہ ہر صورت سے ان کی تربیت کا بھی ہے بار

اس تمہارے مدرسے سے جب نکل جائیں گے وہ
آگے جا کر تب کہیں پھر ڈگریاں پائیں گے وہ

کرسیاں عزت کی تب جا کر کہیں وہ پائیں گے
چین سے خود بھی رہیں گے قوم کے کام آئیں گے

قوم کے افراد میں کیسی تھیں یہ عالی خیال
ہے تمہارے سامنے خاتون اکرم کی مثال

تم بنو ایسی کہ اوروں پر تمہارا ہو اثر
جاہلانہ ہر تخیل سے کرو بہنوں حذر

کام کی باتیں ہوں مضمونوں میں ہوں قومی نہاد
کیوں تنزل ہے ہمیں سمجھے یہ ہر اک خوش نہاد

نیک نامی ہے جہاں میں زندگی کا ماحصل
لطف ہی پھر کیا فرائض میں اگر آیا خلل

ہے ضرورت یہ کہ تم سیکھو سبق ایثار کا
جبر کچھ خود پر ہو تا ہو بھلا دو چار کا

مختصر امداد نے یہ نظم مشکل سے لکھی
روز افزوں سختیاں ہیں مختلف امراض کی

موسمِ پیری ہے دوں تقریر کو کس طرح طول
طبقۂ نسواں میں کاش اپنی گزارش ہو قبول

سید عنایت حسین امداد (نقوی) عظیم آبادی

محترمہ خاتون اکرم کے مضامین اور افسانے

از منشی پریم چند بی اے

محترمہ خاتون اکرم صاحبہ مرحومہ کی کتابیں پڑھکر مجھے اُنکی ادبیت سے زیادہ اُنکی شخصیت کا اثر ہوا۔ اچھی کہانیاں اور اچھے مضامین لکھنے والی تو اور بیبیاں بھی ہیں۔ لیکن ایسی مثالیں بہت کم نظر آتی ہیں جن کے قول اور عمل میں مناسبت ہو۔ جو کچھ دوسروں کو سکھاتی ہوں اسپر خود بھی چلتی ہوں۔ عام طور پر پاکیزہ خیالات اور اعلیٰ جذبات شعر و سخن کی زیبائی کے لیے مخصوص سمجھے جاتے ہیں۔ اُنپر عمل کرنا فرائض کے دائرہ سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ فیاضی اور ہمدردی اور اخلاص کتابوں میں تو بہت ہے لیکن برتاؤ میں کہیں نشان بھی نہیں۔ جس نے محبت کے بیرونی دائرے سے ایک ہزار میل کے اندر قدم نہیں رکھا وہ بھی شعر کہتا ہے تو منصور اور سرمد اور تبریز کو مات کر دیتا ہے۔ جو آنکھیں کبھی نم نہیں ہوتیں اُنسے خون برستا ہے، جو سرِ شام سے اٹھا غافل ہو کر نو بجے دن کی خبر لاتا ہے وہ شعر میں ساری رات تارے گنتا نظر آتا ہے۔ ہماری زندگی کچھ ایسی رسمی اور مصنوعی ہو گئی ہے کہ کھانے کے دانت اور ہیں دکھانے کے دانت اور بلکہ نقادوں کی ایک ٹولی تو ایسی بھی ہے جو مصنف کو ہر قسم کی قید سے بری سمجھتی ہے۔ اہل قلم کے لیے اخلاق و دین کی قید بھی معیوب ہے۔ اُسے تو فری لائسنس ہونا چاہیے۔ ہماری تعلیم یافتہ بیٹیوں اور بہنوں میں ادبیات کی استعداد کتنی ہی بڑھ گئی ہو ایسی مثالیں بہت کم نظر آتی ہیں جنہیں خانہ داری سے کوئی دلچسپی ہو۔ یا جن میں خدمات اور ایثار کا وصف ہو۔ آج یونیورسٹی کا نوجوان گریجوایٹ کچھ کمائی کرنے کے قابل نہ ہو کر بھی صاحب بن جاتا ہے، اور اپنی شخصی ضرورتوں کیلئے بھی وہ گھر والوں کا محتاج ہوتا ہے۔ گھر والوں کو اسکی ذات سے کوئی فیض نہیں پہونچتا بجز اس کے کہ روز افزوں اپنی مطالبات سے گھر والوں کو پریشان کرتا ہے۔ اور جب کبھی معاش کا مسئلہ حل کرلیتا ہے تو اسکی ساری آمدنی اپنے ذاتی مصارف کی نذر ہوتی ہے، گھر والے بلبلاتے رہیں اُسے پروا نہیں۔ اس غریب کو اپنی حیثیت کا نباہ تو کرنا ہی پڑتا ہے گھر والے اتنے کوڑھ مغز ہیں کہ اُسکی مشکلات کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ تو اسکی کیا خطا۔ سوچئے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ شام کو سینما دیکھنے نہ جائے، اُسکی ماں کی ساڑی پھٹ کر تار تار ہو گئی ہو اُسکی بلا سے۔ اسکی ماں کا ذمہ دار اُسکا باپ ہے۔ وہ نہیں۔ اپنے بارے میں تو اُسنے طے کرلیا ہے کہ جبتک وہ شان کے ساتھ متاہل زندگی بسر کرنے کے قابل نہوگا شادی نہ کریگا۔ کیوں اپنی جان آفت میں ڈالے۔ معاشیات کے جس گورکھ دھندے میں دُنیا کا بڑا حصہ پھنسا ہوا ہے وہ اس سے کیسے بچ سکتا ہے۔ تعلیم کا یہی اثر ہماری لڑکیوں پر بھی ہو رہا ہے۔ وہ اپنے لئے جیئے گی وہ اپنے لئے مریگی۔ اسکی دنیا سمٹ کر اپنے آپ تک محدود ہو گئی ہے۔ وہ آزادی چاہتی ہے۔ مگر اسکی قیمت نہیں دینا چاہتی دینے کی قابلیت نہیں رکھتی۔ یہ قیمت کیا ہے؟ قربانی۔ اسی قربانی کے بل پر ہماری دیویاں گھروں پر راج کرتی تھیں۔ اُنکی زندگی مسلسل قربانی تھی جو غالباً اعتدال سے گذر جاتی، اور خودداری کی اسپرٹ مفقود ہو جانے کے باعث مرد کی تحکم پسند طبیعت کو گھر کی مرغی سی معلوم ہونے لگی۔ اور وہ اُسطرف لپکا جہاں اُسے ناز برداریاں کرنی اور فرمائشیں پوری کرنی پڑتی تھیں۔ جہاں وہ بادشاہ نہیں غلام تھا، مگر وہ نشہ جلدی اُتر جاتا تھا۔ اور مرد پھر گھر کی دیوی کے قدموں میں آگرتا تھا وہ قربانی اور انکسار اور بے نفسی کی مورت تھی۔ وہ قربانی غائب ہوئی جا رہی ہے اور

تعلیم یافتہ جوڑوں کے ایسے خاندان بہت کم ہیں جو افلاس اور عسرت میں بھی خوش رہ سکتے ہوں۔ اگر گھر میں بزرگوں کی آمد ہے، یا میاں اچھی کمائی لاتا ہے، تب تو خیریت ہے۔ لیکن بدقسمتی سے افلاس نے دھر دبایا تو پھر سمجھ لیجے کہ اس گھر کا خدا ہی حافظ ہے۔ میاں بیوی میں دشمنی ہوجاتی ہے۔ کوئی گھر سے بھاگتا ہے، کوئی خودکشی کرتا ہے۔ اور زیادہ تر زندہ درگور ہوجاتے ہیں۔ اور اب یہ حقیقت مسلم ہوگئی ہے کہ کم از کم موجودہ معاشی دور میں دو میں ایک کا نئی تعلیم سے بے بہرہ رہنا ضروری ہے۔ آج کوئی معمولی گریجوایٹ لڑکا ایک جاہل عورت کو کسی گریجوایٹ لڑکی پر ترجیح دینے کے لئے تیار ہے۔ اور گریجوایٹ لڑکی تو جاہل کو عذاب جان سمجھتی ہے۔ یہ انفرادیت کی روز افزوں ترقی کا دور ہے مگر خاتون آرم صاحبہ کی زندگی قدیم اور جدید معیار حیات کا نہایت متناسب اتحاد تھی۔ ہاں اگر دور قدیم کی بے جا نی اور ضعیف الاعتقادی اور رسوم کی غلامی نہیں ہے، نہ وہ دست نگری اور بے زبانی ہے تو دور جدید کی مطلق العنانی اور خودغرضی اور خود پروری بھی نہیں ہے۔ اُن میں خدمت کی لگن ہے، قربانی کی تمنا، وہ تحمل اور سعی، ضبط اور حلم کی دیوی ہیں مسلم خواتین کی ساری خوبیاں ان میں مجتمع ہوگئی ہیں۔ اور اُسی کی یہ برکت ہے کہ آج اُن کی وفات کے دس سال بعد بھی وہ سب لوگ نوحہ کناں ہیں جن کو انہوں نے اپنی خدمت اور محبت سے گرویدہ بنا لیا تھا۔ ۱۹۳۳ء میں انکی شادی ہوئی۔ اور آخر ۱۹۳۴ء میں دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ اس پونے دو سال میں جس ہستی نے حضرت راشد الخیری کے قلم سے یہ خراج حاصل کیا۔ جس کی ہر ادا نے میرا دل مسخر کر لیا۔ میرے گھر میں چار دن کی چاندنی تھی۔ میں دیکھتا تھا اور دنگ رہ جاتا تھا کہ وہ ایک طرف مغرب کے مشاہیر پر رائے زنی کر رہی ہے تو دوسری طرف جامی، سعدی اور خسرو کے اشعار پر عالمانہ گفتگو۔“ وہ غیر معمولی دل، دماغ کی خاتون تھی!

مرحومہ کی ادبی یادگار انکے مضامین اور افسانوں کا وہ مجموعہ ہیں جو مرحومہ نے وقتاً فوقتاً ملک کے مختلف رسالوں میں لکھے اور جنھیں کتابی صورت میں شایع کرکے حضرت رازق الخیری نے اپنے دل مجروح پر مرہم رکھنے کی کوشش کی ہے، جمال ہمنشین، انکے ادبی اور معاشرتی مضامین کا مجموعہ ہے، گلستان خاتون اُنکے مختصر افسانوں کا پیکر دو قاور بچھڑی بیٹی، دو مستقل افسانے ہیں جو چھوٹے موٹے ناول کہلانے کے مستحق ہیں۔

جمال ہمنشین کی ادبی حیثیت سے اس وقت مجھے بحث نہیں۔ اسکی زبان لطیف ہے۔ خیالات میں آمد ہے۔ انداز بیان دلنشیں ہے۔ تمدن اور معاشرت، مذہب اور اخلاق کے متعلق مرحومہ کے خیالات وہی ہیں جو تعلیم یافتہ روشن خیال سمجھدار عورت یا مرد کے ہونے چاہئیں انکی خاص اہمیت یہ ہے کہ وہ سچے دل سے نکلے ہیں۔ وہ مرحومہ کی زندگی کے آئینے ہیں۔ ان مضامین کا بیشتر حصہ المیہ ہے۔ مثلاً فانی زندگی۔ نیرنگیٔ زمانہ، عالم نزع۔ غم۔ عبرت گاہ دنیا۔ اس سے مرحومہ کی طبیعت کی افتاد کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں نشاطیہ مضامین کی تعداد بہت کم ہے۔ چار سے زیادہ نہیں۔ موسم بہار۔ ساون آیا۔ پھول اور عید۔ زندوں کی زندہ ہستی، مشعل ہدایت۔ کسی کی یاد وغیرہ مرثیے ہیں جو ان بہنوں کی وفات پر لکھے گئے ہیں جنھوں نے ملت کی خدمت کی اور قبل از وقت دنیا سے رخصت ہوگئیں۔ مرحومہ نے یقیناً نہایت حساس دل پایا تھا، جو گرد و پیش کے دلشکن حالات سے اس درجہ متاثر ہوا تھا کہ شباب کی بیفکریوں اور دلچسپیوں سے حظ

ہو سکتا تھا۔ ہمارا فلسفہ زندگی صبر اور شکر اور تسلیم کے اُصولوں پر مبنی ہے۔ جو کچھ ہے منجانب خدا ہے۔ اس میں اصلاح کی بہت کم گنجایش ہے۔ یہ خیال ہماری روحانیات کا ایک جزو اعظم ہے۔ ہندو فلسفہ بھی دنیا کو دار الم سمجھتا ہے اور اس کی ساری راحت اس الم کو فراموش کر دینے پر موقف ہو جاتی ہے۔ اس مشرب کو ہم نے بزرگوں سے ورثہ میں پایا ہے۔ اور ابھی تک اُسے سینے سے چپٹائے ہوئے ہیں۔ دُنیا ایک رزمگاہ ہے اور انسان کی موجودہ حالت اسکی اقتصادی اور تمدنی کمزوریوں کی مرہون منت ہے۔ رنج و الم کا اسوقت تک خاتمہ نہ ہوگا جب تک ہماری اقتصادی زندگی مساوات اور اشتراکیت کی مضبوط بنیاد پر قایم نہ ہوگی۔ یہ ہے دورِ جدید کی بانگ دہل جسے ابھی ہم قبول کرنے ہوئے بغلیں جھانک رہے ہیں۔ مرحومہ کا نازک اور حساس دل ایک شاعر کا دل تھا، درد سے بھرا ہوا، اور یہ مضامین اس کے نالۂ درد ہیں تغیرات زندگی، ان مضامین میں سب سے زیادہ پُر تاثیر ہے مرحومہ نے معیرت زندگی سے بحث کرتے ہوئے لڑکیوں کی زندگی کی جو تصویر کھینچی ہے وہ اتنی پُر حقیقت اور عبرتناک ہے کہ اس میں مرحومہ کے فلسفہ زندگی کا سارا راز چھپا ہوا ہے۔ لڑکے اور لڑکی میں پیدایش کے وقت سے ہی جو امتیاز کیا جاتا ہے اُسکی یوں تصویر کھینچی گئی ہے۔

"قدرت نے لڑکی کو غربت اور مسکینی کا مادہ روز ازل ہی سے دے رکھا ہے اسکی تمام زندگی محکومی میں گذرتی ہے کنوارپنے میں والدین اور اس کے بعد شوہر کی حکومت ہوتی ہے۔ وہ بیچاری کبھی آزاد اور حاکم نہیں کہلائی جاسکتی پھر کس چیز پر ناز اور کس بات پر گھمنڈ ہو ماں باپ کا غصہ، ان کی خفگی، بھائیوں کی جھڑکیاں سب اس کے لیے روا ہوتی ہیں۔"

اس کے بعد اس کی سسرال کی زندگی کا منظر ہے جو یقیناً ہیبتناک ہے:۔

"ہر چیز میں کیڑے، ہر کام میں نقص، ہر بات میں طعنے، ضروری بلکہ فرض تصور کیے جاتے ہیں۔ وہاں باپ کے غصہ میں بھی شفقت، ماں کی خفگی میں بھی محبت، اور بھائیوں کی جھڑکیوں میں بھی مروت کا اظہار صاف نمودار تھا۔ یہاں محبت کے بدلے نفرت، مروت کے بدلے عداوت، شفقت کے عوض کدورت ہوتی ہے۔ ساس سسروں کی خدمت، شوہر کی اطاعت، نندوں کی دلجوئی، دیوروں کی خاطریں کرنی پڑتی ہیں۔"

اور ان مصیبتوں کا خاتمہ اسوقت ہوتا ہے جب ساس سسر کی وفات، نندوں کی شادی اور دیوروں کی علیحدگی کے بعد عورت آزاد ہو جاتی ہے مشترکہ خاندان سے یہ بیزاری بھی ہماری مصلحانہ جوش کا ایک پہلو ہے۔ اور اسکی ذمہ داری ہماری مفلسی اور انفرادیت کے باہمی تناقض کے سر رکھنی چاہیے۔ بہو کی یہ درگت انہیں گھروں میں ہوتی ہے جہاں شوہر کمسن یا والدین کا محتاج ہوتا ہے۔ با روزگار شوہر کی بیوی تو آتے ہی سارے کنبہ پر حکمراں ہو جاتی ہے اور ساس اور نندیں اور دیور اس کے کاسہ لیس بن جاتے ہیں۔ ہاں اگر شوہر ضرورت سے زیادہ سعادتمند یا شرمیلا یا منکسر ہو تو دوسری بات ہے۔ اگر مرحومہ کی زندگی نے وفا کی ہوتی اور وہ خود ساس بنتیں تو شاید انہیں ان خیالات میں کچھ ترمیم کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔

گلستان خاتون مرحومہ کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ ہے جو دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔ ایک زمانہ تھا جب قصے

محض تفنن کے لئے لکھے جاتے تھے۔ یا تو اُس وقت انسان کے سامنے وہ تمدنی اور اقتصادی مسائل نہ تھے جو آج قدم قدم پر ہمارے شاہراہِ زندگی میں آ کھڑے ہوتے ہیں، یا مصنفوں میں وہ درد نہ تھا جو اُنکے قلم کو اصلاح کی جانب مائل کرتا۔ وہ رومانس کا دور تھا، فرضی عجائب و غرائب کے اختراع میں قوت فکر صرف کی جاتی تھی۔ غالباً اسکا سبب یہ ہے کہ اس زمانہ میں اہل قلم بیشتر کسی رئیس یا فرمانروا کو خوش کرنے کے لئے لکھتے تھے۔ حسن و محبت کے بے سروپا اور دُور از قیاس افسانے ہوتے تھے جن کا زندگی اور واقعات زندگی سے دُور کا تعلق ہی نہ تھا۔ شعر و سخن کی دُنیا واقعات کی دُنیا سے بالکل الگ ہوتی تھی۔ اُن افسانوں میں جدت کی کمی نہ تھی، بلند پروازیاں تھیں۔ اور بندشیں تو ایسی محیر العقول کہ آج لاکھ سر ماریں نے پر بھی ہم ویسی ایک چیز بھی دماغ سے نہیں نکال سکتے۔ بوستان خیال یا طلسم ہوشربا پرواز فکر کے اعتبار سے بے مثال ہیں۔ گر اُنکی حالت اہرام مصر کی سی ہے جنکا عجائبات دُنیا میں شمار تو ہے، مگر زندگی میں اُنسے اتنا کام بھی نہیں نکلتا جتنا ایک جھونپڑی سے۔ ادب کا جدید مفہوم ہے "تنقید حیات" اور آج ہم افسانوں اور نظموں اور ناولوں کو اُسی کسوٹی پر آزماتے ہیں۔ مرحومہ کے قریباً سب افسانے اصلاحی جذبات سے متاثر ہو کر لکھے گئے ہیں۔ ایسے قصوں میں اگر مصنف قاری کے اُن جذبات کو ہیجان میں لانے میں کامیاب ہو جائے جو اُس کے خیال میں موضوع قصہ کی اصلاح کے لئے درکار ہیں تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ اگر افسانے میں جانب داری یا تعصب کی جھلک آگئی تو یہ مصنف کی ناکامی کی دلیل ہے۔ گلستان خاتون کے افسانے ناظر کے دل میں مصنفہ کے مقصد سے ہمدردی پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اُن میں "آرزوؤں پر قربانی"، اور "جدت پرست" اور "انقلاب زمانہ" میں زندگی کی سچی تصویریں موجود ہیں۔ اور اس لئے ان میں تاثیر ہے "شہید ظلم" اور "سچ کی فتح" میں جوش اصلاح قصہ پر حاوی ہو گیا ہے۔ "طرز زندگی" میں مصنفہ نے عورتوں کو نئی روش پر چلنے کی صلاح دی ہے اور اس مجموعے کا آخری قصہ، "دوسری شادی" ظرافیہ رنگ میں لکھا گیا ہے اور پُرلطف ہے۔ مجموعی حیثیت سے یہ سب قصے بیان کی روانی اور زبان کی لطافت اور مذاق کی شستگی وغیرہ خوبیوں سے آراستہ ہیں اور مصنفہ کے قومی درد، جذبۂ اصلاح اور عالی نفسی کے آئینے۔

بچھڑی بیٹی ایک نیک نفس اور بے زبان خاتون کی آزمائشوں کی دلآویز داستان ہے ایسی دیویاں جیٹھانیاں کاش ہر ایک گھر میں ہوتیں تو مشترکہ خاندان دوزخ کے بدلے جنت بن جاتا۔ رفیق یوں معقول آدمی ہے۔ عیاش نہیں بیوفا نہیں بدمزاج نہیں۔ لیکن دل کا کمزور متلون مزاج۔ ماں کے اصرار سے دوسری شادی کر لیتا ہے۔ مگر جب اس محل سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوتی اور نئی بیوی تپ دق کا شکار ہو جاتی ہے تب اُسے سمجھ آجاتی ہے اور باوجود اصرار کے تیسری شادی نہیں کرتا۔ آخر میں عقیلہ کی کھوئی ہوئی لڑکی شکیلہ مل جاتی ہے اور نیک دل عقیلہ کے ایام اطمینان سے گذرتے ہیں۔ ہماری دیویوں کی قربانی، بے زبانی مسکینی اور وفاداری کی اچھی مثال ہے۔ غریب جو کچھ سر پر آتا ہے صبر کیساتھ برداشت کرتی ہے۔ کہیں غصہ نہیں، کدورت نہیں۔ اگر عورتوں میں زیادہ خودداری ہوتی اور وہ اپنے حقوق کی زیادہ سرگرمی سے حفاظت کر سکتیں تو مرد اسقدر شیر نہ ہوتے۔

پھیکی [illegible] میں ایک نوجوان اپنی بیوی کے زیورات اُڑا کر ولایت جاتا ہے وہاں ڈاکٹری کا امتحان پاس کرتا ہے اور ایک میم سے شادی کر کے واپس آتا ہے میم صاحبہ آزاد ہیں فضول خرچ ہیں اور بیوفا ہیں بھاگ جاتی ہیں صاحب بہادر پر نالش ہوتی ہے۔ ڈگری آتی ہے۔ گر پہلی بیوی اپنی قیمتی مدد پر دس ہزار روپیہ لیکر شوہر کو ذلت اور تباہی سے بچا لیتی ہے۔ شوہر کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ اس بے زبان بیوی کی پرستش کرنے لگتا ہے۔ مضمون نیا نہیں مگر اسمیں دلچسپی پیدا کرنیکے لئے مصنفہ [illegible]

مرحومہ خاتون اکرم اور مختصر افسانہ نویسی

مختصر افسانہ نویسی موجودہ زمانہ کی تخلیق نہیں کہی جاسکتی لیکن تکمیل ضرور ہے۔ ابتدا تو جیسا کہ تمام فنوں کی کیفیت ہے حکمائے یونان اور بالخصوص ارسطو سے ہوئی لیکن وہ ابتدا داغ بیل تھی مجموعی طور پر خود کوئی حیثیت نہ رکھتی تھی لیکن مختصر افسانہ نویسی کا مقصد باوجود ترقی وارتقا کے وہی ہے جو اہل یونان نے تجویز کیا تھا۔ عام خیالات کی سطح چونکہ اتنی بلند نہیں ہوتی اور مذاق سلیم ایسا نہیں ہوتا کہ وہ بجائے خود زندگی کے ہر پہلو پر فلسفیانہ اور ناقدانہ تبصرہ کریں اس لئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ نفسیات انسانی کے وسیلہ سے ان خیالات اور حقائق کو عام مذاق کے سانچے میں ڈھال کر سطح عام پر لایا جائے حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ انسان لکھتا ہے یا غور کرتا ہے وہ اپنی ذات تک محدود نہیں رکھنا چاہتا اور فطرت انسانی کے تقاضہ سے دوسروں کو بھی اپنے خیالات سے متاثر کرنا چاہتا ہے اور اس مطلب کے لئے مختصر افسانوں سے بہتر ذریعہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ عام دلچسپی کی صورتوں میں اگر خشک سے خشک فلسفیانہ خیالات کو لپیٹ دیا جائے تو لوگ بخوشی اُسے قبول کرینگے اور ان خیالات سے بڑی حد تک متاثر ہونگے۔ غیر نصابی اور عام قومی تعلیم کے لئے مختصر فسانے بہترین ذریعہ ہیں اور اس اُصول کے مطابق اہل جرمنی نے حب الوطنی اور احساس قومی کی نشر واشاعت فسانوں اور ڈراموں کے ذریعہ سے نہایت کامیابی کے ساتھ کی لیکن مختصر افسانہ نویسی میں جس قدر کامیابی اہل فرانس کو ہوئی کسی دوسری قوم کو نصیب ہوئی اور اس کی وجہ فرانسیسیوں کی نظری لطافت اور صنعت پسندی ہے۔ ترکی فسانے بھی صنعت اور لطافت کے لحاظ سے بہت کامیاب ہیں۔ روسی افسانے بھی قومی بیداری اور ملکی مقصد برآری میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے۔

مذکورہ بالا اُصولوں کے بالمقابل اگر ہم ہندوستانی افسانہ نویسی پر غور کریں تو ہمیں اپنی بے مائگی کی وجہ سے شرم معلوم ہوگی۔ عورتیں تو خیر جاہل اور غیر تعلیم یافتہ سمجھی جاتی ہیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے اگر کچھ کامیابی کے ساتھ کیا ہے تو وہ معجزہ سے کم نہیں۔ مردوں میں بھی گنتی کے افسانہ نویس ہی کامیاب کہے جا سکتے ہیں۔ اُردو کی حالت ناگفتہ بہ ہے کہا جاسکتا ہے کہ مرحومہ خاتون اکرم ایسے زمانہ میں پیدا ہوئیں جبکہ افسانہ نویسی کی صنعت عروج وترقی کی انتہائی منزلیں طے کر رہی تھی اور انہیں اس امر کا موقع ملا کہ وہ مختلف قوموں کی صنعتوں کے مطالعہ سے فایدہ اُٹھا کر ایک ایسی راہ تیار کریں جس پر انکا دوسرا مد مقابل نہ ہو لیکن ان کے افسانوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال غلط ہے۔ مرحومہ کو نہ صنعتوں کے مطالعہ کا موقع ملا اور نہ انہوں نے کوئی ایسی راہ اختیار کی جہاں انہیں مقابلہ سے دوچار ہونا پڑتا۔ مرحومہ سے بہت پہلے سے عورتیں بھی افسانہ نگاری کرتی تھیں اور مرد بھی۔ اس راہ میں جو کامیابی انہیں حاصل ہوئی وہ محض انکے ذوق سلیم اور وجدان نفیس کا کرشمہ تھی۔ ٹیگور کی لطافت اور چیخوف کی صنعت کی جھلک کوشش سے

نہیں حاصل ہوتی۔ پریم چند کی معاشرت نویسی اور راشد الخیری کی زبان ہر شخص نہیں حاصل کر سکتا۔ فسانہ کی دلچسپی کا دارو مدار اس کی ترتیب اور رنگ آمیزی پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فسانہ کے لیے رومان ضروری خیال کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت رومان اور محبت کی چاشنی فسانہ کے لیے غیر ضروری ہیں اور اسی وقت استعمال کیے جاتے ہیں جب فسانہ نویس الفاظ و اثرات کے ذریعہ سے دلچسپی نہ پیدا کر سکتا ہو۔ دنیا کے جتنے کامیاب مختصر افسانہ نویس ہیں وہ محبت کا ذکر ہی بیکار سمجھتے ہیں۔ انکے افسانوں کی ابتداء عموماً اس دور سے ہوتی ہے جب کہ محبت کے منازل طے ہو چکے ہوں۔ مختصر فسانہ نویسی کا مطلب زندگی [illegible] کسی خاص پہلو پر غور کرنا ہے نہ کہ الف لیلہ کی قصہ گوئی۔ خاتون اکرم مرحومہ اس سلسلہ میں جس حد تک کامیاب ہیں وہ درحقیقت مرد افسانہ نویسوں کو بھی میسر نہیں۔ زبان کی چاشنی ایسی ہوتی ہے جو بجائے خود رومان سے بڑھکر دلچسپی پیدا کرے اور پلاٹ کے ذریعہ جذبات کا اظہار ایسا ہوتا ہے جو خود بخود پڑھنے والے کو متاثر کرے۔ پلاٹ کی کمزوری اور قوت اظہار کی کمی جو فسانہ کا گلا گھونٹ دیتی ہے مرحومہ کے فسانوں میں نام کو بھی نہیں ملتی۔

موجودہ زمانہ میں مختصر افسانہ نویسی بڑی حد تک مالی منفعت اور تجارتی اغراض کے ماتحت عمل میں لائی جاتی ہے اور عام طور پر جو فسانے [illegible] لکھے جاتے ہیں [illegible] پلاٹ نو نہایت اچھا ہوتا ہے لیکن مطلب سے خالی۔ اعلیٰ درجہ کے افسانوں کا مقصد کسی خاص [illegible] وہ فسانہ کی [illegible] ساتھ پیش کرنا ہوتا ہے۔ مرحومہ خاتون اکرم کے فسانے اس خوبی سے مملو نظر آتے ہیں۔ بالعموم [illegible] معاشرت کی خامیاں اور خاصکر مجبور و مظلوم طبقۂ نسواں کی حالت زار کی اصلاح مرحوم کے خاص پیام ہوتے تھے۔ خاتون مرحومہ کے فسانوں کے پلاٹ میں ایک خاص بات ایسی ہوتی ہے جو دوسروں میں نظر نہیں آتی یعنی فسانہ پڑھتے وقت انسان یہ خیال کرتا ہے کہ وہ واقعات خود اس کی اپنی ذات سے متعلق ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ اعلیٰ درجہ کی صنعت ہے۔ مرحومہ کے بیان میں دوسری خوبی جو انہیں افسانہ نویسوں سے ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ حزن و انبساط کی روح سارے فسانہ میں ایک دوسرے سے بغلگیر نظر آتی ہے۔ حزن نگاری کے انداز بیان پر تفریح و مزاح کی تلخی بھی انکے اسٹائل کی ایک بہترین خوبی ہے۔

شہر بانو

جنت مکاں بہن کی یاد

محترمہ خاتون اکرم کو دنیا سے رخصت ہوئے دس سال کا عرصہ گذر چکا لیکن بزم عصمت اور محفل علم و ادب میں انکی یاد ہنوز تازہ ہے۔ مرحومہ خاتون معمولی ہستی نہ تھیں وہ آسمان ادب کی درخشندہ ستارہ محفل نسواں کی رونق اور پیاسے عصمت کی روح رواں تھیں انھوں نے متواتر سال تک اپنی پُرزور اور بے مثل تحریر کے ذریعہ طبقۂ نسواں اور ادب اردو کی بیش بہا خدمت انجام دی تھی۔ ہماری قوم میں آج بہت سی اہل قلم اور لائق بہنیں موجود ہیں۔ لیکن خاتون اکرم کا سا دل درد مند نظر نہیں آتا مرحومہ خاتون کے دل میں اپنی صنف کا حقیقی درد موجود تھا جس کا اندازہ ان کی تصانیف سے لگایا جا سکتا ہے انکی تمام عمر اپنی بہنوں کی خستہ حالی پر آنسو بہاتے گذری انھوں نے قریب قریب اپنے تمام مضامین اور افسانوں میں عورت کی زندگی سے بحث کی ہے اگر ایک طرف ہندوستانی عورت کی زبوں حالت کا صحیح نقشہ کھینچکر مردوں سے حسن سلوک کی درخواست کی ہے تو دوسری طرف عورتوں کو ان کے نقائص بتائے ہیں ان کو انکی کمزوریاں دکھاکر موثر طریقہ سے نصیحت کی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح وہ کامیاب زندگی بسر کر سکتی ہیں۔ خاتون اکرم مرحومہ بہت چھوٹی عمر سے مضمون نگاری کرتی تھیں۔ مضامین کی زبان نہایت صاف ستھری انداز بیان ایسا دلکش اور شگفتہ کہ بار بار پڑھئے پھر بھی طبیعت سیر ہو گلستان خاتون اور جمال ہمنشیں میں بیسیوں مرتبہ پڑھ چکی ہوں لیکن سیری نہیں ہوتی یہ خصوصیت سوائے علامہ مخزوم کی تصانیف کے میں نے کسی دوسرے مصنف کی کتابوں میں نہیں دیکھی تھی۔

حقیقتاً گلستان خاتون جمال ہمنشیں وغیرہ اس قابل ہیں کہ اپنے عزیزوں اور سہیلیوں میں تحفتہً تقسیم کی اور لڑکیوں کو جہیز میں دی جائیں۔ مرحومہ بہن ایک زبردست انشاپرداز اور ہی خواہ نسواں ہی نہ تھیں وہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھیں۔ فرماں بردار بیٹی خدمت گذار بہو شفیق بہاوج سچی غمگسار اور وفاشعار بیوی اور فرض شناس انسان یہی وجہ ہے کہ آج اس قدر عرصہ گذرنے کے بعد بھی ان کی یاد علمی اور ادبی حلقوں میں بدستور باقی ہے خدا نے ان کو جیسی بے مثل قابلیت بخشی تھی ویسے ہی قدر داں شوہر اور محبت کرنے والے ساس اور خسر بھی عطا فرمائے تھے جناب تک ان کے کاموں کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ انکی زندگی از ابتدا تا انتہا ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے کاش مرحومہ کی مبارک اور قابل تقلید زندگی کے زریں کارنامے کتابی صورت میں شائع ہو جاتے ہیں جیسا کہ بھائی رازق الخیری صاحب نے خیال ظاہر فرمایا تھا۔ سوانح خاتون سے بہنوں کو بہت فائدہ پہنچے گا خصوصاً ان لڑکیوں کو جو کنوار پتے کی زندگی ختم کر کے سسرال کی کٹھن منزل میں قدم رکھنے والی ہیں۔ میں بھائی رازق سے تمام عصمتی بہنوں کی طرف سے درخواست کرتی ہوں کہ براہ کرم مرحومہ کے بقیہ مجموعے مضامین اور سوانح عمری جلد از جلد شائع کر کے ہزاروں مشتاق بہنوں کو شکریہ کا موقعہ دیں۔

بہن خاتون اکرم آہ تمہاری زندگی نے وفا نہ کی اور بزم نسواں تم بن سونی ہو گئی لیکن تمہاری یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ رہیگی۔ خوش نصیب ہے شہر دہلی جس میں تمہارا مبارک جسم آرام کر رہا ہے۔

اے جہاں آباد اے گہوارۂ علم و ہنر
ہیں سراپا نالۂ خاموش تیرے بام و در

ذرہ ذرہ میں تیرے خوابیدہ ہیں شمس و قمر
یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گہر

دفن تجھ میں کوئی فخر روزگار ایسا بھی ہے
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے

کم عمری میں قابلیت

بہن خاتون اکرم مرحومہ کی کتابوں کے مطالعہ اور بعض اخبارات و رسایل میں مرحومہ کے کنوارپتہ کے مضامین دیکھ کر قدر نعمت بعد از زوال کے مصداق و ذہین مرتبہ مرحومہ کے متعلق مینے اپنے خیالات عصمت میں ظاہر کئے تھے۔ اور وہ اس موقعہ سے کہ مرحومہ کی یاد میں انکے وفا شعار و قدرشناس شوہر ایک خاص نمبر یعنے نومبر کا عصمت مخصوص کر دینے میں۔ انکے زمانہ کنوارپتہ ہی سے مجھے خاص عقیدت و محبت تھی کیونکہ وہ عصمت اور تہذیب نسواں کی چوٹی کی مضمون نگار تھیں۔ اور اسی بنا پر میں نے مرحومہ کے اوصاف پر کچھ لکھا۔ لیکن میرے اس اظہار عقیدتمندی پر بعض لوگ کہنے لگے کہ آپ کا حسن ظن ہے اس قدر کم سنی میں یہ قابلیت حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے لیکن حیرت کی کوئی بات نہیں خداوند کریم فرماتا ہے۔ "اللہ جسے چاہتا ہے عقل سلیم دیتا ہے اور جسے عقل سلیم دی گئی اسے بے شک خوبیوں کی دولت دی گئی!" سورہ بقرا سـ۲۶۹ـ یا "اللہ کے ہاتھ میں فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔" سورۂ حدید اسـ۲۹ـ یہ خدائی انعامات ہیں۔ یہاں نہ عمر کی ضرورت ہے نہ تربیت کی۔ نہ عمر کی نہ ماحول کی۔ گرانسان کو انسان بننے کے لیے ان سب باتوں کی سخت ضرورت بھی ہے۔ گر خدائی انعامات کے لئے کسی خصوصیت کی ضرورت نہیں جسے وہ چاہتا ہے چن لیتا ہے اور ویسے سامان بھی بہم پہنچا دیتا ہے۔

ہمارے ہادی برحق نبی کریم صلعم بچپن کی عمری میں یتیم ویسیر ہو گئے۔ نہ کوئی یار و مددگار تھا۔ نہ تعلیم و تربیت کا خاص انتظام نہ ویسا ماحول بلکہ امی کے لقب سے مشہور۔ گر خدا نے چاہا تو ایسا نوازا کہ آج ہی دنیا کا ہر شخص دوست و دشمن آپ کے صفات و کمالات کا معترف ہے۔ خیر آپ تو پیغمبر آخر الزماں تھے۔ لہٰذا یہ سب کچھ آپکے معجزات ہے جائیں گے۔ اس لئے چند ایسے مشہور ہستیوں کا ذکر نہایت اختصار کے ساتھ کئے دیتی ہوں جو پوت کے پاؤں پالنے کی مثل اپنی کم سنی کے زمانہ میں کیسے کیسے کام کر گزرے ہیں۔

حضرت محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی اسقدر ذہین تھے کہ ۱۶ برس کی عمر میں آپ نے بخاری شریف تصنیف فرمائی۔

محمد بن الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے سات سال کی عمر میں تمام قرآن مجید یاد کیا۔ دس برس کی عمر میں کتاب مؤطا حضرت مالک کی یاد کی۔ اور ۱۵ برس کی عمر میں علماء نے آپ کو فتوے دینے کا اذن دیدیا۔

ابوالفضل جو بادشاہ اکبر اعظم کے وزیر تھے۔ جن کے علم و فضل اور عقل و فراست کی شہرت سے دنیا واقف ہے

پندرہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو چکے تھے۔

جیمز واٹ کی شہرت سے کم لوگ ہونگے جو واقف نہ ہوں وہ بچپن سے ہی چاء کی کیتلی سے بھاپ نکلتی دیکھکر اس سے فایدہ حاصل کرنے کی فکر میں رہا کرتا تھا۔ اور اسی غور و فکر کا نتیجہ ریلوے کا انجن ہے۔ جسکا یہی شخص موجد ہے۔

ملکہ وکٹوریہ دور حاضرہ میں بہت سی صفات میں لاثانی گزری ہیں آپ کے دور حکومت کے کارہائے نمایاں کو زمانہ کسی طرح بھلا نہیں سکتا۔ آپ بچپن سے ہی بڑی ذہین۔ سنجیدہ مزاج اور نیک طینت تھیں ذہانت کا یہ عالم تھا کہ بارہ برس کی عمر میں جرمنی و فرانسیسی خاصی طرح بول سکتی تھیں اور لاطینی و یونانی زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔

مولانا محمد اسمٰعیل شہید کے متعلق سنا جاتا ہے کہ خداوند قادر نے آپ کو ایسی ننھی سی عمر میں مفتی بنا دیا تھا۔ کہ جب لوگوں کو کسی فتوے کی ضرورت پیش آتی تو آپ کے پاس آتے۔ آپ کھیلتے ہوئے آتے اور چلتے پھرتے صحیح معنوں میں فتوے سنا کر پھر کھیلنے چلے جاتے۔

ہمارے ہاں کا ذکر ہے کہ میری چھوٹی نند کے لڑکے عبدالعزیز نے (جو اب ایک کامیاب وکیل ہیں) پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھکر ختم کر دیا۔ جو عام طور پر بچوں کے کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے۔ بلکہ اس زمانہ میں تو زبان تک صحیح طور پر تلفظ ادا نہیں کر سکتی۔ اب بھی وہ اپنی پریکٹس میں کسب حلال کے خیال سے جھوٹے مقدمات کی پیروی سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ کہ جھوٹ سے کسی کی حق تلفی نہ ہو اور خدائی عتاب کے مستحق نہ ٹھہر جائیں۔ ورنہ آجکل تو ان باتوں کا کس کو پتا۔ شیر مادر سمجھکر سب کچھ ہضم ہو جاتا ہے۔

غرض یہ ہیں خدائی انعامات۔ کہ جسے اللہ چاہتا ہے اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ دنیا کے بڑے اور اہم کام صرف عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگ ہی انجام دیں۔ کئی مثالیں اس قسم کی موجود ہیں۔ کہ چھوٹی عمر میں لوگوں نے وہ وہ کام کئے جس سے ہمیشہ انکے کام کے ساتھ نام کو بھی دنیا تحسین و آفریں کے ساتھ یاد کرے گی۔

سردار محمدی بیگم بنت نواب آف ٹائی

مسلمان مرد کی خودغرضی

از حضرت علامہ راشدالخیری مدظلہ

مرد کی نفس پرستی کا رونا دو چار یا دس بیس دفعہ نہیں واقعداد مرتبہ میری قلم سے نکل چکا ہے میں نے اس کے خلاف کیا اپنے ہی خلاف سینکڑوں صفحے سیاہ کئے۔ لیکن افسوس اس نے کبھی بھول کر بھی میری آواز پر کان نہ دھرا حالانکہ جو جو کچھ میں نے کہا کہ اس کا انجام یہ ہوگا وہ سب کچھ ہوا۔ لیکن جس کا نام مسلمان مرد ہے اس نے عورت کا ایک حق بھی ٹھنڈے پیٹوں نہ دیا اور یہ نہ سمجھ سکا کہ وقت کی طاقت نے بڑے بڑے سرکشوں کو نیچا دکھا دیا ہے وہ جس عورت کو خدا اور اُس کے رسول کے احکام کے خلاف ذلیل کر رہا ہے۔ یہ بگڑ کر بھیری ہوئی شیرنی ہوگی اور یہ وہ نازک وقت ہوگا کہ مرد کا تمام کس بل دم بھر میں ختم ہو جائے گا۔

آج کل بہت کم مسلمان پرچے ایسے ہونگے جو عورت کے ارتداد پر واویلا نہ فرما رہے ہوں اور جو کچھ میں نے شروع میں یعنی پچیس سال پہلے بصد ادب عرض کیا تھا کہ اس کا علاج خلع کے سوا اور کچھ نہیں۔ اب اس پر عملدرآمد کی تجویز ہو رہی ہے کیا اچھا ہوتا کہ مسلمان تو اس سے پہلے اس طرف متوجہ ہوتا۔ میں نے اس سلسلہ میں پنجاب، یوپی اور سی پی کی در بدر خاک چھانی بعض ممبران کونسل اور اسمبلی سے بہ منت التجا کی مگر ایک اللہ کے بندے نے میری التجا منظور نہ کی اور بالآخر مجھکو علی الاعلان کہہ دینا پڑا کہ مسلمانوں کو خلع کا حق دینا پڑے گا۔ مگر انتہائی ذلت و رسوائی کے بعد وہ بھی دینا نہیں پڑے گا۔ بلکہ عورت اپنی طاقت کے زور سے لیگی۔ اور سرنگوں مرد کو اس کے سوا چارہ نہ ہوگا۔ کہ وہ فرمان خداوندی اور عطیہ رسالت کے سامنے گردن جھکا دے اب وہ وقت آرہا ہے اور ارتداد کے متعلق دھڑا دھڑ مضمون اور بحثیں ہو رہی ہیں مگر آج میں مسلمان مردوں سے دریافت کرنیکا حق رکھتا ہوں۔ کہ جب مظلوم و بے پناہ عورت وہ عورت جس کو اس کے والی اور وارث نے (فداہ ابی وامی) نماز کے برابر درجہ عطا فرمایا تھا۔ بقول ایک مرتدہ کے یہ کہکر اسلام سے کنارہ کرتی ہے کہ جس مذہب نے ہمارے حقوق کی حفاظت نہیں کی اور ہم کو ظالم مرد کے قبضہ میں نکاح کی آڑ لیکر ایسا پہنچادیا کہ مفر کی صورت نہیں تو کیوں آپ کے پیٹ میں درد ہوتا ہے؟ وہ آپ کے دروازہ پر بھیک مانگتی ہوئی آئی کس کی؟

اپنے حقوق کی؟ کون سے حقوق؟ جو شروع اسلام نے عطا فرمائے۔ اور مرد نے غصب کئے تو آپ کے کان پر جوں نہ چلی۔ مگر اب جبکہ ناموس پر آبنی تو چاروں طرف عل شور ہو رہا ہے۔

اس مسئلہ کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ باوجود اچھی طرح سمجھ لینے کے کہ آج کی مسلمان عورت غدر ۵۷ء سے پہلے کی مسلمان عورت نہیں ہے جو کوشش ہو رہی ہے اس میں عورت کے حقوق کی حمایت سے بدرجہا زیادہ ارتداد کے شعلے بھڑک رہے ہیں مرد کی خود غرضی اس سے زیادہ کیا ہوگی!

حاشا و کلا میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمان عورت کا ارتداد نعوذ باللہ درست ہے مجھ کو مرد سے بدرجہا زیادہ عورت کے ارتداد سے اذیت ہوتی ہے مگر میں مسلمان مرد کو بتانا چاہتا ہوں کہ ارتداد کی مصیبت عورت کے سر پر مرد کی لائی ہوئی ہے اگر وہ ارشاد خداوندی کے بموجب "میثاق غلیظ" پر قائم رہتا اور گھر کی ملکہ سمجھ کر اس کے حقوق ادا کرتا اور اس کی وہ شخصیت جو مذہب مقدس نے عطا فرمائی تسلیم کرتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔

میں اب پھر کہتا ہوں کہ مسلمان مرد کا عورت کے جائز حقوق سے اغماض ایک ایسی تباہی کا پیش خیمہ ہے جس کی تلافی کسی طرح نہ ہو سکے گی مسلمان مرد اب بھی سب کچھ کر سکتا ہے وہ ارتداد کے دروازے عورت پر بند کر سکتا ہے مگر کس طرح اس کے تمام حقوق ادا کرے اور جو کچھ غصب کر چکا ہے واپس کر دے۔

راشد الخیری

مقصدِ حیات

اے مسلماں! اے علم بردارِ علم و آگہی
مقصدِ پیدائش انساں بھی سوچا ہے کبھی؟

کیا ہے اس ہنگامۂ عالم میں فرض انسان کا
چاہیئے ہر صاحبِ ذہن و ذکا کو سوچنا،

امتحاں ہے ہر قدم پر دہر میں انسان کا
کامیابی کے لئے لازم ہے سیدھا راستا

انبیاء و اولیاء کی زندگی پر غور کر
زندگی میں ان کی آتا ہے نمایاں کیا نظر؟

غور سے دیکھیگا گر تجھ کو پتہ لگ جائیگا
"خدمتِ انساں" ہر اک مصحف میں لکھا پائیگا

فرض ہے انسان پر ہمدردیٔ نوعِ بشر
چاہیئے یہ نور ہر انسان کے دل میں جلوہ گر

ہے یہی وہ جذبۂ پاکیزہ جو انسان کو
فوقیت دیتا ہے ہر شئے پر اگر سینے میں ہو

یہ جہاں پیدا ہوا ہے آدمی کے واسطے
آدمی دنیا میں جیتا ہے محبت کے لئے

مقصدِ پیدائشِ انسان ہے دنیا میں یہی
جس سے سب منکر ہوئے انساں کو وہ نعمت ملی

اس امانت میں نہ اک لمحہ خیانت چاہیئے
وقف کر دے عمر کو انساں کی خدمت کے لئے

جرم ہے اخلاق کے قانون میں تن پروری
درد سے خالی ہو جس کا دل نہیں وہ آدمی

آج ہیں اوجِ ترقی پر جو قومیں جلوہ گر
لب پہ تحسین آتی ہے جذبات اُنکے دیکھکر

سربکف رہتے ہیں ہر دم ملک و ملت کے لئے
جان تک دیدیتے ہیں قومی ضرورت کے لئے

ان کی دُنیا میں تمیزِ بندہ و آقا نہیں
ایک ہے اس بحر میں کیا شیشہ کیا دُرِّ ثمیں

نفسا نفسی کا وہاں عالم نہ دیکھو گے کہیں
اِن کے ہاں کوئی بھی ہو اپنے لئے جیتا نہیں

مضطرب ہوتے ہیں غیروں کی مصیبت دیکھکر
دوسروں کے واسطے ہو جاتے ہیں سینہ سپر

یاد رکھنا چاہیئے اے اُمتِ خیرالبشر
قصرِ ملت ہوتا ہے تعمیر اس بنیاد پر

طاعتِ صد سال سے بہتر یتیموں کی دُعا
بیکسوں کی دل نوازی حجِ اکبر سے سوا

سننے والا کون ہے اس نالۂ شب گیر کا
ہے قیامت سے زیادہ ایک دل کا ٹوٹنا

خواب راحت چھوڑ دے بے چین ہو کوئی اگر
عاقبت کے واسطے اندوختہ ضائع نہ کر

عرش پر جاتی ہے بے کس کی صدا ء نیم شب
بے گماں مقبول ہوتی ہے دعائے نیم شب

بیکسوں کی دل نوازی سے نہ غافل ہو کبھی
توشۂ عقبیٰ کو حاصل کر ہے جبتک زندگی

سید محمود حسن

اُصولِ صحت اور اُصولِ اسلام

ہمارے پاک مذہب اسلام میں جس پہلو سے نظر کیجئے اس قدر خوبیاں نظر آتی ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں صفائی اور پاکیزگی پر جو زور دیا گیا ہے اس سے کون واقف نہیں اور اب حفظ صحت کے خیال سے دیکھئے تو صفائی ہی اسکا اصل اُصول ہے خوشبو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص پسندیدہ چیزوں میں سے ہے اور طب میں اسے دافع عفونت مقوی قلب مقوی دماغ غرض ہر طرح پر مفید مانا جاتا ہے لوبان سُلگا کر ہوا کا صاف کرنا ہمیشہ سے سب جانتے ہیں طب کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ وبا کے دنوں میں اگر تھوڑا سا کیوڑہ پینے کے پانی میں ڈال دیا جائے تو وبا کا اثر کم ہوگا۔

جتنی چیزیں نجس اور ناپاک قرار دی گئی ہیں وہ تقریباً سب کی سب صحت کے لئے مضر ہیں جن بہنوں کے پاس چھوٹے بچے ہوتے ہیں انہیں اسکا تجربہ اچھی طرح ہوتا ہے کہ اگر اتفاق سے کوئی گندہ کپڑا بچے کے سرہانے رکھا ہو اور وہ ہاتھ مار کر اُسے اپنے اوپر ڈال لے تو اس کی آنکھیں دُکھنے آجاتی ہیں پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی اس قدر تاکید ہے کہ اس میں عذاب قبر کا خوف دلایا گیا ہے شراب کی ممانعت میں بھی دونوں ہی باتیں مدنظر ہیں ایک یہ کہ نشے کی حالت میں انسان اپنے آپے میں نہیں رہتا دوسرے صحت کو سخت نقصان پہونچتا ہے اور نہ صرف پینے والے ہی کو بلکہ اولاد کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ مرگی جیسے سخت مرض کے اسباب میں ایک سبب والدین کی شراب خواری لکھا ہوا ہے۔

کتے کا پالنا ممنوع اور اس کا لعاب دہن نجس ہونے میں بھی یہی مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ اس کے پاگل ہوجانے کا ہر وقت کھٹکا لگا ہوا ہے پھر جب گھر میں پلا ہوا اور سب سے ہلا ہوگا تو ظاہر ہے کہ بے خبری کی حالت میں کس قدر جلد اور کیسا سخت نقصان پہونچ جانے کا اندیشہ ہے صرف دو حالتوں میں اس کی اجازت دی گئی ایک تو مویشی کی حفاظت کے لئے دوسرے کھیت کی رکھوالی کو۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کاموں میں وہ گھر سے علیحدہ ہی رہے گا اس خیال کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ناپاکی کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کتا کسی برتن کو چاٹ جائے تو اسے سات دفعہ مٹی سے دھوؤ۔ اس کی مصلحت و اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ میں نے مولانا نذیر احمد صاحب مرحوم کے ایک خط میں دیکھا کہ انہیں کچھ کتابیں حفظان صحت کی دی گئی تھیں جن میں

ایک میں مٹی کی بابت تحقیقات تھی اور اس میں لکھا تھا کہ مٹی دافع عفونت وکثافت ہے اسوقت انہیں خیال آیا کہ دیکھو جو کچھ ہماری مذہبی کتابوں میں لکھا ہے اس کی تصدیق اب انگریزوں کی تحقیقات سے ہوتی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مٹی طاہر وطہور ہے یعنی پاک اور پاک کرنے والی۔
اسی طرح مسواک کی تاکید کو دیکھئے کہ مسواک کرکے جو نماز پڑھی جائے اسکا ثواب زیادہ ہوتا ہے خلال کے متعلق آنحضرت کا یہ فرمان کہ جس شخص نے خلال نہ کیا اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور جس نے خلال کرکے کلی نہ کی اُس نے گویا میرے اوپر ظلم کیا بھلا یہ سُننے کے بعد کونسا مسلمان ہوگا جو خلال کے بعد کلی نہ کرے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا۔ دن میں پانچ یا کم از کم تین دفعہ نماز کے لئے وضو کرنا۔ شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں سے جانوروں کے جھوٹے کھانے اور پانی سے پرہیز کرنا۔ صبح سویرے اُٹھنا یہ تمام باتیں ایک مُسلمان کے لیئے ضروری ہیں اور آج ڈاکٹری اُصول کے مطابق ان سب کی تائید کی جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ ان احکام پر غور کرنا چاہئے کہ فجر کی نماز کے بعد جب تک سورج اونچا ہوکر دھوپ میں سفیدی نہ آجائے سجدہ کرنا منع ہے اور اسی طرح سہ پہر کو عصر سے مغرب تک تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کس قدر مصلحت سے بھرے ہوتے ہیں۔ بہت ممکن تھا کہ لوگ عبادت کے شوق اور خاص کر اس حکم کی تعمیل میں کہ سورج نکلنے اور ڈوبنے کے وقت خدا کو زیادہ یاد کرو تمام وقت نماز پڑھنے میں گذار دیتے۔ اور ہوا خوری و تفریح سب سے محروم رہتے تو اُس کی ممانعت ہی ہو گئی۔ اس طرح یہ کہ نماز با جماعت کا ثواب زیادہ ہے جو اس کا خیال رکھے ضرور ہے کہ چار پانچ دفعہ مسجد میں جائے گا جس سے اچھی چلت پھرت بھی ہوگی اور ذرا دیر کو کام بدلنے سے تفریح بھی ہو جائے گی۔ رات کا کھانا کھا کر ٹہلنا مفید بتایا جاتا ہے وہ غرض عشا کی نماز کو جاتے سے خود بخود پُوری ہو جاتی ہے۔ اوندھے سونے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے اور دہنی کروٹ پر لیٹنا پسند فرمایا ہے یہ بھی بالکل وہی بات ہے جو طب کے جاننے والے کہتے ہیں۔ صفائی اور پاکیزگی کی جو تاکید مذہب اسلام میں ہے اور گندگی سے دور رہنے اور بچنے کے طریقہ بتائے گئے ہیں ان تک سچ پوچھئے تو ابھی ڈاکٹری پہونچی بھی نہیں ہے اور جو کوئی اسلام کے اُصولوں پر پُورا پُورا عمل کرتا ہے اس کی صحت خود اس کی گواہ ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا پیارا مذہب جو ہمارے لئے سراسر رحمت اور دین و دُنیا کا فایدہ ہے وہ ہمارے ہی طریقوں سے بدنام ہو اور لوگ یہ کہیں کہ مُسلمان بڑے میلے رہتے ہیں۔ دراصل یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم اس کے اعلیٰ اُصولوں کے پابند نہیں اور اس سے نہ صرف گنہگار ہوتے ہیں بلکہ دُنیا میں بھی اپنی قدر و عزت سب کچھ برباد کرتے ہیں۔ اللہ ہمیں سچی دینداری اور اپنے احکام کی تعمیل کی توفیق بخشے آمین۔

و۔ا

لڑکے کی خوشی
یا
لڑکی کی پیدائیش پر غم

ہر زمانہ اور ہر قوم میں یہ عام دستور چلا آ رہا ہے کہ جب کسی کے اں لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بے انتہا خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ملازموں کو انعام دوستوں اور عزیزوں کو دعوتیں دی جاتی ہیں اور بڑے دھوم دھام سے چھٹی کی رسم ادا ہوتی ہے سینکڑوں روپیہ برباد کر دیا جاتا ہے اس کے برخلاف جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو بے انتہا غم کھایا جاتا ہے۔ انعام و اکرام کا تو کیا ذکر غریب انی کا واجبی حق بھی پورا نہیں دیا جاتا۔ لڑکی کے وجود کو ایک بارگراں تصور کیا جاتا ہے جس سے کمر جھک جاتی ہے نسل انسانی کے قیام میں عورت و مرد کا ساتھ لازم و ملزوم ہے مگر اس اتحاد پر بھی نہ معلوم لڑکی کی پیدائش سے اسقدر نفرت کا کیوں اظہار کیا جاتا ہے۔ مردوں نے ابتدا ہی سے عورتوں کے حقوق اور ہستی کو پامال کر دیا اور اسقدر ان کو ذلیل کیا کہ اب بادی النظر میں عورت مرد سے ہر حیثیت میں کمزور ذہن نشین ہوگئی ہے۔ حضرت مریم کی والدہ نے انکی پیدائیش علیہ السلام سے کہا تھا کہ عورت مرد کے برابر نہیں ہوسکتی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے بہتر جانتا ہے کہ تم نے کس رتبہ کی عورت جنی ہے اور خدا وند کریم نے اس بات کو خوب صاف کر دیا کہ بہترین انسان ہونے کے لئے مرد کی شرط نہیں ہے اکثر اشخاص یہ خیال کرتے ہیں کہ لڑکی پر بمقابلہ لڑکے کے روپیہ زیادہ خرچ ہوتا ہے لڑکے کی شادی کرکے ہمارے ہاں بہو آتی ہے مگر یہ خیال بالکل فضول ہے کیونکہ یہ بھی ایک طرح کا تبادلہ ہے اگر لڑکی نے تمہارا گھر خالی کیا ہے تو دوسری لڑکی ہی نے تمہارا گھر بھرا ہے۔ پھر لڑکی کے وجود سے رنج کا کیا سبب۔ قانون قدرت یہی ہے کہ والدین اپنے اولاد کی پرورش کریں اور جوان ہونے کے بعد شادی کرکے علٰحدہ زندگی بسر کرنے کے لئے اپنے سے انکو جدا کر دیں۔ لہٰذا لڑکا ہی شادی سے کچھ عرصہ بعد والدین سے جدا ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی علٰحدہ بسر کرنے لگتا ہے۔ اگر چند فی صدی لڑکے اپنے والدین کے پاس زندگی بسر کرکے انکا دل ٹھنڈا کرتے ہیں تو چند فی صدی لڑکیاں بھی شادی کے بعد اپنے والدین کے پاس رہ جاتی ہیں اور داماد سے وہ ہی راحت و آرام میسر ہوتا ہے جو اپنے لڑکے سے میسر ہوتا۔ دراصل لڑکے کے والدین کو یہ

توقع ہوتی ہے کہ جب لڑکا کمانے لگے گا تو ہماری ضعیفی کے عالم میں ہماری مدد کرے گا اور لڑکی
کے والدین اس خیالی خوشی سے محروم ہوتے ہیں۔ لیکن جس طرح ایک فرمانبردار لڑکا اپنے
والدین کی خدمت کرسکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک نیک لڑکی اپنے والدین کی خدمت سے گریز کرے
یا اس کی طرف سے خدمت و امداد کو معیوب سمجھا جائے جبکہ والدین کی خدمت دونوں پر یکساں
فرض ہے۔ لڑکیوں سے امداد لینا والدین برا جانتے ہیں اور یہ ایک خیالی بھوت ہے جو طرفین
کو ایسا کرنے سے ڈراتا ہے حالانکہ جب بیوی شوہر کی برابر کی مددگار ہے بلکہ ضرورت زندگی کا زیادہ
بار و اہتمام اس کے ذمہ ہے تو پھر کیوں خاوند کی طرح وہ اپنے عزیزوں کی جائز خدمت کرنے سے شرمندہ
ہو۔ بلکہ اکثر تو یہ ہی دیکھا گیا ہے کہ لڑکے سے لڑکی بہتر ثابت ہوتی ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ
بعض لڑکے کثیر رقم اپنے اوپر خرچ کرا کر آخرین والدین پر محض بارخاطر ثابت ہوتے ہیں اور ان کا وجود
والدین کے لئے باعث ندامت ہوتا ہے اس کے علاوہ ابتدائی نشوونما میں جس قدر لڑکیوں سے آرام
ملتا ہے اور جتنی خدمت یہ بے زبان معصوم ہستی کرتی ہے اتنی خدمت لڑکوں سے ہونا ناممکن ہے۔
بلکہ لڑکے خود والدین سے اور بہنوں سے خدمت لیتے ہیں اور بے جا اپنی ناز برداری کراتے ہیں۔
لڑکا کہیں آوارہ پھرے اور کچھ بھی کرے اس سے کوئی خاص تعرض نہیں کرے گا اور اگر لڑکی ذرا بھی
خلاف مرضی کچھ کرے تو اسکو کافی سرزنش کی جاتی ہے اور بعض اوقات تو والدین خودکشی پر آمادہ
ہوجاتے ہیں اور لڑکی کو مار ڈالنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ لڑکیاں بھی لڑکوں
کی طرح آزاد اور بے باک ہوکر رہیں اور ان کی ہر برائی سے چشم پوشی کی جائے بلکہ وہ ہی عمل جو لڑکیوں
کے قصور پر کیا جاتا ہے لڑکوں پر کیوں نہیں کیا جاتا؟ اور کیا شرعاً و اخلاقاً یہ فرق جائز ہے۔ اگر شرعاً
عورت کا درجہ مرد سے کم ہوتا تو سزا اور جزا میں بھی فرق ہوتا۔ علاوہ ازیں طلاق و خلع کے
متعلق جو احکام اسلامی شریعت میں ہیں ان کے اعتبار سے کوئی عورت کسی حال میں بھی ناخوش
نہیں رہ سکتی مگر ان مسائل کو بالکل تاریکی میں ڈال دیا گیا ہے اور مردانہ پہلو کو اس قدر روشن
کر دیا گیا ہے کہ جس کی بدولت عورتیں مردوں کی ظالمانہ اور خلاف شرع بے پروائیوں کا شکار
ہو رہی ہیں اور ان ہی وجوہ سے لڑکی کا وجود بارگراں سمجھا جاتا ہے۔ کونسی تدبیر ایسی
ہوسکتی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم لڑکے اور لڑکی دونوں کی پیدائش پر یکساں طور پر خوش
ہوسکیں۔

امۃ الوحی از دہلی

کسلمندی

کسلمندی بُری خصلت ہے۔ جو لوگ تساہل کے عادی ہوتے ہیں انھیں کسی کام میں خاطر خواہ ترقی نہیں ہو سکتی اور نہ وہ عزت اور اطمینان پا سکتے ہیں۔ آپ کو جس بات کا سیکھنا مقصود ہے۔ اس کی جانب کمال مستعدی کے ساتھ رجوع کیجئے ورنہ سستی اور کاہلی سے کامیابی مشکل ہے۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ اپنے حلقہ احباب میں آپ کی عزت ہو۔ تو لازم ہے اپنے عہد و اقوال کو جہاں تک ممکن ہو نباہیں۔ بہت بڑے عیب کی بات ہے۔ کہ کسی سے ملاقات کا وعدہ کر کے محض اس لئے کہ طبیعت آمادہ نہیں عین وقت پر بیماری کا عذر کر کے ٹال دیا جائے۔ عزیزوں کے خطوط کے جواب عرصہ تک تحریر نہ ہوں اور پھر تاخیر کی وجہ عدیم الفرصتی بتا کر معذرت چاہی جائے۔ جو لوگ ایسی اخلاق سوزی سے کام لیتے ہیں ان کا اعتماد ہوتا ہے نہ عزت۔ ہم کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائگی کے لئے ہر وقت آمادہ اور مستعد رہنا چاہئے۔ جو کام اپنے ذمہ کرنا ضروری ہے۔ اس کے انجام دینے میں تأمل و تاخیر کرنا اچھا نہیں۔ آج کا کام کل پر ڈالنے سے دل کو آرام نہیں ہو سکتا۔ آپ کل کا کام آج اور آج کا ابھی کر لیا کیجئے۔ پھر دیکھئے کیسی تسکین ہوتی ہے ہر ادنیٰ کام کے لئے بھی پہلے سے انتظام کرنا بہتر ہے۔ بڑی راحت اور آسانی ہوگی۔ یہ بات پریشانی کے علاوہ بڑے عیب کا باعث ہوتی ہے۔ کہ ضروری امور کا انتظام پہلے سے نہ ہو۔ اور عین وقت پر بھاگڑ مچا کر گھر بھر کو پریشان کیا جائے۔ جہاں یہ قاعدہ ہوتا ہے۔ کہ عید کے جوڑے عرفہ کی رات کو صبح تک تیار کرنے کی کشمکش ہوتی اور لوازم مہمان داری کی فکر ان کی آمد کے بعد کی جاتی ہو۔ اس گھر کی منتظمہ ہرگز ہرگز سگھڑ اور سلیقہ مند نہیں کہلائی جا سکتی۔ وقت کی پابندی کے ساتھ ہر کام انجام دینا خانہ داری کا صحیح اصول ہے۔ آپ کو لازم ہے۔ ہر کام کا وقت مقرر کر لیجئے اور پھر جو وقت جس کام کے لئے ٹھیرایا گیا ہے۔ ٹھیک اس وقت اس کام کو کوشش کے ساتھ انجام دے لیجئے۔ آپ کا بہت سا وقت بچ جائے گا۔ اور عدیم الفرصتی کی شکایت جاتی رہے گی۔ اکثر بیبیوں میں یہ غلط قاعدہ دیکھا ہے کہ جس شغل سے ان کی طبیعت کو مناسبت اور دلچسپی ہوتی ہے اس میں سارا وقت گزار دیتی ہیں۔ کوئی ہمیشہ ہمجولیوں کی صحبت میں محو رہتی ہیں۔ تو کوئی وقت بے وقت کتابوں کے مطالعہ میں غرق۔ بعض کی طبیعت فطری طور پر کاہل ہوتی ہے میری اک رشتہ دار ہیں جن کا مزاج کچھ ایسا ہی سست واقع ہوا ہے۔ اب نا سے دن چڑھے بستر سے

آٹھتی ہیں۔ اور پھر بہت سا وقت یُوں ہی گنواں دیتی ہیں۔ میاں اپنی بہن کے ہاں تینوں وقت کھا لیتے ہیں۔ ایک آپ اور دو بچے ہیں جن میں بڑی لڑکی سیانی اور چھوٹا لڑکا دودھ پیتا ہے۔ گھر اور اس کا سامان بھی نہایت مختصر سا ہے۔ تاہم ان کی گھریلو زندگی بڑی پریشان حال پائی جاتی ہے۔ کسی کے ساتھ اطمینان سے بیٹھ کر بات کر ہی نہیں سکتیں مصروفیات بیک وقت ایسی اکھٹی ہو جاتی ہیں۔ کہ پھر لمحہ بھر کی مہلت نہیں ملتی۔ پیہم تکان کے سبب آپ تو تھک کر چور ہو جاتی ہیں۔ اور حال یہ کہ کبھی کھانا وقت پر تیار ہوتا ہے نہ اور ضروری امور ہی سر انجام پاتے ہیں۔ بچوں کی پرورش اور پرداخت بھی اچھی طرح نہیں ہوتی کثرت کار کا رونا ان بی بی کو ہمیشہ لگا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ اپنی اس خستہ حالی کی مجھ سے شکایت کرنے لگیں تو میں نے کہا۔ یہ تو سراسر آپ کی بے اُصولی کا نتیجہ ہے۔ [illegible] ملکی اور سیاسی امور کی ذمہ داری کے باوجود بھی تفریحی مشاغل میں اسقدر آزادی کے ساتھ حصہ لے سکتی ہیں۔ تو کیا اس چار دیواری کے یہ بے حقیقت فرائض بھی کہیں ہماری زندگی کی دلچسپیوں سے ہم کو محروم کر سکتے ہیں۔

(ح۔ ا۔ ابو رنگون)

(بقایا صفحہ ۳۰۸) تو اس بنا پر خودکشی تک کر ڈالتے ہیں کہ ان کی مرضی کے موافق شادی نہیں کی گئی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اگر یُوں ہی چھانٹ چھانٹ کر شادی بیاہ ہوتے رہے تو غریب بدشکل لڑکیاں آخر کہاں جائیں گی۔ کیا یہ ہمیشہ کنواری ہی زندگی بسر کرینگی۔ کیا ان کے سب ارمان خاک میں ملا دیئے جائیں گے۔ ان کے بھی آخر دل ہیں یہ بھی انسان ہیں اس لئے ہماری بہنوں کا فرض ہے کہ ایسی لڑکیوں کی بہتری کا بھی کوئی بندوبست کیا جائے۔ بعض لوگ بہت لالچی ہوتے ہیں۔ صرف مال دیکھکر جھک جاتے ہیں۔ جو لڑکی بدقسمتی سے حسین بھی نہیں اور اس کے والدین مالدار بھی نہیں بھلا کیا حشر ہوگا۔ اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔

مُناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیوں کو اس معاملہ میں آزادی دی جائے۔ خواہ لڑکا کسی لڑکی کو کتنا ہی پسند کرے لیکن لڑکی اگر اس کو پسند نہیں کرتی تو ہرگز معاملہ طے نہیں ہونا چاہیے۔ والدین کو مُناسب ہے کہ کسی نہ کسی طریقہ سے شادی طے کرنے سے قبل لڑکی سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ اور اس کی خواہش اور طبیعت کا حال معلوم کریں۔ لڑکیوں کو بھی اپنی رائے آزادی سے دیدینی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ اس ترکیب سے لڑکوں کے مزاج بھی کچھ درست ہوں ۔ اور ہماری سب مشکلیں حل ہو جائیں۔

شادی اور آزادی

(از مسز شانتی ماتھر بکر)

آجکل عام طور پر نوجوان شادی بیاہ کے متعلق پوری پوری آزادی چاہتے ہیں۔ وہ اس معاملہ میں کسی قسم کی مداخلت پسند نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ والدین کا دخل دینا بھی بعض نوجوان گوارا نہیں کرتے۔ ہر شخص کی خواہش ہے کہ اپنی پسند کی لڑکی تلاش کروں جس میں کم از کم ذیل کی خوبیاں ہوں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ رنگ نہایت سفید ہو۔ نقشہ بہترین ہو۔ تعلیم یافتہ ہو۔ انگریزی اور ہندی سب زبانیں تھوڑی تھوڑی جانتی ہو۔ گانے بجانے میں ماہر ہو۔ اگر ان میں سے کسی بات کی کمی ہوئی۔ ناک بھویں سکوڑ جائیں گی۔ کہیں گے "میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا"۔ لطف تو یہ ہے کہ خواہ صاحب بہادر خود کچھ بھی نہ ہوں۔ رنگ اگر سیاہ ہے تو کچھ مضایقہ نہیں۔ نقشہ خراب ہے تو کچھ حرج نہیں۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے تو ہیں۔ لیکن اگر لڑکیاں پڑھی لکھی۔ بی۔ اے۔ ایف۔ اے۔ پاس ہوں تب بھی ان غریبوں کی مصیبت ہے۔ والدین ہزار جان سے کوشش کرتے ہیں مگر ہر جگہ ان کو مایوس ہی ہونا پڑتا ہے۔ لڑکیوں کی شادی کے متعلق جو جو دقتیں آجکل پیش آرہی ہیں۔ وہ ضرور سب بہنوں پر روشن ہونگی۔ اچھے لڑکے آجکل عنقا ہورہے ہیں۔ گھر گھر میں سیانی سیانی لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ والدین ان کی شادی کی فکر میں ہیں مگر کوئی رضامند نہیں ہوتا۔ لڑکیوں کی عجیب بُری حالت ہے۔ ہر شخص شادی طے کرنے کے لئے لڑکی کو خوب ٹھوک بجاکر دیکھتا ہے۔ غرض یہ کہ لڑکیوں کی آجکل یہی حالت ہے کہ جیسے کوئی شخص بازار سے کوئی چیز خریدنے جائے تو بہت سی دکانوں پر جاتا ہے۔ کہیں اس کو رنگ پسند نہیں آتا۔ کہیں ڈیزاین اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کہیں کچھ عیب نکالتا ہے کہیں کچھ۔ افسوس تو یہ ہے کہ لڑکوں کو اسقدر آزادی ہے کہ والدین کے مجبور کرنے پر بھی شادی نہیں کرتے۔ کرینگے تو خود لڑکی کو دیکھکر اور اپنی پسند سے۔ اور لڑکیوں کا یہ حال ہے کہ بیچاریوں کو خواہ کسی لولے۔ لنگڑے۔ کانے۔ گونگے یا بڈھے کا ساتھ عمر بھر کے لیے کر دیجئے۔ بیچاری اسی پر قناعت کرتی ہیں۔ خوشی خوشی جاتی ہیں۔ اگر میاں خراب ملتے ہیں تب بھی بی۔ بی یہ ہی کہتی ہے کہ آپ سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں۔ لیکن اگر میاں جی کو بی۔ بی۔ خدانخواستہ خراب مل جاتی ہے تو فوراً طلاق کی سوچتے ہیں۔ بی۔ بی سے بات نہیں کرتے۔ بلکہ بعض بیوقوف

(بقیہ صفحہ ۳۹۶ پر دیکھئے)

لڑکیوں کی تعلیم

(از حضرت دعاؔ ڈبائیوی)

تعلیم سے بیٹی کی ہر اک شخص ہے غافل
حسرت یہی سب کی ہے کہ بیٹا بنے قابل

سَو طرح کے ناز اُس کے اُٹھاتا ہے زمانہ
بیٹے کے لئے وقف ہے دولت کا خزانہ

دُنیا کی ہر اک شئے سے ہر اک چیز سے پیارا
ماں باپ سمجھتے ہیں ضعیفی کا سہارا

خاطر سے کبھی اس کی کنارہ نہیں کرتے
ناراض ہو بیٹا یہ گوارہ نہیں کرتے

ہو جائیں گے بیکار تو کام آئے گا بیٹا
آرام سے مرقد میں سُلا جائے گا بیٹا

احساس ذرا بھی نہ رہا پاسِ وفا کا
افسوس کہ لالچ نے کیا خلق کو اندھا

بیٹی کا زمانے میں عجب حال ہے ابتر
گھربار کے کاموں سے نہیں چین گھڑی بھر

آرام کسی وقت بھی گھر میں نہیں پاتی
ماں باپ کی جھڑکی ہے کبھی بھائی کی دھمکی

چکی کی طرح رہتی ہے گردش میں ہر اک آن
تقدیر سے لاچار مصیبت سے پریشان

کمبخت ہے مظلوم ہے رنجور و حزیں ہے
بیٹی کی ذرا قدر نگاہوں میں نہیں ہے

اللہ زمانے کا ہوا حال یہ کیسا
حیرت ہے کہ اتنا بھی سمجھتی نہیں دُنیا

بیٹی کی تو تعلیم ہے بیٹوں سے ضروری
مضمر ہے اسی راز میں دُنیا کی ترقی

قابل ہو کہ عالم ہو مدبر ہو کہ دانا
کوئی بھی ہو آغوش میں مادر کے پلے گا

بے علم اگر ماں ہے شک اس میں نہیں کچھ بھی
تربیتِ اولاد بھی اچھی نہیں ہوگی

جب عورتیں تعلیم سے محروم رہیں گی
فرزند ہوں قابل نہیں امید کچھ اس کی

خواہش اگر اس کی ہے کہ اولاد ہو قابل
کیوں فرقۂ نسواں کی ہو تعلیم سے غافل

تعلیم کا اِن کی جو سرانجام کروگے
مردو تمہیں دُنیا میں پھر آرام کروگے

تربیتِ اولاد سے دل شاد رہے گا
ہر وقت تمہارا ہی گھر آباد رہے گا

خاص عصمت کے لئے

مرسلہ بیگم دعاؔ ڈبائیوی۔

عورت کا دِل

رام لعل بنارس کے ایک مشہور تاجر تھے۔ اور اُنکی کثیر دولت میں دن بدن اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ زمانہ جنگ میں اجناس کی تجارت میں اُنھیں کثیر فایدہ ہوا اور انھوں نے منہ مانگے داموں اپنی جنس کو فروخت کیا عام تاجروں کے موافق اُنکا اصول تھا کہ جس وقت ہمسایہ کا گھر جل رہا ہو اُسوقت پانی گراں قیمت پر فروخت کریں۔ اگرچہ یہ اُصول کتنا ہی بُرا ہو۔ مگر رام لعل کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ اور انھوں نے خوب دولت کمائی۔ ہر بات کو وہ کامیابی اور ناکامیابی سے جانچتے تھے۔ اُنکے نزدیک اخلاقی اُصول کوئی چیز نہ تھے۔ اُنکا قول تھا بادشاہ چاہے خونی ہی کیوں نہ ہو اُسکی عزت کی جاتی ہے اگر اُس میں حکم منوانے کی قوت ہو۔ ایک مالدار آدمی چاہے اُسکی دولت کی بُنیاد دھوکہ اور فریب پر ہی کیوں نہ ہو لوگ اُس کی دولت کی وجہ سے عزت کرینگے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی کام کامیاب ہو تو لوگ اُسکی اصلیت کو بھول جاتے ہیں۔ چوری کو وہ بُرا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ چوری کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ مگر دھوکا بازی کو دوسرے نقطہ نظر سے دیکھتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر چوری ایک مرتبہ ثابت ہو جائے تو اس میں کسی قسم کی بچت کی صورت نہیں ہوتی۔ اور اگر دھوکا بازی ثابت بھی ہو جائے تو اس میں ہزار قسم کی بچت کی صورتیں ہیں۔ غرض رام لعل کے یہ چند اُصول تھے جنکی بنیاد پر انھوں نے خوب دولت کمائی اور ایک کامیاب تاجر کہلائے۔

باوجود ان تمام باتوں کے رام لعل ایک سُلجھا ہوا حُسن کا قدردان اور پڑھا لکھا آدمی تھا۔ کیونکہ اُسکا خیال تھا کہ یہ باتیں دُنیا کی کامیابی کیلئے ضروری ہیں۔ اُسنے غریب خاندان کی ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکی سے شادی کی۔ اُسکا خیال تھا کہ ایک حسین عورت کامیاب زندگی کیلئے ضروری ہے اور کامیاب زندگی کا ایک ثبوت ہے غریب خاندان کی لڑکی سے اُس نے اسوجہ سے کی تھی کہ وہ اپنے مالدار خاوند کی مرضی کے خلاف نہ چلے۔ رام لعل کو اس عورت سے دو لڑکیاں خدا نے دیں۔ مگر دوسری لڑکی اُما کی پیدایش پر اسکی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اُس نے دُنیا کے دکھانے کیلئے کافی رنج کا اظہار کیا۔ اپنی بیوی کی موت کو اُسنے اپنی زندگی میں پہلی ناکامی تصور کیا۔ اور ارادہ کر لیا کہ آیندہ وہ کبھی شادی نہ کریگا۔ اُسکی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ سیتا اور اُما۔ سیتا بڑی لڑکی معمولی شکل وصورت کی تھی اور وہ عام لڑکیوں کی طرح۔ مگر چھوٹی لڑکی اُما نہایت حسین اور سمجھدار تھی اور باپ کی چہیتی اسے جو دیکھتا محبت کرتا تھا۔ باپ نے دونوں لڑکیوں کیلئے بہترین اُستاد مقرر کرکے تعلیم وتربیت کا انتظام کیا۔ اُما ذہین تھی۔ تعلیم کے زیور سے بہت جلد آراستہ ہو گئی۔ معمولی تعلیم سیتا نے بھی حاصل کر لی۔ اُماکے حُسن اور تعلیم کا دُور دور شہرہ ہونے لگا اور سیتا کو بھی کبھی کبھی اُسکے حُسن اور تعلیم پر رشک ہوتا تھا۔ سیتا اٹھارہ سال کی ہوئی اور اُما سولہ سال کی تو باپ کو خیال ہوا کہ دونوں لڑکیوں کی کہیں اچھی جگہ شادی کردے۔ چونکہ رام لعل کافی دولت مند تھا۔ اسوجہ سے اُسکو اچھے بر تلاش کرنے میں زیادہ دِقّت نہ ہوئی۔

سیتا کی شادی اُس نے ایک کامیاب بیرسٹر شنکر لعل کے ساتھ کردی جو کانپور میں پریکٹس کرتے تھے اور اُما کی شادی پروفیسر سندر لعل کے

ساتھ جو حال ہی میں ولایت سے اپنی تعلیم مکمل کر کے الہ آباد میں پروفیسر مقرر ہوئے تھے۔ غرض یہ کہ رام لعل کو اپنی دانست میں دونوں لڑکیوں کیلئے بہترین بر ملے۔ اُما کو اپنے خاوند سے حد درجہ محبت تھی اور اُسکا خیال تھا کہ اُسکا خاوند بھی اُس سے اسیقدر محبت کرتا ہے۔ اکثر دونوں میاں بیوی سیر و تفریح اور مشہور مقامات دیکھنے جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اُما اور سندر لعل الہ آباد سے بمبئی روانہ ہوئے۔ سندر لعل چاہتا تھا کہ اپنی چاہیتی بیوی کو بمبئی جیسے مقام کی سیر کرائے۔ ریل میں زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے سندر لعل خود مردانہ فرسٹ کلاس میں بیٹھے اور اُماکو زنانہ فرسٹ کلاس میں سوار کرلیا زنانہ ڈبہ میں اُما کے علاوہ ایک اور پردہ پوش خاتون بھی سوار تھیں اُمانے اُنکی طرف کسی قدر رحم و تعجب سے دیکھا جوں ہی کہ ریل روانہ ہوئی پردہ پوش خاتون نے اپنا نقاب اُتار دیا۔ اُمانے دیکھا کہ اُس خاتون کا چہرہ نہایت حسین مگر بہت ہی افسردہ ہے۔ اُما اُسکی طرف غور سے دیکھنے لگی اور اُسکو اُس سے کچھ دلچسپی ہوگئی۔ اُمانے کہا کہ " بہن۔ تم کیوں اسقدر افسردہ خاطر ہو" اس نے جواب دیا کہ " اپنی شادی شدہ زندگی کے مصائب کی وجہ سے " اُمانے تعجب سے پوچھا کہ تمہاری شادی شدہ زندگی کیوں مصائب سے بھری ہے؟ کیا شادی دُنیا میں ایک جنت کا دروازہ نہیں ہے؟

اُس خاتون نے جواب دیا " اکثر حالات میں تو دوزخ کا دروازہ ہے۔ شادی ایک جوا ہے جس میں تمام عورتیں ایک ایک دفت ضرور ہارتی ہیں۔ ہم لوگ کھلونے ہیں جن کی قسمت کا دارومدار ہمارے خاوندوں کے ہاتھ میں ہے۔ اپنے خاوندوں پر کبھی بھروسہ مت کرو۔ اُنکی برائی کی قوت لاانتہا ہے۔ کبھی نہ کبھی وہ ہماری زندگی کو تباہ کر ڈالتے ہیں۔ اور اکثر موت ہی ہمیں اُس سے نجات دلاتی ہے۔ جیسا کہ تمہیں آئندہ زندگی کے تجربہ سے معلوم ہوجائے گا۔"

اُمانے جواب دیا " میری شادی شدہ زندگی بہت خوشگوار ہے۔"

خاتون نے جواب دیا " ٹھیک ہے۔ مگر ابھی انتظار کرو۔"

اُمانے اُس کی باتوں سے اثر پذیر ہوکر پوچھا " آپ کون ہیں؟ "

اُس نے جواب دیا کہ " میں پاس گڑھ کی رانی ہوں " اُمانے تعجب سے پوچھا " کیا شہزادیوں کی زندگی بھی اسقدر ناخوشگوار ہوتی ہے " رانی نے جواب دیا " افسوس ہے کہ تم بھی عوام الناس کی طرح دھوکہ میں ہو۔ ظاہر میں شان و شوکت مگر حقیقت میں لاانتہا رنج و ملال۔ ایک ہندوانی رانی کی زندگی اُسکی غریب بہنوں سے بہت زیادہ ناخوشگوار رہتی ہے۔ ہم لوگوں کے ساتھ اُن بازاری عورتوں سے جن پر راجہ صاحب مہربان ہوتے ہیں بدرجہا بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ مجھ سے تو جہاں تک ہو سکے گا میں اپنی لڑکی کی شادی بجائے ایک مالدار راجہ کے کسی معمولی تعلیم یافتہ انسان سے کرونگی۔ مگر میرا تو خیال ہے کہ شادی ہر ایک پہلو سے خوشگوار ہونا ناممکن ہے کبھی نہ کبھی شادی شدہ زندگی میں ایک ایسا وقت ضرور آتا ہے کہ جس سے عورت کے دل کو صدمہ پہونچتا ہے اور اُس حالت میں موت ہی اُسکو نجات دیتی ہے تمہیں بھی غالباً زندگی میں ایسا موقع آئیگا۔"

اُمانے کہا " خدا نہ کرے " رانی نے جواب دیا " میری بھی دلی خواہش ہے کہ خدا تمکو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ تم ماشاءاللہ پھول کے مانند حسین ہو۔ نوجوان ہو۔ نازک ہو۔ اور فرشتہ کے مانند نیک ہو۔ مگر افسوس کے ساتھ کہتی ہوں مجھے اُمید نہیں کہ تمہاری زندگی بھی ہمیشہ خوشگوار رہیگی۔" اس سلسلۂ گفتگو میں وہ مقام آگیا جہاں رانی صاحبہ کو اُترنا تھا۔ رانی صاحبہ نے برقعہ اوڑھ لیا۔ سینکڑوں آدمی رانی صاحبہ کو لینے آئے تھے۔ بہت شان و شوکت کے ساتھ رانی صاحبہ پالکی میں سوار ہو گئیں۔ اُن کے چلے جانے کے بعد اُما اُنکی باتوں پر بہت دیر تک غور کرتی رہی وہ چاہتی تھی کہ یہ تمام باتیں اپنے دل سے بھلا دے مگر بار بار اُسکو رانی کی باتوں کا خیال آتا تھا۔ اُمانے

اپنے خاوند سے رانی کی باتوں کا ذکر کیا۔ مگر ذکر کرتے وقت اُس نے دیکھا کہ ان باتوں کا اُسکے خاوند پر اثر ہوا۔

اُمانے کہا بھی "ایک بدقسمت عورت کی فضول باتوں سے کیوں پریشان ہوتے ہو" مگر اُما اور سندر لعل رانی کی باتوں کو اپنے دل میں فضول نہیں سمجھتے تھے اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اُماکو بیٹھے بیٹھے رانی کی باتوں کا خیال آجاتا تھا۔ اُس کے بدن میں ایک سنسنی سی پیدا ہوتی اور وہ خیال کرتی تھی کہ کاش اُس عورت سے اُسکی کبھی ملاقات نہ ہوئی ہوتی۔ کبھی کبھی وہ اُس کے الفاظ کو اپنے آیندہ آنیوالی مصیبت کا پیش خیمہ سمجھتی تھی۔ مگر ایکسال تک کچھ نہیں ہوا اور دونوں کی زندگی بہت اطمینان اور خوشی میں گزری۔ ایک سال بعد رام لعل کا انتقال ہوگیا۔ اور انتقال سے چندسال پہلے اُسکا تجارتی کاروبار بالکل گرگیا تھا مگر اُس نے اپنی ظاہرہ شان و شوکت کو اسیطرح قایم رکھا جس طرح پہلے تھی۔ تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر نہ ہو کہ اُسکی مالی حالت خراب ہوگئی ہے۔ اُس کے انتقال کے بعد معلوم ہوا کہ اُسکا قرض اُسکی جائیداد سے زیادہ ہے۔ سیتا اور اُس کے خاوند۔ اور سندر لعل کو یہ معلوم ہو کر کہ انہیں رام لعل کی جائیداد میں سے ایک پائی بھی نہیں ملےگی بہت رنج ہوا۔ مگر اُماکو واقعی اپنے باپ کے مرجانے کا رنج ہوا نہ کہ دولت لٹنے کا۔

اس واقعہ کے دوماہ بعد سندر لعل کو کلکتہ یونیورسٹی میں ایک معقول مشاہرہ پر جگہ مل گئی۔ اسوجہ سے اُس نے الہ آباد کی نوکری چھوڑ کر کلکتہ جانے کا قصد کرلیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ جب تک بودوباش کا معقول انتظام ہو جائے اُماکو اپنے ساتھ کلکتہ لیجائے۔ سندر لعل نے بہت رنج و افسوس کے ساتھ اپنی اُماکو خدا حافظ کہا اور اُسکو اُسکی بڑی بہن سیتا کے پاس چھوڑ دیا۔

سندر لعل کو اس بات کا بہت رنج تھا کہ اُس کے خسر نے اس کیلئے ایک کوڑی بھی نہیں چھوڑی مگر اُما نے خیال کیا کہ وہ رام لعل کے موت کی وجہ سے رنجیدہ ہے۔ بہر حال سندر لعل کو اپنی نیک۔ اور خوبصورت بیوی کی جدائی کا بہت رنج ہوا۔ اور اُسنے وعدہ کیا کہ وہ روزانہ خط لکھا کریگا۔ کچھ دنوں تک وہ اپنی بیوی کو محبت بھرے خط روزانہ بھیجتا رہا اور اُماکو خوشی اور تسکین ہوتی تھی۔ مگر چندماہ بعد روزانہ خطوط کے بجائے ہفتہ میں دو اور وہ بھی مختصر خط آنے شروع ہوئے۔ اُما نے خیال کیا کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے فرصت نہ ملتی ہوگی۔ چند دنوں بعد ہفتہ میں بجائے دو کے ایک خط اور پھر کبھی بھولے بھٹکے ایک آدھ خط آجاتا۔ آخرکار آٹھ نو ماہ بعد نوبت بہ اینجا رسید کہ سندر لعل نے خط بھیجنا بالکل بند کردیا۔ اُماکا رنج آہستہ آہستہ بڑھتا گیا وہ روزانہ محبت بھرے خط لکھتی تھی۔ اُس نے اپنے خاوند سے درخواست کی کہ وہ اُسے کلکتہ بلائے مگر اُسکا کوئی جواب نہ ملا اُسنے پھر لکھا کہ میں کلکتہ چلی آتی ہوں۔ اُس کے جواب میں سندر لعل نے ایک دو لائن کا پوسٹ کارڈ لکھا کہ اُس کے رہنے کا انتظام نہیں ہوا۔ اور وہ نہ آئے اُماکی غیرت نے بھی اُسکو منظور نہ کیا کہ وہ بغیر بلائے چلی جائے۔ آخر آہستہ آہستہ یہ افواہ پھیلنی شروع ہوئی کہ سندر لعل اپنی وفادار اور محبت شعار بیوی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد ایک عیسائی لڑکی (رانی) سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اُماکو شروع میں ان باتوں کا یقین نہیں ہوا۔ اور وہ انتظار ہی کرتی رہی کہ سندر لعل اُسکو کلکتہ بلالیگا۔ اس افواہ کے دو ماہ بعد اُماکو سندر لعل کا ایک رجسٹرڈ خط ملا۔ اُماکو تعجب ہوا کہ رجسٹرڈ خط کیوں بھیجا گیا۔ مگر خیال کیا کہ شاید اس خیال سے کہ خط ضایع نہ ہوجائے رجسٹری کردیا ہے۔ اُمانے دھڑکتے ہوے دل اور کانپتی ہوئی انگلیوں سے خط کھولا۔ اور ایک خشک طریقہ سے لکھا ہوا خط جس میں کہ سندر لعل نے اپنے عیسائی ہونے کی اطلاع دی تھی اور اُسکو لکھا تھا کہ وہ بھی ایک ماہ کے اندر اندر اگر عیسائی مذہب اختیار نہ کرے تو سندر لعل اُس سے طلاق حاصل کرکے دوسری شادی کرلیگا جوں ہی کہ اُمانے یہ الفاظ پڑھے اُسکا سر چکرا گیا

اور اُسے رانی کے یہ الفاظ یاد آگئے "شادی ایک جوا ہے جس میں تمام عورتیں ایک نہ ایک وقت ہارتی ہیں۔ ہم لوگ کمزور ہیں جنکی قسمت کا دارومدار خاوندوں کے ہاتھ میں ہے اور اکثر موت ہی میں ہم کو پناہ ملتی ہے"۔ اور یہ کہکر اُسکے مُنہ سے ایک دردناک آواز نکلی اور وہ بیہوش ہوگئی۔ شنکر لال اور سیتا اُسکی آواز سُنکر دوڑتے ہوئے گئے۔ شنکر لعل نے خط اُٹھاکر پڑھا اور اُسکے چہرہ کا رنگ سُرخ ہوگیا۔ اور اُس نے سندر کو بہت کچھ بُرا بھلا کہا اور وہ دونوں ملکر اُما کو ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگے۔ ہوش آنے کے بعد بھی اُسکا سر چکراتا رہا۔ شنکر لال اور سیتا نے اُما کو عیسائی ہونے سے اور اُسکو سندر کے پاس جانے سے منع کیا اور کہا کہ اپنا مقدس و پاک مذہب کسی حالت میں بھی ترک نہ کرنا چاہئے نہ کہ محض ایک بیوقوف کے کہنے پر اور انہوں نے اُما سے کہا کہ تم ہمارے پاس رہو۔ اور ہم تمہاری حفاظت کرینگے۔ اُما کی خودداری کو ٹھیس لگی۔ تبدیل مذہب کی اُسکو پرواہ نہ تھی کیونکہ اُسکا اعتقاد تھا کہ تمام مذہب سچائی پر مبنی ہیں۔ مگر محبت کی اُسکو یقیناً پرواہ تھی۔ کاش سندر نے بذات خود آکر اُس سے التجا کی ہوتی یا محبت آمیز خط کے ذریعہ سے اُس سے درخواست کی ہوتی تو یقیناً وہ محبت کی خاطر مذہب تبدیل کرلیتی۔ مگر جس بُرے اور ہتک آمیز طریقہ سے سندر نے اُسکو خط لکھا تھا اُسکا اُسے بہت رنج ہوا۔ اور اُس نے دل میں خیال کیا کہ میں کیوں ایسے شخص کے پاس جاؤں جو مجھسے بیزار ہے اور فوراً ہی مذہب تبدیل کرنے سے انکار کا خط سندر لعل کو لکھدیا۔ اور ایک کمرے میں جاکر دروازہ بند کرکے پڑرہی۔ جوں ہی وہ کمرے میں گئی سیتا نے اپنے خاوند سے مخاطب ہوکر کہا "اسقدر حسین اور قابل ہونے پر بھی اُما کی ایسی قسمت ہے۔ اُس کے اس فقرے اور آواز میں کسقدر غرور کا عنصر تھا۔

چند ماہ بعد اُما کو سندر اور ایمی کی شادی کی اطلاع پہونچی اور اُس پر ستم یہ ہوا کہ ایمی نے اُسکو ایک خوبصورت چھپا ہوا شادی کا کارڈ بھیجا۔ ایمی چاہتی تھی کہ اُما اُسکی شادی کو کسی طرح رد نہ کرسکے۔ جب اُما نے وہ کارڈ دیکھا تو اُسکا دل رنج و شرم سے بھر آیا اور وہ زور زور سے رونے لگی۔ اور مادر گیتی سے التجا کی کہ وہ اُسکو نگل جائے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا۔ اُما کی حالت خراب ہوتی گئی۔ وہ شنکر لعل اور سیتا کے پاس رہتی تھی۔ مگر زمانہ کے ساتھ اُنکی بھی محبت اُس سے کم ہوتی گئی۔ سیتا یا ہتی تھی کہ اُما اپنی قیمتی ساڑیاں اور زیورات پہننا ترک کردے۔ اور کہتی تھی کہ یہ چیزیں بغیر خاوند کے عورت کیلئے پہننا مناسب نہیں۔ محلہ کی عورتیں اُس کی طرف دیکھکر ہنستی۔ اور نفرت کا اظہار کرتی تھیں۔ اُس کی زندگی اپنے لئے ایک بوجھ ہوگئی۔ وہ اکثر سوچا کرتی تھی کہ کوئی شریف ہندو چاہے وہ کسی حیثیت کا ہو اُس سے شادی کرے۔ مگر کوئی بھی اس بات پر آمادہ نہیں ہوا۔ ہندو مذہب اور رسم و رواج اس بات کے مانع تھے۔ اُما کی غیر معمولی حُسن اور قابلیت کی وجہ سے سینکڑوں مرد یہ چاہتے تھے کہ اس سے میل جول ہوجائے۔ کچھ اسی قسم کے خطوط اکثر اُس کے پاس آتے تھے۔ مگر ان خطوط میں ذرہ برابر خلوص اور ہمدردی نہ تھی۔ اُما ان خطوط کو دیکھکر روتی تھی۔ اور اُسکی بہن سیتا ان خطوط کے آنے پر اکثر اُما کو لعنت ملامت کرتی اور کہتی کہ اگر تم اپنا سر منڈوالیتیں اور رنگین کپڑے نہ پہنتیں تو پھر تمہارے پاس اس قسم کے خطوط نہ آتے۔ اُما ان باتوں کو سُنکر روتی اور اُسکا دل بیٹھا جاتا اور کہتی کہ کاش وہ مرگئی ہوتی۔ مگر وہ جوان تھی اور اُس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنے خوبصورت اور لمبے بال کٹوائے اور خوبصورت ساڑیاں پہننا ترک کردے۔ جب اُما کا دل اس طرح زخمی ہوگیا تھا اور اُسکو دُنیا سے کوئی اُمید باقی نہ رہی تھی تو جیکب شنکر لعل کے ڈرائیور نے اُما سے شادی کرنیکی خواہش ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ اُما شادی کے بعد بھی اپنے مذہب پر قایم رہ سکتی ہے۔ اُما کو اس شخص سے بالکل محبت نہ تھی مگر اُسکی درخواست کو محض اسوجہ سے منظور کیا کہ وہ ہی ایک شخص تھا جس نے کہ صحیح طریقہ سے اُما سے شادی کرنے کی درخواست کی اور اُس دوزخ سے جس میں کہ وہ رہتی

تھی کہ اُس سے نجات دلانے کی آمادگی ظاہر کی۔ جیکب نے شنکر لعل کی نوکری چھوڑ دی اور اُما اُسکے ہمراہ ایک رات چلدی۔ سیتا اور شنکر لعل کو جب اُس کے جانے کی خبر معلوم ہوئی تو اُن کو بہت افسوس ہوا اور انھوں نے اُسکو بہت بُرا بھلا کہا۔

جیکب رومن کیتھلک مذہب کا تھا اور کیتھلک طریقہ سے وہ اُما سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ پادری نے کہا کہ جب تک اُما رومن کیتھلک مذہب اختیار کرے شادی نہیں ہو سکتی۔ اُما نے پادری سے بہت بحث مباحثہ کیا مگر سب بیکار رہا پادری نے صاف کہدیا کہ عیسائی مذہب میں رومن کیتھلک چرچ کے سوا سے نجات ملنا غیر ممکن ہے۔ اُما نے جیکب سے درخواست کی مگر جیکب بالکل پادری کے اثر میں تھا۔ اُما کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ اُما کے لیئے واپسی غیر ممکن تھی وہ مجبوراً کیتھلک مذہب اختیار کرنے کیلئے راضی ہو گئی اور پادری نے خوشی خوشی دونوں کی شادی کر دی۔ اُما تبدیل مذہب کی وجہ سے خوش نہ تھی اور اُسکا دل دُکھا ہوا تھا۔

اُما کے مصائب کا خاتمہ ابھی نہیں ہوا۔ جیکب کی محبت چند دن قائم رہی اور اُس کے بعد جیکب نے اپنی پُرانی عادت کے مطابق شراب پینا شروع کر دی اور اُما کی طرف سے اُس کی محبت بھی جاتی رہی

اُما کے لیئے بجز اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ ہندو مذہبی گیت گا کر اپنا دل بہلاتے۔ پادری صاحب کو جب خبر ہوئی کہ اُما اس قسم کے گیت گاتی ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ رومن کیتھلک مذہب کے خلاف ہیں۔ اور تاکید کی کہ آیندہ وہ ایسے خلاف مذہب گیت نہ گایا کرے۔ جیکب نے بھی پادری صاحب کی تائید کی اور کہا کہ اگر وہ ان گیتوں کو بند نہ کرے گی تو وہ اپنے مکان سے نکالدے گا۔ مجبوراً اُما کو یہ اپنے دل بہلانے کا ذریعہ بھی چھوڑ دینا پڑا۔ اُما افسردہ خاطر ہو کر اپنے دل میں کہا کرتی تھی کہ شادی ایک جوا ہے جس میں کہ تمام عورتیں ایک نہ ایک وقت ضرور ہارتی ہیں۔ اور کہتی تھی کہ یا خدا تو نے مجھے کیوں پیدا کیا۔ اور میں نے کیوں شادی کی۔ اُسکا رنج دن بدن بڑھتا گیا۔ وہ اکثر پچتاتی تھی کہ اُس نے سیتا کا گھر کیوں چھوڑا۔

اُما کے مصائب اب اسقدر بڑھ گئے تھے کہ وہ چاہتی تھی کہ اپنی اکلوتی بہن سے جس کے سوائے اُسکا اور کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھا جا کر ملے۔ ایک دن وہ سیتا کے مکان پر گئی اور اُسکو آواز دیکر چاہا کہ اُس سے اپنے رنج کا اظہار کرے۔ سیتا اُس کو دیکھتے ہی بہت ناراض ہوئی اور چلا کر کہا کہ "اے نالایق عورت تم یہاں سے نکل جاؤ۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ اس گھر میں آسکو تم نے اپنا ہندو مذہب تبدیل کیا اور بھارت ورش کو بدنام کیا" اُما نے رو کر اور گڑگڑا کر کہا کہ "میں نے خوشی سے اپنا مذہب تبدیل نہیں کیا"

سیتا نے کہا "اب تمہارے اور ہمارے درمیان ایک سمندر حائل ہو گیا ہے۔ اور تم ایک بازاری عورت سے بھی بدتر ہو میری نظروں سے دور ہو جاؤ" یہ کہہ کر اُس نے دروازہ بند کر دیا اور اندر چلی گئی۔ اُما یہ سُنکر بالکل دنگ رہ گئی۔ اور اُسکو پھر وہ راول کے الفاظ یاد آگئے "شادی ایک جوا ہے جس میں کہ تمام عورتیں ایک نہ ایک وقت ضرور ہارتی ہیں۔ ہم کھلونے ہیں جنکی قسمت کا دارومدار ہمارے خاوندوں کے ہاتھ میں ہے۔ اُنکی محبت دیرپا نہیں ہوتی۔ اُنکی بُرائی کی قوت لاانتہا ہے۔ کبھی نہ کبھی وہ ہماری زندگی کو تباہ کر ڈالتے ہیں۔ اور اکثر موت ہی ہمیں اُس سے نجات دلاتی ہے۔ اور تمہیں بھی کبھی نہ کبھی اسکا تجربہ ہو جائے گا"

اُما کا دل بیٹھا جا رہا تھا راول کے یہ الفاظ دل ہی دل میں وہ دوہرا رہی تھی کہ ایک چیخ ماری اور وہیں ختم ہو گئی۔

بیگم سید متین احمد (برار)

خوشی

خوشی ایک ایسی نعمت ہے جس کے سبب انسان کو زندگی کا لطف حاصل ہوتا ہے خوشی کا مادہ ہر شخص
کے دل میں موجود ہے کسی کے کم کسی کے زیادہ مگر کوئی دل اس سے خالی نہیں اور ہر شخص کو چاہیئے اس کے
حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ قدرت چاہے دُنیا بھر کی دولت اور ثروت بخشدے۔ لیکن خوشی حاصل کرنا انسان
کا اپنا کام ہے جس شخص کو دُنیا میں کامیابی نصیب ہوتی ہے اسے فکر اور پریشانیاں بھی ہوتی ہیں جو شخص
جانتا ہی نہیں کہ خوشی کی دولت کس طرح حاصل کی جاتی ہے اس کو دُنیا بھر کی خوبصورتی گوناگوں تفریحات اور دلچسپیاں
پھیکی نظر آتی ہیں۔ خوشی کا دارومدار زیادہ تر اس بات پر ہے کہ خیالات پر انسان قادر ہو۔ اور انہیں ٹھیک راہ پر
لگائے۔ تکلیف دہ اُمور سے اجتناب کیا جائے اور خوشی کے خیالات سے دل بہلایا جائے مشہور فلسفی شوپنہار کا
قول ہے کہ کوئی تو یہ خیال کرتا ہے کہ دُنیا غیر آباد جگہ ہے جہاں غم کے سوا کچھ نہیں اور ہر طرف ظاہرداری نظر
آتی ہے کسی کے خیال میں دُنیا ایک زرخیز مقام ہے جہاں زندگی کا سامان موجود ہے جس طرح رباب کا بجانا
مشق سے آتا ہے۔ اسی طرح خوشی حاصل کرنے کے لئے بھی مشق درکار ہے اگر درست راستہ اختیار کیا جائے
تو خوشی حاصل ہو سکتی ہے افسوس اسکا ہے کہ ہم مسلمان مرد ہوں یا عورت خوشی سے بہت دُور ہیں۔ ذرا ذرا سی
بات کا اسقدر رنج کرتے ہیں گویا دنیا اُلٹ گئی۔ مرد تو باہر نکل کر اپنا رنج تفریح دلچسپی کے سامان سے
بہلا سکتے ہیں مگر افسوس تو ہمیں اپنی حالت پر ہے کہ چار دیواری کے اندر بیٹھکر چار بیبیاں اگر خوش قسمتی سے
ایک جگہ جمع ہو گئیں تو بس کسی کی بُرائی کسی کی شکایت، خوشی مسرت پیدا کرنا درکنار اور رنج مول لیتی ہیں۔ جو
عقلمند سمجھدار روشن خیال بیبیاں ہیں وہ اپنی فکر و رنج کو دور کرنے کی تدابیر سوچتی ہیں چاہئے ان کا
کتنا ہی نقصان ہو جائے وہ رنج کرنے کی بجائے فکر کو دُور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ فرض کرو ہمارا بچہ علیل
ہے اور ہم اس کی علالت کے سبب رنج میں اسقدر محو ہوئے کہ اس کی نرسنگ یعنی تیمارداری کا خیال تک نہ
رہا ڈاکٹر نے جو دوا دی تو وقت پر نہ پلائی اسکو غذا وقت پر نہ دی بلکہ فکر و رنج میں روتے رہے جس کے سبب سے
بچے کی بیماری طول پکڑ گئی اور وہ مرنے کے قریب ہو گیا تو کیا یہ عقلمندی اور سچی محبت کہی جائے گی ؟
چاہیئے یہ کہ فکر و رنج کو دُور کر کے اطمینان سے علاج کیا جائے۔ رنج کو ہرگز قریب نہ آنے دو۔ بڑی بات یہ ہے
کہ زندگی کو راحتوں کا ایک سلسلہ بنانا چاہئے خواہ وہ راحتیں کیسی ہی چھوٹی چھوٹی ہوں۔ جیفرسن کی رائے ہے

... ن کوئی ہنسی کی بات نہ ہو وہ دن بالکل ضائع ہوا ہم کو چاہئے ہر وقت خوشی کے پیدا کرنے
... ئیں۔ ہمیشہ خوش خوش دکھائی دیں۔ ایک خوشی ہزار بلا کو ٹالتی ہے اگر کوئی مہمان گھر پر آئے تو
... ے ہنسکر ملو عیسائی پارسی عورتوں کے ہاں کوئی مہمان آتا ہے تو وہ خواہ مخواہ ہنستی ہیں مہمان کو ہنسی
... ضرور ہوتا ہے کسی کو خوش طبعی سے ہنستے دیکھنا کیا بھلا معلوم ہوتا ہے اور خندہ کا اثر ہر شخص پر
... سن بخش ہوتا ہے۔ خوشی ہمارے سینہ میں ایک مہر ہے اُس پر چمک آتی ہے۔ خوش مزاجی کا راز یہ ہے کہ برافروختہ
... ے والے خیالات کو دل میں نہ آنے دو اگر غصہ آ جائے تو اسے جلد دور کرنے کا فکر کرو۔ بعض آدمی
... یشہ شاکی رہتے ہیں ان کو تو اگر دنیا کی دولت بھی ملجائے تب بھی ان کا شکوہ نہیں جاتا۔ بعض ایسے ہیں
ان کو ہر جگہ مسرت حاصل ہے خوش طبعی کا اخلاق پر بڑا اثر پڑتا ہے جس طرح سورج کی روشنی سے پھول
... ستے ہیں اور پھل پک جاتے ہیں اس طرح خوش مزاجی سے جس میں زندگی اور آزادی کا احساس مضمر ہے
... ے اطوار حسنہ کی تکمیل ہوتی ہے۔

صغرا ہمایوں مرزا

نرس سے خطاب

خدا کی رحمتوں کی بارشیں تیرے نشیمن پر!
اُٹھاتا ہے تنِ نازک ترا کیا سختیاں دن بھر

نسیم آتی ہے سب سے پیشتر تیرے جگانے کو
گلوں سے قبل اُوس آتی ہے تیرا منہ دھلانے کو

سحر ملبوسِ نورانی ترے انگ لاتی ہے
تجھے پہنائے جوڑا کل جہاں پر پھیل جاتی ہے

ہوائیں مست و عنبر بار تیرے ساتھ آتی ہیں
ترے آنے سے گل ہنستے ہیں، کلیاں مسکراتی ہیں

دلِ پژمردہ پاتے ہیں رہائی بیقراری سے
تری آمد نہیں کم آمدِ بادِ بہاری سے

مریض آ کر شفا خانے میں گھر کو بھول جاتا ہے
ترے صدقے میں پھر زندگی کے سانس لیتا ہے

بلا کی دلنشینی ہے تری گفتار نے پائی
تری رفتار میں ہے موجزن طوفانِ رعنائی

تڑپنے لگتے ہیں بیمار درد و کرب سے جس دم
غلط کرتی ہے تو غم ان کا مثلِ مونس و ہمدم

ادائیں مخلصانہ ہیں تری خدمتگزاری میں
اثر اکسیر کا پنہاں ہے تیری غمگساری میں

تبسم، جس کے آگے خندہ گل، زہر خندہ ہو
تکلم وہ کہ بلبل گل کے بدلے تجھ پہ شیدا ہو

نظامِ دہر کو تھا ناز اپنی بے مثالی پر
عمل تیرا مگر ہے خندہ زن اس کج خیالی پر

سکینہ علی وجد

بچپن اور معصومیت

موسم بہار میں ایک دن ایک معصوم بچہ معطر پھولوں کی کیاری پر بیٹھا ہوا کھیل رہا تھا۔

وہ خوش تھا۔ کب سے اور کیوں؟ یہ اسے معلوم نہ تھا۔ معصومانہ مسکراہٹ اس کے گلابی لبوں پر رقص کر رہی تھی۔ نیلا آسمان بھی اس معصوم بچہ سے زیادہ مسرور نہ تھا!

بوڑھے وقت، نے وادی کی خاموشی پر حملہ کر دیا۔ راستہ میں ندیاں خشک ہوگئیں، پرند خاموش ہوگئے۔ پھول مرجھاگئے۔ زمانہ تیزی سے اڑتا گیا۔ لیکن معصوم بچہ کو کچھ خبر نہ تھی وہ اپنے کھیل میں مشغول تھا۔

گناہ اپنی خوفناک اور بھیانک آنکھوں سے اس نظارہ کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن بچہ کی معصوم آنکھوں میں نہ معلوم کونسا جادو تھا کہ گناہ کا سیاہ بھوت اپنی شکست پر جلتا ہوا واپس اپنی سلطنت میں چلا گیا۔

ایک بوڑھی اور ڈراؤنی عورت لیلیٰ شب سے بھی سیاہ آگے بڑھی اور پانی سے بھرا ہوا پیالہ بچہ کو دیا۔ اس نے معصومانہ انداز میں عورت کا نام دریافت کیا۔ بوڑھی عورت نے بتایا کہ اسکا نام رنج و غم ہے "ابھی مجھے مت چھیڑو" بچہ نے درخواست کی "کیا ضرور یہ پانی پیوں؟ اگر پینا ہی ہے تو کل سہی"

موسیقی کی دیوی نے ستار پر مسحور کن نغمے بجانے شروع کیئے۔ یہ نغمے فضا میں مرتعش ہوگئے۔ ان راگوں نے کئی ایک کے لیئے غیر فانی شہرت حاصل کی۔ مگر بچہ کے لیے یہ ایک معمہ تھا "دور ہو جا شوریلی عورت اپنی ستار کو بھی لے جا" بچہ چلا اٹھا۔

عقل کی دیوی نے اسے بتانا شروع کیا کہ بلبلے کیونکر اٹھتے ہیں پھل کیوں گرتے ہیں۔ کھلونے کیوں ٹوٹ جاتے ہیں اور بھی کئی حیران اصول بتائے لیکن بچہ پھولوں میں پڑا ہوا پریوں کے خواب دیکھ رہا تھا۔

سوئے جا! سوئے جا!!

جوان ہونے پر تو خواب میں بھی یہی سوچے گا کہ شہرت کس طرح حاصل کروں۔ فلاں کو کس طرح دھوکا دوں۔ روپیہ کیونکر جمع کروں۔ تیرے سب خواب دنیاوی تکالیف کے اور خواہشات کے ہونگے۔

مگر ابتو فردوس اور ملوک کے خواب دیکھ رہا ہے جنہیں چھوڑے ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔ اور انکی یاد تیرے دماغ میں ابھی تک تازہ ہے۔ سوئے جا! سوئے جا!!

موسیقی کی دیوی کو گانے دے۔ زمانہ کو اپنا کام کرنے دے۔ تو ان سے لاپرواہ۔ سوئے جا!

(ترجمہ از انگریزی) سکینہ چراغ الدین بی اے فاضل

برلاس صاحب کو باغبانی کا شوق ہندوستان سے ہی ہے۔ چنانچہ پچھلے سال پودوں کی دیکھ بھال میں ان کی بائیں ہاتھ کی اُنگلی میں معمولی سی خراش آگئی تھی۔ جس کی کچھ زیادہ پرواہ نہ کی اور وہ بلاناغہ سمندر میں تیرتے رہے۔ سمندر کے پانی نے نقصان پہنچایا۔ جس سے تکلیف محسوس ہونے لگی اور ڈاکٹر سے رجوع ہونا پڑا۔ کہنے کو اُنگلی کی چوٹ معمولی تھی مگر اس نے اچھے ہونے میں تین مہینے لگائے۔ برابر ہسپتال کا علاج ہوتا رہا۔ دو مرتبہ آپریشن ہوا تب خدا خدا کرکے اُنگلی ٹھیک ہوئی۔ اس طویل زمانہ علالت میں مجھے ہسپتال دیکھنے کا بہترین موقعہ ملا۔ بعد ازاں مجھے اپنے علاج میں ہسپتال اور ان کے علاج کا خوب تجربہ ہوا۔

ہندوستان میں میری اوپر کی بائیں ڈاڑھ کا چھوٹا سا کونہ گردے کی ہڈی چبانے وقت ٹوٹ گیا تھا جو پچھلے سال تک شکستہ تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے دانت بہت مضبوط ہیں اور کبھی اس وقت تک دانتوں کی بیماری کی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ جاپانیوں کے دانت عموماً خراب ہیں ننانوے فی صدی آدمیوں کے دانت سونے چاندی سے منڈھے نظر آتے ہیں۔ ان کے دانتوں کے خراب ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ کھانا وغیرہ کھا کر کلی کرنے کے عادی نہیں۔ دوسرے ان کی ہر غذا میں مٹھاس ضرور ہوتی ہے۔ اس لیے دانتوں میں کیڑا لگ جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور جوان جوان لڑکیوں کے دانت اس حالت میں دیکھکر افسوس ہوتا ہے۔ ان کے دانتوں کے مشاہدہ سے مجھے اپنی ڈاڑھ کا فکر ہوا کہ کئی سال سے وہ بے چاری ٹوٹی پڑی ہے مناسب ہے کہ اس کی مرمت کر دی جائے ورنہ غذا سڑنے سے کیڑا لگ جانے کا اندیشہ ہے۔ مجھے فخر ہے کہ ہمارا ہندوستان دانتوں کی صفائی کے بارے میں یورپ اور جاپان سے بدرجہا بہتر ہے۔

الغرض ڈاکٹر صاحب کو ڈاڑھ دکھائی اور انہوں نے کہا آپ کو مسلسل تین روز تک ہسپتال آنا پڑیگا۔ کیونکہ ڈاڑھ کی نوک پر سونا بجلی سے لگایا جائیگا۔ دوسرے روز میں ہسپتال پہنچی تو دو ڈاکٹروں نے نہایت خندہ پیشانی اور اطمینان کے ساتھ بجلی کی مشین کے سامنے کرسی پر بٹھایا۔ کرسی پر بیٹھنے سے پہلے میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ کوئی تکلیف تو نہ ہوگی۔ جس پر انہوں نے بڑی تسلی کی اور بار بار فرمایا کہ آپ خوف نہ کریں زیادہ

تکلیف نہ ہوئی۔ اب عمل شروع ہوا۔ بجلی کے ذریعہ ڈاڑھ کو سوہن کرنے میں کچھ تکلیف محسوس ہوئی اور کبھی کبھی اس تکلیف سے میری آنکھ بند ہو جاتی تھی اور ممکن ہے کہ چہرہ پر اس تکلیف کے کچھ آثار نمایاں ہوتے ہوں جسے ڈاکٹر صاحب دیکھکر نہایت شیریں لہجہ میں فرماتے تھے کہ آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہو رہی ہے۔ بس اب ختم ہونے والی ہے۔ گھبرایئے نہیں۔ اور طرح طرح کی باتوں سے خیال بٹانے اور بہلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے پہلی مرتبہ سرکاری ڈاکٹر کا ایسا مشفقانہ برتاؤ دیکھا اور اس کی زبان سے ایسے شیریں الفاظ سُنے۔ جس نے درحقیقت میری تکلیف کو آدھا کر دیا اور میں دل ہی دل میں ان کے اعلیٰ اخلاق کے گیت الاپنے لگی۔ یہ واضح رہے کہ ڈاکٹروں کا یہ طرز عمل غیر ملکیوں کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ میں نے ان کی دلجوئی عوام کے ساتھ بھی ایسی ہی دیکھی۔ تمام ڈاکٹر، نرسیں۔ غرض عملہ کا عملہ با اخلاق اور خندہ رو ہے۔ یہاں کے ڈاکٹروں کو دیکھکر نہ روح فنا ہوتی ہے اور نہ ان کے مغرور چہروں سے دل کو اذیت ہوتی ہے۔ یہ ڈاکٹر سچ مچ مریض کے لئے ایک رحم دل اور مشفق دوست ہوتے ہیں۔ اور ان کے علاج سے مریض کو کافی تشفی ہوتی ہے۔ ایسے ڈاکٹروں کے زیر علاج رہنے سے مہینوں کی بیماری ہفتوں میں اور ہفتوں کی بیماری دنوں میں ختم ہونی چاہیئے۔ بعض بعض وقت جب میں شب کی تاریکی میں آنکھیں بند کئے بستر پر دراز ہوتی ہوں تو جاپان کے اخلاق مجسموں کی بابت اپنے ذہن میں بڑی جرح کرتی ہوں۔ اور بے ساختہ قدرت سے سوال کرتی ہوں کہ تونے اخلاق کا ایک بڑا حصہ جاپانیوں کو کس ضمن میں عطا فرمایا اور ہمیں کس سزا کی پاداش میں یہ نعمت کم ملی۔ تو قدرت کھل کھلا کر ہنستی ہے۔ اور میرا شانہ پکڑ کر جھنجوڑتی ہے کہ اے مدہوش ہستی! ہوش میں آ! آج تو کس منہ سے اس امر کا گلہ کرتی ہے۔ جبکہ خود تو نے اپنے ہاتھوں سے کھویا۔ ہم نے تیری قوم کو بھی اس نعمت سے مالا مال کیا تھا۔ مگر اس نے اس کی قدر نہ کی۔ اسواسطے ہم نے تیری قوم کو قعر مذلت میں ڈال دیا اور جاپانیوں نے ہمارے عطیہ کو سر آنکھوں پر رکھا اس پر ہم نے انکا اقبال بلند کیا۔

ہمارے ملک میں سرکاری عہدہ دار عموماً اپنے کو خدائی فوجدار سمجھتے ہیں اور عوام کے ساتھ نہایت برے سلوک سے پیش آتے ہیں جن میں ایک گروہ ڈاکٹروں کا بھی ہے۔ ہندوستان کے ہسپتالوں کا مشاہدہ مجھے آج زہر اُگلنے پر مجبور کر رہا ہے۔ ہمارے زنانہ ہسپتالوں میں تقریباً تمام ڈاکٹرنیاں یوروپین ہیں اور ان کے برتاؤ سے ہر وہ ہستی جو ان کے زیر علاج رہی ہو خوب واقف ہوگی۔ روپیہ کے لالچ سے اگر کسی مالدار مریض کا کچھ خیال کیا گیا تو یہ اور بھی زیادہ ذلیل حرکت ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بعض مریضوں کو دھکے کھاتے اور پٹتے تک دیکھا ہے۔ گو وہ جاہل اور نیچے طبقہ کی ہوتی ہیں تاہم وہ انسان ہیں اور ڈاکٹرنیاں

بحیثیت اپنے پیشہ کے عوام کی خدمت گزار ہیں حاکم نہیں ہیں۔ متوسط الحال مریضوں کو بھی کثرت سے ڈاکٹرنیوں کی ڈانٹیں کھاتے سنتا ہے۔ یوروپین ڈاکٹرنیوں کے جو سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں وہ تو ہم سب پر ظاہر ہیں کر وہ بحیثیت حاکم قوم ہونے کے ہمیں ہر طرح کچلنے پر آمادہ ہیں۔ ڈاکٹرنیوں کے اخلاق اسقدر گرے ہوئے ہیں کہ ان کے خیال سے روح کو نفرت ہوتی ہے۔ مریضوں کی تسلی۔ تشفی تو الگ رہی سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتیں۔ مجھے خود ایک بدتمیز یوروپین ڈاکٹرنی سے سابقہ پڑا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں جب لڈنا دہلی میں تھی تو انہی ایام میں مری دیورانی بیگم کپتان ڈاکٹر اجل حسین کی زچگی تیس ہزاری کے ہسپتال میں ہوئی اور اب سے وہ ان کی طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی۔ ہم سب عزیز اکثر ان کی عیادت کو جاتے رہتے تھے۔ مجھے کچھ شکایت تھی سب کی رائے ہوئی کہ سفر جاپان سے پہلے ہیں کسی ڈاکٹرنی کو دکھا دوں۔ دوسرے روز ایک ڈاکٹرنی سے وقت مقرر کر کے اسکو دکھایا۔ اس کا برتاؤ سنیئے۔ ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد ازار طلب کیے۔ میں نے صرف یہ دریافت کیا کہ ازار سے کیا کریگی۔ یہ پوچھنا تھا کہ وہ چراغ پا ہوگئی اور مجھے چھوڑکر غصہ میں بولی کہ اب ہرگز نہیں دیکھوں گی۔ اور کمرہ سے یہ جا وہ جا۔ کیا بتاؤں کہ اس کی اس ناشائستہ حرکت پر میرا خون کیسا اوٹا۔ میں نے بھی ترش رو ہوکر نرسوں سے کہا کہ اگر اب وہ دیکھنا بھی چاہے تو میں نہ دکھاؤں گی۔ اور اس کے برتاؤ کی شکایت اس کی افسر سے کرونگی۔ مگر میرے رشتہ داروں نے مجھے ٹھنڈا کیا کہ اسوقت درگزر کرو تمہاری دیورانی زیر علاج ہیں کچھ خرابی نہ پڑے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہ ایسے ہسپتال کا ذکر ہے جہاں ہم فیس دیکر ڈاکٹروں مشورہ حاصل کرتے ہیں گویا روپیہ دیکر ذلیل ہوتے ہیں۔ خیراتی ہسپتالوں میں غریبوں کی کیا گت بنتی ہوگی۔

دوسروں سے کوئی شکایت نہیں یہ ہماری اپنی جہالت کا نتیجہ ہے اور سب سے زیادہ مردوں کے جبر اور زبردستی نے ہم کو قید پردہ میں رکھکر ہماری خودداری کا مادہ سلب کردیا ہے۔ اپنے سے کمزوروں پر تو ہم ہر طرح غصہ اتار لینگے مگر جس کا رعب ہم پر غالب ہے اس کے ہر ہتک آمیز برتاؤ کو شہد کے گھونٹ کی طرح سٹک جائیں گے۔ تف ہے ہماری معاشرت پر جس نے ہمیں تمام زمانہ میں ذلیل اور خوار کردیا ہے۔

جاپانی ڈاکٹروں اور نرسوں کا اخلاق تو کچھ اوپر بیان کرچکی ہوں اب ہسپتال کے حال کا انتظام سنیئے۔ یہ ہسپتال میونسپلٹی کا ہے اور اس کے انتظام کے لیئے ایک کمیٹی قایم ہے جس کے ممبر غیر لوگ بھی ہیں جاپانیوں کو جزئیات کا بڑا خیال رہتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات کا ایسا سوچ سمجھکر انتظام کرتے ہیں کہ انسان ان کی ذہانت کی داد دیتا رہے۔ ہسپتال کے دروازہ میں گھستے ہی احاطہ کے اندر ایک چھوٹا سا کمرہ ہے اور وہاں تین چار مرد عورتیں ہر وقت سلیپروں کے اہتمام میں مصروف رہتی ہیں۔ مریض بھی اسقدر سدھے ہوئے ہیں کہ ناک کی

سیدھے میں پہلے اسی طرف جاتے ہیں اور جوتے وغیرہ اُتار کر سلیپر پہن لیتے ہیں۔ سلیپروں پہ نمبر پڑے ہوتے ہیں متعلقین اسی نمبر کا بلا جوتے پر باندھ کر رکھ دیتے ہیں تاکہ دیتے وقت آسانی ہو۔ یہ تمام کام چپ چپاتے ہوتے ہیں۔ کہیں چیخ پکار نام کو نہیں۔ جو مریض پہلے سے جوتے اُتار رہے ہیں اور جگہ نہیں ہے تو ممکن نہیں کہ دوسرے اُنہیں ہٹا سکیں۔ ہر کس و ناکس کے لئے ایک ہی قاعدہ ہے۔ امیر غریبوں پہ حکومت نہیں کر سکتے عالم معمولی پڑھے لکھوں کو روند نہیں سکتے۔ وہاں سے روانہ ہو کر برآمدہ میں جاتے ہیں۔ جہاں کندھے سے نیچی ایک میز مع چھپے ہوئے فارم اور قلم دوات کے رکھی ہوئی ہے۔ اس کے چاروں طرف چار آدمی ایک ہی وقت میں فارم بھر سکتے ہیں۔ فارم میں نام۔ عمر۔ مرض۔ اور گھر کے پتہ کا اندراج ضروری ہے۔ میز کے قریب ہی ایک کھڑکی ہے جہاں چند لڑکیاں کام کرتی ہیں۔ فارم بھر کر اس کھڑکی میں دیتے ہیں اور وہاں سے مریض کے نام مرض کا لکھا ہوا ایک کارڈ مل جاتا ہے۔ ٹکٹ دیتے وقت لڑکی مریض کو یہ بتا دیتی ہے کہ فلاں منزل میں جائیے۔ ہسپتال میں تین منزلیں ہیں۔ سیڑھیوں یا ایلی ویٹر سے منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔ منزل پر پہنچنے کے بعد ڈاکٹر کے کمرہ کی تلاش کی۔ یہاں بھی کھڑکی میں ایک لڑکی بیٹھی ہوئی ہے کھڑکی میں ٹکٹ رکھا اور بینچ پر بیٹھ گئے۔ باری باری سے مریضوں کو اندر بلایا جاتا ہے۔ لڑکی کمرہ سے نکلکر مریض کا نام فلاں صاحب کہہ کر پکارتی ہے اور کہتی ہے کہ مہربانی سے تشریف لائیے۔ مریض اندر داخل ہوتا ہے۔ جہاں ڈاکٹر صاحب بڑے خلوص اور توجہ سے حال سنتے ہیں۔ ڈاکٹروں اور نرسوں کے چہرے مثل پھول کے شگفتہ رہتے ہیں۔ نہ جبیں پر بل ہوتا ہے۔ نہ لب و لہجہ سے غرور ٹپکتا ہے۔ بلکہ انکی شیریں گفتار اور عاجزانہ برتاؤ سے دل پر ایسا خوشگوار اثر پڑتا ہے کہ مرض کی تکلیف یہیں سے کم ہونے لگتی ہے۔ اگر کوئی مریض رفع حاجت یا اور کسی وجہ سے اِدھر اُدھر ہو گیا ہے تو لڑکی اُسے تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اور اس تلاش کی زحمت کے لئے کسی غصہ یا ناراضگی کا اظہار نہیں۔ ڈاکٹروں کے کمرہ میں داخل ہوتے وقت مریضوں میں بالکل دھکا پیل نہیں ہوتی۔ جسکا نام لیکر بلایا جائے وہی جاتا ہے۔ ہمارے ہاں مریضوں میں اس بات پر جھگڑے ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر اور نرسیں تماشہ دیکھتے ہیں اور کسی کی سمجھ میں اسکا معقول انتظام نہیں آتا۔ روپیہ لیتے ہیں اور مریضوں کو تکلیف دیتے ہیں۔ جاپانیوں نے مریضوں کی سہولت کا بہت اچھا انتظام کر رکھا ہے۔ مریضوں کے بیٹھنے کے لئے لکڑی کے کھُرے بنچ نہیں ہوتے بلکہ کشن دار کوچ ہوتے ہیں ہر منزل پر پاخانہ اور سنگھار خانہ ہوتا ہے جہاں آپ جا کر منہ دھو لیجئے۔ بال بنا لیجئے۔ پوڈر لگا لیجئے۔ پھر جگہ جگہ سیڑھیوں اور گیلریوں میں دیواروں پر تصویریں نصب ہیں اور پودوں کے گملے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ بچوں کا دل بہلانے کے لئے پرندوں کے پنجرے موجود ہیں۔ ننھے بچوں کو لٹانے کے لئے پنگوڑے رکھے ہوئے ہیں۔ غرض

کہ مریضوں کو ہر طرح آرام پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مجھے ہسپتال دکھانے کے لئے ایک میٹرن ساتھ کر دی گئی جو تمام نرسوں کی افسر تھی اور انگریزی جانتی تھی۔ اُس نے تمام ہسپتال ہمیں دکھایا۔ ہسپتال میں مریضوں کی رہائش کے کمرے بھی ہیں۔ کمروں کی وسعت اور فرنیچر کے لحاظ سے ان کا کرایہ مختلف ہے۔ ہسپتال کا باورچی خانہ بہت بڑا ہے۔ مریضوں ڈاکٹروں۔ نرسوں اور دیگر ملازمین کو کھانا یہیں سے دیا جاتا ہے۔ چونکہ ہسپتال صبح نو بجے کھلتا ہے اور چار بجے بند ہوتا ہے اسواسطے ڈاکٹروں کو بھی کھانا دینے کی ضرورت ہے۔ صبح - دوپہر۔ شام۔ تین وقت کھانا دیا جاتا ہے۔ دن بھر میں جملہ اٹھارہ سو کھانے باورچی خانہ میں تیار ہوتے ہیں۔ اس سے ہسپتال کی وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

صفائی کے بارے میں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اوّل تو یہ ہسپتال ہے پھر جاپانیوں کا ہسپتال ہے۔

میٹرن صاحبہ نے آپریشن کے کمرے بھی دکھائے یہاں مریضوں کے کٹے ہوئے اعضا بڑے بڑے مرتبانوں میں دوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایک پوری کٹی ہوئی ٹانگ جس پر چربی کی موٹی سی تہ چڑھی ہوئی تھی دیکھکر دل لرز گیا۔ چند مرتبانوں میں کچے بچے بھی دوا میں ڈوبے پڑے تھے۔ ہسپتال میں نرسوں کی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ ان کی جماعتوں کے کمرے بھی دکھائے۔ تمام نرسیں ہشاش بشاش موٹی تازہ ہنس مکھ ہیں۔

اس کے ملحق خیراتی ہسپتال ہے جہاں غریبوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ وہاں انکی رہائش کا بھی انتظام ہے۔ ان سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ مگر خیراتی ہسپتال میں اتنے مریض نہیں آتے جس قدر بڑے ہسپتال میں آتے ہیں۔

میٹرن صاحبہ نے ایک گھنٹے سے زیادہ ہم کو وقت دیا۔ تمام ہسپتال دکھانے کے بعد وہ ایک ڈرائنگ روم میں لے گئیں اور وہاں ہماری چائے سے تواضع کی۔ بھلا یہ کسی کے ذہن میں بھی آسکتا ہے کہ کوئی ہسپتال دیکھنے جائے اور وہاں چائے پلائی جائے۔

مسز برلاس از ٹوکیو جاپان

سنگھاری چیزوں کا استعمال

آج کل ہم لوگوں کا جو وقت سنگھار میں صرف ہوتا ہے اسکا بڑا حصہ پاؤڈر کریم وغیرہ کی نذر ہو جاتا ہے ہم یہ نہیں سوچتے کہ ان چیزوں سے کیا فائدہ ہے اور کیا نقصان یا کس پوڈر کریم کا انتخاب بہتر ہے اور کونسا طریقہ استعمال صحیح مجھے ناچیز کا جو تجربہ ہے اپنی بہنوں کے لئے لکھتی ہوں اگر شایع ہو گیا اور بہنوں نے پسند کیا تو اور ذاتی تجربوں سے بھی آگاہ کرونگی پہلے بہنوں کو سوچنا چاہیئے کہ اب سے ایک صدی پہلے یہ پوڈر کریم بھلا کہاں تھے لیکن خوبصورت ہستیاں جب بھی تھیں بلکہ خوبصورتوں پر ہی بھولاپن تھا اور وہ اس لئے کہ بناوٹی چیزوں سے پرہیز تھا۔ فیشن سنگار ایک ہی چیز ہے صرف زمانہ کی تبدیلی نے نام مختلف کر دیئے پہلے بھی اپنے مذاق کے موافق چیزیں تھیں مثلاً موم روغن۔ اُبٹنہ۔ کھلی۔ وغیرہ انسے حسب دلخواہ فائدہ ہی ہوتا تھا کفایت بھی تھی۔ اتنی دردسری بھی نہ تھی۔ آجکل جھائیاں اور جلد کی خرابی کا عام چرچا ہے۔ یہ سب آج کل کے فیشن کی عنایت ہے میرا تجربہ ہے کہ زیادہ پوڈر وغیرہ استعمال کرنے سے جلد نہایت خراب ہو جاتی ہے۔ جس وقت کریم لگائی جاتی ہے۔ تمام مسام کھل جاتے ہیں اگر اسپر پوڈر نہ لگایا جائے تو گرد وغبار سے جھائیاں پڑ جاتی ہیں۔ اگر پوڈر لگایا جائے تو وہ مسام میں جمکر سیاہ تل کی صورت اختیار کر لیتا ہے بہنیں غور کریں تو معلوم ہو پوڈر استعمال کرنے والی بہنوں کے کافی سے زیادہ تل کے ویسے داغ پڑ جاتے ہیں جو نہایت برے معلوم ہوتے ہیں۔ اسکا صحیح استعمال یہ ہے کہ کریم پر پوڈر کبھی نہ لگایئے سنو پر پوڈر لگایئے۔ سنو لگا کر خوب مل لیجئے تاکہ ایک سفید جھلی سی پڑکر میل کی صورت میں چہرے سے اُتر جاوے۔ پوڈر بہت ہلکا لگانا چاہیئے۔ کریم روزانہ شب کو استعمال کیجئے۔ بشرطیکہ آپ کو زیادہ مرغوب ہو ورنہ جو دوائیں لکھتی ہوں ان میں سے استعمال کیجئے حسب دلخواہ فایدہ ہو گا یا کریم اس وقت استعمال کیجئے جب آپ دھوپ سے آئیں اور گرد و غبار سے جلد پر خشکی محسوس ہو۔ ہمیشہ ایک پوڈر اور ایک قسم کی کریم اور سنو استعمال کیجئے اور کم قیمت سنو کریم پر یا کسی اور قسم کی سنو کی تعریف پر متوجہ نہ ہوئیے۔ اوٹین سنو کریم۔ افغان اسنو کریم۔ ہیزلین سنو کریم۔ یا فیسرین کوئی سی پسند کر لیجئے اسی کو استعمال کیجئے۔ تبدیلیوں سے بھی جلد خراب ہو جاتی ہے یا درکھیئے پسینہ پر پوڈر کبھی نہ لگایئے۔ سرخی ناک پر یا ٹھوڑی پر ہرگز نہ استعمال کیجئے۔ بہت سی بہنیں استعمال کرتی ہیں۔ یہ سرخی بہت بُری معلوم ہوتی ہے۔ لاکھا یا مِس کے موافق لگایئے اس کے بارے میں آیندہ لکھوں گی

کسی قوم کی اگر تقلید کرنی ہے تو اچھی باتوں کی کیجئے ایسی باتوں کی جن سے ہمکو فائدہ پہونچے فیشن سے ہمکو کیا فائدہ پہونچتا ہے سوائے اس کے فیشن کے ہاتھوں ہزاروں روپیہ باہر جاتا ہے۔

یورپ کی عورتیں (پیرس لنڈن میں وغیرہ) جو غازہ بہت زیادہ استعمال کرتی ہیں تو اسکا سبب یہ ہے کہ وہ قدرتی حسن سے بالکل محروم ہیں۔ یعنی انکا رنگ زردی مائل سفید ہوتا ہے اگر اسکو وہ پوڈر سرخی سے سرخ سفید نہ کریں تو ہرگز خوبصورت کہلانے کی مستحق نہیں ہوسکتیں۔ دوسرے انکی پلکیں بالکل نہیں ہوتیں اگر ہوتی بھی ہیں تو نا معلوم سی۔ جبکہ اب جدید فیشن کے ہاتھوں وہ نوک برش سے سرمہ لگاکر اس کی کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ پیرس جیسے فیشن پرست شہر میں میں نے رہ کر خوب ان لوگوں کی روزانہ زندگی کا مشاہدہ کیا ہے

اگر آپ اپنے ملک کی ایک سانولی ناک نقشہ سے درست، عورت کو لیں اور وہاں کی ایک بغیر غازہ کی عورت کے لائیں تو یقینا آپ مشرقی عورت کو مغربی عورت پر ترجیح دینگی مغربی عورتیں اپنے بیر حسن کی کمی محسوس کرتی ہیں جب ہی ہر وقت اپنے پاس جیب میں آئینہ پوڈر سرخی رکھتی ہیں کہ سڑکوں پر موٹروں میں تماشوں میں ہر جگہ قلعی کی طرح پھیرتی ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انکی قلعی کھل جائے وہ فیشن کی آڑ میں اپنے کو چھپائے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم ہندوستانی عورتوں کو چھپانے کی ضرورت ہی نہیں اس لیے کہ ہم کو وہ سب چیزیں قدرت کی طرف سے حاصل ہیں پھر کیوں ہم مصنوعی چیزوں سے اپنے قدرتی حسن کو خراب کریں۔

میں یہ نہیں کہتی بالکل ان سب چیزوں کا استعمال چھوڑ دیا جائے۔ نہیں حسن کو بڑھانے کے خیال سے انھیں صفائی کیلئے استعمال کریں۔ زیادہ پینٹ کرنے سے صورت پر پکا پن ظاہر ہونے لگتا ہے غازہ کم استعمال کرنیوالوں کا چہرہ بھولا بھالا رہتا ہے میں وہ دوائیں لکھتی ہوں جنکے کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے اور صورت بھی بھولی بھالی رہے۔ خود میرا آزمودہ ہے اور رنگ صاف کرنے چھائیاں وغیرہ نہ پڑنے کے لیئے مجرب ہے۔

۱۔ روزواٹر (عرق گلاب) لیمن واٹر (عرق لیمو تازہ) گلیسرین ہموزن پھٹکری کا پوڈر جو گھر میں بن سکتا ہے دو حصہ ایک شیشی میں ملاکر رکھ لیجے روز شب کو ملاکر منہ، گردن ہاتھوں پر مل لیجے صبح کو دھو ڈالیے آپکو چہرہ سات روز میں نمایاں فرق رنگ میں معلوم ہوگا خاصکر جاڑوں میں بہت عمدہ چیز ہے۔

۲۔ غسل کیلئے سرسوں ایک حصہ باوکھر چار حصہ سیر بھر دودھ میں اُبال ڈالیے سنترہ کے چھلکوں کو خشک کرکے پوڈر بنوالیجے آدھ پاؤ صابن آدھ پاؤ زردی معطلگی دو تولہ مجیٹھ دو تولہ رال دو تولہ یہ سب ایک پسوا لیجے عمل کیوتت چنبیلی کے روغن میں ڈالکر تھوڑا حسب ضرورت پانی ڈلوا کر ملائیے دوسرے تیسرے روز منہ پر بھی مل لیا کیجے مہاسہ چھائیاں چیچک کیلئے خاص چیز ہے اور جھریاں بھی نہیں پڑتی ہیں بہتوں آئیں در دسری تو بہت ہے لیکن اپنے ہندوستان ہی کی چیزوں کو ذرا دیگر آزمائیے اور دیکھیے کتنا فائدہ اٹھاتی ہیں صابن سے سر دھونا مفید نہیں کھلی اچھی چیز ہے روغن چنبیلی تین حصہ روغن بادام ۲ حصہ ملاکر سر میں لگائیں جتنے بال سفید ہیں سیاہ ہوجائینگے رنگ بلکہ استقلال سے کام لیا جائے یہ نسخہ آجکل میرے زیر تجربہ ہے کئی شخصوں پر آزما چکی ہوں بال بڑھنے گھنے ملائم ہونے کے [illegible]

اے معبود!

مرحومہ حمیدہ خانم ایم اے نے یہ مضمون ہمیں انتقال سے چار ماہ قبل بھیجا تھا! ایڈیٹر

اے معبود! میرے رب! میری زبان میں اتنی طاقت اور میرے قلم میں اتنا زور کہاں کہ تیری تعریف کرسکوں۔ آہ میرے آقا۔ میرا دل تیری یاد میں مضطرب ہے۔ تیری یاد میں اسقدر میں محو ہوگئی ہوں کہ اب اس دنیا میں میرے لئے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔

تو رحمٰن ہے تو رحیم ہے۔ مجھے توفیق دے کہ جب تک تو مجھے اس باغ عالم میں رکھنا چاہتا ہے میں اپنی زندگی تیری ہی پرستش اور تیرے ہی احکام کی تعمیل میں گذار دوں اور ان نیک بندوں کے نقش قدم پر چلوں جنہوں نے اپنی بیش قیمت زندگی تیری راہ میں گذاری۔ الٰہی میرا مقصد زندگی ہمیشہ یہ ہی رہے کہ انسان جب تک جئے دوسروں کے لئے اور جب مرے تو بھی دوسروں کے لئے کیونکہ

تبلاتے ہیں ہم کو بزرگوں کے واقعات ہم بھی نہیں زمانہ میں یکتا و شاد کام
اور کام وہ کریں کہ جو مرنے کے بعد بھی قایم رہیں، جہان کا جب تک رہے قیام

میری آنکھ میں اتنی طاقت نہیں کہ تجھے دیکھنے کی تاب لاسکے۔ رات کی خاموشی میں، تیری یاد میں میں گھنٹوں آنسو بہاتی ہوں۔ اے میرے معبود، مجھ پر اپنا فضل کر نسیم سحری سے لیکر رات کے اس حصہ تک جب نیند مجھ پر غالب آجائے میری یہ ناچیز زندگی نیک کاموں میں گذرے۔ معصوم بچوں اور مظلوم بے کس عورتوں اور ضعیفوں کا خیال ہمیشہ میرے دل میں رہے۔ اور میں حتی المقدور ہر حال میں ان کی مدد کرسکوں، میرے ہاتھ اور میرے پاؤں، میرا دل اور میرا دماغ اے طاقت ور بادشاہ ان غریبوں کے کام ہمیشہ آتا رہے جنہیں دُنیا کمزور سمجھ رہی ہے۔ میرے معبود تیرا پاک کلام ہمیشہ اس زندگی کی کٹھن منزل میں میرا راہ نما ہو اور جب میں اس دُنیا فانی سے کوچ کر جاؤں تو میری زندگی دوسروں کے دلوں پر کچھ اثر چھوڑ جائے کیونکہ اس دنیا فانی سے میں صرف ایک ہی مرتبہ گذروں گی۔ اس لئے اگر میں کوئی نیکی کرسکتی ہوں یا اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور دلسوزی کا کوئی ثبوت دے سکتی ہوں تو مجھے اب ہی اس کی توفیق دے کیونکہ میں اس طرف سے پھر نہ گذروں گی اور کیا معلوم میری زندگی کا یہ چراغ کب بجھ جائے۔

حمیدہ

مرحومہ کے انتقال پر محترمہ خورشید آرا بیگم منشی فاضل نے ایک دردانگیز نظم لکھی ہے جو دسمبر کے عصمت میں شایع ہوگی۔ ایڈیٹر

THE "ISMAT" DELHI Vol 53, No 5 NOVEMBER, 1934.

محترمہ حمیدہ یوسف علی بی اے، آنرز

جن کا ۲۱ اگست کو انتقال ہوگیا ۔

اسٹریلیا کا بچہ ، ایک بہت عجیب کا جانور ہے -

یہ سوچستانی بیمار شدہ بچہ سالوبہ جو اپنے والد کے قتل کے
سبب اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر
اپنے وطن آگئے ہیں -

وفا

ڈراما

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

خاں جہاں۔ عظمت۔

گلنار۔ یہ لو۔ نواب صاحب بھی آگئے۔ ایک پل گذرنا بھی دشوار تھا۔ ایک دفعہ بھی آکر باندی کو درشن نہ دے سکے۔

خان جہاں۔ بیگم صاحبہ مجبوری نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ یہں نہ آتا۔ اسوقت ہند کے طول وعرض سے اُمراء آگرہ میں مدعو ہیں۔ ان سے ملاقات بازدید نے فرصت نہ دی۔ اسی حالت میں سارا دن گذر گیا بھلا آپ کے پاس کس طرح آسکتا تھا۔ زندگی بھر میں یہ پہلا موقع ہے کہ مجھے تمھاری یاد کی بھی فرصت نہیں ملی۔

باندی۔ کیوں بیگم صاحبہ میں آپ سے نہ کہہ رہی تھی کہ آگرہ کے اُمراء جوق جوق حضور کی ملاقات کیلئے آرہے ہیں

گلنار۔ باندی شہر میرے پاس بھی تو اُمراء کی کتنی بیویاں آئی تھیں لیکن میں تو دم بھر کے لئے بھی حضور کو نہیں بھول سکی

خان جہاں۔ اب بھی مجھے فرصت نہیں ہیں عظمت کو بلانے آیا ہوں عظمت تم ذرا باہر جاؤ۔ بادشاہ نے تم کو ایک ہزاری کی منصبداری کی سند بھیجی ہے۔ عزت کے ساتھ قبول کرو۔

گلنار۔ کیوں عظمت میرا کہنا ٹھیک ہوا نہ۔

عظمت۔ مجھے یہاں رہنا ہوگا ؟

خان جہاں۔ بادشاہ سلامت حکم دینگے تو رہنا ہی ہوگا۔ جلدی چلو بادشاہ کے بھیجے ہوئے امرا دیر سے تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں۔

عظمت کا جانا

گلنار۔ باندی جا اور جلدی نواب صاحب کے آرام کا بندوبست کر۔

خان جہاں۔ آرام کون کرے گا ؟

گلنار۔ کیوں ؟ کیا اب امرا کی بھیڑ کم نہیں ہوئی ؟

خان۔ اُمرا کی بھیڑ تو کم ہوگئی ہے۔ مگر طبیعت پر ایک بوجھ ہے۔ جو جان کھائے جا رہا ہے۔ جب تک دربار سے لوٹ کر نہ آؤں۔ تسکین نہیں ہو سکتی۔

گلنار۔ کیوں حضور کیا کچھ بیعزتی کا کھٹکا ہے ؟

خان۔ ابھی تک تو عزت و خاطر ہو رہی ہے۔ یہانتک کہ توقع سے ۔۔۔ لیکن پھر بھی یہ حالت ہے کہ کھٹکا نہیں جاتا۔

گلنار۔ آپ کا کھٹکا بے سود ہے۔

خان۔ شاید ایسا ہی ہو لیکن بیگم جانتی ہو کھٹکے کا ایک سبب ہے۔ گو بہت سے اُمراء اور شاہی دربار کے معزز اراکین کی ملاقات میرے لئے باعث فخر و مباہات ہوئی ہے لیکن گلنار یہ کیسی حیرت کی بات ہے۔ کہ میرے دوستوں میں سے کوئی بھی مجھے ملنے نہیں آیا۔

گلنار۔ کون نہیں آیا ؟

خان۔ کوئی بھی نہیں آیا خصوصاً مجھے مہابت خاں کے

آنے کی تو بہت توقع تھی۔

گلنار۔ وہ تو دوستی سے قطع تعلق کر چکا ہے کس منہ سے آپ کے پاس آتا۔

خان۔ گلنار نہیں وہ میرا عزیز دوست ہے بدقسمتی سے ہم دونوں میں کدورت ہوگئی ہے بس ایسے موقع کی راہ دیکھ رہا ہوں۔ جس دن ہم دونوں دوست بڑھاپے میں جدائی کی جلن کو راحت کے آنسوؤں سے بجھا دیتے لیکن بیگم میرا خیال بر نہ آیا۔ بعد میں آئے گا تو میں اس سے ملاقات نہ کرونگا وہ کیوں نہیں آیا؟ کیا اسے خواہش نہیں ہوئی۔ یا مجبور ہوکر مجھے اپنی ملاقات سے خوش قسمت نہیں بنا سکا؟ جو کچھ کہ ہونا ہے ہوکر رہیگا لیکن پھر بھی جی میں کھٹکا لگا ہوا ہے۔

عظمت کا آنا

عظمت۔ ابا جان میں تو منصبداری نہ لونگا۔

خان۔ کیوں۔

عظمت۔ آپ کے پرانے دیوان کے بیٹے نرائن داس کو پانچہزاری کا منصب ملا ہے مجھے اسکی ماتحتی منظور نہیں

خان۔ سن لیا بیگم (عظمت سے) تم نے کیا نامنظور کردیا؟

عظمت۔ میں نے کچھ نہیں کہا میں آپکے حکم کا منتظر ہوں

خان۔ ابھی چلو میں تمہاری طرف سے نامنظور کئے دیتا ہوں۔ سمجھ گیا چالاک مغل نے محض مجھے بے عزت کرنے اور میری خودداری کو ٹھیس لگانے کیلئے مجھے یہاں مدعو کیا ہے

دونوں کا جانا

گلنار۔ دہائی ہے جہاں پناہ بگڑ کر کوئی مصیبت نہ پیدا کردیں۔

باندی۔ بیگم صاحبہ۔ کیا آپ آگرے کی سیر نہ کرینگی۔ سرزمین ہند کی اس ہندی دلہن کی رونمائی کچھ اسیوقت بھلی معلوم ہوتی ہے۔

گلنار۔ دیکھو باندی آگرے کی شان و شوکت اور اسکا حسن اسوقت تک میری نظروں میں ہیچ ہے۔ جب تک نواب جہاں دربار سے عزت اور خیریت سے واپس نہیں آتے آگرہ میری نظروں میں تب ہی خوشنما معلوم ہو سکتا ہے۔ جبکہ میرے آقا کا دل گہوارۂ تسکین اور ان کا ضمیر خودداری کا آئینہ ہو۔

باندی۔ نواب صاحب کے عزت اور خیریت سے لوٹ آنے میں کیا اب بھی کوئی شک ہے۔ میں نے لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ آگرہ شہر میں جیسی دھوم دھام اور شان و شوکت نواب صاحب کے استقبال میں ہوئی ہے۔ کسی بادشاہ کی تخت نشینی کے وقت بھی نہیں ہوئی۔ چھت پر بیٹھ کر آپ نے بھی تو آتشبازی کا تماشا دیکھا تھا۔ علاوہ ازیں امرا کا اشتیاق مزید شک کی گنجائش نہیں رکھتا۔ متردد نہ ہوں بادشاہ ہمارے نواب صاحب کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور انکو اپنا معاون تسلیم کرتے ہیں ایسے مددگار کی بے عزتی ایک خیال موہوم ہے۔ بادشاہ انکی مخالفت کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے۔

گلنار۔ خدا تیرا خیال درست کرے۔ لیکن پھر بھی جب تک نواب صاحب لوٹ کر نہیں آتے۔ اور میں انکے چہرے پر مسکراہٹ نہیں دیکھ لیتی۔ تب تک مجھے تسلی نہیں ہو سکتی۔

باندی۔ بیگم صاحبہ۔ تب تک کچھ پھول توڑ لاؤں۔

گلنار۔ باندی ٹھہر نواب صاحب کو واپس آنے دے۔

ان سب باتوں کے لئے بہت وقت پڑا ہے۔

عظمت اور خان جہان کا آنا۔

خان۔ بیگم صاحبہ۔

گل۔ جہاں پناہ۔

باندی۔ اف۔ اف یہ کیا؟ جہاں پناہ۔ بیگم صاحبہ غضب ہوگیا۔

خان۔ چپ باندی شور مت کر۔

باندی۔ ہائے اللہ یہ کیا؟ خون سارے بدن پر خون ہے

خان۔ عظمت باندی کو یہاں سے ہٹا دو۔

عظمت۔ باندی آ۔ چلا مت۔ چل دونوں کا جانا۔

خان۔ بیگم۔

گلنار۔ جناب سب کچھ سمجھ گئی۔ آپ تمام خون سے تربتر ہو رہے ہیں۔ شاید آپ بہت زیادہ زخمی ہوئے ہیں۔ بیٹے کا بھی یہی حال ہے۔

خان۔ زخمی تو نہیں ہوا۔ البتہ کچھ بھیڑوں کو ذبح کرکے آرہا ہوں۔ یہ تمام خون انہیں کا ہے۔ صرف اس بے ایمان کو نہ مار سکا۔ ہاتھ میں آکر نکل گیا۔ بھاگ گیا۔

گل۔ ایسا کیوں ہوا۔

خان۔ سب حال بتانے کا موقع نہیں۔ گلنار اس وقت گرفتار بلا تمہارے پاس آیا ہوں۔ اور میرے رنج و غم اور میرے راحت و مسرت میں حصہ لینے والی کیا اس مصیبت کے وقت میں تم — ہاں — تم — میری —

گل۔ یہ کیا۔ آپ اسقدر پریشان کیوں ہیں۔ مصیبت کو تو آپ اپنا دوست تصور کرتے تھے۔ اور رنج و غم آپکے جسم میں برقی لہر پیدا کر دیتے تھے۔ پھر اس وقت یہ پریشانی کیسے جہاں ہو رہی ہے۔

خان۔ میری گلنار جان کے لئے میں پریشان نہیں ہوں۔

گل۔ پھر یہ پریشانی عزت کے لئے ہے۔ سمجھ گئی (ہمکو ہمراہ لانے کے سبب ہی آپ اپنے کو مصیبت میں سمجھتے ہیں)

خان۔ بے ایمان مغل کی چالاکی کو میں جانتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ میں تم کو اپنے ہمراہ لانے میں رضامند نہ تھا معلوم نہیں کیوں میں تمہاری عرض نہ ٹال سکا۔؟

گل۔ مطمئن رہیے۔ خان جہاں لودھی کی عزت کو بگاڑنے والا آدمی دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ لودھی خاندان کے گھر کی ایک ادنےٰ خادمہ بھی مغلوں کے حرم کے سایہ کو ناپاک سمجھے گی۔ جہاں پناہ آپ اپنا فرض اطمینان سے پورا کریں خاندان لودھی کے عزت کے خزانے کی چابی میرے ہاتھ میں ہے میں وہاں کی میگزین اور ہوشیار سپاہی ہوں۔ وہاں آپ فکر کا مطلقاً خوف نہ کھائیں۔

دریا خاں کا آنا۔

دریا۔ جناب عالی بس اب دیر نہ کیجئے گھڑی بھر دیر کرنے سے سب بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ اگر عزت اور شان کے ساتھ آپ الورے لوٹ جانا چاہتے ہیں۔ تو بس پھر لحہ بھر کی بھی دیر نہ کیجئے۔

خان۔ دریا خان۔ پھر سو سپاہی لیکر تم بیگم کے ہمراہ رہو انکی حفاظت کا کام میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

دریا۔ جہاں پناہ کا جو حکم۔ آپکے مخزنہ۔ اس خادم نے زندگی بھر میں پہلی دفعہ یہ سعادت حاصل کی مگر ایسے بدقسمتی کے وقت خادم کا نصیبہ جاگا۔ محترمہ والدہ آؤ اس پاک بوجھ سے میں اپنے کو احسانمند بناؤں۔

باقی دیکھئے صفحہ ۱۲۴ پر

سانپوں کے متعلق مختلف قصے اور کہانیاں سنی جاتی ہیں۔ اِن کہانیوں میں لطف بھی آتا ہے اور ڈر بھی معلوم ہوتا ہے۔ اژدہا شاہی جانور کہا جاتا ہے اسکا مزاج ہوتا بھی شاہانہ ہے۔ اس کی حرکات بے وجہ نہیں۔ جن لوگوں نے اچھی طرح اسکا مشاہدہ اور مطالعہ کیا ہے انکا بیان ہے کہ اژدہا بے انتہا زہریلا ہوتا ہے اس کے تالو پر ایک تھیلی سی ہوتی ہے جس میں زہر بھرا رہتا ہے جب اژدہا کسی کے کاٹتا ہے تو تھیلی اُلٹ دیتا ہے اور زہر نکل کر اس زخم سے جو کاٹنے سے ہو جاتے ہیں سارے جسم میں آناً فاناً پھیل جاتا ہے اس کے بعد ناممکن ہے کہ انسان بچ سکے۔ فوری موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور بعض دفعہ تو گھر کے لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا زہر اپنا کام کر چکا اور انسان ختم ہو چکا ہے۔ اب تو منتر کام آسکتا ہے نہ دوا۔ بعض حالتوں میں جو منتر پڑھنے اور جھاڑ پھونک سے آدمی بچ جاتا ہے اسکا سبب معلوم ہے کیا ہے ؟

اژدہے یا ناگ کی تالو والی تھیلی ہمیشہ زہر سے پوری بھری ہوئی نہیں رہتی بلکہ پورے سال بھر میں بھرتی ہے جس شخص کو اژدہا اس حالت میں کاٹتا ہے کہ تھیلی زہر سے پوری بھری ہوتی ہے تو پھر انسان کا بچنا قطعی ناممکن ہے چند منٹ میں ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اژدہا پہلے کسی کو کاٹ چکا ہے اور اب تھیلی زہر سے بھری ہوئی نہیں ہے۔ اس حالت میں کسی کے کاٹے تو بچ سکتا ہے منتر اور جھاڑ پھونک اور دوا کا ابھی اثر ہو سکتا ہے ورنہ پہلی حالت میں تو تدبیر اور علاج کا موقع نہیں ملتا۔ اگر اژدہے نے اتفاق سے کسی تیسرے شخص کو کاٹ لیا تو اسکا بچنا اور زیادہ ممکن ہے۔ کیونکہ اسوقت تھیلی میں زہر کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ ایسے شخص پر منتر کی کرامت دکھانے میں جھاڑ پھونک کرنے والے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سپیرے موقع پا کر تالو والی تھیلی سانپ کو اُلٹ کر زہر سے خالی کروا ڈالتے ہیں اور پھر تھیلی کاٹ لیتے ہیں۔ پھر پیدا ہونے کو عرصہ دراز لگتا ہے اب چونکہ زہر نکل چکا ہوتا ہے اس لیے سپیرے حیرت انگیز شعبدے دکھا کر لوگوں کو محظوظ کرتے ہیں۔

اژدہا اسی وقت کاٹتا ہے جب کوئی اسے خواہ مخواہ چھیڑے۔ مثلاً کسی نے مار ڈالنے کی کوشش کی اور ناکامیاب رہا اور کچھ زخمی کر دیا۔ اب سانپ نہایت غصہ کی حالت میں دشمنِ جان بن جائے گا اور موقع کی تاک میں رہیگا اور کبھی نہ کبھی بدلہ لے کر چھوڑے گا۔ سانپ کو مارتے وقت بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ اور کبھی مارنے والا بات نہیں کرتا۔ کیونکہ اگر سانپ نے اِتفاق سے مارنے والے کی آواز سُن لی تو بس اس کے لیے یہی پہچان کافی ہے اور برسوں گذر جانے پر بھی۔ مکان میں، باغ میں، جنگل میں جہاں داؤں لگے گا کاٹے گا۔

جس شخص نے اژدہے کو جان سے نہیں مارا محض زخمی کیا ہے اس کی زندگی ہمیشہ خطرہ میں ہے۔

ہمارے بزرگوں میں سے ایک عزیزہ اپنے اہل عیال سمیت بغرض تجارت ساحل ملیبار تشریف لے گئے۔ اور کالیکٹ میں کاروبار شروع کیا۔ لیکن رہائش کے لئے وہ جگہ کچھ موزوں نہ معلوم ہوئی چند میل کے فاصلے پر وئناڈ کی پہاڑی پر ایک مختصر مکان میں رہنے لگے۔ اس پہاڑی کی آب و ہوا نہایت خوشگوار تھی تمام پہاڑی اور وادی گلزار بنی ہوئی تھی۔ قدرت کی آبیاری سے ہمیشہ سرسبز اور شاداب نظر آتی دن کو یہ جگہ بہشت کا نمونہ معلوم ہوتی مگر شب کو دوزخ کی تکلیفوں کا خیال پیدا ہوتا۔ کیونکہ سانپ اور بچھوؤں کا مسکن تھی رات کو وہ اپنی ڈراؤنی ہستی کو پیش کرتے۔ کہیں پلنگ پر کہیں رستہ پر رینگتے ہوئے نظر آتے۔ اس کے علاوہ گنجان جنگل جو اسی پہاڑی کے اردگرد گھرا ہوا تھا وہاں سے طرح طرح کے درندوں کی آوازیں سنائی دیتیں۔ رات بھر ڈر اور بے قراری میں بسر ہوتی۔ بچوں کو کچھ خوف و فکر نہ تھا۔ سرشام ہی کھلا کر پلا کر پورے بندوبست سے سلا کر مسہریوں کے پردوں کو بستر کے نیچے دبا کر محفوظ کر لیتے تاکہ یہ موذی جانور پلنگ میں گھسنے سے باز رہیں۔ البتہ بزرگوں کی رات پہاڑ سی گزر جاتی۔ بندوق طپنچہ لاٹھی ڈنڈے بستر پر رکھ کر لیتے۔

ایک دفعہ جب یہ لوگ وئناڈ میں مقیم تھے ایک سہانی شام کو بیگم صاحبہ حسب معمول ٹہلنے کے لئے نکل گئیں۔ ان کی رگوں میں عربی خون دوڑ رہا تھا اس لئے دنیا کی کسی چیز سے کبھی نہ ڈرتی تھیں وہ خوب اچھی طرح جانتی تھیں کہ یہ پہاڑی دوزخ و بہشت کا نمونہ ہے۔ مگر وہ ان جنگلوں میں جانے سے خوف نہ کھاتیں۔ ان کو مرغیوں کے پالنے کا بہت شوق تھا سویرے انہیں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ شام کو لوٹ کے آجاتی تھیں یا ملازم ڈھونڈ کے لے آتا تھا یا بیگم صاحب آپ چلی جاتیں اور جمع کر کے بڑے شوق سے لے آتیں۔ اگرچہ ہمیشہ انہیں روکا جاتا تھا مگر نڈر بہادر تھیں کسی کے کہنے سے وہ ڈرتی تھیں نہ رکتی تھیں۔ اس دن بھی بہت اونچی قد آدم گھاس کو چیر کر اپنی مرغیوں کی تلاش میں دور نکل گئیں۔ بعض مرغیاں باآسانی مل گئیں۔ بعض بہت دور نکل گئی تھیں بیگم صاحبہ انہیں آواز دیتی ہوئی چلی جا رہی تھیں کہ انھیں کسی جانور کی سرسراہٹ معلوم ہوئی فوراً بے اختیار دوڑتی ہوئی واپس لوٹ گئیں اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ صرف دوڑنے سے کام رکھا کیونکہ انکو معلوم ہوا کہ جانور بھی بڑی تیزی سے انکی طرف آ رہا ہے۔ دم پھول گیا آگے دوڑنے کی طاقت نہ رہی۔ لیکن اسوقت وہ ایک صاف ٹیلے پر چڑھ چکی تھیں اب انھوں نے دیکھا کہ ایک بڑا اژدھا انکے قریب پہنچ گیا ہے یہ دیکھنا تھا کہ مارے خوف کے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں۔ مگر گرنے کے پہلے گھبرا کر دو تین آوازیں چیخ کر دیں۔ بچے جو اپنے مکان کے سامنے کھیل رہے تھے انھوں نے جو چیخ سنی تو دیکھا کہ کوئی چیز اماں کے سر پر جھوم رہی ہے۔ وہ تو کچھ سمجھے نہیں مگر اسی وقت ان کے والد اور چچا کام سے واپس لوٹے تھے

چیخ ان تک بھی پہونچی باہر آئے۔ بچوں سے دریافت کیا انہوں نے بتایا کہ وہاں اماں زمین پر گری ہیں اور کوئی چیز ان کے سر پر جھوم رہی ہے۔ ان لوگوں نے بندوق وغیرہ اٹھائی اور نوکروں کے ہمراہ اس سمت روانہ ہوگئے۔ اب جو نظارہ ان کی آنکھ کے سامنے تھا اس سے چھکے چھوٹ گئے۔ خون خشک ہوگیا! بیگم صاحبہ بے خبر پڑی ہیں اور اژدھا ان کے سر پر اپنا پھن پھیلا کر جھوم رہا ہے! اب اس ناچاری کی حالت میں وہ لوگ بیگم صاحبہ کو اس موذی کے منہ سے کیسے بچا سکتے ہیں۔ دل کانپ رہا تھا کہ کیا کریں اور کس طرح بندوق چلائیں کہ بیگم صاحبہ کا بال بیکا نہ ہو اور اژدہے کا کام تمام ہوجائے۔ سوچتے تھے اگر ہم نزدیک جانے کی کوشش کرینگے تو اژدھا کہیں غصہ میں بیگم صاحبہ کو کاٹ نہ لے سکتہ کے عالم میں حیران پریشان تھے کہ نہ مار سکتے ہیں نہ نزدیک جاسکتے ہیں۔ معلوم نہیں کیا بات ہوئی اژدہے کے دل میں ان لوگوں کو دیکھکر کیا خیال پیدا ہوا یا تو بیگم صاحبہ کے جسم پر اپنے کو لپیٹ لیا تھا یا سارے بل کھول کے سر سراتا ہوا ایک طرف جنگل میں چلا گیا۔ اور یہ آزاد ہوگئیں۔ اس کے بعد انکے شوہر اور عزیز سب انکے پاس گئے اور اٹھاکر اور مکان میں لاکر پلنگ پر لٹا دیا اور لگے دیکھنے کہ کہیں اس موذی نے ضرر تو نہیں پہونچایا اور کاٹ تو نہیں لیا۔ وہاں کوئی ڈاکٹر یا معالج موجود نہ تھا گھریلو دوائیں کرتے رہے اور کالیکٹ سے ڈاکٹر کو بلوایا۔ گھنٹوں میں جاکر بیگم صاحبہ کو ہوش آیا۔ اور وحشت سے پھر آنکھیں بند کرلیں۔ اسی طرح دنوں ہفتوں بلکہ مہینوں تک وہی اژدھا نظر آتا رہا۔ جب انہوں نے یہ کیفیت بیان کی۔ انکے چہرہ پر وحشت برسنے لگی۔ وہ کہتی تھیں کہ جب اس واقعہ کو میں بیان کرتی ہوں تو جھومتا ہوا اژدھا نظر آنے لگتا ہے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ جب اژدھا پھن نکالکر کسی کے سر پر جھومتا ہے اور بے ضرر چلا جاتا ہے تو اسکا نصیبا جاگ اٹھتا ہے یا تو وہ حکومت کرتا ہے یا اسکے خاندان میں کسی کو حکومت کرنیکا موقع ملتا ہے۔ اس معاملہ میں ہمنے بھی دیکھا کہ بیگم صاحبہ کے داماد ایک عہدہ جلیلہ سے ترقی کرتے کرتے اتنے بڑھے کہ ایک ریاست کے سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ اور انکی ہی شخصیت سے سب کچھ ہوتا رہا۔

ایک اور واقعہ سناتی ہوں ساحل ملیبار کے ایک گاؤں کا رہنے والا غریب کسان فرصت کے وقت جنگل سے توڑکے یا گری ہوئی لکڑیاں چنکر اپنے استعمال کے لئے لاتا تھا جب زائد ہوتیں فروخت کرڈالتا۔ ایکدن بڑی محنت سے ایک بڑا بوجھ لکڑیوں کا جمع کر رہا تھا کہ اسے سانپ نے ڈس لیا۔ فوراً سمجھ گیا کہ سانپ نے ڈسا ہے۔ جو درانتی اس کے ہاتھ میں تھی فوراً اس سے اپنی زخمی انگلی کو دو انچ کاٹ کے وہیں پھینک دیا اور جنگلی دوا انگوٹھے کے زخم پر لگادی چند روز بعد زخم اچھا ہونے لگا۔ اب پھر وہ جنگل میں جانے لگا۔ ایک دن لکڑیاں کاٹتے اسی جگہ پہونچا جہاں سانپ نے کاٹا تھا دیکھتا کیا ہے کہ وہی اسکا کٹا ہوا انگوٹھا زہر آلود ہوکر پھول کر سیاہ پڑگیا ہے۔ نہ معلوم کیا اسکے جی میں آئی کہ اس نے اس انگوٹھے کو اٹھایا اور کٹے ہوئے انگوٹھے کی جگہ لگاکر دیکھا۔ چونکہ ہنوز زخم کسیقدر تازہ تھا یہ بوسیدہ انگوٹھا لگتے ہی سارے جسم میں زہر پھیل گیا اور چند گھنٹوں میں وہ مرگیا۔

زہرہ بیگم فیضی

دُنیاوی جنّت

نیوگینیا علاقہ آسٹریلیا کے گھرے جنگلوں کے درمیان حال میں ایک ایسی ارضی بہشت معلوم کی گئی ہے جو دُنیا کے نقشہ پر کہیں نظر نہیں آئی۔ جو صرف طیارہ سے دکھائی دیتی ہے اب تک کسی کو معلوم نہ تھا کہ آسٹریلیا کی ان جنگلی دیواروں کے اندر ایک ایسی مہذب متمدن دُنیا بھی قایم ہے۔

مسٹر ڈی۔ آر بسی قریب بیس سال سے آسٹریلیا میں ایت اور ٹیلوں سے سونا نکالنے میں مشغول ہیں عصمتی بہنوں کو علم ہوگا اکثر یورپین آسٹریلیا جاکر سونا نکالکر متمول بن گئے۔ اسی طرح مسٹر بسی بھی آسٹریلیا میں سونا نکالنے کا کام کر رہے تھے ان کے ایک مضمون کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ایک دفعہ میں سونے کی تلاش میں بہت دور نکل گیا تھا۔ قیام کے لئے کسی اچھی آرام دہ جگہ کی تلاش میں جنگلوں میں پھر رہا تھا کہ عورتوں کی ایک جماعت ملی۔ جس میں ہر عورت نہایت حسین بے حد خوبصورت لمبے قدکی نہایت توی تھی۔ انھیں دیکھکر مجھے نہایت تعجب ہوا۔ مگر یہ جماعت مجھ سے بے التفات رہی۔

جب میں ان کے قریب گیا تو تھوڑی دیر بعد یہ عورتیں مجھ سے مانوس ہوگئیں۔ اور ہم میں گہری دوستی ہوگئی۔ میرے چند ہفتوں کے قیام میں مجھے انکے متعلق بہت سی مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ میں یقین کرتا ہوں دُنیا میں اس سے زیادہ کوئی ملک مہذب نہ ہوگا۔ اور خوبصورت بھی اتنا کہ میں بلا مبالغہ اسکو ارضی بہشت کہہ سکتا ہوں۔ اتنا صلاح کل ملک تصور میں بھی نہیں آسکتا۔

تشفی بخش پرسکون زندگی بسر کرنا یہ لوگ بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ انکے قوانین اور قاعدے بھی اتنے عمدہ ہیں کہ کسی اور ملک کے باشندوں کے خیال میں بھی نہیں آسکتے۔

آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا اس ملک میں صرف عورتوں کی حکومت ہے۔ یہاں کی ملکہ ایک حسین خوبصورت عورت ہے۔ جو انتخاب سے مقرر کی جاتی ہے۔ انتخاب کے شرائط میں صحت و تندرستی جسمانی طاقت اور خوبصورتی اولین شرطیں ہیں۔ اس کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ قانون کا حکم رکھتے ہیں۔ لیکن یہاں کے مرد طاقت قوت حسن و صحت میں عورتوں سے نصف درجہ بھی نہیں ہیں۔ یہ مرد گھر کے اندر تمام کام انجام دیتے ہیں۔ اور عورتیں باہر میدانوں میں سخت سے سخت مشقت کے کام کرتی ہیں۔

یہاں جرم ایک نہ معلوم سی بات ہے۔ کیونکہ یہاں کے قوانین ضوابط اتنے مستحکم بہترین ہیں کوئی ان سے انحراف نہیں کرسکتا۔ یہ تمام قوانین صرف حکمراں عورتوں کے بنائے ہوئے ہیں۔

اتفاق سے کبھی جرم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ میرے زمانہ قیام میں ظاہر ہوا تھا۔ میں نے سُنا ایک مرد کو کسی جرم پر سزا دی جا رہی ہے۔ میں اس کو دیکھنے گیا۔ اس مرد کو دو قوی عورتیں کوڑا لے مار رہی تھیں اور وہ اس سزا کو خاموشی سے برداشت کر رہا تھا۔ کیونکہ قانون ہی ایسا مستحکم تھا۔

جرم کی اہمیت پر کوڑوں کی تعداد ہے۔

میں چند مشنریوں کی جماعت اور سیاحوں کو اس جگہ لیجانا چاہتا تھا مگر اس بہشت کے قاعدے قوانین کا ضبط کرنا یورپ کے لوگوں کے لئے کچھ آسان نہیں ہے۔ اس لئے میں اس خیال سے باز رہا۔

میرا کام رُکا ہوا تھا۔ اس لئے مجبوراً اس بہشت اور یہاں کے مسرور باشندوں کو چھوڑنا پڑا"

یہاں کی عمارات بہت عمدہ بنی ہوئی ہیں مغرب کی دوسری بستیوں کی طرح یہاں کے باشندے فن عمارت سے لاعلم نہیں۔

یہاں کی مردم شماری قریب دو لاکھ کے ہے۔

عورتیں تجارت اور سیاست سے خوب واقف ہیں

(ترجمہ بکسیٹر ہیرالٹ) **مہر النساء**

تو آ!

بادشاہوں کے والی!

اِس دُنیا کی خاموش بستیوں میں رہنے والی تمنائیں تجھے پکارتی ہیں۔ صبح کی روشنی اور شام کی تاریکی میں یہ محبت شعار روحیں تیرے انتظار میں تڑپتی ہیں۔

تو آ! اور ان ویران دلوں کی بیقرار بستیوں میں اپنا گھر بنا لے۔

شہنشاہوں پر حکومت کرنے والے شہنشاہ!

اس جذباتی دُنیا کے سمندر میں پریشان کشتیاں ہچکولے کھا رہی ہیں۔ ان کے بادبان تیز و تند ہَوا کی وجہ سے بالکل پھٹ چکے ہیں۔ ان کے مستول خوفناک طوفانوں سے شکستہ ہو چکے ہیں۔ اور یہ کمزور کشتیاں تیز چٹانوں سے ٹکرا کر اس جذباتی دنیا کے گدلے پانی میں غرق ہَوا چاہتی ہیں۔

میرے والی! تو آ اور ان کمزور کشتیوں کا بادبان بن!

میرے مالک! تو آ اور ان کو اپنے رُخ بہالے!

آمنہ یتیم۔ جھنگ

(بقیہ صفحہ ۲۰۴) **گل**۔ یہ کیا! بوجھ! بوجھ کیسا بوجھ بننے کے لئے میں اپنے آقا کے ہمراہ بالارادہ آگرہ نہیں آئی اگر کسی وجہ سے آپکا کام بگڑ جاتے۔ اور شومئے قسمت سے میں دشمنوں کے قبضہ میں چلی جاؤں میری لڑکی اور میری خادمائیں اگر قید ہو جائیں تو میں سمجھونگی کہ ہم سب اپنے ہی قصور سے قید ہوئے ہیں۔

خان۔ میں تم کو ہزار ہزار مبارکباد دیتا ہوں۔ معلوم نہیں اب ملاقات ہوگی یا نہیں؟ شاید آخری سلام یہی ہے۔

گل۔ سلام خان جہاں۔ اس زندگی میں نہ جانے کتنے ہی قصور ہوئے ہونگے۔ از مجسمہ مہر و عنایت خادمہ کو نادان سمجھ کر معاف کیجئے۔

عظمت۔ اماں۔

گل۔ درست کرو محبت جتا کر خان جہان کا کام مت خراب کرو جلد جاؤ۔

گل اور باندی کا جانا (باقی آئندہ)

کنیز محمد بیگم منشی فاضل

دھوکا

افسانہ

موٹر بوٹ پر ایک ڈیرا قناط اور ہفتہ بھر کی رسد لاد کر دھوبھوشن بابو اپنی شریک حیات اور تین چار ملازمین کے ہمراہ چل پڑے شہر سے سو میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا جزیرہ تھا جس کے اطراف کوسوں تک کسی گاؤں یا بستی کا نام و نشان نہ تھا دھوبھوشن جی کو اس دلکش اور غیر آباد مقام پر ہفتہ عشرہ بسر کرنے میں بہت لطف آتا تھا سال میں دو دفعہ وہ یہاں ضرور آتے چنانچہ اس سال بھی وہ یہاں آئے۔

منزل مقصود پر پہونچکر انھوں نے ملازمین سے سامان قرینے سے رکھنے اور خورد و نوشت کا انتظام کرنے کی تاکید کی اور خود بیوی کو لیکر قدرتی مناظر کی سیر کو نکل گئے چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں میں سے ہوتے ہوئے جزیرے کی دوسری جانب جا نکلے لب آب ایک چٹان پڑی تھی اس پر بیٹھ کر لہروں کا تماشہ دیکھنے لگے۔

ناگہاں کسی کی آہٹ پاکر انھوں نے پیچھے دیکھا تو دو خوفناک شکلوں والے آدمی پستول تانے کھڑے نظر آئے انمیں ایک کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے لاپروائی سے ہنس رہا تھا خوف اور وحشت سے دھوبھوشن اور انکی شریک حیات کے اوسان خطا ہوگئے۔

ڈاکوؤں کے سردار نے جیب سے ایک سگریٹ نکالا اور دھو کی شریک حیات سے کہا "ازراہ عنایت آپ کچھ دیر کے لئے ایک طرف جاکر بیٹھ جائیں" یہ حکم سنکر وہ غیر ارادی طور پر ایک طرف چلی گئی پھر دھو کو مخاطب کرکے تحکم آمیز لہجے میں کہا "گھبرایئے نہیں میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہونچاؤنگا لیکن آپ کو میری خاطر تھوڑی تکلیف اٹھانی پڑے گی کیا آپ سیٹھ شی دیشور دیال کو جانتے ہیں ؟"

"ہاں وہ میرے پرانے دوست ہیں" انھوں نے دلیری سے کہا۔

"درست ہے آپ یہ بھی جانتے ہیں حال ہی میں ان کا ایک پرانا دیانت دار منیم مرگیا ہے اور ان کو ایک منیم کی ضرورت ہے" "ہاں اس کے متعلق انھوں نے مجھے لکھا تھا" سردار کا مطلب نہ سمجھ کر انھوں نے کہا۔

"واہ یہ اور اچھی بات ہے اچھا دھوبھوشن جی میں آپ کو اتنی تکلیف دیتا ہوں کہ آپ میرے لئے سیٹھ جی کو ایک سفارشی خط لکھ دیں۔"

"سفارش کس بات کی میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا"

وہ ان کی ناسمجھی کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا "جتنے آپ موٹے ہیں اتنی ہی آپ کی سمجھ بھی موٹی ہے خیر میں اپنے کام

سے مطلب ہے آپ اپنے دوست کے نام ایک خط اس مضمون کا لکھ دیجئے کہ وہ مجھے اپنے ہاں نوکر رکھ لیں اگر انہوں نے اپنے ہاں صرف دو تین دن ہی رکھنے کی مہربانی کی تو میرا کام بن جائیگا کیوں دھوجی سیٹھ صاحب لکھ دیں نا؟"

سیٹھ شی ونیشور دیال بہت دولت آدمی تھے یوں تو دھوجی بھی لکھ پتی تھے لیکن ان کے سامنے انکی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اب وہ سردار کا مطلب سمجھے کہ یہ ڈاکو ایک دو دن کے لئے انکا منیم بنکر انکے ہاں چھاپہ مارنا چاہتا ہے یہ سوچ کر وہ سخت متفکر ہوئے ان کو خاموش پاکر سردار نے گرجدار آواز میں کہا۔ "ہمارے پاس بہت کم وقت ہے جلدی کیجئے!" یہ کہہ کر اس نے جیب سے خط لکھنے کا کاغذ اور فاؤنٹین پین نکالا پہلے تو ان کو خوف دامنگیر ہوا لیکن انھوں نے ہمت سے کام لیکر کہا۔ "چونکہ تم میرے دوست کی بربادی کے درپے ہو اس لئے میں ان کو خط نہیں لکھونگا"

سردار خوفناک طریقے سے ہنستے ہوئے گویا ہوا۔ "کیا نہیں لکھئے گا؟ اس کا نتیجہ جانتے ہیں آپ؟
اپنے ملازمین اور بندوقوں کے دھوکے میں نہ رہنا! ہم اس کا پہلے ہی بندوبست کر چکے ہیں تمہاری مدد کو سول تک دوڑنے والا کوئی نہیں ہے چاہے جتنا چیخو چلاؤ! بولو لکھتے ہو یا نہیں؟"

انھوں نے دیکھا کہ اب لکھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے تو چپ چاپ کاغذ قلم اس کے ہاتھ سے لی اور تھرائی آواز میں پوچھا "کیا لکھوں؟"

مہربان سیٹھ صاحب کو آپ اس مضمون کا خط لکھ دیجئے مجھے انکے ہاں فوراً جگہ مل جائے لیکن یاد رکھئے دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا ورنہ پچھتاؤ گے۔"

اس نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور ان کو دکھاتے ہوئے کہا۔ "دیکھو یہ تمہارے ہاتھ کا لکھا ہوا خط ہے میں تمہاری تحریر اور دستخط پہچانتا ہوں لہذا تحریر بدل کر لکھنے کی کوشش نہ کرنا میں تمہاری تحریر اس خط سے ملا کر دیکھوں گا۔"

انھوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس طرح لکھنا شروع کیا۔

پیارے سیٹھ جی!

حامل رقعہ ہذا میرے شناسا ہیں انھوں نے ایک عرصہ تک میرے ہاں نہایت دیانتداری سے کام کیا ہے ان کی تعریف کرنا میرے امکان سے باہر ہے اگر یہ کچھ روز رہ گئے تو آپ خود معلوم کرلیں گے یہ کس وضع کے آدمی ہیں ان کی دیانت داری کے متعلق اتنا لکھ دینا کافی ہوگا کہ آپ انہیں اپنا چھوٹا بھائی سمجھئے مجھے کامل یقین ہے کہ یہ آپ کی حسب مرضی منیمی کے فرائض بحسن وخوبی انجام دینگے لہذا یہ کام ان کے سپرد کردیا جائے۔

آپ کا خیر اندیش
"دھو"

خط سردار کو دیتے ہوئے اُنہوں نے کہا "کیوں ٹھیک ہے نا؟" وہ دونوں خطوں کی تحریر بغور دیکھتا رہا
ب اُس کو کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی تو وہ خط کو بہت غور سے پڑھکر بولا "اور سب ٹھیک ہے لیکن ——
ار یہ کچھ روز رہ گئے تو آپ خود معلوم کرلیں گے کہ یہ کس روش کے آدمی ہیں" اس سے شبہ ہوتا ہے یہ کہہ کر
س نے یہ جملہ کٹوا دیا اور اُن سے کہا کہ "برائے مہربانی اس جملہ کو چھوڑ کر باقی مضمون دوسرے کاغذ پر لکھ
دیجئے" اُنھوں نے قلم اُٹھا کر جھٹ گھسیٹ دیا۔

سردار نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر کہا "اس پر پتہ بھی لکھ دیجئے" پتہ بھی لکھ دیا۔

لفافہ بند کرتے ہوئے سردار نہایت نرم لہجے میں بولا "آپ کی اس عنایت کا شکریہ —— ! صد شکریہ!!
یں آپ کے ملازمین اور موٹر بوٹ کو اپنے ہمراہ لے جا رہا ہوں جب میرا کام ہوجائے گا تو واپس کر دوں گا
فی الحال آپ کے پاس خورد و نوش کا کافی سامان موجود ہے موٹر بوٹ آپ کے پاس چھوڑ کر ہم اپنے کو
خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتے اُس سے آپ کل ہی گھر پہونچکر سیٹھ صاحب کو خطرے سے متنبہ کر سکتے ہیں نوکروں
کو بھی اسی خیال سے اپنے ساتھ لیجا رہا ہوں کہ با داکوئی تیر کر اُس پار نہ پہونچ جائے آپ تیرنا تو کیا جانتے ہونگے؟
اچھا اب ہمیں اجازت دیجئے۔

دودھو جی متحیر نظروں سے ان کو دیکھتے رہے اور پلک مارتے ہی غایب ہوگئے۔

بعد ازاں انھوں نے بے فکری کی سانس لی اور ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنی شریک حیات سے رازدارانہ لہجے
میں کہا —— سیٹھ جی کے متعلق مجھے کوئی فکر نہیں ہے میں نے ——" یہ کہتے کہتے وہ رک گئے اور متجسس نظروں
سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کہ ڈاکوؤں کا کوئی آدمی کہیں چھپا اُنکی نگرانی تو نہیں کر رہا ہے۔ ایک بار چاروں
طرف غور سے دیکھکر اُنہوں نے اپنی شریک حیات کے کان میں کوئی ایسی بات کہدی جسے سنکر اُس کی
گھبراہٹ جاتی رہی۔

دو دن بعد سردار دست و پا بہ زنجیر حوالات میں پڑا تھا اور جیلر ہنس ہنس کر کہہ رہا تھا "دوست تم نے اپنا
پارٹ تو نہایت حسن و خوبی سے ادا کیا لیکن پھر گرفتار کیوں ہوئے اس کی وجہ جانتے ہو؟ اُس نے لاپروائی
سے کہا "نہیں" اور دوسری طرف مُنہ پھیر لیا۔

جیلر نے کہا "تمہاری گرفتاری کی وجہ بتلاؤں سیٹھ جی کے چھوٹے بھائی کے متعلق تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے دودھو جی
نے اپنے مکتوب میں لکھا تھا "ان کو اتنا ہی دیانت دار سمجھئے گا جتنے آپ کے چھوٹے بھائی ہیں" اِسکا مطلب تمہاری
سمجھ میں کیسے آتا؟ تمہیں کیا معلوم کہ سیٹھ صاحب کے چھوٹے بھائی گھر سے ایک سال ہونے آیا پچاس ہزار روپے
لیکر فرار ہیں اور ابھی تک لاپتہ ہیں"؟

(ترجمانِ ہندی) بیگم سید مظہر حسین تلہ گاؤں (پنجاب)

اِتفاقی حادثوں کا فوری علاج

مضمون زیر عنوان کی دو اقساط جون اور ستمبر نمبر میں شائع ہو کر عصمتی بہنوں کو عمل پیرا ہونے کی ترغیب دے چکی ہیں۔ اور اکثر بہنوں نے بذریعہ خطوط اس سلسلہ کے مضامین کو عصمت میں جاری رکھنے کی بے حد خواہش ظاہر کی ہے لہٰذا خاکسار نے تہیہ کر لیا ہے کہ وقتاً فوقتاً عصمت کے لئے ایسے مضامین لکھنے کا سلسلہ جاری رکھے گی۔

ایسے مضامین سے یہ مطلب بالکل نہیں کہ ہم ڈاکٹر یا طبیب کی ضرورت سے بے نیاز ہو جائیں بلکہ یہ اسوقت کی فوری مدد کے لئے ہیں جبکہ ڈاکٹر یا طبیب کی امداد فوری بہم نہ ہو سکے۔ اور حادثہ میں بغیر فوری مدد کے خطرناک صورت اختیار کرنے کا خدشہ ہو۔ پس اسوقت ان روک تھام کی تدابیر یعنی فوری علاج کو عمل میں لا کر استفادہ حاصل کرنا چاہیئے۔

بعض اوقات اچانک ہی کسی گھر کے افراد بچے یا بڑی عمر کے اشخاص کے نکسیر پھوٹ پڑتی ہے اور گھر والے خون بہتا دیکھ کر گھبرا اٹھتے ہیں۔ ایسے وقت میں اِدھر اُدھر دوڑ بھاگ کرنے کے بجائے مریض کے سر پر با فراط ٹھنڈا پانی دھار باندھ کر ڈالنا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی ٹھنڈا پانی چلو میں لیکر پانی کی نسوار لیں۔ انشاء اللہ بہت جلد فائدہ ہوگا۔ خون تھم جانے پر مریض کو لٹا کر برف کوٹ کر پیشانی پر رکھیں۔ فوری آرام حاصل ہوگا۔ اکثر اوقات کھانا کھاتے وقت دانت میں کوئی سخت چیز اٹک جانے کے باعث یا میٹھا لگ کر معاً درد اُٹھ آتا ہے۔ جو کسی صورت تھمنے کا نام نہیں لیتا سخت پریشانی کا سامنا ہوتا ہے ایسے موقع کے لئے آپ مندرجہ ذیل دوائی تیار کر چھوڑیا ہو کہ فوری علاج کے لئے تیر بہدف ثابت ہوگی۔

نوشادر ۱ ماشہ۔ پھٹکری ۲ ماشہ۔ سیاہ مرچ ۴ ماشہ۔ توے کی سیاہی (جو توے کی پشت کی جانب لگی ہوتی ہے) سب چیزوں کے مساوی الوزن لیکر پیس رکھیں۔ اور بروقت ضرورت دانت پر مل کر منہ ڈھیلا چھوڑ دیں۔ بعض دفعہ گرمی یا کسی دوسری وجہ سے بچہ یا کوئی دوسرا شخص آنکھیں مل مل کر سرخ کر لیتا ہے۔ اور جوں جوں آنکھیں ملی جائے کھجلی بڑھتی جاتی اور سخت تکلیف دہ ہو جاتی ہے۔ ایسے وقت آپ Eye-Cups آئی کپس (یہ بلور کے بنے ہوئے انگریزی دکان سے مل سکتے ہیں) میں نیم گرم پانی بھر کر دو چٹکی بورک ایسڈ گھول کر آنکھوں پر لگالیں اور خود آرام کرسی پر لیٹ جائیں۔ یا مریض کو لٹا دیں اور Cups لگائے ہوئے آنکھیں کھولنے اور بند کرنے کا عمل جاری رکھیں۔ حتیٰ کہ پانی بالکل ٹھنڈا ہو جائے۔ انشاء اللہ فوری تسکین حاصل ہوگی۔

گ۔ ن۔ بیگم شیخ عطاء اللہ آئی۔ سی۔ جی

مشینوں سے صاف شدہ چاولوں کے خطرات

مشینوں اور کلوں کی ایجاد نے جو محققوں کے پرواز خیال کی کامیاب دلیل ہے، دُنیا کو جس ترقی کی شاہراہ پر لا ڈالا ہے۔ وہ آج کسی سے پوشیدہ نہیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں یہ مشینیں کام کرتی دکھائی دے رہی ہیں اور گھنٹوں بلکہ دنوں کا کام منٹوں میں انجام پانے لگ گیا ہے۔

ہم سفر کرنا چاہتے ہیں تو مشینوں کے ہی ذریعہ چاہے وہ سفر خشکی کا ہو یا تری کا یا ہوائی۔ ہم گھر میں بیٹھے ہیں تب بھی کھاتے پینے۔ بات چیت کرنے۔ تفریح کے ساز و سامان بہم پہنچانے۔ روشنی۔ ہوا۔ رسل و رسائل وغیرہ زندگی کے تقریباً سارے شعبوں میں مشینوں کے ذریعہ مدد حاصل ہو رہی ہے۔ اور ہر کس و ناکس اب بغیر کسی زحمت۔ تضیع اوقات و خوشامد کے سہولت کے ساتھ ان کلوں سے مستفید ہونے لگا ہے۔ لیکن جہاں دُنیا کی ہر بات میں بھلائی و بُرائی کے دو پہلو ہوتے ہیں وہ یہاں بھی موجود ہیں۔ انسان کو جوں جوں سہولتیں ملنے لگیں۔ تن آسانیاں و کاہلی بڑھتی جا رہی ہے۔ اور جو تھوڑی بہت محنت ہم کیا کرتے تھے وہ بھی ہم سے چھوٹ گئی۔ اور اب ناقابل تلافی نقصانات کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ کہ بغیر چلے پھرے اور ورزش کے انسانی مشین بیکار ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور طرح طرح کے عوارضات لاحق ہو رہے ہیں۔ اور ان کے مضر اثرات بھی نمایاں ہونے لگے ہیں۔

اس وقت میں صرف چاول جو ہماری روزمرہ کی غذا ہے اس کے متعلق کچھ لکھنا چاہتی ہوں کہ جب سے چاول بھات (بیتے دھان) صاف کرنے کی مشینیں نکلی ہیں۔ آن کے آن میں منوں دھان دَلنے چھڑکر پول بھوسی وغیرہ سے صاف جیسے چاہے ویسے سفید، چکیلے پالش شدہ چاول کی صورت میں تیار حاصل ہو جاتے ہیں نہ اب مزدوروں کے مہیا کرنے و خوشامد کی ضرورت نہ یہ اندیشہ کہ وہ گڑبڑ کرینگے۔ نہ انکی نگرانی اور دقت کے بربادی کا احتمال۔ چند گھنٹوں میں چاہے جتنے دھان کے چاول حسب فرمائش الگ الگ اقسام میں تیار ہو کر آجاتے ہیں۔ اور اس ظاہری و فوری فایدے و سہولت کی طرف ہر شخص مایل نظر آتا ہے۔ ہمارے ہاں جب مشین سے چاول تیار ہو کر آنے تو بوریاں کھولنے کے بعد اس قدر گرم ہوتے ہیں کہ مجھے ان چاولوں کی غذائیت کا جزو جل کر بھسم ہونے کا ہمیشہ احتمال ہوتا رہا۔ گو وہ صفائی و چکیلے پن میں نظر فریب معلوم ہوتے ہوں۔ اسی تذبذب میں ایک طبی کتاب "صحت و شباب" کے مطالعے نے اس تذبذب کو یقین کے درجہ پر پہنچا دیا۔ کہ ان صاف

شدہ سفید چمکیلے چاولوں سے غذائیت کا اصل جوہر جو پرورش جسم کے لیئے ضروری ہے۔ نہ فقط مفقود ہو جاتا ہے بلکہ ایسے سفید چمکیلے چاولوں سے "بیری بیری" کا مرض پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ انگلستان میں یہ مرض نمودار ہونے پر علم کیمیا کے ماہرین نے تحقیقات کے بعد یہ رائے قایم کی ہے۔ کہ چاول کا بیرونی چھلکا یعنے پول نکل جانے کے بعد چاول پر جو سرخی مائل تہ ہوتی ہے۔ وہی چاول کا اصل جوہر ہے جس سے جسم کی پرورش ہوتی ہے۔ جب وہ سرخی مائل تہ بھوسی کی صورت میں بالکل صاف نکل جاتی ہے تو پھر وہ پالش شدہ سفید چاول مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوتے ہیں اور مرض "بیری بیری" کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی علامتیں مختلف مریضوں پر مختلف طریقہ سے رونما ہوتی ہیں۔ وہ ایسے کہ بعضوں کے بازو ٹانگیں یا تو کسی قدر بیکار ہو جاتی ہیں یا بالکل ہی۔ پنڈلیوں۔ انگلیوں کے سروں اور پاؤں کے اوپر کی جلد کی حس جاتی رہتی ہے۔ ٹانگیں پتلی ہو جاتی ہیں۔ اور درد بھی محسوس ہونے لگتا ہے۔ چلتے وقت دم اکھڑتا ہے۔ رہ رہ کر دل زور سے دھڑکتا ہے۔ آواز دھیمی پڑ جاتی ہے اور کبھی کبھی تو بالکل بیٹھ ہی جاتی ہے۔ بعضوں کے بازو۔ ٹانگیں اور جسم سوج جاتا ہے۔ سانس لینے میں مشکل پیش آتی ہے۔ دل کی حرکت تیز ہو جاتی ہے۔ کبھی قبض کی شکایت تو کبھی کھل کر اجابت ہو جاتی ہے۔ پنڈلیوں کو دبانے سے سخت درد ہوتا ہے البتہ ایسے مریضوں کو بخار نہیں ہوتا اور زبان بھی میلی نہیں ہوتی۔

بیری بیری کے دست برد سے ننھے بچے بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔ جزائر فلپائن کے پایۂ تخت منیلا میں ایک سالہ بچے جتنے مرتے ہیں انکی کثیر تعداد اس مرض کے باعث ہلاک ہوتی ہے۔ جن کی مائیں سفید چاول کھاتی ہیں اور انکے دودھ میں اصل جوہر کی کمی کی وجہ بچے دو تین ماہ میں ہی اس مرض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جن کی علامات یہ بتلاتے ہیں۔ کہ بچے کا منہ اور ناک قدرے نیلا سا ہو جاتا ہے۔ بچہ کچھ بے چین سا رہتا ہے۔ نیند خاطر خواہ نہیں آتی۔ آواز بھی بیٹھ جاتی ہے۔ بعض حالتوں میں بچہ بیمار رہنے کی حالت میں یکایک چلا اٹھتا ہے۔ اور برابر زور سے روتا رہتا ہے۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں اینٹھ جاتے ہیں۔ اور چند گھنٹوں میں تڑپ تڑپ کر جان دیدیتا ہے۔ بعض بچوں کو قبض کی شکایت ہوتی۔ کراہتا اور لمبا سانس لیتا ہے۔ سانس و نبض تیز ہو جاتی ہے۔ چہرہ نیلا پڑ جاتا ہے۔ لیکن بخار نہیں ہوتا۔ یہ سب اس لئے کہ بچہ کی ماں بالکل سفید چاول کھانے کی عادی ہوتی ہے۔ یہ ہے ڈاکٹر اے۔ سی۔ سلیمن۔ ایم۔ ڈی کی تحقیقات

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است　　　　دگر خاموش بنشینی گناہ است

نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنی بہنوں کو ان صاف پالش شدہ چمکیلے چاولوں کے خطرناک نتایج سے آگاہ کروں بلکہ چاولوں کا استعمال سرخی والی تہ کے ساتھ کیا جائے جو معمولی دیسی چاولوں میں یا گھر کے چھڑے ہوئے چاولوں میں کچھ تو ہوا کرتی ہے اور صرف پچھلی دو چاول ہی نہ کھائیں بلکہ دال بھی ضروری طور پر کھانا چاہئے۔ اور سبزی و ترکاری اور سیم و مٹر کا استعمال بھی کرنا چاہئے۔ کہ چاول کیساتھ ان چیزوں کا استعمال کرنیوالوں کو "بیری بیری" کا اندیشہ نہیں رنگون کے سفید چاولوں سے بچنا چاہئے۔ سردار محمدی بنت آغا آپ دہلی

دودھ۔ کریم۔ مکھن اور چھاچھ

(۱) **دودھ**۔ غذائیت کے لحاظ سے تازہ دودھ بہترین چیز گنی گئی ہے۔ بشرطیکہ وہ جانور جسکا دودھ ہو تندرست ہو۔ کچا دودھ اگر کچھ دیر پڑا رہے تو اس میں کرم پیدا ہو جانے کا خدشہ ہوتا ہے۔ گو وہ کرم نظر نہیں آتے۔ بعض اوقات انکی بدولت پیچش اور ہیضہ وغیرہ بھی ہو جاتا ہے۔ اگر دودھ کو آبالا جاوے تو ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اسکی غذائیت کم ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق بڑے بڑے ڈاکٹر تجربات کر رہے تھے اب وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر دودھ کو پکا کر ٹھنڈا کر کے اس میں چند قطرے سنگترہ کے عرق کے ملائے جاویں تو اس کی غذائیت میں کوئی فرق نہیں آتا

ہندوستان میں سنگتروں کی افراط ہے اس لئے دودھ کے ساتھ سنگترہ کا رس ملا کر بچوں کے لئے ایک لاجواب صحت بخش غذا بنائی جاتی ہے۔

دودھ بچوں اور بڑوں سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ اس میں سب قسم کی وٹمین یعنی اے۔ بی۔ سی اور ڈی اور دیگر اشیا مثلاً چکنائی اور شکر وغیرہ موجود ہیں۔

(۲) **کریم** دودھ میں سے کریم ایک چھوٹی مشین کی مدد سے کر لیا جاتا ہے۔ کریم میں بیس فی صدی سے چالیس فی صدی تک چربی یعنی چکنائی ہوتی ہے۔ اس کی غذائیت دودھ سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی خیال سے بعض مائیں اپنے بچوں کو دودھ کی بجائے کریم دے دیتی ہیں لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ دودھ قدرت نے جس حالت میں پیدا کیا ہے۔ بچوں کے لئے بہترین غذا ہے۔ کریم گو طاقتور ہوتا ہے لیکن اتنا زود ہضم نہیں ہوتا۔ جتنا کہ دودھ۔ اس لئے بچے دودھ کی بجائے کریم کھا کر اسقدر اچھی طرح نشو ونما نہیں پا سکتے جتنا کہ دودھ سے۔

تجربوں سے معلوم ہوا ہے کہ کریم جدا کرنے کے بعد جو دودھ باقی بچتا ہے۔ بچوں اور بوڑھوں کے لئے یہ بھی کافی اچھا ہے۔ اس میں بھی جسم کے نشو ونما کے لئے سب اجزا پائے جاتے ہیں۔ گو تھوڑی ہلکی مقداریں۔

(۳) **مکھن** مکھن میں پچاس فی صدی چکناہٹ یعنی چربی ہوتی ہے۔ اس لئے غذائیت کے لحاظ سے یہ سب سے اچھی چیز ہے۔ یہ زود ہضم بھی ہوتا ہے۔

(۴) چھاچھ۔ دودھ کی مانند چھاچھ بھی کم مفید چیز نہیں۔ تجربوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس میں بھی شکر اور چربی دودھ کی مانند ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل نسخے دودھ کی پڈنگ اور چھاچھ کے کیک کے لکھتی ہوں:۔

(۱) چاول والی چاکلیٹ پڈنگ

چار اونس چاول۔ ایک لٹل دودھ۔ دو چمچے شکر۔ ایک چمچے کوکو۔ تھوڑا سا نمک۔

دودھ کو گرم کرو جب پکنے لگ جاوے تو اس میں چاول ملا دو اور بہت مدھم آنچ پر ایک گھنٹہ تک پکاؤ۔ پھر شکر اور کوکو گرم پانی میں ملا کر شامل کرو۔ پھر اسکو مکھن لگے ٹین میں ڈال کر ایک گھنٹہ نرم تنور میں رکھکر پکاؤ۔

(۲) چھاچھ والے کیک

چھ ٹکڑے ڈبل روٹی کے تین پیالی چھاچھ۔ دو انڈے آدھا چمچہ سوڈا۔ دو چمچے میدہ۔ تھوڑا نمک آدھ پاؤ مکھن۔ رات بھر ڈبل روٹی کے ٹکڑوں کو چھاچھ میں بھگو رکھو۔ صبح کو اسکو خوب ملو پھر اس میں انڈے پھینٹ کر ملاؤ اب تھوڑے پانی میں سوڈا حل کرکے اس میں میدہ۔ نمک اور مکھن ملا کر سب اشیا کو ملاؤ۔ بعد ازاں فرائی پان میں بہت سا گھی ڈال کر آگ پر چڑھاؤ۔ جب گرم ہو جاوے تو مندرجہ بالا مکسچر کا ایک ایک چمچہ کھولتے ہوئے گھی میں ڈال کر تلو۔ مانند کولان

امتہ الحفیظ

دُعاء

(اس دُعا میں تمام حروف غیر منقوط ہیں)

مالکِ دوسرا ہمکو راہ و رسمِ اسلام سکھلا۔ اور احکامِ کلام اللہ و کلامِ رسُول کا علم اور عمل کا درس عطا کر۔ ہر مسلم کو حساس دل اور ہر دل کو احساس درد عطا کر۔ اہلِ اسلام کو آسودہ حال کر۔ اور ہر اک کا ہمدرد و ہمدم رکھ مالک الملک ہر گمراہ کو راہِ اسلام دکھا اور ہر اک کو اطوار صالح۔ سکھا۔ ہر اہل اسلام کا درد و الم دُور کر اور ہر مسلم کو سرور دوام عطا کر۔ واحد واحد ہم کو اکلِ حلال سکھلا اور طعام حرام اور حرص ہوا سے دُور رکھ اور ہر مسلم اور ہر مسلمہ کا مددگار رہ اور محمدؐ کو مددگار رکھ۔ الٰہا دمِ مرگ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمدٌ الرَّسُوْل اللہ" کا وِرد ہو۔ صدمۂ گور و لحد دُور ہو اور ورودِ دارالسلام واہو۔

اے۔ ایل۔ شاہجہانپوری

کھیل کے ذریعہ بچوں کی تعلیم

اکثر لوگ اس قسم کے سوالات کیا کرتے ہیں کہ کھیل سے کیا فائدہ ہے؟ مدارس میں اتنے کھیل کیوں کھلائے جاتے ہیں؟ یہ سوالات کرتے وقت انکا خیال ہوتا ہے کہ کھیل سے بچے بگڑتے ہیں۔ اور بعض وقت جب کسی بچے کو خاموش بیٹھا ہوا اور نہ کھیلتا ہوا دیکھکر یہ کہا جاتا ہے" بڑا اچھا بچہ ہے دیکھو بالکل نہیں کھیلتا۔ بڑا ہوکر ہوشیار اور عقلمند نکلے گا" تو اسوقت بھی لوگوں کا یہ یقین ہوتا ہے کہ بچوں کا کھیلنا بُرا کام ہے۔ یہ خیال قطعی غلط ہے اگر بچہ کی فطرت اور طبیعت پر غور کرکے یہ معلوم کیا جائے کہ قدرتاً بچوں کے کیا خواص ہوتے ہیں اور یہ کہ کھیل سے کیا تعلیم ہوسکتی ہے تو لوگ ایسا ہرگز نہ کہیں بلکہ ان کے سامنے اور جو کوئی ایسا کہے اسے بھی وہ اچھا نہ سمجھیں۔

کھیل ایک فطری خواہش ہے۔ اور بچوں کی نشو و نما کا انحصار انکے اعصاب اور ہاتھ پیروں کی مضبوطی اسی کھیل پر منحصر ہے۔ کھیل سے خون کے دوران اور دل کی حرکت کی سستی دور ہو جاتی ہے۔ دل قوی ہوتا ہے اور سانس کے ذریعہ سے آکسیجن زیادہ پہنچتی ہے۔ قوت ہاضمہ میں اضافہ ہوجاتا ہے اور جسم کی بہت سی خرابیاں بذریعہ پسینہ نکل جاتی ہیں۔ جو فوائد ورزش میں حاصل ہیں وہی کھیل میں بلکہ کچھ اور زیادہ۔

کچھ اور زیادہ سے میری یہ مراد ہے کہ کھیل تھکے ہوئے دماغ کے لئے تفریح کا موجب ہوتا ہے۔ کھیل سے بچوں میں صبر و استقلال اتفاق و ہمدردی کا سبق ملتا ہے۔ انکی قوت فیصلہ ترقی کرتی ہے۔ اطاعت اور حکم کا احساس پیدا ہوتا ہے (جبکہ سیٹی بجنے پر کھیل روک دیا جاتا ہے) غرض کہ کھیل اگر قاعدہ اور طریقہ سے جماعت بندی کے ساتھ کھلایا جائے تو بچوں کو آیندہ زندگی گزارنا اور دنیا میں مشکلات کا مقابلہ کرنا اس کے ذریعہ سے بہترین طور پر سکھلایا جاسکتا ہے۔ کھیل کی طرف صرف بچوں ہی کا رجحان نہیں بلکہ جوان اور بوڑھوں کا شوق بھی ہوتا ہے۔ کوئی شطرنج اور تاش کی صورت میں تو کوئی گھوڑ دوڑ اور کشتی کی ریس میں ظاہر کرتا ہے ہر شخص کسی نہ کسی صورت سے کھیل میں ضرور دلچسپی لیتا ہے۔ اور وہ مجبور ہے کیونکہ فطرتاً انسان کے اندر کچھ جذبات اور خواہشات پیدایش کے وقت سے ودیعت کردئے جاتے ہیں۔ کھیل بھی انھیں پیدائشی خواہشات میں سے ایک ہے اور خاص جگہ لئے ہوئے ہے۔ وہ بچہ جو کھیل سے نفرت کرتا ہے عقلمند اور ہوشیار نہیں ہے نہ ایسا بننے کی تیاری کر رہا ہے بلکہ یہی سمجھ والے سمجھتے ہیں کہ وہ کسی بیماری یا روگ میں مبتلا ہے۔

بچہ پیدایش کے وقت سے لیکر جوان ہونے تک نہایت سُرعت کے ساتھ نشو ونما کرتا ہے۔اس کے ہاتھ پیر دل و دماغ قوت حاصل کرتے رہتے ہیں۔کھیل اس کی افزائش میں ممد و مددگار ہوتا ہے۔ایک ٹانگ سے کودنے اور دوڑنے میں جسم کو توازن سے رکھنا آتا ہے۔پیروں کی رگ پٹھوں میں طاقت آتی ہے۔اور دل کو ہمت اور تقویت حاصل ہوتی ہے۔پتنگ اُڑانے سے تیز نظری اور باریک بینی آجاتی ہے۔اور اسی طرح گیند بلا ہاکی۔کرکٹ ٹینس وغیرہ ایسے کھیل ہیں جن سے یا تو قوت فیصلہ کو یا قوت مشاہدہ کو یا برداشت کرنے کی خوبی کو مہارت و مشق حاصل ہوتی ہے۔اور ہار جانا ان کو دوبارہ کوشش کرنا اور مقابلہ کرنے کا سبق سکھاتا ہے۔ در اصل چھوٹے بچوں کا کھیل کھیلنا ان کے کتاب پڑھنے سے بدرجہا بہتر ہے۔کھیل ہی انکا مفید ترین اُستاد ہے اور اس میں وہ خوش رہتے ہیں۔کیا اچھا ہو اگر ہم لوگ چھوٹے بچوں کو پڑھانے کے لئے معلم رکھنے کی بجائے کھیل کھلانے کے اُستاد رکھا کریں۔

زمانہ حال کے طریقہ تعلیم سے جو لوگ واقف ہیں یا جو اسکاوٹنگ کا بغور مطالعہ کر چکے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کونسا کھیل کس سبق کا درس دیتا ہے اور یہ بھی خوب سمجھتے ہیں کہ کونسا سبق کس کھیل کے ذریعہ سے دیا جاسکتا ہے۔بڑی دقت اور مشکل کی بات تو یہ ہے کہ بچے تو کھیل کے لئے بخوشی تیار ہو جاتے ہیں مگر مدرسین انہیں باقاعدگی کے ساتھ کھلانے سے جان چراتے ہیں۔میری رائے میں تو ہر وہ شخص جو کھیلنا نہیں جانتا ہو یا کھلانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو بچوں کی استادی کے اہم فرض کے انجام دینے کے لئے قطعاً موزوں نہیں ہے مختصر یہ ہے کہ کھیل عمر بھر کا ساتھی ہے۔بچپن میں زیادہ نوجوانی میں کم۔تعلیم کے اندر کھیل کی خاص اہمیت ہے۔بچوں کو ضرور کھیلنا چاہیئے۔حقیقتاً وہ کھیلنے سے نہیں بگڑتے۔الا اس صورت میں کہ اس کی مناسب نگہداشت نہ کی جائے یا اسے زندگی کا مقصد سمجھ لیا جائے۔

مرزا آفاق بیگ بی اے. بی ٹی

دُعا

الٰہی مجھے قلب سوزاں عطا کر — حقیقت میں اک چشم گریاں عطا کر
تری یاد بے طرح تڑپائے دل کو — کہ سینہ طپیدہ و بریاں عطا کر
فسانہ وہ ایمن کا پھر یاد آئے — نظر کو وہی نور عرفاں عطا کر
مرے دل کی رگ رگ میں عشق نبی ہو — مری رُوح کو حُبِ قرآں عطا کر

گنہ گار عفت کو وہ عشق قدسی
تو اب اپنی رحمت سے رحمان عطا کر

آمنہ خاتون عفت

قصر بالمورل

(صرف عصمت کے لیے)

شہزادہ جارج کی منگیتر شہزادی میرینہ انگلستان میں حسن اتفاق سے اُسوقت تشریف لے گئی ہیں جب بادشاہ سلامت قصر بالمورل میں قیام فرماتے ہیں۔ اسی لیے جی چاہا کہ اِس قصر شاہی کے متعلق چند باتیں عصمتی بہنوں کی معلومات کی غرض سے قلمبند کر دی جائیں۔

بادشاہ برطانیہ کی قیام گاہوں میں بکنگھم پیلیس کے بعد جو اہمیت قصر بالمورل کو حاصل ہے وہ نہ قصر ونڈسر کا حصہ ہے اور نہ سینڈر نگھم کا۔ کیونکہ یہاں بادشاہ سلامت اور ملکہ معظمہ کو اُمور سلطنت کی مصروفیات کے بعد خانگی زندگی کے لطایف نیز سیر و شکار کی تفریح کا بہت سا سامان مہیا ہو جاتا ہے اور درباری دھوم دھام اور شان و شوکت کی رسموں کے بدلے آزاد اور سادہ زندگی میں سانس لینے کا موقع ملتا ہے۔

یہ خوبصورت اور پُر فضا قصر اسکاٹ لینڈ کی مشہور سطح مرتفع "ہائی لینڈز" میں دریائے ڈی کے داہنے کنارے ایبرڈین شائر میں ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے ہائی لینڈز اپنی مخصوص قدرتی سینری کے لیے اہل برطانیہ کے واسطے امریکن یلو اسٹون پارک سے یا ہندوستانیوں کے کشمیر بے نظیر سے کم نہیں۔ اسی طرح وہاں کے باشندوں کی طبیعت رسوم لب و لہجہ بھی دوسرے علاقوں کے باشندوں سے جداگانہ ہیں۔

یہاں ہر سال بادشاہ اور ملکہ اگست اور ستمبر میں تقریباً چھ ہفتے قیام کرتے ہیں۔ یہ موسم برطانیہ میں عموماً اور اسکاٹ لینڈ میں خصوصاً نہایت خوشگوار اور خوش پوش ہوتا ہے۔ قصر بالمورل کو ملکہ وکٹوریہ نے سنہ ۱۹۵۲ء میں اَرل آف فائف سے خریدا تھا اور "پرنس کنسرٹ" کے نقشے کے مطابق یہ شاہی بود و باش کے قابل بنایا گیا تھا۔ اس کے خریدنے سے قبل ملکہ موصوفہ کا ارادہ ارڈوریکی میں اپنی اسکاٹش قیام گاہ بنانے کا تھا۔ لیکن حسنِ اتفاق سے یہ جگہ اُن کو اس سے بہتر مل گئی۔

یہ قصر اسکاٹ امارت کے طرز تعمیر کا نمونہ ہے اور گرینائٹ کا بنا ہوا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں اور ایک دوسرے سے ملحقہ قطعات کے ذریعے سے ملے ہوئے ہیں۔ کل قصر نہایت کشادہ سبزہ زار اور باغات کے درمیان بنا ہوا ہے۔ ایک برج کی بلندی سو فٹ ہے اور اس پر سے گرد و نواح کا نظارہ نہایت دلفریب ہوتا ہے۔ قصر کے ایک جانب دریائے ڈی کی شفاف چادرِ آب بہی چلی جاتی ہے اور مچھلی کے شکار کے لیئے نہایت اچھی جگہ ہے۔ اگرچہ بادشاہ سلامت کو بنسی کا زیادہ شوق نہیں ہے۔ تاہم اس میں بہت اچھی قسم کی

"سیمن" مچھلی چھوڑی گئی ہے اور اس عالیشان مکان کے عالی وقار مکین اپنے کمروں میں بیٹھے بیٹھے خرام تیز میں مصروف ڈچی، کا نظارہ کرتے ہیں۔

بالمورل میں مختلف اوقات میں ترمیم و ترسیع ہوتی رہی ہے۔ مثلاً ملکہ نے اس کی خرید کے بعد ہی۔ کوئی ۲۵۰۰ ایکڑ کا ایک غزالستان (ہرنوں کا جنگل) خرید کر اس کے ساتھ ملحق کر دیا تھا اور یہاں ایک یادگار کا ستون بھی لگوایا۔ ملکہ نے ایک مینار اور تعمیر کرایا ہے جس پر اپنے محبوب شوہر کی یاد کندہ کرائی ہے۔

ہمارے موجودہ شہنشاہ جارج پنجم کا بچپن کا زمانہ یہاں بہت گزرا ہے۔ ملکہ میری کو بھی اس کی یاد ہو گی کیونکہ اپنے لڑکپن میں وہ بھی یہاں کبھی کبھی آکر ٹھہرتی تھیں۔ بادشاہ کے بہت سے لڑکوں کو بھی اس سے بہت کافی تعلق رہا ہے۔ ایک مزید اہمیت اس مکان کی یہ ہے کہ ڈیوک آف یارک نے اپنی اسکاٹش دلہن کو اسی کے قریب قصر گلیمز میں پایا تھا۔

یہاں کی زندگی شاہانہ تکلفات سے پُر نہیں ہوتی۔ بادشاہ یہاں دیہاتی امرا کی طرح زندگی بسر کرنا پسند فرماتے ہیں۔ اور اس لیے لباس بھی سادہ اور صرف معمولی جواہرات کے ساتھ پہنتے ہیں۔ رعیت اور زمینداروں کے ہاں بادشاہ بیگم بہ نفس نفیس گاؤں میں تشریف لے جاتی ہیں۔ اُن سے دوستانہ، خانگی امور پر، گفتگو کرلی ہیں۔ کبھی کبھی ان لوگوں کے ہاں چائے اور دودھ بھی قبول کر لیتی ہیں۔

صبح چھ بجے نوبت بجتی ہے۔ ناشتے کے بعد بادشاہ اپنے پرائیویٹ سکریٹری سے گفتگو کرتے ہیں اور ضروری کاغذات اور احکامات پر دستخط کرتے ہیں۔ اس کے بعد شکار کھیلنے نکل جاتے ہیں۔ ڈی میں بہت سی قسم کی چڑیاں (دریائی) بھی پائی جاتی ہیں۔ انکا شکار، یا اور جنگل میں شکار کبھی کتوں سے کبھی بندوق سے کھیلتے ہیں اکثر۔ خصوصاً جب موسم صاف اور خوشگوار ہوتا ہے۔ تو دوپہر کے قریب ملکہ چند عورتوں کے ساتھ موٹر میں وہیں پہونچ جاتی ہیں اور پھر وہیں "لنچ" ہوتا ہے۔ فراک کے تھیلے کا شمار کیا جاتا ہے اور کبھی کبھی شکار دوستوں کو لندن اور دوسری جگہ روانہ کیا جاتا ہے۔

وہاں سے لوٹ کر بادشاہ پھر سکریٹری سے گفتگو کرتے ہیں اور کاغذات کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ لندن سے وزراء اور دیگر عمائد آتے رہتے ہیں اور اُن کو شرف باریابی بخشنے کا بھی یہی وقت ہے۔

یہاں کی زندگی شاہی تزک و احتشام سے مبرا رکھی جاتی ہے۔ تکلفات و مراسم نظر انداز کیے جاتے ہیں۔ شام کے کھانے پر (ڈنر) مقامی امراء۔ زمیندار اور پادری وغیرہ مدعو کیے جاتے ہیں۔ کوئی گارڈ آف آنر وغیرہ نہیں ہوتا۔ صرف ایک دو سپاہی پہرہ دیتے ہیں۔

یہاں کے دوران قیام میں دو جلسے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو "ہائی لینڈ گیدرنگ" اور دوسرا "گھلیزبال"

اول الذکر میں کسی قدر شاہی دھوم دھام ہوتی ہے کیونکہ بجائے موٹر پر "بریار" (جہاں یہ جلسہ ہوتا ہے) جانے کے بادشاہ سلامت اور ملکہ بیگم چار گھوڑوں کی بگھی میں جاتے ہیں میدان تماشہ میں کچھ کھیل اور کرتب ہوتے ہیں اور ہائی لینڈز کے بعض خاندانوں کے سردار شاہی حضور میں باریاب ہوتے ہیں۔

گھلیز ہال یا رقص گھلی۔ حاکم و محکوم کے ارتباط باہمی اور جمہوری رنگ کا بہترین نمونہ ہے۔ بادشاہ اور ملکہ معظمہ رقص میں عوام کے ساتھ آزادی سے شریک ہوتے ہیں۔ اعلیٰ مرتبہ کے افراد۔ ذی جاہ اور ذی شان امرا۔ سپاہیوں۔ خادموں۔ باورچیوں اور عام لوگوں کے ساتھ رقص کرتے ہیں۔

آخر تقریباً نصف ستمبر کے بعد شاہی خاندان یہاں سے مراجعت کرتا ہے۔ کیونکہ اب امور سلطنت کی دیکھ بھال کا زمانہ لندن میں آجاتا ہے۔ وہاں کا موسم بھی اب سرما کا پیش خیمہ ہونے لگتا ہے۔

ہائی لینڈ کے سردار اپنے بینڈ لے کر بادشاہ اور ملکہ کو رخصت کرنے آتے ہیں۔ ارگن باجے نغمہ کے ساتھ کہتے ہیں "آپ پھر نہ آئیں گے؟"

بادشاہ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ "ہم اسی زمانے میں اگلے سال پھر آئیں گے۔" اور بادشاہ اور ملکہ گاڑی میں سوار ہو جاتے ہیں۔ اور باجوں سے صدا اٹھتی ہے۔ "ہم حضور کو خوش آمدید کہنے کو بہت خوش ہونگے۔"

سید عبدالمعید۔ آگرہ

ریشمی کپڑوں کی دھلائی

اا ستمبر ۴۲ء کے پرچہ عصمت میں محترمہ مسز شمیم صاحبہ ننکانہ نے ریشمی کپڑہ بوسکی، کریپ اور جارجٹ دھونے کی آسان ترکیب دریافت فرمائی ہے۔ انکی خدمت میں نہایت سہل ترکیب ریشمی کپڑہ دھونے کی ارسال کرتی ہوں جس سے نہ رنگت خراب ہو نہ کپڑا سکڑ سکے۔

سامان۔ نمک۔ چلچی کپڑے دھونے کی۔ گرم پانی۔ گوند۔ سپرٹ۔ کمبس وغیرہ

طریقہ۔ اول ریشمی کپڑا جو بھی دھونا مطلوب ہو اُسکو اُلٹ لیا جائے پھر چلچی میں ٹھنڈا پانی ڈالکر ایک چمچہ نمک گھول کر کپڑے کو اس میں بھگو دیں تاکہ خراب نہ ہو تقریباً دس منٹ اس میں بھیگا رہے۔

اس کے بعد کپڑے کو نچوڑ کر نکال لیں اور برتن میں نیم گرم پانی ڈالکر پانچ چار کے چمچے کمبس کے ڈالکر اُسے حل کریں جب اس میں تھوڑی سی جھاگ نکل آئے تو اسی آلے کپڑے کو اُسمیں ڈالکر ہتھیلی سے ملیں کہ کپڑا خراب نہ ہونے پائے۔ جب مَل چکیں اور پانی گندا ہو جائے تو اُسے گرا دیں۔ اگر کپڑا تسلی بخش صاف نہ ہو تو ایک دفعہ پھر گرم پانی میں تین چمچے کمبس ڈالکر کپڑے کو نرم ہاتھ سے ملیں اس سے کپڑا صاف ہو جائے گا۔

بعد میں برتن میں ٹھنڈا پانی ڈالکر کپڑے کو کھنگال لیں۔ تاکہ کمبس کی بو نکل جائے۔ اب دو چمچے گوند کے ڈالکر تھوڑے پانی میں حل کر کے کپڑے کو اس میں ملیں اور نچوڑ کر خشک کریں۔ گوند دینے سے پہلے ایک چمچہ سپرٹ تھوڑے پانی میں حل کر کے کپڑے کو دیں اس کے بعد گوند دیدیں کپڑے کو نچوڑ کر اُلٹا ہی دھوپ میں خشک ہونے کے لئے ڈالدیں اگر کپڑا رنگین ہو تو اسکو چھاؤں میں خشک کریں اس کے

تصویر کو کپڑا پہنانے کی

جدید دستکاری

رنگین پینٹ کی ہوئی تصویروں کو آپ نہایت ہوشیاری اور صفائی سے کپڑا پہنا سکتی ہیں۔ نقشہ کو بغور ملاحظہ کرتی اور نمبروں کا شمار کرتی ہوئی تیار کرکے اپنے کمروں کو آراستہ کیجیے۔

نمبر ۱ سے نمبر ۲ کے نشان تک کاٹ کر بس پتن کے نشان میں لیس ہین موٹے سلمہ سے بنائیں۔ درمیان میں چار سرخ موتی۔ دونوں طرف سفید موتی ٹانک کر سیفٹی پن بنائیں پھر کٹے ہوئے نشانہ سے کپڑا الٹی طرف کریں۔ پھر سر کے سامنے کے کپڑے کو بیک سے مانند نمونہ کے ۳ سے ۴ تک ٹانکا دیں پھر ۴ سے ۵ تک تصویر بہ احتیاط درمیانی انگلی کے کام ٹیکل خاکہ کے مع کپڑا و بیک کے ٹانکا دیں۔ پھر (۶) سے (۷) تک اور (۷) سے (۸) تک کاٹ کر اس نمونہ کو ملاحظہ کرتے ہوئے بلاوز کے شانے کا کچھ حصہ اس ساری کے ایک ٹکڑے سے ٹانک لیں۔ اب بائیں ہاتھ کا جس قدر حصہ ساری میں پن لگانے کے بعد کھلا ہوا ہے۔ اسی طرح اس میں بھی آستین ٹانکیں پھر الف سے بے تک کاٹ کر تمام پہنائے ہوئے کپڑے کو نیچے کی طرف کرکے ٹانکا دے کر مکمل کرکے فریم لگالیں۔

نشاط افزا

خوشنما بیل: یہ بیل اگر ڈی ایم سی کاٹن سے چمکیلے علاوں اور کپڑے پر بنائی جائے تو نہایت خوشنما معلوم ہوگی۔ پھول اگر سرخ رنگ سے اور بیچ سبز رنگ سے بنائے۔

کلثوم سلطانہ بیگم

تارکشی کا جدید نمونہ
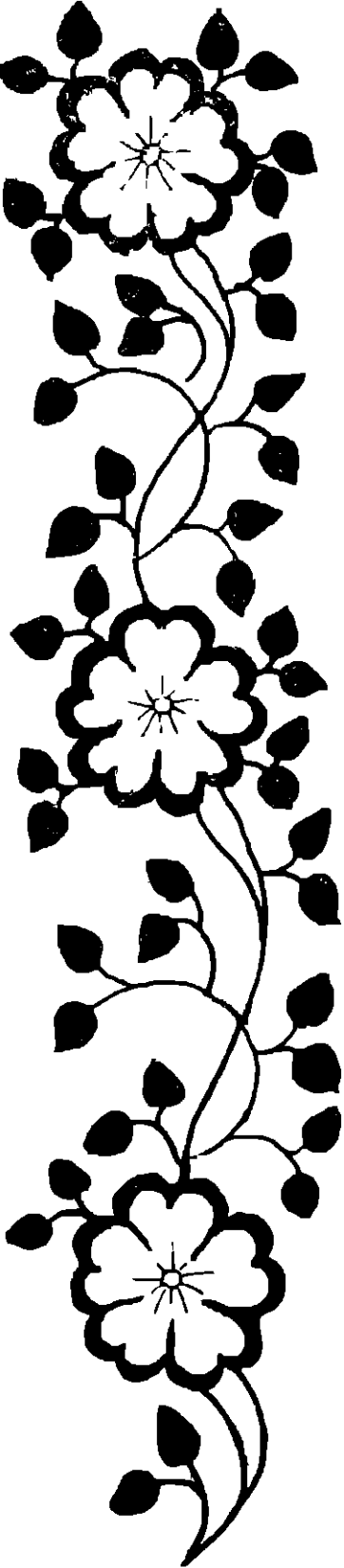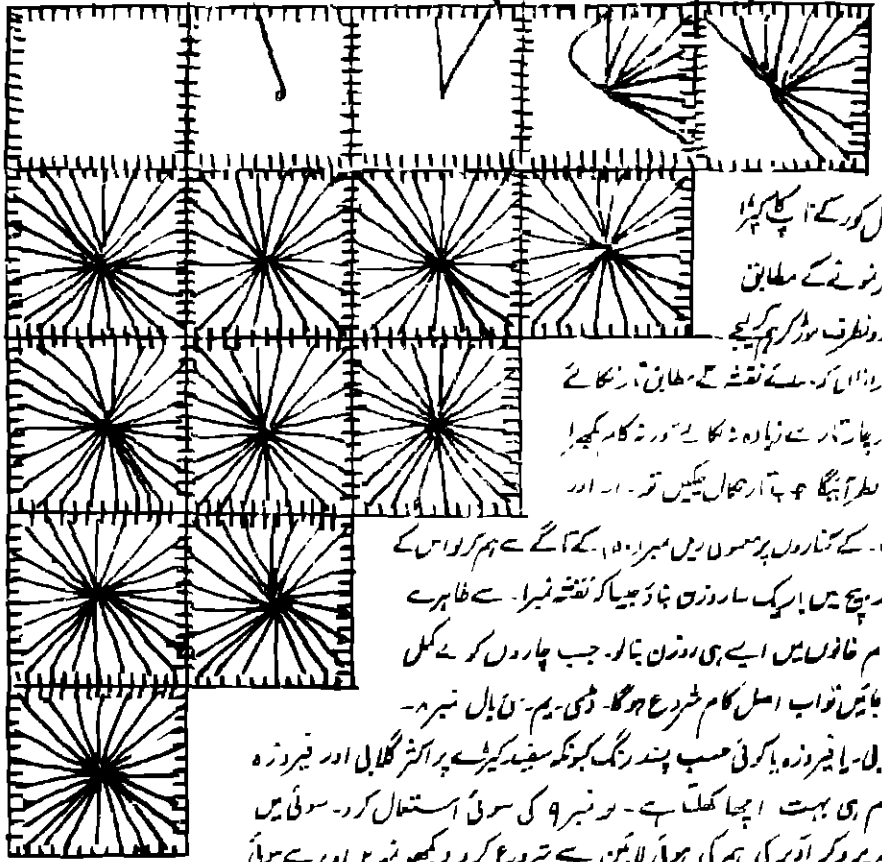
ململ کورے آپ کا کپڑا لیکر نمونے کے مطابق چاروں طرف موڑ کر ہم کریجے۔ بیرونی اگر سے نقشہ کے مطابق تار نکالئے چار چار تار سے زیادہ نہ نکالئے ورنہ کام بکھرا ہوا نظر آئیگا جب تار نکال چکیں تو - ا - اور ب - کے کناروں پر مصری ریل نمبر ۱۰ - کے تاگے سے ہم کرو اس کے بعد بیچ میں باریک سا روزن بناؤ جیسا کہ نقشہ نمبر ۱ - سے ظاہر ہے تمام خانوں میں ایسے ہی روزن بنالو۔ جب چاروں کونے مکمل ہو جائیں تو اب اصل کام شروع ہوگا - ڈی - ایم - سی یال نمبر ۸ - گلابی - یا فیروزہ یا کوئی حسب پسند رنگ کیونکہ سفید کپڑے پر اکثر گلابی اور فیروزہ کام ہی بہت اچھا کھلتا ہے - نو نمبر ۹ کی سوئی استعمال کرو - سوئی میں تاگہ پرو کر اوپر کی ہم کی ہوئی لائین سے شروع کرو دیکھو نمبر ۲ اوپر سے سوئی نکال کر بیچ کے روزن میں سے اندر کی طرف نکال کر جب ایک بار آچکے تو پھر سوئی کو نیچے کی طرف سے اوپر ہم کئے ہوئے حصہ میں سے نکالو دیکھو نقشہ نمبر ۳ - ایسا ہی ہم کئے ہوئے حصوں میں سے لیتے اور بیچ کے روزن میں سے گزار کر ہم کئے ہوئے حصہ پر سے نکالتے جاؤ دیکھو نمبر ۴ - اور ۵ - اسی طرح جب پورا چکر بھر جائے تو نمبر ۶ کے مانند ہو جائے گا دیکھو مکمل کونے نمبر ۶ - ۷ - ۸ - ۹ - تاگہ کھنچا ہوا ہو ڈھیلا نہ ہو ورنہ بکھر جائے گا - یک رنگی کی بجائے متعدد رنگ بھی استعمال کر سکتی ہیں - کام میں صفائی شرط ہے - ڈی - ایم - سی - حسب پسند رنگ حاجی ابوبکر اینڈ سنز - ایونگ بازار مدراس کے پتہ سے دستیاب ہو سکتے ہیں -

نوٹ :- یہ خیال رہے کہ - ا - اور - ب - کے لائین پر ہی ہم کرنا ہوگا - دوسرے اطراف میں ڈی ایم - کے تاگے سے بھرت ہم کر لیتے جانا جب ہم کئے ہوئے حصے سے سوئی نکالی جائے تو نیچے کی طرف آتے ہوئے سوئی میں سے چار تار لیکر مضبوط گرہ دے لیں پھر اسی تار کو روزن میں سے گزار کر دوسری طرف سے اوپر لے لیں -

ب - ن آنسہ ابراہیم

رُباعیات

(از افسر الشعرا حضرت آغا شاعر قزلباش دہلوی)

صرف خدائے واحد لایق پرستش ہے

بُلبل کی زبان پر فسانہ تُو ہے قمری کا منجھا ہُوا ترانہ تُو ہے
ہے دیر و حرم میں شور وحدت والے کثرت سے یہ ظاہر ہے یگانہ تُو ہے

دِل کی آواز

باطن میں تو۔ ہر سانس کا دم ساز ہے تُو کُھلتا نہیں ظاہر میں عجب راز ہے تُو
اے کاش! دمِ جرم۔ کوئی پہچانے جو۔ دِل سے نکلتی ہے۔ وہ آواز ہے تُو

اِنسان کی قدر دُوری سے ہوتی ہے

کب قُرب سے وقعت کی نظر ہوتی ہے؟ کب آنکھ کو پُتلی کی خبر ہوتی ہے؟
شاعر۔ یہ مرا قول ہے پتھر کی لکیر دُوری ہی سے کچھ قدرِ بشر ہوتی ہے۔

عاقبت کی کھیتی

اعمال کی ہر شکل کو لیتی ہے یہ بہتا ہوا دریا کہیں رہتی ہے یہ
جو آج۔ یہاں بوؤ گے کل کاٹو گے دُنیا نہیں عاقبت کی کھیتی ہے یہ

اِتفاق کی برکتیں

مِل جاؤ۔ جو آپس میں کدُورت ہو آجاؤ قریب۔ تا بہ کے دُوری ہو؟
کُھلتا ہے اکیلے سے کہیں بابِ قبول دو ہاتھ مِلاؤ کہ دُعا پُوری ہو

اکثر تلخکامی

دانا ہیں جو ہستی کو عدم کہتے ہیں یہ کچھ بھی زیادہ نہیں۔ کم کہتے ہیں
اِنسان کبھی خوش نہیں ہوتا شاعر جینے کا مزا تلخ ہے ہم کہتے ہیں

کمال خود اپنی قدر کا ضامن ہے

حُجت نہیں تکرار نہیں طُول نہیں نافہم کا قائل ہوں یہ معقول نہیں
خود شعر مری داد دلا دیتا ہے جو آپ مہکتا نہیں وہ پھُول نہیں

خانہ داری

جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

بیمار کا کمرہ۔ بیمار پرسی کے اخلاق و آداب علیحدہ ہیں لیکن اس دنیا میں کتنے آدمی ان سے واقف ہیں۔ جہاں تک ممکن ہے کم لوگوں کو بیمار تک آنے دیں۔ بیمار کے کمرہ میں ہجوم اُس کے لئے سخت مضر ہے۔ عزیزوں کو شاید شکایت ہو کہ بیمار کو دیکھنے کی اجازت نہیں۔ اسکا علاج یہ ہے کہ دن اور ملنے والوں کی تعداد مقرر کر دی جائے۔ بیمار کے کمرہ میں نرم آواز سے بولنا بہت ضروری ہے۔ اس سے پرہیز کیا جائے کہ بیمار کے کمرہ میں آپس میں بات چیت کا ایسا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ ملاقات مختصر رکھنی چاہیئے۔ صرف بیمار سے بات کرو اور واپس چلے آؤ۔ ایسی باتیں کرو جن سے اس کی مسرت میں اضافہ ہو۔ اُسے وہ چیز تحفہ میں دی جائے جس سے اسکا دل خوش ہو ہر ملاقاتی ایک ہی قسم کی چیزیں نہ دے۔ مختلف کار آمد چیزیں دی جائیں۔ کتاب دینی ہو تو ہلکی ہو جسے اس کے کمزور ہاتھ اُٹھا سکیں اور اسکا چھاپہ باریک نہ ہو۔

بیمار کے کمرہ میں گھنٹہ دو گھنٹہ زور زور سے باتیں کرنیکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکا درجۂ حرارت چڑھ جاتا ہے۔

روزانہ ورزش۔ لڑکپن اور نوجوانی نمو کا زمانہ ہے۔ اس میں زور و شور ہوتا ہے۔ اس عمر میں ورزش کرتے رہنا چاہیئے، لوگ اس عمر میں ورزش کرتے ہیں لیکن دنیا میں داخل ہو کے کاموں میں ایسے مصروف ہو جاتے ہیں کہ ساری ورزش بھول جاتی ہے یا ورزش کرتے ہیں تو ہفتہ بھر میں ایک روز خوب دل کھول کے کرلی جیسے اتوار کو شکار کے لئے چل دیئے یا عورتیں چھ دن تو گھر کے فکروں میں مبتلا رہیں اور اتوار کو کسی باغ میں جلسہ میں شریک ہوئیں جہاں طرح طرح کے کھیلوں میں دن کے بیشتر حصہ میں شرکت کی اور شام کو نہایت تھک گئیں۔ اس قسم کی عادت بڑی اور مضر ہے۔ ورزش نہ کرنا اور کرنا تو ہفتہ بھر میں ایک روز پیٹ بھر کے کرنا دونوں سخت نقصان دینے والی باتیں ہیں۔ جب مرد و عورت دنیا کے جنجال میں پھنس جائیں تو کوئی نہ کوئی ورزش جاری رکھنی چاہیئے اور اس میں عمر کے ساتھ ساتھ ترمیم کرتے رہنا چاہیئے۔ تیس سال کے بعد سمجھنا چاہیئے کہ اب ہلکی ورزش کی عمر آگئی ہے۔ صبح کو معمولی ورزش کرنی چاہیئے اور سیر کو تھوڑی دیر جانا چاہیئے۔

درازی عمر کا راز خاندانی اثر پر ضرور ہے لیکن باقاعدہ ورزش بھی اس کی بہترین کلید ہے۔

رنگ کا انتخاب۔ ہر عورت کے جسم پر خاص رنگ پھبتا ہے۔ اگر وہ اس رنگ کی پابندی نہ کرے یا اختلاف گوارا ہی کرے تو اسی رنگ میں تو وہ ہمیشہ خوبصورت نظر آتی رہے۔ لیکن عام طور سے عورتیں اسکی پابندی نہیں کرتیں۔ جو کپڑا آنکھوں کو بھلا معلوم ہوا خواہ اسکا رنگ کچھ ہی ہو اُسے جھٹ خرید لیں۔ یہ کبھی اُنہیں خیال نہیں آتا کہ اس رنگ کا کپڑا

انہیں زیب بھی دیگا یا نہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ کپڑا اور نہ پہننے والی ہی آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ ایک رنگ کی پابندی کے معنے بالکل غلط لئے جاتے ہیں۔ جدید یہ ہیں کہ ایک ہی قسم کا رنگ اختیار کرو۔ اسکا اثر یہ ہوگا کہ اس ایک رنگ کے بار بار استعمال کرنے سے دل بھر جائیگا اور دوسروں کو بھی ایک مساوات ہوجائے گی۔ اور کوئی خوبی نظر نہ آئے گی۔ ایک رنگ سے مراد صاف، چمکدار خالص رنگ مراد ہے۔ سیاہ یا سُرخ مراد نہیں۔ جو رنگ بھی بے موزوں معلوم ہو وہ صاف خالص اور چمکدار ہونا چاہئے۔ درمیانہ درجہ کے رنگ کے سے یعنی جو نہ گہرے ہوں نہ پھیکے ضروری ہے کہ کہیں کہیں اس میں چمک پیدا کی جائے جیسے بکھرا ہا پھول یا کہیں زر دوزی دکھائی جائے۔ اس سے مطلب حاصل ہوجاتا ہے۔ آنکھوں کے ہی رنگ کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ بالوں اور چہرہ کے مجموعی رنگ کو دیکھو شخصی رنگ اختیار کرنا چاہئے۔

چہرہ پر تازگی۔ آدمی کیسا ہی تھکا ہو اور چہرہ پر کیسی ہی پژمردگی برستی ہو۔ آدھ گھنٹے میں تازگی آجائے گی اور چہرہ بارونق ہوجائیگا۔ دودھ سرد و گرم۔ بالکل تازہ انڈا۔ تھوڑی سی طیار شدہ فلرس ارتھ اور گرم بارش کا پانی اس کی دوائیں۔ ان چیزوں کے علاوہ جلدی غذا یعنی کریم جلد کسنے والی دوا۔ بہت چربی کا صابن اور ملائم روئی بھی موجود رہنی چاہئے۔

اگر چہرہ پر پوڈر لگا ہو تو کولڈ کریم سے دُور کر دو۔ چہرہ اور گردن بارش کے گرم پانی اور چہرہ نکھارنے والے صابن Complexion Soap سے دھوڈالو اور کم سے کم تین لوٹے پانیوں سے دھار دو۔ کسی نرم تولیہ سے تھپک تھپک کے جلد خشک کر دو۔ اب انڈے کی سفیدی میں ٹھنڈے دودھ کا ایک چمچہ شامل کرکے پھانٹو۔ زردی آئندہ استعمال کے لئے علیحدہ رکھ دو۔ فلرس ارتھ کی کافی مقدار انڈے اور دودھ میں ملا دو تاکہ بہت نرم لئی ہوجائے۔ اسے چہرہ اور گردن پر پھیلا دو بستر پر لیٹ جاؤ اور نرم روئی ایک گدی گرم دودھ میں بھگو کے دونوں آنکھوں پر رکھ دو اور بالکل ڈھیلی ڈھالی ہو کے لیٹ جاؤ۔ بہتر یہ ہے کہ سر کے نیچے تکیہ نہ رکھو کیونکہ اس طرح خون جسم میں آزادی سے دوڑتا ہے۔ جب لیپ خشک ہوجائے کیونکہ پندرہ منٹ میں سوکھ جائیگا اسے گرم دودھ اور پانی میں بھیگی ہوئی گدیوں سے آہستگی سے دُور کر دو اور احتیاط سے خشک کر دو۔

اب جلدی غذا کی ایک چمچے کے اس میں انڈے کی زردی کی اتنی مقدار ملاؤ کہ رگڑنے سے گاڑھا حریرہ ہوجائے۔ چہرہ اور گردن پر اسکی مالش کر دو اور جلا کر اتنا مولو بھینچو کہ وہ تمتما اُٹھے۔ پھر اس حریرہ کو جھلی سے کاغذوں سے دور کر دو اور چہرہ اور گردن پر ہلکی جلد کھینچنے والی دوا یا چہرہ کو تقویت پہنچانے والی غذا Face tonic کی پھوار ڈالو۔ ایلڈر فلاور واٹر یا پانی اور وچ ہیزل ہموزن یا گلاب کا پانی جس میں ذرا سی بوڈی کولون ملا لی جائے نہایت عمدہ جلد کسنے والی دوا ثابت ہوں گے۔ آنکھوں کو گرم دودھ سے ایک دفعہ اور دھوڈالو اور انکا حسب معمول سنگھار کر لو۔ اب آئینہ دیکھو۔ اس آدھ گھنٹے میں چہرہ پر کیا بہار آگئی ہے۔

چہرہ کی شکنیں۔ آج کل عورتوں کے چہروں پر قبل از وقت شکنیں آجاتی ہیں۔ اسکی وجہ دُنیاوی افکار اور مصروفیت ہے۔ تب کے ان نشانوں کو کیونکر روکا جائے اور اگر یہ نشان پڑ گئے ہیں تو انھیں کس طرح مٹایا جائے۔ اس کے لئے مختلف شکلیں تجویز کی جاتی ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اطمینان اور سکون سے زندگی بسر کرو۔ کسی دوا ہی کی ضرورت نہیں۔ سب سے بہتر دوا یہی ہے۔ غذا

اس نے وصیت میں صرف چار شلنگ اپنی بہن کو اور چار شلنگ اپنے مطلوقہ شوہر کو دیئے ہیں باقی جائداد وارثوں کو جائے گی
وارث کون ہیں یہی بہن اور اس کے بچے!

عمق سمندر کے طلسمات - ڈاکٹر بیب برموڈہ سے آٹھ میل پرے - ۲۵۰۱ فٹ کی گہرائی تک سمندر میں اُترا۔ اس سے پہلے وہ ۸۰۰ فٹ جاسکا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ۱۲۰ فٹ پر پانی بہت سرد ملا۔ ۱۹۰۰ فٹ پر پانی کا رنگ بہت زیادہ سیاہی مائل تھا اور ۲۲۰۰ فٹ پر نہایت ڈ... نیلا رنگ کا نظر آیا۔ پانی میں روشن مچھلیاں اتنی تیزی سے گھوم رہی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ بیشمار تارے بکھرے بکھرے پھرتے ہیں۔ بڑی بڑی مچھلیاں نظر آئیں۔ ۲۵۰۰ فٹ کی گہرائی پر ایک گوشت کے رنگ کی مچھلی نظر آئی۔

انگریزوں کے توہمات - لندن میں سینکڑوں آدمی نجومیوں اور رمالوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں اور انکے مشورہ کے بغیر کوئی کام ہی نہیں کرتے۔ نورروز کے دن بہت سے آدمی کوئی چیز نہیں دھوتے کیونکہ اُنکے اعتقاد میں ایسا کرنے سے اُن کا کوئی آدمی اسی طرح دُھل جائیگا یعنی مرجائیگا۔ میز پر تیرہ آدمی نہیں بیٹھتے۔ تیرہ نمبر کا مکان نہیں لیتے۔ ایسے مکان کے لئے نمبر ۱۲ الف استعمال کرتے ہیں تیرہ سے بہت ہی زیادہ خوف کھاتے ہیں۔ ایک جہاز جمعہ کے روز روانہ نہ ہوا۔ اُس روز مہینہ کی تیرہ تاریخ بھی تھی۔ گویا دو وہم جمع ہوگئے۔ جمعہ اور تیرہ جنہیں منحوس سمجھا جاتا ہے۔ ڈیون شائر میں یہ اعتقاد پھیلا ہوا ہے کہ اگر کسی کے مویشی مرنے شروع ہوجائیں تو وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس پر کچھ کردیا ہے۔ خیال یہ ہے کہ اگر وہ کسی بیل کا دل لے کے اس میں سوئیاں بھردے اور آگ پر بھوننے لگے تو جادو کرنے والا اسقدر تکلیف میں مبتلا ہوگا کہ دروازہ آکھٹکھٹائے گا کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر۔ بھلا خیال کیجئے کہ اگر ایسا ہو تو کیا دروازہ کھٹکھٹاکے اپنی شامت بلائیگا۔ وہ جان کیسے سلامت لے جائیگا۔ ایک قصبہ میں ایک سفید جادوگرنی رہتی ہے جسے جادو کے بہت سے توڑ جاننے کا دعوےٰ ہے۔ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ وہ جادو کرنے والوں کا پتہ بتا دیتی ہے۔

ایک اعتقاد یہ ہے کہ بھیڑ کا پاؤں کاٹ ڈالنے سے گٹھیا جاتی رہتی ہے۔ گھاس میں گرہ دینے سے مسّے جاتے رہتے ہیں۔ شیشہ میں سے پورے چاند کو دیکھنا بڑی بدنصیبی سمجھی جاتی ہے۔

چیونٹیوں کی جنگ - گورداسپور میں ایک شخص نے لال اور کالی چیونٹیوں کی دلچسپ لڑائی دیکھی۔ لال چیونٹیوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ کالی چیونٹیوں کے بلوں پر حملہ آور رہا۔ اُدھر کالیوں کی تعداد بھی زبردست تھی۔ کچھ دیر دونوں کی نہایت سخت لڑائی ہوئی چونکہ کالیوں کے جبڑے لال رنگ والیوں کے برابر مضبوط نہیں ہوتے اسلئے اُن غریبوں کو شکست فاش ہوئی۔ وہ اندر گھسیں اور کالیوں کے کرم اپنے موتہوں میں لے کے اپنے بلوں کی طرف فتحمندانہ طریقہ سے چلیں۔ کالی چیونٹیاں بھی اُنکے ساتھ گئیں اور وہیں رہنے لگیں لال کام نہیں کرتیں۔ سارا کام کالی کرتی ہیں۔ کیڑوں کوڑوں کا شکار وہ ساتھ کرتی ہیں لیکن کالی انھیں اُٹھا اُٹھا کے لاتی ہیں۔ گویا یہ لڑائی کالیوں کو غلام بنانے کے لیئے تھی۔ جہاں دونوں رنگوں کی چیونٹیاں دیکھو سمجھ لو کہ کالی مفتوح ہو کے لال چیونٹیوں کی غلامی کررہی ہیں

۷ ہزار برس کا ہاتھ - اولسلنڈ (بلجیم) کے ایک پرانی چیزوں کے شوقین کو ایک مصری شہزادی کا ہاتھ دستیاب ہوا۔ رسے ایک بدولایا تھا۔ وہ سات ہزار برس پہلے کا معلوم ہوتا تھا۔ ہاتھ خوبصورت تھا اور اس کے ناخن خوبصورتی سے کٹے

ہوتے تھے۔ جب سے وہ انکے گھر میں آباد ہوا اور اس کی بیوی بیمار رہنے لگے۔ اپنی تکلیفوں سے تنگ آکے اس کی بیوی نے
ایک تعویذ حاصل کر کے اپنے بدن پر باندھا اور ہاتھ کو آگ میں ڈالدیا مگر وہ نہ جلا۔ آگ کو تیز کیا گیا تین گھنٹے میں جا کے دھواکہ
ہوا لیکن تعویذ بھی بدن پر سے گم ہوگیا اور ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ اب وہ شخص مر گیا ہے۔ اس کی بیوی نے یہ حالات بیان کئے ہیں

بڑھاپے کی شادی۔ لیڈس (انگلستان) کے مسٹر جارج ہنکس ۸۰ سالہ بڈھے کی ملاقات ایک ۵۷ سالہ بڑھیا مسز ازبتھ
سے ایک گرجے کے رسمی جلسہ میں سال بھر ہوا ہوئی اب اُن دونوں کی شادی ہوگئی ہے۔ بڈھے کی دو دفعہ پہلے شادی ہو چکی ہے۔
پہلی بیوی سے تین بچے اور دوسری سے نو ہیں۔ بڑھیا ۱۴ سال سے بیوہ تھی اس کے گیارہ بچے ۲۷ پوتوں کے بچے اور پانچ پڑپوتے
پڑپوتیاں ہیں۔

خوفناک شعاع موت۔ امریکہ کے ایک ڈاکٹر نے ۷۰ سال کی عمر میں ایسی زبردست موت کی شعاع ایجاد کی ہے جو ڈھائی سو میل کے
فاصلہ پر دشمن کے دس ہزار ہوائی جہازوں کو فنا کر سکتی ہے اور اتنے ہی فاصلہ پر فوجوں کو موت کے آغوش میں سلادیگی۔ خود نظر نہ آئے گی
لیکن اسکی تباہی نظروں کے سامنے ہوگی۔ اس میں شور بھی نہ ہوگا۔ پرانی قسم کے قلعہ میں سکا انجن لگایا جائیگا اور وہاں سے شعاعیں مدافعت کریں گی
ساقہ کے گرد ہیل کے زبردست ترین فصیل پیدا کر دیگی۔ بحری جہازوں پر اس کے چھوٹے انجن لگا کے حملہ بھی کیا جا سکیگا۔ سمندر کے اندر
تیرنے والی کشتیوں کو بھی اس کے ذریعہ تباہ کیا جا سکیگا۔ غرضکہ یہ ایک قیامت ہوگی اور ممکن ہے کہ اس سے آیندہ جنگ ناممکن ہو جائے۔

ننگے پن کا شوق۔ نچلی (انگلستان) میں ننگوں کا جلسہ ہوا جس میں ۲۰۰ مرد و عورت ننگے شریک تھے۔ مرد عورتوں سے ڈکنے تھے
بدن پر ایک تار بھی نہ تھا۔ ادرزا د برہنہ تھے۔ باغ کے گرد اونچی دیوار تھی تاکہ باہر والے دخل نہ دیں۔ اس مجمع میں مختلف ننگوں کی مجلسوں
کے نمایندے تھے اور ہر پیشہ کے لوگ تھے۔ یہ بے حیا لوگ کہتے ہیں کہ اب ہم کھلم کھلا اپنے اس شوق کو پھیلا ئینگے۔ اس میں آرام اور صحت
جسمانی ہے۔ ان میں ہر عمر کے مرد و عورت تھے۔ انکی صدر ایک عورت ہے۔ انہیں دقت معلوم ہوتی تھی۔ سگرٹ اور دیا سلائی کی ڈبیا
کہاں رکھیں۔ گھڑی کی تکلیف بھی تھی کیونکہ صدر نے جلسہ کے اختتام پر وقت دریافت کیا کہ کسی کے پاس گھڑی ہو تو وقت بتائے۔
بعد میں انکی تصویریں لی گئیں۔ یہ ہے یورپ کی تہذیب !

سونے کا کمال۔ سویڈن کے ایک گاؤں میں ایک ۱۲ سالہ لڑکی کتاب پڑھتے پڑھتے سوگئی وہ برابر سوتی رہی۔ اسکی آنکھ
اسوقت کھلی جب اسکی عمر ۵۴ سال کی ہوگئی وہ ۴۲ برس سوتی رہی۔
آجکل امریکہ میں ایک لڑکی ۱½ سال سے برابر سو رہی ہے۔ ڈاکٹر نے بہت سی دوائیں اس کے جسم میں سوئی کے ذریعہ پہنچائیں
لیکن اس کی آنکھ نہیں کھلی۔ ایک اور ڈاکٹر نے اب اُس کے جسم میں دوا پہنچائی ہے اور وہ کہتا ہے کہ اب وہ جلد جاگ جائے گی۔
اس طویل نیند پر حیرت ہے اور یہ دونوں باتیں کسی کی دماغی پریشانی معلوم ہوتی ہیں۔

کوہ نور۔ ایک خیال یہ ہے کہ یہ ہیرا ۵ قبل مسیح دریافت ہوا۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ یہ آج سے ۵ ہزار برس پہلے مسلی پٹم
کے قریب دریائے گداوری کی تہ میں نکلا۔ کاغذات سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب مالوہ کا پٹھان بادشاہ زیر ہوا تو وہاں سے یہ

ہیرا شاہ دہلی کے ہاتھ آیا اور جب بابر نے ہندوستان فتح کیا تو یہ مغلوں کے پاس آ گیا حتیٰ کہ نادر شاہ نے محمد شاہ کو زیر کیا۔ اُسے معلوم ہوا کہ یہ ہیرا اس کی پگڑی میں چھپا ہوا ہے۔ اس نے چال چلی کہ ہم پگڑی بدل بھائی بن جائیں۔ محمد شاہ کے دل نے بہت پس و پیش کیا لیکن نادر شاہ کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ نادر شاہ کے بعد یہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ لگا۔ سکھوں کو شکست دینے کے بعد یہ انگریزوں کے قبضہ میں آیا۔ عام عقیدہ یہ تھا کہ جس کے پاس یہ رہا وہ برباد ہوا لیکن بعد میں اس عقیدہ میں یہ ترمیم ہو گئی کہ عورت کو کچھ گزند نہیں پہنچتا چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اسے ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں پیش کر دیا جس نے اسے قبول کر لیا۔ اس نے مرتے وقت اسے اپنے جانشین کی بیوی کو دیے جانے کی وصیت کی چنانچہ یہ ہیرا برابر ملکہ وقت کے پاس رہتا ہے۔

پھلجھڑیاں۔ اگر مقیاس الہوا کا پارہ ۲۴ گھنٹے متواتر گرتا چلا جائے اور ہوا جنوب۔ جنوب مشرق یا جنوب مغرب سے چل رہی ہو تو ۲۱ گھنٹے کے اندر بارش آنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مصور بالعموم چہرہ کا بایاں حصہ دائیں کے مقابلہ میں زیادہ خوبصورت و خوشنما بناتے ہیں۔ آسٹریلیا میں ایک عورت کی ۹۰ ویں سالگرہ پر اس کی اولادیں سے سب بچے شریک تھے اس کے ۱۷ بچے ہیں۔ ۹۲ پوتے پوتی۔ ۱۰ پڑپوتے پڑپوتیاں۔ جرمن کے ایک مصر نے وعدہ کیا ہے کہ انگلیوں کے نشان سے وہ بتا سکتا ہے کہ وہ شخص پاگل ہے یا صحیح عقل کا آدمی۔

انگلستان میں ایک لڑکی زلزلہ آتے وقت خواہ وہ کہیں آتے کانپ کے زمین پر گر پڑتی ہے۔ اس کے جسم میں بجلی کی مقدار زیادہ ہے ۲۴ سالہ عورت کوہ الپس پر چڑھتی ہوئی پھسل اور ایک کھڈ میں گر کے مر گئی۔ اس کا کتا یہ حال دیکھ کے پہلے تو خوب بھونکا کہ کوئی آواز سن کے آئے پھر چار ہزار فٹ بلند مقام سے اتر کے تین میل دوڑا اور گھر کا دروازہ کھرچنے لگا۔ اسوقت لوگ وکو بھاگے اور لاش لائے مصر کے مینارہ کی لکیریں ظاہر کرتی ہیں کہ آئندہ جنگ عظیم ۱۹۳۶ء میں شروع ہو گی۔ ایک ڈاکٹر نے آلہ ایجاد کیا ہے جو عکس ریز شعاعوں کی تصویریں تار کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیج سکتا ہے۔ ایک تیز سے تیز سانپ گھنٹہ بھر میں ۳ ½ میل دوڑ سکتا ہے تاشوں سے سات سو مختلف کھیل کھیلے جا سکتے ہیں۔ آدمی اوسطاً ۱۱۸۰۰۰۰۰ لفظ سال بھر میں بولتا ہے۔

ڈاکٹر زیادہ واقفکار ہونے کی وجہ سے اچھے والدین نہیں بنتے۔ اپنے بیشی علم کی وجہ سے وہ بہت ڈرپوک ہو جاتے ہیں۔ گو زیادہ تر بچے رات کو پیدا ہوتے ہیں لیکن جڑواں بچوں کی زیادہ تعداد دوپہر کے قریب پیدا ہوتی ہے۔

دنیا میں سب سے پرانا درخت امریکہ میں ہے جس کی عمر ۴۸ سو سال سے زیادہ ہے۔ اس کا سب سے موٹی جگہ کا قطر ۴۴ فٹ سے زیادہ ہے۔ پابند وضع مصریوں میں عورتیں بولتی تصویریں دیکھنے نہیں جاتیں۔ قاہرہ میں تماشہ گاہوں میں صرف مرد ہی مرد ہوتے ہیں۔ عورتیں بھی ہوتی ہیں تو یورپین۔ کڑیوں کی ایک لاکھ ۲۰ ہزار۔ تیتریوں کی ۵۰ ہزار اور مکھیوں کی ۴۰ ہزار قسمیں ہیں۔ ایک جراحی کے سلسلہ میں ڈاکٹر کی نلکی ایک عورت کے جسم میں رہ گئی۔ وہ برابر کام کرتی تھی لیکن پیٹ میں کبھی کبھی دکھ ہوا کرتا تھا۔ ۱۲ برس بعد پیٹ پر کسی اور وجہ سے عمل جراحی کیا گیا تو وہ نکالی گئی لیکن عورت کچھ دیر بعد مر گئی۔ آئرلینڈ میں ایک ۹۲ سالہ ۱۱ نے صرف ایک گھر میں ۷۵ سال نوکری کی اس عرصہ میں اس نے شادی بھی کی اور تین بچے ہوئے۔ اب وہ سب مر چکے ہیں۔

محمد ظفر

بزم عصمت

مسز یوسف علی صاحبہ نے ستمبر کے بزم عصمت میں اختلاج قلب کا علاج دریافت کیا ہے تو ان سے مجھے بھی یہ شکایت ہے بین دورے کے زمانے میں اکسیر علاج آنولے کا مربا ہے۔ رات ایک آنولہ پانی میں بھگو دیں اور علی الصباح نچوڑ کر ایک رتی میں پیس کر کھا لیں یہ ہمارے گھر کا سالہا سال کا آزمودہ علاج ہے اس مرض کا دورہ عموماً دوپہر یا سہ پہر سے عود کرتا ہے اس کے تنخ پر بید مشک اور کیوڑا پینا اور چہرے پر ملنا مجرب ثابت ہوا۔

نشاط النساء کلکتہ

دانتوں سے خون آنے کا ایک نہایت مجرب اور سہل نسخہ میرے ہاتھ لگا ہے۔ عصمتی بہنوں کے فائدہ کے لئے لکھ رہی ہوں۔ ہر صبح دانتوں کو مسواک سے صاف کریں اور اسی مسواک سے مسوڑھوں کے اندر اور باہر کی طرف خالص تیل تارا میرا اچھی طرح لگائیں۔ دس منٹ منہ ڈھیلا چھوڑ دیں مسوڑھوں میں سے بہت سا گندہ مادہ خارج ہوگا۔ پھر منہ کو صاف کر دیں ایک ہفتے کے اندر اندر مکمل آرام ہو جائیگا۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عام طور پر خالص تیل تارا بازار میں نہیں ملتا۔

م۔ ر۔ اشفاق بیگم سرگودھا

بہن قابلہ خاتون گورکھپوری کے استفسار کے جواب میں جو عصمت بابتہ ستمبر ۴۲ء میں شایع ہوا ہے عرض ہے۔ نیاز فتحپوری کے شاہکار صرف اردو ہی میں موجود ہیں۔ موصوف انگریزی زبان کے مصنف نہیں ہیں۔ نیاز نے درحقیقت آسکر وائلڈ کا رنگ اختیار کیا ہے۔ "جمالستان" کے رنگ کی انگریزی تصنیف آسکر وائلڈ کی ہو سکتی ہے۔ لانگ فیلو اور ٹیگور کی جن نظموں کا بہن صاحبہ نے تذکرہ کیا ہے وہ اردو میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ ان نظموں کے رنگ کی اردو نظمیں الیاس برنی کے مجموعہ منتخبات میں مل سکتی ہیں۔

رضیہ جہاں آرا رابہ پور ضلع سیتاپور

ایک بہن نے مہاسوں کی دوا دریافت کی ہے کیوٹیکورا آئنٹمنٹ Cuticura ointment اور کیوٹیکورا صابن سے پہلے منہ دھو کر صبح اور شام دو وقت استعمال کیا جائے تو انشاءاللہ ایک ہفتہ میں مہاسوں کی اور کھجلی کی شکایت رفع ہو جائے گی۔

بہن۔ ا۔ ب صاحبہ چنڈ دارہ کو معلوم ہو کہ آپ اپنے سفید چٹوں پر کچے انجیر کا چھلکا موٹا کر دا اور بیج نکال کر تین چار دن کے باسی دہی کے توڑ میں پیس کر موٹا موٹا لگائیے انشاءاللہ پندرہ دن میں داغوں کی سفیدی بالکل جاتی رہے گی مجرب نسخہ ہے۔

بیگم سید جعفر علی خاں لکھنؤ

جن محترم عصمتی بہنوں کو بال بڑھانے والے تیل کی طلب ہے میں ان کو مخلصانہ مشورہ دیتی ہوں کہ وہ "گیسو دراز نورجہانی تیل" کا استعمال فرمائیں انشاءاللہ خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔ یہ کوئی اشتہار نہیں جس سے بہنیں بدظن ہو گئیں۔ علاوہ اپنے تجربہ کے کئی بہنوں سے اسکی تعریف سنکر میں نے یہ لکھا ہے۔ بہنیں فائدہ اٹھائیں۔ قیمت ایک سیر للعہ ہے۔ پتہ ذیل سے طلب فرمائیں۔ انور جہاں بنت سید الفت علی صاحب سوداگر جانوران و عجائبات بھوپال۔

انور سلطان لاہور

محترمہ ا۔ ص بیگم کیپٹن وصی الحسن عسکری صاحبہ نے جو قطعہ تاریخ وفات جناب سید حسن عسکری صاحب ڈپٹی کلکٹر کی فرمائش کی تھی وہ حسب ذیل ہے:

سید مرحوم آخر چل بسے　　خوب رہے جب تک کہ دنیا میں رہے

محترمہ مسز ایس ایم رشید صاحبہ نے جو تاریخی قطعہ وفات کتبہ قبر مرحومہ زلیخا اختر صاحبہ کے لئے فرمایش کی تھی وہ حسب ذیل ہے۔

دل رقت ام جب ہو چکا شادی سے دور
حیران آنکھیں مضطرب روح آزادی سے دور
اک مخمصے میں جان تھی تاگہاں آئی صدا
چل شہر خموشاں میں آبادی سے دور

۱۹۳۳ء بنت فاطمہ

بہن مسز ظہیر الدین صاحب ایس۔ڈی۔او۔ کی خدمت میں گزارش ہے کہ حیدرآباد پہونچکر انہوں نے خط نہیں لکھا اور بہن نے ان کو خط لکھا تھا اسکا بھی جواب نہیں دیا تعجب اور فکر ہے۔ رحمت الرحمٰن از دہلی

میں نہایت مسرت سے حلقہ عصمت میں اس چیز کو درج کررہی ہوں کہ ۹ ستمبر ۱۹۳۴ء کو خدا نے ایک ننھی سی بہن عطا فرمائی خدا سے دعا ہے کہ بچی کو حیات دے اور عصمتی بہنوں سے التجا ہے کہ کوئی اچھا نام تجویز فرمائیں۔ زہرہ خاتون بنت نیاز علی صاحب

میں نہایت مسرت سے عصمتی بہنوں کو اطلاع دیتی ہوں کہ پیاری باجی قدیر فاطمہ بیگم بنت مظاہر حسین صاحب جعفری مؤلفہ گلدستہ کشیدہ و وائس ایڈیٹر رسالہ "جوہر نسواں" کو خدا وند تعالیٰ نے ۱۹ اگست ۳۴ء مطابق ۷ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ بوقت ۲ بجے دن چاندسی دختر عطا فرمائی۔ بچی کا نام بتول فاطمہ عرف زہرہ جبین رکھا گیا ہے بہنیں دعا فرمائیں کہ اس ننھی سی کی عمر دراز ہو اور مثل اپنی ماں کے سچی خادمہ نسواں ثابت ہو۔ آمین۔
کوئی بہن یا بھائی قطعہ تاریخ ولادت لکھیں۔ عین نوازش ہوگی۔

بنت فاطمہ دختر سید محمد علی

میری عزیزہ خالہ صاحبہ کو کئی سال سے COLIC PAIN کی شکایت ہے جس سے بڑی تکلیف ہے جب درد کی شدت ناقابل برداشت ہوتی ہے تو ڈاکٹر مرفیا کی انجکشن دیکر بیہوش کر دیتے ہیں جس سے ان کی صحت پر بہت اثر پڑتا ہے ڈاکٹری یونانی علاج بہت کئے لیکن کوئی فائدہ نظر نہیں آتا کوئی بہن یا بھائی آزمودہ یا مجرب نسخہ بذریعہ [illegible]

میرے عزیز فرزند اکبر کو ۱۹۲۶ء میں نمونیہ ہوگیا تھا جس سے افاقہ تو ہوگیا مگر ہنوز سینہ کمزور ہے اور مچھلی کے تیل کی کئی بوتلیں پی چکا ہے اور لائق ترین ڈاکٹر اس کے معالج رہ چکے ہیں۔ مگر کھانسی کی شکایت کبھی کم ہوجاتی ہے۔ اور پھر عود کر آتی ہے۔ اور وہ بھی نہایت شدت سے عمر ۱۲ سال ہے۔ اگر کسی بہن یا بھائی کو کوئی آزمودہ نسخہ یاد ہو۔ تو رسالہ عصمت میں درج فرماکر ممنون احسان فرمائیں۔

مسز نواب الدین یوگنڈا افریقہ

میرے والد بزرگوار کے پیر کے تلوؤں میں عرصہ ایک سال سے جلن محسوس ہوتی ہے دن ہو یا رات سوکر اٹھنے کے بعد اس میں اضافہ معلوم ہوتا ہے باقی اوقات میں کچھ کچھ افاقہ رہتا ہے عصمتی بہن بھائیوں میں سے کسی کو مجرب دوا یا غذا معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں

مس جان محمد بن اسمٰعیل سیٹھ کرچین

۱۔ مجھے موتیوں کی ایسی بیل کا نمونہ درکار ہے جو چھپر کے دامن و استھنوں پر بنائی جاسکے براہ کرم محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ توجہ فرمائیں
۲۔ محترمہ مسز سعید الدین صاحب جج خفیہ اور محترمہ بہن دولہن صاحبہ کا پتہ مطلوب ہے۔ ارجمند بانو۔ آگرہ

مجھے پیاری بہن اہلیہ مولوی حبیب الحق فخر الدین صاحبہ چھپرہ کا پتہ درکار ہے کیا بہن صاحبہ اپنے پورے پتہ سے آگاہ کرینگی۔ اقبال بیگم عرف جیلہ خریدار نمبر ۲۸۲۵

محترمہ ایس۔آر۔کرانیہ صاحبہ کو معلوم ہو کہ میری نوٹ بک گم ہوجانے کی وجہ سے آپ کا ایڈریس محفوظ نہیں رہا اس لئے خط کا جواب نہ دے سکی۔ مہربانی فرماکر اپنے خط میں اپنے مفصل پتہ سے مطلع فرمائیں۔

ایس۔بی۔ جعفری منٹگمری

جون ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں بہن بنت محمد حسن صاحبہ لاہور نے بال بڑھانے کے لئے بنگڑہ بوٹی کے پانی کا استعمال بتایا ہے۔ کیا مہربانی فرماکر بہن موصوفہ بتا سکتی ہیں کہ بوٹی کہاں مل سکتی ہے۔ ناریل کے تیل کے علاوہ دوسرے تیل کے استعمال سے بال گرنے لگتے ہیں۔ میں نے گورکھپور میں بھی بہت تلاش کرائی لیکن نہ مل سکی۔

[illegible]

فروری کے پرچہ میں سید محمد سلطان احمد نے لکھا تھا خشک اور تر داد کی دوا ان کے پاس ہے مجھے خشک داد کی دوا کی ضرورت ہے مہربانی فرما کر پتہ ذیل پر روانہ فرمائیں۔

خریدار نمبر ۵۵۲۶ دفتر عصمت دہلی

میرے منہ پر پھلے نکلتے ہیں اور ان میں کھجلی بڑھتی ہے نیز ایک ایسا لگا اگر کوئی فایدہ نہیں ہوا کوئی بہن یا بھائی برائے مہربانی کوئی دوا یا کریم اپنی آزمودہ دوا بتائیں جس سے فایدہ ہو میں بہت شکر گزار رہونگی اور نیز میرے سر کے بال دو سال سے سر کے زرد ہو اُتر گئے ہیں بہت سے سارے تیل ڈالے ہیں مگر کوئی فایدہ نہیں ہوا بال ویسے ہی اترے چلے جاتے ہیں کوئی بہن ایسا مسالہ یا تیل یا کوئی اور دوا ایسی بتائیں جس سے کہ بال بڑھنے لگیں۔

ا۔ ر ضلع علی گڈھ

میری بہن عمر اٹھارہ سال ہے اور چھ سات سال سے مرض لدروانہ میں بجد پریشان ہیں۔ اب تو خفیف سا درد بھی پیٹ میں پیدا ہو گیا ہے بہت سی انگریزی و یونانی ادویہ کا استعمال ہوا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا کوئی عصمتی بہن یا بھائی کوئی مجرب دوا یہ خیال کر کے کہ چھ سات سال کا مرض ہے بذریعہ بزم عصمت یا پتہ ذیل پر نسخہ بھیجکر ممنون فرمائیں۔

معرفت سید مصطفےٰ علی صاحب کشور خریدار ۹۵۵۶

کوئی بہن یا بھائی ریاست اندور کے رہنے والے اس بات سے مطلع کریں کہ پہاڑوں میں پتھر پڑا ہے رفت پتھریا میں ایک چیز نکلتی ہے جسکو پتھر کا کپڑا یا پتھر کا جیو کہتے ہیں وہ سفید رنگ کی گوندی ہوتی ہے۔ رنگ سفید اور چکیلا اور مزہ پھیکا ہوتا ہے یہ گوند ہم کو دواؤں میں ڈالنا ہے کہاں ملتا ہے کیا قیمت ہے۔ خریدار نمبر ۱۲۱

عصمتی بہنوں کی خدمت میں عرض ہے کہ برقعہ کے نقاب میں سیفٹی پن لگانا کہاں تک موزوں ہے کیونکہ میں نے صرف ایک انگریزی داں بہن کو نقاب میں سیفٹی پن لگاتے دیکھا ہے اور چند بہنوں نے اس پر اعتراض کیا کہ برقعہ پر سیفٹی پن کیسی میں نے یہ مناسب سمجھا کہ میں اپنی عصمتی بہنوں سے دریافت کروں۔ نیز بیگم جمیل احمد صاحب آناؤ کی خدمت میں عرض ہے کہ کھجلی کا بہترین علاج یہ ہے کہ روزانہ نہائیں اور کیوریزیم کی تمام جسم پر مالش کریں اور کپڑا پہنیں ڈر اور پرہیز کریں انشاء اللہ

تربیت گاہ بنات

نواب فخر الملک بہادر جو تربیت گاہ کے قدیمی محسن مربی تھے اور جنکی ذات سے اور یتیم بچیاں پرورش و تعلیم حاصل کر رہی تھیں رحلت فرما گئے نواب صاحب بہادر مرحوم کی خبر پہونچتے ہی تربیت گاہ بند کر دی گئی اور اسی شب کو ایصال ثواب کے واسطے دو کلام اللہ پڑھے گئے دوسرے روز تربیت گاہ اس سلسلہ میں بند رہی اور یتیم بیکسوں نے دن بھر کلام اللہ تلاوت کیا شام کو فاتحہ ہوئی اور مرحوم کے لئے دُعائے مغفرت کی گئی۔

خداوند کریم نواب صاحب مرحوم پر اپنی رحمت کے پھول برسائے تربیت گاہ کو جو نقصان نواب صاحب بہادر کی رحلت سے ہو چکا تھا نواب غازی جنگ بہادر نے اس کی تلافی فرما دی اور دونوں وظیفے بدستور جاری رکھے ہیں۔ عنایت و کرم کے جواب میں تربیت گاہ کی تمام بچیوں اور بالخصوص یتیم بیکسوں نے نواب غازی جنگ بہادر کی درازی عمر کی دُعا مانگی۔

معبود حقیقی نواب صاحب بہادر کی عمر دراز کرے

اس سال یتیم بچیوں کی درخواستیں اسقدر زیادہ ہیں کہ میری عقل کام نہیں کرتی کہ کیا کروں ہر بچی کی حالت دوسری سے بدتر ہے کسکو بلاؤں اور کس سے انکار کروں تربیت گاہ کے معاونین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں اپنے دورہ میں عصمتی بچیوں سے جو کچھ فراہم کر لیتا ہوں اسی پر انکے تمام سال کی ضرورتوں کا انحصار رہتا ہے مگر اس سال اپنی صحت کی خرابی سے دورہ پر نہ جاسکا۔ اب ان بچیوں کی درخواستوں کا خدا ہی مالک ہے۔ میں غالباً کسی سے انکار نہ کرونگا۔ خدا میری خواہش پوری کرے۔

عصمتی اور بنائی بچیاں توجہ فرمائیں۔ مولوی محمد کلیم اللہ صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل پٹنہ اراہ حال کو معہ اپنی بیگم صاحبہ کے تربیت گاہ میں تشریف لائے اور بہت خوش ہو کر تشریف لیگئے یہ دونوں تربیت گاہ کو ہمیشہ اپنی مسرتوں میں شریک کرتے ہیں اور کبھی غافل نہیں ہوتے بچیاں اپنی محسنہ کو دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئیں۔

جوہر نسواں کے اجرا پر خواتین کا اظہار مسرت

رسالہ جوہر نسواں مل گیا کیا بتاؤں اس کی آمد پر کس قدر خوشی حاصل ہوئی۔ میں نے اس رسالہ کو توقع سے بڑھ کر جاذب توجہ اور جاذب نظر پایا۔ بالخصوص ٹائٹل پیج لاجواب ہے جسے دیکھتے ہی رسالہ کے اجرا کا مقصد اور اس کی خوبیاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ نام اور مضامین کا انتخاب بھی نہایت عمدہ اور موزوں ہے۔ ترکیبیں سہل اور آسان۔ دستکاری کی شوقین بہنوں کو یہ رسالہ ایک اعلیٰ استاد کا کام دے گا اور نو آموز بہنیں اس کے باقاعدہ مطالعہ اور تجربہ سے اعلیٰ دستکار بن جائے گی۔

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابو الفضل چیف انسپکٹر ویسٹرن یونیورسٹی پنجاب

مجھے یہ دیکھ کر از حد خوشی ہوئی کہ جوہر نسواں ان تمام خوبیوں سے بھرا ہوا ہے جو ایک بہترین رسالہ میں ہونی چاہئیں۔ یہ آپکا ہی کام ہے جو ایسی اچھی اور نیک خدمت قوم کی کر رہے ہیں۔ خدا جزائے خیر دے۔ مجھے یہ دیکھ کر از حد خوشی ہوتی ہے کہ رسالہ عصمت اپنے وقت کا بہترین رسالہ ہے اور نہایت پابند وقت ہے۔ اُمید جوہر نسواں بھی نہایت پابندی سے شائع ہوگا۔

جمیلہ بیگم ہمشیرہ علاؤ الدین ایم اے سنٹرل شملہ

میں ارادہ کر رہی تھی کہ کوئی ایسی اُستانی رکھوں جس سے کچھ دستکاری کا کام سیکھوں کیونکہ مجھے بچپن سے اسکا شوق ہے اور عنقریب کوئی اُستانی رکھنے والی تھی مگر جوہر نسواں کو دیکھ کر یقین کر لیا کہ اس سے زیادہ مفید کوئی اُستانی نہیں ہو سکتی۔ جوہر نسواں سے ہر قسم کی دستکاری کا سبق بہت قلیل رقم میں مل جائے گا اسکا چندہ سالانہ پرچہ کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے بہت ہی کم ہے۔ جناب نے اور مولانا راشد الخیری مدظلہٗ نے ہم سب بہنوں پر وہ احسان کیا ہے جسکا شکریہ کسی زبان سے ادا نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف حضرت مولانا راشد الخیری مدظلہٗ کی کوشش ہی کا نتیجہ ہے جو ہم بہنوں کو ایسا مفید اور کار آمد رسالہ جو ہندوستان میں واحد ہے اور اپنی نظیر نہیں رکھتا دیکھنا نصیب ہوا جوہر نسواں کا وی پی حسب ذیل پتہ پر بھیج دیجئے۔

بیگم نواب سید جعفر علی خاں مولوی گنج لکھنؤ۔

جوہر نسواں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ ایسے رسالہ کی خواتین ہند کے لئے سخت ضرورت تھی میری دلی آرزو ہے خدا آپ کو اس کوشش میں کامیاب کرے۔

عائشہ بائی بنت داؤد موسیٰ بمبئی

دستکاری کا اتنا اچھا رسالہ نکالنا آپ ہی کا حصہ ہے ہم اس رسالہ کے ذریعہ کافی ترقی کر سکتے ہیں۔ یہ رسالہ خود اپنی تعریف ہے۔ اس رسالہ کے ذریعہ ہر پھوہڑ عورت باسلیقہ بن جائے گی۔

نسیم فاطمہ الہ آباد خریدار نمبر ۹۹

جوہر نسواں کی وی پی موصول ہوئی۔ پرچہ نہایت عمدہ اور کار آمد ہے۔ ہندوستان اب تک ایسے رسالہ سے محروم تھا جس کی واقعی اشد ضرورت تھی۔ آپنے جوہر نسواں جاری فرما کر خواتین ہند پر وہ احسان کیا ہے جس کے شکریہ سے زبان قاصر ہے۔

عاصمہ خاتون دختر قاضی محمد اکرام صاحب ڈاکہ

جوہر نسواں اسم با مسمیٰ ہے۔ شروع سے آخر تک دیکھا۔ واقعی ہم لڑکیوں کے لئے دستکاری کے اس رسالہ کی ضرورت تھی جو آپ نے پوری کر دی۔ جتنی تعریف جوہر نسواں کی کی جائے کم ہے۔ خدا دن دونی رات چوگنی ترقی کرے۔ مندرجہ ذیل پتہ پر بھی وی پی کر دیں۔

ممتاز نیازی بنت غلام محمد خاں صاحب ملتان

جوہر نسواں اچھا رسالہ ہے اور ضرورت کے لحاظ سے بہت موزوں۔

بنت محمد مقصود علی خاں صاحب فیروز پور چھاؤنی

ستمبر کا جوہر نسواں ایک سہیلی کے ہاں میری نظر سے گذرا حقیقتاً پرچہ کار آمد ہے۔ طبقہ نسواں کو ایسے رسالہ کی سخت ضرورت تھی الحمد للہ اب یہ کمی پوری ہو گئی۔ اُمید ہے جوہر نسواں بھی مثل عصمت کے پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوتا رہے گا۔

اہلیہ قاضی ظفر احمد ایل فتح پور بارہ بنکی

اچھوتوں کی تلاش حق اچھوتوں نے جب دیکھا کہ ہندو اعلیٰ ذاتیں انہیں برابر کے حقوق دینے کے وعدوں کے باوجود انہیں کچھ بھی نہیں دے رہے تو اب تنگ آ کے انہوں نے علی گڑھ میں جلسہ کیا جس میں دیہاتی ترقی۔ ملک بھر کے اچھوتوں کے باہمی اتفاق و اتحاد۔ اسمبلی کے لئے اُمیدواروں کی نامزدگی۔ ترویج تعلیم پر بحث و مباحثے ہوئے۔ ان کی کارروائی میں یہ بھی تھا کہ انہیں کونسا مذہب اختیار کرنا چاہیئے تاکہ وہ آزادی اور دُنیاوی ترقی حاصل کرسکیں۔

ہسپانیہ میں بغاوت ہسپانیہ کی وزارت نے استعفےٰ دیدیا کیونکہ وہ حکومت کا جؤا اچھی طرح نہ اُٹھا سکی۔ اتنے میں بارسلونا اور میڈرڈ میں ایک بڑی جماعت نے جمہوریت کا اعلان کر دیا اور عمارتوں پر قبضہ کرلیا صدر بھی مقرر ہوگیا سرکاری فوجوں نے جنگ جاری رکھی۔ بہت سے مارے گئے۔ آخر اس نئے صدر نے ہتھیار رکھدیئے اور گرفتار کرلیا گیا مگر بغاوت برابر جاری ہے۔ بارسلونا ریاست کیٹیلونیا کا دارالسلطنت ہے۔ یہ ریاست فرانس کی جنوبی سرحد سے ملی ہوئی ہسپانیہ کے شمالی مشرق میں ہے۔ یہ کئی سال سے ہسپانیہ سے الگ ہوجانے کے لئے شور مچا رہی ہے۔ دو سال ہوئے ہسپانیہ نے اسے بڑی حد تک خود مختاری دیدی تھی۔ اسے الگ پارلیمنٹ صدر اور کونسل دیدی تھی مگر وہ بالکل علیحدہ ہونا چاہتی ہے لیکن ہسپانیہ اس بات کو گوارا نہیں کرسکتا۔ یہ شورش اسی سلسلہ میں ہوئی جو دبا دی گئی۔

شاہ جگوسلویہ کا قتل الگزنڈر شاہ جگوسلاویہ فرانس میں اپنے ملک اور اطالیہ کے ناخوشگوار تعلقات کے درست کرنے کے سلسلہ میں گیا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد سرویہ میں کئی علاقے شامل کردیئے گئے۔ اور یہ سرویہ سے جگوسلویہ ہوگیا۔ اس میں مختلف قومیں آگئیں جن میں ایک کروٹ قوم ہے۔ یہ سرویہ میں شامل کیئے جانے سے ناخوش ہیں لیکن شاہ مذکور نے اپنے تدبر اور آہنی تدبر سے انہیں قابو میں رکھا۔ وہ فرانس کے ساحل پر اُتر کے موٹر میں بیٹھا اور جلوس جا رہا تھا کہ ہجوم میں سے ایک کروٹ نکل کے اس کی موٹر پر چڑھ گیا اور فوراً پستول سے کئی گولیاں چلائیں جن سے نہ صرف شاہ مذکور تھوڑی دیر بعد مرگیا۔ فرانس کا وزیر بھی جو اس کے ساتھ تھا کچھ عرصہ بعد فوت ہوگیا۔ یورپ میں اس قتل سے پیچیدگیاں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اسکا ۱۱ سالہ لڑکا لندن میں پڑھتا تھا۔ اسے صبح کے وقت جگا کے اس کے باپ کے قتل کی خبر کی گئی۔ اسکا چہرہ زرد تھا۔ وہ سخت پہرہ میں اپنے ملک کو روانہ ہوگیا ہے۔ اس کے ملک نے اسے اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا ہے۔ ایام نابالغی میں ایک مجلس انتظامیہ کام کرے گی۔ شاہ پیٹر تدفین کی رسم کے بعد انگلستان تکمیل تعلیم کے لئے واپس آجائے گا۔

زنانہ کرکٹ ٹیم انگلستان سے عورتوں کی ایک کرکٹ ٹیم ۱۹ اکتوبر کو آسٹریلیا روانہ ہوگئی۔ اس میں ۱۵ عورتیں ہیں جو اپنا خرچ خود ادا کرینگی۔ وہ پنامہ کے راستے ۳ اپریل کو انگلستان واپس پہنچ جائیں گی۔ آسٹریلیا میں ہر صوبہ میں ان کا میچ ہوگا اور تین آزمائشی مقابلے ہونگے۔ اس ٹیم کی کپتان ای آرچ ڈیل ہے جو بیرسٹری پڑھ رہی ہے۔ ان میں کئی زور کی گیند پھینکتی ہیں اور کئی خوب بلا مارتی ہیں۔

زنانہ کرکٹ ایسوسی ایشن نے یہ ٹیم روانہ کی ہے۔ زنانہ کرکٹ نئی چیز نہیں ہے۔ جنگ عظیم کے بعد آٹھ سال ہوئے ہر زنانہ مدرسہ میں کھیلوں کی فہرست میں کرکٹ بھی داخل کر لیا گیا۔ مدرسوں میں لڑکیاں کرکٹ کھیلنا سیکھتی اور مشق بڑھاتی ہیں

اس ٹیم میں ٹائپ کرنے والی۔ پرائیویٹ سیکرٹری۔ معلمہ اور طالبہ علم شامل ہیں۔ انگلستان میں اس ایسوسی ایشن سے ۵۰۔ ۶۰ زنانہ مدرسے اور ۷۰ کالج اور زنانہ کرکٹ کلب وابستہ ہیں۔ عورتیں مردوں کے برابر عمدہ کھیلتی ہیں۔ فرق صرف طاقت کا ہے۔ اس ٹیم کا مقابلہ آسٹریلیا کی زنانہ ٹیموں ہی سے ہوگا۔ ابھی کرکٹ میں عورتوں اور مردوں کا مقابلہ یا مخلوط کھیل عرصہ تک ممکن نہ ہوگا۔

آیندہ جنگ کا اندیشہ۔ جنگ عظیم کے بعد یورپ کی طاقتیں قیام امن کی فکر میں رہیں اور اس کے لیے تخفیف اسلحہ کی تجویز منظور ہوئیں مگر جب سلطنت وارکمی کا سوال درپیش ہوا تو ہر ایک ہچکچائی۔ اندرونی طور پر تو سب کی سب جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں لیکن ظاہر میں زور و شور سے اسلحہ کی کمی پر بحث ہوتی رہی کہ فلاں سلطنت تیاری بند کر دے تو فلاں بھی بند کرے گی۔ نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ انگلستان نے حال میں ۴۶۰ جنگی ہوائی جہاز اپنے ہوائی بیڑے میں بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ آسٹریا پر جرمنی اور اطالیہ دونوں کی للچائی نظریں پڑ رہی ہیں۔ جرمنی میں ہر ہٹلر برسر اقتدار آگیا ہے۔ پولینڈ اور روس میں کشمکش ہے۔ ترکی اور اٹلی کی پرانی عداوت ظاہر ہونے لگی ہے۔ ترکی نے درہ دانیال کو مستحکم کرنا شروع کر دیا ہے حالانکہ بعد جنگ کے معاہدہ کے مطابق اسے غیر مسلح کر دیا گیا تھا۔ اب فرانس میں یوگوسلاویہ کا بادشاہ مارا گیا ہے تو اس ملک میں غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ یہ قتل اٹلی کی سازش سے ہوا ہے۔ غرضیکہ یورپ اس وقت بارودخانہ بنا ہوا ہے اور کہیں سے ذرا سی چنگاری آپڑی تو ایک دم دھماکا ہو کے جنگ و خونریزی کے بادل آسمان پر چھا جائیں گے۔

ہندوستان میں امریکی راج۔ اس موسم سرما میں امریکہ سے معماروں کی ایک جماعت ہندوستان روانہ ہوگی۔ یہ یہاں کے کھنڈرات کا معاینہ کرکے وہاں دفینوں کی تلاش کرے گی۔ جو خزانے دبے نکلینگے ان کا کچھ حصہ حکومت کو دیا جائیگا باقی وہ اپنے ساتھ لے جائے گی۔ کراچی اور موہنجوداڑو میں نئے کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں جو تین سو سال قبل مسیح کے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ جماعت ٹکسلا اور روضہ تاج محل کو بھی دیکھے گی۔

ترکی زبان کی اصلاح۔ عربی اور فارسی کا ترکی زبان پر اسقدر اثر رہا ہے کہ خود ترک اپنی زبان کو عامیانہ اور متروک سمجھ کے عربی و فارسی استعمال کرتے تھے۔ عربی کا اثر قرآن پاک اور مذہبی کتابوں کی بدولت تھا اور فارسی کا اس کے علم ادب کی وجہ سے۔ پچھلی صدی کے آخری حصہ میں ترکوں میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا جو ترکی زبان کو ان دو ترکی زبانوں کے اثر سے بچانا چاہتا تھا۔ سلطان وقت نے ان لوگوں کی ہمیشہ مانعت کی بلکہ ان کو دشمن سمجھا گیا۔ نوجوان ترک بھی اس اصلاح کے حق میں تھے۔ مصطفےٰ کمال کے عروج کے بعد اس جوش نے یہ شکل اختیار کی کہ اس نے عربی رسم الخط بھی ترک کر دیا اور لاطینی طرز تحریر اختیار کر لی اور عربی فارسی الفاظ بے رحمی سے خارج کر دیئے گئے عوام الناس میں دو گروہ ہیں۔ ایک اس اصلاح کا حامی ہے دوسرا سختی اور عجلت کے خلاف ہے اور اسے ڈر ہے کہ اسکا نتیجہ کہیں گڑبڑ نہ ہو۔

عورت کی بہادری۔ رنگون کے پاس ایک گاؤں ہے ایک چیتا آیا اور ایک کتے کو لے جانے لگا کتے کے مالک نے

اسے بچانا چاہا تو چیتا اُس پر حملہ آور ہوا اور اُسے بُری طرح اس نے زخمی کر دیا۔ اس کی بیوی نے ایک کلہاڑی سے اس پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔ چیتا جنگل میں بھاگ گیا۔ دوسرے دن اسے مار ڈالا گیا۔

ضلع ملتان میں ایک مولوی ایک لڑکی کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک روز کہا جاتا ہے اس کی نیت خراب ہوئی۔ لڑکی نے اپنی آبرو بچاتے ہوئے اس کی ناک کاٹ لی مقدمہ دایر ہوا۔ عدالت نے لڑکی کو ۶ مہینے قید سخت کی سزا دی جو عدالت سشن میں تین ماہ کر دی گئی

تاروں کا جھرمٹ۔ ضلع شیخوپورہ میں ایک عورت اپنے شیر خوار بچہ کو اپنی بچی کی نگرانی میں تالاب کے کنارہ چھوڑ کے خود کسی اچھی جگہ فاصلہ سے کپڑے دھونے لگی۔ لڑکی کھیل میں لگ گئی۔ بچہ کسی طرح لڑھک تالاب میں ڈوب گیا۔ جب وہ عورت فارغ ہو کے آئی تو بچہ ڈھونڈا۔ وہ ایک جھاڑی میں اُلجھا ہوا مرا ملا۔

کراچی میں ایک فقیر ایک پیسہ مانگتا تھا۔ دوکاندار اُسے ایک پائی دیتا تھا۔ اس پر اس نے اپنا تیشہ دوکاندار کے سر میں مار کے سر پھاڑ ڈالا۔ پھر بازار میں جا کے اسی طرح دو اور آدمی زخمی کیے۔ اُسے بڑی مشکل سے قابو میں کیا گیا۔ دکاندار بڑی مدت کے بعد صحت یاب ہوا۔ فقیر کو سات سال قید سخت کی سزا ہوئی ہے۔

بلگام میں ایک ہندو عورت اپنا آٹھ روز کے بچہ کو پلنگ پر سُلا کے اور اُسے گرم رکھنے کے لئے پلنگ کے نیچے چھوٹی انگیٹھی سلگا کے خود نہانے چلی گئی۔ آگ بھڑک کے بانوں میں لگ گئی۔ بچہ انگیٹھی میں گر کے جل بھُن گیا اور مر گیا

جے پور کے ایک مسلمان اندھے نے بچپن میں قرآن حفظ کیا۔ پھر ایک مدرسہ میں داخل ہو کے عربی سیکھی اور ایک کاتب کی مدد سے امتحان دیا اور تعریف کے ساتھ کامیاب ہوا۔ اب وہ طبیہ کالج میں داخل ہو کے حکیم بننا چاہتا ہے۔

ہینڈنبرگ کا سفید گھوڑا بھی جس پر چڑھا ہوا وہ میدان ٹینن برگ میں روسیوں پر فتحیاب ہوا تھا اپنے آقا کے مرنے کے چند روز بعد مر گیا۔

شمس العلما مولوی نذیر احمد کی نواسی کی بیٹی عصمت کی مضمون نگار محترمہ محمدی بیگم صاحبہ دو سال پہلے عثمانیہ یونیورسٹی کے امتحان بی اے میں اول آئی تھیں اب انھیں حضور نظام نے بہت بڑا وظیفہ دے کے تکمیل تعلیم کے لئے انگلستان بھیجا ہے۔ اُنکے ساتھ اُنکے شوہر بھی جائیں گے جو دکن میں ڈپٹی ہیں۔ اُنھیں نصف تنخواہ دی جائیگی تاکہ وہ بھی ریاست کے مفید مطلب کام سیکھ لیں۔ سندھ میں ایک ہندو نے ایک تاریخ لکھی اور اُس میں حضور رسول اکرم کے متعلق گستاخانہ الفاظ استعمال کئے جس پر اسے عدالت نے سزا دی۔ اس نے اپیل دایر کیا۔ دو مئی کے دن عدالت میں حاضر تھا کہ اُسے چھُری سے ہلاک کر دیا گیا۔ عبدالقیوم گرفتار کر لیا گیا۔ اب اُسے پھانسی کی سزا دی گئی ہے۔

سر فضل حسین کی میعاد وزارت ختم ہوتے پر چودھری ظفر اللہ خاں وزیر مقرر ہو گئے ہیں گو اُنہیں صنعت و حرفت کا عہدہ ملیگا اور وزارت تعلیم پر کنور جگدیش سنگھ مقرر ہوئے۔ بعض مسلمانوں نے خواہ مخواہ چودھری ظفر اللہ خاں کے

تقرر کی قادیانی ہونے کی وجہ سے مخالفت کی تھی حالانکہ اس وقت اُن سے بہتر آدمی مسلمانوں میں نہیں ہے۔ دہلی میں ایک لڑکا سوڈے کی بوتل گھر لئے جا رہا تھا کہ بوتل پھٹ گئی اور اسکا منہ اور دایاں ہاتھ زخمی ہوگیا۔ کلکتہ میں ایک بنگالی نے اپنے خانگی مشکلات سے پریشان ہوکے اپنی پہلی بیوی کے ایک ۶ سالہ لڑکے اور ۴ سالہ لڑکی کو زہر دے کے مار ڈالا اور پھر خود مرگیا۔ مالدیپ کی رعایا نے اپنے سلطان کو اس وجہ سے معزول کردیا ہے کہ وہ آئین کی بے حرمتی کرکے مطلق العنانی سے حکومت کرتا تھا۔ حکومت صوبجات متحدہ نے مسز ای لے شاہ صدر، مسز ایچ این گپتا اور بیگم حبیب اللہ کا ایک بنچ قایم کیا ہے جو درجہ دوم کے مجسٹریٹی اختیارات سے عورتوں اور بچوں کے مقدمے سنا کریگا۔ مسٹر خالد لطیف گابا کے چچا اور لالہ ہرکشن لال سابق وزیر پنجاب کے بھتیجے نے اسلام قبول کرلیا۔ ان سے کچھ عرصہ پہلے سرشادی لال سابق چیف جسٹس پنجاب کے چچازاد بھائی مسلمان ہوچکے ہیں۔ لائلپور میں ایک آریہ سماجی ڈاکٹر نے اپنی بیوی اور بیٹی سمیت شرف اسلام کیا۔ بروک لینڈس (انگلستان) ایک عورت نے ۱۴ یا ۱۲۴ میل گھنٹہ کی رفتار سے موٹر چلا کے ایک نئے کارخانہ کی بنیاد رکھی ہے۔ ۱۳ اکتوبر کو ختم ہونے والے ہفتہ میں ۳، ۷، ۲۲، ۵ روپیہ کا سونا یورپ و امریکہ کو گیا۔ اب تک ۹۵۶۳۶۴۹۷۹ اروپیہ کا سونا ہندوستان سے باہر جاچکا ہے۔ تجربہ کے طور پر جناب وائسرائے نے جاڑوں میں گرمیوں کا وقت جاری رکھنے کے لئے گھڑی کو آدھ گھنٹے آگے کردینے کا عملی قدم اٹھایا ہے۔ اس طرح دفتر اصلی وقت ½ ۹ بجے شروع ہوا کرینگے گو گھڑی کے مطابق وہ وقت ۱۰ بجے کا ہوگا۔ یہ تجربہ کیا گیا ہے۔ کامیاب ثابت ہونے پر مستقل عمل کیا جائے گا۔

ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے یہ مضامین عصمت میں شائع نہیں ہوسکتے۔ ۵ نومبر تک ٹکٹ آنے پر مضمون نگاروں کو واپس کئے جاسکتے ہیں۔ ۱۵ نومبر کے بعد ضایع کردیے جائیں گے۔

وقت کے ایک مسئلہ پر غور۔ نامراد صدیقہ ظفر (افسانہ) بلبل۔ لطیفے از آگرہ۔ لوریاں۔ راز اکبرآبادی (الہ آباد) آہ تم کہاں ہو۔ غزل وصی۔ دور اندیشی (افسانہ) افسانہ غم از نامبر۔ تخلیات از جالنہ۔ مدرسہ کی تعلیم۔ تاریخ عالم اور جنس لطیف۔ مغیرہ۔ چند یورپینین۔ بیگمات اور محلات شاہان اودھ کی شاعری۔ وہی عرض۔ محشر کے انصاف کا ایک سین۔ میرے دل کی دنیا۔ ہوشیار لڑکی (ڈرامہ) ایک مختصر خاندان کی آپ بیتی۔ نظم متعلق پردہ پھر شادیاں ہونگی۔ معزز ادیبہ کی رحلت۔ بیاہ کے وقت لڑکیاں کیوں روتی ہیں۔ قرۃ العین۔ شہاب الدین غوری۔ حسرت کے دو آنسو۔ مایوس محبت۔ آنسو۔ نالہ دلگداز (نظم) معمہ ٹیکسلا۔ افسانہ ناکام محبت از دہلی۔ مزاحیہ مضمون ہماری بیگم۔ کتب بینی از اورنگ آباد دکن۔ نتیجہ پژمردہ دنیا۔ ڈراما گالی بھائی۔ امید۔ ملالت اور انتظار ہیں۔ ہندوستانی بہنوں پر ایک نظر۔ کسی کو کیا معلوم (افسانہ) مرحومہ حمیدہ (از حیدرآباد دکن) لنگے تانگے کے زیورات جہیز میں۔ طلاق۔ گھنٹہ نہیں بجیگا۔ بچوں کی دعا۔ لک کا گیت۔ مہان نوازی۔ چاند۔ بیمہ اور اسلام۔ تبلیغ اسلام بھی فرض ہے۔ معراج۔ رنج کے بعد راحت۔ عورتوں کے نام سے مضمون خانہ جنگی (افسانہ) نئے کی بیلیں (افسانہ)

گکرے؟ گکرے؟ گکرے؟

آنکھوں کے لئے کیا تباہ کن بیماری ہے ایک دفعہ انسان کو لگی ہوئی ہٹنے کا نام نہیں لیتی اس سے آنکھوں میں کھجلی کی تکلیف ہتی ہے تیز روشنی میں آنکھیں بخوبی کھل نہیں سکتیں نظر آہستہ آہستہ مفقود ہوتی رہتی ہے گرمیوں میں یہ مرض اور بھی شدت دکھاتا ہے۔ بس اگر آپ اس موذی مرض سے نجات چاہتے ہیں تو فوراً ہی ہمارا سرمہ نورانی استعمال کرنا شروع کر دیں۔ جو اس مرض کو جڑ سے اکھاڑنے میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے جو فائدہ دوسرے سرموں یا کاسٹک کے ٹچ کرانے سے مہینوں میں نہیں ہوتا وہ سرمہ نورانی کے چند روز کے استعمال سے نمایاں طور پر ہو جاتا ہے۔ اگر فائدہ نہ ہوا تو حلفیہ تحریر آنے پر قیمت واپس کر دی جائے گی۔ سرمہ نورانی کا روزانہ استعمال آنکھوں کو تندرست بناتا ہے قیمت فی تولہ دو روپے۔

دلکشا ہیر آئیل (رجسٹرڈ) بالوں کے لئے از بس بہترین تیل ثابت ہو چکا ہے قیمت فی شیشی ایک روپیہ نو اونس والی دو روپے محصول ڈاک دونوں پر ایک جتنا لگتا ہے۔

دلکشا سنون دانتوں اور مسوڑوں کی جملہ امراض کے لئے منجن ہے۔ اس سے پائیوریا جیسی موذی مرض بھی دور ہو جاتی ہے قیمت فی شیشی (۱۰) دس آنہ

کناری اونس۔ مردوں اور عورتوں کی طاقت بڑھانے اور ان کی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے حیرت انگیز ایجاد ہے تفصیل حالات کے لئے کارڈ بھیجکر کارخانہ کی فہرست مفت طلب فرمائیں۔ قیمت شیشی عہ

نوٹ تمام قیمتیں علاوہ پیکنگ و محصول ڈاک ہیں آرڈر دیتے وقت حوالہ اشتہار ضرور دیں۔

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان پنجاب

ضرورت

ایک نارمل اسکول پاس شدہ (ٹرینڈ) اردو لڑکیوں کے اسکول بیتول کے لئے چاہئے اندر دو ہفتہ کے درخواست معہ تنخواہ جو لینا منظور ہو نیچے لکھے ہوئے پتہ پر بھیجی جاوے

سکرٹری میونسپل کمیٹی بیتول (سی۔ پی)

ضرورت

ایک اردو پڑھی لکھی قبول صورت ۱۹ سالہ افغان لڑکی کے لئے ایسے لڑکے کی ضرورت ہے جو کنوارا ہو اور گورنمنٹ سروس میں ہو۔ آمدنی کم از کم ستر روپے ماہوار ہو صاحب جائداد اور اہل پنجاب کو ترجیح جائیگی نجیب الطرفین افغان ہونا ضروری ہے۔

درخواستیں مع فوٹو ۲۰ نومبر تک آجانی چاہئیں

ق۔ معرفت رسالہ عصمت دہلی۔

تصنیفات مصوّرِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

چین میں مغربی تہذیب کے اثرات

اسکول جانے والی لڑکیاں مغربی پوشاک میں

مغربی ہوابازی کا شوق بڑھا

امریکہ کی ہواباز ہوائی تعلیم کے بعد آپس میں گفتگو کر رہی ہیں ۔

سوئی کا کام

مختلف قسم کی ہندوستانی دستکاریوں مثلاً کشیدہ کاری۔ کروشیا۔ ٹَنگ کارپٹ ورک۔ مارکینی وغیرہ میں سب سے مقدم اور سب سے اہم فن خیاطی ہے جس کا جاننا ہر لڑکی اور عورت کی روزمرہ کی ضروریات میں سے ہے۔ خواتین کو حلقہ عصمت کی مشہور دستکار محترمہ فاطمہ جعفر حسنی کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے قریباً ڈیڑھ درجن نامور دستکار بہنوں کی مدد سے سال بھر کی محنت کے بعد سوئی کا کام یا جمال خیاطی مرتب فرمائی ہے جس میں مختلف وضع کے کپڑوں کی کٹائی اور سلائی کے ۱۸۱ دلاویز نمونے ہیں۔

باب ۱ بچوں کے کرتے۔ سوٹ۔ جانگئے۔ ماڈی۔ پجامہ۔ سینہ بند فیڈر وغیرہ کے ۱۹ نمونے

باب ۲ بچوں کے فراک۔ قمیص۔ کرتے۔ گاؤن وغیرہ کے وضع وضع کے ۲۴ نمونے

باب ۳ مختلف قسم کے بہایت دلفریب دیدہ زیب بمپروں کے ۲۵ نمونے

باب ۴ نئی نئی طرح کی قمیصوں کے ۱۵ نمونے

باب ۵ پارسی مدراسی اور دوسرے قسم کے بلاؤزر ۶ نمونے

باب ۶ نئی نئی وضع کے خوبصورت کالر ۴۴ نمونے

باب ۷ مختلف وضع کے قمیص دلاویز کف ۹ نمونے

باب ۸ لباس شب خوابی۔ ساڑی کی لیڈر۔ انڈرویر وغیرہ کے ۹ نمونے

باب ۹ پاجامہ شلوار کے کٹائی سلائی کے ۹ نمونے

باب ۱۰ مختلف چیزیں مثلاً ریلوائے گیری کی جھالر۔ الماری پوش۔ میز پوش۔ پلنگ پوش۔ کشن۔ دستر خوان۔ تکیوں کے غلاف۔ جگ کور۔ آئینہ پوش۔ ٹی کوزی وغیرہ کے ۳۲ نمونے

متعلق کٹائی اور سلائی کی ترکیب نہایت محنت اور خاص توجہ سے مکمل اور مفصل لکھی گئی ہے کتاب کے شروع میں سلائی کی تہیں اور بخیہ سوئی وغیرہ کے استعمال کی بابت کارآمد ہدایتیں ہیں نمونے خوب صاف اور واضح ہیں کاغذ سفید چکنا خوب دبیز۔ کتاب سوئی کا کام کی موجودگی میں آپ کو درزی کی پریشانی سے نجات مل جائے گی اس موضوع پر بھی ہندوستان میں اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی۔ قیمت صرف ایک عمر علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ

دفتر عصمت کوچہ چیلان دہلی

عصمتی بہنیں

اگر ان قواعد کی پابندی کریں تو ان کو کبھی ہم سے شکایت کا موقعہ نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۲۰ تاریخ کو شائع ہو کر تیسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار بہنوں کو پہنچ جاتا ہے اس میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی لیکن اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے کسی کو پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۰ تاریخ تک کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگالیں اس کے بعد قیمتاً بھی ممکن ہے نہ مل سکے

(۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام کا تبادلہ ہو جائے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دے دی جائے کئی کئی ماہ بعد پتہ بدلوانا دفتر کو سخت نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو ۲۰ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے۔ ہر بہن کا فرض ہے کہ جب پتہ تبدیل ہو تو فوراً دفتر کو اطلاع دے دیں

(۳) جب ہمیں خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپ کو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا آپ نے نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیجکر دفتر سے معلوم کر لیجئے کیونکہ بغیر خریداری نمبر لکھے آپ کے خط کی تعمیل فوراً نہ ہو سکے گی

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا تین پیسے کا ٹکٹ بھیجئے۔

(۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ ضرور درج فرمائیے۔

(۶) خریداروں کو چندہ کی میعاد یا اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پیشتر دیدی جاتی ہے۔ اگر کسی بہن کو آئندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کر دیں اور اگر پرچہ بدستور جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر کے ذریعہ آئندہ سال کا چندہ بھیج دیں انکاری اطلاع یا چندہ نہ آنے پر وی۔ پی بھیجا جاتا ہے۔

وی پی واپس کرکے عصمت کو شدید نقصان پہنچانا تعلیم یافتہ بیبیوں کیلئے زیبا نہیں۔ اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی ضرور وصول کر لینا چاہیے

منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

تربیت گاہ کی افطاری

رمضان المبارک کا مہینہ بھاگم بھاگ چلا آرہا ہے یہ وہ مقدس دن ہیں جب خدا کے نیک بندے اپنے مولا کی دی ہوئی
نعمتوں میں اپنے غریب اور محتاج عزیزوں اور مسلمانوں کو شریک کرنے اور خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل
کرتے ہیں۔ زندگی کے وہ چند لمحے جب ایک مسلمان کے دل میں کسی حاجتمند کی خدمت کا پاکیزہ جذبہ پیدا ہو ان بیسیوں برسوں
سے بہتر ہیں جو محض خواہش نفس کی تکمیل میں بسر ہوں اور مبارک ہیں وہ ہاتھ جو اس نیک کام کو اٹھیں اور اس سے پہلے
کہ بڑھنے سے معذور ہو جائیں کسی اچھے کام میں گذریں۔

تربیت گاہ نے اس وقت تک جو کچھ بھی خدمات انجام دیں وہ مصیبت زدہ لڑکیوں اور یتامیٰ بچیوں کے علم میں ہیں ان کو
یہ بھی معلوم ہے کہ میں اس کے متعلق نہ کوئی چندہ کرتا ہوں نہ عام چندہ، نہ ہی بچیوں سے کوئی فیس لی جاتی ہے۔ ان کو یہ
بھی خبر ہے کہ اس کے تمام اخراجات صرف ان کے دست کرم پر منحصر ہیں۔ وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ دورہ میں جو کچھ مجھ کو ملتا
ہے وہ ان ہی کی ضرورتوں پر صرف ہوتا ہے اور ان کے اخراجات کی تکمیل زیادہ تر میرے دورہ سے ہوتی ہے۔ میں پچھلے
پرچہ میں یہ بھی اعلان کر چکا ہوں کہ قویٰ کے انحطاط علالت اور بند رہنے نقاہت کی وجہ سے میں اس سال دورہ
نہ کر سکا اور اب تمام ضروریات کی تکمیل کا انحصار ان ہی چند دلوں کی توجہ پر منحصر ہے جن میں یہ احساس
موجود ہے۔

یہ چند سطریں لکھنے کے بعد میں ان کے پڑھنے والوں سے صرف اتنا اور کہوں گا کہ ماہ مقدس میں روزانہ
افطار کے وقت تربیت گاہ کے یتیم سیکشن کی سابق اور حال کی بچیاں اور ان کی رانڈ مائیں جمع ہوتی ہیں تو اسلام کی
ایک عجیب شان نظر آتی ہے اس لئے کہ حاجتمند مسلمانوں کا یہ گروہ کوئی غیر مسلم دروازہ نہ جھانکے۔ ان کے
روزے بھی یہاں کھلتے ہیں اور کھانا بھی یہیں کھاتی ہیں۔

زندگی کی ماری ہوئی یہ لڑکیاں انواع و اقسام کی نعمتوں کے کھانے کا حق نہ رکھتی ہوں مگر اتنا حق
تو ضرور رکھتی ہیں کہ معمولی کھانے سے افطار کر لیں۔

راشد الخیری

بنات دہلی مسلمان بچیوں کے لئے ماہوار رسالہ سات سال سے تربیت گاہ بنات دہلی سے
شائع ہو رہا ہے۔ سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ۔

اعتماد کرے اور ان کے ارشاد کو درست اور بیان کو صحیح سمجھ لے۔

اسمبلی میں مسودہ قانون کا کامیاب ہونا آسان نہیں ہے مگر بالفرض کامیاب ہو بھی گیا تو گویا یہ کہنا گناہ ہوگا کہ مسلمان عورت کو ارتداد کے دروازہ تک مرد اور صرف مرد نے پہونچایا اگر اس کے حقوق پامال نہ ہوتے اگر اس کا حق خلع جو اسلام نے عطا فرمایا تھا غصب نہ ہوتا۔ تو یقیناً مسلمان مرد کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا اور اگر اب بھی مسلمان مرد عورت کے مشورہ بغیر محض اپنی طاقت سے اس کو روک سکا تو خاکم بدہن اس کوشش میں کامیاب ہو ہوا الا مرد زیادہ نہیں ایک نصف صدی کے عرصہ میں یہ دن دیکھ لیگا کہ نکاح معاشرت اسلامی سے رخصت ہوا اور جس طرح ارتداد کی ذمہ داری مسلمان مرد پر ہے اسی طرح انسداد ارتداد کی ہر تجویز جو بغیر عورت کے مشورہ کے کامیاب سمجھی جائے گی حقیقتاً نکاح کے فنا کرنے کا پیش خیمہ ہو گی۔

مسلمان مرد اپنی طاقت کے زعم میں جو چاہے کرے مگر وہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ زمانہ کہیں کا کہیں پہونچ گیا اسکی توہمات کا دور ختم ہو چکا مرد کو اتنا یقین کر لینا چاہئے کہ جاہل عورت کو اچھا نہ ملا اس کی پچھلی تاریخ جب اس نے مرد کے ہاتھوں جانوروں کی زندگی بسر کی ہے اس کے سامنے ہے جس نے اس کو مذہب سے اس قدر بیزار کر دیا کہ وہ اسلام کے نام سے ہزاروں کوس دور بھاگنے کی کوشش کرتی ہے اور جب وہ یہ دیکھتی ہے کہ اس کے پاؤں میں اس کے مذہب نے غلامی کی زنجیریں ڈالدیں تو مذہب ایک خوفناک صورت میں اس کے سامنے نمودار ہوتا ہے لیکن جب وہ سنتی ہے اور پڑھتی ہے کہ اسلام نے سب سے زیادہ عورت کی حمایت لی تو اس کے زخم پر کچوکے لگتے ہیں اور وہ اصغری بیگم کی صورت میں سشن جج کے سامنے یہ کہنے پر مجبور ہوتی ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کو طلاق نہ دی اور اب مجھے اسلام چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

کیا اس مختصر رام کہانی کے بعد مسلمان عورت کا ارتداد یہ حق نہیں رکھتا کہ چشم بصیرت اس پر توجہ کرے اور مرد کو اس کے مظالم اور غصب حقوق سے باز رکھ کر اسی طرح گھر کی ملکہ سمجھے جس طرح اسلام نے اس کو سمجھا تھا اور سمجھایا تھا۔

مسلمان فقط ارتداد کو روکنا چاہتا ہے تو اس کا پہلا کام یہ ہے کہ اس وقت جبکہ مسلمانوں میں اپنے اور مرد کے حقوق کو اچھی طرح سمجھنے والی عورتیں پیدا ہو گئی ہیں ان مشوروں میں شریک کرے اور اس مصیبت کا علاج جہاں خود سوچے وہاں اس سے بھی پوچھے کہ کیا کرنا چاہئے۔

انسداد ارتداد کی تجاویز پر غور کرنے والے مرد اگر میری اس عرضداشت کو قبول فرمائیں تو میں ان کی خدمت میں مسلمان عورتوں کی ایسی فہرست پیش کر دوں کہ جن کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بڑی حد تک اس مرض کا تیر بہدف علاج ہوگا۔

راشد الخیری

مخلوط کلب

چند روز ہوئے میں نے ایک پارٹی میں ایک صاحب کے منہ سے سنا کہ وہ ایسا کلب جاری کرنا چاہتے ہیں
جس میں خواتین کے علاوہ مرد بھی شرکت کر سکیں۔ مردوں کا داخلہ اس شرط پر ممکن ہوگا کہ ان کی کوئی نہ کوئی عزیزہ بھی کلب
کی ممبر ہو۔ بیوی، بہن، بھانجی، بھتیجی۔ اگر اس کے اپنے ہاں کی مستورات پردے کی پابند ہوں اور وہ اکیلا کلب کا ممبر
ہونا چاہے تو نہ ہو سکے گا۔ ہاں مستورات کے لئے یہ قید نہیں، وہ ہر حال میں لے لی جائیں گی۔

لیکن ادھر کے شہروں میں تو ابھی پردہ ہی چھوڑنا اچھی بات نہیں سمجھا جاتا بھلا اس تجویز کو کون پسند کرتا۔ سب
نے اعتراض کیا اور پوچھا کہ آخر ایسے کلب کی ضرورت کیا ہے۔ اگر صرف زنانہ کلب بنایا جائے تو اس میں بے تکلف سب
مستورات شریک ہو سکیں گی اور اچھی طرح ان کی تفریح ہو جائے گی لیکن اس صورت میں تو صرف وہی خواتین اس کی
ممبر ہو سکیں گی جو مردوں سے میل جول رکھتی ہیں اور انہیں ان سے اس طرح بے تکلفی سے ہاتھ ملانے اور بات چیت
کرنی ہے جیسے کہ اپنی بے پردہ والی خواتین سے۔ اس پر ان صاحب نے جواب دیا کہ دراصل یہ کلب ان لوگوں کے لئے ہوگی جنہوں
نے اپنے ہاں کی مستورات کا پردہ تو چھڑوا دیا ہے لیکن اب تک یہ پسند نہیں کرتے کہ وہ تنہا کہیں جائیں چنانچہ جہاں خود جاتے
ہیں وہاں انہیں بھی لے جاتے ہیں اور یہی چاہتے ہیں کہ جہاں وہ جائیں وہاں ہم بھی جا سکیں۔ اس پر ہم لوگوں کو بڑا
تعجب ہوا کہ یہ بھی ایک عجیب منطق ہے ایک طرف تو یہ آزادی کہ پردہ چھڑوا دیا اور مردوں سے ملانا شروع کیا۔ دوسری
طرف یہ تنگ خیالی کہ بیوی کا تنہا کہیں جانا پسند نہیں۔ آخر یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جہاں کہیں بیوی اکیلی جائیں گی وہ کوئی
پردہ نشینوں ہی کا مجمع ہوگا۔ اگر مخلوط پارٹی ہوگی تو ظاہر ہے کہ اس میں آپ کو بھی بلایا جائے۔ پھر وہاں اکیلے بھیجنے میں کیوں
تامل ہو۔ ہاں اگر یہ بات ہے کہ میاں کے بغیر بیوی اور بیوی کے بغیر میاں کی تفریح پوری نہیں ہو سکتی تو وہ دوسری بات
ہے لیکن یوں تو یہ بڑی لغویت ہے اور حالانکہ اس مسئلہ کا تعلق صرف انہیں لوگوں سے ہے جن کے ہاں سے پردہ اٹھ
چکا ہے لیکن ان میں بھی ابھی مختلف گروہ ہیں۔ ایک تو وہ جو اپنی مستورات کو تفریح یا ضرورت کے وقت بیویوں کو کھلے منہ
سفر کراتے ہیں اور اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کوئی دیکھتا ہے، سنتا ہے یا کچھ کہتا ہے اور یہ لوگ کسی سے باقاعدہ طور
پر نہیں ملتیں جلتیں تھیٹر سینما بھی دیکھتی ہیں کسی کسی خاص جلسے میں بھی شریک ہوتی ہیں لیکن سارے مجمع سے کچھ اس طرح
بے پروا سی رہتی ہیں اور اپنے وقار کو ملحوظ رکھتی ہیں کہ بات کرنا تو کجا کسی کے قریب سے نکلنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی بلکہ سامنے
نظر نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن یہ بہت کم ہیں۔ دوسرے وہ کہ اپنے خاص خاص دوستوں کے سامنے کرتے ہیں گویا ان دوستوں
کو عزیزوں کا درجہ دے دیا ہے کہ آئیں بیٹھیں بات چیت کریں ان کی خاطر تواضع کی جائے لیکن یہ ہو یا اپنے جلسوں

پارٹیوں میں شریک نہیں ہوتیں جہاں عام طور پر مرد و عورت سب موجود ہوں۔ نہ مردوں سے ہاتھ ملائیں نہ ان کے
ساتھ کھائیں پئیں۔ تیسرے وہ کہ تمام مردانہ جلسوں دعوتوں وغیرہ میں بے کھٹکے شریک ہوتی ہیں مردوں سے ہاتھ
ملاتی ہیں ان کے ساتھ کھاتی پیتی اور بیڈمنٹن ٹینس وغیرہ کھیلتی ہیں۔ ان کے بے پرخوشی اور زیادہ عرصہ تک ملاقات
نہ ہونے پر افسوس کا اظہار کرتی ہیں۔ بس مختصر یہ ہے کہ مرد و عورت کا فرق ہی گویا باقی نہیں رہتا۔ اچھے خاصے تعلیم یافتہ
اور نئی تہذیب سے واقف مرد بھی ایسی جگہ جھجکتے ہیں لیکن وہ بیبیاں خود ہنس کر کہہ دیتی ہیں کہ آئیے آپ ہیں تو
بہت دنوں سے پردہ چھوڑ چکی ہوں بعض اس حد تک بڑھی ہوئی ہیں کہ اپنے سب دستور بالکل بھول گئیں مردوں
پر تعجب اور افسوس کرتی ہیں۔ بس درحقیقت اسی آخری گروہ کو اس کلب کی ضرورت ہے اور وہ خود کبھی کبھی صاف
کہہ دیتی ہیں کہ ہم اس لئے [illegible] کے خواہاں ہیں کہ مردوں سے برابر کا خیال ہو اور ان سے ہر مضمون پر
تبادلہ خیالات کر سکیں ان کی عادت اور مزاج کو سمجھیں ان سے تہذیب کا سبق سیکھیں۔ زنانہ جلسوں میں اس کے
سوا اور کیا ہوتا ہے کہ دو چار کی برائی کرتی ہیں دو چار کسی پر ہنس رہی ہیں۔ مردوں میں یہ باتیں نہیں ہوتیں اور اسی لئے
ان کی باتوں میں جی لگتا ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ جو بہنیں ان خرابیوں کو محسوس کرتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ دور ہو جائیں وہ خود کیوں نہیں ایسی
جگہ اس قسم کی پاک صاف باتیں شروع کر دیتیں جس سے سب دلچسپی بھی لیں اور کچھ فائدہ بھی ہو۔ آخر وہ باتیں جو کانوں
کو اچھی معلوم ہوتی ہیں کچھ نہ کچھ یاد بھی رہ جاتی ہیں۔ وہ طریقہ آپ خود بھی سیکھئے اور اس کو رواج دیجئے نہ یہ کہ اپنی محفل
چھوڑ کر خود وہیں کی ہو رہئے۔ یہ کسی عقلمند کے نزدیک ترقی نہیں کہی جا سکتی اور نہ اس قسم کے کلبوں سے کوئی فائدہ
عورتوں کو ہو سکتا ہے ہاں نقصانات کا بہت کچھ احتمال ہے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں جو کوئی ٹھنڈے
دل سے غور کرے وہ آپ سمجھ سکتا ہے۔ میں ایک بالکل معمولی بات لکھتی ہوں کہ انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کی نسبت
اچھی بری کچھ نہ کچھ رائے ضرور رکھتا ہے پھر اسی سے یہ ضرور نکلتا ہے کہ اپنے ہم خیال لوگوں سے اسے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔
اسی کے ساتھ یہ بھی خیال کیجئے کہ اختلاف رائے دشمنی بہت زیادہ دیتا ہے بہ نسبت اتفاق رائے کے۔ اب یہ بہت ممکن ہے
کہ بیوی کسی کو پسند کریں اور میاں اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھیں یا میاں کسی کو پسند کریں بیوی اس سے بات کرنا عار سمجھیں
بیوی کسی کو اچھا کہیں تو میاں کو ناگوار ہو میاں کسی کی تعریف کریں تو بیوی کو کھٹکے۔ یہ باتیں کبھی کبھار کی ملاقات میں تو کچھ بھی
نبھ جاتی ہیں لیکن جب روز کا واسطہ ہوگا اس وقت یہی چھوٹی چھوٹی باتیں بڑھتے بڑھتے نہ رکیں گی اور آخر کو اسی اختلاف
رائے کی بدولت عجب نہیں بہت جلد وہ دن دیکھنا پڑ جائے جس کو آج یورپ دیکھ رہا ہے ہندوستان بہت جلد
تباہی کا شکار ہو جائے گا کیونکہ بہرحال وہاں تعلیم تو ہے جس کی وجہ سے روشن خیالی بھی ہے اور رواداری بھی۔ یہاں تو ابھی کچھ نہیں
سوائے بندر کی سی نقالی کے۔ بس اللہ ہی رحم کرے ہم مسلمانوں کے حال پر اور ہدایت دے کہ گمراہیوں سے بچیں آمین

عورت کا مقصدِ زندگی

عصمت کو مجھ سے نہایت بجا شکایت ہے کہ جب میں جرمنی میں تھی تو اکثر مضامین و تصاویر وغیرہ سے عصمت کی خدمت کرتی رہتی تھی اور اب جب سے ہندوستان میں آئی ہوں باوجود لگاتار اصرار کے بھی تین سال سے کچھ نہیں لکھا۔ اصل یہ ہے کہ جرمنی میں جو کچھ میں ہندوستان اور ہندوستانیوں کے متعلق جانتی تھی وہ یا تو کتابوں اور رسالوں اور اخباروں کے پڑھنے سے معلوم ہوا تھا اور یا لوگوں سے سنی سنائی۔ مگر جب میں ہندوستان آئی تو جو کچھ تصور اور تخیل ہندوستان کا میرے ذہن میں تھا اس کے بالکل خلاف نظر آیا۔ یہ میرے لئے ایک بڑا صدمہ اور شوک [illegible] تھا جس کا اثر اب تک زائل نہیں ہوا۔ جرمنی میں ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ ہندوستان، ام تہذیب و تمدن کا مخرج ہے۔ تاج محل جیسی عمارت دنیا میں نہیں دلی اور آگرہ کے قلعہ کے محلات اور دلی کی جامع مسجد و مقبرے۔ قطب صاحب کی لاٹ لاجواب ہے۔ عجیب و غریب تہذیب و تمدن کے آثار میں جس کا جواب کہیں بھی پتہ نظر نہیں آتا۔ عام طور پر یورپ کی ادنی درجے کی باتوں کی اندھی نقل کی جاتی ہے باوجودیکہ خود وہ نہیں کی ہندوستانی اور اسلامی تہذیب و تمدن اپنی مثال نہیں رکھتے۔ یورپ نے مسلمانوں سے اور مشرق سے بہت کچھ سیکھا اور حاصل کیا اور اور پھر اس کو ترقی دی اندھی تقلید نہیں کی۔ میرے لئے اس قسم کی نکتہ چینی بڑا مشکل کام ہے کیونکہ میں ایک بڑی مشکل میں پھنسی ہوئی ہوں۔ گو میں مسلمان ہوں اور چونکہ ہندوستانی سے شادی کر لی ہے پس سیاستاً ہندوستانی ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ نہ میں اب یورپین ہوں اور نہ ہندوستانی۔ وہ لوگ بھی اب مجھ کو غیر سمجھتے ہیں اور یہاں والوں کے لئے بھی غیر ہوں۔ اس کا تجربہ مجھ کو روز ہوتا رہتا ہے۔ گو میں نے یہاں آتے ہی شروع شروع میں زمین پر کھانا شروع کیا اور ہندوستانی کھانا کھانے کی بھی کوشش کی مگر میں ہندوستانی نہ بن سکی۔ لوگ مجھ کو غیر ہی سمجھتے رہے۔ مثلاً ایک دفعہ میں دلی اپنے شوہر کے رشتہ داروں میں اپنے دس برس کے لڑکے کے ساتھ گئی تو صاحبہ خانہ نے لڑکے کو یوں بلایا "آؤ بیٹا قریب آؤ تم تو ہمیں میں سے ہو تم تو کالے آدمی ہو غیر تھوڑے ہی ہو وغیرہ وغیرہ" اور اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ اس واسطے میں ڈرتی ہوں کہ میری نکتہ چینی ایک غیر کی نکتہ چینی سمجھی جائے گی اور میری نیک نیتی کو غلط معنی پہنائے جائیں گے۔ اس لئے جو اصلاح اور خدمت کے ارمان اور آرزوئیں میں لے کر آئی تھی اور جس کے لئے میں نے اپنے آپ کو خوب تیار کیا تھا وہ دبی کی دبی پڑی ہوئی ہیں۔

یہ ہے سب سے بڑی وجہ کہ میں اب تک کوئی مضمون نہ لکھ سکی۔ لیکن عصمت کے اصرار پر اب میں نے ارادہ کیا ہے کہ نہایت احتیاط سے اپنے افکار کا اظہار کرنا شروع کروں۔ یہاں آ کر مذکورہ بالا صدمے کی وجہ سے اردو سیکھنے میں اب تک کچھ ترقی بھی نہیں کی لہذا میرے افکار کو میرے شوہر ہی نے قلمبند کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ امید ہے کہ عصمتی بہنیں اور عصمتی بھائی

میری نیک نیتی کو غلط نہ سمجھیں گے اور مجھ کو باوجود میری یورپین پیدائش اور سفید رنگ کے اپنوں ہی میں سے سمجھیں گے۔ میں قلباً مسلمان ہوں اور قانوناً ہندوستانی مجھ کو اسلام سے محبت ہے اور ہندوستان سے محبت کرنی چاہتی ہوں اور دونوں کی ترقی میری دلی آرزو ہے۔ ابھی میرے شوہر دتی گئے تھے تو آزادی صاحب سے اون کی بہت باتیں ہوئی تھیں۔ آزادی صاحب کی یہ خواہش تھی کہ جرمنی عورت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ جرمنی ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر مسئلہ پر رات دن چھان بین ہوتی رہتی ہے مسئلہ نسواں چونکہ ایک ملک اور قوم کے عروج و زوال کے لئے نہایت ہی اہم مسئلہ ہے لہذا اس پر بھی بڑے قابل مرد اور عورتیں چھان بین کرتے رہتے ہیں۔ اس چھان بین اور تحقیقات کی بنا پر عورتیں اپنی زندگی کو چلاتی ہیں۔ مثلاً عورت کو بحیثیت ایک انسان کے کیسا ہونا چاہئے۔ بحیثیت ایک جرمنی کے کیسا ہونا چاہئے بحیثیت ایک نیشنل سوشلسٹ کے کیسا ہونا چاہئے۔ ایک نیشنل سوشلسٹ عورت جرمنی بھی ہے اور انسان بھی۔ پس ان باتوں میں آپس میں کسی قسم کی ضد نہیں ہونی چاہئے۔ اسی طرح اس ملک کی میری بہنوں کو بحیثیت مسلمان اور ہندوستانی اور انسان کے زندگی کو ڈھالنا چاہئے۔

تمام یوروپ اور امریکہ میں بحیثیت عورت کے جرمنی عورت اب بھی نمونہ اور مثال مانی جاتی ہے۔ کیونکہ جرمنی قوم نے یوروپ میں عورت کے مقصد زندگی کو بہتر سمجھا ہے۔ عورت سب سے پہلے **"گھر والی"** ہے۔ جرمنی قانون کی رو سے "گھر **والی"** بھی ایک پیشہ شمار کیا جاتا ہے جیسے ڈاکٹر، بیرسٹر، انجنیر، معلم، کاتبہ، عطارہ، تاجرہ، مادر زن، وغیرہ وغیرہ۔ جس طرح اور پیشوں کے لئے تیاری کی ضرورت ہے اسی طرح "گھر والی" بن جانا بھی آسان بات نہیں۔ اگر آپ اپنے بیمار بیٹے، بیٹی، بیوی، بھائی، باپ، ماں کو علاج کے لئے کسی نام کے ڈاکٹر کے جس نے دراصل ڈاکٹری کی تعلیم نہ پائی ہو سپرد کر دیں گے تو کیا حشر ہوگا۔ "نیم حکیم خطرۂ جان" کی مثل مشہور ہے اور اگر وہ حکیم نیم بھی نہ ہو تو۔ اسی طرح آپ کسی انجان آدمی کو اپنا سوٹ سلنے کے لئے نہیں دیں گے اور نہ جسکو دواؤں کی پہچان ہے اوس سے نسخہ بنوائیں گے اور نہ جاہل سے علم سیکھیں گے۔ پھر اگر آپ اپنا گھر کسی عورت کے سپرد کر دیں گے جس نے گھر کے متعلق کچھ علم نہ حاصل کیا ہو تو کیا نتیجہ ہوگا اور یوں تو رہنے کے لئے جانور بھی رہتے ہیں اور قدرت نے اون کو رہنے کا طریقہ فطرتاً انسان سے اچھا سکھایا ہے۔ انسان کو عقل دے دی ہے اور جانوروں کو فطرت [illegible] لہذا جرمنی قوم نے خوب غور کیا ہے کہ "گھر والی" کے کیا کیا فرائض ہیں اونہیں فرائض کے انجام دہی کے لئے اوس کو تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔

گھر والی بننے کے لئے سب سے پہلے تو ہوشیار ہونے کے بعد لڑکی کی شادی ہوتی ہے شادی ہونے پر بالعموم ایک عورت ایک گھر کی مالک بن جاتی ہے۔ اب اوس کا سب سے (۱) پہلا کام تو یہ ہے کہ گھر کو جنت بنائے اور اپنے آپ کو اور گھر کو اپنے شوہر کے لئے مرغوب بنائے۔ اگر شوہر کو گھر کے باہر زیادہ دلچسپی ہو گئی تو پھر گویا گھر بگڑ گیا۔ یوروپ میں تو ظاہر ہے مگر یہاں بھی چھپی بات نہیں کہ بیوی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ شوہر کو اوس سے محبت ہو شوہر کے خیال ادھر اودھر نہ بھٹکیں شوہر کو

یہ خیال نہ آنے پائے کہ اوس کے دوست یا فلاں عورت کے ہاں گھر میں صفائی بھی زیادہ، گھر بھی مرغوب، کھانا بھی اچھا، اور گھر میں ہر طرح کا سلیقہ اور جب وہ اپنے گھر آئے تو نہ صفائی، نہ ترتیب، بیوی میلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں منہ پھولا ہوا ہے بچوں پر الگ خفگی نوکروں پر الگ غصہ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شوہر گھر کے باہر دوسرے اشغال ڈھونڈھتا ہے اور پھر گھر گھر نہیں رہتا ایک قسم کی ادنی سرائے ہوجاتا ہے۔

(۲) جرمنی عورت کو **مہمان نوازی** بھی خاص طور سے سکھائی جاتی ہے۔ مہمان نوازی کا راز اس میں نہیں کہ سجا ہوا گھر ہے کمخواب کے مسند تکئے یا سوفے اور کرسیاں یا قیمتی اور مرغن کھانے اور بہتر کا سازوسامان بلکہ مہمان نوازی میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صاحبہ خانہ ہشاش بشاش ہو تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہمارے آنے سے اس کو خوشی ہے اور دوسری بات یہ کہ کوئی مہمان یہ نہ سمجھے کہ صاحبہ خانہ کو دوسرے کا مجھ سے زیادہ خیال ہے۔ افسوس ہندوستان میں اکثر اس کے بالکل برعکس ہے میرا دائرہ معلومات گو ابھی بہت تنگ ہے لیکن جو کچھ میں نے دیکھا ہے اور میرا تجربہ ہے وہ ایسی تک ہی ہے۔ مجھ کو ہر ملتے میں کئی شادیوں میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ اکثر یہ دیکھا ہے کہ صاحبہ خانہ کا یا تو پتہ نہیں یا بوکھلائی بوکھلائی پھر رہی ہیں نہ کسی سے بیٹھنے کو کہتی ہیں نہ کچھ۔ ایک آدھ دفعہ تو مجھ کو واپس چلا آنا پڑا۔ صاحبہ خانہ کو چاہئے کہ نئے مہمانوں کو دوسروں سے فوراً ملا دیں پھر جا ہے چلی جائیں۔ یہ نہ ہونا چاہئے کہ نیا مہمان انجان پریشان ہو اور یہ بھی نہ جانے کہ کیا کروں کہاں بیٹھوں۔ غرض گھر والی کے لئے مہمان نوازی کے اصولوں کا جاننا اور ان پر عمل کی عادت ہونا ضروری ہے۔

(۳) گھر والی کو **کھانا پکانا** بھی جاننا چاہئے۔ کھانے میں علاوہ ذائقہ کے سب سے زیادہ لازمی بات یہ ہے کہ کھانا جسم کو طاقت دے، زود ہضم ہو، گوشت ترکاری وغیرہ میں جو مفید مادے ہیں وہ پکانے میں ضائع نہ ہوجاویں۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ جسم کو کن کن مادوں کی ضرورت ہے اور یہ مادے کن کن چیزوں میں پائے جاتے ہیں۔ بچوں کے لئے کیا ضروری ہے۔ بیمار کو کیا کھلانا چاہئے ایک آدھ چیز ضرور مخصوص ہونی چاہئے جو کہیں اور نہ ملے اور شوہر کو نہایت ہی مرغوب ہو تاکہ شوہر یہ کہہ سکے کہ فلاں چیز ہمارے گھر سے عمدہ کہیں نہیں ملتی۔ بعض اوقات جب کسی خاص چیز کا چسکہ لگ جاتا ہے۔ اور گھر چھوڑے ہوئے کئی برس بھی ہوجاتے ہیں تو یہی چسکہ پھر گھر میں پکڑ لاتا ہے۔ شمالی امریکہ کے ملک کناڈا کے ایک کروڑپتی ایک دفعہ انگلستان کی جنوبی بندرگاہ ساؤتھمٹن کے ایک ریسٹورانٹ (کھانے کی دوکان جہاں لوگ کھانا کھاتے ہیں) میں گئے اس دوکان میں ایک غریب عورت باورچنوں میں تھی اوس کے ایک خاص طرح سے تیار کئے ہوئے آلو ان کو بہت پسند آئے۔ دوسرے سال جب یہ پھر آئے تو پھر انہوں نے اوسی قسم کے آلو کھائے۔ پھر یہ چار پانچ سال تک سالانہ محض وہ آلو کھانے کے لئے آتے رہے آخر اونہوں نے اوس عورت سے شادی کرلی کیونکہ وہ بغیر اوس قسم کے آلو کھائے زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔ لہذا ہر بیوی کو چاہئے کہ جس طرح ممکن ہو کسی ایک آدھ اپنے ہاتھ کی پکائی ہوئی چیز کا میاں کو ایسا گرویدہ بنا لے کہ بغیر اوس کھانے کے

میاں زیادہ دن آرام سے نہ رہ سکیں ۔ان باتوں کا بڑا اثر ہوتا ہے ۔ جرمنی میں ایک دفعہ کسی نے اعلان کہ جو عورت یہ بتائیگی کہ بیوی کو کیا کرنا چاہیئے تاکہ میاں اوس کا اور گھر کا گرویدہ ہو جاوے اگر اوس کا جواب بہترین ہوگا تو اوس کو بڑا بھاری انعام ملیگا ہزاروں نہیں لاکھوں جواب آئے ۔ انعام دینے والے کمیشن نے جن میں ملک کے بڑے بڑے ممتاز مرد اور عورتیں تھیں اوس عورت کو انعام دیا جس نے یہ جملہ لکھا تھا

"حیوان کو من بھاتا کھانا دو"

(۴) تربیت اولاد عورت کا بحیثیت ماں کے سب سے بڑا فرض ہے ۔لوگ مرغیاں پالتے ہیں یا دوسرے جانور تو اون کے متعلق کتابیں پڑھتے ہیں ۔سرکار نے مدرسے کالج اور فارم کھول رکھے ہیں کامیاب لوگوں کو سرٹیفکیٹ ۔ ڈپلومے ، تمغے اور دیگر انعامات ملتے ہیں ۔ مگر ایک انسانی بچہ کو پالنے والی تربیت دینے والی کو کسی قسم کی تعلیم وغیرہ نہیں دی جاتی اور نہایت قیمتی جان اوس کے سپرد کر دی جاتی ہے اور پھر یہ امید کی جاتی ہے کہ قوم میں لائق لوگ ، سچے لیڈر ، رہنما ، فاضل علما ، بہادر ، پاکباز لوگ پیدا ہوں ۔ تربیت اولاد کا فن تمام علوم و فنون سے زیادہ اہم ہے ۔ قوم کا ، ملک کا ، تمام دنیا کا مستقبل اسی پر منحصر ہے ۔ جرمنی میں اس کا خاص خیال کیا جاتا ہے ۔اول تو عام مدرسوں میں یہ باتیں سکھائی جاتی ہیں ۔پھر خاص مدرسے اسی فن کے بکثرت ہیں ۔ اور پھر محلہ محلہ سوسائٹیاں اور انسٹیٹیوٹ ہیں جہاں براہ راست اور بالواسطہ اس قسم کی تعلیم و تربیت ملتی ہے ۔

(۵) تیمارداری کے لئے عورت خاص طور پر موزوں ہے ۔ اور متوسط جرمنی عورت اس فن سے خوب واقف ہے ۔ افسوس جہاں تک میں نے اب تک ہندوستان میں دیکھا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ یہاں ابھی اس کی ہوا بھی نہیں لگی ۔ وہ باتیں جو جرمنی کے ملک میں دس دس بارہ بارہ برس کی بچی جانتی اور کرتی ہے اوس پر یہاں کہیں عمل نہیں ہوتا ۔ اسکولوں میں یہ باتیں تو پڑھائی جاتی ہے مگر معلمہ صاحبہ کا اور اسکول کا تمام عمل اوس کے خلاف ہے جو وہ خود پڑھاتی ہیں ۔ اکثر میں نے دیکھا ہے کہ بیمار کے پلنگ پر خبر صلی پوچھنے والی بیبیوں کا ہجوم ہے ۔جنہوں نے بیمار کا سر پکار کھا ہے ۔ یہ بات تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ بیمار کو اس سے سخت نقصان پہنچتا ہے اور وہ لوگ خود بھی بیماری ، اپنے گھر لے جاتے ہیں ۔ پھر بھی یہ بات بالکل تو مٹائی نہیں جاسکتی ۔جرمنی میں ہسپتالوں میں ہفتہ میں صرف ایک یا دو دن خاص خاص دنوں میں ایک مقررہ وقت پر اوس کے رفقا ملنے آسکتے ہیں اور یہ دیکھا گیا ہے کہ اون دونوں شام کو ہر مریض کا جس کے پاس ملنے والے آئے ہیں بخار ضرور ضرور زیادہ ہو جاتا ہے پس جہاں خیر و عافیت پوچھنے والوں کا سلسلہ لگا ہو وہاں مریض کا کیا حال ہوگا ؟ مریض کی کیا کیا ضروریات ہیں اور وہ کس کس طرح پوری کی جاسکتی ہیں اس کا جاننا گھر والی کے لئے ضروری ہے ۔ ڈاکٹر کے آنے تک مرض کی روک بھی اوسی کو کرنی پڑتی ہے ۔ چھوٹی موٹی چوٹ پھوٹ کا علاج اوس کو معلوم ہونا چاہیئے مرہم پٹی زخموں کا دھونا وغیرہ بھی جاننا چاہیئے ۔ بعض وقت تھوڑے سے علم ہونے کی وجہ سے وہ ایک مرنے والے کی جان بچا سکتی ہے ۔ خون بہنے والے عضو کو ذرا اونچا کر دینا اور

زخم سے اوپر کی طرف ایک خاص طرح سے کس کر پٹی باندھ دیں۔ تو آدمی مرنے سے بچ جاتا ہے۔ بعض بیماریوں میں ڈاکٹر کے آنے تک اگر حلق کے کوّے کو پھونک سے رگڑ دیں تو جان بچ جاتی ہے۔ تھوڑی سی معلومات سے اور اوسان قائم رہنے سے ہزاروں نہیں لاکھوں شیرخوار بچوں کی جانیں سالانہ بچائی جاسکتی ہیں۔

(۶) **اپنی خوبصورتی اور جوانی کو قائم** رکھنا بھی ایک عورت کا فرض ہے۔ یہ بات کہ گرم ملکوں میں جیسے ہندوستان ہے عورت جلدی بڈھیا ہو جاتی ہے پوری طرح صحیح نہیں ہے بلکہ شاید بالکل غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہاں بہت کم عورتیں اپنی خوبصورتی اور جوانی کو قائم رکھنے کے لئے کچھ کرتی ہیں۔ اور اگر کرتی ہیں تو بس وہی یورپ کی عورتوں کی اندھی تقلید فقط ظاہری باتوں میں۔ کریم، پاؤڈر، لپ اسٹک، اور پھر ان چیزوں میں بھی مبالغہ۔ نہ محل کی تمیز نہ وقت کا پاس نہ شعور نہ سلیقہ۔ جہاں تک ہمیں سننے پڑھنے اور سننے کا اتفاق ہوا ہے یورپی اثر سے پہلے ہندوستان کی عورتیں اس فن میں جاہل نہ تھیں بلکہ یورپ نے بہت کچھ ہندوستان اور مشرق سے اس فن میں سیکھا ہے۔ مہائے، اُبٹن جو اب بھی بعض شادیوں میں دیا جاتا ہے اور اُبٹنا جو دولہن کو مایوں بیٹھتے وقت اور بعد کو ملا جاتا ہے۔ جسم کو ملایم اور چکنا بنانے کی ایک نہایت مفید چیز معلوم ہوتی ہے اور جسم کے مسامات کھولنے کا بھی عمدہ ذریعہ ہے۔ اس قسم کی اور بھی مفید چیزیں ہوں گی جن کی حقیقت اگر یورپ کو معلوم ہو تو علمی چھان بین کرکے اور ان کو یورپ کے موافق بنا کر ضرور ضرور استعمال کرے۔ جرمن ڈاکٹر، جرمنی فرمیں، اور جرمنی لیبرٹوریاں اور فیکٹریاں دن رات مشغول ہیں کہ نئی نئی ایجادات اور انکشافات اور آلات ریاضات بدنیہ وغیرہ میدان میں لائیں جن سے عورت کی خوبصورتی اور جوانی قائم رہ سکے اور بڑھ سکے۔ جرمنی عورتیں ہمیشہ اس کے متعلق اپنی معلومات بڑھاتی رہتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ اپنے میاں کو گھر سے بندھا رکھنے کے لئے یہ بھی ایک نہایت اہم ذریعہ ہے۔

(۷) **لباس** اور کاٹ چھانٹ اور سلائی بھی عورت کے فرائض میں سے ایک ہے۔ لباس کا مقصد فقط یہی نہیں کہ تن ڈھاکے اور موسم کے اثرات سے جسم کو محفوظ رکھ کر صحت کو قائم رکھے بلکہ یہ بھی بڑا مقصد ہے کہ آدمی بھلا معلوم ہو۔ اوس میں کشش بڑھے اور اوس سے لوگوں کو کراہیت نہ ہو۔ معمولی سی کاٹ چھانٹ سے لباس کی خوبصورتی دوبالا ہو جاتی ہے اور حُسن سہ بالا بڑھتا ہے۔ ہندوستان میں ابھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ کپڑے کی قیمت اور اوس پر سونے کے کام سے آدمی بڑھیا معلوم ہوتا ہے اور اوسکی خوبصورتی بڑھتی ہے۔ بلا ذوق سلیم کے محض گوٹہ کناری ٹھپّہ۔ سلمہ۔ ستارہ سے تو اکثر لباس اور بھی بھدا معلوم ہوتا ہے اور آدمی گنوار۔ لباس کی کاٹ چھانٹ میں اہم چیز ذوق سلیم ہے۔ جو لباس ایک کو سجتا ہے وہ ضروری نہیں کہ دوسرے کو بھی سجے۔ اور بھی ایسے ہی نکتے ہیں رنگوں کا ایک دوسرے کے ساتھ موافق ہونا۔ کیسے رنگ کا کپڑا کیسے آدمی کو اچھا لگتا ہے۔ کاٹنے کے بعد کپڑے کا سینا ہے۔ کپڑے کی تراش یعنی کاٹ میں یورپ و امریکہ میں پیرس مشہور ہے۔ مگر جرمنی کی عورتیں بھی کپڑے پہننا جانتی ہیں اور سادگی کے ساتھ خوش لباسی میں جرمنی عورتیں فرانس کی عورتوں سے ہرگز پیچھے نہیں اگر آگے ہی ہوں تو

تعجب نہیں۔ ناچ رنگ اور رات کے جلسوں کے لباس میں بے شک پیرس جرمنی سے آگے ہے کیونکہ ناچ رنگ اور رات کے جلسوں میں پیرس کی عورتیں جرمنی کی عورتوں سے کہیں آگے ہیں۔

(۸) **عام خانہ داری** علاوہ مذکورہ بالا سات فرائض کے گھر کے متعلق بہت سی ایسی باتیں ہیں جو ایک دوسرے کے مشترک ہیں۔ مثلاً حساب کتاب، بجٹ بنانا ہر بات کا پہلے سے تخمینہ لگا لینا، گھر کے سامان کو اچھی طرح رکھنا۔ گھر کی صفائی کرنا۔ کپڑے دھونا سامان خرید نا۔ مضر کیڑے مکوڑوں کا قلع قمع کرنا (دیمک، جوئیں، چھینگر، کھٹمل، پسو، مچھر، کپڑوں کے کیڑے وغیرہ) نوکروں سے سلوک، بچوں سے سلوک، رشتہ داروں سے سلوک، میاں سے سلوک، دوستوں سے سلوک، مہمانوں سے سلوک۔ ہر ناگہانی واقع کے لئے تیاری غرض یہ اور ہزاروں ایسی ہی باتیں ہیں جن کا جاننا ایک کامیاب "**گھر والی**" کے لئے اشد ضروری ہے۔ اور جرمنی عورت یورپ اور امریکہ کی تہذیب یافتہ قوموں میں سب سے زیادہ کامیاب "**گھر والی**" ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ "گھر والی" کا پیشہ تمام دنیا کے پیشوں سے مشکل اور اہم ہے۔ ایک **کامیاب "گھر والی"** بننے کے لئے ڈاکٹری، انجنیری پروفیسری کے پیشوں سے زیادہ تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یوں تو پھر جاہل الا جہل گنوار بھی دوا بتا دیتا ہے۔ اور جنہوں نے کہیں انجنیری کی تعلیم نہیں پائی مکانات بنواتے ہیں۔ اور ایسے ایسے بھی پروفیسر ہوتے ہیں کہ بیان سے باہر۔ کروڑوں میں ایک آدھ کبھی کبھی خدا داد لیاقت بھی رکھتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ اس مضمون میں میں نے یہ بتایا ہے کہ عورت کی زندگی کا بڑا مقصد اور عمومی مقصد ایک "**گھر والی**" ہونا ہے اور گھر والی کے بڑے بڑے فرائض میں سے سات آٹھ فرائض کا یہاں ذکر کیا گیا ہے آیندہ مضامین میں ان سات آٹھ فرائض کا فرداً فرداً تفصیل کے ساتھ ذکر کرنے کی کوشش کروں گی۔ علاوہ ان کے عورت کی اور بھی بڑی بڑی ذمہ داریاں ہیں مثلاً اپنے ملک اور اپنی ملت کے دین، رسم و رواج، روایات، عادات، وغیرہ کا تحفظ یعنی ان کو برقرار رکھنا مگر یہ سب باتیں انہیں فرائض کے اندر لائی جاسکیں گی۔

فاطمہ خیری۔ برلن۔

حیات صالحہ یا صالحات علامہ راشد الخیری مدظلہ کی سب سے پہلی تصنیف جس نے جادو نگار مصنف کے کمال افسانہ نگاری کا تمام ہندوستان میں ڈنکا بجا دیا تھا۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت ہی موثر پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں جو اکثر ہندوستانی گھروں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بچوں کی جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جاتا ہے۔ صالحات بتائے گی کہ جاہل سوتیلی ماں کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ صالحات سے معلوم ہوگا کہ نیک گھر کی لڑکیاں مصائب کا کیسے کیسے ایثار اور قربانیوں سے مقابلہ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے گھرانوں کی معاشرت رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں۔ طرز تحریر کا کیا کہنا۔ زبان قلعہ معلیٰ کی بیگماتی کوثر سے دھلی ہوئی۔ واقعات اسقدر موثر کہ کلیجہ کے پار ہو جاتے ہیں ہندوستانی زبانوں میں مستورات کے مطلب کے اسقدر بلند معاشرتی ناول بہت ہی کم لکھے گئے ہیں۔

پتہ:۔ منیجر عصمت دہلی

اسلام نے جہاں اور باتوں کی بہترین تعلیم دی ہے۔ وہاں پاکیزگی اور صفائی کی خاص طور پر ہدایت کی ہے حتےٰ کہ اسلام کا رکن اعظم صفائی ہے کیونکہ ہر موقعہ اور ہر کام میں طہارت شرط اولیٰ ہے۔ اور پاکیزگی صرف اعلیٰ درجہ کی صفائی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر ہم صفائی کو مذہب کا ایک اہم رکن قرار دے کر تمام باتوں میں اس کا خیال رکھیں تو ایک حد تک بیماری پریشانیوں اور تکالیف سے چھٹکارہ حاصل ہوگا۔ صحت کی خرابی اور بیماریوں کی انتہا زیادہ تر غلاظت پر مبنی ہوتی ہے۔

اگر کھانے۔ پینے۔ رہنے۔ سہنے میں یکساں صفائی کو مد نظر رکھا جائے تو تندرستی آپ کے آگے دست بستہ کھڑی ہوگی۔

بہت سی بیویاں صفائی سے فقط یہ مراد لیتی ہیں۔ کہ ہم ہر دم زینت سے صاف ستھرے لباس میں نظر آئیں۔ اور ہماری صورت دیدہ زیب ہو۔ لیکن میرا صرف یہ منشا نہیں ہے۔

صفائی اور پاکیزگی کا یہ عمل ہونا چاہئے۔ کہ ہر قسم کے برتنے کی چیزیں صاف ستھری اور دھلی دھلائی ہوں۔ ہر وقت قیمتی اور نئی بھڑکیلی چیزیں کس کو میسر آ سکتی ہیں۔

سب سے اول کھانے پکانے کی چیزوں کی صفائی لازمی ہے۔ عموماً باورچی یا باورچنیں جن کے سپرد کھانے کا انتظام ہوتا ہے صفائی کے اصول سے ناواقف ہوتی ہیں ان کے کپڑے اور بدن کی غلاظت تو چھوڑ دیجئے۔ یہ عام طور پر باورچی خانہ کا چوپڑا بنا کر رکھتی ہیں۔ وہ امراض کی وساطت کے خاص طور پر ذمہ وار ہیں۔

اس پر یہ اگر بال بچے دار ہوں تو پھر باورچی خانے کی حالت اور بھی زدہ ہو جاتی ہے۔ اصول حفظ صحت کے برخلاف تمام عمل وہاں جاری رہتے ہیں ان کے بچوں کی چھی چھی بھی باورچی خانے میں ایک مستقل جگہ حاصل کر لیتی ہے جیسے فضائی غلاظت اور تعفن کے علاوہ مکھیاں نجاست اور غلاظت پر بیٹھ کر۔ اور پھر کھانے کی چیزوں پر جا کر ہزاروں بیماریاں پھیلاتی ہیں۔ پیشاب تو پوچھنا ہی نہیں ادھر پکانے والی ہنڈیا بھون رہی ہے۔ ادھر بچے نے ضد کی جھٹ انہوں نے گود میں اٹھا لیا۔ اور ایک ہاتھ سے چمچہ چلانے لگیں بچے نے پیشاب کیا تو چھینٹیں ہنڈیا میں بھی پڑ گئیں گندگی کے پھر اسی ہاتھ سے اور ذرا سے آنچل سے پونچھ کر آٹا گوندھنے بیٹھ گئیں۔ بھرتہ بنا لیا۔ یا چپاتیاں ڈال لیں۔

یہ تو خیر بچہ والی باورچن کا نقشہ ہوا۔ اس کے علاوہ بھی عام طور پر پکانے والے پتیلیوں کو اچھی طرح صاف نہیں کرتے۔ تھوڑی بہت چکنائی یا میل کسی کپڑے یا صافی سے جھاڑ کر دھو لیتے ہیں۔ اس میں چکناہٹ اور بو باقی رہنے کے باعث مکھیاں آ کر بیٹھ جاتی ہیں۔ جو پہلے نہ معلوم کیسی کیسی غلاظت میں بیٹھ کر کہاں کہاں سے چھوت دار جرم اور بیماریاں ساتھ لاتی ہیں۔ پانی کی

طرف بھی کوئی خاص توجہ نہیں کی جاتی خواہ وہ پینے کا ہو یا پکانے کا اس کو ہر روز صاف گھڑے اور صراحیوں میں روزانہ اچھی طرح دیکھ بھال کرکے بدلنا چاہیئے۔ ورنہ پانی سے برتنوں پر ایک قسم کی چکناہٹ کی تہ جم جاتی ہے۔ اور ہر روز صاف نکرنے کی صورت میں پرت پرت جم کر خاصی عفونت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس میں کیڑے بھی پڑ جاتے ہیں۔ یہ صحت کے لئے سخت مضر رساں ہے بہت جگہ تو غلیظ پن کی یہاں تک حد ہوتی ہے۔ کہ مٹکے یا ڈول میں پانی رکھا جاتا ہے۔ جس میں آبخورے غڑاپ سے ڈال کر پانی نکال کر استعمال ہوا پھر وہ ادھر اُدھر ڈال دیا گیا۔ یہ پانی صریحًا ناپاک ہو جاتا ہے اس کا پینا۔ یا اس سے وضو کرنا ہرگز درست نہیں۔

ہم پر جو پنج وقتہ فریضے عائد ہیں اس میں وضو کی شرائط میں سراسر ہماری جسمانی اور روحانی صفائی کا راز مضمر ہے۔ جسم دن میں ۵ بار ہم تمام کثافت سے پاک کرکے اپنے خالق کے احکام کی صدق دل سے بجا آوری میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جس سے ہمیں دل کی صفائی اور روحانی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اسی پنجوقتہ نماز کی پابندی کے باعث ہم ہر طرح کی غلاظت اور نجاست سے احتراز کرتے ہیں۔ چنانچہ نماز کی پابند بہنیں آپ کو زیادہ پاکیزہ اور صفائی پسند نظر آئیں گی۔ اور ان کی صفائی فقط ان کی ذات تک محدود نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ بچوں کو بھی طہارت کے خیال سے اس کا پابند بناتی ہیں۔ یعنی ابتدا ہی سے ننھے بچوں کو پیشاب کرانے کی تاکید رکھنا تاکہ ہر جگہ اور ہر وقت وہ بلا کسی اشارے کے پیشاب نہ کریں۔ وہ پیدائش کے وقت ہی سے بچے کو اٹھا اٹھا کر اور کسی خاص آواز یا اشارے پر پیشاب پاخانے کرانے کا ان کو عادی بنا لیتی ہیں۔ تاکہ وہ کپڑے اور بستر ے ہر دم نہ خراب کرتے رہیں۔ اس سے نہ صرف بچے ہی صاف رہتے ہیں۔ بلکہ نگرانی کرنے والوں کے کپڑے اور بستر ے بھی صاف اور خشک رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اسکو گیلے بستر ے اور کپڑوں کی وجہ سے سردی لگ کر جو بیماریاں ہو جاتیں۔ وہ ہرگز نہیں ہونے پاتیں وہ صاف ستھرا اور پھول کی مانند خوشبودار رہتا ہے۔ اس قدر کپڑے دہونے اور سکھانے کی بھی زحمت نہیں ہوتی۔ اور بچپن سے ان میں صفائی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ بہت سی بیویاں خود بھی کئی کئی دنوں تک نہ غسل کرتی اور نہ کپڑے بدلتی ہیں جس کے باعث ان کے کپڑوں اور بدن سے بدبو آتی رہتی ہے۔ اور پھر وہ خواہ کیسا ہی قیمتی لباس کیوں نہ زیب تن کر لیں لیکن اندورنی کثافت کے باعث ان کے قریب بیٹھنے کو طبیعت نہیں چاہتی۔ مریض کو حتی الامکان صاف ستھرا رکھنا چاہیئے۔ اور روزانہ اس کے کپڑے اور بستر ے بدل کر دھوپ میں خشک کر لینے چاہئیں مریض کی طبیعت بھی بشاش معلوم ہوگی۔ اور اس کے مرض کے جراثیم دھوپ میں رہ کر دور ہو جائیں گے۔ اور تندرست تیمار داروں کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑے گا۔ ہمارے پاک مذہب اسلام میں اسی لئے اول سے آخر تک پاکیزگی صفائی کی تلقین ہوئی ہے۔ ہماری دنیاوی طرز معاشرت و زندگی کا نصب العین صفائی ہونا چاہیئے۔ اور عاقبت کے لئے بھی جسمانی پاکیزگی کے ساتھ قلب کی صفائی کو سب پر فوقیت دینا چاہیئے کو رباطنی۔ اور روحانی کثافت سراسر ارکان اسلام اور ایمان کے منافی ہے۔

جمیلہ بیگم

بچے کا عالمِ ہستی میں وُرود

اے سرائے زندگی کے تازہ وارد میہماں
خیر مقدم کو ترے کب سے کھڑے ہیں ہم یہاں

ہو مبارک ختم ہونا تو مہینوں کا سفر
خیر سے ہستی کے جامے میں ہوا تو جلوہ گر

ہر گھڑی تیری طرف تھی میری چشمِ انتظار
تیرے اِس ننھے سے مکھڑے پر مری آنکھیں نثار

ننھے ننھے اِن تیرے اعضا میں ہے کیا کیا کمال
دفترِ صنعت گری ہے تیرے تن کا بال بال

دستِ قدرت نے بنائے ہیں ترے اعضا درست
تجھ کو ہونا ہے جو اک دن آدمِ چالاک و چست

تیری آمد پر ترے ہم جنس خوش ہیں کس قدر
بات یہ ہے تیرے مستقبل پہ ہے سب کی نظر

کیسا صنعت گر ہے وہ جس نے بنایا ہے تجھے
اور نعمت خانۂ ہستی میں لایا ہے تجھے

ہیں نمایاں تجھ میں سب آثارِ فطرت کے وجود
چند ساعت کی ابھی ہے گرچہ تیری ہست و بود

دل کشی پیدا ہے تیرے فطرتی انداز میں
ہے گُلِ شاداب کی صورت تو عہدِ ناز میں

بھولی بھالی شکل تیری کیا لبھاتی ہے ہمیں
داستاں فطرت کی تیرے یہ سناتی ہے ہمیں

لوگ تیرے دیکھ کر تجھ کو ہوں کس طرح شاد
تربیت دے کر بنائیں گے تجھے الفت نہاد

تجھ کو یہ واقف کریں گے خُلق اور تکریم سے
آدمی تجھ کو بنا ڈالیں گے یہ تعلیم سے

دیں گی اتائیں تجھے جھولے میں اچھی لوریاں
اچھی باتوں سے بھرے گی کان تیرے تیری ماں

تربیت میں وہ کرے گی رات دن کوشش بڑی
اور بچائے گی بُری سوسائٹی سے ہر گھڑی

ماں نہ رکھے گی کوئی دم تیرا ضد کرنا روا
کیونکہ اِس خُو سے تجھے نقصان پہونچے گا سدا

جھوٹ سے آپس میں لڑنے سے تجھے رکھے گی باز
تا تجھے شائستگی میں ہو میسّر امتیاز

خود پسندی کے مرض سے ماں بچائے گی تجھے
تا عمل تیرا اُسی پر ہو مربّی جو کہے

الغرض دنیا میں ہیں جتنے بھی ہیں اخلاقی عیوب
پاک تو اُن سے رہے تا دیکھ کر ہوں خوش قلوب

کچھ نہ چلنے دیں بُرے اخلاق کا تجھ کو پتا
تا غلط رستوں سے تو بالکل رہے ناآشنا

میرے بچے سو ابھی تو خوب گہری نیند سے
جاگنا ہے پھر تجھے دنیا کے کاموں کے لئے

تربیت کو دخل ہے امداد دیکھو کس قدر
تربیت جیسی ہو بچوں کی ہو ویسا ہی اثر

سید عنایت حسین امداد عظیم آبادی

نئی زندگی

آج کا دن مسٹر جمیل کی زندگی میں نہایت اہم تھا۔ آج ٹھیک چار بجے وہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہونے والے تھے روزانہ اخبار ایوننگ ٹائمز کے عملہ ادارت سے ہاتھ ملانے کے بعد وہ ایک غیر ذمہ دارانہ جذبہ کے ساتھ اپنی موٹر کی طرف بڑھے۔ انہوں نے بورڈ آف ڈائرکٹران سے کسی امر پر اختلاف ہوجانے کے باعث ایڈیٹری سے استعفا دیدیا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کو ایک دوسرے بااثر اخبار کے متعلق سیاسی مضامین لکھنے کا دو سال کا ٹھیکہ بھی مل گیا تھا۔ کلکتہ کی اخباری برادری میں جو اثر و رسوخ مسٹر جمیل نے حاصل کر لیا تھا اس کو وہ آج خیرباد کہہ رہے تھے کیونکہ وہ اپنے وطن فیروزآباد کو جو ایک مختصر سا شاداب اور دلچسپ قصبہ تھا روانہ ہو رہے تھے۔ اس وقت ان کا دماغ تمام خیالات سے آزاد تھا لیکن دماغی محنت کی عادت پڑ گئی تھی اس لئے وہ کسی ایسے مسئلہ کو ڈھونڈھ رہے تھے جس پر وہ خیال آرائی کر سکیں۔ ان کے دماغ کی وہی کیفیت تھی جو اس مشین کی ہوتی ہے جو چیزوں کے ختم ہوجانے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ساکت ہو گئی ہو۔ ٹھیک اسی حالت میں ان کا دماغ اپنی حسین بیوی اختر جمال کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر دوسرے خیالات دماغ کو تھکا دیتے تھے تو اس خیال سے فرحت ہوتی تھی۔

وہ سوچنے لگے کہ اخبار اور آفس کی مصروفیت کے باعث وہ اختر پر وہ توجہ نہیں صرف کر سکے جس کی وہ حقیقی طور پر مستحق تھی۔ وہ حسین اور وفادار بیوی جس نے ان کے ساتھ پانچ برس کی زندگی محبت و الفت کے ساتھ گذاری ہے یقیناً ان کی پوری توجہ و محبت کی مستحق ہے لیکن اس کمی کو جو آج تک واقع ہوئی ہے پورا کرنے کا اب موقع ہاتھ آیا ہے۔ فیروزآباد کی خاموش اور دلفریب فضا میں ان کو اختر کی طرف انتہائی التفات سے پیش آنے کا موقع حاصل رہے گا۔ اور وہ اختر کی دلفریب اداؤں اور وفادارانہ سلوک سے انتہائی لطف حاصل کر سکیں گے۔ وہ اپنی قابلیت اور علمی دولت سے بھی اختر کو مالا مال کر سکیں۔ فرصت کے اوقات کا بہترین مصرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اختر کی تعلیم اور دلجوئی پر صرف ہو۔ مسٹر جمیل اپنے ارادوں کو لیے لئے موٹر سے اترے۔ خیال تھا کہ شام کی چائے پر اختر جمال کو اپنی آیندہ زندگی کے اس نئے پروگرام سے مطلع کریں گے اور اس کی خوشی سے لطف و محبت کے مزے حاصل کریں گے۔

موٹر سے اترتے ہی میر صاحب جو مسٹر جمیل کے مصاحب خاص اور صدر خانساماں کے متعلقہ فرائض انجام دیتے تھے ہیٹ اور چھڑی لینے کے لئے بڑھے مسٹر جمیل نے چھڑی اور ہیٹ بڑھاتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا اور خلاف معمول اپنی بیوی کو سامنے نہ دیکھ کر جو ہمیشہ موٹر کی آواز سنکر برآمدے میں نکل آیا کرتی تھی کچھ پوچھنے ہی کو تھے کہ میر صاحب جو مسٹر جمیل کی ہر جنبش چشم و ابرو کے معنی سمجھتے تھے بولے۔

"مسز جمیل کوئی دو گھنٹے ہوئے باہر تشریف لے گئیں۔ انہوں نے ایک خط بھی چھوڑا ہے اور کہہ گئی ہیں کہ شب کو کھانے پر ان کا انتظار نہ کیا جائے" لائبریری میں پہنچتے ہی میر صاحب نے خط بڑھایا۔ مسٹر جمیل نے خط لیتے ہوئے کہا۔

مسز جمیل تو بغیر اطلاع کئے ہوئے باہر کم جاتی ہیں۔ موسم بھی خراب ہے۔ اس قدر دیر تک باہر رہنا مناسب نہیں۔ نہ معلوم کیا وجہ ہوئی۔ مسٹر جمیل زیادہ تر ٹائپ شدہ خطوط پڑھنے کے عادی تھے۔ اپنی بیوی کا خط پڑھنے کا انہیں بہت کم موقع ملتا تھا اس لئے لکھے ہوئے کاغذ کے چھ صفحے پڑھنے میں انہیں ذرا دقت معلوم ہوئی۔ صفحہ ایک سے صفحہ چار تک انہوں نے دس منٹ صرف کر دئے۔ ہاتھ کانپ رہے تھے اور ہر نئے لفظ پر ان کے چہرے کی سفیدی بڑھتی جا رہی تھی۔ میر صاحب جو مسٹر جمیل کے نہایت وفادار نوکر تھے اور ان کی ہر معمولی و غیر معمولی کیفیت سے متاثر ہوتے تھے بالکل ہی خاموش کھڑے رہے مسٹر جمیل کا دماغ گویا معطل ہو رہا تھا وہ مشکل خط کے اتنے مضمون کو سمجھ سکے۔

آج جب تم اخبار کی ایڈیٹری سے مستعفی ہو کر آ رہے ہو۔ اس ارادے سے کہ مکان پر کام کرو گے۔ تو فطری طور پر مجھے خوشی ہونی چاہئے تھی کہ مستقبل میرا زیادہ خوشگوار ہوگا لیکن اس کے برعکس مجھے آئندہ زندگی خوفناک نظر آ رہی ہے۔ مجھے تمہارے آفس کے اوقات سے بڑی مدد ملتی تھی۔ چار یا پانچ گھنٹہ تک مجھے آزادی حاصل رہتی تھی۔ بغیر تمہارے آفس کے میں زندگی سے خوف زدہ ہو رہی ہوں۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تم سے الگ رہوں اور اپنا وقت اپنے دوستوں کی صحبت میں اطمینان و خوشی سے صرف کروں۔ میں مجبور ہوں خطا معاف کرنا۔ فقط اختر۔

"کیا مسز جمیل اپنے ہمراہ اسباب بھی لے گئیں ہیں؟" "ہاں وہ اپنا ڈریسنگ کیس۔ ایک بڑا سوٹ کیس اور وہ سبز ٹرنک جو گزشتہ سال آپ لوگوں کے ساتھ کشمیر گیا تھا لیتی گئیں ہیں" "ٹیکسی اور کس کی سواری پر گئیں ہیں؟"
"میں نے انہیں کے حکم کے مطابق ٹیکسی لا دی تھی" "معلوم ہے کہاں گئیں ہیں؟" "نہیں ٹیکسی والے سے انہوں نے صرف آگے بڑھنے کو کہا۔ یہ بھی کہا کہ پتہ آگے چل کر بتاؤں گی۔ میں نے ٹیکسی کا نمبر نوٹ کر لیا ہے کیونکہ معاف فرمائیے گا واقعات کچھ غیر معمولی معلوم ہوئے" "ٹیکسی والے کا جلدی پتہ لگاؤ اور معلوم کرو کہ مسز جمیل کہاں گئیں ہیں۔"
"جی! میں نے پتہ لگانے کی کوشش بھی کی ٹیکسی والے نے اسٹیشن تک پہنچایا۔ اور وہ تین بجے کی گاڑی سے بمبئی کی طرف روانہ بھی ہو گئیں۔ کچھ پتہ نہیں چلا کہ ٹکٹ کہاں کا لیا۔ ٹیکسی والے کو انہوں نے اجرت کے علاوہ دو روپے انعام بھی دیے"

مسٹر جمیل کا سکون قلب زبان زد تھا وہ تشویش ناک پریشان کن خبریں بھی خاموشی اور اطمینان سے سنا کرتے تھے لیکن مسز جمیل کے خط نے ان کے اطمینان و سکون کے پرخچے اڑا دیے بار بار خط کے جملے "مجھے آئندہ زندگی خوفناک نظر آ رہی ہے" "مجھے آفس کے اوقات سے بڑی مدد ملتی تھی" "میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اب تم سے الگ رہوں اور اپنا وقت دوستوں کی صحبت میں صرف کروں" دماغ کی خاموش سطح پر طوفان برپا کر دیتے تھے۔ وہ دماغ جو چند ساعت قبل ایسے خیالات کی جستجو میں جن پر زور ربع صرف کرے اس وقت خیالات و جذبات کے ایک مہیب طوفان کے ہاتھوں ہچکولے کھا رہا تھا۔ لیکن اس ہیجان کی حالت میں بھی مسٹر جمیل کی اخباری ذہنیت اس خیال سے باز نہ رہ سکی کہ مسز جمیل کے بھاگ جانے کی خبر اخبارات کے کانوں تک پہونچ جائے۔ شہر چھوڑ دینا جس قدر جلد ہو زیادہ مناسب ہے قبل اس کے کہ کوئی شخص ملنے آئے یا نوکروں کو واقعات کا علم ہو مکان کو ہمیشہ کے لئے بند کر دینا چاہئے۔ میر صاحب نے جو مسٹر جمیل کے اشاروں کو کافی سمجھتے تھے۔ تمام خیالات کو عملی جا

پہنادیا اور دس بجے شب کو مسٹر جمیل اور میر صاحب اسٹیشن پر گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے نظر آئے۔ دوسرا اہم سوال تھا کہ فیروز آباد کا رخ کیا جائے یا بمبئی کا جہاں مسٹر جمیل کو حاصل کرنے کی کوئی صورت نکل سکتی تھی۔

حقیقت ہے کہ مسٹر جمیل اختر سے بڑی محبت کرتے تھے۔ عموماً لوگوں کو اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے لیکن مسٹر جمیل یوسف اپنے اکلوتے لڑکے سے جو ڈیرہ دون میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہا تھا اختر کو اس سے بھی زیادہ چاہتے تھے۔ لیکن اختر کی بے وفائی نے اس وقت ان کے ہوش و حواس بجا نہ رکھے تھے۔ اختر کی وجہ سے وہ ہر عورت سے نفرت کرنے لگے۔ ان کے دل میں پہلے ہی سے اختر کے سوا کسی دوسری عورت کی جگہ نہ تھی لیکن اس وقت جبکہ اختر نے اس کو بالکل ہی خالی کر دیا تو دل کی عمارت شکستہ ہو گئی اور اس میں کسی عورت کے لئے گنجائش نہ رہی۔ بلکہ اُس صنف ہی سے جس کی ایک فرد نے اس عمارت کو مسمار کر دیا تنفر ہو گیا۔ مسٹر جمیل جو کل تک عورت کو فرشتہ سے کم نہ سمجھتے تھے اور اکثر ان خیالات کا اپنے مضامین میں اظہار بھی کیا کرتے تھے آج عورت ان کے لئے ایک عجیب بھوت تھی جو دنیا کی ہر اچھی چیز کو فنا کر دینے کے لئے منہ پھاڑے ہوئے ہے۔ مسٹر جمیل نے انہی خیالات کی بنا پر اختر کے پیچھے جانے کا خیال منقطع کر دیا اور فیروز آباد کے ارادہ سے دوسری ٹرین کا انتظار کرنے لگے مسٹر جمیل کا دماغ خیالات کے ہجوم سے پریشان ہو گیا تھا لہذا انہوں نے تھوڑی دیر تک سکون قلب کے لئے میر صاحب سے مدد لی۔ "میر صاحب۔ مسز جمیل کو جاتے وقت دیکھا تھا؟ کیا تم نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ہم سے جدا ہو رہی ہیں"

"جی ہاں۔ سمجھ تو نہیں لیا تھا۔ مگر شبہ ہوا تھا" "کیوں"؟

ان کے انداز سے اسی وقت مجھے ایک عورت کا خیال آیا جو اپنے محبت شعار شوہر سے بے وفائی کر کے ایک آوارہ مرد کے دام فریب میں پھنس کر بھاگ گئی" "وہ کون عورت تھی"؟ "حضور وہ میری بیوی تھی۔ وہ اس شخص کے ہاتھوں بھی آرام نہ اُٹھا سکی اور آج جہنم میں پڑی جھلس رہی ہے۔ بھلا جو عورت اپنے شوہر کی محبت کی قدر نہ کر سکی اس سے دوسرے شخص کی محبت کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔ اُس شخص نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے بعد چھوڑ دیا اور آخر میں عورت نے خودکشی کی حرام موت قبول کی"۔

فیروز آباد کی گاڑی آنے میں گھنٹوں کی دیر تھی۔ مسٹر جمیل دماغی اور جسمانی دونوں لحاظ سے تھک کر چور ہو چکے تھے اس لئے ذرا کی ذرا آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر کے بعد آنکھ جو کھلی تو دماغ کو قدرے سکون حاصل ہو چکا تھا اور وہ از سر نو اختر کی حالت پر غور کرنے لگے۔ انہوں نے سوچا کہ "اختر کی اس گمراہی کے بڑا سبب وہ خود ہیں انہوں نے اس کو حد درجہ آزادی دے رکھی تھی جس کے ذمہ دار وہ اور صرف وہ تھے آزادی اسی وقت مفید ہوتی ہے جب کسی میں اس کے صحیح مصرف کی اہلیت ہو۔ ناقص تعلیم جو زنانہ مدرسہ میں غیر قوم اور غیر شادی شدہ اُستانیوں کی زیر نگرانی حاصل ہوئی ہو ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اُس پر بھروسہ کیا جا سکے۔ کثرت ناول خوانی سے ایسی حالت میں حد درجہ خراب اثرات پیدا ہو سکتے ہیں۔ دماغی قابلیت تو ایسی نہیں ہوتی کہ ناول سے عبرت اور نتیجہ حاصل ہوتا ہے اُس پر عمل کرنے کی خواہش اور اہلیت پیدا ہو۔ حُسن و محبت کے واقعات ناتجربہ کار عورت کے دل میں خود ہیروئن بننے کی خواہش پیدا کرتے ہیں اور وہ کسی ایسے ہیرو کو ڈھونڈھتی ہے جسے کو حد درجہ محبت کے الفاظ سے مخاطب کرے۔ ہمارے نوجوانوں کی بھی تعلیمی حالت ایسی ہے وہ غریب ناتجربہ کار لڑکیوں کی اس افسوسناک

ذہنیت سے فائدہ اُٹھا کر انہیں سبز باغ دکھاتے ہیں اور قصوں اور ناولوں کے ہیرو کی طرح خطوط لکھ کر جال میں پھانس لیتے ہیں اور عورت کی سب سے بڑی دولت یعنی اس کی عزت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ محبت نوجوان کے دل میں خاک برابر ہوتی نہیں ورنہ وہ کبھی بھی اس کا اظہار ایسی حالت میں نہیں کرتے جب کہ انہیں معلوم ہے کہ لڑکی کی بہتری اسی میں ہے جو اُس کے والدین اس کے لئے مناسب سمجھتے ہیں۔ اگر اس نوجوان میں حقیقی خوبی ہے جس کا تعلق صورت سے نہیں بلکہ سیرت سے ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ والدین اولاد کو کسی دوسرے شخص کے سپرد کردیں۔ اس وقت مسٹر جمیل کا خیال ایک نوجوان شخص پر گیا جو صورت کے لحاظ سے اچھا تھا لیکن سیرت اُس کی قابل نفرین ہی گیا۔ وہ اختر کا دور کا بھائی تھا اور اس نے کسی زمانہ میں اختر سے شادی کا خیال بھی ظاہر کیا تھا لیکن اختر کے والد نے صاف جواب دیا اور کہا کہ وہ لڑکی کو بہر دیدینا پسند کریں گے لیکن اُس سے شادی نہیں کریں گے اُس کی شادی ہی ہو گئی تھی اور دو ایک سال تک وہ سلیم الطبع رہا لیکن بگڑی ہوئی عادت نہیں سنبھلتی تھوڑے ہی دنوں بعد آوارہ زندگی اس نے پھر شروع کر دی۔ اختر جس کی تعلیم ناقص تھی جس نے غیر قوم کی غیر شادی شدہ اور نہایت آزاد و بے باک استانیوں سے تعلیم حاصل کی تھی وہ بھی اسی جذبہ کا شکار تھی جو ناول پڑھنے کے بعد اکثر نوجوان لڑکیوں پر ہوتا ہے۔ اس شخص سے خط و کتابت کرنے کی دونوں میں رشتہ تھا اس لئے شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مسٹر جمیل اکثر خیال کرتے تھے کہ اختر کو کامل یعنی اُس شخص کو خط لکھنے کی کیا وجہ ہے۔ وہ مسز کامل کو کبھی خط نہیں لکھتی۔ خط ہمیشہ کامل کے آفس کے پتہ سے جاتا ہے۔ وہ اس کے خط کا انتظار بھی کرتی تھی۔ ایک دفعہ بمبئی سے جہاں کامل رہتا تھا مسز جمیل کے ماموں آنے والے تھے تو مسز جمیل نے ان کو خاص طور پر خط لکھا کہ وہ کامل سے ایک ضرور خط کا جواب مانگ کر ضرور لیتے آئیں گے یہ بات مسٹر جمیل کو ناگوار گذری تھی لیکن انہوں نے کچھ کہا نہیں۔ اس خیال کے بعد جمیل نے سوچا کہ ضرور بالضرور مسز جمیل بمبئی کامل ہی سے ملنے گئی ہے۔ اختر کی بے وفائی کے باوجود جمیل کے دل سے اُس کی محبت نہیں گئی تھی۔ اُسے خیال ہوا کہ اختر غار کے منہ تک پہونچ چکی ہے لیکن ابھی گری نہیں ہے۔ ابھی تک نسوانی عزت کی دولت اس کے پاس ہے۔ بہت ممکن ہے کہ جمیل اختر کو تباہی سے بچا سکے۔ ندامت اور شرم کے جذبہ سے مغلوب ہوئی وہ جمیل کی بات مانے گی اور غور کرنے کے بعد سمجھے گی کہ عورت کو محبت کی دولت اپنے شوہر سے زیادہ کسی سے نہیں مل سکتی۔ جو شخص اپنی بیوی کا نہ ہوا اور جس کی عادت بازاری عورتوں کی صحبت میں خراب ہو چکی ہے وہ بھلا کسی سے کیا محبت کرسکتا ہے۔ عورتوں میں مذہبی جذبہ بھی زیادہ ہوتا ہے وہ خدا سے بھی زیادہ ڈرتی ہیں۔ شوہر سے بے وفائی اور ناجائز محبت کا خیال ہی اُسے ذلت کے تاریک غار سے گرنے میں روکے گا انہی خیالات نے جمیل کو مجبور کیا کہ وہ بجائے فیروزآباد کے بمبئی کی طرف روانہ ہو اور اختر کو پھر سے اپنی بیوی بنانے میں کامیاب ہو۔ اختر درحقیقت اچھی طبیعت کی عورت تھی لیکن ناتجربہ کار گمراہ تھی۔ اُسے کسی رہبر کی ضرورت تھی جو اُسے راہ دکھا سکے اور جمیل پر واجب تھا کہ وہ ایسی حالت میں اُس کی مدد کرے۔ لیکن جمیل نے بمبئی جانے میں جلدی بھی نہ کی کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اختر ابھی ایسی بے شرم نہیں ہوگی ہے کہ وہ اس قدر جلد کامل کی خباثت طبیعت کا شکار ہو جانے پر بے چون و چرا تیار ہو جائے اس لئے اس نے پہلے دہرہ دون کا قصد کیا جہاں اس کا لڑکا تعلیم پا رہا تھا۔ ممکن ہے ماں کی مامتا اختر کو دہرہ دون ہی لے گئی ہو۔ کرنل کارٹر جو دہرہ دون میں اسکول کے مالک و مہتمم تھے جمیل کے خاص دوستوں میں تھے۔ جمیل انہی کے یہاں جاکر ٹھہرا دوسرے روز صبح کو ممبر صاحب ایک اخباری اشتہار لیکر آئے

"میں نے سمجھا شاید اس ذریعہ کامیاب ہو سکے اور آپ کو زحمت نہ اٹھانی پڑے۔" میر صاحب۔ پاگل تو نہیں ہو گئے ہو میں بھلا کیونکر مسز جمیل کو جاسوسی کے ذریعہ تلاش کر سکتا ہوں۔ اخبارات کو معلوم ہو جائے گا اور میری عزت خاک میں مل جائے گی۔ نہیں اس راز کو میرے اور آپ کے سوا کوئی تیسرا شخص نہیں جانے۔ مسز جمیل میری بیوی ہے کیا میں اس کے لئے اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ یوسف تک کو خبر نہیں کہ اس کی ماں فیروزآباد یا کلکتہ میں نہیں۔" "جو مناسب سمجھئے" میر صاحب نے کہا "تم نے ایسی حالت میں کونسا طریقہ اختیار کیا تھا۔"
"مجھ سے ایک ایسے ہی شخص نے پچاس روپیہ کے معاوضہ میں۔ میری بیوفا بیوی کا پتہ لگانے کا وعدہ کیا تھا لیکن میں نے منظور نہیں کیا۔" "شٹ انکار کیوں کر دیا؟" "میرے پاس اتنا روپیہ نہیں تھا۔" "کیا قرض نہیں لے سکتے تھے۔" "لیکن میں نے اس بیوفا کی خاطر اتنی تکلیف برداشت کرنی بھی گوارا نہ کی۔" میر صاحب کے جانے کے بعد مسٹر جمیل دیر تک غور کرتے رہے کہ میر صاحب کا فلسفہ کہاں تک صحیح ہے۔ میر صاحب کا بھی خیال صحیح تھا کہ ایسی بیوفا عورتیں جو شوہروں اور جائز محبت کرنے والوں کی قدر نہ کریں اور آوارہ منش لوگوں کے جالوں میں پھنس جائیں ہرگز قابل ہمدردی نہیں ہیں۔ لیکن اختر گو اس جال میں عنقریب پھنسنے والی تھی لیکن ابھی تک قابل اصلاح و ہمدردی تھی۔ مل
بمبئی پہنچنے پر معلوم ہوا کہ مسٹر کامل مع اہلیہ کے کشمیر گئے ہیں۔ مسز جمیل آئی تھیں لیکن مسٹر کامل سے ملاقات نہیں ہوئی غالباً وہ تاج ہوٹل میں ٹھہری ہیں۔ مسٹر جمیل مسٹر کامل کے یہاں ٹھہرے کیونکہ آپس میں رشتہ داری تھی۔ چند دنوں قبل ایک کاروباری ضرورت کی بنا پر مسٹر جمیل نے کامل کو اپنے بمبئی آنے کے ارادہ کی اطلاع دی تھی اس لئے کشمیر جانے سے پہلے مسٹر کامل ملازموں کو تاکید کر گئے تھے کہ اگر مسٹر جمیل آئیں تو یہیں ٹھہریں۔ مسز جمیل نے باوجود اصرار کے ٹھہرنے سے انکار کر دیا تھا۔ غالباً کامل کی غیر حاضری میں اس مکان میں ٹھہرنا ان کی عزت اور خودداری نے گوارا نہ کیا۔
شب کو مسٹر جمیل لائبریری میں جا کر چند ضروری خطوط لکھنے کے بعد جب اٹھنے لگے تو ایک لفافہ کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا جس پر مسز جمیل کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا خط کھول کر دیکھا تو اور تعجب ہوا۔ کیونکہ اس میں خط مسٹر کامل کے نام نہ تھا بلکہ مسز جمیل کی ایک سہیلی مسز اکرم کے نام تھا۔ اس واقعہ نے پھر مسٹر جمیل کا سکون دل غائب کر دیا اور رات بھر وہ کروٹیں بدلتے رہے۔ دوسرے روز صبح کو تاج محل ہوٹل اور چند اور جگہ دریافت کرنے کے بعد لاہور روانہ ہو گئے کیونکہ خیال ہوا کہ ضرور مسز جمیل بھی کشمیر گئی ہوں گی۔ مسٹر اکرم لاہور ہی میں رہتے تھے وہ یہاں کالج میں پروفیسر تھے۔ لیکن مسٹر جمیل ہوٹل میں جا کر ٹھہرے۔ لاہور آنے سے مقصود مسز جمیل کی تلاش تھی۔ اس لئے دن بھر مسٹر جمیل اور میر صاحب موٹر پر شہر کی خاک چھانتے پھرے چار بجے شام کے قریب ایک فیشن ایبل ریسٹوران میں چائے پینے کے لئے ٹھہرے۔ چائے سے فرصت پا کر ہوٹل کی طرف پیدل ٹہلتے ہوئے روانہ ہوئے۔ ابھی دو سو قدم گئے ہوں گے کہ پیچھے سے ایک فٹن نکلی جس پر مسٹر اکرم اور مسز اکرم جا رہے تھے۔ ان لوگوں نے جمیل کو پہچان کر فٹن روک لی اور اتر پڑے۔
مزاج پرسی کے بعد مسز اکرم نے مسز جمیل کی خیریت پوچھی اور ہوٹل سے اٹھ کر اپنے یہاں تشریف لانے کے لئے اصرار کیا مسٹر جمیل نے مجبوراً قبول کیا۔ ساتھ ہی ساتھ ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسز جمیل لاہور نہیں ٹھہری ہیں یا شاید آئی ہی نہیں ہیں۔ دوسرے روز شام کو سر محمد ناظم کے یہاں دعوت تھی۔ مسٹر اور مسز اکرم ہی مدعو تھے۔ جانا بہت ضروری تھا۔ انکار کی گنجائش نہ تھی اس لئے مسٹر جمیل مکان پر اکیلے رہ گئے تھے۔ مسز اکرم کا بچہ ساتھ نہیں گیا تھا وہ باہر برآمدے میں کھیل رہا تھا اندھیرا ہونے کے بعد جمیل ڈرائنگ روم میں آ کر مسز جمیل کے خیالات میں منہمک ہو گئے۔ باہر سے لڑکے کی رونے کی آواز آئی نکل کر دیکھا تو بچہ نیچے گر گیا ہے۔ بچہ کو اٹھایا اور آیہ کو بلا کر چپ کرانے کو کہا اسی وقت ایک لفافہ پر نظر پڑ گئی۔ جو شاید بچہ مسز اکرم کے ڈریسنگ روم سے اٹھا لایا تھا۔ اٹھا کر دیکھا تو پتہ مسز جمیل کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ کوئی نئی بات تو تھی نہیں۔ مسز اکرم اور اختر میں بڑی دوستی تھی۔ مسٹر جمیل عموماً کسی کا خط دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے لیکن اس وقت وہ اپنی طبیعت کو روک نہ سکے۔ مسز جمیل کے خیالات نے ان کی طبیعت ٹھکانے نہ رکھی تھی ہر وہ چیز جس کو مسز جمیل سے نسبت ہوتی ان کے

مسز جمیل کی افسوسناک حالت نے جمیل کی محبت کو اور زیادہ تیز کر دیا تھا۔ محبت کے ساتھ رحم کا جذبہ بھی غیر معمولی کشش رکھتی تھی۔ ان کی نظروں میں مسز جمیل کی وہی حالت تھی جو ایک خوبصورت چڑیا کی جال میں پھنس جانے کے بعد ہوتی ہے۔ خط بڑھ گیا تھا۔ کھول کر دیکھا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا۔ خط مسز اکرم کے نام نہ تھا مسٹر کامل کے نام تھا۔ خط کیا داستان محبت کا ایک افسوسناک باب تھا۔ خط کو لئے ہوئے مسٹر جمیل دیر تک کھڑے رہے۔ گویا انہیں سکتہ ہو گیا۔ ان کا شبہ مسز جمیل اور مسٹر کامل میں قابل اعتراض خط و کتابت ہوتی ہے یقین کو پہونچ گیا۔ لیکن اس خیال نے انہیں مسز جمیل کو آوارہ منش کامل کی فریب کاریوں سے بچانے پر اور زیادہ مستعد کر دیا۔ مسز جمیل کی جدائی اور زیادہ شاق گذرنے لگی۔ دل میں خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں کامل مسز جمیل کی ناتجربہ کاری سے فائدہ اٹھا کر ایک گمراہ عورت کو خاک میں نہ ملا دے۔ انتقام کا جذبہ بھی مسٹر جمیل کے دل میں پیدا ہوا۔ وہ کامل کو ایک شیطان مجسم خیال کرنے لگا اگر اس وقت کامل مل جاتا تو غالباً جمیل کو خون کرنے میں تامل نہ ہوتا۔ اسی وقت مسز اکرم دعوت سے واپس آئیں جمیل نے خط کو جیب میں رکھ لیا۔ شب کو بستر پر جمیل کروٹیں بدلتا رہا تھا۔ اس نے اس راز پر غور کرنا شروع کیا کہ کامل کا خط مسز اکرم کے اور مسز اکرم کا خط کامل کے پاس کیونکر پہونچا۔ اسے یاد آیا کہ مسز اکرم کو اختر نے ایک خط لکھا تھا کہ جس میں کسی چیز کو واپس مانگا تھا۔ غالباً وہ بھی خط تھا۔ دوسرے روز صبح کو جمیل لاہور سے روانہ ہو گیا۔ اگر پیر صاحب ساتھ ہوتے تو نہ معلوم جمیل کی کیا حالت ہوتی ہوش و حواس بجا نہ تھے جمیل کو اختر کی تلاش میں تین مہینے گذر چکے ہیں کامل کشمیر سے بمبئی واپس آ گئے ہیں تحقیق سے جو مختلف دوستوں کے ذریعہ کی گئی تھی لیکن جمیل کا خیال رہا تھا کہ مسز جمیل کی غیر حاضری اور غیر درست محبت کا راز ظاہر ہونے پا سے معلوم ہوا کہ کامل اور مسز جمیل میں ملاقات نہ ہو سکی مسٹر کامل کا ایک خط بھی آیا جس سے معلوم ہوا کہ اس طرف کامل بے حد رہے اور زیادہ حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ اس سے جمیل کو قدرے اطمینان ہوا۔ اختر جمال کلکتہ سے بمبئی پہونچی ناتجربہ کاری کی حالت میں ناول کی ہیروئن بننے کا خیال اس کے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا جمیل کی خاموش محبت کی قدر نہ کر سکتی تھی۔ جمیل سے اس کا جی اکتا گیا تھا۔ اسی اندھی کامل کی غیر درست محبت میں اپنی روح کی مسرت ڈھونڈھتی تھی۔ اسے یہ بھی خبر نہ تھی کہ کامل جو اپنی بیوی کا نہ ہوا۔ جس لڑکی کی عزت کا خیال نہیں۔ اختر جیسی عورت کو کیا خاطر میں لائے گا۔ اختر جب یہ بمبئی پہنچی پر معلوم ہوا کہ کامل موجود نہیں ہیں۔ کشمیر جانے کے ارادہ سے آگے بڑھی اور لاہور اتری لیکن مسز اکرم کا سامنا کرنا ممکن نہ تھا۔ غلطی سے وہ خط جو اس نے کامل کو لکھا تھا وہ مسز اکرم کے یہاں چلا گیا تھا۔ باوجود کوشش کے وہ اس ”دشمن جگر“ کو حاصل نہ کر سکی۔ اس راز کے کھل جانے کے بعد اختر کا منہ نہ تھا کہ وہ اپنی کسی سہیلی کا سامنا کرتی تمام سہیلیاں شادی شدہ ہیں اور اپنے شوہروں کی پرستش کرتی ہیں۔ انہیں اپنی عزت اور وفاداری پر فخر تھا۔ اختر کو معلوم تھا کہ کامل نے اسی طرح کئی کتاب کے ذریعہ اور کئی نوجوان ناعاقبت اندیش گمراہ لڑکیوں کی عزت تباہ کی ہے اپنی ذات میں اسے ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی تھی کہ کامل اس سے محبت کرے۔ خوبصورتی میں اختر کا کوئی درجہ نہ تھا یقیناً کامل کی بدطبیعت اس کی جوانی کو خراب کرکے ہاتھ اٹھا لینے کی فکر میں تھی۔ گھر چھوڑنے کے بعد وہ جمیل کو کیونکر منہ دکھا سکتی ہے۔ والدین کی عزت کو بھی وہ خاک میں ملا چکی تھی وہ اس کو زہر دے دینا زیادہ پسند کریں گے اور اپنے پاس نہ رہنے دیں گے۔ سب سے بڑا ظلم یہ تھا کہ اس اکلوتا لڑکا یوسف بھی اپنی ماں کی وارفتگی سے باخبر ہونے کے بعد ذلیل سمجھے گا شادی کے بعد عورت کا اکیلا سہارا شوہر ہوتا ہے اسے اختر نے جان بوجھ کر کھو دیا۔ ان واقعات نے اختر کے دماغ پر اثر کرنا شروع کیا۔ جہاں وہ ادھر ادھر بھٹکتی پھری۔ جمیل جس سے اختر کو قریب قریب نفرت ہو گئی تھی اب اپنی اصل شکل میں اس کی آنکھوں کے تلے پھرنے لگا۔ اس کی محبت کا اسے اس وقت اندازہ ہوا جب کہ وقت نکل چکا تھا جمیل اکثر باتوں پر اختر سے ناراض ہو جاتا اور بدمزاجی سے پیش آتا لیکن اس کے دل میں اختر کی محبت بھری ہوئی تھی اور وہ تھوڑی ہی دیر کے بعد غصہ کو بھول جاتا اور اس کی دلجوئی میں مصروف ہو جاتا۔ اختر نے سوچا کہ اگر وہ ناول جیسی ہیروئن بننا چاہتی تھی اور محبت بھرے خطوط کی مشتاق تھی تو اس کے لئے بھی جمیل سے بہتر کوئی شخص نہ تھا۔ حسین۔ جوان اور قابل جمیل کے

قلم میں وہ قوت تھی کہ دنیا اُس کے اثر کا لوہا مان چکی تھی۔ اگر وہ اپنی بیوی کو محبت بھرے الفاظ سے مخاطب کرنا چاہتا تو دنیا کے بہترین ناول نویس قلم رکھ دیتے لیکن اس نے بیوی سمجھا اور نہ ناولوں اور افسانوں کی ہیروئین نہ سمجھا۔ اُس کی محبت اُس کی آنکھوں اور بات چیت کرنے کے انداز میں جھلکتی نظر آتی تھی لیکن اختر کو اس وقت آنکھیں ہی نہ تھیں جو دیکھتی۔

ایک روز جبکہ افسر امر تسر سے لکھنو جا رہی تھی روپیہ ختم ہو چکا تھا مفلسی کا بھیانک بھوت سامنے کھڑا تھا ایک پرانی دوست مسز ڈیکونا لیڈی ڈاکٹر سے ملاقات ہو گئی۔ مسز ڈیکونا کو دیکھ کر تعجب ہوا مسٹر جمیل سے بھی چند ہی دنوں قبل ملاقات ہوئی تھی اور ان کی افسوسناک حالت سے وہ متاثر ہوئی تھیں۔ مسٹر جمیل کے متعلق جو دریافت کیا تھا تو جمیل نے کہا کہ وہ فیروز آباد میں ہیں۔ یہاں مسٹر جمیل کو اس حالت میں دیکھ کر مسز ڈیکونا کو شبہ ہوا کہ واقعات ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں۔ مسز ڈیکونا کی ہمدردانہ گفتگو سے اختر کا دل بھی بھر آیا۔ اتنے دنوں کے بعد پہلی دفعہ ایک ایسا متنفس ملا جو ہمدرد و ہمراز کوشش کی لیکن دل کو روک نہ سکی اور آنسوں کا سیلاب صبر کا کنارہ توڑ کر نکلا۔ مسز ڈیکونا سے مخلصانہ تعلقات تھے اختر نے اپنی تباہی اور مصیبت کی داستان کہہ ڈالی۔ مسز ڈیکونا نے اصرار کیا کہ اختر اُس کے ہمراہ فیروز آباد چلی جائے لیکن اختر کی طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ جمیل کو اپنی منحوس صورت دکھائے روپیہ اور زیورات ختم ہونے کے بعد آئندہ زندگی کا یہی سہارا انہیں نظر آتا تھا۔ الہ آباد میں اختر فی الحال مسٹر ڈیکونا کے یہاں مقیم تھی۔ مسٹر ڈیکونا ایسی قوم سے تعلق رکھتی ہیں جس میں طلاق۔ اور عورت و مرد کے ناخوشگوار تعلقات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں لیکن وہ اپنے شوہر کی خدمت میں ایسی منہمک رہا کرتی تھیں جو دوسروں کے لئے قابل تقلید تھی مسٹر ڈیکونا بے روزگاری کی مصیبت میں مبتلا تھے لیکن مسز ڈیکونا بھی اس کا خیال ہی نہ کرتیں اپنی کمائی کو وہ ہمیشہ مسٹر ڈیکونا کا مال سمجھتیں۔ فطرتاً مسٹر ڈیکونا بد مزاج آدمی تھے لیکن ان کے غصہ اور جھڑکیوں کو یہ فرشتہ خصلت عورت خیال میں ہی نہ لاتی اور شوہر کی محبت میں سرشار رہتی مسز ڈیکونا اکثر اپنی خانگی زندگی کے واقعات اختر سے بیان کرتیں۔ ان کا قول تھا کہ شوہر عورت کی عزت کا محافظ ہے۔ عورت اُس کی عزت ہے اس لئے عورت کے لئے شوہر سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ محلہ کی چھوٹی ذات والی عورتوں کی بھی وفاداری دیکھ کر اختر کو اپنی گذشتہ بیوفائی کا خیال کر کے صدمہ ہوتا تھا مرد ان غریب عورتوں کے ساتھ سختیاں کرتے بُری طرح پیش آتے تھے لیکن وہ عصمت کی دیویاں ہمیشہ انہیں کی محبت کی مالا جپتی ہیں۔ رفتہ رفتہ اختر جمیل کی دل ہی دل میں پرستش کرنے لگی کامل اور اپنی خط و کتابت کا خیال کر کے اختر کی روح کو صدمہ ہوتا تھا اب اختر کو معلوم ہو گیا تھا کہ محبت دو شخصوں کے درمیان ایک دوسرے کی خدمت کرنے سے پیدا ہوتی ہے کامل محبت کا تعلق صورت سے نہیں بلکہ سیرت سے ہوتا ہے۔ خوبصورتی فانی چیز ہے۔ پہلی نظر محبت جنون ہے جو انسان کو ہلاکت اور تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ خدمت سے انسان عزت حاصل کرتا ہے۔ وہی محبت پائیدار ہوتی ہے جو زمانہ تک ساتھ رہنے اور کٹھن منازل طے کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ شوہر اور بیوی کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ بوڑھی عورتوں کا قول ہے کہ عورت کا شوہر کے سامنے دنیا سے اٹھ جانا خوش قسمتی ہے اُسے حرف بہ حرف سچ نظر آنے لگا۔

شام کو اختر اور مسز ڈیکونا سیر کے لئے موٹر پر جا رہی تھیں۔ آپس میں گفتگو میں مشغول تھیں کہ ایک موٹر کے پاس یکایک اُنہوں نے ہنگامہ کی آواز سُنی گھبرا کر جو نظر کی تو دیکھا کہ ایک شخص سڑک پر پڑا ہوا ہے اور ایک موٹر بڑی تیزی سے بھاگی جا رہی ہے۔ غالباً وہ شخص اس موٹر کی زد میں آ گیا تھا موٹر سے اتر کر اختر نے اُس شخص پر نظر کرتے ہی چکر کھایا اور اپنے کو سنبھال نہ سکیں۔ آنکھ جو کھلی تو خود کو مسز ڈیکونا کے مکان میں پایا۔ مسز ڈیکونا جمیل کی مرہم پٹی میں مشغول تھیں۔ سر میں زخم آ گیا تھا اور خون کافی بہہ جانے کی وجہ سے ہوش نہیں تھا۔ اختر اس وقت اپنی حالت بھول گئی۔ جمیل کو اس حالت میں دیکھ کر بے چین ہو گئی۔ رات بھر جمیل کو ہوش نہ آیا۔ مسز ڈیکونا کے اصرار کے باوجود اختر جمیل کے پلنگ کے پاس سے نہ ہٹی تین شب و روز وہ برابر تیمارداری میں مشغول رہی پلک سے پلک نہ جھپکائی غذا بھی بمشکل دو چار لقمہ کھا سکتی۔ جمیل کی حالت قابل اطمینان نہ تھی شہر کے بڑے ڈاکٹروں نے بھی دیکھا لیکن کوئی امید ظاہر نہ کر سکے۔ بخار بڑھتا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد جمیل نے آنکھ کھولی۔ اختر کی صورت دیکھتے ہی وہ آپے سے باہر ہو گیا اور "اختر تم!" کہہ کر پھر بیہوش ہو گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ جمیل کی زندگی کی امید نظر آنے لگی۔ ڈاکٹروں کا

متفقہ خیال یہی تھا کہ جمیل کی زندگی محض اختر کی تیمارداری کی وجہ سے دوبارہ حاصل ہو سکی ورنہ امید قطعی نہ تھی۔
آج فیروزآباد میں مسٹر جمیل کے عالیشان مکان میں جشن کا سامان ہے۔ مہمان دوسرے شہروں سے بھی آئے ہیں۔ مسز جمیل زرق برق پوشاک میں دعوت کے انتظام پر آخری نظر ڈال رہی ہیں کہ پشت کی طرف سے جمیل نے آ کر کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا۔
"میری اختر۔ تم جانتی ہو میں نے یہ دعوت کیوں کی ہے؟ ہماری نئی زندگی کی یہ پہلی تقریب ہے۔ میری حسین بیوی مجھے ڈر ہے کہ کہیں پھر کسی کی نظر تم پر نہ لگ جائے۔ اس کی حفاظت کے لئے یہ تعویذ لو۔" سیاہ جواہر کے دو بڑے بڑے آویزے اس نے اختر کے سر سے ساڑی ہٹا کر کانوں میں پہنا دیئے۔"
"میں اس قابل نہیں ہوں جمیل مجھے شرمندہ نہ کرو۔"
"میری بیوی۔ پہلی زندگی کو بھول جاؤ۔ نہ میں پہلا جمیل ہوں اور نہ تم وہ اختر۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ یہ تقریب میری نئی زندگی کا آغاز ہے۔" اختر کی آنکھوں سے دو بڑے بڑے آنسوؤں کے گرم قطرے گر پڑے۔ اور وہ جمیل کے جانے کے بعد بھی دیر تک اُس کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا
"میرے مالک۔ میرے شوہر۔ اگر کفر نہ ہوتا تو میں تجھے خدا سمجھتی۔" یہ کہہ کر اختر نے آنسو پونچھ ڈالے اور انتظام میں مصروف ہو گئی۔ اختر و جمیل کی آئندہ زندگی بہشت کا نمونہ تھی۔

شہر بانو

دوست اور دشمن

از مرحومہ حمیدہ خانم ام۔ اے

ہمارے دشمن زیادہ ہیں مگر دوست کم۔ ہم دشمنوں کی پرواہ نہیں کرتے مگر ہمیں فائدہ بھی زیادہ انہیں سے ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ ہمیں اپنے بہت سے عیوب جن سے ہم اپنے دوستوں کے ذریعہ آگاہ نہیں ہوتے اپنے دشمنوں ہی سے معلوم ہوتے ہیں۔ جو لوگ نام کے دوست ہیں وہی اکثر زبردست دشمن نکلتے ہیں۔ صادق دوست بہت مشکل سے ملتا ہے۔ جس شخص کو سچا دوست مل جائے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ دوست کی ہمیشہ قدر کرنی اور ہر موقع پر اس کی مدد کرنی چاہئے۔ دوست وہی ہے جو صاف بات کہنے میں نہ جھجکے۔ دنیا میں آدھے سے زیادہ جھگڑے محض غلط فہمی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کوئی لفظ بخوبی نہ سُنا۔ کوئی بات غلط دہرائی گئی۔ کوئی فقرہ ہنسی میں کہا گیا لیکن سنجیدگی سے سمجھا گیا۔ کوئی بات نیک نیتی سے کہی گئی مگر اس کا مفہوم کچھ اور ہی لیا گیا۔ کسی نے دل سے کوئی بات گھڑ دی کہ تمہارا فلاں دوست یہ کہتا تھا اور اس گفتگو پر یقین کر لیا گیا۔ غرض اسی قسم کی باتوں سے اچھے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں۔ تمہاری دوستی پائیدار اسی وقت رہ سکتی ہے جب تم اپنے دوست کی طرف سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ اس سے محبت کرو اور اس پر اعتماد کرو۔ منتخب دوست زندگی کی بڑی نعمت ہیں لیکن سب سے بہتر دوست اور سب سے بڑا دشمن انسان "خود" ہی ہوتا ہے۔

آہ۔ حمیدہ خانم!

(از محترمہ خورشید آرا بیگم منشی فاضل ادیب فاضل)

بپا سینہ میں طوفانِ الم ہے — سرشکِ خوں متاعِ چشمِ نم ہے
سکونِ آغوشِ بے تابی میں خفتہ — رواں نبضِ جگر میں خونِ غم ہے
مسرت کی فضا تاریک تر ہے — طمانیت پریشاں یک قلم ہے
شکستہ دل کا نام عزوب جاں ہے — خلش ہے۔ درد ہے۔ سوزِ الم ہے
یہ کس کی اطلاعِ مرگ آئی۔ — یہ کیا مکتوبِ راحت میں رقم ہے
غضب ہے ہائے یہ کیسا غضب ہے — ستم ہے آہ یہ کیسا ستم ہے

نمی دانم حدیثِ نامہ چون ست
ہمی بینم کہ عنوانش بخون ست

ملک سیرت حمیدہ خو حمیدہ — وہ فردوسِ نسائیت کی حورا
تقدس کا سراپا جو تھی — گلِ نو گلشنِ دوشیزگی کا
خلیق و حلیم خُو۔ سادہ طبیعت — وہ تصویرِ شباب و حسن و تقوے
دیارِ پاکِ علم و فن کی بے شک — جو ''دامن'' پیشہ تھی مشہور عذرا''
وہ حسنِ قوم و ملت۔ نازِ نسواں — دُرِ تاجِ سرِ علما و فضلا
جہانِ بے وفا سے موڑ کر منہ — ہوئی سوئے عدم رخصت دریغا

برفت آں گلبنِ خرم بہ بادے
دریغے ماند و فریادے و دادے

کہیں کیا۔ بختِ بد کی ہم کہانی — ہوا تاراج مُلکِ شادمانی
علومِ مختلف کے بوستاں پر — وہ گل جو کر رہا تھا خسروانی
ترشحِ آرزوؤں کی نہایت — خواتیں کی اُمید کامرانی
مٹایا اُس کو مرگِ ناگہاں نے — نہ کیوں ہم ہوں مجسم نوحہ خوانی

کریں گیں خوبیاں اُس کی ہمیشہ — دلِ پیر و جواں پر حکمرانی
نہ بھولیں گے۔ نہ بھولیں گے ہم اُسکی — جوانی۔ ہائے وہ اُٹھتی جوانی

پس از مرگِ جوانان گل نماناد
پس از گل در چمن بلبل مخواناد

چھپایا خاک میں ہے روئے انوار — خدا ہم سے ہو کیا اے خلق پیکر
مناتے ہیں اگر ناراض ہو تم — چلو۔ تا پھر رہیں دنیا میں مل کر
فضا فردوس کی کیا بھا گئی ہے — پسندیدہ ہے یا کوثر کا منظر
یا شورش سے جہاں کی ہو کے بیزار — ہو محوِ خوابِ شیریں تا بہ محشر
خیالِ مادرِ و خواہر کرو کچھ — جُدائی سے تمہاری ہیں وہ مضطر
اطاعت والدۂ محترم کی — ہے واجب اے شریف الطبع دختر

بزرگاں چشم و دل در انتظارند
عزیزاں وقت و ساعت می شمارند

نہیں اے چرخِ علم و فن کی پروین — کہاں سے لائیں ہم مہرو رنگیں
تمہاری مرگِ بے ہنگام سے جو (ق) خواتیں کا ہوا نقصانِ سنگیں
کریں کس طرح ہم اُس کا مداوا — ہاں۔ کیونکر دیں دلِ مضطر کو تسکیں
کیا ہوتا یہاں چندے توقف — کہ ہم کچھ فیض حاصل تم سے کرتیں
ہوئیں واقف نہ دنیا کی خوشی سے — بہاریں زندگی کی کچھ نہ دیکھیں
رہو فردوس میں نزدیکِ زہراؑ — اگرچہ ہم ہیں تجھ سے دور و غمگیں

غریباں را دل از ہجرِ تو خون ست
دلِ خویشاں نمی دانم کہ چون ست

وہم

دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ہو جسے کسی نہ کسی بات کا وہم نہ ہو عورتیں تو خصوصیت کے ساتھ وہمی ہوتی ہیں مگر کبھی یہ غور نہیں کرتیں کہ یورپین اقوام صرف اس مرض سے دور رہنے کے باعث آج میدان ترقی میں ہم سے کوسوں آگے ہیں۔ اور اپنی زندگی اور خوشیوں کو وہم کی قربان گاہ پر بھینٹ نہیں چڑھاتیں۔

وہمی آدمی ہر قدم پر پریشان اور خائف نظر آتا ہے۔ اس کی وسیع اور دور بین نگاہوں میں ہر دم وہم و وسواس کے خوفناک کرشمے رقص کرتے ہوئے۔ اور اس کی زندگی کو تلخ کرنے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں اور فقط اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اپنے متعلقین کو بھی پریشان رکھتے ہیں۔

چھینک سے وہم آپ نے سنا ہے؟ میرے دوستوں میں ایک صاحب کو اس بات سے وہم ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ کسی کام کے لئے اور وہ نہایت ہی بے حقیقت اور ادنیٰ سا ہو۔ یا بحد اہم اور ضروری۔ تیار ہوں اور کسی کے چھینک آجائے تو اس کام سیکڑوں روپیہ کا نقصان ہو جائے یا کسی کی جان جائے مگر وہ اس کو چھوڑ دیتے ہیں ایک بہن کو پلک پھڑکنے سے وہم ہوتا ہے۔ ادھر پلک پھڑکی اُدھر بہن صاحبہ بھڑکیں۔ پھر کیا ہے ضرور کوئی نہ کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ یا ناگہانی آفتوں میں مبتلا ہونا ہے جب آنکھیں پھڑکنے لگیں۔ خواہ مصیبت آئے یا نہ آئے مگر ان کی یہ وہم پرستی ان کو بے موت مارنے پر تیار ہو جاتی ہے۔

اتفاق سے ایک روز وہ اسی طرح بے حد پریشان ہو رہی تھیں صبح ہی آنکھیں پھڑک اُٹھی تھیں۔ کہ اتنے میں تار کے چپراسی نے آواز دی اب کیا تھا۔ انہوں نے سر اور موٹھ پیٹ لیا۔ ہے ہے میں نہ کہتی تھی کہ آج صبح ہی صبح موئی آنکھیں پھڑک رہی ہیں۔ ضرور کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے۔ آخر وہی ہوا نا؟ غرضکہ جب تک مرد آئیں اور تار پڑھ کر سنائیں ان کی بُری حالت ہو گئی مجھ کو دیکھتے ہی اُچھل پڑیں اور قبل اس کے کہ تار پڑھوائیں پہلے آنکھ پھڑکنے کا اہم واقعہ بیان کرنے لگیں۔ میں نے تار منگوا کر دیکھا تو اس میں ان کی بہاوج کی آمد کی خبر تھی کہ وہ دوسری صبح کو پہونچنے والی تھیں۔ سواری کے انتظام کے لئے لکھا تھا۔ ابنو کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔ میں نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ اور ان کو قائل کر دیا۔ کہ دیکھئے صرف آپ کی کم عقلی نے اتنے دیر آپ کو پریشان رکھا۔ ابتو آنکھیں پھڑکنے کو خوشی سے تعبیر کیجئے گا؟ اس پر وہ بے حد خجل ہوئیں اور توبہ کر لی کہ آیندہ کبھی ایسی باتوں پر اعتماد نہ کریں گی۔

ایک لڑکی کو بلّی کے رونے سے وہم ہوتا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ جب کسی گھر میں غمی ہونے والی ہوتی ہے تو اس میں بلّیاں روتی ہیں۔ اتفاق سے اس کی شادی ایسے گھرانے میں ہوئی۔ جہاں بہت ساری بلّیاں پلی ہوئی تھیں گھر کے بوڑھے بچے

حتیٰ کہ دولہا خود بلی کو بے حد پیار کرتے تھے لیکن رات جب سب لوگ اپنے اپنے کمروں کے دروازے بند کرکے سو جاتے یہ لاڈلی بلیاں تنہائی سے گھبرا کر رونے اور لڑائی کرنے لگتیں۔ چنانچہ اس وہمی لڑکی نے رات کو بلیوں کے رونے کے یہ معنی نکالے کہ اس گھر میں سخت بلائیں نازل ہونے والی ہیں۔ اور عجب نہیں کہ وہی ان کے رونے کی نحوستوں کا شکار بن جائے۔ اس کی راتوں کی نیندیں اڑ گئیں۔ وہم کے انتہائی وسوسوں نے اس کے دماغ اور قلب کو بے چین کر دیا۔ اور اختلاج بڑھتے بڑھتے اس پر ہسٹریا کے دورے پڑنے لگے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے معالجے ہوئے مگر کسی سے فائدہ کی صورت نظر نہ آئی۔ آخر کار اس کے والدین سسرال سے اس کو رخصت کرا کے اپنے ہاں بالکل یاس انگیز اور نیم مردہ حالت میں لے گئے۔ لیکن یہاں آکر اس کو دو چار روز میں صحت کے آثار نظر آنے لگے۔ اور چند روز میں بھلی چنگی ہو گئی کیونکہ یہاں نہ بلیاں پلی تھیں اور نہ ان کے رونے کی آواز سے اس کو وہم ہوتا تھا۔!!

جمیلہ بیگم کلکتہ

سنگھاری چیزیں

نومبر کے عصمت میں میں نے دواؤں کے متعلق اپنے تجربات لکھے تھے پوڈر وغیرہ لگانے کا طریقہ اب بیان کرتی ہوں میں نے اکثر دیکھا ہے بعض عورتیں پوڈر لگاتی تو ہیں لیکن اس کا لحاظ بالکل نہیں کرتیں کہ پوڈر کچھ بدزیب تو نہیں معلوم ہوگا۔ دھبے وغیرہ تو نہیں ہیں۔ پوڈر اس طرح لگانا چاہیئے کہ کوئی شناخت نہ کر سکے۔ اصلی رنگ معلوم ہو اور رنگ میں ایسا پیوست ہو جائے کہ قطعی کوئی نہ پہچان سکے۔ پوڈر لگانے کا صحیح طریقہ یہ ہے:۔

پہلے ہلکی سی سنو لگائیے اس کو ہاتھوں سے خوب مل لیجئے تاکہ وہ میل کی صورت میں دور ہو جائے اس کے بعد رخساروں پر حسب ضرورت سُرخی لگائیے تھوڑا سا پانی ہاتھوں میں لیکر رخساروں پر تھپتھپا لیجئے اور ذرا ہتیلی سے دبائیے اتنا توقف کیجئے کہ پانی بالکل خشک ہو جائے پھر پوڈر زیادہ تعداد میں لگائیے اس کو نرم ہاتھوں سے منہ پر مل لیجئے اس طرح ملئے کہ ہلکا سا لیکن برابر ہو جائے پھر بال ہٹائیے کپڑے پہن لینے کے بعد پھر لب میں خفیف سا پوڈر لیکر لگا لیجئے بالکل نامعلوم ہو جائیگا جذب ہوکر اصلی رنگ اختیار کرے گا لپ اسٹک جب استعمال کیجئے لباس کے موافق لاکھا قاعدے سے لگائیے ہونٹ بھلے معلوم ہوتے ہیں

سفید ساری پیازی کاسنی یا داسی فیروزی دھانی رنگوں پر ایسا ہلکا لاکھا لگائیے کہ نامعلوم ہو جائے یہ معلوم ہو کہ اصلی رنگ ہے ہونٹ ہلکے گلابی رہیں سیاہ رنگ اودا سُرخ نیلا گہرا سبز گہرے رنگوں پر درمیانی لاکھا ہو جو بہت سُرخ ہو نہ بہت کم ہو خاکی سرمئی بھورا الکتھئی فاختئی ان رنگوں پر خوب سُرخ لاکھا لگائیے آپ کو اپنی ہی عمر کا اندازہ مشکل سے ہوگا

پیرس لندن وغیرہ میں یا ہندوستان میں یورپین عورتوں کی عمر کم کیوں معلوم ہوتی ہے اس کا سبب صرف غازہ کا صحیح استعمال ہے ہمارے یہاں تقلید کی جاتی ہے لیکن برائی بھلائی پر نظر نہیں کی جاتی صرف غازہ کا صحیح استعمال ایک پینتیس ۳۵ سالہ عورت کو بیس بائیس سال کا بنا دیتا ہے کپڑوں کی پسند اور صحیح استعمال سے ان کی خوبصورتی میں غیر معمولی مدد ملتی ہے جن بہنوں کو یورپ جانے کا اتفاق ہوا ہوگا انھوں نے دیکھا ہوگا کہ کس قدر معمر عورتیں کتنی کمسن معلوم ہوتی ہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ ورزش سے اور غازہ اور کپڑے کا صحیح استعمال سے غافل نہیں ہیں۔

جہاں اور سب باتیں فیشن کی ہیں وہاں یہ بھی اس کے ساتھ ہے کہ سرمہ کاجل بالکل چھوڑ دیا گیا ہے اس کو معیوب خیال کیا جاتا ہے لیکن جو ہماری سودمند باتیں ہیں ان کو بری سمجھکر چھوڑ دینا عقل کے خلاف ہے اگلے زمانہ کی بڑی بوڑھیوں کو دیکھیے کہ وہ باقاعدہ سیتی ہیں پڑھتی ہیں آجکل زمانہ لڑکیاں بغیر چشمہ کے راستہ نہیں چل سکتیں اس کی کیا وجہ ہے؟ یہ کہ وہ آنکھ کی صفائی کا خیال رکھتی ہیں نہ برابر سرمہ کاجل استعمال کرتی ہیں بہنوں کو تعجب ہوگا کہ میری نانی اماں پچانوے ۹۵ سال کی ہیں اور برابر سینا سیتی ہیں پھول پتی بناتی ہیں لیکن میں بغیر عینک کے کوئی کام نہیں کرسکتی یہ فیشن کا نتیجہ

پھر بھی میں بہت جلد ہشیار ہوئی خدا کا شکر ہے کہ اب ضروری باتوں کو زیرِ تصرف رکھتی ہوں۔ اگر زمانہ کی یہی حالت رہی کہ بچوں تک کے سرمہ کاجل نہ لگے تو یقیناً کچھ پشتوں کے بعد ہندوستانی اپنی آنکھوں کی خوبصورتی کو کھو بیٹھیں گے اگر آپ کو نہیں اچھا لگتا کہ بچہ کی آنکھیں سیاہ رہیں تو شب کو لگائیے۔ صبح کو دھو ڈالئے خود بھی ایسا ہی کیجئے کہ آنکھیں صاف رہیں بڑے شرم کی بات ہے کہ دوسری قوم جو ایک حد تک اس فائدے سے واقف ہے وہ صرف سودمند ثابت ہونے کی غرض سے اور آنکھوں کو خوبصورت بنانے کے لئے ہماری باتیں اختیار کرے اور ہم لوگ اپنی اچھی باتوں کو بالائے طاق رکھ دیں اس کی کچھ قدر نہ کریں۔ پیرس اور لندن میں میں نے دیکھا ہے کہ وہاں سرمہ استعمال کیا جاتا ہے وہاں عورتوں کو یہ خیال ہے کہ ہندوستانیوں کی آنکھیں جو خوبصورت ہوتی ہیں تو صرف سرمہ کے استعمال سے ان کو بھی شوق ہوا اور وہ اس طرح پورا کیا گیا کہ سرمہ ہندوستان سے بند ڈبیوں میں جاتا ہے اس کو وہ برش سے اس طرح لگاتی ہیں کہ آنکھ کے اندر بھی پہونچ جائے اور اسی کی پلکیں بھی معلوم ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ پھیل جاتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ لوگ باوجود برائی کے زیادتی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ مشتاق ہو جائیں اپنی آنکھوں کو خوبصورت بنا سکیں یہ سب میں نے اس لئے لکھا کہ بہنیں نصیحت حاصل کریں کم ازکم اپنی اچھی باتیں کو نہ چھوڑیں میں سرمہ اور کاجل بنانے کی ایک ایک ترکیب لکھتی ہوں آیندہ آشوب چشم وغیرہ کا سرمہ بھی لکھونگی تھوڑا سرمہ یا کاجل اگر پوڈر لگانے کے بعد ہلکا سا لگا لیا کریں تو بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔

سرمہ کی ترکیب دو تولہ سرمہ لیکر نیم کے سرسبز درخت میں ایک سوراخ بنا لیجئے اس میں سرمہ رکھ دیجئے سوراخ کو موم سے بند کر دیجئے چالیس روز تک رکھا رہنے دیجئے پھر اس کو نکال کر ان سب ادویہ کے ساتھ حل کر لیجئے پھٹکری ۲ ماشہ لیں سچے موتی ۶ عدد اور اگر سونف کی پتی مل سکے تو اس کو پیس کر عرق نکال لیجئے اس کو آگ پر رکھ دیجئے پھر صاف پانی نکل آئیگا ۲ تولہ عرق لیکر اس میں حل کر لیجئے رکھ دیجئے کہ وہ بالکل خشک ہو جائے خشک ہونے پر حل کر کے رکھ لیجئے شب کو بچوں کی آنکھ میں بھی لگا دیا کیجئے اس سے آنکھیں صاف رہتی ہیں اور آشوب نہیں کرتیں اگر سونف کی پتی ناممکن ہو تو جب سرمہ درخت میں رکھئے جب ہی ایک گملہ میں چکنی مٹی زیادہ تعداد میں کھاد ڈالکر پوری پوری بھر دیجئے اور سونف ۶ گھنٹہ تک پانی کا چھینٹا دیکر رکھ دیجئے اس کے بعد سونف گملہ میں ڈالکر ہلکی سی مٹی ڈال دیجئے بہت جلد نکل آئیگی۔

کاجل کی ترکیب۔ نیم کی کوپل (نوک کی چھوٹی پتی) سونف کی پتی پھٹکری ایک ماشہ افیون ایک ماشہ لونگ ۴ عدد اس سب کو پیسکر اس میں روئی کوٹ ڈالئے اس کی بتیاں بنا کر خشک کر لیجئے خالص سرسوں کا روغن حسب ضرورت لیکر ایک کورے سکورے میں چراغ کی طرح جلا دیجئے اس کے اوپر ایک مٹی کا کورا پیالہ کسی چیز کی ٹیک سے اس طرح کہ دھواں بھی باہر نہ جائے بتی بھی جلتی رہے وہ جل کر ایک کاجل کا گُل بن جائیگا حسب ضرورت روغن زرد گھی لیکر چالیس پانی سے خوب پھینٹ کر دھو لیجئے اس میں کاجل ملا لیجئے اس کو ایک کپڑے میں پوٹلی باندھ ایک گھڑے میں بھروا کر ڈال دیجئے اکیس روز کے بعد استعمال کیجئے۔ سرمہ سے کاجل زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے یا کاجل لگائیے تو ذرا سی چھین لکیر کنپٹی کی طرف نکال لیجئے بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

مسز حمید از لکھنو

مشینوں کا آٹا

نومبر کے عصمت میں سفید چمکیلے چاولوں کے نقائص پر میرا مضمون شائع ہوا ہے۔ ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ کلوں سے آٹے کے متعلق بھی اپنی مختصر معلومات پیش کردوں جن کا دارومدار عورتوں کی ہی ذات سے وابستہ ہے جو خانہ داری کا ایک ضروری شعبہ ہے۔ سطحی نظر رکھنے والے ان ذرا ذرا سی باتوں کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے سمجھ میں نہ آنے والے نقصانات کا ہمیشہ مقابلہ کرتے رہتے ہیں جس کی تلافی پھر مشکل سے ہوتی ہے۔

جب آٹا پیسنے کی کلوں کا رواج نہ تھا۔ لوگ چکی کا پسا ہوا آٹا کھاتے تھے۔ اور خانہ داری کی ضروری اشیاء میں گھروں میں چکی کا ہونا بھی ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اب جا بجا آٹا پیسنے کی مشینیں مہیا ہوگئی ہیں اور چکی کا نام و نشان دنیا سے اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ جن لوگوں کے پیٹ آٹا پیسنے کی مزدوری پر بھرتے تھے وہ بھی کلوں سے ہی آٹا پسواتے ہیں جس کا نتیجہ صرف وقتی ضرورت کو پورا کر لینے کے سوا اور کچھ نہیں۔ گو چکی سے پسے ہوئے آٹے کی بہ نسبت کلوں سے پسا ہوا آٹا نہایت مہین۔ زیادہ سفید اور مقدار میں بھی معقول حاصل ہوتا ہے اور تھوڑی دیر میں جتنا چاہئے اتنا پس کر مل جاتا ہے۔ لیکن مشین سے آٹے ہی اگر دیکھا جائے تو اسقدر گرم ہوتا کہ اس کی غذائیت کا اصل جوہر مشین کی بجلی سے جل کر جاتا رہتا ہے اس خیال کی بنا پر پانچ چھ سال سے میں نے اپنے ہاں کلوں سے پسا ہوا آٹا منگانا چھوڑ دیا۔ اور بہ ہزار دقت خوشامد اور نقصان کے مزدوروں سے چکی کا آٹا پسوا کر استعمال میں لاتی ہوں۔ اور مصمم ارادہ ہے کہ حتی الامکان کلوں کا پسا ہوا آٹا آئندہ بھی استعمال نہ کیا جائیگا اس ارادے کو نبھانے کے لئے ایک بار تو مقابلہ بھی کرنا پڑا کہ آٹا پیسنے والیوں نے کئی بہانے تراشے۔ پیسنے سے ہڑتال کر دی گھر میں پہلے وقتوں کی چکیاں موجود ہیں۔ تھوڑا خود میں نے پیسنا شروع کر دیا۔ پھر کیا تھا گھر کی اور عورتوں نے میرا ہاتھ بٹایا۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ مجھے اٹھا کر خود پیسنے لگیں۔ یہ محسوس کرتے ہی کہ ان کا کام رک نہیں سکتا پیسنے والیاں کام پر آنے لگیں اور ضرورت پوری ہوگئی لیکن اور لوگوں کو مشینوں سے پسے ہوئے آٹے میں ہی سہولت معلوم ہوتی ہے جس میں غذائیت کا اصل جوہر جل کر زائل ہو جاتا ہے۔

محققوں کے خیالات کے مطالعہ نے اب تو میرے یقین کو اور پختہ کر دیا کہ چکی کا آٹا مشین کے آٹے سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ وجہ یہ کہ اناج جب چکی میں پیسا جاتا ہے تو وہ تخم جس سے اناج پیدا ہوتا ہے ہر ایک دانے کے ساتھ پس کر آٹے کا جزو بن جاتا۔ اور چکی کی رگڑ سے غذائیت کا کوئی جز جلنے نہیں پاتا۔ مشین میں وہ روئیدگی کا مادہ جلکر ضائع ہو جاتا ہے۔ اور غذائیت بھی جاتی رہتی ہے جو پرورش جسم کے لئے بہت ضروری اور مفید ہے۔ چکی کے آٹے کی رنگت بھوری ہوتی ہے جس سے انسان مضبوط و طاقتور رہتا ہے۔ اس تحقیق کا محقق مسٹر فرانسس فاکس ہے۔

پس ہم مستورات کو لوازمۂ خانہ داری کی ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں بھلائی برائی کے سمجھنے اور نقصانات سے بچکر فواید حاصل کرنے کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔ جو اصل نسوانی جوہر ہے پہلی عورتیں چکی پیسے کو عیب نہیں سمجھتی تھیں۔ اور روزانہ اس ریاضت سے خوب ہی کَس مضبوط بنی رہتی تھیں کیونکہ روزانہ یہ کام ورزش کا کا عادی بناتا تھا اور اس سے خون میں گردش ہونے سے وہ بہت کم امراض کا شکار بنتی تھیں۔ اب یہ باتیں کسرِ شان سمجھی جاتی ہیں۔ جس سے آئے دن ہم بیماریوں میں مبتلا رہنے کی وجہ سے ہمیشہ نحیف و زار۔ اور دوسرے کی محتاج رہتے ہیں۔ گو آجکل دوسری قوموں کی تقلید میں خوشنما فیشن ایبل ورزشیں کر کیو فخر سمجھتے ہیں لیکن وہ اسقدر مفید نہیں ہوتیں۔

یہاں میں اپنا ایک تجربہ بھی بیان کر دینا مناسب سمجھتی ہوں گو لوگ مجھے دقیانوسی خیال کیا چاہے کچھ کیوں نہ کہیں۔ ایک بار یعنی اس زمانہ میں جبکہ پینے والیوں نے ایجیٹیشن کر دیا تھا۔ کئی مہینہ مجھے مسلسل خفیف سا بخار ننانوے سو تک روزانہ آتا رہا۔ کونین کا استعمال اس حد تک کیا کہ کان تک بہرے ہو گئے۔ مگر یہ بخار روزانہ اپنے وقت پر ہوتی رہی۔ اور پھر کم ہو جانے پر جسم بالکل ناقابلِ برداشت سرد پڑ جاتا۔ ضد کیجئے یا خدائی انتظامات کہ دو چار روز آٹا پیسنا تھا کہ بخار جاتا رہا اور بجائے سردی کے گرمی جسم میں آگئی۔ گویا اصلی حرارت معمول کے مطابق رہنے لگی اور تمام شکایتیں رفع ہو گئیں۔ اب بھی مجھے اگست کے آخری ہفتہ سے پھر اتنی ہی بخار کی شکایت پیدا ہو گئی ہے۔ اور باوجود ڈاکٹر کے زیرِ علاج ہونیکے کم نہ ہوئی۔ ارادہ ہے کہ ذرا کمزوری کم ہو جانے پر انشاء اللہ ننھی سی چکی سے چند روز یہی عمل کروں اور ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق اس پرانی ورزش سے صحت کی صحت ہو کام کا کام۔ سردار محمدی بیگم بنت نواب آف ...

[illegible]

ایک خاتون اپنے گھر کے اندر قالین بن رہی ہے ۔

[illegible]

اجلاس کانگریس میں شامل ہونے والی خواتین کا ایک مجمع

جاپان پر ایک نظر

سر للو بھائی سامل داس نے انگریزی میں ایک کتاب مائی ایڈیشن آف جاپان" کے نام سے لکھی ہے۔ یہ اصل میں آپ کا سفرنامہ ہے۔ کتاب بہت مفید اور دلچسپ ہے۔ اسکے علاوہ چونکہ آپ نے بذات خود ہر جگہ کو دیکھا ہے اس وجہ سے بہت سی باتیں نئی بھی ہیں۔ میرا ذیل کا مضمون اسی کتاب کے بعض ضروری اور دلچسپ مضمون کا ترجمہ ہے۔ جو یقیناً عصمتی بہنوں کے لئے دلچسپ ہوگا۔

جاپانیوں کی چند قومی خصوصیات

سب سے زیادہ اہم چیز یہاں کی صفائی ہے۔ ہر عورت و مرد صاف رہتا ہے۔ جب میں ناگاساکی پہونچا جو پہلی جاپانی بندرگاہ ہے اور جہاز سے اتر کر شہر میں سیر کے لئے گیا تو مجھے بہت تعجب ہوا کہ نہ صرف بڑی اور وسیع سڑکیں صاف ہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی تنگ گلیاں بھی اسقدر صاف تھیں کہ ہمارے شہروں کی عظیم الشان سڑکیں بھی ان کے مقابلے میں گندی اور خراب نظر آتی ہیں۔ غریب اور مزدور طبقے کی عورتیں جو سامان خریدتی پھر رہی تھیں یا مزدوری کر رہی تھیں رنگین اور سفید صاف شفاف لباس پہنے ہوئے نظر آئیں۔ اور صفائی کی جو حالت میں نے یہاں دیکھی تقریباً ہر جاپانی شہر اور قصبے میں یکساں ہے میری اکثر ہندوستانی دوستوں نے دعوتیں کیں۔ ان دعوتوں میں تمام انتظام جاپانی مرد اور خصوصاً عورتوں کا ہی ہوتا تھا اور جتنی صفائی میں نے یہاں کھانے پینے میں دیکھی ہمارے ملک میں اس کی پاسنگ بھی نہیں ہے۔

یہاں ریل کے ہر ڈبے میں کئی کئی اگالدان لگے رہتے ہیں۔ مسافر اُن ہی میں تھوکتے اور سگریٹ یا کاغذ کے پرزے یا اور دوسرا کوڑا وغیرہ ان ہی میں ڈالتے ہیں۔ ان احتیاطوں کے علاوہ ہر دو گھنٹے کے بعد ایک آدمی آکر فرش صاف کرتا ہے اور گرد وغیرہ کو احتیاط سے جمع کرکے لے جاتا ہے۔ دن میں دو مرتبہ فرش پر چھڑکاؤ ہوتا ہے۔ اور چھڑکاؤ کے تھوڑی دیر بعد ایک ملازم آکر فرش کو جھاڑو سے رگڑ کر صاف کر دیتا ہے۔

اسکول، کالج، اسپتال، ہوٹل، مندر، مکان غرضکہ ہر جگہ داخل ہوتے وقت جوتے اتارنا پڑتے ہیں اور داخل ہونے والے کو ایک سلیپر پہننے کے لئے دیا جاتا ہے جو اس غرض سے وہاں رکھا ہوتا ہے بعض جگہ اندر داخل ہوتے وقت جوتوں پر ایک خاص قسم کا ربڑ چڑھا لیا جاتا ہے۔ اور ان تمام احتیاطوں کا نتیجہ ہے کہ ان کے مکانات میں گرد کا نام بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے ملک میں بھی مندروں اور مسجدوں میں جاتے وقت جوتے باہر اتارنے پڑتے ہیں۔ جس کا مقصد تو یہی ہے کہ جوتوں کے ساتھ گرد اور کیچڑ وغیرہ اندر نہ جائے۔ مگر وہاں سے واپسی میں پاؤں کا یہ حال ہوتا ہے کہ جوتا پہننے کو دل نہیں چاہتا۔

ہمارے یہاں اکثر لوگ دن میں ایک مرتبہ نہاتے ہیں اور خصوصاً برہمن تو دن میں کئی مرتبہ نہاتے ہیں۔ جاپانی

لوگ دن میں صرف ایک مرتبہ غسل کرتے ہیں اور ہم لوگوں سے زیادہ صاف نظر آتے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے یہاں نہانا محض رسماً مذہبیاً یا عادتاً جاری ہے برخلاف اس کے وہ لوگ اپنے بدن کا میل کچیل صاف کرنے کیلئے نہاتے ہیں۔

جاپانی عورتیں چائے تیار کرنے، کھانا پکانے اس کی صفائی قرینے سے میز پر چننے میں بہت مشاق ہوتی ہیں۔ ہر جاپانی عورت کے لئے تھوڑا بہت گانا سیکھنا ضروری ہے۔ جاپانیوں کو پھولوں کا بہت شوق ہے اس وجہ سے وہاں کی ہر عورت کا یہ فرض ہے کہ اس کو پھولوں کے متعلق کافی معلومات ہوں۔

جاپانی بہت ہی خوش اخلاق ہیں دوسرے ملک کے باشندوں سے وہ بہت ہی محبت اور اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ یہ اپنے افسروں اور عہدہ داروں کا بہت ادب کرتے ہیں۔ اور ہر معزز شخص کو بہت جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ ایک ہندوستانی صاحب جو جاپان میں مقیم تھے انہوں نے ان کی نقل کرنا چاہی مگر چند ہی روز بعد وہ جھکنے سے گھبرا گئے۔ یہاں معمولی چوریاں بہت کم ہوتی ہیں اور اکثر لوگ رات کے وقت اپنے مکانوں کے دروازے بھی بند نہیں کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ بہت ایماندار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مجھکو تین مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں کسی ہوٹل میں چھتری یا چھڑی وغیرہ بھول گیا اور یہ چیزیں دوسرے روز میرے مکان پر پہونچا دی گئیں۔ ایک جگہ میں اپنا ریل کا ٹکٹ بھول گیا۔ اور بلا ٹکٹ ریل میں سوار ہو گیا۔ مگر جب دوسرے اسٹیشن پر پہونچا تو معلوم ہوا کہ ہوٹل والے نے تار دیا ہے کہ میرا ٹکٹ اس کے پاس ہے۔ اس قسم کی دوسری اعلیٰ صفات ان میں مدرسہ کی تعلیم سے پیدا نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ گھروں کی تعلیم کا اثر ہے۔ اور یہ وہ سبق ہوتے ہیں جو بچہ اپنی ماں کی گود سے سیکھتا ہے۔ ان کو بتایا جاتا ہے کہ ایک جاپانی میں کیا کیا خصوصیات ہونی چاہئیں اور جس میں یہ خصوصیات نہیں وہ سچا جاپانی نہیں ہے۔ ایک جاپانی کے خیال میں دنیا میں اس سے بڑھکر کوئی گالی نہیں ہے کہ اس سے کہا جائے کہ وہ جاپانی نہیں ہے۔

تعلیم موجودہ زمانہ میں ہر ملک کی ترقی کا دارو مدار اور تمدن کا معیار تعلیم پر ہی ہے چنانچہ یہاں بھی تعلیم عام ہے اور یہاں کے ۲۳ء ۹۹ فیصدی باشندے تعلیم یافتہ ہیں ۳۲ء ۹۹ فیصدی مرد اور ۱۱ء ۹۹ فیصدی عورتیں تعلیم یافتہ ہیں۔ یہاں ایک قانون ہے جسکی رو سے ہر بچہ کو خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی سات سال تک تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے اور جبری تعلیم کی ابتدا چھ سال سے ہوتی ہے۔

میں ایک پرائمری اسکول میں گیا۔ اس کی عمارت وسیع اور دو منزلہ تھی ہر طرف بڑے بڑے ہال تھے جن میں ہوا اور روشنی کا خاص طور پر خیال رکھا گیا تھا۔ کھیلوں کے لئے وسیع احاطہ تھا۔ ایک طرف جمناسٹک کا بھی انتظام تھا۔ ایک کلاس میں تصویر کشی کا درس ہو رہا تھا چنانچہ استاد کمرے سے بچوں کی تصویریں لے لے کر دکھا رہا تھا اور ان کو دھونے، بڑا کرنے کی ترکیبیں بھی بتا رہا تھا۔ ایک دوسرے درجے میں دانتوں کی صفائی پر سبق دیا جا رہا تھا۔ ہر بچے کے سامنے ایک آئینہ لگا ہوا تھا اور ایک ایک برش ان کے پاس تھا۔ استاد کے ہاتھ میں بھی ایک برش تھا اور وہ ان کو دانتوں کی صفائی کے طریقے بتا رہا تھا وہ ایک دو تین کہکر برش کو دانتوں پر پھیرتا تھا بچے بھی اسی طرح کرتے تھے۔ بظاہر یہ چیزیں بہت مضحکہ انگیز معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو یہی وہ تعلیم ہے جو انسان کو انسان بناتی ہے۔

اگرچہ جاپان نے صنعت و حرفت، تجارت سائنس اور دوسرے زندگی کے شعبوں میں کافی ترقی کرلی ہے مگر ابھی تک وہاں چند دقیانوسی عقائد اور خیالات موجود ہیں مثلاً یہ لوگ مخلوط تعلیم کو بہت ہی بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہاں لڑکے اور لڑکیوں کے اسکول اور کالج الگ الگ ہیں۔

لڑکیوں کے مدرسہ میں اُن کو ایک ہوشیار ماں بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ میں ایک لڑکیوں کے اسکول میں گیا وہاں تاریخ ریاضی اور مادری زبان کے علاوہ مصوری بھی سکھائی جاتی ہے۔ کپڑے دھونے اور کھانا پکانے کی عملی تعلیم کے لئے بڑے بڑے دھوبی اور باورچی خانے بنے ہوئے ہیں۔ یہاں مشین کے کپڑے دھونا سکھائے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان کی مرمت اور استری و کلف وغیرہ کی بھی تعلیم دیجاتی ہے یہاں ہاتھ اور مشین دونوں کا استعمال ہے یہی حال باورچی خانوں کا ہے۔ پھر اس مدرسے میں بھی لڑکیوں کے واسطے کھیل کا بہت اچھا انتظام ہے اور ایک طرف رقص گاہ ہے جہاں پندرہ سولہ سالہ جاپانی لڑکیاں رقص سیکھتی ہیں۔

جاپان میں ابتدائی تعلیم پر سوا دو کروڑ روپیہ اور محکمہ تعلیمات پر ۵½ کروڑ روپیہ خرچ ہوتا ہے اور یہ ملک کی کل آمدنی کا ۸ فیصدی حصہ ہے۔ کیونکہ وہاں ایک تو روپیہ بہت کثیر مقدار میں صرف کیا جارہا ہے دوسرے سات سالہ جبری تعلیم کا قانون ہے اس وجہ سے ملک میں تقریباً تمام لوگ تعلیم یافتہ ہوگئے ہیں۔ اور موجودہ نسلیں بہت بہتر پیدا ہورہی ہیں۔ جبری تعلیم کرنے کے بعد ماں باپ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے ہیں یا ملازمت کرلیتے ہیں۔ لڑکیاں یا تو کارخانوں میں مزدوری کرتی ہیں یا ہوٹل اور گھروں پر ملازمہ کے کام انجام دیتی ہیں۔ جو لڑکے اور لڑکیاں جبری تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے وہ اسکولوں اور کالجوں میں داخل ہوجاتے ہیں۔ یہاں تجارتی زراعتی صنعتی تعلیم کے لئے تقریباً دو ہزار سے زیادہ کالج ہیں یہاں لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم پر اتنی زیادہ توجہ نہیں ہے جتنی کہ لڑکوں کی جبری تعلیم پر۔ اور عام لڑکیاں ہائی اسکول کا امتحان پاس کرتی ہیں اور پھر تعلیم چھوڑ دیتی ہیں۔ یہ ہائی اسکول کا امتحان ہمارے یہاں کے ففتھ اسٹنڈرڈ یا نویں جماعت کے قریب قریب برابر ہوتا ہے۔ ہائی اسکولوں میں لڑکیوں کو نقاشی کھانا پکانا کپڑے دھونا۔ پھولوں کی کاشت وغیرہ کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ اور یہ چیزیں نصاب میں اس لئے داخل ہیں کہ گورنمنٹ کا مقصد لڑکیوں کو امور خانہ داری کی تعلیم دینا مقصود ہے اور وہ ان کو ایک بہترین ماں اور گھر چلانے والی بیوی بنانا چاہتے ہیں۔

صنعت و حرفت

یہاں ہر قسم کے بڑے بڑے عالیشان کارخانے موجود ہیں۔ میں ایک کارخانے میں گیا یہاں کنوارے لڑکے اور لڑکیاں کام کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے رہنے کے انتظامات الگ الگ تھے۔ نہانے کے لئے صاف و شفاف غسل خانے موجود ہیں۔ کھانے کا کمرہ بہت وسیع تھا۔ مزدوروں کے لئے تفریح گاہ اور کھیل کے میدان بھی موجود تھے۔ ایک دوسرے کارخانے میں میں نے ایک سینما دیکھا جو کارخانہ کی حدود کے اندر تھا۔ اور یہ تماشہ مزدوروں کو مفت دکھایا جاتا ہے۔ جس وقت میں یہاں پہونچا تو یہاں ایک فلم دکھایا جارہا تھا جس میں دیہات کی لڑکیاں بہت خوش نظر آتی ہیں۔

وہ مزدور جن کو ہم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور جن کے بدن پر ڈھنگ کے کپڑے بھی نہیں ہوتے جو ہمارے

ملک میں تنگ و تاریک اور ٹوٹے پھوٹے جھونپڑوں میں رہتے ہیں۔ جاپان میں اس قسم کے مزدور نظر نہیں آتے ان کے مکانات دو منزلہ ہوتے ہیں۔ یہاں کارخانے میں مزدوروں کی تمام آسائش اور آرام کا سامان موجود رہتا ہے۔ چنانچہ ایک کارخانے کی تفریح گاہ میں میں نے دیکھا کہ دو مزدور بلیرڈ کھیل رہے تھے۔ اور دوسری طرف چھوٹی چھوٹی میزوں پر تاش یا دوسرے قسم کے جاپانی کھیلوں سے مزدور اپنا جی بہلا رہے تھے۔

یہاں ہر ایک مزدور کے خاندان کو ایک مکان ملتا ہے جس میں دو کمرے ہوتے ہیں اور ان کے آگے برآمدہ ہوتا ہے۔ مزدوروں کے گھروں میں سامان بہت کم ہوتا ہے۔ عام طور پر ہر مکان میں فرش پر جاپانی چٹائیاں بچھی رہتی ہیں۔ ایک کونے میں لکڑی کا ایک اسٹول ہوتا ہے جس پر پھولوں کے گلدستے یا گملے وغیرہ رکھے جاتے ہیں اور دوسرے کونے میں ایک تپائی پر شیشے کی ایک چھوٹی سی الماری ہوتی ہے جس میں مہاتما بدھ کا مجسمہ ہوتا ہے جس کی وہ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ بستر وغیرہ روزانہ صاف کئے جاتے ہیں۔ ہفتہ میں ایک مرتبہ ان کو دھوپ دی جاتی ہے۔ لڑکیوں کے لمبے بالوں کو دھونے کے لئے خاص انتظام ہے۔ بہر حال یہاں کے کارخانوں کی لڑکیاں جسمانی صحت کے لحاظ سے بہت تندرست اور خوش و خرم ہیں۔ اور ہمارے یہاں کے مرد مزدوروں سے سے زیادہ کام کرتی ہیں۔

ان لڑکیوں کی تنخواہ کچھ زیادہ نہیں ہوتی اس لئے ان سے مکانات کا کرایہ نہیں لیا جاتا ہے۔ یہ لوگ خود اپنا کھانا نہیں پکاتیں بلکہ سرکاری طور پر ان کے کھانے کا انتظام ہوتا ہے اور ان سے اس کی نصف قیمت لی جاتی ہے ہر کارخانے میں ڈرائنگ ہال ضرور ہوتے ہیں۔ جب دوپہر کو چھٹی ہوتی ہے تو سب لڑکیاں یہاں جمع ہو جاتی ہیں اور کھانا کھانے کے بعد اخبار وغیرہ پڑھتی ہیں اور پھر کام پر چلی جاتی ہیں۔ ایک کارخانے میں مجھے کھانے کے وقت جانے کا اتفاق ہوا۔ کھانا مقدار میں کافی ہونے کے علاوہ لذیذ تھا۔

بعض ہندوستانیوں کی رائے ہے کہ جاپان میں لڑکیوں سے بہت زیادہ سخت محنت لی جاتی ہے۔ اور وہ چار پانچ سال کے بعد بیکار ہو جاتی ہیں۔ مگر یہاں آکر میں نے دیکھا تو یہ بات غلط ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ میں نے خود لڑکیوں سے دریافت کیا تو بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنے کام میں بہت خوش ہیں اور ان کو ناقابل برداشت محنت نہیں کرنی پڑتی۔

یہاں کی لڑکیاں چھ سال کی عمر میں مدرسے میں داخل کر دی جاتی ہیں اور تیرہ سال کی عمر تک وہیں رہتی ہیں پھر تعلیم ختم کرنے کے بعد یہ دو ایک سال کے لئے اپنے والدین کے پاس بسر کرتی ہیں۔ اور پھر ادھر ادھر کارخانوں دوکانوں ہوٹلوں میں کام کرنے آجاتی ہیں۔ ان کی شادی عام طور پر انیس اور اکیس سال کے درمیان ہوتی ہے۔ جب یہ کسی کارخانے میں آتی ہیں تو ان سے پہلے تو بہت معمولی کام لیا جاتا ہے۔ اور اسی زمانہ میں تنخواہ بھی کم ملتی ہے مگر اس دوران میں ان کو کارخانے کی تعلیم دیجاتی ہے اور چونکہ یہ نوشت و خواند سے واقف ہوتی ہیں اس لئے بہت جلد تمام اصولوں کو یاد کر کے ترقی کرتی جاتی ہیں۔ یہ چار پانچ سال تک وہ کارخانوں میں خوب کام کرتی اور احتیاط سے آمدنی کو جمع کرتی ہیں۔ اور یہ جمع شدہ رقم ان کی شادی میں جہیز وغیرہ کے کام آتی ہے۔ چار پانچ

سال کے بعد وہ اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی ہیں۔ یہاں ابھی تک ملک کے بہت بڑے حصے میں شادی والدین کی مرضی کی ہوتی ہے چنانچہ وہ لوگ ان کی غیر موجودگی میں کوئی اچھا سا بر ان کے لئے تلاش کر لیتے ہیں۔ اور ان سے انکی شادی کر دی جاتی ہے
یہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ عورت اور مرد مزدوروں اور افسروں کی تنخواہوں میں بہت فرق نہیں ہے جیسا کہ ہمارے یہاں ہے۔ مرد اور عورت کو اجرت قریباً یکساں ملتی ہے۔ اور افسروں کو مدارج و مراتب کے لحاظ سے کچھ کچھ زیادہ

شہروں کی حالت

ہر ایک جاپانی کا فرض ہے کہ وہ اپنے بدن کو صاف رکھے' ہر ایک خاندان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے مکان کو صاف ستھرا رکھے۔ بالکل اسی طرح ہر ایک شہری اپنے شہر یا قصبے کی صفائی اپنے ذمہ خیال کرتا ہے۔ اور اس عظیم الشان مشترک عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں محکمہ صفائی میں کافی لوگ ملازم نہیں ہیں مگر ہر شہر اور قصبہ اپنی صفائی میں بے مثل ہے۔ سڑکیں' گلیاں' کوچے' بازار سب صاف وشفاف چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی کسی سڑک پر کوئی بیکار اور فضول چیز نظر نہیں آتی۔ بعض قصبات میں میونسپلٹیاں ہیں اور وہاں ان کے ذمہ صفائی کا انتظام ہے لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جہاں یہ بلدی حکومتیں نہیں ہیں وہاں کی صفائی میں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔
جاپانیوں کا اتحاد عمل سب سے زیادہ قابل عزت چیز ہے۔ اور اس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ اس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک سڑک پر ابھی تک بجلی نہیں ہے۔ ایک شخص وہاں بجلی لگوانا چاہتا ہے مگر اس کے پورے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وہ اپنے دوستوں یا ہم پایہ لوگوں سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ اب دس پندرہ آدمی اس کام میں شریک ہو جاتے ہیں کوئی کچھ مہیا کرتا ہے۔ دوسرا دوسری مقدار کو پورا کرتا ہے۔ اور اس طرح سے پوری سڑک روشنی سے منور ہو جاتی ہے۔
جن قصبات میں بلدیات ہیں وہاں کے چیرمین سال میں دو مرتبہ پورے شہر کے گھروں کا معائنہ کرتے ہیں۔ اس معائنہ میں بڑی سختی ہوتی ہے اور ذرا سی بھی فروگذاشت تک کی بعض پرس کی جاتی ہے۔ اور معقول جواب نہ ملنے پر تھوڑا بہت جرمانہ داخل کرنا پڑتا ہے۔ یہ چیرمین بہت ہی خوش اخلاق اور ملنسار ہوتے اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ کوئی سیاح اس شہر میں آرہا ہے تو اپنا ایک آدمی اسٹیشن پر بھیج دیتے ہیں۔ اور وہ شخص سیاح کو شہر کی تمام باتوں کی اطلاع دیتا ہے اور کسی عمدہ سرائے میں ٹھیرنے کا انتظام کر دیتا ہے۔ بعض شہروں اور قصبوں میں وہاں کے چیرمین کی طرف سے ایک کتاب مفت دی جاتی ہے۔ جس میں شہر کا پورا نقشہ ہوتا ہے اور شہر کی تمام مشہور عمارتوں' مندروں' بازاروں' سڑکوں' تاریخی اور پرفضا و دلچسپ مقامات کا ذکر ہوتا ہے۔ اور سیاح کو اس سے بہت مدد ملتی ہے
یہ ہے اس جاپان پر ایک نظر جو گو چند چھوٹے چھوٹے جزیروں کا مالک ہے مگر آج مختلف طریقوں سے ساری دنیا پر حکومت کر رہا ہے۔

(محمد احمد سبزواری۔ بھوپال)

چھتیس گڈھ کا زچہ خانہ

چھتیس گڈھ کے خطہ میں تین ضلع ہیں۔ رائپور۔ بلاس پور اور دُرگ۔ یہ وہ حصہ ہے جو ترقی کی دوڑ میں سب سے پیچھے ہے۔ یہاں کے اصلی باشندے غیر آریہ نسل کے ہیں۔ جو ہندوستان میں آریہ لوگوں کے آنے سے پیشتر آباد تھے۔

اس خطہ میں جس عورت کے ہاں بچہ ہونے والا ہوتا ہے اُسے سرے جاپ ہونا کہتے ہیں اور خدانخواستہ اگر قدرتی وقت سے قبل ضائع ہو جائے تو اس کو خدا کی قدرت نہ سمجھ کر کسی ڈائن کے کرتوت سمجھتے ہیں۔ اپنی زبان میں ڈائن کو ٹہی کہتے ہیں۔ اور ہر اس عورت کو جس کے بچہ نہ ہو یا کم عمر میں بیوہ ہو گئی ڈائن سمجھتے ہیں۔

بچہ کی پیدائش کے وقت زچہ خانہ میں سوا گھر کی عورتوں کے کوئی نہیں جا سکتا۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد دائی اندر داخل کی جاتی ہے اور اپنی زبان میں اس کو چھومن کہتے ہیں۔ نال ھی کاٹنے کا عجیب طریقہ ہے۔ کسی دھار دار ھتیار سے نہیں کاٹتے۔ کیونکہ یہ منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ بلکہ ہانڈی کے چھوٹے ٹکڑے سے اور خوش حال گھروں میں ٹین کے ٹکڑے سے کاٹا جاتا ہے۔ نال کٹنے کے بعد مع غلاظت گھر کی معتبر عورت اپنے سامنے نہایت احتیاط سے زچہ خانہ میں ہی دفن کراتی ہے۔ اور اس کے اوپر لکڑیاں جلائی جاتی ہیں۔

اکثر موقع پا کر دائی کچھ نال اور غلاظت کو چھپا کر رکھ لیتی ہے اور اس کو ان عورتوں کے ہاتھ جن کے ہاں بچے پیدا نہیں ہوتے بیچتی ہیں۔ یہاں کی عورتیں خیال کرتی ہیں کہ نال کھا لینے سے عورت کے ہاں لڑکے پیدا ہونے لگتے ہیں اور جس عورت کی نال ہوتی ہے اوس کے ہاں بچہ پیدا ہونا بند ہو جاتا ہے۔

دائی جب اپنا کام ختم کر لیتی ہے تو تلاشی لینے کے بعد باہر نکال دی جاتی ہے۔ اور زچہ کو غسل دینے کے بعد ایک مٹی کے برتن میں جس کو گورسی کہتے ہیں کنڈا سلگا کر رکھ لیتے ہیں اور نوزائیدہ بچہ کے پیٹ میں اور اپنے ہاتھوں میں تیل لگا کر آگ پر سینک سینک کر اپنے ہاتھوں کو بچہ کے پیٹ پر رکھ رکھ کر پیٹ کو سینکتے ہیں اور اتنی سنکائی کی جاتی ہے۔ کہ بچہ کا پیٹ سُرخ ہو جاتا ہے اور سینکنے والی اپنی مٹھی بند نہیں کر سکتی۔

۶ بجے صبح۔ دس بجے دن۔ دو بجے دن۔ شام کو بعد غروب آفتاب اور رات کو ½۲ بجے بچے کا پیٹ سینکا جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد تین دن تک زچہ کو کھانا یا پانی نہیں دیا جاتا۔ اکثر گرمی کے دنوں میں پیاس کی شدت سے عورتیں مر جاتی ہیں۔ بہت پیاس لگنے پر ناریل کا ایک چھوٹا ٹکڑا دیا جاتا ہے۔ جس سے سخت پیاس میں کچھ تسکین بھی نہیں ہوتی سونٹھ۔ گڑ اور تھوڑا گھی ملا کر لڈو بنائے جاتے ہیں جس کو تین دن (بہتر گھنٹے) پورے ہونے کے بعد سے زچہ کو دیتے ہیں۔ اور ایک لکڑی جس کو کانکے کہتے ہیں۔ اور وہ گاؤں کی دھوبن لا کر دیتی ہے۔ سُرخ رنگ کی ہوتی ہے۔

ہانڈی میں پکاتے ہیں اور وہی پانی پینے کو دیا جاتا ہے۔ یہ پانی بھی سُرخ ہوجاتا ہے۔

مذکورہ بالا رسم ادا کرنے سے پہلے نائن کا دالقہ جسے وہ اپنی زبان میں مردھن کہتے ہیں گاؤں کی عورتوں کو دعوت دے کر بلاتے ہیں اور پانی جو طے پر تیار کرتے ہیں پہلے سب عورتیں گھڑی میں اور پانی جب گرم ہوتا ہے تو لونگ سے بگھار کر وہ زچہ کو دیا جاتا ہے تھوڑا تھوڑا پانی اور بتاشے دیکر عورتیں رخصت کر دی جاتی ہیں۔ حریرہ وغیرہ کچھ نہیں دیا جاتا بلکہ پانی دو دن تک دیا جاتا ہے۔

پیدائش کے پانچویں دن بھات کھانے کی رسم ادا ہوتی ہے۔ اُس دن گھر کے سب آدمی نہاتے ہیں زچہ بھی۔ اور اُس کو ارہر کی دال مکا کی ترکاری جو سی پی کے قریب قریب کل حصوں میں ہوتی ہے۔ ایک وقت کھلاتے ہیں۔ دھوبی سے گھر بھر کا کپڑا دھلاتے ہیں اور مرد بھی حجامت بھی بنواتے ہیں کچھ دنوں تک زچہ کو ایک وقت کھانا اور دوسرے وقت لڈو کھلاتے ہیں۔ جب تک یہ رسم ادا نہ ہو گھر کے سب لوگ نہایت ناپاک خیال کئے جاتے ہیں۔ اور اگر اُن سے کوئی کسی طرح مس ہو جاوے تو اُس کو غسل کرنا پڑتا ہے۔ مس ہوجانے کے بعد دوسرا آدمی ادتنا ہی ناپاک خیال کیا جاتا ہے۔ اور اس کے مس ہونے سے دوسروں کو بھی وہی ناپاکی کا اثر ہوجاتا ہے۔

بھات کھانے کے دن جس کو برہی بھی کہتے ہیں سینیا خوب لال کرتے ہیں اور لونگ سے بچّہ کا پیٹ آدھ آدھ انچ کے فاصلہ پر داغ دیتے ہیں۔ اس کو انکھا کہتے ہیں۔ اور راب پیٹ پر راکھ مل دیتے ہیں اس پر بھی سینکائی ختم نہیں کی جاتی بچّہ کا شکم سال بھر تک برابر سینکا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا رسوم ادا ہونے کے بعد زچہ خانہ سے عورتیں نکل آتی ہیں اور حسب معمول اپنا کام شروع کردیتی ہیں چھ ماہ تک بچّہ کو چھپائے رکھتی ہیں۔ کیونکہ ڈائن سے ڈرتی ہیں۔ دونوں وقت کے کھانے سے یہاں یہ خیال ہے کہ دودھ گاڑھا ہوجاتا ہے اور بچّہ اس کو ہضم نہیں کرسکتا۔

اگر بچّہ کسی وقت بیمار ہوجاتا ہے تو اُس کو ٹوہنی (ڈائن) کا اثر خیال کیا جاتا اور گاؤں کا جھنر جھاڑو بلا بلا کر اُس کو جھاڑتا ہے۔

یہ حالات چشم دید ہیں۔ یہاں کا زچہ خانہ دوزخ کا نمونہ ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے بچّوں کی موتیں عام طور پر زیادہ ہوتی ہیں۔ اِن بے ہودہ لغو خیالات اور جاہلانہ رسوم کی خدا جانے کب اصلاح ہوگی۔

ح۔ ن۔ اہلیہ سراج الدین قدوائی

تصحیح عصمت اکتوبر میں اے ڈبلیو اینڈ سنز کمرہ بنگش دہلی کے اشتہار میں کتابت کی ایک غلطی ہوگئی ہے دوا کا نام دردشکم نہیں راحت شکم ہے بہنیں براہ مہربانی تصحیح کرلیں۔ منیجر

غم نصیب عورت سے

(جس کو اپنے شوہر کی جو پردیس میں ہے کئی سال سے خیر و خبر معلوم نہیں ہوئی)

او غم نصیب عورت! کیوں آہ رو رہی ہے
جانِ عزیز اپنی کیوں مفت کھو رہی ہے

کس کے الم میں آخر برباد ہو رہی ہے
کیوں آنسوؤں میں اپنے جی کو ڈبو رہی ہے

ہر وقت کس لئے ہے یہ جوش آہ و زاری
یہ دل کی بیقراری آنکھوں کی اشکباری

خاموش اور غمگین ہر وقت تیرا رہنا
پوچھیں سہیلیاں بھی تو حالِ دل نہ کہنا

یہ سسکیوں کا لینا یہ آنسوؤں کا بہنا
یہ جان کو گھلانا، یہ دل پر رنج سہنا

یہ چند ہی دنوں میں کیا تجھ کو ہو گیا ہے
آخر بتا تو دل پر کیا غم گذر رہا ہے

رہتا ہے رات اور دن کیوں جی نڈھال تیرا
ہے کس کے ہجر میں دل وقفِ ملال تیرا

کس دھن میں محو ہے تو کیا ہے خیال تیرا
کچھ تو بتا ستم کش کیوں ہے یہ حال تیرا

مُنہ فق ہے زرد چہرہ، لب خشک چشم پرنم
پہلے کبھی تو ہے دیکھا نہ تھا یہ عالم

افسردہ کیوں طبیعت صورت اداس کیوں ہے
ہر وقت تجھپہ آخر غالب ہراس کیوں ہے

کیوں حال ہے پریشاں اور دل اداس کیوں ہے
مرنے کی کیوں تمنا جینے سے یاس کیوں ہے

اندوہِ ہجر ہے یہ کس خوگر ستم کا
آخر ہے کچھ ٹھکانا تیرے غم و الم کا

تیری ہر ایک ادا سے پیدا ہے شانِ ماتم
تو بن گئی ہے غم کی اک پیکر مجسم

یہ رنجِ نامرادی، یہ بیکسی کا عالم
یہ خامشی سی ہر دم یہ بیخودی سی پیہم

ہے ہے نہیں رہا اب اپنا بھی ہوش تجکو
بیٹھے کئے ہوئے اک دھن خموش تجکو

اے ناشناس راحت اے خوگرِ مصیبت
اے پیکر تمنا، اے وقفِ یاس و حسرت

خاموشیاں ہیں تیری گو رازدارِ فرقت
گو چاہتی نہیں تو اظہار رنج و راحت

لیکن بتا رہا ہے اندازِ درد تیرا
یہ جسمِ زرد تیرا، یہ رنگِ زرد تیرا

اندوہِ ہجر سے ہے دل تیرا پارہ پارہ
اس آتشِ نہاں نے تجکو جلا کے مارا

اک برق جانستاں ہے اس آگ کا شرارا
یوں پھنک رہا ہے جب دل جینا ہو کیا گوارا

رنجِ فراقِ شوہر دشمن ہے زندگی کا
اللہ صبر اس پر پڑتا نہیں کسی کا (محوی صدیقی)

ملاقات کے ساتھ دعوت

اکثر جگہ عورتوں میں ملاقات کے ساتھ دعوت کا غیر معقول رواج اب تک چلا آتا ہے یعنی اگر کوئی بہن اپنی کسی سہیلی کے یہاں بغرض ملاقات جائیں تو اس سہیلی کا فرض ہوگا کہ وہ اپنی مہمان بہن کے تمام گھرانے کی معہ نوکروں کے دعوت کریں یہ بہت بری اور تکلیف دہ رسم ہے جس کو فوراً ترک کر دینا چاہئے اس کا نتیجہ سوائے کوفت اور پریشانی کے کچھ نہیں نکلتا اور ملاقات بجائے مسرت بخش ہونے کے باعث مصیبت بن جاتی ہے - میزبان کا تمام وقت کھانے کے انتظام میں گذرتا ہے اور مہمان بہن کا تنہائی و بیکاری میں اگر گھر میں کچھ لوگ اور بھی ہوئے تو بھی غنیمت ہے لیکن اگر میزبان بہن بالکل تنہا ہوئیں تو یہ دعوت واقعی عداوت بن جاتی ہے - کھانے پکانے کا انتظام بچوں کی دیکھ بھال غریب کا دم ناک میں آجاتا ہے اور پھر اسی حالت میں مہمانوں کی راحت اور دلجوئی کا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے جہاں ذرا فرصت ملی اور مہمان بہن کے پاس جا بیٹھیں مگر حلیہ بھی عجیب ہوتا ہے کپڑے پسینے میں شرابور دھوئیں کے باعث آنکھوں سے پانی نکلتا ہوا بات کر رہی ہیں لیکن دھیان باورچی خانہ میں پڑا ہے غرضکہ تمام دن اسی بے لطفی میں ختم ہو جاتا ہے شام کو مہمان بہن کھانا کھا کر اپنے گھر رخصت ہوتی ہیں اور میزبان بہن تھک تھکا کر پلنگ پر لیٹ جاتی ہیں اب سوچئے ایسی ملاقات سے سوائے زحمت اور پریشانی کے فائدہ کیا حاصل ہو سکتا ہے آپس کی ملاقات بھی ایک نعمت ہے خصوصاً ہم عورتوں کے لئے جن کا تمام وقت گھر کے اندر گذرتا ہے آپس کے میل جول اور باہم ملاقات سے اپنی معاشرتی برائیاں اور بھلائیاں معلوم ہوتی ہیں معلومات میں اضافہ اور خیالات کی اصلاح ہوتی ہے لیکن یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ ہم اپنے طریقہ میل و ملاقات میں اصلاح کریں غیر ضروری اور تکلیف دہ رسمیں ترک کر دیں -

اس سے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم اپنے دوستوں کی دعوتیں اور مہمانوں کی خاطر مدارات کرنی بالکل چھوڑ دیں مگر ہر بات موقعہ اور وقت پر اچھی لگتی ہے یہ ضروری نہیں کہ آپ مہمان کو کھانا کھلا کر ہی فرض مہمان نوازی ادا کر سکتی ہیں یہ فرض آپ چائے پھل اور مٹھائی کے ذریعہ بھی انجام دے سکتی ہیں بلکہ روزمرہ کے ملنے ملانے میں یہی طریقہ آسان اور مناسب ہے مہمان کی خاطر مدارات بھی ہو جاتی ہے اور سہولت بھی رہتی ہے مہمان کی خوشی اور تواضع کھانا کھلانے پر ہی منحصر نہیں بلکہ آپ کے اچھے برتاؤ اور عمدہ اخلاق پر ہے آپ مہمان کے ساتھ خوش اخلاقی اور محبت سے پیش آئیے اچھی اچھی دلخوش کن اور پُر از معلومات باتوں سے اُس کا دل بہلائیے پھر دیکھئے وہ آپ کے گھر سے خوش جاتا ہے یا رنجیدہ آپ کے تورمے اور بریانی کے مقابلے میں آپ کے اخلاق کا اثر یقیناً دیرپا ثابت ہوگا -

اے آر (از تھانہ بھون)

شہزادی روشن آرا پر حملے

از سید قاسم علی بشار وساہت النکا

بعض ہندی اخباروں میں بے بنیاد جھوٹی غلط سلط من گھڑت باتیں تاریخ کے بالکل خلاف محض مذہبی تعصب کی وجہ سے لکھی جاتی ہیں مسلمان شہنشاہوں کو توخوب برا بھلا لکھا جاچکا اب خاندان مغلیہ کی بیگمات اور شہزادیوں کے متعلق آئے دن بے ہودہ باتیں لکھی جارہی ہیں ایک کتاب سوا ناؤنی ہندی میٹرک کے کورس میں ٹیکسٹ بک منظور ہوچکی ہے اس کے مضامین کے خلاف کئی پرچوں میں لکھا گیا ہے لیکن اس وقت تک وہ کورس سے باہر نہیں کی گئی ابھی دلی کے روزانہ ہندی اخبار "نویگ" مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۳۴ء میں ایک مضمون "روشن آرا ہرن" صفحہ ۲ پر کسی مہا سبھائی۔ بی۔ ایس۔ ٹھاکر نے اتنا زہریلا لکھا ہے کہ ہندو بھی اسے دیکھکر ناک بھوں سکیڑ لیتے ہیں۔ پروفیسر کنہیا لال شرما شاستری۔ ایم۔ اے نے میرے پاس اس اخبار کو بھیجا اور اپنی رائے بھی لکھی ہے کہ دیکھو کیسے کیسے بیہودہ رائٹر صرف تعصب کی وجہ سے ایسی بے بنیاد باتیں گھڑکر ہندو مسلمانوں میں نفرت پیدا کررہے ہیں۔ اس مضمون میں تین باتیں ظاہر کی گئی ہیں۔

(۱) شہزادی روشن آرا اورنگ زیب کی دلاری دختر ہے اور وہ سیواجی بہادر کی سازش سے اڑائی جاتی ہے (۲) سیواجی اپنی کنیزوں کے ذریعہ اور خود خواہش کرکے اپنی بیوی بنالیتا ہے۔ (۳) شہزادی روشن آرا دیوانی ہوجاتی ہے اور وہ سیواجی کے ساتھ شادی کرکے رانی بنکر اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔

کچھ زیادہ مدت نہیں گذری اسی طرح ایک فلم اور ناٹک پر سینکڑوں لوگوں کا خون بہہ چکا ہے اور سرکار نے اسے بند کردیا مسٹر جادو ناتھ سرکار مشہور تاریخ داں ہیں انھوں نے بھی اس کو بالکل غلط ثابت کیا ہے پھر نہیں معلوم یہ بار بار ہنگامے مچانے کی کوشش کس وجہ سے کی جاتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ سیواجی کی سازش سے اڑانا اور سیواجی کی کنیزوں کے ذریعہ شادی پر اسے رضامند کرنا اور سیواجی کا شہزادی سے شادی کرنا بالکل غلط ہے جس سیواجی کی نیک دلی پر مضمون آرائی کی گئی ہے اور اسے نیک عورتوں کا خادم اور بہتری چاہنے والا ظاہر کیا گیا ہے اس مضمون سے تو اس کا کیریکٹر گرا ہوا ظاہر ہوتا ہے یوں کہنا چاہئے کہ اس کے چال چلن پر کھلم کھلا حملہ ہے دوسرے شہزادی کا سیواجی پر دیوانہ ہوجانا بھی غلط ہے اگر کوئی شریف خاتون کسی لیڈر کی سنی ہوئی تعریفوں سے خود بھی تعریف کردے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کی بیوی بننا چاہتی ہے۔ سیواجی جو مغلیہ سلطنت میں آنے سے کانپتا تھا اور پھر جس نے مغلی زمین کی قدم بوسی تین مرتبہ کی وہ ایک شہنشاہ کی دختر پر بدنظر کیسے ڈال سکتا ہے اور اگر یہ گستاخی کرتا بھی تو کیا مغلیہ سلطنت اسے زندہ چھوڑ دیتی۔ ہرگز نہیں۔ اس تاریخ والی کو دیکھئے کہ شہزادی روشن آرا شہنشاہ اورنگ زیب کی ہمشیرہ اور شاہ جہاں کی بیٹی تھی مگر اس مضمون میں غضب خدا کا کہ شہزادی کو اورنگ زیب کی بیٹی لکھا گیا ہے۔ بھلا کوئی مہاسبھائی ٹھنڈے دل سے بتائے کہ شہزادی روشن آرا کی شادی سیواجی کے ساتھ کب۔ کہاں۔ اور کس طرح ہوئی ہے؟ اس قسم کے بے ہودہ بے بنیاد لغو مضمونوں سے نہ ہمارے علم و ادب میں ترقی ہوسکتی ہے اور نہ ہم سیاسی میدان میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں مسلمانوں کی خودداری اور غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ہندی کتابوں اور اخباروں پر پوری نظر رکھیں اور جب کبھی تاریخ کے خلاف اس طرح ان کے بزرگوں کی شرافت پر کوئی حملہ کیا جائے تو فوراً اس کا جواب دیدیا جائے تاکہ آیندہ مسلمان بیگمات اور شہزادیوں پر غلط الزامات لگانے اور ان کے خلاف بے بنیاد جھوٹے قصے گھڑنے کی غیر مسلموں کو ہمت نہ ہو۔

مہلک غلطی

کیلر اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھا سگرٹ کے کش لگا رہا تھا۔ چہرہ پر فکر وتردد کے آثار نمایاں تھے وہ کسی کے قتل کی اسکیم تیار کر رہا تھا۔ ان کا دیر کا ہونے والا اشکار لیل ہام اسی وقت اُس کے پاس سے اُٹھ کر گیا تھا۔ لیل ہام دراز قد۔خاموش مخمور آنکھوں والا مشہور بُت ساز تھا اور اپنے فن میں یکتا۔

اسے اب معلوم ہو گیا تھا کہ کیلر اسے گزشتہ چار سال سے فریب دے رہا اور اس کا روپیہ غصب کر رہا ہے۔

کیلر مشہور دلاّل اور کاروباری شخص تھا اور فریبی۔

لیل ہام نے چند منٹ پہلے کیلر کو دھوکہ باز کہا تھا اور قانونی کارروائی کرنے کی دھمکی دی تھی لیل ہام نے خوفناک آواز میں کہا "میں مصوّر ہوں" دلال نہیں کیلر! میں نے تم پر اعتبار کیا اپنے کاروبار کا مختار بنایا۔ پہلے تم نے مجھے بتایا کہ مجھے نفع ہوا ہے اس کے بعد نقصان اور نقصان بڑھتا گیا۔ اب میں بخوبی سوچ سکتا ہوں کہ تم نے کس طرح مجھے دھوکہ دیا اور میرا روپیہ غصب کیا۔ میں تمہیں تباہ کرکے رہوں گا تمہیں نیست ونابود کرکے رہوں گا۔"

"دوست"۔ کیلر نے جواب دیا "یہ سب بے معنی ہے تمہارے تخیل نے تمہاری عقل کو بھٹکا دیا ہے۔ ذرا عقل کے ناخن لو اور سوچو کہ تم مجھے کیا کہہ رہے ہو۔ میں اپنی بے گناہی ثابت کرسکتا ہوں" "کچھ سوچ کر" اگر آج رات تم مجھے اپنے سٹوڈیو میں تنہا ملو تو میں حساب اور تمسکوں کے ذریعہ بتاؤں گا کہ میں نے فریب سے کام نہیں لیا۔

"آج رات کے آٹھ بجے میرے سٹوڈیو میں اپنے ثبوت لے کر آؤ۔ اگر پانچ منٹ بھی دیر ہوگئی تو میں پولیس کو مطلع کردونگا" لیل ہام نے سر ہلا کر کہا اور اُٹھ کر باہر چلا گیا۔ اب کیلر اکیلا تھا۔

فاسد خیالات اس کے دماغ میں رقص کر رہے تھے۔ لیل ہام کو آج رات ضرور قتل کر دینا چاہئے۔ صرف یہی طریقہ اس سے رہائی حاصل کرنے کا ہے مگر قتل کس طرح کیا جائے؟

قتل اس طرح کیا جائے کہ تمام واقعہ کو اتفاقی حادثہ کہا جاسکے۔ خودکشی بھی نہیں کیونکہ اس صورت میں لیل ہام کے معاملات میں بہت گہری تفتیش کی جائے گی۔

لیل ہام کو اس کے سٹوڈیو میں قتل کرنا چاہئے۔ جلدی سے اور خاموشی سے اس طرح کہ کوئی ایسا نشان باقی نہ رہے جس کی مدد سے پولس مجھے ملزم قرار دے سکے۔ مجھے ایسے مکمل جرم کا ارتکاب کرنا چاہئے جس کا کسی کو پتہ بھی نہ چل سکے۔

لیکن یہ کیسے ہو۔؟

اب وہ قتل گاہ کا تصوّر کر رہا تھا۔ سٹوڈیو کا نقشہ اس کے سامنے تھا۔

سٹوڈیو مکمل اور نامکمل ادھورے بتوں سے اٹا پڑا تھا۔ ایک طرف آگ جلانے کی انگیٹھی تھی۔ انگیٹھی کی دائیں طرف میز اور کرسی تھی' وہ کئی دفعہ لیل ہام کے سٹوڈیو میں جا چکا تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ بلوری پیالہ پھلوں سے بھرا ہوا میز پر ہر وقت موجود رہتا تھا۔

یک لخت اسے سٹوڈیو کی ایک اور چیز بھی یاد آگئی۔ یہ پیتل کا زولو نیزہ باز کا بت تھا جو آتش دان کی بائیں طرف تنا ہوا نیزہ لئے ہوئے قالین کے سرے پر کھڑا ہوا تھا۔

یہ بت ایک ریٹائرڈ فوجی افسر کی درخواست پر بنایا گیا تھا۔ فوجی افسر نے تمام عمر جنوبی امریکہ میں گذاری تھی۔ اور اب وہ اپنے گھر میں چھوٹے سے پیمانے پر عجائب خانہ تیار کر رہا تھا۔

نیزہ حقیقت میں ایک رولو سپاہی کی ملکیت تھا اور فوجی افسر کی درخواست پر بت کے ہاتھ میں پکڑوایا تھا۔ بدقسمتی سے بت کی تکمیل سے پہلے فوجی افسر موت کا شکار ہو گیا۔ اب رہ تو نیزہ باز نیل ہام کے سٹوڈیو پر تھا۔

"تنا ہوا نیزہ جھکے ہوئے بت کے آہنی ہاتھوں میں اگر نیل ہام کا پاؤں دروازہ کی طرف بڑھتے ہوئے پھسل جائے اور نیزہ باز کے اوپر گر پڑے تو نیزہ کی تیز نوک اس کا خاتمہ کر دے گی۔ کیلر کا خوفناک چہرہ خوشی سے چمک پڑا۔ وہ اپنی عقل پر خود حیران تھا۔

"اگر کسی طرح اس کا پاؤں پھسل جائے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ لیکن یہ کیسے کیا جائے۔" انسان کا پاؤں اتفاقاً پھسل جاتا ہے" وہ سوچ رہا تھا۔ "نارنگی کے چھلکوں پر سے۔ چکنی سطح پر سے پاؤں پھسل جاتا ہے۔ بعض دفعہ کیلے کی کھال۔" اس نے ایک ایسا خوفناک اور بھیانک قہقہہ لگایا کہ کمرہ بھی لرز اٹھا۔

کیلے کے چھلکوں کے ساتھ اسے بلوری پیالہ اور پھل یاد آ گئے۔ پیالہ ہمیشہ میز پر رہتا تھا۔ اور سب پھلوں کے اوپر کیلے موجود رہتے تھے۔

"جب نیل ہام مجھے دیکھ کر دروازہ کی طرف بڑھے گا اور قالین کے سرے پر پہنچ جائے گا۔ بالکل نیزہ باز کے سامنے۔ تو میں قالین کا سرا کھینچ دوں گا اور وہ نیزہ پر گر کر مر جائے گا" کیلر سوچ رہا تھا "پھر میں کیلے کا چھلکا اس کی جوتی کی ایڑی سے رگڑ دوں گا۔

اگر آج بلوری پیالہ میں کیلے نہ ہوں تو؟ ایک کیلے کا چھلکا اپنے ساتھ لے جانا بہتر ہے" سکیم پر نظرثانی کرتے ہوئے اسے خیال آیا۔

کیلر کی کار نیل ہام کے بنگلے کے صدر دروازہ کے سامنے کھڑی تھی۔ نیل ہام کا ملازم سمتھ باہر نکلا "اس طرف سے حضور۔ آقا آپ کے انتظار میں ہیں"

"شکریہ سمتھ"

دونوں سٹوڈیو کے دروازہ کے سامنے ٹھہر گئے۔

کمرے میں کوئی گا رہا تھا۔

"کیلر کو متفکر پا کر سمتھ نے کہا" یہ ریڈیو ہے۔ کام کرتے وقت آقا گانا سنا کرتے ہیں"

"ہاں خوب یاد آیا" اور ایک دم ایک خیال کیلر کے دماغ میں بجلی کی طرح کوندا۔ ریڈیو سٹ بھی اس کی سکیم کو پورا کرنے میں مددگار تھا۔

سمتھ کو کیلر نے واپس کر دیا۔ اور خود ہی دروازہ کھولکر کمرہ میں داخل ہو گیا۔

نیل ہام کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ نیزہ باز تنا ہوا نیزہ پکڑے ہوئے کھڑا تھا۔ لمبا قالین میز پر بلوری پیالہ اور اس میں کیلے سب کچھ اس کی سکیم کے مطابق تھا۔

دو منٹ میں سب کچھ ہو گیا۔ نیل ہام کا پاؤں پھسل گیا نیزہ اس کے سینہ میں پیوست تھا۔ اس کی بے جان لاش نیزہ پر لٹکی ہوئی تھی۔

کیلر خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے جیب سے کیلے کا چھلکا نکالا۔ اور نیل ہام کے بوٹ کی ایڑی کے ساتھ خوب رگڑ کر کھال کو لاش سے کچھ فاصلہ پر پھینک دیا۔

اب حادثہ کے وقت اپنی غیر حاضری ثابت کرنا باقی رہ گیا تھا ایک خطرہ اور بھی تھا۔ نیل ہام عموماً گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا کرتا تھا کہ وہ مہمان کو واپس دروازہ تک لے جائے۔ کیلر نے ایک لمبا سانس لیا اور اپنے آپ کو تیار کر لیا۔ گھنٹی بجائی اور ریڈیو کی سوئچ کو آن کر دیا۔ خود دبے پاؤں کے بل دروازہ تک آ گیا ریڈیو اسی وقت چلنا شروع نہ ہوا کیلر جانتا تھا کہ بجلی کی رو پہنچنے میں چند منٹ لگتے ہیں اور ریڈیو بھی اسی وقت چلنا شروع ہوتا ہے وہ سیکنڈ گن رہا تھا۔ کیونکہ اس کی زندگی ان سیکنڈوں پر منحصر تھی۔

جونہی اسے سمتھ نظر آیا اس نے دروازہ بند کر دیا اور کہا
"سمتھ تکلیف مت کرو مسٹر بیل ہام نے صرف مجھے باہر پہنچانے
کے لئے تمہیں بلایا تھا۔"

بند دروازے کے باہر سے کیلر نے چلا کر مردہ بیل ہام کو
کہا "شب بخیر۔ ریڈیو پھر کیوں نہیں چلا لیتے۔ مجھے بہت افسوس
ہے کہ میں نے تمہارے پروگرام میں دخل دیا ہے"

جونہی اس نے دروازہ بند کیا۔ ریڈیو سے گانے کی آواز
آنے لگی۔ کیلر اور سمتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اس نے ریڈیو پھر چلا لیا ہے۔ موسیقی سے تو اسے عشق
ہے" یہ کہہ کر کیلر اپنے گھر واپس آ گیا۔ ریڈیو اور سمتھ حادثہ کے
وقت کیلر کی غیر موجودگی کا ثبوت تھے۔

"بیل ہام مر گیا؟" یہ الفاظ کیلر نے ایسے لہجے میں کہے
جس میں حیرانی۔ خوف اور ہمدردی پائی جاتی تھی
کیلر نے یہ لہجہ پہلے کئی بار پریکٹس کرکے پر اختیار کیا
تھا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ پولیس انسپکٹر جو اس وقت اس کے
سامنے کھڑا تھا ضرور اس کے پاس آئے گا۔

"آپ کو یہ خبر سن کر افسوس تو ضرور ہوا ہو گا۔ اور ہونا
چاہئے۔ جس وقت سمتھ نے لاش دیکھی ہے اس سے کچھ عرصہ
پہلے آپ سٹوڈیو میں تھے؟" انسپکٹر نے دریافت کیا۔

"میں آج شام ان کے پاس گیا تھا۔ اور بالکل ہشاش
بشاش چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ واقعہ ہوا کیسے؟ خودکشی تو نہیں؟"
کیلر نے جواب دیتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں۔ یہ اتفاقی حادثہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر آپ مسٹر
بیل ہام کے گھر چلیں تو میرے خیال میں آپ ہماری کچھ مدد
کر سکیں گے۔"

سمتھ کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ اس نے انسپکٹر کو بتایا کہ ڈاکٹر
جیکبس بیل ہام کے کمرہ میں ہیں۔
کیلر سوچنے لگا "ڈاکٹر جیکبس؟ اس نام سے تو میرے
کان آشنا ہیں۔ اوہ! وہ بیل ہام کا ڈاکٹر ہے۔ لیکن اسے
کیوں بلایا گیا ہے؟
لاش ابھی تک فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ قالین اور لباس خون
سے تر تھے۔ کم از کم لاش کو تو سٹریچر پر لٹا دیتے۔ یہ پولیس مین کمرہ کے
ساتھ کیا کر رہا ہے؟" کیلر سوچ رہا تھا۔

"مسٹر کیلر۔ یہ ڈاکٹر جیکبس ہیں۔ بیل ہام مرحوم کے ڈاکٹر"
ڈاکٹر نے ایک لمبے مضبوط شخص سے کیلر کا تعارف کرتے ہوئے کہا
ڈاکٹر اس کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

"مسٹر کیلر" انسپکٹر نے کہنا شروع کیا "لاش ابھی تک اسی
حالت میں ہے جس میں سمتھ نے دیکھی تھی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ موت
کس طرح واقع ہوئی؟"

"میرے خیال میں تو ان کا پاؤں پھسل گیا اور وہ زینہ پر
گر پڑے۔ کیا یہ چھلکا کیلے کا نہیں۔؟"

"ہے تو سہی۔ اور کھال کے ریزے بھی ان کے بوٹ کی
ایڑی پر لگے ہوئے ہیں" انسپکٹر نے کہا "کیا کیلا آپ نے کھایا تھا؟"
"نہیں!"

"کیا آپ کیلے کا چھلکا اپنے ہمراہ نہیں لائے تھے؟"
"نہیں ہرگز نہیں" کیلر نے قہقہہ لگا کر جواب دیا "میں کیلے
کا چھلکا تو اپنے جیب میں ڈالے نہیں پھرتا۔ بہت کم لوگ ایسا
کرتے ہوں گے"

"تو کیا آپ نے بیل ہام کو کیلا کھاتے دیکھا تھا؟"
"میں" ____ کیلر نے رک رک کر جواب دیا "میں
کاروباری معاملات پر گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس عرصہ میں بیل ہام نے
پھلوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جب میں
کمرہ سے نکل رہا تھا۔ تو بیل ہام نے ریڈیو چلانے سے پہلے بلوری
پیالے سے ایک کیلا اٹھایا تھا ۔ ۔ ۔ ۔"
"کیا آپ کو پورا یقین ہے؟"
"ہاں یقیناً اس نے اٹھایا تھا۔"

"مسٹر کیلر! آپ کے خیال میں لیل ہام نے کیلا کھایا اور چھلکے کو غلطی سے زمین پر پھینک دیا۔ جب وہ اٹھے تو ان کا پاؤں پھسل گیا اور زینہ پر گر کر مر گئے۔"

"بیشک بالکل اسی طرح یہ غلطی بیچارے لیل ہام کے لئے مہلک ثابت ہوئی" کیلر نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا۔

اور انھوں نے کیلا ریڈیو چلانے سے پہلے اٹھایا۔
اس شیشہ کے پیالے میں سے؟" انسپکٹر نے سوال کیا۔

"ہاں"

انسپکٹر نے ڈاکٹر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ریڈیو کی طرف جا بیٹھا اور اسے چلانے لگا۔ خود اپنی گھڑی پر سیکنڈ گننے لگا کیونکہ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ لہروں میں بجلی پیدا ہونے میں کتنی دیر لگتی ہے۔

کیلر کا جسم ٹھنڈے پسینہ سے تر ہو گیا۔ "وہ جانتے ہیں! یہ ناممکن ہے! لیکن وہ جانتے ہیں!!"

جب لاؤڈ اسپیکر میں سے آواز نکلنے لگی تو ڈاکٹر نے ریڈیو کو بند کر دیا" اتنے وقت میں انسان بہ آسانی دروازے تک پہنچ سکتا ہے" ڈاکٹر نے سختی سے کہا۔

انسپکٹر آگے بڑھا اور اپنے مضبوط ہاتھوں سے کیلر کو پکڑ لیا۔ "میں تمھیں قتل کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں"

"لیکن تم مجھ پر یہ الزام نہیں لگا سکتے" کیلر نے چلا کر اپنے آپ کو آزاد کرنے کی جدوجہد کرتے ہوئے کہا "میں نے اسے قتل نہیں کیا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بے گناہ ہوں کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے جس سے قتل کا الزام . . ."

"میرے پاس کافی سے زیادہ ثبوت ہیں" انسپکٹر کہہ رہا تھا "پولیس میں اب تم عکس لے سکتے ہو۔

"یہ تصاویر گواہی میں کارآمد ثابت ہوں گی۔ معاملہ قتل کا ہے"

"لیکن کیسے" کیلر نے چلا کر کہا "کوئی ثبوت بھی ہے یا یونہی" بلوری پیالہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "اگر لیل ہام نے کیلا کھایا تو مجھے کیا؟ میرا کیا قصور ہے"؟

"لیل ہام نے کیلا ہرگز نہیں کھایا" ڈاکٹر جیکبس نے کہا۔

"لیکن . . . ."

"ابھی تم نے پولیس انسپکٹر کو بتایا ہے کہ تم کیلا اپنے ساتھ نہیں لائے"

"بیشک۔ مجھے کیلا اپنے ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہی بات تمھیں مجرم ٹھیراتی ہے" ڈاکٹر نے کہا "تم ہی کیلے کا چھلکا اپنے ساتھ لائے۔ اور یہ کیلا پہلا تھا جو اس کمرے میں لایا گیا"

"لیکن وہ جو میز پر پھل پڑا ہے کیا ہے" کیلر نے غصہ اور ڈر سے کانپتے ہوئے کہا "یہ پیالہ ہمیشہ میز پر رکھا رہتا ہے"

"میز والا پھل؟ میز والا پھل!" ڈاکٹر نے میز والے کیلوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے خوفناک آواز میں کہا "سمتھ نے کیلے کے چھلکے کی موجودگی کی وجہ سے مجھے اور پولیس کو بلایا۔ تمہاری سکیم بہت اعلیٰ تھی مگر نامکمل۔ ادھوری۔ میں گذشتہ تیس سال سے لیل ہام کا ڈاکٹر رہا ہوں۔ مجھے اس کی ہر بیماری کا حال معلوم ہے اور خوراک کا بھی۔ لیل ہام نے پھل کبھی نہیں کھائے وہ اسے موافق نہ تھے۔ لیکن وہ قدرت کی پیدا کردہ اشیا کے رنگ و شکل پر جان دیتا تھا!"

ڈاکٹر نے چند کیلے بلوری پیالے سے اٹھا اور - - - - - - زمین پر پھینک دئے۔

اب وہاں مٹی کے رنگین چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پڑے تھے۔

ڈاکٹر نے پھر کہنا شروع کیا "یہ کیلے نقلی تھے۔ لیل ہام کے فن کا اعلیٰ نمونہ۔ ان میں اور قدرتی کیلوں میں کوئی تمیز نہیں کر سکتا۔ تم نے بھی ان کو اصلی خیال کیا۔ یہ ہی وہ غلطی ہے جو تمہارے لئے مہلک ثابت ہوئی ہے۔ اور تمھیں گرفتار کروا رہی ہے" (ترجمہ از انگریزی)

سکینہ چراغ الدین (بی اے فاضل)

بہترین زمانہ

زندگی کا بہترین زمانہ کونسا ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا حل چکر میں ڈال دیتا ہے۔ اگرچہ جوانی حیات انسانی کا بہترین زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ زمانہ زندگی کی بہار ہے اس زمانہ میں سنہری خواب اور سرسبز باغ نظر آتے ہیں لیکن انسان اس زمانہ میں کچھ مدہوش سا ہو جاتا ہے۔ اس بے خبری کے عالم میں بہت سی غلطیاں ایسی کر لیتا ہے جن کی تلافی کسی حد تک نہ ہو سکنے سے پھر دست تاسف ملتا ہے۔

اکثر انسان منزل مقصود پر اسی وقت پہنچتا ہے۔ جبکہ اپنی محنتوں کے ثمرے لطف اٹھانے کا وقت گزر جاتا ہے اور اپنی پیش از وقت جانفشانیوں پر حسرت بھری نظر ڈالتا ہے انسان کو اپنی ہستی کے رموز سمجھنے کی اسی وقت تمیز ہوتی ہے جب اس سے تجاوز کر جاتا ہے تاہم زندگی کا ہر دور اپنی جگہ پر بہترین زمانہ ہے۔ اس کا انحصار خود انسان کی کارکردگی پر ہے۔ چاہئے انسان زندگی کے کسی دور میں ہو۔ اطمینان کا میسر آنا واقعات پر منحصر ہے۔ اکثر ایسے ہیں جنکی زندگی کی ابتدا آرام وعشرت سے ہوتی ہے۔ اور انجام مصائب سے لبریز۔ اور بہتیرے ایسے ہیں جن کی ابتدا رنج والم سے ہوتی ہے۔ لیکن آخر زمانہ مسرت خیز ہوتا ہے۔ ایک امر اگر ایک کے لئے خوشی کا سبب بن سکتا ہے۔ تو وہی دوسرے کے لئے رنج کا۔ اسی طرح اگر ایک شے ایک کے لئے مفید ہے تو وہی دوسرے کے لئے غیر مفید۔ کسی زمانہ کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔

زندگی کا بہترین زمانہ وہی ہے۔ جب انسان اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہو جب مصروفیت حیات کی ہنگامہ زار زندگی میں مشکلات برغالب آنیکا طریقہ معلوم ہو جائے اس کشمکش گاہ میں بہت تھوڑے لوگ ایسے ہیں۔ جن کے لئے زندگی ایک اہم شے ہو۔

ایس۔ بی طاہرہ۔ پشاور

انتظار

دن کی سفیدی شام کے دھندلکے میں ملتی جا رہی ہے پہاڑی کوّے کائیں کائیں کرتے ہوئے اپنے گھونسلوں کو واپس ہو رہے ہیں۔

درختوں کے متحرک سائے تاریکی میں لپٹے جا رہے ہیں۔ کسان اور ان کے تھکے ہارے مویشی خوشی کے گیت گاتے ہوئے گھروں کو واپس ہو رہے ہیں میں بھی دن بھر کے کاروبار سے تھکی تھکائی تمہارا انتظار کر رہی ہوں شاید تم بھی آ جاؤ۔

کائنات سیاہی میں ڈوبی جا رہی ہے۔ ہر ذرہ سکوت کا تمنائی ہے۔ میری روح بھی تمہارے انتظار میں بے چین ہے دریچوں کے آگے بڑھتی ہوئی گہری سیاہی پر میری آنکھیں آنسو بھری آنکھیں گڑی ہوئی ہیں۔

انتظار بہترین دوست کا انتظار کس قدر شیریں ہوتا ہے مگر آہ میرے لئے کتنا دلسوز ہے میں ہر روز تمہارا انتظار کرتی ہوں۔ دنیا تاریک سے تاریک ترین ہو جاتی ہے۔ مگر یونہی تمہارے انتظار میں بیٹھی سفید دیواروں کو تکا کرتی ہوں۔ آہ میری مضمحل پریشان روح ہمیشہ مایوس تنہا رہ جاتی ہے میں ایک آہ کے ساتھ شکست خوردہ سپاہی کی طرح اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی ہوں۔

آہ میرا انتظار آہوں آنسوؤں بھرا انتظار روز کی طرح بیکار ثابت ہوتا ہے۔

چاک جگر مہرالنساء

چاٹ کھانیکی عادت

یہ بات سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ بچوں میں چاٹ کھانیکی عادت بہت ہوتی ہے۔ جہاں کسی بچہ نے خوانچہ والے کی آواز سنی اُس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ فوراً اُس کو آواز دے کر بلا لائیگا اور ڈیوڑھی پر بٹھا کر گھر میں جائیگا (اور ضد کرے گا کہ "پیسہ دیدو ہم جلیبی لائیں گے یا ہم امرود لائیں گے" "اماں ہم دہی بڑے لائینگے" وغیرہ وغیرہ جب تک اس کو پیسہ نہ مل جائیگا وہ مچلتا اور ضد کرتا رہیگا۔ نہیں ملیگا۔ روٹھ جائیگا اور پیسہ لیکر ہی ٹلے گا۔ بچوں کو گھر میں سب پیار کرتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی انکی خواہش پوری کرہی دیتا ہے۔ لیکن اس طرح بچوں کو چٹورا بنا دینا بہت برا ہے۔ اول تو یہ وہ اناپ شناپ جو کچھ اُن کے جی میں آتا ہے کھالیتے ہیں۔ اور پھر ضدی بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کو پیسہ نہیں ملا تو ایک طوفان برپا کر دیا۔ بیچاری ماں کا ناک میں دم ہے۔ بعض بچوں کو جب چاٹ کھانے کی عادت ہو جاتی ہے تو وہ چوری کرنا سیکھ جاتے ہیں۔ جہاں کہیں اور جب کبھی ان کو پیسہ یا اکنی یا دونی نظر آئی لے بھاگتے ہیں۔ اور مزے سے ضرورت سے زیادہ چاٹ کھاتے ہیں۔ اس سے ان کی صحت پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے۔ ایسے بچے کمزور ہو جاتے ہیں۔ ان کے ہاضمہ کی قوت بگڑ جاتی ہے کبھی پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ کبھی دست آتے ہیں۔ کبھی بخار۔ غرض یہ کہ اُن کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور ان کے والدین کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ لہذا ان سب باتوں پر غور کرکے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چاٹ کھانیکی عادت بچوں میں ہرگز نہ ڈالنی چاہئے۔ چٹورپن کی عادت بچپن میں اگر پڑ گئی تو مشکل سے چھوٹتی ہے اور پھر ہمیشہ چٹورا انسان بیمار رہتا ہے اور آئے دن حکیم اور ڈاکٹر آتے رہتے ہیں۔ کچھ تو روپیہ وہ خود چاٹ جاتے ہیں اور کچھ روپیہ ان کا حکیم ڈاکٹر کی نظر ہو جاتا ہے اگر یہ سچ ہے کہ آپ کو اپنے بچے اور بچیوں سے محبت ہے تو چاٹ کھانیکی بری عادت کو روکئے کبھی کوئی خاص چیز پک رہی ہو تو بے شک والدین خوشی خوشی اجازت دیدیں مگر یاد رکھیں اس طرح کھانے سے انسان کا پیٹ بگڑ جاتا ہے اور تمام عمر تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ تمام بیماریوں کی جڑ یہی ہے والدین کو اس کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے۔

مسز گرراج بہاری ماتھر

ڈاکٹر صالحہ بیگم صاحبہ

ڈاکٹر صالحہ بیگم صاحبہ ایم بی بی ایس (لاہور) اور ایل آر سی پی۔ ایم آر سی ایس (لندن) زنانہ دواخانہ عثمانیہ کی سول سرجن مقرر ہوئی ہیں۔ آپ دکن کے ایک ممتاز خاندان کی رکن ہیں ہندوستان میں سب سے پہلی مسلم خاتون ہیں جنہوں نے یہ اعلیٰ طبی ڈگریاں حاصل کی ہیں آپ نے گرلز کالج حیدرآباد سے سکول فائنل پاس کیا زنانہ طبیہ کالج دہلی میں پڑھا اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی گورنمنٹ نظام سے وظیفہ حاصل کرکے آپ انگلستان تشریف لے گئیں وہاں مختلف اداروں اور دواخانوں میں عملی تجربے حاصل کئے اور اعلیٰ ڈگریاں پائیں۔

این سلطانہ

بچے کی پیدائش سے قبل

تندرست عورتوں کا بچہ کی پیدائش سے پہلے کا زمانہ پوری صحت اور کامل خوشی سے گزرنا چاہئے۔ حیوانات اس منزل سے اتنے آرام اور اس قدر مزے سے گذرتے ہیں گویا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی۔ دنیا کے خطے جہاں "تہذیب" نہیں پہنچی وہاں عورتوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ وہ عورتیں نہ اس زمانہ میں کوئی تکلیف محسوس کرتی ہیں نہ بچے کی پیدائش اور اس کے بعد کسی خطرہ میں مبتلا ہوتی ہیں۔ بغیر ڈاکٹر کی مدد اور دایہ کے وسیلہ کے ان کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن جہاں جہاں تہذیب اور تمدن کی ترقی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ انسان کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا۔ سونا جاگنا۔ ہنسنا بولنا۔ اور یہانتک کہ نہانا اور بیت الخلا جانا بھی آرام وچین سے ڈاکٹر کی امداد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ وہاں یہ امید فضول اور یہ توقع عبث ہے کہ عورتیں زچگی سے بغیر کوئی تکلیف اٹھائے فارغ ہوجائیں۔

انسان کے اخلاق کا تنزل۔ اس کے قوائے جسمانی کا انحطاط۔ اس کے عادات واطوار میں قوانین فطرت سے بُعد۔ اور اس کی زندگی کے ہر شعبہ میں تصنع اور بناوٹ کی روز افزوں ترقی ان سب کو بحیثیت مجموعی تہذیب وتمدن کہا جاتا ہے۔ تہذیب کے اس دور میں عام عورتوں کے لئے بالعموم اور ہندوستان کی مسلمان عورتوں کے لئے بالخصوص بچہ کی پیدائش سے قبل اور زچگی کا زمانہ زندگی اور موت کا سوال بن گیا ہے۔ یا یہ زمانہ سنیچر کا منحوس ستارہ یا بھوت پریت کا سایہ ہے کہ عورت پر قابو پا لیتا ہے۔ اب دعائیں مانگی جاری ہیں منتیں مانی جارہی ہیں۔ تعویذ اور گنڈے آرہے ہیں۔ بکرے کئے جارہے ہیں۔ یہ کیفیت غربا اور پرانے فیشن کے لوگوں کی ہے۔ امرا اور مہذب لوگوں کا یہ حال ہے کہ جونہی آثار ظاہر ہوئے بیگم صاحبہ گھر کے معمولی کام کاج سے بھی بے تعلق ہو پلنگ کی ہو رہیں۔ اب نرس پر نرس اور ڈاکٹر پر ڈاکٹر آرہی ہے۔ فیسوں اور دواؤں پر بے اندازروپیہ صرف ہورہا ہے۔ بچہ کی پیدائش کا وقت کیا آتا ہے گویا سمندر پار کے سفر کی تیاری ہے جہاں کر بخیر واپس آنا معلوم۔ رشتہ داروں کو تار دئے جارہے ہیں۔ میاں بیوی اور ان کے والدین واقربا زار وقطار رو رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے اپنے قصور معاف کرا رہے ہیں۔ ڈاکٹر اور نرس کو بار بار عجب پریشانی اور ناامیدی سے دیکھا اور پوچھا جارہا ہے۔ دوا پر دوا پچکاری پر پچکاری اور انجکشن پر انجکشن پھر بھی بچہ پیدا ہوجائے تو خدا کا شکر ورنہ ہسپتال۔ اوزار پیٹ چاک یا موت!

یہ تو خیر ممکن نہیں کہ اس تہذیب میں رہ کر بچہ کی پیدائش سے پہلے اور بعد کا زمانہ اس طرح گزر جائے گویا کوئی انوکھی بات نہیں ہوئی۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ان ہدایات پر عمل کرنے سے تکالیف میں بہت کمی واقع ہوجائے گی۔

(۱) ورزش زچگی کی پریشانیوں سے وہی عورتیں بچی رہتی ہیں۔ جو محنت کی عادی ہیں جن کا جسم مضبوط ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی کم عقلی او…

اس سے زیادہ خطرناک کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کہ عورتیں
سب کام کاج ترک کر دیں اور بستر کی پیوند بن جائیں۔
جو عورتیں سیر کی عادی ہیں۔ انھیں اپنی سیر جاری رکھنی چاہیے
اور جن کو یہ عادت نہیں انھیں یہ عادت ڈال لینی چاہیئے۔
اگر یہ ناممکن ہو تو اس کی بجائے گھر کا معمولی کام کاج مثلاً
آٹا گوندھنا۔ روٹی پکانا۔ کپڑے دھونا۔ وغیرہ نہایت
باقاعدگی اور شوق سے کرنا چاہیئے۔ ورزش سے طبیعت
چُست اور صحت درست رہتی ہے۔ بھوک بڑھتی اور تازہ
خون زیادہ پیدا ہوتا ہے جس کی ماں اور بچہ دونوں کو سخت
ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اعصاب و عضلات قوی
ہوتے ہیں جس سے عورت اِس مرحلے سے بڑی آسانی سے گذر
جاتی ہے جو آجکل ہر عورت کے لئے ہزارہا خطرات کا
باعث اور بے انتہا تکالیف کا موجب بنا ہوا ہے۔

۲۔ خوراک بہترین خوراک وہ ہے جو بہت سادہ اور قدرتی حالت کے بہت قریب ہو
تازہ پھل۔ تازہ یا بہت کم پکی ہوئی سبزیاں۔ بے چھنے
آٹے کی روٹی۔ دودھ۔ مکھن۔ بالائی۔ حاملہ عورت کیلئے
بہترین خوراک ہے۔ پھلوں کے چھلکے بھی مفید ہوتے ہیں۔
چنانچہ سیب۔ ناشپاتیاں۔ شفتالو۔ زردآلو۔ آلوچے
وغیرہ سب پھل چھلکوں سمیت کھانے چاہیں۔ آجکل شہروں
میں جو سبزیاں اور پھل فروخت ہوتے ہیں۔ وہ غلیظ پانی میں
دھوئے جاتے ہیں اور ایسی ہوا میں رکھے جاتے ہیں جو ہزاروں
کثافتوں اور لاکھوں جراثیم کی حامل ہوتی ہے اس لئے استعمال
سے قبل ان کو پوٹاشیم پرمنگنٹ کے ہلکے محلول[1] سے پاک
کر لینا چاہیئے گوشت کا استعمال محدود ہو زیادہ سے زیادہ
دن میں ایک دفعہ۔ مچھلی اور پرندوں کا گوشت بکرے
اور دوسرے چوپاؤں کے گوشت سے کم مضر ہوتا ہے
بھوک سے زیادہ کھانا ہر حالت میں مضر ہے۔ اس
لئے زیادہ خوری نہیں ہونی چاہئیے۔ بچہ کی پیدائش سے
قبل جو عورت بہت زیادہ بہت جلد اور بہت پرتکلف خوراک
کھاتی ہے۔ مرچ۔ مسالحہ۔ اچار۔ پیسٹری۔ چائے۔ مٹھائی
قہوہ وغیرہ محرکات کا استعمال کثرت سے کرتی ہے
اس کو یہ خیال دل سے نکال دینا چاہیئے کہ اس کی اور
بچہ کی صحت اچھی رہ سکتی ہے۔ یا اس کا بچہ خوبصورت۔
تندرست اور چست و چالاک ہو سکتا ہے۔ اور اس کا یہ
زمانہ بغیر تکلیف یا بیماری کے گذر سکتا ہے

۳۔ ہوا تازہ ہوا سے بہتر دنیا میں کوئی نعمت نہیں۔ اور
جسکو یہ نعمت حاصل نہیں اس کے لئے عیش و
آرام کے باقی تمام سامان بے فائدہ و بیکار ہیں۔ اگر
گاؤں کی تازہ اور پاک ہوا میسر نہیں تو کم از کم اپنا
مکان ایسا ہونا چاہئیے کہ اس میں ہوا کا ہر وقت گذر
ہوتا ہو۔ ہوا کی ضرورت دن کو بھی ہے اور رات کو بھی
اس لئے رات کو خوابگاہ کی کھڑکیاں کھلی رہنی چاہئیں۔

۴۔ روشنی دھوپ اتنی ہی ضروری ہے جتنی تازہ
ہوا۔ جس مکان کے کمرے میں کبھی دھوپ
نہ آئے۔ اور جس کے جسم پر سورج نے اپنی کرنیں بھی
نہ ڈالی ہوں۔ اس کے بچہ کا جسم کمزور۔ ہڈیاں نازک۔
دماغ ضعیف۔ ذہن کند۔ اور مزاج چڑچڑا ہوگا۔ صبح
اُٹھتے ہی سورج کی شعاعوں میں (جب اُن میں حرارت بہت

---

[1] دوا کی مقدار اتنی ہو کہ محلول کا رنگ ہلکا گلابی ہو۔ نہ اس سے کم نہ زیادہ
اور پھل اس محلول میں دس منٹ تک ڈوبے رہیں

کم ہو) پندرہ منٹ یا نصف گھنٹہ تک کپڑے اتار کر بیٹھنا مفید ہے۔

۵۔ غسل موسم گرم ہو یا سرد روزانہ غسل نہایت ضروری ہے۔ گرمیوں میں تو حرارت کو کم کرنے کے لئے غسل کئی بار کیا جاتا ہے لیکن سردیوں میں ایک دفعہ ضرور ہونا چاہئے۔ تاکہ جسم صاف رہے اور جلد کے مسام کھلے رہیں۔

۶۔ عادات وخیالات یاد رکھو بچہ کی پیدائش سے قبل جو خیالات و عادات ماں کے ہوں گے وہی بچہ کے دماغ میں منتقل ہوں گے۔ اس لئے سستی۔ کاہلی۔ غم غصہ کو نزدیک نہ آنے دو۔ کام کاج میں مصروف ومستعد رہو۔

۷۔ لباس سادہ۔ ہلکا۔ ڈھیلا۔ اور موسمی حالات کے مطابق گرم یا ٹھنڈا ہو۔ تنگ اور چست لباس خون کے دوران کو روکتا ہے۔ پیٹ کے اعضا کی حرکت میں خلل ڈالتا ہے اور قبض کا باعث ہوتا ہے۔

سید ممتاز حسین۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔

عصمت کے ہر پرچہ میں

شریر

بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کو بے محل استعمال کرنے سے اُن کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر لفظ شریر کو پیش کرتی ہوں۔

بچے نے کوئی حرکت کی تو گود وہ بالکل ناسمجھ ہے کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا شریر ہے۔ بچہ چلتے چلتے جلدی میں گر پڑتا ہے تو ماں بہنیں بھی فرماتی ہیں بڑا شریر ہے۔ بھائی پیار سے گود میں اٹھاتا ہے یا باہر سے آباجان آئے محبت سے گود میں لیا اور بچے نے ڈاڑھی پکڑ کر نوچنا شروع کیا۔ تو وہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ بڑا شریر ہے خالہ نے گود میں لیا اور اس نے پیشاب کر دیا یا پھوپی کی ناک پکڑ لی تو وہ بھی یہی کہتی ہیں۔ چچا نے گود میں لینا چاہا اور نہ آیا یا پھوپا کے بال پکڑ کر کھینچے تو یہ دونوں بھی کہتے ہیں بڑا شریر ہے۔ تھوڑا کھانا کھا کر منہ پھیر لیا اور روٹھ گیا۔ تو یہی الفاظ وہ سنتا ہے۔ بھائی بہنوں میں لڑائی ہوئی بہن کے بال کھسوٹ لئے تو بہن چلائی بی بی یہ تو بڑا شریر ہے۔ غرضیکہ ہر ہر حرکت پر بڑا شریر ہے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ خیر ننھے بھائی کا تو یہ حال ہے مگر بچارے بڑے بھائی کا بھی اس لفظ سے پیچھا نہیں چھوٹتا۔ بہن نے کسی کام کو کہا اور دیر کی تو بولی تو بڑا شریر ہے۔ دھوپ میں بغیر چھتری کے باہر گیا تو ماں نے ڈانٹ کر کہا کہ بڑا شریر ہے۔ سیاہی سے کپڑے خراب کر لئے تو ماں نے اور اگر کتاب پھٹ گئی تو بہنوں نے فرمایا کہ بڑا شریر ہے۔

گھر میں بچوں کے ساتھ مل کر شور مچانے لگا تو سب چلائے
کہ بڑا شریر ہے۔ غرضیکہ بچہ بڑا شریر ہے بڑا شریر ہے۔
سنتے سنتے اسقدر عادی ہوجاتا ہے کہ اس لفظ کو بے
معنی سمجھنے لگتا ہے۔ گو سب اُس کو پیار اور محبت میں
کہتے ہیں تاہم ہر شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ بچہ اُس
کی مرضی کے موافق اُٹھے گویا بچہ کیا ہوا ایک مشین
ٹھیری جدھر گھمایا گھوم گیا اور اچھی خاصی کٹھ پتلی
کی طرح کام کرنے لگا۔

بچے آئینہ ہوتے ہیں جو کچھ دوسروں کو کرتا دیکھتے
ہیں خود بھی اوس کی نقل کرنے لگتے ہیں اگر اُن کے
سامنے بُرے کام یا خراب الفاظ استعمال کئے جائیں
تو اُن کے دل پر سب نقش ہوجاتے ہیں اور پھر
وہ تاعمر اُن باتوں کو نہیں بھول سکتے۔ جیسے بچے کو
بار بار شریر کہنے سے وہ خود بھی دوسروں کو شریر
کہنے لگتا ہے۔ باپ نے پیار کرنے کی غرض سے گود میں
اٹھالیا تو اپنی توتلی زبان میں کہنے لگا۔ آپ بڑے
شریر ہیں۔ ماں سے کھانا مانگا اور ماں نے کھانا دینے
میں دیر کی تو کہنے لگا آپ بڑی شریر ہیں غرضیکہ وہ
بھی دوسروں کو شریر کہنے لگتا ہے۔ والدین بچہ سمجھ کر
اُن باتوں کو نظرانداز کرجاتے ہیں بلکہ اُس وقت اُسکی
توتلی زبان سے سُنکر خوش ہوتے ہیں۔ جب بچہ بڑا
اور سمجھدار ہوجاتا ہے تو اِن عادتوں کا چھوٹنا بہت
مشکل ہوتا ہے اُس وقت ہر شخص اُون الفاظ کو سُن کر
ناخوش ہوتا ہے جن کو لڑکپن کے زمانہ میں سُن کر
دل باغ باغ ہوجاتا تھا اور والدین خلاف توقع

گداگری

ہندوستان میں ایک مستقل پیشہ گداگروں کا ہے۔
جوگی۔ سادھو۔ "پیر" "فقیر"۔ باوے۔ "جمعراتیے"۔ وغیرہ
وغیرہ بیسیوں فرقے ہیں جن کی گذران گداگری اور نہ
صرف گداگری پر ہے۔ جب گداگروں نے دیکھا کہ
لوگ سیانے ہوتے جارہے ہیں اور بجائے بھیک
دینے کے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ میاں ہٹے کٹے ہو۔
قوتِ بازو سے کام لو تو وہ بھی موقع کی نزاکت کو
بھانپ گئے اور دانت پیس کر کہا کہ لو اب قوتِ بازو
سے ہی کام لیں گے۔

لاہور کے رہنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ
وہاں کے گداگروں نے "یونین از سٹرینگتھ"
Union is strength کے مسئلہ کو
خوب سمجھا ہے۔ اُنھوں نے تنہا بھیک مانگنا اب
قریب قریب ترک کردیا ہے وہ دس دس پندرہ پندرہ
مرد عورت مل کر ٹولیاں بنا لیتے ہیں اور گلی کوچوں
میں شور و غوغا برپا کرتے ہوئے جس مکان پر جی چاہتا
ہے دھاوا بول دیتے ہیں اور مالک مکان کو اس
بلائے ناگہانی سے نجات حاصل کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ
دینا ہی پڑتا ہے یہاں سرگودھا کا ذکر ہے پچھلے دنوں
ایک کوڑھی ہماری کوٹھی کے دروازہ پر آدھمکا۔ اُسے
ہم نے مختلف اشیاء بطور خیرات دیں مگر وہ اس بات پر
اڑ گیا کہ ایک روپیہ نقد لئے بغیر نہیں ٹلے گا۔ دو گھنٹہ تک

وہ چلّایا مگر ہم نے بھی چپ سادھ لی آخر اُس نے چند قابلِ اعتراض حرکات شروع کر دیں مثلاً اس طرح رونا شروع کیا گو یا خدانخواستہ کوئی ماتم کی جگہ ہے۔ ہمارے ملازمین نے ہر چند اُسے روکا مگر وہ باز نہ آیا۔ بلکہ انھیں یہ کہہ کر دھمکا دیتا کہ اگر میرے نزدیک آؤ گے تو اپنا گندہ خون تم پر گرا کر تمھیں بھی کوڑھی بنا دوں گا۔ اُس کی آہ و بکا نے ایک آفت بپا کر رکھی تھی نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ کوڑھی صاحب کی مبڑے خوب مرمّت کی گئی مگر اس کی جرأت دیکھئے۔ کہ اپنے تھیلے سے ایک چاقو نکال کر اپنی پیشانی میں گھونپ لیا اور جو خون باہر نکلا اُسے میرے میاں پر گرانے کی کوشش کی۔ جس میں اُسے ناکامی ہوئی۔

اب سوائے اس کے اور کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ کہ پولیس کے حوالہ کیا جائے چنانچہ خط لکھکر ملازم کو دیا گیا کہ تھانہ دار صاحب کو اطلاع دے جب نوکر روانہ ہو چکا تو کوڑھی صاحب سر پر پاؤں رکھ کر یہ جا وہ جا۔

اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ایک ہٹا کٹا ڈاڑھی منڈا فقیر ہمارے مکان پر آپہنچا اور کہنے لگا۔ کہ ملنگ ہوں وزیر آباد سے آیا ہوں ایک روپیہ میرا نذرانہ ہے۔ کوڑھی والا واقعہ ہم کو یاد تھا۔ ہم نے ملنگ سے کہا کہ اگر کھانا کھانا ہے تو کھلائے دیتے ہیں مگر روپیہ ہم نہیں دیں گے۔ جب ہم نے قطعی انکار کر دیا تو اُس نے حاضرین کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ڈرانا شروع کیا مگر جلدی ہی اُس کو بغیر روپیہ حاصل کئے جانا پڑا۔

یہ واقعہ بیان کرنے سے میرا ایک خاص مقصد ہے۔ خواتین قدرتاً نرم دل واقع ہوئی ہیں اور یہ اُن کی نرمی کی وجہ ہے کہ گداگر اس قدر گستاخ اور نڈر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ معذور اپاہج بے شک امداد اور خیرات کے مستحق ہیں مگر بھلے چنگے۔ تندرست توانا گداگر یقیناً مستحق نہیں۔

دوسرے ممالک میں قوانین انسداد گداگری نافذ ہیں اور وہاں کے لوگوں کو اس قدر تکلیف پیش نہیں آتیں۔ میں تمام بہنوں کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ ایسے موقعوں پر ذرا ہوشیاری سے کام لیا کریں آپ کی غلط رحمدلی کا نقصان آپ کی دیگر ہزاروں بہنوں کو اٹھانا پڑتا ہے۔

م۔ ر۔ اشفاق بیگم

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۹ کالم اوّل)
بچّے سے نیک اور خوش گفتار بننے کی خواہش کرتے ہیں اسلئے اوّل ہی سے بچّوں کی تربیت میں ہمیشہ ان باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ تا کہ آیندہ زندگی میں اُن کے لئے نقصان دہ ثابت نہ ہو ۔

نتیجہ کیونکر اچھا ہو نہ ہو جب کہ عمل اچھا نہیں بویا ہے بیج اچھا تو کب پاؤ گے پھل اچھا (محسنہ دختر محمد یوسف)

رنگوں کی مناسبت

کھانا اور پہننا کس کو نہیں آتا۔ لیکن کھانا کھانے اور کپڑے پہننے کے طریقے مختلف ہیں۔ بعض لوگ اس
فطرتی ضرورت کو صرف پورا کر لیتے ہیں اور دوسرے اس ضرورت کو محسوس کرنے کے ساتھ کسی اصول کو مدنظر
رکھتے ہیں۔

ہماری ہندوستانی بہنیں آج کل رنگین کپڑوں کی موزونیت و موافقت میں بہت غیر محتاط ہو رہی ہیں اور
ان کا یہ عمل بعض وقت بہت بدزیب معلوم ہوتا ہے۔ قریباً تمام خواتین سوائے ان چند ایک کے جن کو آرٹ
سے کچھ لگاؤ ہے جس رنگ کا کپڑا چاہتی ہیں رنگ کر پہن لیتی ہیں۔

حالانکہ موسیقی اور رنگ یہ دو چیزیں ہیں جن کا کہ مقام۔ موسم اور وقت سے خاص لگاؤ ہے۔ وہ بہنیں جنھیں
موسیقی سے کچھ مس ہے خوب سمجھ سکتی ہیں کہ وقت وقت کے راگ اور راگنیاں مقرر ہیں اور یہ کہ اگر وہ صحیح وقت پر
گائے جائیں تو سرور اور لطف پیدا کرتے ہیں اور بے وقت گانے سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے۔ سالنامہ **عصمت**
۱۹۳۴ء میں بھی آپ نے ڈاکٹر اعظم صاحب کا مضمون گیتوں کے متعلق پڑھا ہوگا۔ یعنی یہ گیت صرف ساون کے مہینہ
میں لطف دیتے ہیں اور ان کا لطف بھی ہم جب ہی اٹھا سکتے ہیں کہ ہم ان کو انھی دنوں میں گائیں اور سنیں۔

بجنسہٖ یہی حال رنگوں کا بھی ہے اور ذیل کے تمام رنگوں کا بھی وقت اور موسم سے خاص لگاؤ ہے جس سے
وہ بھلے معلوم ہوتے ہیں۔

سُرخ۔ سبز۔ زرد۔ نیلا۔ اودا۔ سیاہ۔ نارنجی۔ کیسری۔ ہرا۔ بسنتی۔ آسمانی
کاسنی۔ سُرمئی۔ گلابی۔ پیازی۔ سردئی۔ گندمی۔ فیروزی۔ کاہی۔ قرمزی۔ صندلی۔ خاکی
بادامی۔ پستئی۔ بنفشئی۔ سلیٹی اور سفید۔

اگر ہم انگریزی رسم و رواج پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ قوم خواہ مرد ہوں یا عورتیں
رنگ کی مناسبت کا کس قدر خیال رکھتی ہے۔

جہاز رانوں کو دیکھ لیجئے۔ چونکہ سمندر میں کام ہوتا ہے۔ اس لئے نیلے رنگ کی مناسبت سے Navy
Blue تیز نیلے رنگ کے کپڑے استعمال کرتے ہیں۔ ملکی فوج کو دیکھ لیجئے چونکہ میدانوں میں کام ہوتا ہے اس
لئے رنگ کی موافقت سے تیز خاکی رنگ کے کپڑے استعمال کرتے ہیں۔ اگر موسم کا خیال کریں تو دیکھیں
گا۔ لوگ عموماً گرمیوں میں سفید یا ہلکے رنگ کے کپڑے استعمال کریں گے اور سردیوں میں سیاہ یا تیز

شوخ رنگ سے۔ وقتی رنگوں کے لئے زیادہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ ان کے ماحول پر منحصر ہے۔

ہم اگر یہ کہیں کہ وہ انگریز اور ہم ہندوستانی ان کا اصول کس طرح مان لیں تو پھر ہمیں اپنے دیس کے رسم و رواج پر غور کرنا چاہئے۔

ہماری ہندو بہنیں بلکہ تمام ہندو قوم بسنت پنچمی کا میلہ مناتی ہے سینکڑوں برس سے اسی طرح چلا آرہا ہے۔ بمصداق سے

آئی بسنت سرسوں پھولی پیلی پیلی الس پھولی نیلی نیلی۔

تمام عورتیں بسنتی ساڑھیاں رنگ کر پہنتی ہیں اور مرد پگڑیاں رنگوا کر پہنتے ہیں۔ اور یہ رنگ موسم کی مناسبت سے عجیب بہار دکھلاتا ہے۔ اور خاصکر دیہاتوں میں۔ کیا اس رنگ کا ہمارے دیس کے موسم سے خاص لگاؤ نہیں ؟

بیاہ کے موقع پر دولہن کو سُرخ عروسی جوڑہ پہنایا جاتا ہے اور قریبی رشتہ دار۔ گو سُرخ جوڑہ نہیں پہنتیں لیکن پھر بھی رنگوں کی مناسبت کے لحاظ سے کیسری جوڑے پہنتی ہیں۔ دولہا جس وقت دولہن کے گھر آتا ہے۔ سُرخ جامہ پہن کر آتا ہے۔ چونکہ یہ رنگ اس موقع کے لئے مخصوص ہے اور اس موقع پر ان کپڑوں کے پہننے سے دل میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے ناقابل بیان ہے۔ اور یہ کیفیت شاید و باید کسی اور موقع پر پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ ہم نے اب اس کو ایک رسم سمجھ لیا ہے اور بغیر اس رنگ کے مناسبت کا مطلب سمجھتے ہوئے جو کہ سینکڑوں سال پہلے سے رائج ہے رسمی طور پر انجام دیتے ہیں۔ ہمارے رواج میں گوٹے کا استعمال بکثرت ہوتا ہے اور رنگ کے ماہرین اور محققین نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ سُرخ رنگ کے ساتھ بیاہ اور سنہرے رنگ سے بڑھ کر اور کسی کی مناسبت نہیں اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ زمانہ گذشتہ میں ان رنگوں کی مناسبت کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ لیکن ہمنے اپنی ہی بے توجہی کی وجہ سے ان تمام اصولوں کو بھلا دیا ہے اور ان میں سے اب صرف چند بطور رسوم ہمارے ساتھ چلی آرہی ہیں۔

ہماری وہ بہنیں جو پائجامہ۔ قمیص اور دوپٹہ پہنتی ہیں رنگوں کی مناسبت کا بالکل خیال نہیں کرتی ہیں اور عموماً ایسے شوخ رنگوں کا استعمال کرتی ہیں کہ بے ہنگم معلوم ہونے لگتا ہے۔ خواہ کتنے ہی قیمتی کپڑے ہوں۔ بدزیب معلوم ہوتے ہیں۔ یعنی لال پیجامہ۔ سبز کرتا نیلا دوپٹہ وغیرہ۔ بعض بہنیں نیلے دوپٹے یا ساڑھی کے ساتھ سبز یا سُرخ بیل لگا لیتی ہیں۔ رنگوں کے امتیاز کا کوئی خیال نہیں رکھتیں۔

پیجامہ کپڑوں میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے قمیص اور دوپٹہ اس رنگ کے ہونے چاہئیں جن کی ان سے مناسبت ہو۔ کسی رنگ کا بھی کپڑا ہو۔ اس کے میل اور رنگین گوٹ لگانے میں خاص احتیاط

رکھنی چاہئے کیونکہ رنگوں کی موزونیت پر کپڑے کی خوبی کا دارومدار ہے۔

ذیل میں رنگین کپڑوں اور ان میں گوٹ یا بیل لگانے کے لئے رنگوں کے نام تجویز کرتی ہوں جو ایک ماہرفن سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ بہنیں اس سے فائدہ اٹھائیں گی اور دیکھیں گی کہ صرف رنگوں کی موزونیت سے کپڑے کی خوبی میں کس قدر اضافہ ہوجاتا ہے ؎

ایک وہ ہیں جنھیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ

کپڑے کا رنگ	گوٹ کا رنگ
سُرخ	سیاہ یا سنہرا یا بسنتی
نارنجی	سیاہ یا نیلا
پیازی	سنہرا یا گندمی یا خاکی
فیروزی	(ٹول) سرخ یا سبز نیلا یا گندمی
سیاہ	سنہرا یا زرد یا نارنجی
سبز	سنہرا یا خاکی یا فوجی یا ہرا
ہرا	اودا۔ یا گندمی
آسمانی	خاکی یا لسواری
بسنتی	سیاہ یا نارنجی
نیلا	نارنجی یا بسنتی۔ یا سلیٹی
گندمی	سنہرا یا فیروزی
سفید	ہر رنگ

بیگم محمد سمیع اللہ صاحب۔ لاہور

خط وکتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے۔ مینجر

موٹاپے کا علاج

اکتوبر کے "عصمت" میں محترمہ کلثوم سلطانہ بیگم صاحبہ ازکراچی کا مضمون "موٹاپے کا بہترین علاج" نظر سے گزرا میں نے بھی ایک انگریزی اخبار میں سے یہ ترجمہ کیا تھا بہن صاحبہ نے صرف ایک ترکیب کا ترجمہ کیا ہے ایک اور ترکیب مندرجہ ذیل ہے۔

صبح اٹھکر نہار منہ ایک بڑا گلاس پانی کا پینا۔

نو بجے چائے یا کافی کی ایک پیالی پینا۔ لیکن اس میں شکر بالکل نہ ہو۔ اگر میٹھی کی خواہش ہو تو سیکرین ملاکر میٹھی کرلینی چاہئے۔ ایک ٹکڑہ خشک روٹی کا اور تازہ میوہ

ایک بجے ایک گلاس سادہ پانی کا۔

دوپہر کو کھانے کے وقت آدھ پاؤ گوشت اور سبزی (یہ دونوں بہت کم مقدار گھی میں پکائی ہوئی ہوں) روٹی اور تازہ میوہ۔

پھر پانچ بجے ایک پیالی چائے کی بغیر دودھ اور شکر کے

رات کو آدھ پاؤ مچھلی۔ گوشت آدھ پاؤ۔ سبزی اور روٹی پھر کافی۔

کافی کو سیکرین سے میٹھا کرلیا گیا ہو۔

احتیاط۔

سبزیوں میں۔ مٹر اور آلو نہ کھاؤ۔

پھل میوے۔ کیلا۔ انجیر۔ آم۔ انگور۔ بادام اور اخروٹ نہ کھاؤ۔ اس عمل سے ایک ماہ میں جسم کا بھدا پن جاتا رہیگا

امۃ الحفیظ

جدید طریقۂ تعلیم

(۱) تعلیم میں اہم ترین چیز یہ ہے کہ بچوں میں دلچسپی پیدا کرکے ان کو خودبخود پڑھنے پر آمادہ کیا جائے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس چیز سے وہ دلچسپی رکھتے ہوں تعلیم اس کے تعلق سے دیجائے۔ دلچسپی پیدا بھی کی جاتی ہے اور اس کے کسی شے میں موجود ہونے کی صورت میں اُس سے فائدہ بھی اُٹھایا جا سکتا ہے بشرطیکہ معلم کوشش کرے اور اُسے یہ کام آتا بھی ہو۔ یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ معلّم جو مجبوراً تعلیم کا کام کر رہا ہے اور وہ جو تعلیم سے قوم کے بنانے میں شوق کے ساتھ مصروف ہے دونوں کتنا فرق رکھتے ہیں اور قدیم مدرسین بچوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے کچھ کم اور چھڑی کے استعمال کے زیادہ قائل ہوتے ہیں۔

جو لوگ تعلیم میں مارپیٹ کو بے روک ٹوک مفید قرار دیتے ہیں وہ یہ تو سوچیں کہ سزائے جسمانی نے کتنوں کو بنایا اور کتنوں کو بگاڑا۔ یقیناً اُس نے بنایا کم اور بگاڑا زیادہ۔ بچوں کے نرم نرم ہاتھ پیر۔ ان کے نازک آنکھ۔ ناک۔ کان۔ بہت جلد ایک غضبناک اُستاد کے قوی ہاتھ سے مجروح ہوکر عمر بھر کے لئے بیکار ہوسکتے ہیں۔ اور پھر یہ کہ ہر سزا کے دوسری بار استعمال پر اپنے پہلے موقعہ سے کم اثر رکھتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک معمولی سی بات ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس کے بار بار کے استعمال سے بچے کی حمیّت کو دھکا پہنچتا ہے۔ اور وہ اس بات کا عادی ہو جاتا ہے کہ بغیر سزا کے ڈر کے اور کسی اثر سے کام نہ کرے۔ اصل تو یہ ہے کہ بچے میں پڑھنے کی خواہش پیدا کرنا چاہیئے اگر وہ صحیح راستہ پر چلنے سے گریز کرتا ہے تو غلط روی کے برے نتائج اس پر روشن کئے جائیں۔

موجودہ زمانہ کی ایک خاص روش یہ بھی ہے کہ طالب علم کے رجحان کے مطابق اس کی تعلیم ہو اور یہ اُس جدید تحقیقات کا نتیجہ ہے جو یورپ و امریکہ نے بچوں کے خواص اور دماغی کیفیتوں کو معلوم کرنے میں کی ہے۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ وکیل کا بچہ ایک بہتر وکیل یا ڈاکٹر کا لڑکا بہتر ڈاکٹر نکلے۔ طالب علم کی رغبت جس طرف ہو اس کا خیال رکھنا اُسے ترقی کے صحیح راستہ پر لگاتا ہے۔ دورانِ تعلیم مدرسہ میں اگر کسی بچے کو حساب سے لگاؤ نہیں ہے تو اُسے اُس کی وجہ سے دوسرے مضامین میں آگے بڑھنے سے نہیں روکنا چاہئے اور نہ اُسے اعلیٰ حساب کی مشکلات میں ڈالنے کی ضرورت ہے ہاں اِس قسم کے علوم جو روزانہ زندگی کے کاروبار سے متعلق ہیں کوشش کرکے سکھانے چاہئیں کہ آئے دن کی محتاجی نہ رہے۔ ایسی مثالیں بے شمار ہیں کہ طالب علم فطرتاً حساب میں دلچسپی نہ رکھنے کے باعث انٹرینس پاس نہ کرسکا حالانکہ وہ انگریزی۔ تاریخ۔ جغرافیہ اور اپنی مادری زبان میں

قابل تعریف تھا۔ جس چیز میں کہ وہ آگے بڑھکر میدان مار سکتا تھا اُس میں اُسے اس لئے روک دیا گیا کہ وہ وہ بات پیدا نہ کر سکا جو کر ہی نہیں سکتا تھا۔ فی زمانہ اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ کسی خاص مضمون میں رجحان خاطر نہ ہونے کی وجہ سے اُس میں کمزوری کا باعث ہونا ترقی سے مانع نہیں ہوتا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک میں اس اصول پر عمل ہونے لگا ہے

آج کل اتالیق کو اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ وہ جہاں تک ہو سکے طالب علم سے خود آگے نکلوائے جو بات بچے خود معلوم کر سکتے ہیں مدرس کو ہرگز نہ بتلانا چاہئے۔ معلّم کا فرض رہبری کا ہے نہ کہ متعلم کا کام خود کرنیکا۔ بچوں کو مناسب آزادی دینی چاہئے اور عادی بنانا چاہئے کہ وہ خود سوالات کریں اور سوالات کا جواب غور کرنیکے بعد دیں۔ جس بچّہ کی تعلیم اُستاد کی صحیح رہبری اور مناسب آزادی میں ہوتی ہے وہ دلیر اور جدید اختراعات کا بانی ہوتا ہے اور جہاں متعلّم کو یہ سبق یاد کرایا جاتا ہے کہ اُستاد کے قول کو سمجھنے کے لئے حجّت کرنا نہایت درجہ کی گستاخی ہے وہاں ذہن رسا بنتا ہے نہ موجد طبیعت۔

کھیل اور ورزش کو بھی آجکل مدرسہ کی لازمی چیز قرار دیا گیا ہے کیونکہ جہاں دماغ کی تعلیم و تربیت جاری ہے وہاں جسم کی نشو و نما کی فکر بھی لابدی امر ہے۔ صحت جسمانی کے لئے کمروں میں تازہ اور کافی ہوا اور روشنی کا آنا جانا اور طلبا کی نشست و برخاست کا لحاظ رکھنا بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قدیم طریقہ تعلیم میں ڈرل کا اسقدر پابندی کے ساتھ ٹائم ٹیبل میں درج ہونا یا کھیلوں میں باقاعدگی کے ساتھ شریک ہونا کہیں نہیں پایا جاتا۔

(مرزا آفاق بیگ بی۔ اے)

رباعیات

استقلال

ہو لاکھ کٹھن راہ کڑی منزل ہو
اور سر پہ اجل بن کے کھڑی مشکل ہو
ہر سُو سے مصیبت کے پہاڑ آٹوٹیں
انساں کو مگر چاہئے مت بیدل ہو

دنیا و عقبےٰ

دلدادۂ آرائش محفل مت رہ
اِس راحتِ دو روزہ پہ مائل مت رہ
دنیا کے بکھیڑوں میں اُلجھنے والے!
رسم و رہ عقبےٰ سے بھی غافل مت رہ

تقدیر و تدبیر

نقدیر کا ہر دم نہ گلہ کرتا رہ ملعون فلک کو نہ سدا کرتا رہ
یوں ہاتھ پہ کیا ہاتھ دھرے بیٹھا ہے تدبیر بھی کچھ مردِ خدا کرتا رہ (ابوالظہر ادیب)

وفا

ڈراما

گذشتہ اشاعت سے آگے

دریا۔ جہاں پناہ اب کیا حکم ہے۔

خان۔ دریا خان ایک زندہ درگور اور بدقسمت انسان کیا حکم دے سکتا ہے۔ ہر چہار جانب موت منہ پھیلائے ہے بس حکم ؟ حکم یہی ہے کہ آتش خیز اور آتش فشاں پہاڑ کا روپ دھارے ہوئے بے ایمان مغل کی تسخیر آمیز زمین کو چھوڑنے کے سوا میرا اور کوئی حکم نہیں۔ دریا خاں بیگم اور لڑکی کو ہمراہ لیکر کتنی دور تک جاسکوں گا جمنا کو عبور کرتے ہی پکڑا جاؤں گا۔ پھر کون کس کی عزت بچائیگا۔ بیگم اپنی عزت بچانے کے لئے چلی گئی ہیں۔ تم اپنی عزت بچاؤ تم سو سپاہی اور عظمت کو ہمراہ لیکر ابھی مالوے کی راہ جاؤ۔ اور میں باقی سپاہیوں کو ہمراہ لیکر جھانسی کی راہ جاتا ہوں۔

عظمت۔ اماں جان گھڑی بھر یہاں آرام کرنے سے شاید کوئی ہرج نہ ہوگا۔

گلنار۔ آرام بیٹا کہاں آرام کروں گی۔ کیا اس شیطان کی سلطنت سے باہر آگئے ؟

عظمت۔ اندھیرے میں کچھ سوجھائی نہیں دیتا کچھ ہی دور چنبل ندی کی ریت چمک رہی ہے۔ ہم بغیر راستہ جانے جارہے ہیں۔ معلوم نہیں ہوتا چنبل یہاں سے کتنی دور ہے۔ اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو پتہ لگانے کے لئے میں نے بھیجا ہے

گل۔ اچھا جب تک وہ واپس نہ آئے تب تک آرام کرلو۔

عظمت۔ اے خواہ آپ کسی آرام کی ضرورت محسوس نہ کریں۔ لیکن رضیہ ابھی بالکل بچہ ہے۔ دن بھر اور رات بھر وہ لگاتار ہم لوگوں کے ساتھ چلی آتی ہے۔ ذرا بھی آرام نہ کرنے سے وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔

گل۔ کیوں بیٹی رضیہ یہاں آرام کروگی۔ ؟

رضیہ۔ کہاں میں نے آرام کی بات کسی سے نہیں کی۔

گل۔ دریا خاں اور تم لوگ ؟

دریا۔ مغلوں کے ملک میں ہم آرام نہیں کرسکتے۔

گل۔ گرم ریت سے ہمارے پاؤں جلے جاتے ہیں۔ عظمت کیا یہی دیکھکر تم نے ہمیں آرام کرنے کے لئے کہا ہے

عظمت۔ خیر جب تک ہمارا آدمی راستہ کا پتہ لگاکر واپس نہیں آتا۔ تب تک ہی آرام کرلیں۔

گل۔ عظمت جب تک اجین گڑھ کے جھنڈے کے نیچے اور اپنے والد ــــ میرے آقا کے قدموں کے پاس مجھے نہیں پہنچا دیتے۔ تب تک آرام کا لفظ زبان پر بھی مت لاؤ۔

عظمت۔ اماں جان آپ آرام راحت کی عادی ہیں ایسی مصیبت آپ نے رضیہ نے اور آپ کی خادماؤں نے کبھی نہیں دیکھی۔ آپ کی حالت اس بات کی شاہد ہے۔ جس مطلب کے لئے آگرہ چھوڑ کر اور اس قدر اذیت اٹھا کر ہم لوگ اتنی دور آئے ہیں وہ کہیں متواتر چلنے کے باعث ـــــ آپ لوگوں کی زندگی نہ رہنے سے مٹی میں نہ مل جائے ـــ مجھے یہی کھٹکا ہے۔

گل یہ اچھا ہو کہ ہماری جان چلی جائے لیکن آرام کا نام مت لو۔ عظمت میں اپنے تمام آرام اور راحتیں آگرے میں چھوڑ آئی ہوں۔ تم اسے نہیں سمجھ سکتے بزدل اور کمینے آدمی بھی جو ایسا کرنے میں ہچکچاتے ہیں۔ وہی کام تمہارے والد کو کرنا پڑا ہے۔ ان کے دلی صدمے کو میرے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ مجھے اگر وہ نہ دیکھینگے تو تمام دنیا کی بادشاہت ملنے پر بھی ان کا دلی صدمہ نہیں ہٹے گا مردہ یا زندہ جیسے بھی ہو میرا سر ان کے قدموں میں پہنچا دو۔ دشمن نے یقیناً ہمارا تعقب کیا ہوگا اگر دشمن کی فوج سے مقابلہ ہوگیا۔ پھر تم یہ کام نہیں کر سکوگے۔

عظمت۔ تو پھر چلو ٹھیرنے کی کیا ضرورت ہے؟

گل۔ چلو بیٹی رضیہ چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

باندی۔ نواب زادی آ میں تیار رہوں۔

(رضیہ اور باندی کا جانا)

گل۔ یا خدا تو ہماری اس مشکل کو آسان کرنیوالا ہے

(ایک سپاہی کا آنا)

سپاہی۔ نواب زادے؟

عظمت۔ کیا ہے بھائی۔

سپاہی۔ تمام ختم ـــــ چنبل میں سخت طوفان آیا ہوا ہے

عظمت۔ طوفان ـــــ ان دنوں؟

سپاہی۔ اوپر پہاڑ پر کہیں زور کی بارش ہوئی ہے۔ جس کے باعث ندی ایک ساتھ چڑھ گئی ہے۔

گل۔ عظمت ٹھیک ہوا۔ چاروں طرف تاریکی مسلط ہے۔ اور کچھ نہیں مجھ پر خدا کا قہر ہے۔

عظمت۔ اماں جان۔ برف یہ کیا ہوا۔

گل۔ عظمت طوفان آنے دو خوف کیا ہے۔ پوچھو ہاں صرف ایک بار اس تاریک دنیا سے پوچھو کہ تمہارے والد کہاں ہیں۔ ہزاروں دشمنوں میں فتح حاصل کرنے والے مالوے کے بہادر نواب کہاں ہیں؟ یہ چنبل تو کسی صورت بھی انہیں یار جانے سے نہیں روک سکتا۔

(دوسرے سپاہی کا آنا)

سپاہی۔ نواب زادے دشمن آ گیا۔ اس جگہ کو جلد چھوڑ دیجئے

عظمت۔ دشمن ناممکن ہے۔ آسمان پر اڑنے والے جانور بھی اتنی جلدی نہیں پہنچ سکتے۔

گل۔ عظمت تم جاؤ۔

عظمت۔ کہاں؟

گل۔ اپنے والد پاس ممکن ہے تمہارے والد کی بھی یہی حالت ہو۔ اپنے ان سو سپاہیوں سے ان کی مدد کرو اور مجھے چھوڑ جاؤ۔ خدا کے بھروسہ پر۔

(ترجمہ) (باقی آیندہ)

کنیز محمد بیگم منشی فاضل

بنات دہلی مسلمان بچیوں کے لئے ماہوار رسالہ دفتر عصمت سے سات سال سے شائع ہو رہا ہے سالانہ چندہ ایک روپیہ

سلمہ اور شنائیل

ہندوستان کی نامور دستکار محترمہ خدیجہ بانی رکن ادارت جوہر نسواں کی کتاب سلمہ ستارہ کا کام جس کا
ڈھائی سال سے خواتین کو شدید انتظار تھا چھپکر تیار ہے۔ صفحہ اسی کتاب سے نقل کیا جاتا ہے۔
شنائیل مخملی چمکدار خوبصورت ڈوری سی ہوتی ہے جو سلمہ کے ساتھ بہت اچھی معلوم ہوتی ہے نیز خاکہ خوبصورت
کاریگری کی صفائی دار کڑھت اور رنگوں کا عمدہ انتخاب ہو تو بچشم بد دور دستکاری کا لاجواب نمونہ آپ کے پیش نظر ہو گا۔
اس کڑھت کے دو طریقے ہیں ایک سوئی کے ذریعہ دوسرا ہم رنگ تاگے سے ٹانکا ہے ریشم پر لگوایا جاتا
ہے اس کی سوئی معمولی سلائی کی سوئیوں سے موٹی اور لمبے ناکے کی ہوتی ہے۔
شنائیل کی خریداری میں بھی احتیاط لازم ہے۔ چونکہ اکثر اوقات ہلکا مال بھی ملا ہوتا ہے۔ خراب شنائیل کی روئیں
الگ الگ۔ تاگے میں بندھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سوئی میں پروتے وقت کافی ہشیاری کی ضرورت ہے۔ ورنہ نوچ نوچ کر
خراب ہو جائیگا۔

نقشہ نمبر ۱۵

شنائیل کا سرا بہت چھوٹا

اس کا رخ نیچے کی طرف ہو

روئیں سوئی کی جانب ہو اور سرا بہت چھوٹا رکھا جائے
ریشمی چکن کاری کی طرح پھول پتیاں کاڑھ لیجئے۔ اور حسب مذکورہ سلمہ ستارے
یا بٹی ہوئی کلابتون بیرونی دائرہ لگا دیجئے۔
بعض چھوٹے چھوٹے لونگ نما پھولوں کی پنکھڑیوں میں ننھی ننھی کونپل نما
پتیوں میں صرف ایک ایک ٹانکا سوئی کا کافی ہے۔ اس میں دونوں طرف سلمہ یا بٹی ہوئی
کلابتون درمیان میں شنائیل کی ڈوری عجیب بہار دے گی۔ کڑھائی بھی بہت پیچیدہ نہیں
ہے ہم رنگ تاگے سے پہلے تار کی طرح شنائیل ٹانک لیجئے پھر دونوں طرف سلمہ لگا دیجئے۔
بڑے پھولوں پتیوں میں رنگ آمیزی۔ اور تقسیم رنگت بھی ضروری ہے مثلاً پتیوں میں۔
دھانی۔ سبز سیاہی مائل گہرا سبز۔ بڑے پھولوں میں کاسنی۔ گلابی۔ سرخ۔ آتشی۔ عنابی۔ فیروزی۔
وغیرہ۔ مگر ہر رنگ سے رنگ آمیزی سے کاڑھنا چاہئے۔
نوٹ:۔ رنگ آمیزی کے لئے فلورل ایمبرائڈری بڑی مفید اور رنگین بلاک کی رہبر کامل کتاب ہے۔
Floral Embroidery
انجمن اصلاح نسواں سے مل سکے گی
لیکن یہ یاد رکھئے کہ سلمہ کے ساتھ خواہ آپ ریشم۔ کلابتون شنائیل لگوسیں یا مخملی پھول جو بھی پسند ہو
کاڑھ سکتی ہیں لیکن دستی پھول سلمہ اور ستاروں کا بنے گا۔

گلدستہ
اختر جہاں دہلی

گلدستہ

ڈی۔ایم۔سی نمبر ۱۸ ات کا ڑھئے

رنگ:۔

گل۔ سُرخ۔ پتیاں۔ سبز۔ ڈالیاں۔ سبز
نمبر ۱ پھول نیچے والے دونوں نارنجی
نمبر ۲ اس کے اوپر والے........ کاسنی شیڈ دار
نمبر ۳ دونوں پھول ۔ گلابی
نمبر ۴ دونوں پھول... ... سوسرنگ آسمانی
نمبر ۵ دونوں پھول ... ... سرخ
نمبر ۶ دونوں پھول ۔ ۔ کاسنی شیڈ دار
نمبر ۷ اوپر والا پھول ۔ نارنجی

یہ گلدستہ پلنگ پوش چادر میز پوش وغیرہ کے لئے مناسب ہوگا۔
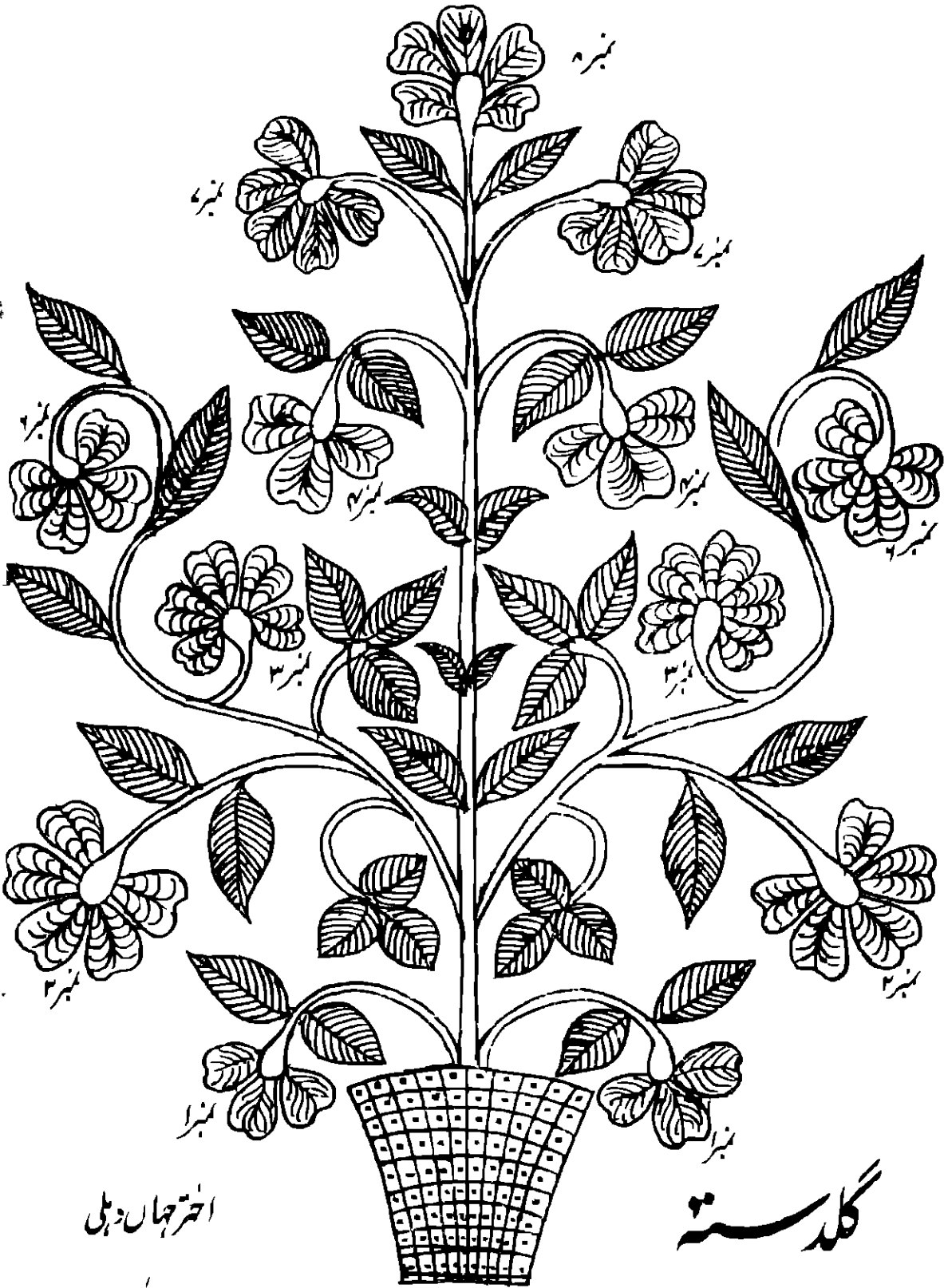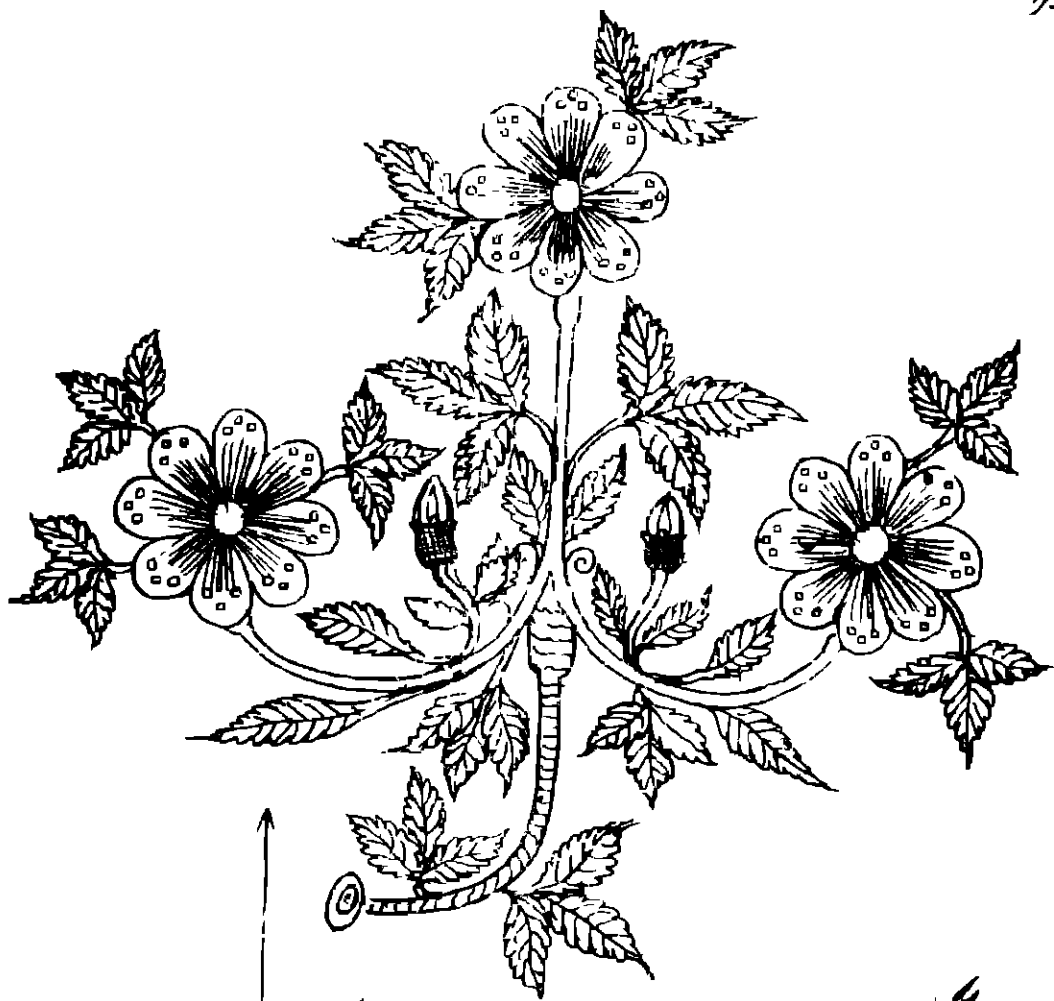
پھول

تکئے وغیرہ کے بیچ میں یہ پھول بنائیں
پھول کا رنگ زرد یا اُودا ہو پتیاں سبز رنگ
ڈنڈیاں کتھئی بنائیں بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔

مسز ایس۔کے محمد اسلم علیگ

خوشنما مور

کراس سٹیچ میں مور

مائی کلوتھ پر حسب پسند۔ ڈی۔ ام۔ سی سے۔ بنائیے خاص کر میز پوش کے کونوں پر بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔ ت۔ ہ۔ آمنہ صالح محمد۔ مدراس

اتفاقی حادثوں کا فوری علاج

دفعتاً بعض وقت شیر خوار بچہ اس طرح رونے اور تڑپنے لگ جاتا ہے کہ کسی عنوان نہیں بہلتا اور گھر بھر کو پریشان کر دیتا ہے۔ ماں بھوکا سمجھ کر دودھ دینے لگتی ہے۔ اور کبھی اوپری خلل اور نظر بد کا اثر سمجھ کر جھاڑ پھونک کراتی ہے۔ اور کبھی پیٹ کا درد سمجھ کر پیٹ پر مالش کرتی ہے اور کان کا درد سمجھ کر کانوں میں تیل ڈالتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن بچہ ہے کہ تڑپتا رہتا ہے اور کسی صورت خاموش نہیں ہوتا ایسے وقت پر اگر بچہ روتا اور اپنی دونوں ننھی ننھی ٹانگیں اوپر کی طرف سکیڑتا دیکھو تو سمجھ لو کہ جائے پیشاب کی طرف تکلیف ہے۔ بعض مائیں لاپرواہی سے بچے کو پیشاب کروا کے آب دست نہیں کرتیں۔ بلکہ دوسرا کلوٹ بدلنے پر اکتفا کرتی ہیں۔ اس طرح چند مرتبہ کے پیشاب لگنے سے بچے کا نازک و نرم جسم نہایت سرخ اور متورم ہو کر جلن اور سوزش سے بچے کو بیتاب کر دیتا ہے اور اس پر مزید پیشاب کا لگنا گھاؤ یا زخم پر نمک کا کام کرتا ہے۔ اور بچہ گھنٹوں تڑپتا ہے۔

ایسی حالت میں اگر سردی سخت ہو تو نیم گرم ورنہ ٹھنڈے پانی میں چھ ماشے رسوت گھول کر ایک لوٹا بھر لیں۔ اور بغیر ہاتھ لگائے پانی کی دھار سے آب دست کریں اور پھر روئی سے پانی خشک کر کے بورک پاؤڈر کافی چھڑک دیں بچہ فوری تسکین حاصل کرے گا۔ اور تین چار مرتبہ کے عمل سے پورا فائدہ ہو جائے گا۔

چھوٹے بچے کے حلق میں اتفاقیہ اگر روٹی کا ٹکڑا یا کوئی پھل از قسم بیر وغیرہ۔ مصری کی چھوٹی ڈلی۔ یا لوکاٹ کی گٹھلی۔ یا کوئی اناج کا دانہ اٹک کر سانس لینا دشوار کر دے۔ اور بچہ کی آنکھیں آنسو بھر کر سرخ ہو جائیں۔ تو ایسی حالت میں۔ ماں کو چاہئے کہ حلق میں انگلی ڈال کر مدخولہ شئے کو نکالنے کی کوشش کر کے بچہ کی تکلیف میں اضافہ نہ کرے۔ کیونکہ اکثر مائیں ایسا کر کے بچہ کی جان کو خطرہ میں ڈال دیتی ہیں۔ بلکہ بچے کے منہ کو نیچے کی جانب اوندھا کر گردن یا پیٹھ کو آہستہ آہستہ تھپکنا شروع کر دیں۔ اسی طرح بچہ کھانستے ہوئے خود بخود شئے مدخولہ کو اگل دیگا۔ اور آپ کی پریشانی اس تدبیر سے فوری اثر سے دور ہو جائے گی۔

گ۔ ن۔ بنت ڈاکٹر ابو الفضل

خانہ داری
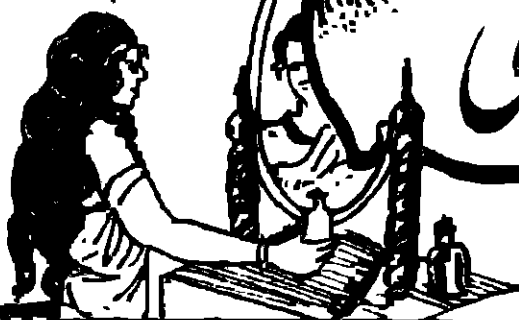
جس میں سنگھار و آرائش بھی شامل ہے

جسم کی دلکشی۔ بدن موزوں ہو تو آدمی پر دلکشی سی آجاتی ہے۔ بدن موٹا ہونے لگے تو بھدا معلوم ہوتا ہے اور عمر بھی زیادہ معلوم ہوا کرتی ہے۔ لیکن خواہ مخواہ موٹاپے کے پیچھے بھی نہ پڑنا چاہیے۔ ایک خاص حد تک موٹاپا بھی جسم کی خوبصورتی کے لئے ضروری ہے۔ موٹاپا وہ ہے کہ جسم ڈھیلا ڈھالا ہو بیڈول ہو اور مضبوطی نہ پائی جائے۔ اس کے لئے کھانے کی احتیاط ضروری ہے۔ نشاستہ والی چیزیں جیسے آلو، پیسٹری، مٹھائیاں ترک کر دینی چاہئیں خوب پیٹ بھر کے کھانا کھایا جائے۔ تھوڑی سی بھوک باقی رہنے دی جائے۔ ورزش بھی کرنی چاہئے۔ صبح اُٹھتے ہی گرم پانی کا ایک گلاس پی لینا چاہیے۔

سر پیچھے کو کر کے منہ کھولنا اور بند کرنا چاہیے اور ٹھوڑی آگے کو رکھنی چاہئے۔ اس سے ٹھوڑی پھیلنے نہیں پاتی۔ فرش پر لیٹ کے پاؤں جوڑ لو اور ٹانگیں اونچی کرو اور اسی طرح فرش تک آہستہ آہستہ لے جاؤ۔ اس سے پیٹ پھیلنے نہیں پاتا۔ فرش پر کندھوں کو تان کے لڑھکتے پھرنا جوڑوں کو ہموار رکھتا ہے۔ اس میں اس کا خاص خیال رہے کہ جسم کا زیریں حصہ زمین سے خوب مس کرتا جائے۔ یہ گویا ایک قسم کی جسمانی استری ہے جس سے فضول گوشت دب جاتا ہے۔ بازوؤں کو گودھا اور ملنا چاہیے اس سے وہ ہموار رہتے ہیں اور موٹے ہو کے بدنما نہیں ہوتے۔ کھانے میں یہ احتیاط رکھو کہ نہ بالکل کم ہو نہ زیادہ۔ ہر بات میں اعتدال مدِنظر رکھو۔ یہ نہ ہو کہ کھانا بالکل زاہدوں کا سا کر دیا جائے اور ورزش سخت کرنی شروع کر دی جائے۔ یہ مضر ہے۔

چھریرہ بدن گداز۔ موٹاپے کو دور کرنے کا شوق آج بھی جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے اور اس پر عجیب عجیب چہ میگوئیاں اور رموشگافیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن اس مضمون کی طرف بہت کم توجہ ہے کہ سٹک جیسی عورت بھی کسی کی نظروں میں کھبتی ہے۔ سپاٹ بدن کسی کو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایسے جسموں پر اگر گوشت آجائے تو جسم میں موزونیت پیدا ہو جائے اور آدمی خوبصورت معلوم ہو۔

ایسی عورتوں کی مشکلات کا اندازہ وہی بخوبی لگا سکتی ہیں جو موسمی یا لنگڑے بخار میں مبتلا ہو چکی ہوں۔ نوجوان لڑکیاں بھی بہت سا وزن کھو بیٹھتی ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بدنما معلوم ہونے لگتی ہیں، تناسب اور خوبصورتی رفوچکر ہو جاتی ہے۔

پتلے بدن کو موٹا کرنے کے لئے زیادہ غذا کی ضرورت نہیں جیسے موٹاپے کو دور کرنے کے لئے فاقے

غیر ضروری ہیں البتہ اس بات کی ضرورت ہے کہ معدہ اچھی حالت میں رکھا جائے تاکہ جو کچھ کھایا جائے ہضم ہو کے جزو بدن بن جائے۔ معدہ درست حالت میں نہ ہو تو وہ چیزیں کھانی چاہئیں جو آسانی سے ہضم ہو سکیں۔

جو کی روز رات بھگو کے اُن کا مغز نکال لینا چاہئے اس کی روٹی مفید ہوتی ہے۔ کچے انڈے۔ شہد۔ مکھن، دلیا اور آئس کریم غذا میں زیادہ شامل کرنے سے بدن گداز ہونے لگتا ہے۔ علاوہ ازیں گرم دودھ کے تین گلاس دن بھر میں چُسکی سے آہستہ آہستہ پینے چاہئیں اگر سوتے وقت دودھ کے آخری گلاس میں کوئی پیٹنٹ غذا ملائی جائے نیند خوب آتی ہے اور یہ گداز کرنے کے لئے بڑی ضروری چیز ہے۔

ایک مشہور ڈاکٹر نے جسم موٹا کرنے والوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ روزانہ دوپہر کے کھانے سے پہلے زیتون کے تیل کا ایک چمچہ پیا کریں۔ سردیوں میں سالٹ اور مچھلی کے تیل بھی بڑے مفید ہیں۔ شروع میں یہ موٹا کرنے والی چیزیں تھوڑی مقدار میں کھائی اور آہستہ آہستہ بڑھانی چاہئے ورنہ جگر میں تکلیف بڑھنے کا اندیشہ ہے جو کہ فائدہ کی بجائے نقصان اور تکلیف ہونے کا باعث ہو جائیگا۔

خوبصورتی بڑھانے کے لئے دن میں کم از کم پانچ گلاس پانی ضرور پینا چاہئے۔ موٹاپے کی متلاشی عورتوں کو اس سلسلہ میں دو باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے کیونکہ یہ نہایت مفید ثابت ہوں گی۔ سادہ پانی کی بجائے اگر جو کا پانی استعمال کیا جائے تو چہرہ کی خوشنمائی کے علاوہ جسم کی گدازی میں بڑا زود اثر ہے۔ دوسرے پانی نلکی کے ذریعہ پیا جائے۔ اس سے پچکے ہوئے گال پھول جاتے ہیں۔

چونکہ فکرمند اور چڑچڑے مزاج کی عورتیں موٹی نہیں ہوتیں انہیں دن بھر میں دو یا تین مرتبہ پلنگ یا لمبی آرام کرسی پر لیٹ کر اور بدن کو بالکل ڈھیلا ڈھالا ڈال دینے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ دوپہر کو کھانے کے بعد قیلولہ سخت پابندی سے کرنا چاہئے۔ رات کو نو گھنٹے سونا چاہئے۔ یہ تدابیر ہیں جو مفید پڑتی ہیں۔ اب نسخے لیجئے۔ پتلا منہ اور گردن بہت کچھ گداز بنائی جا سکتی ہے اگر مندرجہ ذیل لیپ ہفتہ میں ایک یا دو دفعہ لگایا جائے۔ ایک انڈے کی زردی روغنِ زیتون ایک چمچہ کے ساتھ پھینٹو۔ منہ اور گردن پر لیپ کر دو اور آدھ گھنٹے لگا رہنے کے بعد ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالو۔

لینولین (روغنِ اون) Lanoline ایک حصہ۔ روغن دو حصہ کو خوب گھوٹ لو اور اسے گردن بازوؤں اور ٹانگوں پر مالش کیا کرو۔ مالش کے تیل کے لئے ہر روز غسل کے بعد جسم میں مَل مَل کر جذب کرنا چاہئے مندرجہ ذیل تیل خوشبودار ہے اور بدن میں اچھی طرح ملنے سے جلد جذب ہو جاتا ہے۔ روغن بادام ۱/۲ اونس۔ روغنِ زیتون ایک اونس۔ روز واٹر (گلاب کا پانی) ایک اونس۔ عطر گلاب ۱ قطرے شیشی میں ڈال لو بوقت ضرورت خوب ہلا لینا چاہئے رات کو اور صبح کے وقت گہرا سانس لینا بھی پتلے جسم کو گداز کرتا ہے۔ سپاٹ سینہ درست کرنے اور نظر آنے والی ہنسلی کی ہڈیوں کو چھپانے کے لئے یہ ورزش بے نظیر ثابت ہو گی۔ دروازہ کے سامنے کھڑی ہو کر ہتھیلیاں

اسپر رکھ لو۔ ایک گہرا سانس لو اور آہستہ آہستہ باہر نکالو اور جسم کو آگے کی طرف جھکاتی جاؤ حتیٰ کہ کہنیاں دروازہ سے چھوٹنے لگیں۔ آرام لے لے کے پانچ دفعہ یہ مشق کرو۔

آگ یا پانی سے جلنا۔ آگ یا گرم پانی بدن میں بڑی سخت تکلیف پیدا کرتے ہیں۔ خراب نتائج سے بچنے کے لئے اسکے خانگی علاج سے واقف ہونا ضروری ہے۔ آگ کے مقابلہ میں گرم پانی سے جلنا زیادہ تکلیف دہ ہے اس کے جلد پر لگے رہنے اور زیادہ نقصان پہونچانے کا احتمال ہے۔ بظاہر جلی ہوئی جگہ کم معلوم ہوتی ہے لیکن اس کی وسعت زیادہ ہونی ممکن ہے۔ اگر جلن شدید ہے تو حادثہ کے فوراً بعد صدمہ کا اثر محسوس ہونے لگتا ہے۔ نبض پتلی پڑ کر تیز چلتی ہے اور سانس تیز اور اوپری ہوتا ہے درجۂ حرارت اوسط سے نیچے جاپڑتا ہے اور چہرہ پر زردی اور بے رونقی آجاتی ہے۔ معمولی جلن کی صورت میں صدمہ ہلکا ہوتا ہے اور یہ جلد دور ہو جاتا ہے۔ صدمہ کی وسعت کا اثر عمر پر منحصر ہے۔ بچوں اور بڑی عمر کے آدمیوں پر جلن کا زیادہ صدمہ پڑتا ہے اور صدمہ کی سختی زخم کی گہرائی کی نسبت اُس کی وسعت پر منحصر ہے۔

جلن تین قسم کی ہو سکتی ہے معمولی حالت میں جلد اوپری اوپر سُرخ ہو جاتی ہے اور جلد ضائع نہیں ہوتی۔ دوسرے درجہ پر جلد پر پھپکی پڑ جاتی ہیں اور شدید صورت میں جلد مختلف درجہ میں ضائع ہو جاتی ہے۔ ان کے علاج ان کی شدت کی نوعیت کے ساتھ مختلف ہے۔ معمولی جلن کا علاج گھر پر ہو سکتا ہے جس کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ بیرونی ہوا نہ لگے اور تکلیف بھی دور ہو جائے اور سمیت پیدا نہ ہونے پائے معمولی جلن کی صورت میں سٹارچ اور بورک ایسڈ مساوی مقدار میں ملا کے چھڑکنے اور کاٹن وول (نرم روئی) کا پھاہا بیکر کی سے باندھ دینے سے جاتی رہتی ہے۔ گرم پانی میں ایک بڑا چمچہ سوڈا بائیکاربونیٹ بھر کے ملا کے جلا ہوا حصہ ڈبونے سے تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ اگر جلنے سے جلد پھٹ جائے تو احتیاط کی ضرورت ہے۔ تیل لگانے کا عام رواج ہے اور اس سے تکلیف میں کمی آرام آجاتا ہے لیکن جراثیم سے حفاظت حاصل نہیں ہوتی۔ آج کل تیل لگانے کو ترک کرکے ٹینک ایسڈ Tannic Acid کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ شفاخانوں میں بڑے پیمانہ پر جاری ہے لیکن اب بطور خود لگانا بھی رائج ہوتا جا رہا ہے اس سے سمیت پیدا نہیں ہونے پاتی اور تکلیف بھی دور ہو جاتی ہے۔ یہ قرصوں یا سفوف کی شکل میں ملسکتا ہے جسے پانی میں گھول لیتے ہیں۔ پھر صاف روئی یا روئیں دار کپڑا اس میں ڈبو کے مقام سوزش پر لگایا جاتا ہے۔ چہرہ کے زخم کی صورت میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ آنکھوں کے قریب پانی نہ جانے پائے۔ تازہ بتازہ طریقہ اور بھی رائج ہونے لگا ہے۔ ایکری فلیون Flavine کا تیار شدہ پانی ٹینک ایسڈ کے مقابلہ میں یہ فوقیت رکھتا ہے کہ وہ آنکھوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا اور چہرہ پر بے تکلفی لگایا جا سکتا ہے۔

خانگی ٹوٹکے۔ شربت ناپنے کے برتن کو اُبلتے ہوئے پانی سے گیلا کرنے سے شربت آسانی سے ناپا جا سکتا ہے۔

(۲) تھوڑی سی ریہ سرکہ میں اُبال لو یہ ہر قسم کے داغ کپڑے سے دور کر دیتی ہے (۳) جاذب کے ٹکڑے تارپین کے تیل میں بھگو کے کپڑوں میں رکھنے سے کیڑا نہیں لگتا (۴) کھڑکیوں اور دروازوں پر سرکہ ملنے سے مکھی اور مچھر کمرہ میں نہیں گھستے۔ (۵) چمڑے سے منڈھے ہوئے سامان کو روغن السی میں روغن تارپین ملا کے لگانا چاہئے۔ (۶) زرد جوتے کیلے کے چھلکے سے خوب صاف ہوتے ہیں۔ زرد جوتہ پر آلو مل کے سیاہ پالش لگایا جائے تو سیاہی اچھی آجاتی ہے۔

محمد ظفر

پولس کو بلانیوالا آلہ۔ فرانس میں ایک آلہ طیار ہوا ہے جو معمولی قیمت میں یا ماہواری قسطوں پر ڈاک خانہ سے لیا جا سکتا ہے۔ دروازہ یا کھڑکی میں ایک پوشیدہ تار ٹیلیفون سے جڑا ہوتا ہے اور اس کا تعلق ایک نہایت چھوٹے سے گراموفون سے ہوتا ہے۔ تار کو چھوتے ہی بجلی کی رو سے باجہ چلنے لگتا ہے۔ اس کی رکابی میں مالک مکان کا نام ہوتا ہے جس کی خبر فوراً تھانہ میں پہنچ جاتا ہے۔ چور کو خبر بھی نہیں ہوتی اور پولس نام سنتے ہی مکان پر آدھمکتی ہے اور چور پکڑا جاتا ہے۔

روشن جسم۔ اٹلی کی ایک عورت کے متعلق پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اس کے جسم سے روشنی کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ وہ بیمار رہتی ہے اور غالباً اس روشنی کا اس کی خاص بیماری سے کچھ تعلق ہے۔ حال میں وہ سو رہی تھی اس کے منہ کے آگے روشنی کا ایک قطعہ دیکھا گیا جو سانس کے ساتھ ساتھ ہلتا جلتا تھا۔ اس کی تصویر لینے کی کوشش کی گئی مگر تصویر نہیں آئی۔

سالونیکا میں ایک ڈاکیہ کا پتہ چلا ہے جس کے جسم سے روشنی نکلتی ہے۔ اندھیرے کمرہ میں اس کی موجودگی سے اجالا ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ایسے آدمی پہلے بھی ہوتے رہے ہیں۔ ایک طالب علم کی یہ حالت تھی کہ جب وہ بجلی کا قمقمہ ہاتھوں سے رگڑتا تو قمقمہ جل اٹھتا تھا۔ ایک اور شخص اٹلی میں السانڈا تھا جب بیمار ہوتا روشنی کی شعاعیں خارج کرتا تھا

ورجینا کے توہمات۔ ورجینا امریکہ کی ایک ریاست ہے۔ یہاں باوجودیکہ لوگ نہایت مہذب اور ترقی یافتہ ہیں بعض توہمات عجیب و غریب ہیں۔ مونگا کا تکیہ اور اس قسم کے خون جاری ہونے کو مفید ہے۔ کپڑے سے چکنی رکابیاں پونچھ کر بچہ کے منہ پر مل دیں تو ام الصبیان جاتا رہتا ہے۔ کنگھی کرتے وقت جو بال گر جائیں جلا دئے جائیں ورنہ جو پرند انھیں اٹھا کے گھونسلے میں لے جائیں گے جب تک ان کے بچے بڑے ہو کر گھونسلے سے چلے نہ جائیں سر میں درد رہیگا۔ بچوں کے ناخن دانتوں سے کاٹے جاتے ہیں تاکہ وہ بڑا ہو کے چور نہ بنے۔

افغانستان کی علمی ترقی۔ مولانا مہر نے افغانستان کی خوب سیر کی۔ انھوں نے ثابت کیا ہے حضرت شہید نادر شاہ کے چار سالہ دور حکومت میں افغانستان نے نہایت زبردست ترقی کی ہے۔ تعلیم کے متعلق تو کمال کر دیا ہے۔ انھوں نے تین مدرسے دیکھے ایک میں فارسی اور فرانسیسی سکھائی جاتی ہے۔ بارہ جماعتیں ہیں۔ بی۔ اے تک کی تعلیم ہے چھ پروفیسر فرانسیسی ۱۰، افغان ایک مصری ہے۔ اس میں ۲۷۵ طلبا ہیں۔ دوسرے میں فارسی کے ساتھ جرمنی پڑھائی

جاتی ہے۔ ۲۱ جماعتیں ہیں۔ ۷ پروفیسر جرمنی۔ ۱۶ افغان ہیں۔ طلبا ۶۰۰ ہیں۔ تیسرے میں صنعتیں سکھائی جاتی ہیں۔ کسی مدرسہ میں فیس نہیں لی جاتی۔ کتابیں اور کاپیاں حکومت دیتی ہے۔ اور کھانا حکومت اپنے پاس سے دیتی ہے۔ ایک میز پر مدرسہ ہی میں امیر و غریب بچے ساتھ کھانا کھاتے ہیں تاکہ گھر آنے جانے میں وقت ضائع نہ ہو۔ غریب طلبا کو وظیفہ دئے جاتے ہیں جو گیارہ روپیہ افغانی سے ۵۰ روپیہ افغانی تک ہوتا ہے۔ یورپ و امریکہ میں بھی تعلیم کا ایسا زبردست اور حوصلہ افزا انتظام نہیں۔ صنعت و حرفت کے مدرسے کے طلبا کی بنائی ہوئی ایک میز شاہ کابل نے ۴۰۰ روپیہ میں خریدی۔ ایک الماری شاہ محمود خاں صاحب نے ایک ہزار روپیہ میں مول لی۔ افغانستان میں ایک روزانہ اخبار نکلتا ہے جس کا نام اصلاح ہے ایک مشہور ہفتہ وار اخبار انیس ہے۔ کئی ماہوار رسالے نکلتے ہیں۔ مختلف مذاق کے مختلف رسالے ہیں۔ تجارت کا الگ علمی الگ۔ لشکر کا الگ۔ اس کا نام "اُردوئے افغان" ہے اور بہت دلکش اور دلچسپ ہے۔ ایک علمی مجلس کی طرف سے "مجلہ کابل" نکلتا ہے جس کا سالنامہ اس قدر خوبصورت ہے کہ ہندوستان میں تو کیا یورپ و امریکہ میں بھی اس کے خاص نمبروں اور سالناموں کا جواب نہیں مل سکتا۔ صنعتی مدرسہ میں قالین بافی، مصوری، معماری، نجاری وغیرہ سکھائی جاتی ہے۔

عورت کا کارنامہ۔ قراقرم کی مہم میں ایک عورت مسز ڈہر نغر نتھ شامل تھی۔ پہاڑ پر ۲۲ ہزار فٹ کی بلندی پر چڑھ کے اس نے نام پیدا کیا ہے کوئی عورت اس سے پہلے اتنی بلندی تک نہیں گئی۔ برف نے اُسے اندھا کر دیا اور بھوک نے اسے بُری طرح ستایا۔ تین دن یہ کیفیت رہی لیکن مرد ساتھیوں کے ساتھ اس نے ان سب تکالیف کو استقلال سے برداشت کیا۔

ترکی عورتوں کی ترقی۔ آج کل انقرہ اور اسلامبول میں ۱۵ عورتیں مجسٹریٹ ۱۲ وکیل آٹھ ڈاکٹر ۵ کیمیا داں چار میونسپل کمشنر ۲ یونیورسٹی پروفیسر۔ آٹھ سو مختصر نویس اور ٹائپ نویس سرکاری محکموں میں کام کر رہی ہیں۔ بنکوں اجارہ کے انتظاموں اور عام نوکریوں میں ۱½ ہزار سے زیادہ عورتیں ملازم ہیں۔ ۲۰ ہزار سے زیادہ عورتیں اور لڑکیاں ان دونوں شہروں کے کارخانوں میں کام کرتی ہیں۔ سمرنا اوانہ بیبرنڈ اور سمسون میں خشک میوہ وغیرہ کارخانوں میں کام کرنے والیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

۱۵۵ سالہ بڑھیا یکوسلوویہ کے ایک گاؤں میں ایک ۱۵۵ سالہ عورت رہتی ہے جس کے سات بچے ۱۲۰ سال پیشتر پیدا ہوئے تھے۔ جو سب کے سب اس کی زندگی میں عمر طبعی کو پہنچ کے مر گئے ٹاؤن کے قریباً سارے باشندے اس کے سامنے کی نسل کی پانچویں یا چھٹی پشت کے ہیں۔ اس سے پوچھا کہ آج کل کی لڑکیوں کی بابت اس کی کیا رائے ہے اُس نے جواب دیا کہ میں جب لڑکی تھی میں روزانہ سو بکریوں کا دودھ دوہتی تھی۔ آج کل کی لڑکیاں بیس سے زیادہ نہیں دوہ سکتیں۔ وہ کہتی ہے کہ میں اب جینے سے اُکتا گئی ہوں اور مرنا چاہتی ہوں۔

چینی عورتیں۔ گذشتہ دس سال میں چین میں مغربی اثرات ترقی پر ہیں۔ دکانوں میں موجودہ زمانہ کی ہر قسم کی چیز نظر آتی ہے۔ جن علاقوں میں انگریز نہیں رہتے وہاں ایسی چیزوں کے معنے صاف ہیں کہ وہاں والے استعمال کرتے ہیں۔ موٹریں بائسکلیں بھی خوب چلتی ہیں۔ اکثر شہروں اور قصبوں میں ٹیلیفون جاری ہے۔ جہاں موٹروں کا زیادہ رواج

سڑکیں اچھی بنتی جاری ہیں۔ چینی انگریزی لباس بھی پہننے لگے ہیں گو ان کی شکل عجیب ہو جاتی ہے۔ اکثر عورتیں بال کٹوانے لگی ہیں اور ان میں لہریں بناتی ہیں۔ پاؤں میں آہنی جوتی ڈالنے کا رواج کم ہونا شروع ہو گیا ہے۔ معزز عورتیں لباس بھی نئی طرز کا پہننے لگی ہیں۔ اور باہر نظر آتی ہیں حالانکہ پہلے وہ گھروں میں بند رہتی تھیں۔

پوشیدہ خزانے۔ شمالی امریکہ میں ایک جزیرہ نما لیبراڈور ہے جو انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ اس میں سونا پیدا ہوتا تھا۔ نکل، ورلوہا بے شمار تعداد میں مدفون پڑا ہے۔ یہ جزیرہ نما الگ تھلگ واقع ہے اور لوگ وہاں جاتے ہوئے کتراتے ہیں کیونکہ وہاں چٹانیں اور برف ہی برف ہے۔ مضبوط آدمی ہی وہاں زندہ رہ سکتا ہے۔ برف نہیں ہوتی تو آگ وہاں کے درختوں وغیرہ کو جلا کے خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ وہاں کے اصلی باشندے خانہ بدوش ہیں۔ جون میں جنوب کو چلے جاتے ہیں اگست میں پھر واپس آجاتے ہیں۔ بڈھے اور کمزور جنگل میں بے یار و مددگار چھوڑ دئے جانے کے مقابلہ میں اپنے عزیزوں کے ہاتھوں مار ڈالا جانا پسند کرتے ہیں وہ لوگ پرندوں اور جنگلی جانوروں کا شکار کمانوں سے کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسکیمو کہلاتے ہیں۔ اور بڑے قانع لوگ ہیں لیکن دن بدن کم ہوتے جا رہے ہیں سنہ ۱۸۹۱ء میں ان کی تعداد ۴۰ ہزار تھی ۴۰ سال ہوئے ان کی تعداد ۲۴ ہزار پائی گئی۔ وہ بہادر اسقدر ہیں کہ ان کا اکیلا آدمی صرف کتے کے ہنر سے قطبی ریچھ کا شکار کر لیتا ہے۔

فرانسیسی لڑکیاں۔ ۱۵ سال کی عمر میں فرانس کی لڑکی اپنی رفتار و گفتار میں انگریزی لڑکی کے مقابلہ میں عمر رسیدہ سی ہوتی ہے۔ وہ لباس کے معاملہ میں بڑی عقلمند ہے وہ اپنے مذاق اور کنبہ کی آمدنی کے مطابق فیشن کی پابندی کرتی ہے۔ وہ لباس ایسا پہنتی ہے جو دیکھنے میں اس کے مقابلہ میں زیادہ قیمتی معلوم ہوتا ہے۔ وہ دبلی پتلی اور سرو قد ہوتی ہے وہ بھڑکیلے لباس اور شوخ ٹوپی کو پسند کرتی ہے۔ بناؤ سنگار کم کرتی ہے۔ ہاتھوں کا خاص خیال رکھتی ہے۔ جوتوں میں بے پروا معلوم ہوتی ہے۔ اس کے جوتوں کی ایڑی چوڑی اور پنجہ پھیلا ہوا ہوتا ہے جس سے پاؤں آرام سے رہتے ہیں۔ بالوں کو درست رکھتی ہے قومی زندہ دلی کے آثار بخوبی مزاج میں پائے جاتے ہیں وہ دلیل کی دلدادہ ہے عقل سے خارج نہیں زود فہم ہے۔ اس کے دل پر اس کے دماغ کو قابو حاصل ہوتا ہے۔ وہ شادی کے بعد اپنی پہلی عادتوں کو بہت کچھ چھوڑ کے اپنی نئی زندگی کے مطابق اپنے آپ کو بنا لیتی ہے۔ شادی کو سنجیدہ نظر سے دیکھتی ہے۔ بچوں کی پرورش میں توجہ دکھاتی ہے۔ بڑی خانہ دار عورت بن جاتی ہے جنگ کے بعد اسے بھی آزادی کی ہوا لگی جس نے دوسرے ملک کی عورتوں کے دماغ خراب کر دئے مگر وہ اس حالت میں بھی بیخود نہیں ہوئی۔ وہ بالکل صاف گو بے خوف صاف دل ہے اور جس کام کو کرتی ہے خوب کرتی ہے۔

بھینگا پن۔ پانچ سو بھینگے بچوں کا معائنہ کر کے تحقیق کی گئی کہ ان کا بھینگا پن کس طرح شروع ہوا۔ یہ پتہ چلا کہ ۵۹ فیصدی ایسے بچے تھے جن کی آنکھوں کے نقص یا جسمانی خرابی سے بھینگا پن واقع ہوا۔ باقی ۴۱ فیصدی نفسیاتی وجوہ کی بنا پر یہ نقص نمودار ہوا۔ ان میں سات فیصدی محض نقل کرنے سے پیدا ہو گئے۔ چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائیوں کی ریس یا ہمدردی میں ترچھا دیکھنا شروع ہوا جس کا انجام بیچ بیچ بھینگا پن ثابت ہوا۔ اور بعض بچوں میں حسد باعث ہوا۔ عام طور نیا بچہ اس حسد کا سبب ہوا۔ بڑے بچے نے عمداً ہو کے منہ بنا لیا اور اچانک بھینگا ہو گیا۔ مقصد یہ تھا کہ بڑوں کی توجہ اس ننھے منے بچے کی بجائے پھر اس کی طرف ہو جائے۔ خوف اور صدمہ سے ۲۶ فیصدی بھینگے ہو گئے۔ رات کے اندھیرے

ہیں شراب میں جو رباب سے بچہ ڈر گیا اور صبح کو اٹھا تو بھینگا دیکھا گیا۔ باقی ایسے ہیں جو بچپن میں حالات ناموافق ہونے سے بھینگے ہو گئے

پھلجھڑیاں۔ جزائر شرق الہند میں ایک مچھلی منہ سے ایسا مادہ فوارہ کی طرح چھوڑتی ہے کہ پانی کے اوپر اڑنے والے کیڑے اس سے گر پڑتے ہیں اور وہ پانی کے اوپر ہی انھیں لپک کے نگل جاتی ہے۔

اوسطاً گھر کا کام کرنے والی عورت سال بھر میں ۲۰۵۹ من یعنی اپنے وزن سے ۱۶۰ گنا زیادہ بوجھ رکابیوں دیگچیوں وغیرہ کے دھرتے وقت اٹھاتی رہتی ہے۔

جنوبی امریکہ کے صوبہ وینزویلا میں داماد اپنی ساس سے بات نہیں کر سکتا۔ بیٹھیں گے تو دونوں ایک دوسرے کی طرف پشت کرکے بیٹھیں گے

اٹھارھویں صدی میں ایک انگریز ہوا ہے جس کی ناک ۷½ انچ لمبی تھی وہ اسے دکھا کے روپیہ کماتا تھا اتنی بڑی ناک اب تک کسی کی نہیں ہوئی

شمالی افریقہ میں الجیریا میں سے سیاہی کا دریا بہتا ہے دو چشموں کے پانی میں ایسے معدنیات ہیں جن کے ملنے سے سیاہی بن جاتی ہے

۱۵۲۴ سال پہلے چین سے ایک اخبار پیکن باؤ نکلا تھا وہ اب بند ہوا ہے۔ وہ دنیا کا سب سے پرانا اخبار تھا۔ یہ پہلے پہل ریشمی کپڑے پر چھپا کرتا تھا۔

فرانس میں مجلس مسرت بخش شادی کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی۔ جب کسی لڑکی کی کسی سے نسبت ہوتی ہے تو اس انجمن کی عورتیں منگیتر کو مختلف اوقات میں طرح طرح سے گھیرتی ہیں۔ اگر وہ ان کی طرف توجہ کرے تو اسے موزوں دولہا تصور کیا جاتا ہے ورنہ لڑکی نسبت توڑ دیتی ہیں۔

انگلستان میں عورتوں کے مردانہ شوق کا اثر یہ ہوا کہ اکثر لڑکیوں کی آوازیں مردوں کی سی ہوگئی ہیں اور بہت سی منہ پر استرا پھیرتی ہیں کیونکہ مونچھوں کے بالوں کی سیاہی نظر آتی ہے۔

قطب شمالی میں لیپ لینڈ ایک برفانی ملک ہے۔ اس کی برف میں ایک درخت اگتا ہے جس کا نام ٹولا اورڈورا ہا ہے۔ اس کی جڑیں برف کی موٹی تہ میں سے نیچے کا پانی کھینچ لیتی ہیں۔

ایک مکھی ۲۰ ہزار بچے دیتی ہے اور ان میں سے ہر ایک پھر ۲۰-۲۰ ہزار بچے دیتی ہے۔

انگلستان میں ۷۲ سالہ مرد اور ۷۰ سالہ عورت کا بیاہ ہوا ہے۔ ۵۰ برس ہوئے دونوں ۵ سال تک منسوب رہے لیکن شادی محض دو وجہ سے نہ ہو سکی کہ یہ تو اپنا گاؤں چھوڑنا نہ چاہتا تھا اور عورت دنیا کی سیر کی خواہشمند تھی۔ اس عرصہ میں مرد کی دو شادیاں ہوئیں اور اس عورت کی ایک۔

امریکہ میں ایک برش ایجاد ہوا ہے جس میں الٹا پاؤ روغن بھر لیا جاتا ہے۔ سرے پر نمدہ کا گچھا لگا ہوتا ہے۔ رنگ یا روغن اس وقت تک پہنچتا رہتا ہے۔ جب روکنا منظور ہو تو بالسری کے سے ایک سوراخ پر انگلی رکھ دیتے ہیں۔ روغن اور نقش و نگاری کا کام کرنے کے بعد یہ نمدہ کی ٹوپی پھینک کے دوسری دفعہ نئی ٹوپی لگا لی جاتی ہے۔

ایک بنگالی عورت ۱۰۴ برس کی عمر میں ابھی مری ہے۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا اس وقت ۷۳ سال کا ہے اور دوسرا ۶۷ کا۔ اس کی تین پشتیں ہیں جو تعداد میں ۷۰ ہیں۔

کابل میں ۱۴ قسم کے قندھار میں ۴۰ قسم کے اور ہرات میں ۶۲ قسم کے انگور ہوتے ہیں۔ شمالی افغانستان میں خربوزے ایسے نازک ہوتے ہیں کہ اگر کوئی گھوڑے پر سوار کھیت کے پاس سے گزر جائے تو سموں کی دھمک سے پھٹ جاتے ہیں۔

ایک لڑکی کی شادی سے انگلستان میں ایک ماں سخت ناراض تھی۔ اس نے بیٹی کو بددعا دی چنانچہ جس جس مرد نے اس سے شادی کا ارادہ کیا مر مر گیا۔ اب تک ۴۴ آدمی مر چکے ہیں۔

محمد ظفر

جوہر نسواں
دہلی
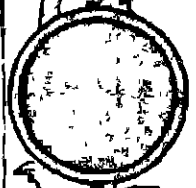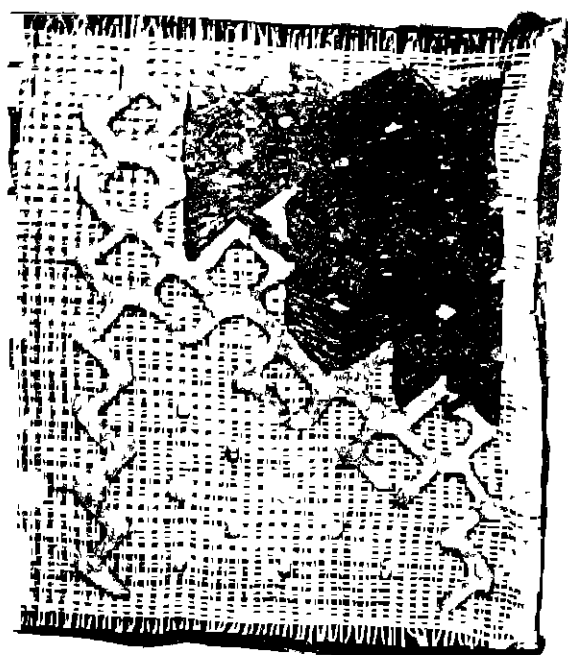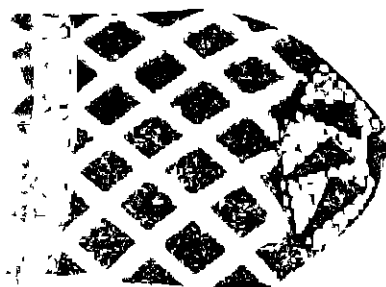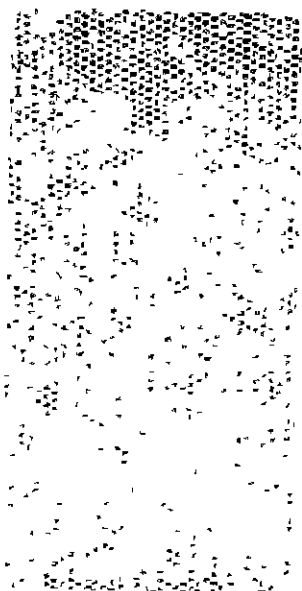
بزم عصمت کے متعلق

آج کل تقریباً ہر زنانہ رسالہ میں حسب گنجائش یا ضرورت دو تین صفحے ان ناظرات کے لئے وقف ہوتے ہیں کہ خواتین ان سے مستفید ہوں۔ اور اپنی ضروریات میں دوسری بہنوں سے مدد و مشورہ لے سکیں۔ چنانچہ بہنیں ان صفحوں سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اکثر بہنیں اپنے ذاتی رنج و راحت کے واقعات بھی بھیجتی ہیں بعض لوگ اسے اچھا نہیں سمجھتے لیکن میرا خیال ہے کہ چونکہ رسالے کی سب خریدار بس یہ بہنیں ہی ہوتی ہیں اور عصمت اور تہذیب ایسے رسالے ہیں۔ کہ ان کے خریداروں کے درمیان درحقیقت ایک خاص تعلق پایا جاتا ہے اس لحاظ سے اپنے ذاتی رنج و راحت کے واقعات لکھنا کچھ ایسا ناموزوں نہیں۔

البتہ استفسارات کے باب میں ہم کو اپنی بہنوں سے درخواست کرنی چاہئے کہ وہ اس میں احتیاط سے کام لیں بار بار ایسے استفسارات آتے ہیں جن کے جوابات مہینہ دو مہینے قبل ہی چھپ چکے ہیں بار بار اڈیٹر صاحب کو اعلان کرنا پڑتا ہے کہ ایسے استفسارات نہ بھیجے جائیں جن کے جواب شائع ہو چکے ہیں مگر بعض بہنیں اس اعلان کا خیال نہیں کرتیں۔ دوسری چیز یہ ہوتی ہے کہ بعض مرتبہ ایسی معمولی باتیں دریافت کی جاتی ہیں جن کا جواب اگر تھوڑی سی عقل سے کام لیں تو وہ خود ورنہ اپنے ملنے جلنے والوں سے بآسانی دریافت کر سکتی ہیں۔

میرے خیال میں پہلی شکایت حافظہ کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ آجکل نسیان کا مرض اتنا بڑھا ہوا ہے کہ شاید فی صدی ایک ایسی ہونگی جنکا حافظہ ٹھیک ہو ورنہ اکثر تو ایسی ہیں کہ انہیں اپنا کھایا پیا یاد نہیں رہتا تو رسالوں کے مضامین اور نسخے کیا یاد رکھیں گی بالفرض تھوڑا بہت خیال رہا بھی کہ فلاں بات رسالے میں دیکھی تھی تو اب اگر اس کی تفصیل معلوم کرنا چاہو تو سارے رسالے الٹ پلٹ ڈالو۔ گھنٹوں ضائع ہو جائیں گے۔ پھر بہت سی بہنیں ایسی ہیں جو فائل بھی نہیں رکھتیں۔ اس لئے ان مشکلات کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ ایک نوٹ بک بنالی جائے اور جو بات کام کی نظر آئے وہ اس میں علیحدہ عنوان قائم کر کے لکھ لیں مثلاً بالوں کے متعلق نسخے الگ رنگ صاف کرنے پھائیاں مہاسے دور کرنے کے الگ دانتوں کے متعلق الگ نوٹ بک کے شروع میں ایک مفصل فہرست لگا دی جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ میں نے تو جب سے ایسا کرنا شروع کیا مجھ بہت آرام ملا۔ جب کسی چیز کے دیکھنے کی ضرورت ہوئی فوراً مل گئی۔ میں نے ہر رسالے کی کتاب الگ الگ بنالی ہے جس میں رسالوں کے نمبر کا حوالہ دیکر لکھ لیا کرتی ہوں۔ ممکن ہے بہت سی بہنوں کو اتنا لکھنا بار معلوم ہو ان کے لئے ایک تدبیر اور ہے کہ وہ کم از کم نسخے وغیرہ کا عنوان اور رسالے کا نام و نمبر نوٹ کر لیا کریں تاکہ ضرورت پڑے تو اس رسالے کے نکالنے میں آسانی ہو۔ آپ جب کوئی استفسار کرنا چاہیں تو پہلے اپنی کتاب کی تنقیح کر لیں۔ اس کے بعد رسالے میں بھیجیں اس طرح آپ ڈاک کے غیر ضروری خرچ سے اور اڈیٹر صاحب پریشانی سے بچیں گے۔

دردانہ

دستِ کرم

خدا جزائے خیر دے ان دردمند خواتین و حضرات کو جنہوں نے اس سہ ماہی میں تربیت گاہ بنات کی مالی امداد فرمائی

محمودہ بیگم صاحبہ بنت خواجہ غلام حسن صاحب جہان آباد للعہ
مس عبدالاحد خاں صاحب خلیل شاہجہانپور عہ
نواب فخر الملک بہادر حیدرآباد دکن للعہ
پروفیسر ڈاکٹر محمد صدر الدین صاحب لاہور عہ مسز رائے کے بخش صاحبہ میموں رنگون عہ - ا - وعبدالقدوس صاحب بنگلور چھاؤنی عہ ایس اے کریم صاحب امرتسر عہ محمد خادم حسن خاں صاحب شاہجہانپور عہ بڑی رانی صاحبہ نان پارہ عہ مسز خان بہادر قریشی صاحبہ میرپور خاص سندھ عہ نذیر احمد خاں صاحب رینجر بیلی بھیت عہ محمد ابراہیم حاجی داؤد صاحب شاپگری عہ حاجی عیسیٰ عبدالستار صاحب کوچین عہ قاضی ابراہیم غلام علی صاحب مبئی نمبر ۳ عہ بی این حسن ابراہیم ابوبکر صاحبہ پی ٹی مدراس عہ مسز ایس حامد علی صاحب آگرہ عہ بیگم محمد غوث محی الدین صاحب ہامین چلی وزاگاپٹم عہ نواب غازی جنگ بہادر حیدرآباد دکن للعہ احمد خاں صاحب جی آئی پی کانپور عہ بیگم انور علی صاحب قدوائی عہ ہمشیرہ آل احمد صاحب سرور علیگڈھ عہ محمد سعید صاحب ملٹن کانپور عہ محمد اکبر علی صاحب بی اے بنارس للعہ مسز فضل الدین صاحب گوجرانوالہ عہ قاضی ابراہیم علی غلام علی صاحب پوہلاؤ علاقہ کلایہ۔

راشد الخیری

تربیت گاہ بنات۔ کوچہ چیلان دہلی

بزمِ عصمت

عصمتی بہنوں کو خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ میری پیاری سہیلی امۃ اللہ بیگم کی شادی کتخدائی جناب عبدالعلیم صاحب بی۔ اے علمدار کے ساتھ ۲۹ جولائی ۱۹۳۴ء کو بخیر خوبی انجام پائی۔ دعا ہے کہ پیاری بہن اور بھائی صاحب ہمیشہ خوش و خرم شاد و آباد رہیں میں اس خوشی میں عصمت کو ایک خریدار دیتی ہوں۔

حامدہ افروز لیون گرمی بنگلور

نہایت افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دیتی ہوں میری پیاری پھوپھی خورشید بیگم بنت نواب امیر اللہ خاں صاحب رئیس میرٹھ ایک سال دس ماہ بیمار رہ کر ۲۳ اکتوبر کو ہم سب کو داغ مفارقت دے گئیں مرحومہ کے والدین اور ہم سب کو شادی کا ارمان رہا مرحومہ عصمت کی پرانی قدردان تھیں۔ ابھی یہ غم کم نہ ہونے پایا تھا کہ میری پیاری چچازاد بہن حمیدہ خاتون الماس بنت اسلام حامد خان صاحب نے ۷ نومبر کو بوقت صبح چار بجے انتقال کیا مرحومہ نے اپنی نشانی ایک پیاری بچی گیارہ ماہ کی چھوڑی ہے مرحومہ عصمت کی مضمون نگار بھی تھیں عصمتی دسترخوان کشیدہ کاری وغیرہ کتابوں کی تیاری میں بھی حصہ لیا تھا اور ابھی شادی کو پورے دو سال بھی نہ ہوسکے تھے۔ اگر کوئی بھائی یا بہن دونوں کی تاریخ وفات لکھدیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔

غمزدہ نور جہاں بیگم بنت اسلام احمد خان دیر دون

میں نہایت رنج و ملال کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری ۲۲ سالہ نوجوان لڑکی رنجگی کے بعد یکایک حرکت قلب کے بند ہوجانے سے انتقال کر گئی قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون بروز جمعہ ۷ اپریل بنات کی نادار بچیوں کے لئے مرحومہ کے چند جوڑے کپڑے اور ۵ روپے کی حقیر رقم روانہ کرتی ہوں تاکہ مرحومہ کے لئے دعائے خیر اور اس کے ڈیڑھ سالہ بچے کی درازی عمر کے لئے دعا کریں

اہلیہ محمد امین اللہ ای ہوا ے۔سی

آہ میں کس دل سے عصمتی بہنوں کو یہ خبر سناؤں کہ میری جان

ہے تا دو حیرہ باجی ر حسن بانو عزت دولا ری بیگم نے بعمر ۲۲ سال
ماہ اکتوبر کو انتقال کیا لشانی ایک دو سالہ لڑکی چھوڑی ہے
حسنی ... سے التجا ہے وہ ایک ایک پارہ قرآن شریف
پڑھکر مرحومہ کو ثواب پہونچائیں۔

اقبال بیگم عزت حسیلہ بیگم پٹنہ

ماہ اکتوبر کے پرچہ عصمت میں کرمہ بہن نور افروز حنیفہ خاتون
بدایوں نے مرکا مہ آئینہ کا پتہ و قیمت دریافت کی ہے۔ آئیل نذر
مسز عبد الرزاق اینڈ کو عابد روڈ حیدر آباد دکن سے بذریعہ وی
پی طلب فرمالیں جس کی قیمت فی شیشی مبلغ ... سکہ حالی ہے۔

مسز سید محمد یونس صاحب انجینیر نگم پلی

بہن نور افروز حنیفہ خاتون بدایوں کو معلوم ہو
مکا سرآیئل کی قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے اور اس کا پتہ
ہے۔ ڈی سید عثمان اینڈ کو زال مارکیٹ اسکوائر بنگلور

ح۔ ب از بنگلور

بزم عصمت میں مسز نواب لیڈن بوگشا افریقہ نے اپنے
فرزند کے سینہ کی کمزوری کی بابت جو نسخہ طلب کیا ہے
Scotts Emulsion کا استعمال کرائیں میری آزمودہ
نہایت مجرب اور بہت مفید ہے۔

مسز ڈاکٹر شریف خاں بریلی

بہن ... صاحبہ نے اپنے چچا زاد بھائی کے
لئے تاریخی نام دریافت کیا ہے۔ دو نام لکھتی ہوں

صغیر احمد ۱۳۵۴ مظفر عباس ۱۳۵۴

فقط روشن آرا بیگم انبالہ شہر (پنجاب)

ایک بہن نے برقعہ میں ہیٹ کے متعلق دریافت کیا ہے
میرا خیال ہے کہ نقاب میں ہیٹ موزوں نہیں معلوم ہوتا۔
اور برقعہ ڈھلتے وقت مشکل ہوگی ہیٹ کی بجائے کپڑے کے اندر
اگر ڈک دیا جائے جو کہ کوٹ وغیرہ اور شیروانی کے کالر میں سخت
ہونے کو اندر دیا جاتا ہے تو زیادہ بہتر اور خوبصورت ہوگا
اور آسانی سے ڈھل بھی سکتا ہے جس طرح عورتوں کو خدا نے
نرم و نازک بنایا ہے اسی طرح ان کا لباس بھی نرم و خوبصورت
ہونا چاہئے ہیٹ کی ٹوکری تو کچھ مغربی ہی عورتوں کو زیب دیتی
ہے

قدسیہ عطاء الرحمن آرہ

محترمہ مس جان محمد افضل ... کی خدمت میں
عرض ہے کہ اپنے والد کے ہوئے ہیں رات کو سوتے وقت اگر
دو ایک ... روغن چنبیلی یا روغن گل ایک گھنٹے تک برابر ملیں ایک
ماہ تک مل کر دیکھیں انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

قدسیہ عطاء الرحمن آرہ

خریدار نمبر ۱۲۱ نے پتھر کے جیو کو دریافت کیا ہے میں نے
اندور میں پتھر کے جیو کو تلاش کیا وہ یہاں دستیاب ہوتا ہے
۸۔۰۰ ۵۔۰۰ ۳۔۰۰ روپے تولہ چار قسم کا ہوتا ہے اگر آپ کو
اشد ضرورت ہو تو اطلاع دیں۔

خریدار نمبر ۴۵۷۹ بذریعہ دفتر عصمت دہلی۔

بہ استفسار بہن نجم النساء بیگم صاحبہ امتیازی عرض ہے انکی
... صاحبہ کو مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کرائیں۔ بلیلہ سیاہ تولہ
نیلا تھوتھا ایک تولہ نوشادر ساڑھے سات تولہ ... ایک تولہ
سنگ ... ساڑھے تیرہ تولہ سب دواؤں کو باریک
کر کے کسی لوہے کے برتن میں آملہ کے پانی میں بھگو دیں پھر
دو روز کے بعد ان کو خوب گھوٹ کر گولیاں بنا کر سایہ میں خشک
کر کے رکھیں۔ بوقت ضرورت مناسب گولیاں آملہ کے پانی
میں بھگو کر بالوں پر لگا کر برگ ارنڈ یا برگ انجیر باندھ دیں۔
تھوڑے عرصہ بعد کھول کر دھو دیں اور چنبیلی کا تیل بالوں
میں لگائیں عمدہ سیاہ رنگ چمکدار ہو جائیگا

بیگم میر جعفر دیولالی

عرصہ سال بھر کا ہوا چند روز بیمار رہنے کے باعث میری آنکھوں
کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے کچھ دن مطلق علاج کا خیال نہ کیا لیکن
وہ سیاہ حلقے اب مستقل ہو گئے ہیں برائے مہربانی کوئی بہن یا
بھائی مجرب علاج یا دوا لکھکر بذریعہ عصمت مطلع فرمادیں ممنون
ہونگی۔

صالحہ مخفی ...

میری نند کی عمر قریباً ۲۰ سال ہے ان کے ہاتھ اور پاؤں پر زخم ہیں جن کو عام لوگ چنبل کہتے ہیں۔ عرصہ قریباً ۵ سال کا ہوا ہے ہر قسم کا علاج کیا گیا ہے مگر وہ موذی مرض جڑ سے نہیں جاتا ہے شدید ہو بعض بعض وقت آرام ہو جاتا ہے اور پھر مرض ہو جاتا ہے زخم پھٹ جاتے ہیں پانی رِستا ہے اور بہت تکلیف ہوتی ہے۔ براہ مہربانی کوئی بہن یا بھائی کوئی ایسا آزمودہ نسخہ بذریعہ عصمت عنایت فرمادیں جس سے شفا ہو بہت ممنون ہونگی۔

راقمہ ک۔ ب

براہ مہربانی کوئی عصمتی بہن ایسا تیل یا کوئی اور چیز بتائیں جس سے میرے سر کے بال کم از کم چار یا پانچ بالشت لمبے ہو جائیں اس وقت میرے سر کے بال دو ڈھائی بالشت ہیں بہت ممنون ہونگی۔

ن۔س فیروز پور چھاؤنی

بہ استفسار بہن حمیدالنساء صاحبہ عرض ہے دانتوں کے لئے آسان و مجرب نسخہ روانہ کرتی ہوں۔ لوبان عمدہ پھٹکڑی کو بریاں کریں۔ پھٹکڑی و لوبان دونوں کو الگ الگ پیس کر کپڑ چھان کریں۔ دونوں ہموزن لیکر شیشی میں بھر کے رکھ لیں ہر روز صبح و شام دو وقت دانتوں پر خوب ملیں پندرہ منٹ تک ملتے ہوئے منہ کھول کر نیچے کو لٹکائیں تاکہ پانی نیچے گر جائے، پانی منہ سے جتنا نکلے گا اتنا خوب ہے تھوڑے دنوں کے استعمال کر آپ کی شکایت دور ہو جائیگی گر آپ اس منجن کو ہمیشہ اپنے استعمال میں رکھیں تو آئندہ پھر آپکے دانتوں میں کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہوگی مجھکو بھی یہی شکایت تھی جو آپکو ہے خاکسار کے والد مرحوم ڈاکٹر تھے انھوں نے مجھے یہ نسخہ بتایا تھا تین ماہ سے برابر استعمال کرتی ہوں خدا کے حکم سے اب وہ شکایت دور ہو گئی

بیگم میر جعفر۔ مسلم بورڈنگ اسکول دیولالی

دُوربین

مدراس میں تعلیم نسواں اکتوبر کے آخر میں مدراس میں پڑھنے والی لڑکیوں کو مسٹر اور مسز حامد حسن نے سالانہ دعوت دی۔ اس میں ساٹھ مسلمان لڑکیاں شریک ہوئیں جو مختلف مقامی سکولوں اور کالجوں میں پڑھتی ہیں پردہ کا خاص اہتمام تھا۔ دعوت کھانے کے بعد ماہران تعلیم نے **انتخاب مشاغل** پر دلچسپ تقریریں کیں۔ مسز حامد حسن نے بتایا کہ تین مسلمان لڑکیاں طبی کالج میں اور دو ایل ٹی (اعلیٰ) کی جماعت میں پڑھ رہی ہیں۔ مسلمان لڑکیوں کو دایہ کا کام بھی سیکھنا چاہیے جنوبی ہند کی تعلیمی انجمن نے مسلمان لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم کے لئے کافی وظیفے دیئے ہیں۔ اس انجمن نے پہلی مرتبہ تعلیمی کمیٹی کے لئے پانچ عورتوں کو ممبر منتخب کیا۔ وہ خوب کام کر رہی ہیں۔ لڑکیوں کو آئندہ مشاغل فرصت دانشمندی سے منتخب کرنے چاہیے۔ نماز اور تلاوت قرآن ضروری مشاغل ہیں۔

عورتوں کی کانفرنس صوبجات متحدہ کی زنانہ کانفرنس کا آٹھواں اجلاس رانی صاحبہ شیرکوٹ کی صدارت میں ۲۶-۲۸ اکتوبر کو لکھنؤ میں ہوا جس میں اس بات پر افسوس کیا گیا کہ نابالغوں کی شادی روکنے کا قانون تقریباً بے اثر ہے اس میں حکومت سے ایسی ترمیم کروائی جائے کہ ایسی شادیاں ناممکن ہو جائیں۔ حکومت سے استدعا کی گئی کہ عورتوں کے لئے تعلیم کا انتظام وسیع پیمانہ پر کرے اور مدرسہ کی اعلیٰ جماعتوں میں سائنس کی تعلیم لازمی کر دے علاوہ ازیں عورتوں کی قانونی کمی دُور کی جائے اور مردوں کے برابر حقوق دیئے جائیں اور مرد و عورت کی تفریق مٹا دی جائے شادی وراثت طلاق وغیرہ کے متعلق انہیں حقوق دیئے جائیں۔

یہ بہنیں اسلام کا راستہ اختیار کریں جہاں عورتوں کو زبردست حقوق ملے ہیں اور اس زمانہ کی اصلاحیں بڑی سے بڑی ہمت کرکے بھی اتنے حقوق انہیں نہیں دلا سکیں۔

کانگریس کا اجلاس۔ اکتوبر کے آخر میں بمبئی میں کانگریس کا اجلاس کئی سال بعد ہوا اس کا اہم واقعہ یہ ہے کہ گاندھی جی کانگریس سے یہ کہہ کے الگ ہو گئے کہ اب میرے بس کا کچھ نہیں رہا۔ تم لوگ زبان سے تو میری ہاں میں ہاں ملا دیتے ہو اور عمل کے نام سے صفر ہو۔ ایسی سرداری کس کام کی۔ لوگوں نے پھر ان کی منت سماجت کی لیکن وہ نہ مانے اُن کا ارادہ یہ ہے کہ وہ کانگریس سے باہر عملی کام کرتے رہیں اور جب ضرورت ہو پھر کانگریس کی مدد پر آ جائیں۔ اس دفعہ پنڈت مالوی نے اپنی ایک علیحدہ جماعت قائم کر لی ہے اور یہ مقصد ڈنکے کی چوٹ بیان کیا جاتا ہے کہ وزیر اعظم انگلستان کا فیصلہ ثالثی جس سے غریب مسلمان کو اُن کے جائز حقوق سے بھی کم ملا ہے منسوخ کرایا جائے اور مسلمانوں کو علیحدہ انتخاب ممبروں کا حق جو دیا گیا ہے چھین لیا جائے۔ ان کی رائے میں کانگریس مسلمانوں کی حمایت کرتی ہے حالانکہ کانگریس بھی انہی دونوں باتوں کی خواہشمند ہے لیکن کھلم کھلا کارروائی مصلحت کے خلاف بتاتی ہے۔

ٹکٹوں سے کانگریس کو ۲½ لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوئی۔ منجر تصویریں جو جلسہ کی لی گئیں ان کی آئندہ آمدنی علیحدہ ہے

اور دو روپیہ والے ٹکٹ ۴۰ ہزار سے زیادہ بکے۔

کپورتھلہ میں بے چینی ریاست کپورتھلہ میں ۵۰ فیصدی مسلمان۔ ۲۲ فیصدی سکھ۔ ۱۰ فیصدی اچھوت اور ۱۰ فیصدی ہندو رہتے ہیں۔ مگر ہندوؤں کے سوا تقریباً سب گاؤں کے باشندے ہیں۔ ریاست کا واحد ذریعہ آمدنی مالگذاری ہے جو ان دیہاتیوں سے وصول کی جاتی ہے۔ ریاست کے عہدے تقریباً ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہیں۔ مہاراجہ صاحب نے زمینداروں کے فائدہ کیلئے پنجاب کی طرح کا ایکٹ انتقال اراضی منظور کیا جس کی رو سے زراعت پیشہ لوگوں کی زمینیں بنئے قرق نہیں کرا سکتے اور نہ آپس میں خرید سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک قانونی مجلس بھی قائم کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ ان شہری ہندوؤں کو برا لگا۔ اس سے ریاست کی مختلف جماعتوں میں باہم بے چینی پھیلی مسلمانوں کو شکایت ہوئی کہ مہاراجہ تو صحت کی مصلحتوں سے یورپ میں پہلے کی طرح چلے گئے اور پیچھے حکومت نے کمزوریاں دکھائیں اور ہندوؤں کے شور وغو غا سے دب گئی۔

ترکی میں زبان کا دن حکومت ترکی نے زبان کا دن منائے جانے کا حکم دیا ہے۔ شہروں قصبوں میں جلسے کئے جائینگے اور اس نئی ترکی زبان میں تقریریں کی جائیں گی جس میں کوئی عربی وفارسی لفظ استعمال نہ کیا جائیگا۔ اور لوگوں کو اس نئی زبان کے استعمال کی ترغیب ہوگی۔ اس روز ہر اخبار کو کم از کم ایک مضمون نئی زبان میں لکھنے کا حکم ہے۔ ایک نئی لغت بھی طیار کی جا رہی ہے

ہٹلر کے ارادے ہٹلر اس وقت جرمنی کا خود مختار ترین شخص ہے۔ وہ ساری عمر کیلئے غیر ذمہ دار صدر بن گیا ہے۔ اب افواہ ہے کہ وہ عنقریب شاہی خاندان میں شادی کرکے ڈیوک جرمن کہلائیگا اور اپنا نام اڈولف اوّل رکھے گا۔ اس کا خیال ہے کہ جرمنی کے لوگ شاہ پسند ہیں اس لئے وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہیگا۔ اگر یہ افواہ درست ہے تو وہ جرمنی کا نیا قیصر بن جائیگا۔

ہوائی دوڑ انگلستان سے آسٹریلیا تک ہوائی جہازوں کی دوڑ ہوئی اور اوّل و دوم کے لئے بڑے بڑے انعام دئے گئے چنانچہ سکاٹ اور کیمبل ۳ دن اور ½ ۴ گھنٹے میں پہنچ کے سب سے اوّل رہے۔ دوسرے ہوائی جہاز میں ڈاک کے تھیلے اور تین مسافر بھی تھے وہ پورے تین دن کو پہنچا۔ پہلی پرواز ۱۹۱۹ء میں ہوئی اور یہ سفر ۲۸ دن میں پورا ہوا۔ اس وقت اس کارنامہ پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ دوسری پرواز ۱۹۲۸ء میں ½ ۲۵ دن میں ختم ہوئی تیسری ۱۹۳۲ء میں ۹ دن میں۔ چوتھی ۱۹۳۳ء میں ½ ۷ دن میں۔ اب اس نئے کارنامہ نے سب کو مات کر دیا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اوّل کا جہاز صرف ۷۱ گھنٹے ہوا میں رہا۔ باقی بیچ میں اترنے اور کچھ آرام کرنے میں لگا

ثمر ممنوع لنکا میں ایک درخت کا پھل خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ اس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اسے ہونڈل کہتے ہیں مگر یہ زہر ہے۔ اس کا اثر تین گھنٹے بعد ہوتا ہے۔ عورتیں اور مرد جو زندگی سے تنگ ہو جاتے ہیں اسے کھا کے اپنی مصیبتوں کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ لوگ اپنے بچوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ شروع نومبر میں چند بچے محلہ کے چند بچوں کے گھر آئے اور انھیں ساتھ لے کر جنگل گئے۔ وہاں ان پھلوں کو توڑ توڑ کے کھایا اور گھر لے آئے اور جو بچے پیچھے رہ گئے تھے انھیں کھلایا۔ ایک نوجوان عورت نے بھی کچھ پھل کھائے شام کو بچے یکے بعد دیگرے بیمار پڑنے شروع ہوئے۔ جب معلوم ہوا کہ انھوں نے ہونڈل کھائے ہیں۔ فوراً علاج شروع کیا گیا مگر ایک پانچ سالہ لڑکی اگلے دن مر گئی۔ ایک اور کی حالت خراب ہے باقی اچھے ہوتے جا رہے ہیں۔

پنجاب کا تعلیمی زنانہ جلسہ تعلیمی انجمن خواتین پنجاب متوسط کا سالانہ جلسہ بصدارت بیگم صاحبہ مسٹر لطیفی فنانس کمشنر پنجاب ہوا جلسہ میں بیگم صاحبہ نے بری رسموں کی ممانعت کی جن کے اسراف بے جا سے لوگ مفلس ہوتے جاتے ہیں تعلیم نسواں پر زور دیا اور بتایا کہ نصاب تعلیم جب لڑکوں کے لئے ہی مفید نہیں تو لڑکیوں کے لئے کیسے موزوں ہو سکتا ہے لڑکیوں کے لئے مناسب تعلیم ہو اور مخلوط لڑکے لڑکیوں کی تعلیم خطرناک ہے۔ آٹھ برس کی عمر تو خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ عورتیں سکار کو

یعنی تاکہ خالی وقت میں فضول باتیں کرنے کی بجائے کچھ کام کیں جلسہ نے یہ تجاویز کیں کہ مسلمان عورتوں کو وراثت موجب شرع
ملنی چاہیے اور ہندو عورتوں کو حقوق دلانے کے لئے دھرم شاستر میں تبدیلی ہونی چاہئے مسلمان عورتوں کو طلاق دینے کا حق بھی شرع
ملنا چاہیے اور عورتیں پیشہ ور بھیک منگوں کو خیرات نہ دیا کریں۔

تاروں کا جھرمٹ

لنکا میں مس ایزلون پہلی لڑکی ہے جو ۱۹۴۶ء کے شروع سے بیرسٹری شروع کرگئی اس کی عمر ۲۶ سال ہے اس نے آکسفورڈ سے بی لے پاس کیا تھا۔

مس ہمنداکر آگرہ یونیورسٹی کے ایم اے کے امتحان میں فرسٹ آئی۔ اب وہ لڑکوں کے ایک کالج میں پروفیسر مقرر ہوئی ہے۔

جنوبی ٹراونکور میں ایک مسلمان لڑکی خواتین نے بی اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ اسے سرکاری وظیفہ ملتا تھا اور بڑی لائق لڑکی ہے۔ اردو بولتی ہے۔ وہ برطانوی مالابار کوچین اور ٹراونکور میں پہلی مسلمان بی اے لڑکی ہے۔

ضلع رائچور (دکن) میں بارش نہ ہونے سے ایسا سخت قحط پڑا ہے کہ لوگ فاقہ مر رہے ہیں اور گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ رہے ہیں سارا دن محنت کرکے بھی مشکل سے ایک آنہ مزدوری ملتی ہے ریاست نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ بطور امداد دیا جو فی کس ۱۵ یا ۲ روپیہ پڑا۔

ٹراونکور میں مسلم خواتین کی ایک انجمن قائم ہوئی ہے جس کا مقصد مسلمان عورتوں میں تعلیم کو ترقی دینا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی سے صفیہ بیگم نے ۸۰ ریاضی کا پورا مضمون لے کے بی اے پاس کیا۔ وہ سر غلام حسین ہدایت اللہ کی دختر ہیں۔ اور اب انگلستان جا رہی ہیں۔

جنوبی ٹراونکور میں ایک بچہ باغ میں درخت کے نیچے سو رہا تھا۔ ایک سانپ نے اُس کی انگلی کاٹ لی اور سونڈ میں لپٹا لی آنکھ کھلنے پر اُس نے اپنے آپ کو بے بس پایا۔ اس کی ٹرٹراہٹ کی آواز پر لوگوں نے دوڑ کے مشکل سے سانپ کو مارا۔

کراچی میں کمپنی نے ٹرام میں عورتوں کے لئے علیحدہ نشستوں کا انتظام کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ اب ان باتوں کا زمانہ نہیں

جس ریل میں شاہ پور کے والئ ملک ریاست صدیقیہ سے وارنہ کو جارہا تھا وارنہ سے ۱۴ میل اِدھر انجن میں آگ لگ گئی۔ شاہ نے جاکے خود انجن چلانے والے کی مرہم پٹی کی اور دربار کے جاکے آگ بجھانے میں مدد دی اور پھر ۲۰ میل ریل خود چلائی۔

۱۸۹۲ء میں ضلع اٹک کے ایک مسلمان زمیندار نے ایک بنئے سے پانچسو روپیہ ۲۵ روپیہ فی صدی سود پر قرض لیا اور زمین رہن رکھدی۔ سود بڑھتا رہا۔ بنئے نے دعوےٰ کرکے ۱۹۶۹۰۰ روپیہ کی ڈگری لے لی۔ اب اپیل عدالت عالیہ میں دائر ہے۔

سنیخو پورہ کے ضلع میں ایک بیوہ نے ایک شخص سے شادی کرلی جس کے پہلی بیوی سے چار بچے تھے اس سے ایک اور شخص کو جو بیوہ کی دہلیز پر پڑا ہوا تھا سخت رنج ہوا۔ اس نے لڑکی کو اپنے ساتھ ملاکے اُسے سنکھیا دی جو اُس نے چھاچھ میں ملادی۔ اتفاق سے چھاچھ کم ہونے کی وجہ سے محلے سے اور منگا کے اس میں ملائی گئی جس سے سنکھیا کا اثر کم ہوگیا پینے کے تھوڑی دیر بعد سب بیہوش ہوگئے لیکن علاج سے بچ گئے۔ وہ آدمی اور رما گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

اکتوبر کے آخر میں ایٹہ میں اچھوتوں کا جلسہ ہونے والا تھا اُن کا ارادہ مسلمان ہوجانے کا تھا کیونکہ ہندوؤں نے ان سے کبھی عمدہ سلوک نہیں کیا۔ ہزارہا اچھوت مقررہ تاریخ پر آنے لگے لیکن مجسٹریٹ علاقہ نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری نافذ کرکے جلسہ روکدیا اور لوگوں کو منتشر کر دیا۔

ایک ۲۰ سالہ ہندو بیوہ نے ناگپور میں ایک کنوئیں میں کود کے خودکشی کرلی۔ وہ رشتہ داروں کی بدسلوکی اور فاقہ کشی سے تنگ ہوگئی تھی۔

کلکتہ میں فیض آباد کا ۵۸ سالہ ہندو سرکاری وکیل نمونیہ میں دم توڑ رہا تھا کہ اس کی چارپائی کے پاس اس کا ۲۹ سالہ بیٹا جو لکھنؤ کالج میں پروفیسر تھا گر کے فوراً مرگیا اور اس کے فوراً بعد اس کی ۲۲ سالہ بیوی۔ اس اثنا میں باپ ختم ہوگیا۔

مسلمانو ہوشیار ہو جاؤ

ہم نے یکم شعبان سے آخری رمضان تک رمضان المبارک کی خوشی میں رعایت کر دی ہے

شاندار قرآن مجید مترجم مجلد حنا شدہ

کا ہدیہ آخر رمضان المبارک تک پانچ روپیہ کی بجائے صرف دو روپے بارہ آنے ۲/۱۲ کر دیا ہے اس کلام پاک کی حرفوں کی خوشنمائی موتی کی آب سے زیادہ چھپائی ایسی نفیس جو بالکل قلمی معلوم ہوتی ہے ہر سطر پاکیزہ حنائی ہوئی کاغذ سفید صحت کا یہ عالم کہ ایک ایک نقطہ کی ذمہ داری ترجمہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کا کیا ہوا معہ تین جز مقدمہ ۱ ار کپڑے کی بہت مضبوط جلد جس پر رو پہلی کام کیا ہوا طرہ یہ بھی کہ آپ کا اس پر نام بھی درج ہو گا۔

قرآن مجید معرّا (بغیر ترجمہ) مجلد پارچہ

اس کا ہدیہ بھی آخر رمضان المبارک تک دو روپے کی بجائے صرف ایک روپیہ چھ آنے ۱/۶ کر دیا ہے یہ قرآن مجید بچوں اور بڈھوں کی تلاوت کے لئے بے مثل چیز ہے اس کے بڑے بڑے جلی حروف چھپائی بہت صاف کاغذ سفید جلد رو پہلی سے آراستہ مضبوط کپڑے کی سنہری جلد دیکھئے

پتہ شیخ محمد یوسف تاجر کتب منیجر شہرت ایجنسی دہلی بازار شفاخانہ کوٹھی ۸۲۴

کیسا خوبصورت حسین چہرہ ہے

مگر یہ سیاہی کے باریک دھبے اور جھائیں چہرہ کو کیسا بدنما کر رہے ہیں
بہن اگر تم ان سے چھٹکارا چاہتی ہو تو آج ہی سے

پری جمال صابن (رجسٹرڈ)

جو دہلی کے حکیم صاحب نے ایجاد کیا ہے اس کی بہترین خوشبو اور پاکیزہ اجزا نے تمام ملکوں میں نام پیدا کر رکھا ہے جو چہرے کی سیاہی اور جھائیوں جھلے چند روز میں دور کر کے چہرے کو گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت بنا دیتا ہے
قیمت فی بکس تین ٹکیہ معہ ایک صابن دانی ایک روپیہ (عہ)

زنانہ سنگھار بکس

یہ خوشنما وصلی کا بکس مستورات کا سنگھار خانہ ہے اس بکس میں پانچ چیزیں در ایک انعام ہے (۱) پری جمال صابن ایک ٹکیہ (۲) پری نکھار آئیں شیشی جو تولہ (۳) خوشبودار تیل شیشی ایک تولہ (۴) پان کی بہار ایک ڈبیہ (۵) عور توں کا صابن ایک ٹکیہ اور ۲ ماشہ سرمہ نور نظر انعام فی بکس ایک روپیہ

پتہ حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ نور تن دہلی پری جمال منزل

گکرے ؟ گکرے ؟ گکرے ؟

آنکھوں کے لئے کیا تباہ کن بیماری ہے ایک دفعہ انسان کو لگی ہوئی ہٹنے کا نام نہیں لیتی اس سے آنکھوں میں کھجلی کی تکلیف رہتی ہے تیز روشنی میں آنکھیں بخوبی کھل نہیں سکتیں نظر آہستہ آہستہ مفقود رہتی رہتی ہے گرمیوں میں یہ مرض اور بھی شدت دکھاتا ہے پس اگر آپ اس موذی مرض سے نجات چاہتے ہیں تو فوراً ہی ہمارا سرمہ نورانی استعمال کرنا شروع کر دیں۔ جو اس مرض کو جڑ سے اکھاڑنے میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے جو فائدہ دوسرے سرموں یا کاسٹک کے بچ کرانے سے مہینوں میں نہیں ہوتا وہ سرمہ نورانی کے چند روز کے استعمال سے نمایاں طور پر ہو جاتا ہے۔ اگر فائدہ نہ ہو تو حلفیہ تحریر آنے پر قیمت واپس کر دی جائے گی۔ سرمہ نورانی کا روزانہ استعمال آنکھوں کو تندرست بناتا ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے۔

دلکشا ہیر آئیل رجسٹرڈ بالوں کیلئے از بس بہترین تیل ثابت ہو چکا۔ **قیمت فی شیشی** ایک روپیہ نو اونس دو روپے محصولڈاک دونوں پر ایک جتنا لگتا ہے۔

دلکشا سنون دانتوں اور مسوڑوں کی جملہ امراض کے لئے منجن ہے۔ اس سے پائیوریا جیسی موذی مرض بھی دور ہو جاتی ہے۔ **قیمت فی شیشی** (۱۰/) دس آنے۔

کناریسی اوئل مردوں اور عورتوں کی طاقت بڑھانے اور ان کی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے حیرت انگیز ایجاد ہے تفصیل حالات کے لئے کارڈ بھیجکر کارخانہ کی فہرست مفت طلب فرمائیں۔ **قیمت فی شیشی** ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

نوٹ تمام قیمتیں علاوہ محصولڈاک و پیکنگ ہیں آرڈر دیتے وقت حوالہ اشتہار ضرور دیں۔

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان (پنجاب)